شاہنامہ اسلام

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

یادِ ایّام

المعروف بہ

شاہنامۂ اسلام

اُردو نظم میں تاریخِ اِسلام کے ولولہ انگیز واقعات

①

ابوالاثر حفیظ جالندھری

ناشر
مکتبہ تعمیرِ انسانیت ○ اُردو بازار ○ لاہور

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طابع : محمد سعید اللہ صدیقی
ناشر : مکتبہ تعمیر انسانیت ○ لاہور
مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز ○ لاہور
تعداد : ایک ہزار
قیمت : مکمل یکجا 340 روپے

marfat.com

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیبہ

لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ مُحمّدٌ رّسولُ اللّٰہ

پر

ایمان رکھتا ہے

حفیظ

marfat.com

حفیظ جالندھری ٹرسٹ

جناب عبدالکریم سومار .... صدر

شمیم احمد .... سکریٹری

اراکین

غلام احمد

لطف اللہ خان

رحمان کیانی

سیّد مقدس علی

خواجہ حمیدالدّین شاھد

فہرست

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
تقریب :۔ شیخ عبدالقادر صاحب		سببِ تالیف	۲۷
کے قلم سے	۱۵	مشکلات	۲۸
		مزار قطب الدین ایبکؒ	۲۹
حمد	۲۵	ضمیر کی آواز	۳۳
نعت	۲۶	مناجات	۳۵

باب اوّل ۔ آغاز

خلافتِ انسانی اور کائنات کے اندیشے	۳۷	حضرت ابراہیمؑ کا عقدِ ثانی	
صدائے روح الامین	۳۸	فرعونِ مصر کی بیٹی حضرت ہاجرہ	۴۴
افزائشِ نسلِ آدم اور ابلیس کا مکروفریب	۴۰	حضرت اسمٰعیل کی ولادت اور ماں بیٹے	
نورِ احمدی	۴۱	کی ہجرت	۴۵
ابراہیم خلیل اللہ	۴۲	حضرت ابراہیمؑ کی دعا	۴۶
حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت	۴۳	وادیٔ غیر ذی زرع میں ماں بیٹے کی تنہائی	۴۷

قبیلہ بنی جرہم کو پانی کی تلاش ۴۹
کنعان میں حضرت اسحٰقؑ کی ولادت
حضرت ابراہیم کا پھر عرب میں آنا ۵۰
حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی ۵۱
تعمیرِ خانۂ کعبہ ۵۳
اولین حجِ اکبر ۵۶

باب دوم - حضرت ابراہیم کی وفات کے بعد

اسمٰعیل اور اسحٰقؑ کی اولادیں ۵۷
بنی اسرائیل ۵۸
عرب میں بنی اسمٰعیل کے پھلنے پھولنے کا بیان ۶۳
انقلاباتِ عالم اور عرب ۶۴
مکے پر یمن والوں کا حملۂ اوّل
قریش کی مدافعت ۶۶
عرب میں زمانۂ جاہلیت ۶۸
بازارِ عکاظ ۷۱
جاہلیت کی عبادت ۷۳
شاعری کے بُرے پہلو ۷۴
میلے میں جنگ کا آغاز ۷۷
اس عہد میں دنیا بھر کی عام حالت ۷۹
ہندوستان، چین، ایران، یورپ
شہر پومپی آئی کی آخری رات ۸۱
یورپ، عیسائی ہو جانے کے بعد ۸۳
یہودیوں کی عام حالت ۸۴
ساقی نامہ ۸۶

باب سوم - پیغمبر آخر الزماںؐ کی ولادت سے قبل کا زمانہ

غلبۂ باطل اور شیطان کا غرور ۸۸
پیغمبر آخر الزماںؐ کے والد عبداللہ ۸۹
بنت مُرّۃ الخثعمیہ اور شیطان ۹۰
سردار عبداللہ کی پاکیزگی ۹۲

شیطان اور یہودی ۹۳
سردار عبداللہ پر یہودیوں کا حملہ ۹۷
پانچ شیطان، ایک بندۂ رحمان ۹۸
وہب بن عبدمناف والد سیدہ آمنہ ۹۹
سردار عبداللہ کا انتقال ۱۰۱
اصحابِ فیل کا بیان ۱۰۲
مشرکینِ مکہ کا فرار ۱۰۳
سردار عبدالمطلب اور ابرہہ بے شرم کی گفتگو ۱۰۴
اصحابِ فیل کے حملے کی صبح ۱۰۵
ہاتھی سجدے میں ۱۰۶
اصحابِ فیل کا کفر ۱۰۷

باب چہارم۔ ختم المرسلین رحمۃ للعلمینؐ

ولادتِ باسعادت ۱۰۹
سلام ۱۱۴
آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب کو خبر ملتی ہے ۱۱۷
کعبۂ مقصودِ عالم کا طوافِ کعبہ ۱۱۸
عرب کی دودھ پلائیاں
حلیمہ سعدیہ کی غریبی ۱۲۰
آنحضرتؐ کے بچپن کی برکات ۱۲۳
یتیمِ مکہ صحرائی گھر کی طرف ۱۲۴
بیابان پر ابرِ رحمت کا سایا ۱۲۵
رضاعت سے بعثت تک کا بیان ۱۲۶
مصنف کا اعترافِ عجز ۱۳۴

باب پنجم۔ آفتابِ ہدایت کا طلوع

مقصدِ بعثت، مظلوم دنیا کی دعائیں ۱۳۵
اقرا ۱۳۶
صدیقؓ کا ایمان ۱۳۷
السابقین الاولین ۱۳۸

marfat.com

پہاڑی کا وعظ، اعلائے کلمۃ الحق ۱۳۹
مشرکین کا غیظ و غضب ۱۴۱
ابولہب بن عبدالمطلب کا کفر ۱۴۲
بنو ہاشم میں تبلیغ، حضرت علیؓ کا ایمان ۱۴۲
اسلام لانے والوں پر مصائب کے پہاڑ ۱۴۳
اکابرِ قریش کی ابوطالب کو دھمکی ۱۴۶
چچا کی فہمائش ۱۴۷
بھتیجے کا جواب ۱۴۷
ابوطالب کا تاثر ۱۴۸

تبلیغ حق کا دشوار گذار رستہ

کفار کی ایذا رسانی اور توہین ۱۴۸

قریش کی طرف سے مادی ترغیبات

عتبہ کی گفتگو ۱۵۰
عتبہ کی حیرت ۱۵۲
حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا ۱۵۴

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا بیان

دشمنانِ دین میں نبی کے قتل کی تجویزیں ۱۵۵
عمر نبیؐ کے قتل کا بیڑا اٹھاتے ہیں ۱۵۶
حضرت عمرؓ کا ایمان ۱۵۸
عمرؓ آستانۂ نبوت پر ۱۵۹
حضرت عمرؓ کی شانِ ایمان ۱۶۰

ہجرتِ حبشہ

ایذا دہی کی انتہا، طرح طرح کی عقوبتیں ۱۶۲
نجاشی انصاف کی راہ پر ۱۶۴
دربارِ نجاشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریر ۱۶۵
نجاشی راہِ ہدایت پر ۱۶۶
نجاشی کا تہیّہ ۱۶۶
رسول اللہؐ کے خلاف اہلِ مکہ کا معاہدہ ۱۶۷
ابوطالب کی ثابت قدمی ۱۶۸
شعب ابی طالب میں محصوری کا زمانہ ۱۶۹
شکست معاہدۂ باطل ۱۷۱

عام الحزن

ابوطالب اور خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات ۱۷۲
ہادیٔ اسلام کا سفرِ طائف ۱۷۳
پتھروں کی بارش ۱۷۴
آپؐ سے بدعا کی خواہش، رحمۃ للعلمینؐ کا جواب ۱۷۶

پتھر مارنے والوں کے لئے آنحضرتؐ کی دعائے خیر ۱۷۷
اہلِ یثرب میں اسلام ۱۷۹
وہی جوش تبلیغ، مینیوں اور یثربیوں کا ایمان لانا ۱۷۸

باب ششم ۔ ہجرتِ نبویؐ

مسلمانانِ مکہ کی ہجرتِ یثرب ۱۸۱
مشرکینِ مکہ کے ارادے ۱۸۲
مشاورتِ قتل ۱۸۲
ہجرت کی رات ۱۸۴
غارِ ثور ۱۸۶
سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی طاقت پر ۱۸۷
انعام کا اعلان اور تلاش ۱۸۸
قافلۂ نبوت مدینے کے راستے میں ۱۸۹
عرب کی دھوپ ۱۹۰
سراقہ ابن مالک ابنِ جعشم کا تعاقب ۱۹۱
آنحضرتؐ کی ایک معجز نما پیش گوئی ۱۹۲
بریدہ اسلمی اور اس کے ساتھی ۱۹۳
قبا میں وُرودِ مسعود
الانتظار الانتظار ۱۹۵
قافلۂ نبوت شہر یثرب کی طرف ۱۹۷
نبیؐ اپنے مدینہ میں ۱۹۷
شوقِ میزبانی ۱۹۹
دارالامانِ مدینہ ۲۰۰

بابِ ہفتم ۔ مدینے پر جنگ کے بادل

قریشِ مکہ کا جوشِ غضب ۲۰۲
قریشِ مکہ کی دھمکی ۲۰۳
عبداللہ بن ابی ۔ منافق ۲۰۴
مدینے کے بدباطن یہودی ۲۰۵
قریشِ مکہ کی غارت گری ۲۰۶
اذنِ جہاد ۲۰۷

شرطِ جہاد ۲۰۹
قریش کی دوسری دھمکی ۲۰۹
قافلۂ تجارت اور ابوسفیان کے منصوبے ۲۱۰
شرارت ۲۱۲
مشرکین میں اشتعال کی چال ۲۱۲
ابوجہل کی آتش افروزی ۲۱۳
قریش مکہ کی چڑھائی ۲۱۵
آگ لگا کر ابوسفیان مکے پہنچ گیا ۲۱۶
ابوجہل کا جواب ابوسفیان کے قاصد کو ۲۱۸
صورتِ حالات کی نزاکت، نبی صلعم کا مشورہ صحابہ ۲۰۲
مہاجرین کا مشورہ ۲۲۲
انصار کا جوشِ ایمان ۲۲۳
وعدۂ نصرتِ الٰہی ۲۲۴
مجاہدینِ اسلام جہاد کے رستے پر ۲۲۵
کفار کا ڈیرا میدانِ بدر میں ۲۲۶
ابوجہل کا غرور ۲۲۷
مسلمانوں کی کمزور جماعت ۲۲۹
قطعۂ تاریخ ۲۳۰

marfat.com

الحمدللہ

اپنی زندگی کے ان آخری مراحل میں جو اندیشہ جان کا عذاب بنا ہوا تھا اللہ کریم نے اپنے رحمۃ للعالمینؐ کی مدح کے صدقے وہ اندیشہ دور کر دیا اور اب میں اس تسلی اور شکر و سپاس کا اظہار کرتا ہوا اپنے سفرِ حیات کی منزلِ مراد کو سلام کہوں گا۔

اندیشہ یہ تھا کہ میرا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی ایسا عزیز ہے جو میرے بعد میرے قلمی ورثے کا محافظ بھی بن سکے اور ملک و ملت پاکستانیہ تک ہی نہیں دنیا بھر کے ممالک میں جہاں جہاں مسلمان میری نظم و نثر کے شائق ہیں ان تک میری کتب پہنچاتے رہنے کا اہتمام کرے ورنہ جو کچھ میں نے انسانیت اور ملک و ملت کے لئے اپنے خونِ جگر سے مہیا کیا ہے برباد ہو جائے گا۔ میرا سرمایہ میری قلم کاری ہے میری کتابیں ٹکے سیر بیچنے والے نا اہل بازاری کتاب فروش دکاندار جس طرح چاہیں گے چھپوائیں گے اور الگ الگ کھائیں گے اڑائیں گے۔ اپنے لاکھوں قدر دانوں میں مدتوں ایسے اصحاب کی تلاش رہی جو واقعی صادق الوعد و امینؐ .. پر ایمان و یقین رکھتے ہوں۔ آخر کراچی میں میری تلاش نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا اور میرا جان لیوا اندیشہ دور ہو گیا۔

قائداعظم کے پرانے رفیق جناب عبدالکریم سومار صاحب مل گئے، میری آرزو سنی اور اسے پورا کرنے کی طرف عملی قدم اٹھالیا اور میرے اس درد کا مداوا کر دیا۔ جناب لطف اللہ خاں مل گئے جن کا وجود، آرٹ، سخنوری اور سخن نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جناب شمیم احمد مل گئے جو اسلام کا پیغام جاری رکھنے والی کتب کے پبلشر اور کراچی میں سومار صاحب سے اولین ملاقات کا باعث بنے۔ ان کے ساتھ ہی سید مقدس علی ہیں جو ہر ادبی و اسلامی ثقافتی تحاریک کا بشوق اہتمام فرماتے ہیں۔ خواجہ حمیدالدین شاہد ایم اے عثمانیہ کو تو میں اپنا صیاد قرار دے چکا ہوں۔ جناب غلام احمد جناب سومار کے عزیز اور کاڈیلا کے سربراہ ہیں۔ سومار سے مصافحہ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جناب رحمٰن کیانی جو شعر و سخن ہی میں اسلام کے لئے تبلیغ اتحاد و جہاد کے معاملے میں میرے مثنیٰ ہیں۔

ان اصحاب نے جناب عبدالکریم سومار کے زیر قیادت ایک ایسا ادارہ قائم کر دیا ہے جو میرے دکھ کا دارو ہے۔ اس ادارے کا نام ہے۔

”ابوالاثر حفیظ جالندھری ٹرسٹ“

یہ ٹرسٹ باضابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اس نے میری زندگی میں بھی اور اس دنیا سے جسمانی طور پر کھسک جانے کے بعد بھی میری وہ تمام کتابیں جو متداول ہیں بہترین خوبصورت اور دیدہ زیب طریق سے چھپوانے اور مسلسل چھپواتے رہنے کا ذمہ لے لیا ہے اور آغاز شاہنامہ اسلام

سے کیا ہے۔ میری شائع شدہ تصانیف کے علاوہ وہ تصانیف بھی جو ابھی مسودات کی صورت میں ہیں یہی ٹرسٹ ان کو کتابی صورت میں لائے گا اور میری تحریروں کے ذریعہ سے موجودہ اور آئندہ نسل کے ذہن و قلب میں وہ روشنی پہنچائے گا جو میرے کلام کو سرکار دو عالمؐ کی محبت اور بزرگان دین مبین اور قدمائے شعر و ادب سے ملی ہے اور جن کو میں نے اپنے خون جگر سے رنگین کیا ہے۔

میں ان قدر دانوں کے احسانات کا سپاس گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں ؎

بہ شان مہر و مہ تابندہ باشی
الٰہی تا قیامت زندہ باشی

۷۶ برس سے متجاوز اور بیمار
حفیظ

سخن کی قدردانی زندگانی میں نہیں ہوتی
یہاں جب شمع بجھ لیتی ہے تب پروانہ آتا ہے

تقریب

(از قلم آنریبل خان بہادر شیخ عبد القادر صاحب)

حفیظ اور حفیظ کی شاعری محتاجِ تعارف نہیں، مگر "شاہنامۂ اسلام" ایک ایسی تصنیف ہے کہ وہ محض شاعری سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ اسلام کی منظوم تاریخ ہوگی۔ وہ اخلاقِ اسلامی کی تعلیم کے لئے ایک درسی کتاب کا کام دے گی۔ وہ مصنف کے جذباتِ مذہبی کی ایک دلکش تصویر ہے جو لفظوں سے کھینچی گئی ہے۔ لفظ سادہ ہیں۔ اس پر رنگین ترنم جو حفیظ کی شاعری کی خصوصیت ہے۔ تصویر کی تاثیر کو دوبالا کر رہا ہے۔ اس لئے اس کتاب کی تقریب کے طور پر کچھ لکھنا بے محل نہ ہوگا۔ اس کی پہلی جلد شائع ہوتی ہے جس میں دو ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔ اور اس کا بیشتر حصہ اُس عہدِ زرّیں سے تعلق رکھتا ہے۔ جب اسلام کے مقدس ہادی کی ذاتِ والاصفات اپنے جمالِ جہاں آرا سے دنیا کو نورانی کر رہی تھی۔ مَیں خوش ہوں کہ یہ سعادت میرے حصّے میں آئی ہے کہ ایسی کتاب کی پہلی جلد کا دیباچہ لکھوں۔ جو نہ صرف اپنی ادبی خوبیوں کی وجہ سے دیرپا معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ مذہبی اور اخلاقی پہلو سے مسلمانوں کی آیندہ نسلوں کے لئے چراغِ ہدایت ہو سکتی ہے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے کا جو نقشہ شاعر نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ اس میں زیادہ تر زور سیرت پر دیا گیا ہے۔ بالعموم وہ روایتیں نظم کی گئی ہیں۔ جن سے دنیا کے سب سے بڑے ہادیؐ کی پاکیزہ سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس اعتبار سے ہر مسلمان حضرت حفیظ کے اس کارنامے کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ بلکہ یہاں تک امید کی جا سکتی ہے کہ ہر وسیع الخیال غیر مسلم بھی شاعر کے کمالِ فن کی داد دے گا۔

اکثر شعراء نے اس قسم کے بڑے کام بڑھاپے میں اپنے ذمّے لئے ہیں۔ حفیظ کے جاننے والوں میں جن حضرات کی نظر سے ان کی وہ نظم گذری ہے جس کا عنوان ہے۔ "ابھی تو مَیں جوان ہُوں" انہیں شاید حفیظ کی شاعری کو اس

marfat.com

شانِ بزرگی اور تقدیس میں جلوہ گر دیکھ کر تعجب ہو کہ ان کی طبعِ رسا بڑائی کے اتنے زینے ایک ہی جَست میں کیونکر طے کر گئی ہے۔ مگر جو شخص ان کے تخیل کی بلند پروازی سے آگاہ ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ جَست ان کے لئے دشوار نہ تھی۔ حفیظ عمر میں جوان ہے۔ مگر شاعری میں بوڑھوں کی صف میں جلوہ گر ہے۔ زورِ طبیعت سے بسنت اور بہار پر ایسی نظمیں لکھتا ہے جس سے معلوم ہو کہ ایک شخص جو رنگین مزاجی کے سب مرحلوں سے گزر چکا ہے، آپ بیتی باتیں لکھ رہا ہے۔ اور جوانی کو مست اور دیوانی دِکھلانے میں اپنی کہانی سنا رہا ہے۔ مگر یہ صرف خداداد ذہانت کے کرشمے ہیں۔ ورنہ اسے زمانے نے مہلت ہی نہیں دی کہ دنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھے۔ یا ان کے مزے لے۔ صبح سے شام تک لکھتے پڑھتے گذرتی ہے۔ اور لکھنا پڑھنا بھی ایسا کہ فرصت اور اطمینان سے نہیں۔ بلکہ قوتِ لایموت کے لئے کسی اخبار یا رسالے کے لئے کچھ کام کیا جس کا تھوڑا بہت معاوضہ مل گیا۔ کوئی کتاب لکھی جو کسی نے سستے داموں خرید لی۔ اس پر رسالہ مخزن کی ایڈیٹری کی ذمہ داریاں۔ مشاعروں اور پبلک جلسوں کے لئے نظمیں لکھنا اور پڑھنا۔ یہ حالات تھے جب "شاہنامۂ اسلام" لکھنا شروع کیا۔ مخزن کے دفتر اور وہاں آنے والے ملاقاتیوں سے بھاگ کر اپنے وطنِ مالوف جالندھر کے پرانے مکان میں گوشۂ تنہائی اختیار کرنا پڑا۔ وہاں سے کبھی لاہور آنا ہوا۔ تو قدر دانوں سے خط و کتابت کے لئے وہ آپ اپنے منشی۔ اپنی کتاب کے پروف دیکھنے کے لئے وہ آپ اپنے مصحح۔ اور مطبع والوں سے تقاضا کرنے کے لئے وہ آپ اپنے سپاہی اُن کی محنت و مصروفیت دیکھ کر غالب کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خُدا رکھتے تھے

مگر خدا کی حکمتیں خدا ہی جانے۔ شاید یہی حالات ہیں جو باوجود مالی مشکلات اور کثرتِ کار کے توسنِ طبع کے لئے تازیانہ کا کام دیتے ہیں۔ اور رُوحانی زندگی کی جِلا کا باعث ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ شاعری کی قوت کو مفید مذہبی خدمت کی تحریک انہی اسباب سے ہُوئی ہے۔

چند سال ہوئے جب مَیں نے حفیظؔ صاحب کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ شاید اکثر لوگوں نے بھی انہیں لاہور میں اسی زمانے میں دیکھا ہو۔ اس سے پہلے کوئی انہیں پہچانتا نہ تھا۔ مگر پہلے ہی موقعہ پر جب وہ لب کشا ہوئے سب جان گئے اور مان گئے کہ ادبِ اُردو پر ایک نیا ستارہ چمکا ہے۔

لاہور میں ایک بڑا مشاعرہ تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ سامنے کی کرسیوں پر چند کہنہ مشق شاعر متمکن ہیں۔ اور ان میں ایک نوعمر سا شخص دبلا پتلا بہت سادہ لباس پہنے ہوئے بیٹھا ہے۔ جو ہر ایسے شعر پر جو داد کے قابل ہو، داد دیتا ہے۔ اور یوں کہ اس کے دل کی کیفیت ایک خاص طرزِ اظہار رکھتی ہے۔ یعنی شعر سنتے ہی وہ ہمہ تن داد بن کر اپنی جگہ سے اُٹھنے کو ہوتا ہے اور اپنا دایاں ہاتھ پھیلا کر اُس کی انگشتِ شہادت شاعر کی طرف اٹھا کر کہتا ہے۔ "کیسا بلند شعر ہے"

یہ بے ساختہ اظہارِ خیال چونکہ کسی قدر نرالا تھا۔ میری توجہ اس طرف ہوئی۔ مَیں نے کسی صاحب سے پوچھا، یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا: ہمیں نام تو معلوم نہیں۔ مگر سُنا ہے کہ جالندھر سے آئے ہیں۔ لور مولانا گرامی کے شاگرد ہیں"۔

مَیں مولانا کے فارسی کلام کے مداحوں میں تھا۔ اور ان سے ذاتی مراسم رکھتا تھا۔ وہ بھی کبھی کبھی اسی طرح انگلی اُٹھا کر اور یہ کہہ کر کہ "اونچے پلّے کا شعر ہے" اپنے دوستوں کے کلام کی داد دیا کرتے تھے۔ شاگرد میں کچھ استاد کی جھلک نظر آئی۔ اور مَیں اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ ان کا کلام سُن کر جائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد حفیظؔ صاحب کی باری آئی۔ جب یہ پڑھنے کو اُٹھے تو ایک اور مشابہت ان میں اور ان کے استاد میں نظر آئی۔ نہ ان کے چہرے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ فارسی کے ایسے ادیب اور نامور شاعر ہیں۔ نہ اِن کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اردو نظم میں ایسی دستگاہ رکھتے ہیں۔ مگر ہوا یہ کہ ایک تو کلام سادہ پُرکار تھا اور دُوسرے آواز دلکش، نظم لَے سے پڑھی گئی اور جلسے پر ایک بے خودی سی چھا گئی۔ مَیں نے اس کے بعد بارہا حفیظؔ کو بڑے بڑے جلسوں کو مسحور کرتے دیکھا ہے اور ان کی پُراثر لَے سُنی ہے جس سے اب ہندوستان سے دکن

تک لوگوں کے کان آشنا ہو چکے ہیں مگر اس دن کی کیفیت چونکہ اپنے رنگ میں بالکل نئی تھی اس لئے نہیں بھولتی۔ معلوم نہیں حفیظ صاحب کے نام کے ساتھ "ابوالاثر" کا لقب اس دن سے پہلے تھا یا نہیں۔ نہ مجھے یہ خبر ہے کہ یہ نام انہوں نے خود رکھا ہے یا کسی نے ان کے لئے تجویز کیا ہے۔ مگر یہ ضرور کہوں گا کہ اُن کے لئے موزوں اور نہایت موزوں ہے۔ فی الواقعہ اثر ان کے کلام کا غلام خانہ زاد ہے۔

ابُوالاثر نے جس دن سے نظم کی بنسری بجائی ہے، اس بنسری سے طرح طرح کے راگ نکلتے ہیں۔ اور نظموں کے اس مجموعے میں جس کا نام "نغمہ زار" ہے۔ اور بعض غیر مطبوعہ نظموں میں جو اس کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اُس نے اپنی وسیع ہمدردی اور سچی قدرتی شاعری کے میلان سے کہیں کرشن کے گُن گائے ہیں اور کہیں پریت کے گیت سنائے ہیں۔ مگر اس نے تھوڑے عرصے میں محسوس کر لیا کہ اثر کے لحاظ سے جو بات پیغمبرِ اسلام کی زندگی کے واقعات میں ہے وہ کسی دوسرے انسان کی زندگی میں نہیں پائی جاتی۔ اور اگر کلام میں سچی اور پائیدار تاثیر ڈھونڈنی ہے تو اسے چشمۂ فیض سے سیراب ہونا چاہیئے۔ جس کا پانی کلام کے حق میں آبحیات بن جائے۔ اور اسے جاوداں زندگی بخش دے۔ پس اس میں شک نہیں کہ حفیظ نے جو مضمون اب چُنا ہے وہ ذریعۂ الہام ہے اور اس کی شاعری اپنی صفائی اور سادگی کے جوہروں کے ساتھ مذہب اور اخلاق کی علمبردار ہو گئی ہے۔

جب سے شاہنامۂ اسلام کے چھپنے کا اعلان ہوا ہے۔ مَیں نے کئی لوگوں کو اس نام پر اعتراض کرتے سنا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ فردوسی سے برابری کا دعوٰی اسی سے نکلتا ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ پہلے حصہ میں ہمارے مذہبی پیشواؤں کا حال درج ہے۔ اور آگے چل کر دنیاوی بادشاہوں کے حالات ہونگے اور یہ کسی قدر بے جوڑ سی بات ہے۔ مگر مَیں سمجھتا ہوں کہ بحیثیت مجموعی شاید کسی اور نام سے اس جامعیت کے ساتھ مصنف کے ارادے کا اظہار نہ ہو سکتا۔ پیغمبرؐ اسلام شاہِ دین بھی تھے اور شاہِ دنیا بھی ہیں۔ اور یہی حال خلفائے راشدینؓ کا ہے۔ پس انہیں شاہ کہنا اور ان کے حالات کا نام شاہ نامہ رکھنا بھی غیر موزوں نہیں ہے۔ بلکہ اگر صرف انہی بزرگانِ دین کا حال اس میں درج ہوتا تو مَیں اسے "شہنشاہ نامہ" کہہ دیتا۔ نظم

marfat.com

نیا بھی ہوتا اور حسبِ حال بھی۔ مگر اس میں سب پادشاہانِ اسلام کے حالات آئیں گے اور ملک کی تاریخ کے اوراقِ پریشاں اس میں جمع کیے جائیں گے۔ اس سبب سے یہ مجموعہ "شاہنامۂ اسلام" کہلانے کا مستحق ہے۔ رہا فردوسی کی ہمسری کا دعویٰ۔ سو مصنّف نے اپنے عجز و انکسار کا کافی اعتراف اپنے تمہیدی اشعار میں کر دیا ہے۔ اگر سوءِ ادب کا مرتکب ہوئے بغیر مصنّف نے یہ ہمّت کی کہ رزم و بزم کے اس وسیع میدان میں تگ و دو کرے جس میں فردوسی جیسا بڑا شہسوار اپنی شہسواری کے جوہر دکھا چکا ہے تو کم از کم یہ بلندیٔ ہمّت کی دلیل ہے۔ باقی حسنِ قبول خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فردوسی نے فارسی میں حقِ شاعری ادا کیا اور حفیظ اردو میں طبع آزمائی کر رہا ہے۔ اگر اردو دانوں کو اپنی زبان میں ایسی کتاب ملے جو بہادران و رہبرانِ اسلام کی یاد کو اس طرح تازہ کر دے۔ جس طرح فردوسی نے غیر معروف پہلوانوں اور آتش پرست بادشاہوں کی بھولی ہوئی کہانیوں کو تازہ کر دیا تھا تو اب اردو ادب یقیناً عرصۂ دراز تک حفیظ کا شرمندۂ احسان رہے گا۔

کوئی تصنیف ہو۔ اور کتنی ہی پسند کی جائے اس کے مصنف کی حوصلہ افزائی اس سے ہوتی ہے کہ اسے اپنی محنت کا کچھ صلہ مالی شکل میں بھی مل جائے۔ فردوسی نے شاہنامہ لکھا اس حوصلے پر کہ پادشاہِ وقت سلطان محمود غزنوی اسے بیش قرار انعام دے گا۔ اس تحریص کے بغیر شاید اتنا بڑا کام انجام نہ پاتا۔ حفیظ ایسے زمانے میں پیدا ہوا ہے کہ اس کے لئے اس کی قدردان اردو دان پبلک ہی محمود بن سکتی ہے۔ اور کم از کم یہ بات نہایت ہمّت دلانے والی ہے کہ سینکڑوں خریداروں نے کتاب کے چھپنے سے پیشتر اور اسے دیکھے بغیر کتاب کے دام پیشگی مصنّف کے پاس بھیج دیئے۔ اور مصنّف نے وہ روپے کتاب کی چھپائی پر لگا دیئے۔ اس کے بعد جو روپے آئیں گے وہ دوسری جلد کی تیاری میں صرف ہونگے اور اسی طرح سلسلہ چلتا رہے گا۔ اگر مصنّف کو اپنی دلسوزی اور دماغی محنت کا کچھ معاوضہ ملے گا تو اس رقم سے جو سب جلدوں کے چھپنے کے بعد اس کے پاس بچ سکے گی۔ امید ہے کتاب کی قدردانی

marfat.com

اس کے شائع ہوتے ہی اور ترقی کرے گی۔ اور شاہنامۂ اسلام کو اس مایوسی سے سابقہ نہ پڑے گا جو مالی اعتبار سے دنیا کی اس اہم تصنیف کو نصیب ہوئی تھی جس کے عالیشان نام سے حضرت حفیظ نے استفادہ کیا ہے۔

پہلی جلد چونکہ اب تیار ہے۔ اس میں سے چیدہ حصّے بطورِ نمونہ اس دیباچے میں درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ اہلِ نظر کی نگاہ خود ان حصّوں کو ڈھونڈ لے گی لیکن خوش قسمتی سے مجھے یہ کتاب شائع ہونے سے پہلے مل گئی اور مَیں نے اسے شوق سے پڑھا۔ اس لئے کچھ اشعار بے ساختہ زبانِ قلم پر آ گئے ہیں۔

سب سے پہلا شعر جو ابتدائی اشعار میں مجھے پسند ہے وہ ہے جس میں شاعر نے وجہ تالیف بتاتے ہُوئے اپنی آرزو کو ان سادہ مگر مؤثر لفظوں میں بیان کیا ہے ؎

تمنّا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ تمنّا پہلی جلد ہی میں بہت حد تک پُوری ہو گئی ہے اور بیش بہا سبق نظم کے پیرائے میں اس میں دیئے گئے ہیں۔ انہیں واقعی خدمتِ اسلام اور بڑی خدمتِ اسلام کہا جا سکتا ہے۔

شاعر نے فردوسی کے شاہنامے اور کام کا ذکر بہت اچھے طریق سے کیا ہے جس میں عجز و انکسار کے علاوہ صُورتِ واقعہ اور دلی درد کا اظہار ہے ؎

کیا فردوسیؔ مرحوم نے ایران کو زندہ خدا توفیق دے تو مَیں کروں ایمان کو زندہ
تقابل کا کروں دعوٰی یہ طاقت ہے کہاں میری تخیّل میرا ناقص نامکمل ہے زباں میری
زبانِ پہلوی کی ہمزبانی ہو نہیں سکتی ابھی اردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی
کہاں ہے اب وہ دورِ غزنوی کی فارغ البالی غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمّتِ عالی

آخری مصرعے میں جو درد ہے اُس سے آج کل کے اکثر نوجوان آگاہ ہیں۔ اور فی الحقیقت ہمتیں اس زمانے میں بہت پست ہو رہی ہیں۔ مگر جس بلند ہمتی کا ثبوت ہمارے شاعر نے دیا ہے وہ قابلِ

marfat.com

تعریف ہے کہ ناداری کے سنگِ گراں کے باوجود ایسے اہم کام کا بیڑا اٹھایا ہے جس سے بڑے بڑے سرمایہ دار گھبراتے ہیں۔ اور باوجودیکہ آغازِ کار کے وقت یہ معلوم نہ تھا کہ کئی ہزار اشعار اگر لکھے بھی گئے تو چھپ سکیں گے کہ نہیں؟ بے دھڑک لکھتا چلا گیا اور لکھتا جا رہا ہے۔

پیغمبرِ اسلامؐ کی ولادت کا بیان کرنے سے پہلے شاعر نے ان کے جدِ امجد حضرت اسمٰعیلؑ کا حال لکھا ہے جب حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر عرب کی طرف آئے تو اس مختصر سے قافلے کا صحرائے عرب میں نزول کے تین شعروں میں بہت پاکیزہ لفظوں میں بیان ہوا ہے ؎

خدا کا قافلہ جو مشتمل تھا تین جانوں پر　　معزز جس کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر
چلا جاتا تھا اس تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر　　جہاں دیتا ہے انساں موت کو ترجیح جینے پر
وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے　　وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے

یہ خوبی ساری کتاب میں نمایاں ہے۔ جو بیان کوئی اور بیس شعروں میں کرے ہمارا شاعر تین شعروں میں کرتے گا۔ اس پر الفاظ کی سادگی اور کلام کی رنگینی اور چستی ملحوظ رہتی ہے۔

آنحضرتؐ کے دنیا میں تشریف لانے کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں انہیں پڑھ کر عاشقانِ نبوی پر حالتِ وجد طاری ہو گی ؎

یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالمتاب پھرتا تھا　　ازل کے روز سے بیتاب تھا بے خواب پھرتا تھا
کروڑوں رنگتیں کس کے لئے ایام نے بدلیں　　پیاپے کروٹیں کس دھن میں صبح و شام نے بدلیں
یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی امید کی خاطر　　یہ ساری کاوشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

ان شعروں میں تو آپ کی آمد کی امید کا ذکر تھا۔ اب ذرا آمد کی شان ملاحظہ ہو ؎

معین وقت آیا زورِ باطل گھٹ گیا آخر　　اندھیرا مٹ گیا ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر
مبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آ پہنچا　　نجاتِ دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا

جنابِ رحمۃ للعلمینؐ تشریف لے آئے   مُبارک ہو کہ ختم المرسلینؐ تشریف لے آئے
زبردستی کی جرأت اب نہ ہوگی خود پرستوں کو   خبر جا کر سُنا دو شش جہت کے زیردستوں کو

ضعیفوں بیکسوں آفت نصیبوں کو مبارک ہو
یتیموں کو غلاموں کو غریبوں کو مُبارک ہو

کس عجیب پیرائے میں ان خصائل کا ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرتؐ کے اخلاق کا جزو تھیں اور کیسا لطیف اشارہ اس اہم کام کی طرف ہے جس کے لئے وہ مبعوث ہُوئے تھے۔ مَیں حضرت حفیظ سے معافی چاہتا ہوں کہ مندرجہ بالا اشعار کی ترتیب میں مَیں نے کچھ تصرف کر لیا ہے۔ اور جس ترتیب سے انہوں نے لکھے تھے اس ترتیب سے نقل نہیں کئے۔ مجھے انہیں اس طرح پڑھنے میں کچھ خاص لُطف آیا۔ اس لئے یہ تصرف کیا۔ اس کے علاوہ اختصار بھی مدنظر تھا امید ہے کہ صاحبانِ ذوق اصل ترتیب کے ساتھ پُورا بند ملاحظہ فرمائیں گے اور بار بار پڑھیں گے۔

ولادت کے بعد یتیمی، دائی حلیمہؓ کی گود میں پلنا، پردادا کے زیر سایہ تربیت پانا، جوان ہو کر سچائی اور امانت میں شہرت حاصل کرنا، حضرت بی بی خدیجہؓ سے نکاح اور اس کے بعد وحی نازل ہونے اور پیغمبری ملنے کے تاریخی واقعات اختصار کے ساتھ مگر شاعرانہ خوش بیانی کو نباہتے ہوئے لکھے گئے ہیں۔ ان اشعار کو انتخاب کر کے یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں۔ رسولِ برحق نے جو تکالیف فرضِ رسالت ادا کرنے میں اٹھائیں مشکلات کا جو دلیرانہ مقابلہ کیا وہ حالات معنی خیز طریق سے نظم کئے گئے ہیں اور آخر میں ہجرت اور غزوات کے تذکرے نہایت موثر پیرائے میں لکھے ہیں جس شب کو آنحضرتؐ ہجرت کے ارادے سے مکہ شریف سے کفار کے نرغے کے باوجود نکلتے ہیں۔ دیکھئے اس کا بیان کس انداز سے ہوا ہے ؎

اندھیرے میں چمک اُٹھتی تھیں بجلی کی طرح دھاریں   نظر آتی تھیں چاروں سمت تلواریں ہی تلواریں
تلاوت سورۂ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا   وہ درّاتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا

marfat.com

کھنچی ہی رہ گئیں خونریز خوں آشام شمشیریں   کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

مدینے پہنچنے پر جو زندگی مسلمانوں نے اپنے ہادیٔ برحق کے زیر سایہ شروع کی اُس کا نقشہ ذیل کے اشعار میں ملاحظہ ہو۔

تھے انصار و مہاجر اک نمونہ شانِ وحدت کا   کہ اس تسبیح میں تھا رشتہ محکم اخوت کا
مُسلماں تھے کہ تھیں زہد و ورع کی زندہ تصویریں   نمازیں اور تسبیحیں اذانیں اور تکبیریں
تجارت یا زراعت یا دعائیں یا مناجاتیں   مشقت کے لئے دن تھے عبادت کے لئے راتیں

ان اقتباسات کو میں ان اشعار پر ختم کرتا ہوں جن میں مسئلہ جہاد پر جو حکم ہمارے رسول ؐ نے دیا اُسے واضح کیا گیا ہے۔ اس سے بہتر اصول وضع کرنا ناممکن ہے۔ افسوس کہ دنیا اس کے حکم کے متعلق گوناں گوں غلطیوں میں مبتلا ہے ؎

کہا راہِ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے   خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے
مگر تم یاد رکھو صاف ہے یہ حکم قرآں کا   ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مسلماں کا
نہیں دیتا اجازت پیش دستی کی خدا ہرگز   مسلماں ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتدا ہرگز
فقط ان سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں
فقط ان سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

خوش مذاق صاحبان کے لئے چند نمونے حفیظؔ صاحب کے تازہ ترین کلام کے جو اوپر درج کئے گئے ہیں کافی ہیں۔ اب لازم ہے کہ خود کتاب حاصل کریں اور پڑھیں۔ اور صاحب دل شاعر کے حق میں دعا کریں کہ خدا اسے اس محنت کا صلہ دے اور توفیق دے کہ وہ اس اہم کام کو بخوبی انجام دے سکے جو اس جلدِ اول کی اشاعت میں شروع کیا گیا ہے ✦

عبدالقادر

marfat.com

کروں گا موم اک دن پتھروں کو
اگر تاثیر ہے میری زباں میں

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

حمد

اُسی کے نام سے آغاز ہے اس شاہنامے کا
ہمیشہ جس کے در پر سر جھکا رہتا ہی خامے کا
اسی نے ایک حرفِ کُن سے پیدا کر دیا عالم
کشاکش کی صدائے ہاؤ ہُو سے بھر دیا عالم
نظامِ آسمانی ہے اُسی کی حکمرانی سے
بہارِ جاودانی ہے اُسی کی باغبانی سے
اُسی کے نُور سے پرنُور ہیں شمس و قمر تارے
وہی ثابت ہی جس کے گرد پھرتے ہیں یہ سیارے
زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
بچھائے ہیں اسی داتا نے دسترخوان نعمت کے
یہ سرد و گرم خشک و تر، اُجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اُسی اک ذاتِ باری کی
وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق
وہی خالق ہے دل کا اور دل کے نیک ارادوں کا
وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا

بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے
محمد مصطفیٰ کے نام پر شیدا کیا جس نے

marfat.com

نعت

محمد مُصطفےٰ محبُوبِ داور سرورِ عالم   وہ جس کے دم سے مسجُودِ ملائک بن گیا آدم
کیا ساجد کو شیدا جس نے مسجُودِ حقیقی پر   جھکایا عبد کو درگاہِ معبُودِ حقیقی پر
دلائے حق پرستوں کو حقوقِ زندگی جس نے   کیا باطل کو غرقِ موجۂ شرمندگی جس نے
غلاموں کو سریرِ سلطنت پر جس نے بٹھلایا   یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایا
گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے   غرورِ نسل کا افسون باطل کر دیا جس نے
وہ جس نے تخت اوندھے کر دئے شاہانِ جابر کے   بڑھائے مرتبے دُنیا میں ہر انسانِ صابر کے
دلایا جس نے حق انسان کو عالی تباری کا   شکستہ کر دیا ٹھوکر سے بُتِ سرمایہ داری کا
محمّد مُصطفےٰ مہرِ سپہرِ اَوجِ عرفانی   ملی جس کے سبب تاریک ذرّوں کو درخشانی
وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں   فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذّن کی اذانوں میں
وہ جس کے مُعجزے نے نظمِ ہستی کو سنوارا ہے   جو بے یاروں کا یارا بے سہاروں کا سہارا ہے
وہ نُورِ لَم یزل جو باعثِ تخلیقِ عالم ہے   خدا کے بعد جس کا اسمِ اعظم اسمِ اعظم ہے
ثناخواں جس کا قرآں ہے ثنا ہے جس کی قرآں میں   اسی پر میرا ایماں ہے وہی ہے میرے ایماں میں

سببِ تصنیف

اُسی کے اسمِ اعظم سے بڑھی جرأت مرے دل کی   کہ مَیں نے ڈال دی بنیاد ایسے کارِ مشکل کی
تمنّا ہے کہ اِس دُنیا میں کوئی کام کر جاؤں   اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں
مُسلمانوں پہ ہے مُردہ دلی چھائی ہُوئی ہر سُو   سکوتِ مرگ نے چادر ہے پھیلائی ہُوئی ہر سُو
عزیمت ہے نہ جرأت ہی نہ ہے تاب و تواں باقی   فقط حسرت سے تکنے کے لئے آسماں باقی
نظر آتے ہیں اب نہ صف شکن بازو نہ شمشیریں   مقدر کی طرح سوئی پڑی ہیں آج تکبیریں
گئی دُنیا سے آقائے محمدؐ کے غُلاموں کی   بھلا بیٹھے ہیں یاد اپنے سلف کے کارناموں کی
ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہُو اک بار گرماؤں   دلِ سنگیں سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے   کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے
کیا فردوسیؔ مرحُوم نے ایران کو زندہ   خدا توفیق دے تو مَیں کروں ایمان کو زندہ
عجم کا شاہنامہ بس وہ فردوسی کا حصّہ تھا   تخیّل ہی کا ہنگامہ تھا یعنی ایک قصّہ تھا
مگر اس کی زباں اس کا بیاں اعجاز ہے گویا   کماں کی رستمی وہ خود ہی تیر انداز ہے گویا
تقابل کا کروں دعویٰ یہ طاقت ہی کہاں میری   تخیّل میرا ناقص نامکمل ہے زباں میری

marfat.com

زبانِ پہلوی کی ہمزبانی ہو نہیں سکتی
ابھی اُردو میں پیدا وہ روانی ہو نہیں سکتی
نحیف و ناتواں بے علم و بے مقدور ہستی ہُوں
غم و اندوہ جس میں بس رہے ہیں وہ بستی ہُوں
کہاں ہے اب وہ دورِ غزنوی کی فارغ البالی
غلامی نے دبا رکھی ہے میری ہمّتِ عالی
مگر سینے میں دل رکھتا ہوں جس میں جوشِ غیرت ہے
سراسر راکھ ہے لیکن ابھی تک پُر حرارت ہے
کیا ہے رُوح کو زندہ مدینے کی ہواؤں نے
جگایا خواب سے احساس کی غیبی نداؤں نے
نویدِ صبح بخشی ہے سکوتِ شام نے مجھ کو
مخاطب کر لیا ہے قوّتِ الہام نے مجھ کو
بظاہر مَیں جو تصویرِ سخن میں رنگ بھرتا ہُوں
کسی آواز کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہُوں

مشکلات

رہا سینے میں چھپ کر فرض کا احساس برسوں تک
رہی اس راستے میں سنگ بن کر یاس برسوں تک
وسائل ڈھونڈتا پھرتا رہا ہوں کام کرنے کے
کشائش کو حریفِ کشمکش ایام کرنے کے
غریبوں میں نظر آیا مجھے منظر تباہی کا
امیروں نے روا رکھا طریقہ کم نگاہی کا
تمنا تھی اگر مل جائے کوئی غزنوی مجھ کو
ذرا آرام سے رہنے دے فکرِ زندگی مجھ کو

تو اس آغاز کو انجام کی منزل پہ لے جاؤں جہازِ آرزو مقصود کے ساحل پہ لے جاؤں

مزار قطبُ الدّین ایبکؒ[۱]

اِنھی افکار میں بیٹھا تھا میں اک دن جھکائے سر درِ آرام گاہِ شاہ قطب الدین ایبک پر
وہ قطب الدین وہ مردِ مجاہد جس کی ہیبت سے یہ دنیا از سرِ نو جاگ اُٹھی تھی خوابِ غفلت سے
اُکھاڑیں ہند سے جس نے ستمگاری کی بُنیادیں رکھیں ہر دل میں انسانی رواداری کی بنیادیں
وہ جس کی جرأتِ بیباک سے سفّاک ڈرتے تھے وہ جس کے بازوؤں کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے
وہ قطبُ الدین جس کے دامنِ تسخیر کا سایا قلوبِ راجگانِ ہند کو دامن میں لے آیا
لکھی ہے ذرّے ذرّے کی جبیں پر داستاں جس کی ہے سُرخی داستانِ فاتحِ ہندوستاں جس کی
وہ جس کی ذات پر لفظِ غلامی ناز کرتا ہے ترقی کا تخیل عرش تک پرواز کرتا ہے

---

[۱] سلطان قطب الدین ایبک سلطان شہاب الدین غوری کا ترکی غلام اور اس کی فوج کا سپہ سالار تھا جب سلطان شہاب الدین نے دہلی فتح کی تو قطب الدین کو ہندوستان کی حکومت تفویض کی۔ قطب الدین نے ہندوستان میں اسلامی حکومت کی باقاعدہ بنیاد رکھی۔ اور نہایت شجاعت کے ساتھ اطرافِ ہند کو علمِ اسلام کے نیچے لایا جب سلطان محمد غوری کا ۱۲۰۶ء میں انتقال ہوگیا تو قطب الدین ہندوستان کا فرمانروا تسلیم کیا گیا۔ اس طرح اس خاندان کی حکومت کی بنیاد پڑی جو تاریخ میں خاندانِ غلاماں کے نام سے مشہور ہے۔

لئے بیٹھی ہے دہلی قلب میں نقشِ نگیں جس کا ‖ لقب تاریخ میں ہے تاجدارِ اوّلیں جس کا
یہاں لاہور میں سوتا ہے اک گمنام کوچے میں ‖ پڑی ہے یادگارِ دولتِ اسلام کوچے میں

نجس، ناپاک کوچہ جس میں کوئی بھی نہیں جاتا
وہاں سویا ہوا ہے مسندِ دہلی کا لکھ داتا[1]

یہ تُربت ماتمی ہے اُن حجازی شہسواروں کی ‖ مسلمانوں[2] نے مٹی بیچ لی جن کے مزاروں کی
یہاں تک ابرِ باراں کی رسائی ہو نہیں سکتی ‖ گھٹا روتی ہوئی آتی ہے لیکن رو نہیں سکتی
شعاعوں سے یہاں خورشید دامن بھر نہیں سکتا ‖ فلک اس پر ستاروں کو نچھاور کر نہیں سکتا
یہ تربت چادرِ مہتاب سے محروم رہتی ہے ‖ نگاہوں سے چھپی رہتی ہے نا معلوم رہتی ہے
یہاں سہرے کہاں، کیا ذکر پھولوں کے چڑھاوے کا ‖ کوئی ساماں نہیں ہے اہلِ ظاہر کے دکھاوے کا
نہ پڑھتا ہے یہاں پر فاتحہ کوئی نہ روتا ہے ‖ کسے معلوم ہے اس چھت کے نیچے کون سوتا ہے

---

[1] سلطان قطب الدین شجاع، بہادر اور فاتح ہونے کے ساتھ ہی اتنا رحم دل فیاض اور سخی تھا کہ ہندوستان کے لوگ اسے لکھ داتا کہہ کر پکارتے تھے۔ آج اس کی تربت ایسی جگہ ہے جسے کوئی جانتا بھی نہیں۔ لاہور میں انار کلی بازار سے جو راستہ میو ہسپتال کو جاتا ہے اس پر ایک ہندو کے مکان کی دیوار میں اس کی تربت ہے جہاں ایک پتھر پر کندہ ہے "یہ ہے آخری آرامگاہ سلطان قطب الدین ایبک کی جو چوگان کھیلتا ہوا گھوڑے سے گرا اور مر گیا" تاریخ وفات سنہ ۱۲۱۰ء۔

[2] میرے دور کے مسلمانوں کی بے غیرتی کا عالم دیکھیے۔ آج پاکستان بن چکا ہے۔ لیکن آج پاکستان بن جانے پر بھی اس مردِ مجاہد یعنی اسلامی سلطنت کے اولین بانی کو آسمان نصیب نہیں۔ حفیظ دسمبر ۱۹۴۹ء

marfat.com

اُدھر لاہور کی دُنیا کا ایماں سوز نظّارا   جہاں تہذیبِ نو پھرتی ہے بازاروں میں آوارہ
اِدھر اک تُربتِ خاموش کا اندوہگیں منظر   الم انگیز، حسرت خیز عبرت آفریں منظر
نہیں ہے چار گز ٹکڑا زمیں کا جس کی قسمت میں   یہ تربت آسماں رفعت ہے میری چشمِ عبرت میں
مَیں اکثر شہر کے پُرشور ہنگاموں سے اکتا کر   سکوں کی جستجو میں بیٹھ جاتا ہُوں یہاں آ کر
مرے نزدیک اس تُربت سے اب بھی شان پیدا ہے   مزارِ مردِ غازی سے عجب ایمان پیدا ہے
یہی ایمان اَوجِ زندگی کا قطب تارا ہے   یہی طُوفانِ ظلمت میں مسلماں کا سہارا ہے
یہاں آتے ہی مجھ پر غلبۂ احساس ہوتا ہے   کسے معلوم دل اس وقت کس کے پاس ہوتا ہے
یہاں میں حال کو ماضی کے دریا میں ڈبوتا ہُوں   تصوّر کے طفیل اک اور ہی دنیا میں ہوتا ہُوں
تخیّل مجھ کو لے جاتا ہے اک پُرہول میداں میں   جہاں باہم بپا ہوتی ہے جنگ انبوہِ انساں میں
نظر آتا ہے لہراتا ہوَا اسلام کا جھنڈا   بہر سُو نُور پھیلاتا ہوَا اسلام کا جھنڈا
مقابل میں گھٹائیں دیکھتا ہُوں فوجِ باطل کی   نظر آتی ہے فرعونی خدائی اَوجِ باطل کی
حق و باطل کی آویزش کا منظر دیکھتا ہُوں مَیں   نظر آتی ہیں تلواریں مجھے، سر دیکھتا ہُوں مَیں
صدائیں نعرہ ہائے جنگ کی آتی ہیں کانوں میں   بلند آہنگ تکبیریں سما جاتی ہیں کانوں میں
نظر آتے ہیں مجھ کو سُرخرو چہرے شہیدوں کے   لہو کی ندیاں کِھلتے ہُوئے گلشن امیدوں کے

marfat.com

عَلَم کے سائے میں سُلطانِ غازی کا بڑھے جانا
سرِ دشمن پہ افواجِ حجازی کا چڑھے جانا

وہ حملہ آوروں کی خُون کے دریا میں غرقابی
وہ باطل کی شکستِ فاش وہ حق کی ظفریابی

وہ امن و صلح سے معمور ہو جانا فضاؤں کا
زمانے بھر کے سر سے دُور ہو جانا بلاؤں کا

یہ سب کُچھ دیکھتا ہُوں میں تصوّر کی نگاہوں سے
ملاقاتیں ہُوا کرتی ہیں غازی بادشاہوں سے

مجھے محسُوس ہوتا ہے مجاہد مرد مَیں بھی ہُوں
پرانے لشکرِ اسلام کا اِک فرد مَیں بھی ہُوں

شہادت کے رجز پڑھتا ہُوں میدانِ شہادت میں
رجز پڑھتا ہوا بڑھتا ہُوں میدانِ شہادت میں

عظیم الشان ہوتا ہے یہ منظر پاکبازی کا
شہیدوں کی خموشی، غلغلہ مردانِ غازی کا

مرا جی چاہتا ہے، اب نہ اپنے آپ میں آؤں
اسی آزاد دنیا کی فضا میں جذب ہو جاؤں

سکوں کی راہ میں حائل ہے جب تک گردشِ گردوں
قلم سے کام لینے کا ارادہ ملتوی کر دوں

ضمیر کی آواز

تصوّر ہی میں اک دن میرے پہلو سے ندا آئی
کہ او بھولے ہوئے عہدِ گذشتہ کے تماشائی
تیرا طرزِ تصوّر اک طرح کی بُت پرستی ہے
یہ مجبوری نہیں، کم ہمّتی کوتاہ دستی ہے
نظر آجائے جس کو منزلِ مقصود کا رستہ
رہے پھر بھی وہ زنجیرِ تامّل ہی میں پابستہ!
یہی تو صبحِ محتاجی یہی شامِ غریبی ہے
کسی کے آسرے پر بیٹھ رہنا بد نصیبی ہے
یہ دنیاوی وسائل کی طلب بھی کوئی حیلہ ہے؟
خدا پر رکھ نظر غافل خدا تیرا وسیلہ ہے!
یہ غفلت کیوں ہے اے خاموشیٔ عزلت کے سودائی
مِلا ہے درگہِ حق سے تجھے سامانِ گویائی
قلم سے زندہ کر سکتا ہے تُو اِن کارناموں کو
سُنا سکتا ہے پھر پیغامِ آزادی غلاموں کو
نہ شاہوں سے توقع رکھ نہ دنیاوی امیروں سے
عظیم الشان ہے یہ کام نکلے گا فقیروں سے
عوام الناس میں ہنگامۂ احساس پیدا کر
دلوں کو از سرِ نَو حسنِ حُرّیت پہ شیدا کر
اُٹھے نامِ خدا جب بُت شکن بن کر قدم تیرا
ہزاروں غزنوی پیدا کرے زورِ قلم تیرا
مسلمانوں کے دل میں شعلۂ غیرت کو بھڑکا دے
نہیبِ رعد بن کر کفر کی غیرت کو دھڑکا دے

بتا دے فرشیوں کو عرش کا پیغام زندہ ہے
وہی ایمان قائم ہے وہی اسلام زندہ ہے
وہی اسلام جو راہِ نجاتِ ابنِ آدم ہے
وہی اسلام جو رمزِ حیاتِ اہلِ عالم ہے
وہی اسلام یعنی عدل کا قانون پائندہ
وہی اسلام یعنی علم کا مضمون تابندہ
وہی اسلام جو بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لایا
کیا جس نے گنہ گاروں کے سر پر عفو کا سایا
وہی اسلام بخشی جس نے مجبوروں کو مختاری
اخوت سے بدل دی جس نے خوئے مردم آزاری
وہی اسلام جس نے زیر دستوں کی حمایت کی
وہی اسلام جس نے کاٹ دی جڑ ظلم و بدعت کی
وہی اسلام جس نے بادشاہی دی غلاموں کو
وہ اب بھی زندہ کر سکتا ہے اپنے کارناموں کو
تیری دشواریوں کو بھی وہی آسان کر دے گا
امید و کامرانی سے تیرے دامن کو بھر دے گا
اگر اسلام کے فرزند پھر آمادہ ہو جائیں
مٹا دیں تفرقے توحید کے دلدادہ ہو جائیں
تو سب کچھ آج بھی ان کا ہے زیرِ چرخ مینائی
درِ حق کی غلامی میں ہے دُنیا بھر کی آقائی
اُٹھا خامہ اُٹھا ہمت کو مصروفِ عمل کر دے
پہاڑوں کی طرح اپنے ارادوں کو اٹل کر دے
خُدا و مصطفیٰ کا نام لے اور کام کرتا جا
مبارک ہی یہ خدمت، خدمتِ اسلام کرتا جا
یہی در ہے جہاں شاہانِ دنیا سر جھکاتے ہیں
سوالی بن کے آتے ہیں، مرادیں لے کے جاتے ہیں
اِسی گلشن میں تیرا غنچۂ اُمید کھلنا ہے
اِسی درگاہ سے مل جائے گا جو تجھ کو ملنا ہے

marfat.com

دو عالم میں رسولِ پاک تیری لاج رکھیں گے
جہانِ بے نیازی کا ترے سر تاج رکھیں گے

مُبارک ہو. ترے آغاز کا انجام ہو جانا
مُبارک ہو. تجھے فردوسیِ اسلام ہو جانا

مناجات

الٰہی انتہائے عجز کا اقرار کرتا ہُوں
خطا و سہو کا پُتلا ہُوں استغفار کرتا ہُوں
ہوائے شوق کی ہر موج طُوفانی رہی اب تک
مری کشتی غریقِ بحرِ نادانی رہی اب تک
اگرچہ رنج میں اِک شورِ محشر خیز لایا تھا
اگرچہ شیشۂ دل درد سے لبریز لایا تھا
رہی لیکن سکوں میں زندگی کی جستجو مُجھ کو
دماغِ خام نے رکھا شہیدِ رنگ و بُو مجھ کو
مری تسکین و راحت تھی جہانِ نغمہ و گُل میں
سمجھتا تھا کہ ہے فردوس گوش آوازِ بلبل میں
اگرچہ مُوج میں موجود تھی لہروں کی طُغیانی
رہا شرمندۂ ساحل مرا ذوقِ تن آسانی
مَیں سمجھا تھا سکونِ خواب کو سامانِ بیداری
مِری ناتجربہ کاری! مِری ناتجربہ کاری!
یہ تیرا فضل ہی بیشک کہ اب تک زندہ ہُوں یارب
گذشتہ زندگانی پر بہت شرمندہ ہوں یارب
ترے لطف و کرم نے آج میری رہنمائی کی
مری پستی نے اُٹھ کر بامِ ہستی تک رسائی کی

کہاں ہے قسمتِ خوابیدہ میں یہ کیفِ بیداری نشاطِ زندگی کا چشمہ نکلی شعلہ رفتاری
پہاڑوں میں جہاں بہتی ہے آبِ تُند کی دھارا مری آنکھوں نے دیکھا آج وہ پُرجوش نظارا
نظر آئیں مجھے اُٹھتی ہُوئی بڑھتی ہُوئی موجیں وفورِ جوش میں موجوں کے سر چڑھتی ہُوئی موجیں
مجھے توفیق دے ان گرم رَو موجوں سی مل جاؤں مرا مقصد یہ ہے اسلام کی فوجوں سی مل جاؤں
روانی سے مبدّل ہو چکی اُفتادگی میری اُسی میدان کی جانب ہے اب آمادگی میری
وہی میدان جس میں گونجتی ہیں زندہ تکبیریں جہاں مرقوم شمشیروں پہ ہیں تابندہ تقدیریں
وہی میدان یعنی آخری منزل عبادت کی جہاں بکھری پڑی ہی خاک پر دولت شہادت کی

قلم ہی تک نہ رکھ محدود یا رب ولولہ میرا
بڑھا دے حوصلہ میرا، بڑھا دے حوصلہ میرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

شاہنامۂ اسلام

باب اوّل

خلافت انسانی، اور کائنات کے اندیشے

خدا نے حضرتِ آدم کو دُنیا کی خلافت دی   جہاں میں اپنا نائب کر کے بھیجا یہ سعادت دی
یہ مخلوق تھی فردوس سے جس کو نکالا تھا   اِسی نے دانۂ گندم پہ سب کچھ بیچ ڈالا تھا
بظاہر اِس تقرر سے نئے فتنوں کے ساماں تھے   زمین و آسماں جِنّ و ملائک سخت حیراں تھے
لگے سرگوشیاں کرنے کہ انساں ہے بہت سادہ   اِدھر شیطان کا لشکر شرارت پر ہے آمادہ
یہ بیچارہ دوبارہ دامِ شیطاں میں نہ آ جائے   کہ دانہ کھا چکا ہے اب کہیں دھوکا نہ کھا جائے

marfat.com

صدائے رُوح الامینؑ

دلِ مخلوق میں یُوں راہ اندیشے نے جب پائی
تسلّی کے لئے فورًا ندا جبریلؑ کی آئی

کہ "اے طاعت گذارو ذاتِ باری کے پرستارو
بنامِ حضرتِ حق امن وراحت کے طلبگارو

نگاہِ غور سے دیکھو ذرا آدمؑ کی پیشانی
نظر آتی نہیں کیا ایک خاص الخاص تابانی؟

یہی جلوہ ہے تخلیقِ جہاں کی علّتِ غائی
اِسی کی روشنی[1] ہے دیدۂ ہستی کی بینائی

یہی جلوہ ہے پہلے جس کو سجدہ کر چکے ہو تُم
اِسی نعمت سے[2] دامانِ بصیرت بھر چکے ہو تُم

ہُوا ابلیس اسی کے سامنے جُھکنے سے انکاری
یہی تھا امتیازِ آدم کا جس سے جل گیا ناری

اسی سے دشمنی رکھنے کی کھائی ہے قسم اس نے
عبُودیت کی چادر سے نکالا ہے قدم اس نے

اسی کی ضد پہ اُس باغی کو ہیں ارمان شاہی کے
گیا ہے لے کے دُنیا میں وہ منصُوبے تباہی کے

مشیّت ہے کہ اب طاقت کا وہ بھی امتحاں کرلے
مشیّت کے مقابل خبثِ باطن کو عیاں کرلے

---

[1] اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (حدیث)

[2] وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○ (پ البقرہ۔ ع ۴ ۳۴)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے تعظیم کے لئے جھک جاؤ۔ ابلیس کے سوا سب جھک گئے۔ اُس نے حکم نہ مانا، غرور میں آگیا۔ کافروں میں سے ہوگیا۔

marfat.com

ظاہر ہے کہ شیطاں اب بڑی طاقت دکھائے گا　　زمانے میں قیامت ڈھائے گا فتنے اُٹھائے گا
یہ سچ ہے مُدتوں اولادِ آدم راہ بھولے گی　　وہاں ابلیس کی کھیتی پھلے گی اور پھولے گی
وہ دن بھی آئے گا جب آخری اِک سامنا ہوگا　　حق و باطل میں گویا فیصلہ کُن معرکہ ہوگا
مشیّت ہے کہ آدم ہی کرے گا اس کو پست آخر　　یہی اقبالِ پیشانی اُسے دے گا شکست آخر
یہی وہ نُور ہے جس سے زمانہ جگمگائے گا　　یہی آدمؑ کا رتبہ عرشِ اعظم تک اٹھائے گا
ملے ابلیس سے کتنی ہی قوّت اہلِ ظُلمت کو　　بُجھا سکتا نہیں کوئی مگر شمعِ ہدایت کو
یہ جلوہ دم بہ دم دُنیا کو راہِ حق دکھائے گا　　یہی رہبر ہر اِک گمراہ کو منزل پہ لائے گا
مُسلسل منتقل ہوتا رہے گا نیک بندوں میں　　خُدا کے مرسلوں پیغمبروں میں حق پسندوں میں
نشانِ اسلام کا اللہ نے عالم میں رکھّا ہے　　کہ نُورِ احمدی پیشانیٔ آدم میں رکھّا ہے
اسی کی بندگی ہے خاکیوں کے ناز کا باعث　　اسی کا عکس ہے مٹّی میں ہر اعجاز کا باعث

مقدّر ہے اسی کو آخری پیغامِ دیں ہونا
مقدّر ہے اسی کو رحمۃٌ لِّلعٰلمین ہونا!"

عجب نغمہ تھا یہ جس سے زمین و آسماں گونجے　　صدا اللہ اکبر کی اٹھی کون و مکاں گونجے
مشیّت نے رُخِ امید سے پردہ جو سرکایا　　سمجھ میں نُوریوں کے آیۂ لَا تَقۡنَطُوۡا آیا

زمانہ ہوگیا شاداں ندا جبریل کی سُن کر   زمین و آسماں جنّ و ملائک نے جُھکائے سر
ترانے حمدِ باری کے ہُوئے جاری زبانوں پر   دُرود و نعت نغمہ بن کے گونجے آسمانوں پر
فرشتے شانِ احمدؐ دیکھنے کو صبر کھو بیٹھے   زمیں پر جُھک پڑے تارے ہمہ تن چشم ہو بیٹھے

افزائشِ نسلِ آدم، اور ابلیس کا مکر و فریب

کیا تہذیب کا آغاز آدمؑ اور حوّا نے   رکھی بنیادِ سوز و ساز آدمؑ اور حوّا نے
زمینیں جوت کر دُنیا میں جنّت کی بِنا ڈالی   بڑی خُوبی سے انسانی خلافت کی بِنا ڈالی
ہُوا شیطان بھی مشغول مکّاری کے دھندوں میں   مگر اللہ کے بندے نہ آئے اس کے پھندوں میں
زمیں پر پُھولنے پھلنے لگی اولاد آدمؑ کی   لگے شوکت بڑھانے خُوب آدم زاد آدمؑ کی
یہ نقشہ دیکھ کر ابلیس اپنے دل میں گھبرایا   حسد بن کر دلِ فرزندِ آدمؑ میں اُتر آیا
لڑائی ٹھن گئی نیکی بدی کی خانۂ دل میں   یہ پہلی جنگ تھی رُوئے زمیں پر حق و باطل میں
ہُوا شیطاں کا تابع اوّل اوّل نفسِ امّارہ   کہ عورت کے لئے قابِیل نے ہابِیل کو مارا
یہ پہلا واقعہ تھا قتل کا دُنیائے ہستی میں   جنم پایا گنہ نے اس طرح انساں کی بستی میں
زمیں پر رفتہ رفتہ بڑھ چلی جب نسل انساں کی   حسد کا چل گیا جادُو بن آئی خُوب شیطاں کی

خود انسانوں کے لشکر آ گئے ابلیس کے ڈھب پر
ہُوا اہرمن کا افسوں مسلّط ہو گیا سب پر
بدی نے چار سُو کچھ اس طرح پھیلائی گمراہی
کہ آئی قبضۂ ابلیس میں انسان کی شاہی
وبائے شرک پھیلی چار سُو دُنیائے انساں میں
نہ کوئی فرق رکھّا اَہرمن میں اور یزداں میں
اُٹھایا اس طرح شیطاں نے فِتنہ خود ستائی کا
معاذ اللہ، بندوں نے کیا دعوٰی خدائی کا
حَسد کے لشکروں نے رَوند ڈالا باغِ عالم کو
بزعمِ خود مُسخّر کر لیا اولادِ آدمؑ کو
زمیں کا بادشہ گویا یہی مردُود بن بیٹھا
کہیں شدّاد بن بیٹھا، کہیں نمرود بن بیٹھا
نتیجہ کیا مِلا دُنیا کو انسانی خلافت سے
زمیں کا گوشہ گوشہ ہو گیا آلُودہ ذلّت سے
فرشتے دم بخُود تھے آسمانوں کو بھی سکتہ تھا
ترس آتا تھا لیکن کوئی بھی کچھ کر نہ سکتا تھا
ستارے منتظر تھے خواب کی تعبیرِ روشن کے
کہ دیکھیں دن پھریں کس روز اس برباد گلشن کے

نُورِ احمدی

وہ نُورِ احمدی جس سے شرف تھا رُوئے آدم کا
ہدایت کے لئے تاریکیوں میں پے بہ پے چمکا
جنابِ شیثؑ کا رُوئے مُبارک اس سے روشن تھا
یہی ادریسؑ کی لوحِ جبیں پر جلوہ افگن تھا
اِسی کے دم سے مُرسل کا شرف تھا نوعِ انساں میں
یہی قبلہ نما تھا نوحؑ کے بیڑے کا طوفاں میں

marfat.com

اسی نے غرق ہونے سے بچائی کشتئ ہستی[1]
ہوئی آباد اسی کے دم سے پھر اُجڑی ہوئی بستی

اشارہ تھا اسی جانب صحیفوں کی بشارت کا
اسی سے سلسلہ جاری رہا رُشد و ہدایت کا

بڑے طوفان کے بعد آدمی ڈرتا رہا برسوں
ترقی کے لئے ذکرِ خدا کرتا رہا برسوں!

عروجِ زندگی حاصل کیا جب نسلِ انساں نے
وہی پھندے ہَوا و حرص کے پھیلائے شیطاں نے

شراب اس مرتبہ ایسی پلائی بے وفائی کی
کہ مٹّی اور پتّھر کے بُتوں نے بھی خُدائی کی

جہاں پر قہر ڈھایا بادشاہوں نے خُدا بن کر
وبالِ بُت پرستی چارسُو پھیلا وبا بن کر

اِبراہیم خلیل اللہ

کیا نمرُود نے بابل میں جب دعویٰ خُدائی کا
جہاں میں عام شیوہ ہو گیا جب خُودستائی کا

اندھیرا ہی اندھیرا کُفر نے ہر سمت پھیلایا
تو ابراہیمؑ کو اللہ نے مبعُوث فرمایا

مٹا ڈالے بُتوں کو توڑ کر آواہام مُرسل نے
دیا بندوں کو پھر اللہ کا پیغام مُرسل نے

کیا شیطان کو رُسوا عدُوئے جان و دیں کہہ کر
کیا سینوں کو روشن لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کہہ کر

مگر نمرُود کو بھائیں نہ یہ باتیں بھلائی کی
کہ مسند چھوڑنی پڑتی تھی کافر کو خُدائی کی

---

[1] فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ { ع ۸ الاعراف } پھر ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو کشتی میں بچالیا۔

ہُوا یہ بندۂ شیطاں خلیل اللہؑ کا دشمن
چراغِ حق بجھانے کو گیا آتشکدہ روشن

خلیل اللہؑ کو اس نے بھڑکتی نار میں ڈالا
مگر اللہ نے نمرود کا مُنہ کر دیا کالا

بروئے کار آیا آج پھر وہ نورِ پیشانی
ہُوئی آگ ایک پَل میں کوثر و تسنیم کا پانی

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت

ہُوئی یہ آتشِ نمرود تختہ باغِ جنّت کا
ہُوا الہام ابراہیمؑ کو بابل سے ہجرت کا

کہ یہ بھی خدمتِ تبلیغ کا اِک پاک حیلہ ہے
سفر کہتے ہیں جس کو کامرانی کا وسیلہ ہے

مشیّت تھی کہ ابراہیمؑ سے کچھ کام لینا تھے
اِنہی ہاتھوں سے بھر کر معرفت کے جام دینا تھے

وطن کو چھوڑ کر نکلا خُدائے پاک کا پیارا
برادر زادہ تھا ہمراہ یا تھیں حضرتِ سارا[1]

اندھیری شب کے دامن سے مہِ تاباں نکل آیا
بحکمِ حق تعالیٰ جانبِ کنعاں نِکل آیا

یہاں وعدہ کیا حق نے کہ ہاں اے بندۂ ذیشاں
تری اَولاد کی قسمت میں ہے یہ خطّۂ کنعاں

مُقدّر ہو گئی اَولاد میں دارَین کی شاہی
تو پیغمبر دیارِ مصر کی جانب ہُوا راہی

یہ ایسا دَور تھا انسان سب کافر ہی کافر تھے
زمیں آباد تھی اللہ کے بندے مسافر تھے

---

[1] حضرت سارہ یا سائرہ یا سرہ حضرت ابراہیم کی زوجہ تھیں۔ اور حضرت لوطؑ حضرت ابراہیم کے برادر زادے تھے۔

حضرتِ ابراہیمؑ کا عقدِ ثانی

فرعونِ مصر کی بیٹی حضرت ہاجرہؓ

دیارِ مصر پر اس عہد میں رقیون[1] حاکم تھا تکلف بر طرف شیطان کا قانون حاکم تھا
یہاں رقیون نے حضرت کی زوجہ چھیننا چاہی مگر دے دی اُسے اللہ نے فی الفور آگاہی
کہ یہ سارا[2] ہے ابراہیمؑ حق آگاہ کی بیوی خُدا کے پاک پیغمبر خلیل اللہؑ کی بیوی
اگر نیت میں فرق آیا ترے حق میں بُرا ہو گا نشاں دُنیا میں تیرا اور نہ تیری نسل کا ہو گا
ہوا فرعون خائف ایک پیغمبر کے آنے سے خُدائی کر رہا تھا مصر میں وہ اِک زمانے سے
تھی اس کے گھر میں اک دُختر وہ کر دی ساتھ سارہ کے پیمبرؑ کے لئے یُوں نذر بھیجی ہاتھ سارہؓ کے
پلٹ آیا پیمبر پھر یہاں سے جانبِ کنعاں یہ لڑکی ہاجرہؓ بھی ساتھ تھی وابستۂ داماں
یہ لڑکی ہر طرح مانندِ سارہؓ پاک طینت تھی تقدّس اِس کا زیور تھا، شرافت اس کی زینت تھی

---

[1] رقیون اصل میں بابل ہی کا باشندہ تھا جس نے مصر میں حکومت قائم کر لی تھی۔ اور فرعون لقب اختیار کیا تھا۔

[2] ان روایات کا اصل مفہوم یہ ہے کہ فرعونِ مصر نے زبردستی حضرت سارؓا کو حضرت ابراہیمؑ سے چھیننا چاہا لیکن حضرت سارؓا کی پاکباز غیور شخصیت نے اسے بتایا کہ ابراہیمؑ اور اس کی زوجہ عام انسانوں سے بہت بلند ہیں۔ وہ مرعوب ہو گیا۔ حضرت سارا کی پاکبازی سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنی بیٹی آجر یا ہاجرہؓ جس کو وہ سارؓا ہی کی طرح پاکباز دیکھنا چاہتا تھا سارؓا کے ساتھ کر دی (مصنف)

marfat.com

لے سارہؓ نے پیغمبر کی زوجیت میں دے ڈالا
کہ ہونے والا تھا دُنیا میں اس کا مرتبہ بالا

حضرتِ اسمٰعیلؑ کی ولادت

ماں بیٹے کی ہجرت

جنابِ ہاجرہؓ تھیں زوجۂ ثانی پیمبرؑ کی
ملا فرزند اسمٰعیل انہیں خوبی مقدر کی

ہُوا سارہؓ کو رشک اس اَمر سے دل میں ملال آیا
نکل جائے یہاں سے ہاجرہؓ بس یہ خیال آیا[1]

مشیت کو اُدھر کچھ اور ہی منظورِ خاطر تھا
کہ نُورِ احمدی بچے کی پیشانی سے ظاہر تھا

ہُوا ارشاد دونوں کو عرب کی سمت لے جاؤ
خُدا کے آسرے پر وادیٔ بطحا میں چھوڑ آؤ

خُدا کے حکم سے مُرسلؑ نے جب رختِ سفر باندھا
جنابِ ہاجرہؓ نے دوش پر لختِ جگر باندھا

پیمبر اپنا بیٹا اور بیوی ہمعناں لے کر
چلا سُوئے عرب پیری میں بختِ نوجواں لے کر

خُدا کا قافلہ جو مُشتمل تھا تین جانوں پر
معززِ جس کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر

---

[1] حضرت سارہؓ کے اولاد نہ تھی۔ آپ نے اپنی خوشی اور تمنا سے ہاجرہؓ کا عقد اپنے شوہر ابراہیمؑ سے کیا۔ حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے۔ اب حضرت سارہؓ پیغمبر کی بیوی ہونے کے باوجود عورت بھی تھیں۔ آپ کو رشک آیا اور یہ رشک اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؓ کے دیس نکالے کا سبب بنا لیکن دراصل دنیا کے لئے خیر و برکت کا باعث بنا (مصنّف)

چلا جاتا تھا اُس تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر   جہاں دیتا ہے انساں موت کو ترجیح جینے پر
وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے   وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے
وہ صحرا جس کی وسعت دیکھنے سے ہول آتا ہے   وہ نقشہ جس کی صورت سے فلک بھی کانپ جاتا ہے
جہاں اِک اِک قدم پر سو طرح جانوں پر آفت تھی   یہ چھوٹی سی جماعت بس وہیں گرمِ مسافت تھی
پیمبر زوجہ و فرزند یوں قطعِ سفر کرتے   خُدا کے حکم پر لبیک کہتے اور دُکھ بھرتے
بالآخر چلتے چلتے آخری منزل پر آ ٹھہرے   پئے آرام زیرِ دامنِ کوہِ صفا ٹھہرے
یہ وادی جس میں وحشت بھی قدم دھرتی تھی ڈر ڈر کے   جہاں پھرتے تھے آوارہ تھپیڑے بادِ صرصر کے
یہ وادی جو بظاہر ساری دُنیا سے نرالی تھی   یہی اِک روز دینِ حق کا مرکز بننے والی تھی
یہ وادی جس میں سبزہ تھا نہ پانی تھا نہ سایا تھا[۱]   اِسے آباد کر دینے کو ابراہیمؑ آیا تھا
یہیں ننھے سے اسمٰعیل کو لا کر بسانا تھا   یہیں پُر نور سجدوں سے خُدا کا گھر بسانا تھا

حضرت ابراہیمؑ کی دُعا

سَحَر کے وقت ابراہیمؑ نے اُٹھ کر دُعا مانگی   سکونِ قلب مانگا خُوئے تسلیم و رضا مانگی

---

[۱] اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ (پ ابراہیم ع ۶)   مَیں نے اپنی ذرّیت کو بے آب و گیاہ وادی میں آباد کیا ہے

کہ اے مالک عمل کو تابعِ ارشاد کرتا ہوں
میں بیوی اور بچّے کو یہاں آباد کرتا ہوں
اِسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا ساماں دے
اِسی بے برگ و سامانی میں شانِ صد بہاراں دے
الٰہی نسلِ اسمٰعیل بڑھ کر قوم ہو جائے
یہ قوم اک روز پابندِ صلوٰۃ و صوم ہو جائے
اِسی وادی میں تیرا ہادیٔ موعودؐ ہو پیدا
کرے جو فطرتِ انسان کو تیرے نام پر شیدا
بشارت تیری سچّی ہے ترا وعدہ بھی سچّا ہے
بس اب تو ہی محافظ، لے یہ بیوی ہے یہ بچّا ہے

وادیٔ غیر ذی زرع میں ماں بیٹے کی تنہائی

پیمبرؑ نے دُعا کے بعد اِس وادی سے رُخ موڑا
جنابِ ہاجرہؓ کو اور بچّے کو یہیں چھوڑا
جنابِ ہاجرہؓ بیٹھی تھیں اس صحرائے وحشت میں
سنبھالے طفلِ عالیشان کو آغوشِ اُلفت میں
یہاں صحرا ہی صحرا تھا، چٹانیں ہی چٹانیں تھیں
جنابِ ہاجرہؓ یا ایک بچّہ دو ہی جانیں تھیں
نہ دانہ تھا نہ پانی تھا بھروسا تھا فقط ربّ پر
بڑھی جب دُھوپ کی گرمی تو جان آنے لگی لب پر
زمیں کا ذرّہ ذرّہ مہر کی صُورت چمکتا تھا
بہت بیتاب تھی ماں گود میں بچّہ بلکتا تھا
عَطَش سے کرب و بے چینی جو دیکھی اپنے جائے میں
لِٹایا خاک پر بچّے کو اِک پتّھر کے سائے میں
صَفا و مَروہ پر ہر سُو تلاشِ آب میں دوڑیں
بلند و پست پر فکرِ شئے نایاب میں دوڑیں

کبھی اِس سمت جاتی تھیں کبھی اُس سمت جاتی تھیں خیال آتا تھا بچے کا تو فوراً لوٹ آتی تھیں
تڑپتے دیکھ کر بچے کو بڑھ جاتی تھی بے تابی ٹپک پڑتی تھی اشکِ یاس سے پانی کی نایابی
بہت ڈھونڈا نہ کچھ آثار پانی کے نظر آئے جدھر اُٹھی نظر جُھلسے ہُوئے ٹیلے نظر آئے
یُوں ہی بس سات بار آئیں گئیں پانی نہیں پایا چٹانیں سُرخ پائیں دشت شعلہ آفریں پایا
قیامت کی گھڑی تھی پڑ گئے تھے پاؤں میں چھالے چلی جاتی تھیں آنکھیں آب میں بچے میں دل ڈالے
سُنی آواز ننھے کے بلکنے اور رونے کی تڑپ اٹھیں کہ ساعت آگئی ہی جان کھونے کی
پلٹ آئیں تو دیکھا دُور سے، ننھا تڑپتا ہے کہ جس پتھر کے سائے میں لٹایا تھا وہ تپتا ہے
رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمیں پر اپنے بچے کو پکارا ہاجرہؓ نے کانپ کر اللہ سچے کو
قریب آئیں تو پر ملتے ہُوئے جبریل کو پایا انگوٹھا چُوستے سائے میں اسمٰعیل کو پایا
ٹھٹک کر رہ گئیں۔ اِک اور نظارہ نظر آیا قریبِ پائے اسمٰعیل فوارہ نظر آیا
زمیں پر ایڑیاں بچے نے رگڑی تھیں بہ ناچاری ہُوا تھا چشمۂ آبِ سرد و شیریں کا وہاں جاری
یہ پہلا معجزہ تھا پائے اسمٰعیلؑ کم سن سے کہ چشمہ جس کا زمزم نام ہے جاری ہے اُس دن سے

---

[1] مسلمان حاجی اب بھی مناسکِ حج ادا کرتے وقت صفا و مروہ پہ دوڑتے ہیں۔ یہ حضرت ہاجرہؓ کی اس سعی کی یادگار ہے جو آپ نے پانی کی تلاش میں فرمائی تھی۔

marfat.com

بیاباں میں خُدا کی رحمتیں جب اس طرح پائیں
جھکیں پیشِ خُدا اور شُکر کا سجدہ بجا لائیں
بجھائی سیدہ نے پیاس بچّے کو ملی راحت
کھجوریں خُلد کی رکھ کر فرشتہ ہو گیا رخصت

قبیلۂ بنی جرہم کو پانی کی تلاش

جنابِ ہاجرہؑ نے مینڈھ باندھی گرد پانی کے
یہیں رہنے لگے سائے میں سقفِ آسمانی کے[1]
بہت سے طائرانِ خوشنوا اُڑتے ہوئے آئے
یہاں پانی پیا، ٹھہرے، ترانے حمد کے گائے
کئی دن بعد دیکھا قافلہ آتا ہے صحرا سے
نگاہوں سے ٹپکتا ہے کہ ہیں یہ لوگ بھی پیاسے
عرب کا اِک قبیلہ نام تھا جس کا بنی جرہم[2]
اسی کے لوگ تھے یہ پیاس کے مارے ہُوئے بیدم
خُدا کے فضل سے دن اِن بچاروں کے بھلے آئے
نوائے طائراں سُن کر اسی جانب چلے آئے
یہاں آتے ہی دیکھا ایک چشمہ آبِ جاری کا
ہَوا میں جس کے دم سے لُطف تھا بادِ بہاری کا
کنارِ آب اِک عورت کی صُورت بھی نظر آئی
اور اس کی گود میں بچّے کی دولت بھی نظر آئی

---

[1] یہ عجیب بات ہے اور اسے معجزہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں کہ زمزم کا پانی بھوک اور پیاس دونوں کے لئے اکتفا کرتا ہے۔ میں نے بے شمار حاجیوں سے سنا کہ انہوں نے کئی کئی دن محض زمزم کے پانی پر گذر کی۔ اور انہیں اشتہا نہیں ہوئی۔ میں نے خود پانچ دن رات تجربہ کیا۔ اور قسمیہ کہتا ہوں کہ سوائے آبِ زمزم میں نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ مجھے بھوک قطعاً محسوس نہیں ہوئی (حفیظ)

[2] یہ قبیلہ عرب کے قدیم ترین قبائل میں سے تھا (تفصیل کے لئے دیکھو سیرت النبی)

نظر آتا تھا اطمینان اِن مسرور چہروں پر   شعاعِ مہر تھی قرباں دو پُر نُور چہروں پر
ندا آئی کہ اے جرہم کے بچّو، بادیہ گردو   ادب کی جا ہے اے بُوڑھو، جوانو، عورتو، مردو
یہ وہ عورت ہے قرباں عورتیں جس کی شرافت پر   یہ ایسی ماں ہے مائیں رشک کھائیں جس کی قسمت پر
یہ اُمّ المُسلِمیں ہے اور شہزادی ہے صحرا کی   اسی کے نازنیں قدموں سے آبادی ہے صحرا کی
یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے   یہ پیغمبر کی بیوی ہے، وہ پیغمبر کا بیٹا ہے
بنی جرہم ادب سے سر جھکائے سامنے آئے   جو کچھ تھا پاس ان کے، نذر دینے کے لئے لائے
کنارِ آبِ زمزم آج خیمے ہو گئے برپا   بڑا خیمہ تھا سب سے ہاجرہ اور اُس کے بیٹے کا
غرض یہ ہے بنی جرہم نے اب ڈیرا یہیں ڈالا   کیا خوش ہاجرہؓ کو، یعنی اسمٰعیلؑ کو پالا

کنعان میں حضرت اسحٰقؑ کی ولادت

حضرتِ ابراہیمؑ کا پھر عرب میں آنا

خلیل اللہ پھر کنعان میں آ کر رہے برسوں   الم فرزند و زوجہ کی جُدائی کے سہے برسوں
دُعا کی ایک بیٹا دے الٰہی بطنِ سارا سے   جو ہو فرزندِ اوّل کی طرح ممتاز دُنیا سے
بڑھے اُس کی بھی ذرّیت، شرف یہ بھی الٰہی دے   ہدایت کے لئے پیغمبری دے اور شاہی دے

marfat.com

خدا نے دے دیا اسحٰقؑ سا فرزند سارہؓ کو
مرادِ دل بر آئی مل گیا دلبند سارہ کو
کئی برسوں کے بعد اک دن ندا آئی پیمبر کو
کہ جا اور دیکھ دشتِ خشک میں فرزند اکبر کو
بامرِ اللہ پھر رہوارِ ہمّت پر کیا کوڑا
خلیل اللہ نے پیری میں ارضِ شام کو چھوڑا
یہاں آکر خدا کی شان کا نقشہ نظر آیا
جہاں مٹّی کے تودے تھے وہاں چشمہ نظر آیا
بہت بشّاش دیکھا ہاجرہؓ کا چہرۂ انور
ہوئے مسرور ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ سے مل کر
جواں فرزند کے چہرے پہ نُورِ حق نما پایا
بنی جرہم کے لوگوں کو وفا سے آشنا پایا
بہ فرطِ شکرِ نعمت سر بسجدہ ہو گئے حضرت
تھکے ہارے ہوئے تھے نیند آئی سو گئے حضرت

حضرت اسمٰعیل کی قربانی

بشارت خواب میں پائی کہ اُٹھ ہمّت کا ساماں کر
پئے خوشنودیٔ مولیٰ اسی بیٹے کو قرباں کر
خلیل اللہ اٹھے خواب سے، دل کو یقیں آیا
کہ آخر امتحاں بندے کا مالک نے ہے فرمایا
اُٹھا مرسل اِسی عالم میں رسّی اور تبر لے کر
پئے تعمیل چل نکلا خدا کا پاک پیغمبرؑ
پہاڑی پر سے دی آواز اسمٰعیلؑ اِدھر آؤ
اِدھر آؤ خدائے پاک کا ارشاد سُن جاؤ
پدر کی یہ صدا سُن کر پسر دوڑا ہوا آیا
رُکا ہرگز نہ اسمٰعیلؑ کو شیطاں نے بہکایا

پدر بولا کہ[1] بیٹا آج مَیں نے خواب دیکھا ہے — کتابِ زندگی کا اِک نرالا باب دیکھا ہے
یہ دیکھا ہے کہ مَیں خُود آپ تُجھ کو ذبح کرتا ہُوں — خُدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہُوں
سعادتمند بیٹا جُھک گیا فرمانِ باری پر — زمین و آسماں حیراں تھے اِس طاعت گذاری پر
رضا جوئی کی یہ صُورت نظر آئی نہ تھی اب تک — یہ جرأت پیشتر انساں نے دکھلائی نہ تھی اب تک
عجب بشّاش تھے دونوں رضائے ربِ عزّت پہ — تامّل یا تذبذب کچھ نہ تھا دونوں کی صُورت پر
کہا فرزند نے اے باپ اسمٰعیل صابر ہے — خُدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے
مگر آنکھوں پر اپنی آپ پٹّی باندھ لیجے گا — مرے ہاتھوں میں اور پَیروں میں رسّی باندھ دیجے گا
مبادا آپ کو صُورت پہ میری رحم آجائے — مبادا مَیں تڑپ کر چُھوٹ جاؤں ہاتھ تھرّائے
پسر کی بات سُن کر باپ نے تعریف فرمائی — یہ رسّی اور پٹّی باندھنی ان کو پسند آئی
ہُوئے اب ہر طرح تیّار دونو باپ اور بیٹا — چُھری تھامی پدر نے اور پسر قدموں میں آلیٹا

---

[1] فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى پ۲۳ الصّٰفّٰت ع۳

پھر جب وہ لڑکا اس کے ساتھ ہولیا۔ تو (حضرت ابراہیم نے) کہا، بیٹے مَیں نے خواب دیکھا ہے کہ مَیں تجھ کو ذبح کررہا ہُوں۔ تیری کیا رائے ہے۔

يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ پ۲۳ الصّٰفّٰت ع۳

ابا۔ آپ کو جو حکم ہوا ہے، کر گزریے۔ خدا نے چاہا تو میں ثابت قدم رہوں گا۔

پچھاڑا اور گھٹنا سینۂ معصوم پر رکھا چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا
زمیں سہمی پڑی تھی، آسماں ساکن تھا بیچارہ نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ
پدر تھا مطمئن بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی چھری حلقوم اسمٰعیل پہ چلنے ہی والی تھی
مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا کہ اسمٰعیل کا اِک رونگٹا کٹنے نہیں پایا
ہوئے جبریلِ نازل اور تھاما ہاتھ حضرت کا کہا بس، امتحاں مقصود تھا ایثار و جرأت کا
اطاعت[لہ] اور قربانی ہوئی منظورِ یزدانی جزا یہ ہے کہ جنت سے یہ برہ آگیا ہے بہرِ قربانی
ہمیشہ کے لئے اِس خوابِ صادق کا ثمر لیجے اِسی برے بیٹے کے عوض قربان کر دیجئے
مٹی قربانیٔ انسان اسمٰعیل کے صدقے حیاتِ نو ملی ایمان کی تکمیل کے صدقے
خطاب اس دن سے اسمٰعیلؑ نے پایا ذبیح اللہ خدا نے آپ ان کے حق میں فرمایا ذبیح اللہ[ٹہ]

تعمیرِ خانہ کعبہ

کہا جبریل نے ہاں اے خدا کے محترم بندو پھلو پھولو جہاں میں اے رضا کے آرزومندو

[لہ] یَا اِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ (پ ۲۳ الصّٰفّٰت ع ۵) اے ابراہیمؑ تو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں۔

[ٹہ] وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ {پ ۲۳ الصّٰفّٰت ع ۵} اسمٰعیل کی قربانی کے بدلے ہم نے بڑی قربانی قائم کی۔

marfat.com

یہ ارضِ پاک جس کے گرد پہرے ہیں چٹانوں کے
ازل سے جس کے آگے سر جھکے ہیں آسمانوں کے

یہ مٹی جس میں دن بھر آتشیں کرنیں نہاتی ہیں
ہوائیں جس کے ذرہ ذرہ کو سر پر اُٹھاتی ہیں

یہی منبع ہے نُورِ حق کی دریا بار مَوجوں کا
کہ مرکز ہے یہی اِک اُمّتِ وسطیٰ[1] کی فوجوں کا

یہی نافِ[2] زمیں ہے اور یہی مرکز ہے عالم کا
مقدّر ہے یہیں پر اجتماع اولادِ آدم کا

طلُوعِ مہرِ ظلمت پاش اسی مٹی سے ہونا ہے
یہیں وہ ابر ہے دامانِ عصیاں جس کو دھونا ہے

عبادت کا نشاں قائم کرو اس ہُو کی بستی میں
تمہیں اوّل گنے جاؤ شمارِ حق پرستی میں

بشارت پا کے دونوں پاک بندے اِک جگہ آئے
جہاں جبریل نے کعبہ کے نقشے ان کو سکھلائے

خلیل اللہ اس معبد کی دیواریں[3] اُٹھاتے تھے
ذبیح اللہ چُونا اور پتھر دیتے جاتے تھے

---

[1] وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (پ البقرہ ع ۱۷) ہم نے تم کو بہترین اُمت بنایا ہے۔ تاکہ لوگوں کے سامنے خدا کی شہادت ادا کرو۔

[2] یاد رکھنا چاہیئے کہ مکّہ کا نام لغت کی کتابوں میں نافِ زمین ہے۔ انساں کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی۔ بلکہ تقریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مکّہ بھی وسطِ حقیقی کے قریب تر واقعہ ہوا ہے۔ ½ ۱ درجے کا جو تفاوت ہے وہ اس لئے ہے کہ مکّہ نافِ زمین ثابت ہو۔ (رحمۃ للعٰلمین)

[3] وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ (پ البقرہ ع ۱۵) اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل کعبے کی دیواریں اٹھا رہے تھے۔

کیا تیار اک مدت میں کعبہ ان بزرگوں نے
خدا آگاہ خوش اخلاق خوش باطن بزرگوں نے
وفورِ شوق میں اک اک سے آگے بڑھتا جاتا تھا
مرادیں[1] مانگتا تھا اور دعائیں پڑھتا جاتا تھا
پتہ ان کو دیا جبریلؑ ہی نے سنگِ اسود کا
خلیل اللہ نے اس کو مقامِ رکن پر رکھا
مکمل ہوگئی تعمیر بیت اللہ کی اک دن
بزرگوں کو مقدس کام سے فرصت ملی اک دن
یہاں سے اُٹھ کے پیغمبر فرازِ کوہ پر آیا
زبانِ وحی نے چاروں طرف اعلان فرمایا
کہ اے لوگو یہاں حجّ و عبادت کے لئے آؤ
خلوص اور صدق نیت نذر دینے کے لئے لاؤ
یہی مرکز ہے سارے دہر میں ایمان والوں کا
جھکے گا سر یہیں پر آ کے اونچی شان والوں کا
یہاں اہلِ طواف اہلِ قیام اہلِ قعود آئیں
یہاں اہلِ رکوع آئیں یہاں اہلِ سجود آئیں
کوئی پیدل چلے کوئی سوارِ ناقۂ لاغر
کریں حجّ و عبادت پاک رکھیں یہ خدا کا گھر[2]

---

[1] ان میں سے ایک مراد یہ بھی تھی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۝ (پ۱ البقرہ ع۵ ۱۲۹)
اے ہمارے پروردگار! اس جماعت کے اندر ہی ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کرنا جو ان لوگوں کو تیری آیتیں سنایا کرے اور ان کو کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کرے۔ اور ان کو پاک کرے۔

[2] وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَالْقَآئِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ (پ۱۷ الحج ع۴ ۲۷)
ہمارا گھر طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر اور تمام لوگوں کو پکار دے کہ حج کو آئیں پیدل بھی دبلی اونٹنیوں پر بھی۔ اور ہر دور دراز گوشے سے آئیں گے۔

یہ گھر اللہ کا ہے اور وہی تم کو بلاتا ہے
ہمارا کام ہے تبلیغ، دیکھیں کون آتا ہے!

اوّلین حجِ اکبر

یہاں پر اوّلیں احرام باندھا باپ بیٹے نے
عبودیت کا عہدِ تام باندھا باپ بیٹے نے
صدا لبیک کی گونجی پہاڑوں پر چٹانوں پر
فرشتوں نے سنے نغمے زمیں کے آسمانوں پر
ادا کی رسمِ قربانی کمالِ صدق نیت سے
طوافِ خانۂ کعبہ کیا جوشِ اطاعت سے

فرشتوں نے منائی عید آ کر اس بیاباں میں
کہ پہلا حجِ اکبر تھا یہی تاریخِ انساں میں

بابِ دُوم

حضرت ابراہیمؑ کی وفات

اِسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کی اَولادیں

ادائے فرض کر کے باپ، بیٹے سی ہوا رخصت بجا لاناتھی مُلکِ شام میں تبلیغ کی خدمت
مگر فرزند سے ہر سال آکر مل بھی جاتے تھے ادائے حج کی خاطر اس طرف ہر سال آتے تھے
پھر اس محنت کے بعد آرام سی سونے کا دن آیا خلیل اللہ کے واصلِ تجلّی ہونے کا دن آیا

---

[1] پیدائش باب ۲۵ ورس ۹ میں ہے کہ ابراہیم کو ان کے بیٹے اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ نے دفن کیا۔ سرزمینِ شام میں مقامِ خلیل آپ کا مدفنِ مبارک ہے۔ (مراۃ الانساب)

marfat.com

بالآخر جا بسے حضرت دیارِ جاودانی میں
بقا ہے بس خدا کی ذات کو اِس دارِ فانی میں

رسالت آج فرزندانِ ابراہیمؑ نے پائی
خدا نے یہ امانت اب انہیں تفویض فرمائی

ذبیح اللہ ہوئے مرسل عرب کے رہنے والوں پر
ہوئے مامور اہلِ شام پر اسحٰقؑ پیغمبر

خدا کے فضل سے ہستی ہوئی دلشاد دونوں کی
بڑھی ہر دو ممالک میں بہت اولاد دونوں کی

بنی اسرائیل

ہوئے اسحٰقؑ کے فرزند اسرائیل پیغمبر
ملے فرزند انہیں بارہ بفضلِ حضرتِ داور

ان ہی میں حضرتِ یوسفؑ نے مرسل کا لقب پایا
خدا نے ان کو اہلِ مصر پر مبعوث فرمایا

یہ ایسے تذکرے ہیں جو زبانوں پر فسانہ ہیں
برادر حضرتِ یوسف کے مشہورِ زمانہ ہیں[1]

---

[1] حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے غلام بنا کر فروخت کر ڈالا تھا۔ بکتے بکتے وہ فرعون مصر کی بیوی زلیخا کے ہاتھ لگے۔ وہاں بہت اتار چڑھاؤ اور تکالیف کے بعد آپ فرعونِ مصر کے نائب ہو گئے۔ یہ قصہ قرآنِ کریم میں بھی مذکور ہے حضرت یوسفؑ کے والد حضرت یعقوبؑ پیغمبر کو جب اپنے گمشدہ بیٹے کا پتہ ملا تو وہ اپنے خاندان کے افراد کو جن کی تعداد ستر تھی ساتھ لے کر مصر چلے گئے۔ حضرت یوسفؑ نے ان کی بڑی خاطر داری کی۔ حضرت یعقوبؑ کے انتقال کے بعد حضرت یوسفؑ کے بھائی بھتیجے مصر ہی میں رہے اور پھلنے پھولنے لگے۔ جب حضرت یوسفؑ کا انتقال ہوگیا تو رفتہ رفتہ بنی اسرائیل کو مصریوں نے ذلیل کر کے غلام بنانا شروع کر دیا۔ توراۃ کتاب پیدائش میں سب کچھ مذکور ہے۔ اور قرآن کریم میں یہ حالات بیان کئے گئے ہیں۔ (مصنف)

marfat.com

یہودی قوم کا آغاز اِنہی بارہ سے ہوتا ہے
یہودہ اِن کا جد، اسحٰق پیغمبر کا پوتا ہے

مگر شیطان نے ان پر بھی دامِ شرک پھیلایا
تو انبوہِ کثیر اس قوم کا حق سے پلٹ آیا

یہ قوم اپنے کو خاصانِ خدا کی قوم کہتی تھی
مگر کرتوت ایسے تھے بہت معتوب رہتی تھی

ہوئے اس قوم میں اکثر جلیل الشّان پیغمبر
چلانا چاہتے تھے جو اسے حقّ و صداقت پر

یہودی جانے بوجھے راہِ حق کو بھول جاتے تھے
وہ اپنے رہنماؤں پر ہمیشہ ظلم ڈھاتے تھے

کیا تھا مصر میں فرعون نے دعویٰ خدائی کا
یہودی قوم دم بھرتی تھی اس سے آشنائی کا

عتاب آخر کیا شاہنشہوں کے شاہ نے ان پر
مسلّط کر دیا فرعون کو اللہ نے ان پر

کہ یہ بھی اِک طریقہ تھا انہیں رستے پہ لانے کا
انہیں ٹھوکر لگا کر خوابِ غفلت سے جگانے کا

بہت پستی دکھائی آخر اِس اُفتاد نے ان کو
لگائیں ٹھوکریں فرعون کی بیداد نے اِن کو

مگر فرعون کے ظلم و ستم جب بڑھ گئے حد سے
لگے عبرت پکڑنے لوگ اِن کی حالتِ بد سے

خدائے پاک نے موسیٰ کو ان میں کر دیا پیدا
جو بچپن ہی سے آزادی و حرّیت پہ تھے شیدا

ظہورِ نورِ حق موسیٰؑ کو سینا پر نظر آیا
خدا نے جانبِ فرعون انہیں مبعوث فرمایا

یدِ بیضا کے ساتھ اِس خطّۂ ظلمت میں در آئے
یہودی قوم کو آزاد کر کے مصر سے لائے[1]

---

[1] مسلمانوں کو حضرت موسیٰ کے حالات جہاں بھی ملیں غور و خوض سے مطالعہ کرنے چاہئیں۔ قرآن مجید میں بار بار موسیٰ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

جگایا قوم کی تقدیر کو آواز موسیٰؑ نے
کیا فرعون کو غرقابِ نیل اعجازِ[1] موسیٰؑ نے

عصائے[2] موسوی نے پتھروں کو آب کر ڈالا
بیابانوں کو ان کے واسطے شاداب کر ڈالا

یہی وہ قوم ہے جس کے لئے نعمت کے مینہ برسے
کہ اُترے مَن[3] و سلویٰ اِن کی خاطر آسماں پر سے

مگر جب آزمائش آ پڑی یہ قوم گھبرائی
رہی باطل کی طالب اور راہِ حق سے کترائی

کہا موسیٰؑ نے "اُٹھ اے قوم باطل کے مقابل ہو
تری عزت بڑھے جگ میں ترا ایمان کامل ہو

تو بولی قوم اے موسیٰؑ ہمیں آرام کرنے دے
خدا کی نعمتیں ملتی ہیں اِن سے پیٹ بھرنے دے

خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر

ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دنیا سے اُجڑنے کو
خدا اور اُس کا پیغمبر بہت کافی ہیں لڑنے[4] کو

---

[1] وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ — اور جب ہم نے دریا کو تمہارے لئے شق کر دیا اور تم کو بچا لیا اور آلِ فرعون کو غرق کر دیا

[2] وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ (پ۱ البقرہ ع ۶) — اور یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے پانی کی دعا مانگی تو ہم نے حکم دیا اپنا عصا پتھر پر مارو۔ پس فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے (اور بنی اسرائیل کے بارہ ہی خاندان تھے)

[3] وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ {پ۱ البقرہ ع ۶} — اور پہنچایا تمہارے پاس من و سلویٰ۔

[4] فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ○ (پ۶ المائدہ ع ۴) — تم اور تمہارا پروردگار جا کر لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

ڈرایا بارہا موسیٰؑ نے ان کو قہرِ باری سے
مگر اس قوم کو مطلب رہا مطلب برآری سے
کبھی رفعت پر آئی بھی تو سوجھی اس کو پستی کی
کہ چھوڑی حق پرستی اور گوسالہ پرستی[1] کی
رکھی دُنیا میں راہ و رسم حرصِ خام سے اس نے
دکھائی سرکشی توراۃ کے احکام سے اس نے
دلائی حضرتِ داؤدؑ نے اِس قوم کو شاہی
مگر اِس نے نہ چھوڑی کم نگاہی اور گمراہی
زبور اس قوم کو بخشی گئی لیکن نہ یہ مانی
یہ اپنی حمد کرتی تھی بجائے حمدِ ربانی
بڑی شوکت ملی اِس قوم کو عہدِ سلیماں میں
عظیم الشان ہیکل[2] ہو گئی تعمیر کنعاں میں
مگر یہ قوم اکثر راہ پر آکر پلٹتی تھی
نہ دینداری میں بڑھتی تھی، نہ بے دینی سے ہٹتی تھی
اسے ایوبؑ و زکریا و یحییٰ نے بھی سمجھایا
چلن اِس قوم کا لیکن نہ راہِ راست پر آیا
ہو منزل گمرہی جن کی وہ کیونکر راہ پر آئیں
ملیں اس قوم سے پیغمبروں کو سخت ایذائیں
یہ جھٹلاتی رہی ہر اک نصیحت کرنے والے کو
یہ اندھی تھی، اندھیرا جانتی تھی ہر اجالے کو

---

[1] وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (پ البقرہ ع ۹۲)

اور موسیٰ تمہارے پاس صاف صاف دلیلیں لائے۔ مگر اس پر بھی تم نے (موسیٰ کے طور پر جانے کے بعد) گوسالہ کو (معبود) تجویز کر لیا۔ اور تم ظلم کر رہے تھے۔

[2] حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت حضرت ابراہیم سے ۹۸۵ برس بعد کا زمانہ تھا۔ آپ نے یروشلم میں خدائے واحد کی عبادت کے لئے بیت المقدس (ہیکل) تعمیر کیا جو کعبے کے بعد دوسرا بیت اللہ ہوا۔ (دیکھو تفصیل کے لئے رحمۃ للعالمین)

مسیحِ ابنِ مریمؑ نے بہت اس کو ہدایت کی
مگر یہ آخری دم تک رہی منکر رسالت کی
یہ جھٹلاتی رہی انجیل کی سچی منادی کو
یہ سولی پر چڑھانے لے گئی اُس پاک ہادی کو
خلیل اللہ سے جو وعدہ کیا تھا حق تعالیٰ نے
وہ پورا کر دیا ہر طور سے اُس ذاتِ والا نے
وطن بخشا گیا اس کو نمونہ باغِ جنّت کا
مگر اس قوم میں جذبہ نہ تھا اس کی حفاظت کا
ملی اسحٰق کی اولاد کو شانِ حکومت بھی
متاعِ دُنیوی بھی اور رُوحانی رسالت بھی
مگر اس قوم نے ٹھکرا دیا ہر ایک نعمت کو
یہ بھڑکاتی رہی ہر دَور میں اللہ کی غیرت کو
نتیجہ یہ ہوا کفرانِ نعمت کی سزا پائی
عمل جیسے کئے ویسی درِ حق سے جزا پائی
خدا سے سرکشی کی سر جھکایا پائے دشمن پر
رہا اغیار کا پنجہ مُسلّط اس کی گردن پر
سبھیؒ اہلِ ستم کرتے رہے اس پر ستم رانی
فنیقی، بابلی، مصری، اسیری اور رُومانی

لہ سیق بادشاہِ مصر نے یروشلم پر حملہ کر کے محلِ شاہی اور بیت المقدس کو لُوٹا۔ پھر بخت نصر شاہِ بابل نے یروشلم پر حملہ کیا سنہ ۱۴۰۱ ابراہیمی میں اسے فتح کر لیا۔ اور یہود کے بادشاہ یہو یکین کو اس کے امراء اور اہلِ خانہ سمیت گرفتار کر لیا۔ شاہِ سلیمان کا خزانہ، بیت المقدس کا نذرانہ لوٹ لیا۔ دس ہزار بہادروں اور پیشہ وروں کو پا بجولاں کر کے بابل لے گیا۔ بخت نصر نے اپنے چچا صدقیاہ کو کنعان کا بادشاہ بنا دیا تھا جس نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ بخت نصر نے پھر حملہ کیا۔ اور اٹھارہ مہینے کے بعد یروشلم فتح ہو گیا۔ آخر بیت المقدس، سلیمان کے قصر اور تمام شہر کو جلا کر خاک کر دیا۔ فصیلیں ڈھا دیں اور جتنے لوگ زندہ تھے سب کو پکڑ کر بابل لے گیا۔ ان قیدیوں میں حضرت حزقیل بھی تھے جن کی نبوت کا آغاز حضرت ابراہیم سے ۱۴۰۶ سال بعد ہوا۔ آپ کے بعد حضرت عزیر کی نبوت کے زمانہ میں ایران نے بابل کو فتح کیا تو بنی اسرائیل کو بابل کی غلامی سے نجات ملی۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھو)

خُدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی[1] کہ جس نے اپنے ہاتھوں اپنی خوخصلت نہیں بدلی

عرب میں بنی اسمٰعیل کے پُھولنے پھلنے کا بیان

ذبیح اللہ کی اولاد کا بھی ماجرا سُن لو وہاں وعدہ خدا کا کس طرح پُورا ہوا سُن لو
گھرانے میں بنی جرہم کے پیغمبر نے شادی کی خُدا کے گھر سی قسمت جاگ اُٹھی اِس خشک وادی[2] کی
[3] پسر بارہ دیئے اللہ نے اُس پاک ہستی کو بسایا یُوں عرب کی ہر بلندی اور پستی کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بیالیس ہزار آدمی پھر یروشلم چلے گئے۔ فینقی بھی اب پھر حملہ آور ہوئے۔ رُومی تو اس طرح قابض ہوئے کہ آخر اسلام نے ان کو وہاں سے نکالا۔

[1] اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (پ ۱۳ الرعد ع ۱۱) اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدلے۔

[2] اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی عرب کے اس قبیلہ جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی جو حضرت ہاجرہؑ سے اجازت لے کر چشمۂ زمزم کے قریب آباد ہو گیا تھا۔ (مصنف)

[3] ان بارہ بیٹوں کے نام یہ تھے۔ (۱) بنایوث یا بنایوط (۲) قیدار (۳) ادباقیل (۴) سیام (۵) مشماع (۶) دوماہ (۷) مسا (۸) حدر (۹) یتمار (۱۰) لیطور (۱۱) ناخیش (۱۲) قیدماہ۔ یہی بارہ رئیس تھے جن کے متعلق خدا نے حضرت ابراہیم کو بشارت دی تھی کہ اسمٰعیل کے حق میں مَیں نے تیری دعا قبول کی۔ دیکھ مَیں اسے برکت دوں گا اور اسے آبرومند کرونگا اور اس قدر بڑھاؤں گا کہ اس سے بارہ رئیس پیدا ہونگے۔ اور مَیں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان بارہ رئیسوں میں ہر ایک نے اپنی اپنی بستیاں بسائیں جو ان کے ناموں پر مشہور تھیں۔ ان کی اولاد اتنی بڑھی کہ حجاز سے نکل کر شام، عراق اور یمن میں پھیل گئی۔ انہوں نے حکومت اور تجارت اختیار کی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بسائیں بستیاں گیارہ نے کوہ و دشت و صحرا میں
رہا قیدار بیت اللہ کی خدمت کو بطحا میں

قریبِ کعبۃ اللہ شہرِ مکّہ کی بنا ڈالی
پسر اس کے ہوئے کعبے کے خادم شہر کے والی

انقلاباتِ عالم اور عرب

بنی آدم کی دُنیا میں ہزاروں انقلاب آئے
جہاں میں سینکڑوں طُوفاں اُٹھے لاکھوں عذاب آئے

بہت قومیں اٹھیں اور چھا گئیں میدانِ ہستی پر
پھریرے خُوب اُڑائے ہر بلندی اور پستی پر

غنیمِ مرگ کے قدموں تلے روندی گئیں آخر
اکڑ اکڑ کر چلنے والے دب گئے زیرِ زمیں آخر

خزاں منڈلا گئی شدّادیوں کے سبز گلشن پر
سیاہی چھا گئی آبادیوں کے روزِ روشن پر

ہُوئے پیوندِ خاک آخر اسیری اور کلدانی
سرافرازوں کی شوکت موت نے کچھ بھی نہیں مانی

نہیں رہتا ہمیشہ سازِ ہستی ایک ہی دھن پر
کھنڈر بننے لگے بابل کے نمرودی تمدن پر

ہُوا دریا میں بیڑہ غرق فرعونی خدائی کا
فسانہ رہ گیا ہندوستانی دیوتائی کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور اس قدر مالدار ہُوئے کہ اپنے اونٹوں کے گلے میں سونے کے قلادے ڈالتے تھے۔ بنو اسمٰعیل کے بعد عرب کے قبیلے اکثر و بیشتر حکمران رہے۔ پہلی صدی عیسوی کا یہودی مورخ اپنی کتاب اینٹی کویٹز میں لکھتا ہے۔ بحرِ احمر کے کنارے فرات کے ساحلوں تک سارا ملک اسمٰعیل کے بارہ بیٹوں کے قبضہ میں ہے۔ (دیکھو رحمۃ للعالمین)

بگاڑیں خاک نے شکلیں فلاطونی خیالوں کی
دھری ہی رہ گئیں سب حکمتیں یونان والوں کی

سکندر اور اس کے وہ عظیم الشان منصوبے
کہیں اُبھرے نہیں بحرِ فنا میں اِس طرح ڈوبے

فقط اہلِ عرب اِس منقلب دنیا میں ایسے تھے
کہ روزِ اوّلیں سے آج تک ویسے کے ویسے تھے

یہ ملک ایسا تھا حاصل ان کو آزادی کی نعمت تھی
قبیلے آپ خود مختار تھے اپنی حکومت تھی

عرب پر کوئی دشمن حملہ آور ہو نہ سکتا تھا
کوئی فاتح بُری نیت سے اِس جانب نہ تکتا تھا

کوئی لشکر ہوا بھولے سے اس کی فتح پر مائل
تو صحرائے عرب ہوتا تھا اس کی راہ میں حائل

ہُوئے جو لوگ اِس پر حملہ آور مر گئے پیاسے
یہ خطہ رہ گیا اوجھل نگاہِ اہلِ دُنیا سے

بڑھی اولادِ اسمٰعیلؑ[١] میں عدنان کی شوکت
عرب کو آلِ اسمٰعیل سے حاصل ہُوئی قوت

یہودی قوم پر دُنیا میں جب کوئی بلا آئی
تو اُس نے آلِ اسمٰعیل کے گھر میں اماں[٢] پائی

---

[١] اکثر نسب ناموں میں عدنان سے حضرت اسمٰعیل تک آٹھ نو پشتیں بیان کی جاتی ہیں لیکن بقول حضرت علامہ شبلی یہ صحیح نہیں۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ عدنان سے حضرت اسمٰعیلؑ تک چالیس پشتوں کا فاصلہ ہے۔

(دیکھئے سیرت النبی حصہ اوّل)

[٢] حضرت موسیٰؑ نے جب مصر سے ہجرت کی تھی تو عرب ہی میں آکر پناہ لی تھی۔ اور عرب ہی کے ایک پہاڑ پر آپ کو نبوت تفویض ہُوئی۔ پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے آزاد کر کے لائے تو بیابان عرب ہی میں انہوں نے چالیس سال پُورے کئے تھے حضرت داؤدؑ بھی بادشاہ سموئیل کی وجہ سے ہجرت کر کے عرب ہی میں آکر ٹھہرے تھے جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ و برباد کیا تو انہیں معد بن عدنان ہی نے عرب میں عزّت و احترام سے رکھا تھا (رحمۃ للعالمین)

خدا کے نام پر اب تک یہودی اور عدنانی ادا کرتے تھے مکے میں رسومِ حج و قربانی
مگر ہونے لگے جب قلب مائل بت پرستی پر بنی جرہم نے قبضہ کر لیا مکے کی بستی پر
مگر پھر آلِ اسمٰعیل قابض ہو گئی اس پر حرم میں تھی یہ طاقت بہ فضلِ حضرتِ داور

مکّے پر یمن والوں کا حملہ اوّل

قریش کی مدافعت

کیا حملہ یمن کے لشکروں نے اہلِ مکہ پر غرض یہ تھی کہ اپنے گھر میں لے جائیں خدا کا گھر
یمن میں ان دنوں حسان نامی ایک حاکم تھا اسے مکے کی رونق دیکھ کر دل میں خیال آیا
کسی صورت سے توڑوں آلِ اسمٰعیلؑ کی شوکت اسی کعبے کے دم سے ان کی دنیا بھر میں ہے عزت
اگر کعبہ گرا دوں اس کے پتھر ساتھ لے جاؤں یمن میں ان سے اک کعبہ نیا تعمیر کرواؤں
یہ ہو جائے تو پھر سب لوگ میری سمت آئیں گے کریں گے عاجزی نذریں نیازیں ساتھ لائیں گے
یہ سوچا اور چڑھ دوڑا یمن کی فوج کو لے کر کیا آ کر اچانک اس نے حملہ شہرِ مکہ پر

---

[1] عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آگیا اگرچہ عدنان کے ماموں ہی جیسے تھے تاہم انہوں نے ان کو مکے سے نکال دیا۔ (رحمۃ للعالمین)

marfat.com

اک بار یمن پر لشکر [illegible] کعبہ کا گھر گرانا تھا
انہی میں فہر بن مالک تھا جو فرزندِ یگانہ تھا

لعین کی تھی یہی جسارت کہ جہاں طمع لعین آیا
لیے لشکر کے ساتھ [illegible] میدان میں لایا

مقابل ڈٹ گیا یہ شیر للکارا تو فوجوں کے
چٹانوں کی طرح روکے تھپیڑے تند موجوں کے

شکستِ فاش دی اس نے یمن والوں کے لشکر کو
تعاقب کر کے قبضے میں لیا لشکر کے افسر کو

یہ ایسی[۱] فتح تھی جس سے قریش اس کا لقب ٹھہرا
یہ اک نامی قبیلہ بن گیا، فخرِ عرب ٹھہرا

قریش اہلِ عرب میں نام ہے اس ویل مچھلی کا
سمندر میں کوئی ثانی نہیں جس کی بڑائی کا

قریش اولادِ اسمٰعیل میں تھے سب سے طاقتور
یہی کعبے کے خادم تھے یہی تاجر یہی افسر

قصیٰ[۲] ابن کلاب ان میں بڑا ہی شان والا تھا
بڑا زیرک مدبر تھا، بڑے سامان والا تھا

---

[۱] دیکھو تمدنِ عرب از علامہ جرجی زیدان۔

[۲] قصیٰ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ قصیٰ ابنِ کلاب، ابنِ مرہ، ابنِ کعب، ابنِ لوی، ابنِ غالب، ابنِ فہر یعنی قریش اول، ابنِ مالک، ابنِ نضر، ابنِ کنانہ، ابنِ خزیمہ، ابنِ مدرکہ، ابنِ الیاس، ابنِ مضر، ابنِ نزار، ابنِ معد، ابنِ عدنان۔ عدنان سے بہ پشت اوپر حضرت اسمٰعیل۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

قصیٰ سے پہلے قریش میں تفرقہ پڑ گیا تھا اور وہ ادھر ادھر متفرق ہو گئے تھے۔ کعبے کی تولیت قبیلہ خزاعہ کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ مگر قصیٰ نے از سرِ نو قریش کو جمع کیا خزاعیوں کے ہاتھ سے کعبے کی خدمت حاصل کی اور قریش کو دوبارہ سرداری کی مسند پر بٹھایا۔ ایک قسم کی جمہوری حکومت قائم کی۔ بہت سی اصلاحیں کیں۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

ہُوا عبدِ مناف[1] اُس کا پسر، اُس کا پسر ہاشم
پسر تھے اور بھی سردار تھا سب کا مگر ہاشم[2]

پسر ہاشم کا عبد المُطّلب[3] سردارِ مکّہ تھا
یہی تھا خادمِ کعبہ یہی مختارِ مکّہ تھا

مگر اس خدمتِ کعبہ کے معنیٰ اَور ہی کچھ تھے
یہ فرزندانِ اسمٰعیل یعنی اَور ہی کچھ تھے

عرب میں زمانۂ جاہلیّت

الگ تھے ساری دُنیا سے مگر یہ لوگ خوش دل تھے
اِنہیں آزادیوں کی زندگی کے عیش حاصل تھے

مگر آزادیوں نے اِن کو کھویا دین و دُنیا سے
ہُوئے گمراہ یہ برگشتہ ہو کر حق تعالیٰ سے

کیا اخلاف نے اسلاف کے اوصاف کو زائل
رہِ حق چھوڑ کر سب بُت پرستی پر ہُوئے مائل

شجاعت تھی مگر اس کا ہدف اپنے ہی بھائی تھے
یہ سب اِک دُوسرے کو ذبح کرنے میں قسائی تھے

فصاحت کا تھا استعمال ہجو اور خود ستائی میں
نظر میں کوئی جچتا ہی نہ تھا ساری خدائی میں

بیاں کرتے تھے اپنے شرمناک اور فحش کاموں کو
سرِ بازار کہہ دیتے تھے اپنے کارناموں کو

---

[1] قصی کے تین بیٹے تھے عبد مناف۔ عبد الدار۔ عبد العزیٰ۔ یہی عبد مناف پیغمبر اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اور عبد الدار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے جد تھے۔ (مصنف)

[2] عبد مناف کے بیٹے ہاشم حضرت سرورِ کائنات کے پردادا تھے۔ یہ قریش میں بہت ممتاز و مقتدر تھے۔ ان کی اولاد بنو ہاشم یا ہاشمی کہلاتی ہے۔ (مصنف)

[3] آنحضرت کے دادا

رعونت نے دماغوں میں ہوائے خودسری بھردی
خشونت ایک عادت دوسری عادت تھی بے دردی
عرب اولادِ اسمٰعیل سے معمور تھا سارا
گناہوں کی جہالت کے نشے میں چور تھا سارا
جو صحرائی تھے قتل و رہزنی میں خوب ماہر تھے
نشانِ بربریت اُن کے چہروں ہی سے ظاہر تھے
ترقی اور تمدّن کی ہوا ان تک نہ آتی تھی
کوئی مرکز نہ تھا خانہ بدوشی ان کو بھاتی تھی
بہادر تھے مگر سب کے سب آپس میں لڑتے تھے
قبیلہ در قبیلہ معرکے ہر سال پڑتے تھے
جو شہری تھے وہ فن و پیشہ و حرفت سے عاری تھے
مگر مکر و دغا بازی میں پورے کاروباری تھے
نہ کوئی کام کرتے تھے نہ کوئی کام آتا تھا
انہیں بے کار و کاہل بیٹھ رہنا دل سے بھاتا تھا
یہ جائز جانتے تھے مال کھا جانا یتیموں کا
لُٹانا دعوتوں میں مال شیوہ تھا کریموں کا
پدر فرزند کی بیواؤں کا حق چھین لیتے تھے
پسر اپنی حقیقی ماؤں کا حق چھین لیتے تھے
کوئی معیار ہی باقی نہ تھا شرم و شرافت کا
کہ رُتبہ بھیڑ بکری سے بھی کم تھا ایک عورت[1] کا

---

[1] ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونے کا رواج جو نہایت ادنیٰ اقوام میں پایا جاتا تھا۔ ان میں موجود تھا۔ مرد جس قدر عورتوں سے چاہتا شادی کر سکتا تھا۔ اور اس کے علاوہ جیسا کہ یورپ میں آج کل بھی رواج ہے۔ اپنے لئے جو بیبی رکھ سکتا تھا۔ ان میں نیوگ کی رسم بھی جاری تھی۔ عورت محض ایک جائداد سمجھی جاتی تھی۔ اس کا اپنے متوفی خاوند یا دوسروں کی وراثت میں کوئی حصہ تسلیم نہ کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ خود جائیداد موروثہ کا ایک حصہ قرار پا کر ورثے میں چلی جاتی تھی اور وارث چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور چاہتا تو کسی دوسرے سے کرا دیتا۔ یہاں تک کہ بیٹے اپنے باپ کی عورتوں کو ورثہ کا حصہ سمجھ کر ان سے شادی کر لیتے اور ان کو انکار کا حق نہ تھا (خیر البشر صفحہ ۲۳)

زنا و فحش کاری [illegible] ملکیت تھی
شراب [illegible] یہ عام عادت تھی

اگر [illegible] پیدا ہوتی تھی
اگر [illegible] جیتے [illegible] کرتے تھے

[illegible]
[illegible] تھے

[illegible] تھے
[illegible] تھے

[illegible]
[illegible]

[illegible] تھی
[illegible] تھی

[illegible] تھی
[illegible] تھی

[illegible] تھے
[illegible] تھے

[illegible] کا ذکر ہے کہ جن کی برداشت زبان اور کان نہیں کر سکتے۔ (خیر البشر صفحہ ۲۴)

[illegible]

[illegible] (خیر البشر [illegible])

[illegible] ہر [illegible] کا
کبھی انسانوں کو کہتے تھے [illegible] بستی کا

نہ سمجھے تھے [illegible] اللہ [illegible] کو
یہ [illegible] بچھڑے کو [illegible] گاؤں کو

نہ تھی پہچان [illegible] شجر [illegible] تھے ان کے
فلک پر انجم و شمس و قمر معبود تھے ان کے

[illegible] تھے [illegible] حجر [illegible] آتی ہے
[illegible] خدا [illegible] بت آتے ہے

[illegible] گھر تھا
وہ [illegible] عرب [illegible] گھر تھا

[illegible] آگ [illegible]
[illegible] نور [illegible] گئے

[illegible] تھا
[illegible] فطرت [illegible] انسان کا مقصد تھا

[illegible] والا
[illegible] توحید [illegible] کعبہ کا [illegible] ڈالا

[illegible] اللہ [illegible]
[illegible] بت اللہ کے گھر میں

[illegible] تھے
[illegible] خدا [illegible] تھے

[illegible] کا
[illegible] فتح [illegible] بت [illegible] جانے کا

بازارِ عکاظ

[illegible]
[illegible]

[illegible] کا
[illegible] بے دینی کا [illegible] جھگڑوں کا جھمیلوں کا

[illegible]

حدودِ مکہ سے دس کوس پر چھوٹا سا میداں ہے — جہاں خیمے لگے ہیں جمع اک انبوہِ انساں ہے
عرب کے لوگ اِس انبوہ کو بازار کہتے ہیں — برس کے بعد آ کر اِس جگہ کچھ روز رہتے ہیں
بنو کلب و بنو نہد و بنو تغلب، بنو کندہ — بنو اوس و بنو خزرج، بنو دوس و بنو عذرہ
بنو لخم و بنو مذحج، بنو طے و بنو اسلم — جہینہ اور خزاعہ اور بجیلہ اور بنو خثعم
یہ قحطانی قبائل دُور سے میلے میں آئے ہیں — سب اپنے اپنے بچّوں بیویوں کو ساتھ لائے ہیں
ہوازن اور عدنان اور غطفان اور اعصر بھی — غنی بھی، باہلہ بھی، عبس بھی ذبیان و عامر بھی
قریش و سعد و نصر و کعب و مرہ بھی فزارہ بھی — بنی تیم و بنی عدی سلول اور آلِ قار بھی
یہ عدنانی قبائل اور شاخیں بھی سبھی اِن کی — عرب کی سرزمینِ خشک اب تک مِلک ہے جن کی
جوان و پیر و مرد و زن یہاں آئے ہوئے ہیں سب — غرور و عُجب سے چہروں کو چمکائے ہوئے ہیں سب
تمازت سے بچانے کو کھڑے ہیں جابجا خیمے — زمیں کے جسم پر پرسوز کے چھالے ہیں یا خیمے
حجازی بدوؤں نے کالے کمبل تان رکھے ہیں — کھڑے ہیں اُونٹ بھی اور ساتھ ہی سامان رکھے ہیں
یمن، نجد و عراق و شام کے سوداگر آئے ہیں — پکھالیں کپیاں ستّو کھجوریں ساتھ لائے ہیں
کوئیں ہیں چند نخلستاں ہیں جن کے گرد میلا ہے — گھرے پڑتے ہیں پانی کے لئے لوگوں کا ریلا ہے
جوانانِ عرب کیا اینڈتے پھرتے ہیں راہوں میں — دلوں کے ولولے ڈوبے ہوئے ہیں سب گناہوں میں

ہر اِک نیم عُریاں عورتیں ہر سمت پھرتی ہیں
نہ گھیریں آکے مرد اِن کو تو خود جا جا کے گھرتی ہیں

قبائل کے جو ہیں سردار پُتلے ہیں رعُونت کے
عیاں ہیں ان کے ہر انداز سے انداز نخوت کے

کمر سے نیچے ہیں تہبند باقی جسم ننگے ہیں
وجاہت پر مگر تکرار ہے جھگڑے ہیں دنگے ہیں

ہیں ایسے مرد بھی اِن میں کہ منہ پر ہے نقاب ان کے
حیا ان کی نرالی ہے انوکھے ہیں حجاب ان کے

کمر سے کھول کر تہبند گھٹنوں پر لپیٹے ہیں
نہیں کچھ ستر کی پروا کہ یہ آدم کے بیٹے ہیں

شرابیں پی رہے ہیں اور قے بھی کرتے جاتے ہیں
شکم میں اور دامن میں نجاست بھرتے جاتے ہیں

دوشیزہ لڑکیاں مردوں کے آگے دف بجاتی ہیں
نشے میں جھومتی ہیں ناچتی ہیں اور گاتی ہیں

ذرا سی بات پر تلوار کھنچ جاتی ہے آپس میں
غضب کا شور و غوغا ہے کہیں گالی کہیں قسمیں

جاہلیت کی عبادت

سرِ شام اس سیہ کاری کا دامن اور بڑھتا ہے
شرابِ عیش پر دیوانگی کا رنگ چڑھتا ہے

صدائیں سیٹیوں کی اور گھڑیالوں کی آتی ہیں
عبادت کے لئے اِن بیوقوفوں کو بلاتی ہیں

[illegible] اپنے بُت کا ہر قبیلہ ساتھ لایا ہے
یہ مٹی کے خُدا ہیں اِن کو گہنوں سے سجایا ہے

بتوں پر اونٹ بکرے آدمی قربان ہوتے ہیں
غریب اِن پتھروں کے واسطے بیجان ہوتے ہیں

مگر ہیں اپنے ہبل کا اک غشی لگے ہیں
سبھی لگے گرد ان کو لات پہ تکیے [illegible]

بھار رکھا ہے پتھر کے خدا کو ایک پتھر پر
کھڑے ہیں گرد ایسے جیسے [illegible]

یہ کچھ کاہن ہیں جاہل عورتیں اور دف بجاتی ہیں
بہا کر اونٹ کا خون اپنی قربانی چڑھاتی ہیں

وہ دیکھو رکھے ہیں خوان جیسے [illegible] پر
وہ پتھر کا بنا ہے [illegible]

وہ دیکھو سب اسی پتھر کے آگے سر جھکاتے ہیں
زمیں پر [illegible]

بپا ہے وحشیانہ سیٹیوں کا شور ہر جانب
[illegible]

پجاری ہیں کہ جھومے ناچتے ہیں [illegible]
[illegible]

اچھلتے کودتے سب لوگ گرد اس بت کے پھرتے ہیں
[illegible]

بت پرستی

قبائل محو ہیں اس لعنتی طرزِ عبادت میں
یہ میلہ کلیتہً ڈوبا ہوا ہے بحرِ لعنت میں

یہ نقشہ دیکھ کر سورج نے آنکھیں بند کر لی ہیں
زمیں نے ہر طرف تاریکیاں دامن میں بھر لی ہیں

عکاظ کے میلے

اکھاڑہ شاعری کا دیدنی ہے اس جھمیلے میں
[illegible]

جوان و پیر و مرد و زن ہیں یک بیک جڑ کر بیٹھے
[illegible]

[illegible] جوانوں سے زیادہ بن کے بیٹھے ہیں
[illegible] مد مقابل بن کے بیٹھے ہیں

جو عورتیں بیٹھی ہوئی نخرے سے دکھاتی ہیں
یہ اپنے شوہروں اور آشناؤں کو لبھاتی ہیں

[illegible] نکلتی ہیں کہ ہم بالی ہیں
حیا ایسی کہ آدھے سے زیادہ جسم عریاں ہیں

یہ عشق و عاشقی اور غمزے [illegible] ان کو سکھاتے ہیں
حیا و شرم کے جوہر یہ ظالم خود مٹاتے ہیں

جوانوں [illegible] آنکھیں حیا داری سے خالی ہیں
نقاب افگندہ ہیں ان میں جو طبعاً شرم والی ہیں

غرض [illegible] سے ہوئے بیٹھے ہیں [illegible] کو
مزے سے سن رہے ہیں شاعروں کے سوز دل کو

قبیلے اپنے اپنے شاعروں پر فخر کرتے ہیں
قصائد اپنی اپنی شان میں سن کر [illegible] ہیں

وہ اٹھ کر ایک شاعر بر سر میدان آتا ہے
خود اپنی شان میں پورا قصیدہ کہہ کے لاتا ہے

قبیلہ میرا ایسا ہے ہیں خود ایسا ہوں [illegible]
میری جانبازی [illegible] میں [illegible] ناموں میں [illegible]

[illegible] ستم بھی [illegible]
وہ مجھ کو جاننے والا ہے [illegible]

فلاں بن فلاں ہوں میں [illegible] لئے نکلا ہوں
تحمل ہے مرا [illegible] سمندر میں شناور ہوں

بہت سی عورتوں سے عشقبازی کر چکا ہوں میں
اب اسی پر مر رہا ہوں پہلے اس پر مر چکا ہوں میں

فلاں بستی کی [illegible] کی عصمتیں ہونے لگا ہی ہیں
یہ بستی ہوئی آبادیاں ہیں جو تیرے اجاڑی ہیں

یہ عورت مجھ پہ مرتی ہے یہ عورت مجھ سے ڈرتی ہے
یہ مجھ سے ملتفت ہے اور وہ پرہیز کرتی ہے

مَیں اِس کو چھوڑ دوں گا اور اُسے قابو میں لاؤں گا
بغیرِ وصل دہنے ہاتھ سے کھانا نہ کھاؤں گا

غرض یہ شاعری دِکھلا کے شاعر بیٹھ جاتا ہے
تو پھر اک دُوسرا آتا ہے اور محفل جماتا ہے

بہا دیتا ہے سُوکھے دشت میں دریا فصاحت کے
دکھا دیتا ہے نقشے کھینچ کر اپنی حماقت کے

یہ شاعر اس طرح جن عورتوں کا نام لیتے ہیں
جنہیں فحش و زنا کاری کے یُوں الزام دیتے ہیں

مزا یہ ہے کہ ان میں سے یہیں موجُود ہیں اکثر
پھر ان میں بعض شوہر دار ہیں اور بعض بے شوہر

وہ سب بیٹھی ہُوئی ہنستی ہیں اِس افشار حالت پر
کوئی ذلّت کا دھبہ ہی نہیں گویا شرافت پر

ذرا کچھ آنکھ شرمائی تو اس نخرے سے شرمائی
بھری محفل میں گویا حُسن و خُوبی کی سند پائی

غرض شاعر پہ شاعر باری باری آئے جاتا ہے
زبانِ گرم سے بزمِ سخن گرمائے جاتا ہے

کوئی اِترا رہا ہے آبِ خنجر کی روانی پر
کوئی اکڑا ہُوا ہے اپنے فخرِ خاندانی پر

کسی کو فخر ہے اپنی شجاعت پر سخاوت پر
کسی کو ناز ہے اپنی فصاحت پر بلاغت پر

کوئی کہتا ہے ہم نے رہزنی میں نام اُچھالا ہے
کوئی کہتا ہے ہم نے عشق کو سانچے میں ڈھالا ہے

کوئی کہتا ہے ہم سفّاک ہیں، ظالم ہیں، قاتل ہیں
کوئی کہتا ہے ہم بے کار ہی رہنے میں کامل ہیں

بتاتا ہے کوئی تعداد لونڈی اور غلاموں کی
وہ لڑکا اتنے داموں کا یہ لڑکی اتنے داموں کی

یہ طرزِ خُود ستائی اِک زمانے سے نرالی ہے
یہ ہے اس ڈھول کی آواز جو اندر سے خالی ہے

میلے میں جنگ کا آغاز

یہ محفل گرم تھی لیکن یہاں اِک اور گُل پھُولا
اُٹھا شور اِک طرف سے شاعر اپنی داستاں بھُولا

پڑی اُفتاد کوئی ہو گئی بزمِ سخن برہم!
کوئی طُوفان اُٹھا جس نے کر دی انجمن برہم!

جمے تھے کان اِن کے شاعروں کی داستانوں پر
مغلّظ گالیاں کیوں آ گئیں ان کی زبانوں پر

یہ کیوں گالی گلوچ اور مار دھاڑ آپس میں ہوتی ہے
یہ عورت کون ہے کیوں پیٹتی ہے اور روتی ہے

یہ کیوں اُٹھی ہے خلقت تیغِ خوں آشام لے لیکر
پکارے جا رہے ہیں کیوں قبیلے نام لے لے کر

نظر آتی ہیں کیوں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں
یہ کس نے مار ڈالا سُرخ کیوں کر ہو گئیں دھاریں

سبب اس برہمی کا کچھ نہیں کھُلتا خُدا جانے
یہ باہم جنگ کیوں کرنے لگے ہیں اُٹھ کے دیوانے

سبھی اُلجھے ہوئے ہیں کون سُنتا کون کہتا ہے
مگر لاشوں پہ لاشیں گِر رہی ہیں خُون بہتا ہے

کوئی اتنا نہیں جو اِس لڑائی کا سبب پُوچھے
فروزاں کیوں ہُوئی یہ آتشِ قہر و غضب پُوچھے

کِسی پر چل گیا خنجر کِسی پر چل گیا بھالا
گِرا جو زخم کھا کر اس کو قدموں نے کچل ڈالا

فُغاں ہے شور ہے چیخیں ہیں شوریدہ نوائی ہے
بُتوں کی مِنّتیں ہیں اور بُھوتوں کی دہائی ہے

لہو سے اس زمیں کا نامۂ اعمال دُھلتا ہے
بہت سے کشت و خُوں کے بعد اتنا حال کُھلتا ہے

مگر اِک لڑکی نقاب اوڑھے ہوئے بیٹھی تھی بیچاری
ودیعت تھی جسے فطرت کی جانب سے حیاداری

شرارت کے لئے تاکا اُسے بعض اوباش لڑکوں نے
[illegible] تنگ کر دیا اوباش لڑکوں نے

[illegible] لوگ بیٹھے تھے کسی نے اُس کی [illegible]
[illegible] اُڑاتے تھے [illegible] تھی [illegible]

[illegible] کی حسن کی بجلی کو [illegible] صورت دکھائی دی
[illegible] قبیلے کی [illegible] دی

[illegible] حسن کے [illegible] آ گئے
[illegible] تلوار کی دیکھی تو وہ اُٹھی [illegible]

بچاؤ کی کوئی صورت جو سوجھی [illegible] کو
[illegible] پکار اُٹھے شرابی [illegible] قبیلوں کو

صدا سنتے ہی [illegible] کے لوگ بھی دوڑے ہوئے آئے
[illegible] طرفین کے [illegible]

اُٹھا اب خنجروں کی بجلیوں میں جوش سیلابی
[illegible] سر کٹ کٹ کے گرنے خون کی بارش [illegible]

پڑی بنیاد جونہی دو گھرانوں میں لڑائی کی
تو لازم تھا کوئی [illegible] اِن میں صفائی کی

مگر ان کی شریعت اور تھی جس پر یہ تھے عامل
[illegible] قبیلے ہو گئے [illegible] شامل

کوئی اِس کی حمایت میں کوئی اُس کی حمایت میں
[illegible] گئے اب [illegible] مشغول [illegible] میں

یہ سارے خود کو اسمٰعیل کی اولاد کہتے ہیں
مگر ہم تو انہیں [illegible] کہتے ہیں

[illegible]

اِس عہد میں دنیا بھر کی عام حالت

ہندوستان

[illegible] سے بھی زیادہ جاں تھا بد حالی دنیا کا
کہ ہر [illegible] تھا یا [illegible] دنیا کا

چمن تھا گلشنِ ہندوستاں جنت نشاں ہو کر
یہاں بھی موت چھائی ایک دن فصلِ خزاں بن کر

دکھائے تھے بہت کچھ آریوں نے گیان کے جلوے
[illegible] تھے رام اور کرشن [illegible] کے جلوے

[illegible] ہادی تھے مگر ان کو خدا کہنے لگے ہندو
[illegible] کو دیوی دیوتا کہنے لگے ہندو[1]

حکومت آ گئی ایسے ستمگاروں کے ہاتھوں میں
ہوئے تقسیم انسان اونچی نیچی چار ذاتوں میں[2]

[illegible] گوتم کی بشارت کو
[illegible] بت پرستی نے کیا برباد بھارت کو

اُجاڑا وام مارگ پنتھ[3] نے ایمان کا گلشن
سیہ کاری نے پھونکا دھرم کا گن گیان کا گلشن

---

[1] ہندوستان کے آرین ایسے وہم پرست ہوگئے کہ مخلوق میں سے کوئی چیز ایسی نہ رہی جس کو انھوں نے نہ پوجا ہو۔

[2] برہمن سب سے افضل ان سے اتر کر چھتری ان سے گھٹیا ویش اور تینوں سے گھٹیا شودر۔ آخر الذکر ایسے بدنصیب کہ ہندو تو سب ان کو جینے کا حق بھی نہیں دیتا حتیٰ کہ جس زمین پر اونچی تین قومیں چلتی پھرتی ہوں شودر کا سایہ بھی پڑ جائے تو وہ زمین گویا ناپاک ہوگئی۔ (مصنف)

[3] خود ہندو محققین مانتے ہیں کہ ویدک مت میں خرابیاں پیدا کرنے والے وام مارگی تھے ان لوگوں نے مذہب کی آڑ میں بدمعاشیوں اور فواحش کو رواج دیا اور دیوی دیوتاؤں کے ایسے قصے گھڑے جن سے ان کے لئے حرامکاری کا جواز ثابت ہو

نظریں گھٹ گئی کچھ اِس طرح انسان کی قیمت
کہ عصمت بن گئی ہر عیش کے سامان کی قیمت

چین

ہوئی برباد کنفیوشس[۱] کی وہ تہذیب آئینی
جہالت سے شکستہ ہو گئی ہر لعبتِ چینی
گرے غش کھا کے چینی بُدھ کی تصویر کے آگے
حوادث نے جگایا بھی نہیں جاگے نہیں جاگے

ایران

متاعِ فارس کو آتشکدوں[۲] نے خاک کر ڈالا
یہ پاک آتش ملی ایسی کہ قصّہ پاک کر ڈالا
سکندر کی چلی آندھی گلستانِ جم و کَے پر
تباہی چھا گئی ایران پر توران پر رَے پر
رہی اس قتل گہ میں خُونِ انسانی کی ارزانی
کیانی ظالموں سے بڑھ کے نکلی آلِ ساسانی
مٹے اس مُلک میں انسانیت کے عام جوہر بھی
کہ گھر میں ڈال لیتے تھے مجوسی اپنی دختر بھی

---

[۱] کنفیوشس چین کا ایک بہت بڑا مصلح مسیح سے کچھ مدت پہلے گزرا ہے۔ (مصنف)

[۲] موجودہ زمانہ کے پارسی اب بھی آگ کو خدا کا سب سے بڑا مظہر سمجھتے ہیں۔ اس مذہب کی ابتدا زرتشت سے ہوئی۔ پارسیوں کا عقیدہ ہے کہ زرتشت مسیح سے تیرہ سو برس پہلے شہر رَے یا ارمیاہ میں پیدا ہوا تھا۔ زرتشت اگرچہ توحید کا مبلغ تھا۔ لیکن اس کے ماننے والوں نے اس کی تعلیم کو مسخ کر کے یزدان و اہرمن دو خداؤں کی پرستش شروع کی۔ چونکہ یزدان روشنی کا منبع خیال کیا جاتا تھا اس لئے آگ کی تعظیم کرنے لگے۔ اور آخر کار آگ ہی کے پجاری بن گئے۔ (مصنف)

یورپ

فرنگستان میں ہر سُو اندھیرا ہی اندھیرا تھا
یہاں بھیڑیں تھیں جن کو بھیڑیوں نے آ کے گھیرا تھا
وہ رُومانی حکومت اِک جہاں میں دُھوم تھی جس کی
ہمیں تہذیبِ عُریاں آج بھی معلُوم ہے جس کی
وہ شیطانی تمدّن وہ گنہ کا آخری مامن
وہ شہرِ پُومپی آئی وہ ظُلم و جور کا مسکن
وہی رفعت گناہوں نے جسے پستی پہ دے مارا
کرو اس آخری شب کا مری آنکھوں سے نظارا

شہرِ پومپی آئی کی آخری رات

سیاہی بن کے چھایا شہر پر شیطان کا فتنہ
گناہوں سے لپٹ کر سو گیا انسان کا فتنہ
پناہیں حُسن نے پائیں سیہ کاری کے دامن میں
وفاداری ہُوئی رُوپوش ناداری کے دامن میں
میسّر ہیں زری کے شامیانے خُوش نصیبی کو
اُڑھا دی سایۂ دیوار نے چادر غریبی کو
مُشقّت کو سکھا کر خُوبیاں خدمت گذاری کی
ہُوئیں بے خوف بے ایمانیاں سرمایہ داری کی
لیا آغوش میں پُھولوں کی سیجوں نے امیری کو
مہیّا خاک ہی نے کر دیئے آسن فقیری کو
تڑپنا چھوڑ کر چُپ ہو گئے جی ہارنے والے
مزے کی نیند سوئے تازیانے مارنے والے
وہ رُوحانی وہ جسمانی عقُوبت کم ہُوئی آخر
غُلامی بیڑیوں کے بوجھ سے بے دم ہُوئی آخر

ہوئے فریادیوں پر بند ایوانوں کے دروازے
کہ خود محتاجِ درباں ہیں جہاں بانوں کے دروازے
ادائے ناز سے جا سوئی غفلت بادشاہوں کی
سُرور و کیف بن کر چھا گئیں نیندیں گناہوں کی
شرابیں پی پلا کر ہو گئے خاموش ہنگامے
بالآخر نیند آئی سو گئے پُرجوش ہنگامے

تھما جب زندگی کا جوش پرخاشِ اجل جاگی
عمل کو دیکھ کر مدہوش پاداشِ عمل جاگی
اُٹھایا موت نے پتھر جہنم کے دہانے سے
جہاں آتش کا دریا کھولتا تھا اک زمانے سے
بلندی سے تباہی کے سمندر نے کیا دھاوا
چٹانوں کے جگر سے پھوٹ نکلا آتشیں لاوا
دکھا دی آگ ایوانوں کو مظلومی کی آہوں نے
اُٹھائے شعلہ ہائے آتشیں بےکس نگاہوں نے
اُٹھیں مختار بن کر بےکسی کے خون کی موجیں
حصارِ مرگ نے محصور کر لیں جنگ جو فوجیں
نہ حسن و عشق نے پائی اماں قہرِ الٰہی سے
وہی پاداش امیری سے فقیری سے نہ شاہی سے
ستاروں کی نگاہوں نے دھواں اُٹھتا ہوا دیکھا
مگر خورشید نے کچھ بھی نہ مٹی کے سوا دیکھا

یورپ، عیسائی ہو جانے کے بعد

وہ رُومانی کہ جن کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے
یہ جو شہروں کو جلا کر ایک دم میں خاک کرتے تھے
خُود ان کے شہر کا جلنا نمونہ تھا یہ عبرت کا
یہ قدرت کی طرف سے تازیانہ تھا نصیحت کا[1]
مگر یہ لوگ باز آئے نہ ظلم و جور سے ہرگز
کوئی راحت نہ پائی دہر نے اِس دَور سے ہرگز
یہ پیرو ہو گئے آخر مسیحِ ابنِ مریم کے
تو لازم تھا کہ ان کے دل میں نُورِ ایمان کا چمکے[2]
مگر یہ سب پُجاری بن گئے تصویرِ عیسےٰ کے
رکھا مریم کا بُت بھی ساتھ ہی اندر کلیسا[3] کے
اندھیرا شرک کا ان مشرکوں کی عقل پر چھایا
کہ عیسیٰ کو خُدائے پاک کا فرزند ٹھہرایا

---

[1] وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (پ ۲۶ ق ع ۵)
کتنی قومیں ہلاک ہو گئیں جو ان سے زیادہ مضبوط تھیں۔ انہوں نے شہروں کو چھان ڈالا تھا۔ ہے کوئی جگہ بھاگنے کی ——!

[2] دین عیسوی اپنے ابتدا ہی میں بدعتیوں کی غلط اندازی سے مسخ ہو گیا تھا۔ پولوس یا سینٹ پال نے یونان اور روم کے شہروں میں پھر پھر کے دین مسیحی کو مشرکین کے عقائد کے قالبوں میں ڈھالا اور پھیلانا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ بہت جلد جوپیٹر اور زیوس دیوتاؤں کو ماننے والے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا یعنی ابن اللہ کہنے اور خدا کی خدائی کا شریک اور منتظم مانتے گرداننے لگے۔ (مصنف)

[3] رومن کیتھولک عیسائی اب تک گرجوں میں مسیح کی تصویر کو پوجتے ہیں۔ اور ان کے کئی فرقے ایسے ہیں۔ جو خدا اور اس کی والدہ حضرت مریم کے پرستار ہیں۔ اور نعوذ باللہ ان کو خدا کی بیوی کہتے ہیں۔ (مصنف)

بدل دی سر بسر انجیل کی تعلیم قصوں میں خدا کو کر دیا تقسیم پورے تین حصوں میں
خدا، رُوح القدس، عیسیٰ یہ تین ان کے خدا ٹھہرے جفا و ظلم ان کی زندگی کا مدعا ٹھہرے[1]
یہی مذہب مُسلّط ہو گیا یورپ کے خطّے پر اسی کے سامنے مصر و حبش نے بھی جھکایا سر[2]
یہ فتنے جب مسیحِ ناصری کے نام پر جاگے یہودی ان سے تنگ آئے تو پھر کنعان سے بھاگے
ہُوئے قابض زمینِ شام پر شاہانِ یونانی مقابل ہو گئے آتش پرستوں کے یہ نصرانی
لڑائی چھڑ گئی ایرانیوں کی اہلِ یُوناں سے جانداری کی اس بازی نے بدلے بارہا پانسے
کبھی نصرانیوں کی فتح، گہ آتش پرستوں کی یہ جنگ اِک موت تھی گویا غریبوں زیردستوں کی[3]

یہودیوں کی عام حالت

یہُودی قوم کی حالت کا قصہ سن چکے ہو تم سر ان لوگوں کی نافرمانیوں پر دُھن چکے ہو تم
یہ سب اندھے گئے ٹھکرا کے عیسیٰ کی منادی کو یہ سولی پر چڑھانے لے گئے اُس پاک ہادی کو

---

[1] سنہ ۳۲۵ء قسطنطین اعظم شہنشاہ روم نے یہی پولوس کا سکھایا ہوا دینِ عیسوی قبول کیا۔ اور خود عیسائی مورخین اس امر کے قائل ہیں کہ اس نے اس دین کو بزورِ شمشیر پھیلانے کی ابتدا کی۔ (مصنف)

[2] ابی سینیا چوتھی صدی مسیحی میں ہوا۔

[3] چھٹی صدی عیسوی میں یہ جنگ زوروں پر تھی۔ (مصنف)

صحف میں جہاں موقع مِلا تحریف کر ڈالی — یہودی قوم کی ہر صفحہ پر تعریف کر ڈالی
رہے برباد دُنیا میں، مِلا نیّت کا پھل اِن کو — وطن سے بے وطن کرتے رہے اِن کے عمل اِن کو
پراگندہ ہُوئے آخر فرنگ و مصر و بربر میں — عرب میں آ بسے کچھ ارضِ یثرب اور خیبر میں
مگر فتنے اُٹھانا بس گیا تھا ان کی فطرت میں — دغا مکر و فریب احساں فراموشی تھی خصلت میں

بیاں کر دی ہی میں نے مختصر حالت زمانے کی
یہاں سے ابتدا ہوتی ہے اب میرے فسانے کی

* * *

ساقی نامہ

فضاؤں پر مسلّط لشکرِ جنّات ہے ساقی قیامت خیز طوفاں ہے اندھیری رات ہے ساقی
اُٹھی ہے لعنتی تہذیبِ نَو سیلاب کی صورت ہے جس کے حلقۂ ہر موج میں گرداب کی صورت
تلاطم خیز طوفان ہے گناہوں کے تھپیڑے ہیں الٰہی خیر ہو ایمان کے کمزور بیڑے ہیں
ہوائے شیطنت کمزور بیڑوں کو ڈبوتی ہے مگر اولادِ آدم تختۂ غفلت پہ سوتی ہے
مَیں انسانوں کو اس طوفانِ ذلّت سے بچاؤں گا مَیں ان سوتے ہوئے شیروں کی غیرت کو جگاؤں گا
وہی ضیغم جو تیرہ سو برس پہلے دہاڑے تھے وہی پنجے جو حق نے سینۂ باطل میں گاڑے تھے
مجھے ان کو اُٹھانا ہے مجھے ان کو جگانا ہے پرانی گونج سے غوغائے باطل کو مٹانا ہے
پلا ساقی پلا وہ شعلۂ صہبائے ایمانی کہ اُٹھ جائیں مسلماں بن کر [illegible]
دہانِ خام میں ٹپکا وہ بادہ اپنے ساغر سے کہ جس کا قطرہ قطرہ تازیانوں کی طرح برسے
شرابِ معرفت کا از سرِ نو جام بھر ساقی رگوں میں پھر گھمانا آتشیں اسلام [illegible]

پلا مجھ کو پلا ساغر اُسی صہبائے وحدت کا کہ جس کی موج سے مُنہ پھیر دوں ہر فوجِ کثرت کا
مئے توحیدِ کہنہ کا اٹھا سربستہ خُم ساقی سُنا مُژدہ دلوں کو پھر وہی آوازِ قُم ساقی
مری فطرت کو ساقی بے نیازِ دو جہاں کر دے پیالہ سامنے دھر دے قلم میں زندگی بھر دے
زمانے میں نہیں مقصود میرا جز خُدا کچھ بھی
مرے مُنہ سے نہ نکلے گا صداقت کے سوا کچھ بھی

⁂

مَیں نے یہ ساقی نامہ ۱۹۲۷ء میں لکھا تھا۔ اس وقت اس برِ عظیم میں مسلمان ایسی لمبی تان کر سو رہے تھے کہ ان کا جاگنا اور مردانہ وار زندگی کا ارادہ کرنا خیال میں بھی نہ آ سکتا تھا۔ آج میں پچاس برس کا ہوں۔ مَیں نے یہ سارا زمانہ اس ملک کے مسلمانوں کو اس کتاب کے اشعار خود اپنی زبان سے سنانے اور دور و دراز گوشوں میں طبع شدہ آواز پہنچانے میں صرف کئے ہیں۔ آج ۱۹۴۹ء ہے۔ مسلمانوں نے زندگی کا ثبوت دیا ہے اور پاکستان قائم کر لیا ہے۔ شاید مسلمانوں کو جگانے کے سلسلے میں اللہ نے میری اس آواز سے بھی کام لیا ہے جو شاہنامہ کے اشعار میں بلند ہے۔

حفیظ

باب سوم

پیغمبرِ آخر الزماں کی ولادت سے قبل کا زمانہ

غلبۂ باطل اور شیطان کا غرور

اندھیرا چھا چکا جب ظلم کا دنیائے ہستی پر ہوا شیطاں مسلط ہر بلندی اور پستی پر
پہاڑوں پر چڑھا شیطاں زمیں پر اک نظر ڈالی نظر آئی اُسے ہر مملکت ایماں سے خالی
بہت ہی خوش ہوا نازِ تکبّر عود کر آیا ہنسا اور کفر کے زباں [illegible]
کہ میں ہوں میں ہی میں ہوں بادشاہ اقصائے عالم کا مرے قدموں کے نیچے تخت ہے اولادِ آدم کا
زمیں کو چار جانب سے مری ظلمت نے گھیرا ہے مرے دامن کے نیچے اب اندھیرا ہی اندھیرا ہے

یہی انساں ہے کیا وہ اسی انسان کا دَر تھا
ازل میں سامنے جس کے مرا جھکنا مقدر تھا
مرے قدموں پہ ہے اب جو مرے سجدے کا طالب تھا
ابتک میں ہی غالب ہوں ازل کے دن بھی غالب تھا
اگر میں راندۂ درگاہِ باری ہوں تو یہ بھی ہے
اگر مَیں قابلِ دوزخ ہوں ناری ہوں تو یہ بھی ہے
یہ کہہ کر تن گیا منحوس پر پھیلا دیئے اپنے
مُرید اور چیلے چانٹے نام شیطاں کا لگے جپنے

پیغمبر آخرُ الزّماںؐ کے والد عبدُاللہ

زمیں سے آسماں تک واقعی گہری سیاہی تھی
کہ جرمِ ماہ سے شاہی اسی کی تا بماہی تھی
یکایک جا پڑیں اس کی نگاہیں سنگِ اَسود پر
ہوا لرزہ سا طاری شیطنت پر فطرتِ بد پر
یہ پتھر مرکزِ عالم کا اک ثابت ستارا تھا
اسے جنّت سے حق نے ساتھ آدمؑ کے اُتارا تھا
قریبِ سنگِ اَسود اک جوانِ ہاشمی دیکھا
گروہِ ابنِ آدم میں نرالا آدمی دیکھا
نظر آیا کہ اس کے گِرد ہے اک نُور کا ہالا
زمیں پر جس کے باعث ہی فروغِ عالمِ بالا
وہی نُورِ ازل معصُوم چہرے سے ہویدا ہے
ازل سے جاودانی کامرانی جس پہ شیدا ہے
نرالے نوجواں کو دیکھ کر شیطان تھرّایا
جھلک ایمان کی دیکھی تو بے ایمان تھرّایا
زمیں ہلنے لگی کمبخت ایسے زور سے کانپا
خُدا کی قدرتیں غافل نہیں، شیطان نے بھانپا

marfat.com

یہ عبدالمُطّلب کا نوجواں فرزند عبداللہ
نہیں ہے ملتفت کیوں جانبِ اصنامِ بیت اللہ
اُٹھا رکھی ہے کیوں سُوئے فلک پُرنور پیشانی
نظر آتا ہے کیوں ایوانِ فرش و عرش نورانی
ڈرا شیطاں سمجھ میں آگیا مقصد مشیّت کا
نظر آیا کہ یہ لڑکا ہے جوہر آدمیت کا
دلِ ناپاک سے بُغض و حسد کا اِک دُھواں اُٹھا
جگر سے اپنی مثلِ شعلۂ آتش فشاں اُٹھا
اُٹھا غصّے میں اور اس نوجواں سے جنگ کی ٹھانی
مشیّت کے مقابل اپنی حیثیت نہ پہچانی
لگا اِک وسوسہ بن کر جواں کے گِرد منڈلانے
نگاہ و دل کی عفّت کو لگا رستے سے بہکانے
رہا کچھ دیر تک شیطان اپنی سعیِ باطل میں
نہ داخل ہو سکا لیکن یہ عبداللہ کے دل میں
خُدا کا فضل تھا ہر دم شریکِ حالِ عبداللہ
نبیؐ کا سایۂ اقبال تھا اقبالِ عبداللہ

بنتِ مُرّ الخثعمیہ اور شیطان

جواں نے کعبہ سے جب گھر کی جانب قصد فرمایا
تو شیطاں اس سے پہلے جانبِ گھر چلا
یہاں پر بنتِ مُرّ الخثعمیہ اک حسینہ تھی
حسینہ تھی مگر اطوار و عادت میں کمینہ تھی
وہ پہلے سے جمالِ حسنِ عبداللہ پہ مرتی تھی
مگر عرضِ تمنا کر نہیں سکتی تھی ڈرتی تھی

اچانک ہو گیا اس پر مُسلّط رنگِ شیطانی　　رگوں میں بیحیائی بن کے دوڑا خُونِ حیوانی[1]
اُدھر سے آ رہا تھا یہ جوانِ پاک سیرت بھی　　جسے آنکھیں جُھکا کر شہر میں چلنے کی عادت تھی
ہُوئی آ کر اچانک اب وہ عورت راہ میں حائل　　نکالیں منہ سے بے شرمی کی باتیں سخت لاطائل
کہا سو اُونٹ لے لے اور مری جانب توجہ کر　　شرابِ وصل کی خاطر گری ہُوں تیرے قدموں پر
مرے گھر میں شرابِ ناب بھی موجود ہے پیارے　　در اندازوں کا رستہ ہر طرف مسدود ہے پیارے
کہاں جاتا ہے آ مل کر جوانی کے مزے لوٹیں　　اندھیری رات میں جوشِ نہانی کے مزے لوٹیں
حیا و شرم کے باعث اِدھر گردن خمیدہ تھی　　اُدھر عورت وفورِ جوشِ خُوں سے آبدیدہ تھی
اب اُس نے اس طرح دستِ جوان کو زور سے کھینچا　　زبردستی اُٹھا کر لے ہی جائے گی اسے گویا

---

[1] رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۱۰۶ اسردار عبد اللہ کی عفتِ نفس کا ایک واقعہ ابو نعیم و خرائطی و ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنتِ مر الخثعمیہ نے ان سے اظہارِ محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے سو اونٹوں کا عطیہ ان کو دینا چاہا۔ لیکن انہوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا:۔

اما الحرام فالممات دونہ　　والحل لا حل فاستبینہ
فکیف الی الموء الذی تبغینہ　　یحمی الکریم عرضہ ودینہ

ترجمہ۔ فعلِ حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مرجانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بیشک میں پسند کرتا مگر اس کے لئے اعلان ضروری ہے۔ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو۔ مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے +

سردارِ عبدُاللہ کی پاکیزگی

بدی کے جوش کو پایا جو یُوں ایمان کا طالب
جلالِ ہاشمی کی شرم پر غُصّہ ہُوا غالب

کراہت اور نفرت سے جھٹک کر ہاتھ عورت کا
زباں سے اِس طرح گویا ہُوا پُتلا شرافت کا

مُجھے معلُوم ہے کرتے نہیں اشراف کام ایسا
سمجھتا ہوں مَیں بدتر موت سے فعلِ حرام ایسا

اگر تو عقد کو کہتی تو شاید مان جاتا مَیں
مطابق رسمِ قومی کے تجھے بیوی بناتا مَیں

مگر تو نے تو بے شرمی دکھائی اور بہکایا!
فریب و مکر سے مُجھ کو گنہ کرنے پہ اُکسایا!

تری صورت سے بھی ہے اب مجھے احساس نفرت کا
شریف انساں پہ لازم ہے بچانا دین و عزت کا

متانت سے کہا جو کچھ کہا جھڑکا نہ دی گالی
فقط جاتے ہُوئے مردانہ غُصّے کی نظر ڈالی

دکھائی مردِ عالی ظرف نے جب شوکتِ ایماں
ہُوئی شرمندہ عورت پست ہو کر رہ گیا شیطاں

غرض اس حادثے کے بعد عبد اللہ گھر پہنچا
سلامت لے کے ایماں کو پسر پیشِ پدر پہنچا

جلالِ ہاشمی سے مُشتعل تھا چہرۂ انور
کہ تھا عورت کی گُستاخی کا صدمۂ غم تھا دل پر

پدر نے برہمی کا حال اس سے پوچھنا چاہا
پسر چُپ تھا کہ چُپ رہنا ہی غیرت کا تقاضا تھا

کہا بابا طبیعت آج گھبرائی ہُوئی سی ہے ... اُداسی کی گھٹا دل پر مرے چھائی ہُوئی سی ہے
اجازت ہو تو مَیں بہرِ شکار اِک دن چلا جاؤں ... دلِ آبادی سے گھبرایا ہُوا ہے اِس کو بہلاؤں
پدر بولا کہ اے جانِ پدر اچھا چلے جانا ... مگر دو اِک مسلّح خادموں کو ساتھ لے جانا
مجھے اکثر تمہاری جان کا رہتا ہے ڈر بیٹا ... نہ جانے بات کیا ہے کیوں ہے یہ بیم و خطر بیٹا
وہاں دن بھر ٹھہرنا شام ہوتے گھر چلے آنا ... جونہی سُورج چھپے تم شہر کے اندر چلے آنا

شیطان اور یہُودی

اِدھر اِن باپ بیٹوں میں تو یہ تقریر ہوتی تھی ... شکارِ آہُوانِ دشت کی تدبیر ہوتی تھی
اُدھر شیطان ناکامی پہ سر دُھنتا ہُوا نکلا ... خُود اپنے دل سے لعنت کی صدا سُنتا ہُوا نکلا
نظر دوڑائی ہر جانب بلندی پر کھڑے ہوکر ... بھیانک تھا ڈرانا تھا پہاڑوں کا سیہ منظر
تھا آدھی رات کا عالم خموشی ہی خموشی تھی ... اندھیرے کے سبب سے ہر گنہ کی عیب پوشی تھی
حرم سے فاصلے پر دامنِ کہسار کے اندر ... نظر آئی اسے اِک روشنی سی غار کے اندر
مسافر کچھ وہاں بیٹھے ہُوئے اِس کو نظر آئے ... خیال آیا کہ شاید میرا مطلب اِن سے بر آئے
اُترا شیطان فوراً اس پہاڑی سے دُھواں بن کر ... پہنچ کر اس جگہ کچھ دیر ٹھہرا غار کے در پر

marfat.com

مسافر تھے یہودی قوم کے یہ پانچ سوداگر
کہ پلٹے جا رہے تھے شہر مکّے سے سوئے خیبر

یہاں ٹھہرے تھے شب کو صبحدم پھر اُٹھ کے چلنا تھا
بچا کر بدّوؤں سے راہ کترا کر نکلنا تھا

پڑھے لکھّے تھے باتیں کر رہے تھے قوم و مذہب کی
انہیں اس رات میں بھی سُوجھتی تھی اپنے مطلب کی

کیا ذکر ایک نے توراۃ کی پیشین گوئی کا
کہ صحرائے عرب میں ظاہر اک سچّا نبی ہوگا

سُنی یہ بات تو اک دُوسرا دعوے سے بول اُٹھا
نبی ہوگا تو وہ بیشک ہماری قوم سے ہوگا

پیمبر جُز بنی یعقوبؑ پیدا ہو نہیں سکتا
کسی سے بھی زمانے میں یہ دعویٰ ہو نہیں سکتا

کہا پھر تیسرے نے ہم پہ راضی حق تعالیٰ ہے
ہماری برگزیدہ قوم سب قوموں سے بالا ہے

کہا چوتھے نے وہ سچّا نبی یثرب سے اُٹھے گا
جو سچ پوچھو تو وہ ہوگا ہمارے ہی قبیلے کا

تڑپ کر پانچواں بولا نہیں ہم میں سے ہوگا وہ!
اگر ہوگا تو بیشک [illegible] ہم میں سے ہوگا وہ!

غرض پانچوں ہی اپنی بات پر اصرار کرتے تھے
دلیلیں دیتے تھے بحثیں بہت [illegible] تھے

اُدھر شیطاں کہ عیّاری و مکّاری میں ہے ماہر
بظاہر اک مقدّس شکل میں ان پر ہوا ظاہر

سفید اس کی بھویں بُراق سی داڑھی تھی نُورانی
چمکتی تھیں مثالِ شعلہ آنکھیں اور پیشانی

عصا ہاتھوں میں اور لانبی سی اک تسبیح گردن میں
بہت ڈھیلی عبا چُھپ جائے انساں جس کے دامن میں

اندھیرے سے نکل کر روشنی میں اس طرح آیا
یہودی ڈر گئے اور دفعتہً ہر ایک چلّایا

کہ اے ربّی ہمارے حال پر لُطف و کرم فرما
ترے بندے ہُوئے جاتے ہیں کرتے ہیں تجھے سجدہ

مگر شیطاں نے دی ان کو تسلّی اور یُوں بولا
نہایت عارفانہ شان سے اُس نے دہن کھولا

کہ اے بچّو میں اُترا ہوں تمہیں تلقین کرنے کو
تمہارے مذہبی مَیلان پر تحسین کرنے کو

نبی کے مسئلے پر تم جھگڑتے تھے جو آپس میں
مَیں سُنتا تھا وہاں بیٹھا ہوا بَیت المقدّس میں

خیال آیا کہ چل کر تم کو سیدھی راہ بتلاؤں
یہُودی قوم کے اِک فائدہ کی بات سمجھاؤں

سنو اک بات کہتا ہوں بہت ہی رازداری کی
مخالف ہیں تمہارے طاقتیں پروردگاری کی

وہ عبدُ المُطّلب جو آج کل سردارِ مکّہ ہے
قریشی ہاشمی ہے مالک و مختارِ مکّہ ہے

پسر ہے اُس کا عبداللہ تم اُس کو جانتے ہو گے
اسے مکّہ میں دیکھا ہو گا اور پہچانتے ہو گے

وہی لڑکا ہے جس کے صُلب سے ہو گا نبی پیدا
مشیّت آج کل ہے آلِ اسمٰعیلؑ پر شیدا

مرے بچّو نبی پیدا ہُوا گر اس گھرانے میں
نہیں ہے پھر کوئی اپنا ٹھکانا اِس زمانے میں

وہ اسمٰعیلؑ کی اولاد کو شاہی دلائے گا
یہُودی قوم کے حصّے میں پھر کُچھ بھی نہ آئے گا

یہُودی قوم پر گویا خُدا نے قہر ڈھایا ہے
مجھے یہ اَمرِ پوشیدہ فرشتوں نے بتایا ہے

یہ قصّہ سنتے ہی جوش آگیا پانچوں لعینوں کو
حسد سے بھر دیا شیطان نے تاریک سینوں کو

وہ بولے واقعی ہم پر ہمیشہ ظلم ہوتا ہے
نوازِش دُوسروں پر ہے خُدا ہم کو ڈبوتا ہے

کہا شیطاں نے ایسی بات مُنہ سے مت نکالو تم
بھلا چاہو تو اس لڑکے کو جا کر مار ڈالو تم

سحر کے وقت وہ ان وادیوں میں آنے والا ہے
شکارِ آہواں سے اپنا دل بہلانے والا ہے

اُٹھو تم بھی یہاں سے اور کرو جا کر شکار اُس کو
نہ جانے دو یہاں سے آج زندہ زینہار اُس کو

کہاں تک رنج اُٹھاؤ گے یہ جھگڑا ہی چکا ڈالو
کوئی خطرہ نہیں ہے دل سے اندیشے مٹا ڈالو

تم اِس کارِ عظیمہ میں مری امداد پاؤ گے
بڑی شوکت ملے گی مال لاتعداد پاؤ گے

مری امداد سے تم کو حکومت ہاتھ آئے گی
یقیں رکھو تمہاری بادشاہی پھر نہ جائے گی

نہ مانو گے تو پھر اِس کا ملے گا تم کو خمیازہ
جو چاہو تو ابھی کر لو مری طاقت کا اندازہ

یہ کہہ کر ایک پتّھر پر نگاہ شیطان نے ڈالی
اُڑا پتھر جگہ سے باوجودِ بے پر و بالی

بلندی پر تڑاقے سے پھٹا شعلہ ہُوا پیدا
پھر اس سے اک ہیولیٰ پانچ گھوڑوں کا ہوا پیدا

مرصّع تھے یہ گھوڑے جنگ کے ہر ساز و ساماں سے
یہ ساماں بھی مرصّع تھا عقیق و لعل و مرجاں سے

کہا شیطاں نے، یہ لو میں تمہیں رہوار دیتا ہوں
ہر اک کو ایک اک شمشیرِ جوہر دار دیتا ہوں

سحر کے وقت نکلو غار سے میدان میں جاؤ
وہیں اُس نوجواں کو قتل کر ڈالو جہاں پاؤ

یہ کہہ کر دیکھتے ہی دیکھتے شیطان غائب تھا
اسے مدِّ نظر اس وقت اظہارِ عجائب تھا

یہودی رہ گئے حیران اس زورِ کرامت پے
بھروسا ہو گیا اب اُن کو اس کی [illegible]

لگے کہنے کہ یہ طاقت نہ دیدہ ہے نہ شنیدہ ہے
یہ بڈھا واقعی کوئی بڑا ہی برگزیدہ ہے
ہم اس کی بات پر پورا عمل کر کے دکھا دیں گے
حصولِ بادشاہی کے لئے جانیں لڑا دیں گے

سردار عبداللہ پر یہودیوں کا حملہ

اُٹھیں مشرق سے نورانی شعاعیں برچھیاں تانے
بچھا رکھے تھے لیکن دام دشت و کوہ و صحرا نے
مگر سورج نے ان کو مکر کی پاداش دی آخر
اندھیرے کو اُجالے نے شکستِ فاش دی آخر
شبِ دیجور کے پردے سے مہرِ ضو فشاں نکلا
جوانِ ہاشمی بہرِ شکارِ آہواں نکلا
اِدھر پانچوں یہودی بھی اندھیرے غار سے نکلے
یہ بزدل گھڑ چڑھے اس دامنِ کہسار سے نکلے
جوانِ ہاشمی کی جستجو تھی اِن کمینوں کو
کہ شیطاں نے حسد سے بھر دیا تھا اِن کے سینوں کو
بہر سو جھانکتے پھرنے لگے حیران و سرگرداں
لئے دل میں اُمید و بیم کا دریائے بے پایاں
یکایک فاصلے پر ٹاپ گھوڑے کی سُنائی دی
بالآخر نوجواں کی چاند سی صورت دکھائی دی
یہ عبداللہ تھا، اور اس گھڑی بالکل اکیلا تھا
مسلّح خادموں کو دُور پیچھے چھوڑ آیا تھا!
تعاقب میں ہرن کے آ رہا تھا برق دم گھوڑا
سوارِ ہاشمی نے تاک کر تیرِ قضا چھوڑا
نشانے پر پڑا ناوک نشانہ ہو گیا آہو
گِرا، گِر کر اُٹھا آہو، پھر اُٹھا پھر گِرا آہو

marfat.com

وہیں ناوک فگن بھی دُوسری ساعت میں آپہنچا
اُتر کر زین سے نخچیر آہو کے قریب آیا
ارادہ تھا کہ باندھے ذبح کر کے پشتِ توسن سے
سراسر بے خبر تھا کیدِ صیادانِ پُرفن سے
یہودی گُھڑ چڑھیوں نے دفعتہً پیدل کو آگھیرا
نظر تلوار آئی دیدۂ حیراں جدھر پھیرا
مگر یہ شیر تلواروں کے سائے سے نہ گھبرایا
مثالِ برق کوندا پشتِ توسن پر چلا آیا
پکارا یہ تو بتلاؤ کہ حملے کا سبب کیا ہے
وہ بولے ایک ہی مقصد ہے تجھ کو قتل کرنا ہے

پانچ شیطان، ایک بندۂ رحمان

جونہی پانچوں نے تلواروں سے حملہ کر دیا یکدم
اکیلا بھڑ گیا ناچار ان سے ہاشمی ضیغم
لئے پہلے تو جُھک کر وار اپنی ڈھال پر اس نے
چُرا کر جسم سارا کر لیا زیرِ سپر اس نے
بڑی پُھرتی سے پھر مشّاق گھوڑے کو دیا کاوا
ذرا ہٹ کر سنبھل کر ان پہ نیزے سے کیا دھاوا
یہ نیزہ ایک کے سینے سے پہلو توڑ کر نکلا
بقیہ عمر کا رشتہ قضا سے جوڑ کر نکلا
یہودی چیخ اُٹھے یہ سانحہ یک دم گذرنے سے
ہُوئے اب اور بھی سفاک اک ساتھی کے مرنے سے
ہُوئے محتاط گھیرا نوجواں کو اِس طریقے سے
کہ لڑنا ہو گیا اس کے لئے مشکل سلیقے سے
مگر پھر بھی وہ نعرے مار کر اُن پر جھپٹتا تھا
برابر زخم کھاتا تھا مگر پیچھے نہ ہٹتا تھا

اگرچہ یہ بہادر ہمت و جرأت میں یکتا تھا گروہ چار تھے، کم عمر تھا یہ اور تنہا تھا
دکھائی اِس جری کے بازوؤں نے دیر تک چُستی بالآخر خُون بہ جانے سے آئی جسم میں سُستی

وہب بن عبد مناف والدِ سیّدۂ آمنہ رضؓ

بنو زہرہ میں اِک مردِ معمّر وہب نامی تھا قریشی نسل میں یہ شخص بھی ماہ تمامی تھا
تھی اس کے گھر میں اِک دختر جو ایسی پاک سیرت تھی کہ اس کی ذات سے لفظِ حیاداری کی عزّت تھی
عرب میں آمنہ رضؓ مشہور تھا نام اس عفیفہ کا (اسی کی گود گہوارہ بنی دینِ حنیفہ کا)
بہت ہی فکر رہتی تھی پدر کو عقدِ دختر کی بنی ہاشم میں تھی اس کو تلاش و جستجو بَر کی
روایت ہے کہ اُس دن ہو گیا تھا اونٹ گُم اس کا وہ اس کو ڈھونڈتا پھرتا تھا اِس جانب بھی آنکلا
بلندی سے اسے اس جنگ کا نقشہ نظر آیا یہودی قاتلوں کے بس میں اک لڑکا نظر آیا
نظر آیا وہ لڑکا برسرِ پیکار چاروں سے بہت ہی تن دہی سے لڑ رہا تھا پختہ کاروں سے
خیال آیا کہ ملنی چاہیئے امداد لڑکے کو مبادا قتل کر دیں مِل کے یہ جلّاد لڑکے کو
مگر اُٹھا جونہی امداد کرنے کے ارادے سے نہ جانے کیوں اُلجھ کر رہ گیا اپنے لبادے سے
پھر اُٹھا جب دوبارہ پاؤں پھسلا ایک پتھّر سے چٹان اُبھری ہُوئی تھی ایک وہ ٹکرا گئی سر سے

marfat.com

اٹھا پھر تیسری بار اور چاہا جلد اُتر جاؤں   جوانِ ہاشمی کو قتل ہونے سے بچا لاؤں
مگر اب کے ہُوا اک اژدہا اس راہ میں حائل   کہ جس کے خوف سے ساری عزیمت ہو گئی زائل
یہ مرد اب دُور ہی بیٹھا ہوا حسرت سے تکتا تھا   جوانِ ہاشمی کے واسطے کچھ کر نہ سکتا تھا
نظر آیا کہ لڑکا سُست ہے زخموں کی شدت سے   یہودی پے بہ پے حملے کیے جاتے ہیں قوت سے
خیال آیا مری آواز سے شاید وہ ڈر جائیں   یہاں اک شخص کو موجود سمجھیں اور باز آئیں
مگر جونہی یہ سوچا اور نعرہ مارنا چاہا   وہیں گھونٹا کسی نے حلق اور جھٹکا دیا مجھ کو
حقیقت میں یہ سب شیطان کی فتنہ طرازی تھی   [illegible] اتنے میں ہر رکاوٹ حیلہ سازی تھی
رہی جب اس طرح ہر مرتبہ تدبیر ناکارہ   نظر آیا نہیں تقدیر سے انسان کو چارہ
مگر اس بے گنہ کا قتل ہونا میں نہ دیکھوں گا   نہیں کچھ اور کر سکتا تو آنکھیں بند کر لوں گا
مگر اتنے میں اس کو اور ہی نقشا نظر آیا   زمیں سے تا فلک اک نُور کا جلوہ نظر آیا
نظر آیا اُترنا چار نُورانی فرشتوں کا   اور ان کو دیکھتے ہی بھاگنا ان بد سرشتوں کا

---

[1] تذکرۃ الرسول و آیات العدول صفحہ ۲۔ یہودیوں نے علامات نورِ محمدی آپ میں پا کر چند بار ہلاکت کا قصد کیا۔ مگر ہمیشہ ناکام رہے۔ ایک مرتبہ آپ شکار کے لئے گئے تھے۔ دشت میں تنہا پا کر آپ کی ہلاکت کا قصد کیا۔ اتفاق سے اس وقت وہب ابن عبد مناف والدِ آمنہ بھی وہاں آ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ چند سوار غیب سے ظاہر ہوئے اور حضرت عبداللہ کے دشمنوں پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا۔ یہ حال دیکھ کر ان کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ اپنی صاحبزادی حضرت آمنہ کا عقد آپ سے کر دیں۔

گرا کر قاتلوں کو بھاگ اُٹھے رہوارِ شیطانی
زمیں پر سر پٹکتے رہ گئے غولِ بیابانی
جواں نے اب تعاقب کر کے مارا اِن لعینوں کو
نہ شیطاں دے سکا کوئی سہارا اِن لعینوں کو
یہ صُورت دیکھ کر مردِ معمّر ہو گیا حیراں
یقیں آیا، کہ ہے یہ ہاشمی لڑکا بہت ذیشاں
اُٹھا تو راستے میں اب نہ کوئی اژدہا دیکھا
وہاں پہنچا تو پانچوں قاتلوں کا سر کٹا دیکھا
پڑے تھے پانچ لاشے ایک اِک سے دُور سب تنہا
کھڑا تھا اک جگہ فرزندِ عبدالمُطّلب تنہا
غرض زخمی جواں کو ساتھ لے کر وہب گھر آیا
یہ سارا ماجرا اس کے پدر کو جا کے بتلایا
پھر اپنی نیک دُختر بیاہ دی اس شیرِ صَولت سے
خُوشی اس بیاہ کی سب نے منائی شان و شوکت سے
بہم دُولھا دُلھن تھے صورت و سیرت میں لاثانی
قسم کھاتی تھی ان کا نام لے کر پاک دامانی
وہ نُورِ لم یزل جس کی ضیا تھی رُوئے اَنور میں
نظر آنے لگی اس کی جھلک تقدیرِ مادرؓ میں

سردارِ عبداللہ کا انتقال

گئے پھر کُچھ دنوں کے بعد سُوئے شام عبداللہ
وہاں سے پلٹے آتے تھے کہ آئی مَوت بھی ناگاہ
جوانی میں ہُوا یثرب کے اندر انتقال اُن کا
رہا اب آمنہ کے واسطے رنج و ملال اُن کا
لئے بیٹھی تھیں اب گھر میں امانت اپنے شوہر کی
کہ تھی بطنِ صدف میں روشنی اِک پاک گوہر کی

marfat.com

اصحابِ فیل کا بیان

ہوئی شیطان کو اِس مرتبہ بھی سخت ناکامی
تو قبضے میں کیا اِک شخص اُس نے ابرہہ[1] نامی

یہ حاکم تھا یمن کا اور حَبَش کی فوج کا افسر
تھا اس کے پاس خونی ہاتھیوں کا اِک بڑا لشکر

یمن میں ڈالی تھی بنیاد اُس نے اِک کلیسا[2] کی
دیا تھا حکم پوجا ہو یہاں تصویرِ عیسےٰ کی

مگر آئے نہ اِس ڈھب پر بتوں کے پوجنے والے
اگرچہ ابرہہ نے مُلک پر ڈورے بہت ڈالے

اگرچہ نامِ حق سے سر بسر یہ لوگ عاری تھے
تمام کعبہ کے اہلِ عرب لیکن پجاری تھے

کوئی رونق نہ پائی جب یمن والے کلیسا نے
کسی کا دل نہ کھینچا اُلفتِ تصویرِ عیسیٰ نے

درِ تثلیث پر گردن جھکائی جب نہ انساں نے
تو یہ پٹی پڑھائی ابرہہ کو نفسِ شیطاں نے

کہ مکے میں جو کعبہ ہے اُسے جب تک نہ ڈھاؤ گے
اُٹھا کر سنگِ اسود کو یہاں جب تک نہ لاؤ گے

وہاں جب تک براہیمی عبادت گاہ باقی ہے
عرب والوں میں رسمِ حج[3] بیتُ اللہ باقی ہے

تمہارے اِس کلیسا کی طرف کوئی نہ آئے گا
تمہارا دین دُنیا میں کبھی رونق نہ پائے گا

---

[1] اسے ابرہۃ الاشرم کہتے تھے کیونکہ اس کے ہونٹ اور ناک کسی لڑائی میں نیزے کی انی سے چھد گئے تھے۔ یہ شخص اگرچہ حبش کا باجگزار تھا۔ مگر یمن میں حاکم علی الاطلاق بنا ہوا تھا۔ اس کا مذہب عیسائی تھا۔ (مصنف)

[2] یہ کلیسا یمن کے پایۂ تخت صنعا میں ابرہہ نے تعمیر کیا تھا۔

[3] دیکھو تحفۂ خلیفۂ روم از مولانا ظفر علی خاں صفحہ ۱۲۔۱۳

خدا کے خانۂ وحدت کو ڈھا دینا ہی لازم ہے   نشانِ حق زمانے سے مٹا دینا ہی لازم ہے
پڑا اس خوئے بد پر وار شیطاں کا بڑا کاری   کہ فوراً ابرہہ اشرم نے کی حملے کی تیاری
ہُوا تیّار خونی ہاتھیوں کا اِک بڑا لشکر   چلا کعبے کی جانب ابرہہ اِس فوج کو لے کر
تھا آگے آگے اک فیلِ سفید اس کی سواری میں   اکڑ کر ابرہہ بیٹھا تھا اِک زرّیں عماری میں
رواں تھیں پیچھے پیچھے ہاتھیوں کی جنگجو فوجیں   سمندر کی اندھیری رات میں طوفان کی موجیں
یہ لشکر جا رہا تھا کعبۃ اللہ کے گرانے کو   زمیں سے نامِ حق کا مرکزی نقطہ مٹانے کو
یمن سے مکہ تک آبادیاں جو راہ میں آئیں   وہاں اس فوج نے بربادیاں ہر سمت پھیلائیں
کبھی دیکھے نہ تھے ہاتھی عرب کے رہنے والوں نے   اثر اِن پر کیا شمشیر و خنجر نے نہ بھالوں نے

مشرکینِ مکّہ کا فرار

یہ خبریں اہلِ مکہ نے سُنیں اور سخت گھبرائے   دلوں پر وسوسے شیطان نے فی الفور پھیلائے
اگرچہ بُت پرستی کی نہیں رکھّی تھی حدّ کوئی   ہُبُل اور لات و عزّیٰ نے نہ کی ان کی مدد کوئی
قریش ان ہاتھیوں سے خوف کھا کر دفعۃً بھاگے   پہاڑوں میں چھُپے جا کر کوئی پیچھے کوئی آگے
سبب خوف و خطر تھا بُت پرستی ہی کا خمیازہ   کہ برہم ہو چکا تھا ان کی یک جہتی کا شیرازہ

marfat.com

دلائی ان کو عبدالمطلب نے گو بہت غیرت
نہ دکھلائی مگر نسلِ قریشی نے کوئی جرأت

تھے عبدالمطلب یا بیٹے پوتے ان کے دس بارہ
یہی باقی تھے، باقی شہر خالی ہو گیا سارا

یہ اولاد تھی والد سپہ سالارِ مکہ تھا
یہی کعبے کا خادم تھا یہی سردارِ مکہ تھا

سردار عبدالمطلب اور ابرہہ اشرم کی گفتگو

سحر کے وقت اِک بدو یہ مکے میں خبر لایا
کہ لشکر فیل والوں نے حرم کی حد پہ ٹھیرایا

چراگاہوں میں خاک اڑنے لگی ہے ظلم کے مارے
پکڑ کر اونٹ عبدالمطلب کے لے گئے سارے

ہوئے تیار عبدالمطلب بھی یہ خبر سن کر
تنِ تنہا چلے گھوڑے پہ چڑھ کر جانبِ لشکر

وہاں پہنچے تو ان کو ابرہہ نے دور سے دیکھا
کہ اِک مردِ معزز آ رہا ہے بے دھڑک تنہا

نشاں چہرے سے ظاہر ہیں بزرگی کے امارت کے
شرافت کے نجابت کے تقدس کے طہارت کے

وہ ان کی پیشوائی کے لیے باہر نکل آیا
بڑی عزت سے اپنی بارگہ میں لا کے بٹھلایا

کہا فرمائیے کیا نام ہے کیا کام ہے صاحب؟
بیاں کیجے یہاں آنے کا اپنے مقصد و مطلب

کہا اہلِ عرب کہتے ہیں عبدالمطلب مجھ کو
نہیں ہے آپ سے کوئی غرض کوئی طلب

ہنکا لائے ہیں میرے اُونٹ جا کر آپ کے چاکر　　میں آیا ہُوں کہ لے جاؤں یہاں سے اُونٹ لوٹا کر
سُنی یہ بات تو حیران ہو کر اَبْرَہَہ بولا　　کہ شاید تم نے اپنی بات کو دل میں نہیں تولا
یہ ظاہر ہے مَیں آیا ہُوں یہاں کعبہ گرانے کو　　تمہارے جدِ امجد کی عبادت گاہ ڈھانے کو
تعجب ہے کہ اِک ناچیز شے کا ذکر کرتے ہو　　نہیں کعبے کی فکر اُونٹوں کی اپنے فکر کرتے ہو
تمہیں لازم تھا عزّت کے مطابق گفتگو کرتے　　خُدا کا گھر بچانے کے لئے کچھ آرزو کرتے
یہ طعنہ سُن کے عبدُ المطّلب بولے متانت سے　　کہ ناواقف ہو تم قومِ عرب کے کیش و ملّت سے
صداقت ہی یہی مَیں اپنی شَے کا ذکر کرتا ہوں　　کہ میرا مال ہیں اُونٹ اس لئے میں فکر کرتا ہوں
کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اِس گھر کا مالک ہے　　کہ جو اِس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے
یہ سُن کر ابرہہ چُپ ہو گیا سب اُونٹ دلوائے　　یہاں سے اُٹھ کے عبدالمطّلب چُپ چاپ گھر آئے

اصحابِ فیل کے حملے کی صُبح

بالآخر نُور نے اس رات کے آثار بھی میٹے　　ہُوئے تیار عبدالمطّلب اور ان کے سب بیٹے
دُعا مانگی جنابِ آمنہ کو پاس بٹھلا کر　　کہ اے کعبے کے مالک نصرتِ غیبی مہیا کر
یہ عالی شان بچہ جو ابھی ہے بطنِ مادر میں　　بشارت تھی کہ اِس کا نور چمکے گا ترے گھر میں

اسی کے واسطے سی ہم دُعا کرتے ہیں اے مالک   سوا تیرے کسی سے ہم نہیں ڈرتے ہیں اے مالک
بچالے یورشِ دشمن سے اپنے گھر کی حرمت کو   بچالے آلِ اسمٰعیلؑ کے سامانِ عزت کو
دُعائیں مانگ کر اُٹھے فرازِ کوہ پر آئے   یہاں سے فوجِ دشمن کے انہیں نقشے نظر آئے
غُبار اُٹھتا نظر آیا حرم کے اِک کنارے سے   فلک کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھرّا اس نظارے سے
چڑھی آتی تھی کعبے پر گھٹا ظُلمت کی صحرا سے   ستارے ڈر کے مارے ہو گئے رُوپوش دُنیا سے
سحر نے بسترِ مشرق سے لی جب اُٹھ کے انگڑائی   افق پر کالے کالے ہاتھیوں کی چھاؤنی چھائی
ہنسا شیطاں کہ بر آنے لگی اس کی اُمید آخر   چلا ابرہہ لے فوج سے فیلِ سفید آخر
قطاریں ہاتھیوں کی پیچھے پیچھے بڑھتی آتی تھیں   بڑھے کعبہ پہ کالی گھٹائیں چڑھتی آتی تھیں
کہیں آنکس کہیں تیغے کہیں برچھے چمکتے تھے   مہاوت ہاتھیوں کو پیلتے تھے کُفر بکتے تھے
حرم کی حد میں یُوں جب چیرہ دستی کا سماں دیکھا   زمیں نے خوف سے تھرّا کے سُوئے آسماں دیکھا

ہاتھی سجدے میں

گھمائی تیغ، اب غصّے میں عبدالمطّلبؓ اُٹھے   فدائے کعبہ ہو جانے کو با غیظ و غضب اُٹھے
مگر اُٹھتے ہی ان کو اور ہی نقشہ نظر آیا   جلالِ ربِّ کعبہ کا عجب جلوہ نظر آیا

حرم کی حد میں آیا ابرہہ تو رک گیا ہاتھی
پئے تعظیمِ کعبہ عاجزی سے جھک گیا ہاتھی
گرا سجدے میں سر ایسا کہ پھر اوپر نہیں اُٹھا
ہزار آنکس پڑے تن پر مگر یہ سر نہیں اُٹھا
یکایک ابرہہ نے مڑ کے دیکھا فوج کی جانب
حرم کی سرزمیں پر بڑھنے والی موج کی جانب
نظر آیا قطاراں در قطاراں رُک گئے ہیں سب
بروئے کعبہ سجدے کر رہے ہیں جھک گئے ہیں سب
تعجب اور گھبراہٹ کا ہنگامہ ہے پیش و پس
مہاوت مارتے ہیں ہاتھیوں پر پے بہ پے آنکس
پڑے ہیں اس طرح ہاتھی کہ جُنبش ہی نہیں کرتے
خدا کا ڈر ہے دل میں آج شیطاں سی نہیں ڈرتے

اصحابِ فیل کا حشر

نکالی ابرہہ نے تیغ ہاتھی سے اُتر آیا
مخاطب کر کے اپنی فوج کو کم بخت چلّایا
کہ بزدل ہاتھیوں کو چھوڑ کر آگے بڑھیں فوجیں
بہا دیں آج کعبے کو اٹھیں لہریں، چڑھیں موجیں
یہ کہتا تھا کہ چھائی آسماں پر ایک بدلی سی
فضا میں روشنئ مہر کر دی جس نے گدلی سی
بلندی پر سے عبد المطّلب حیرت سے تکتے تھے
کہ وہ خطّہ جہاں یہ لوگ ایسا کفر بکتے تھے
وہاں زیرِ فلک ساری فضا پر چھا گئیں چڑیاں
خُدا جانے کہاں سے جمع ہو کر آ گئیں چڑیاں
یہ ننھی منی چڑیاں تھیں ابابیلوں کا لشکر تھا
ذرا سی چونچ میں نازک سے ہر پنجے میں کنکر تھا

نہ کی جب ابرہہ نے اِک ذرا بھی حُرمتِ کعبہ ابابیلوں نے کی آ کر یکایک نصرتِ کعبہ
بلندی سے ابابیلوں نے پھینکے اِس طرح کنکر کہ چھلنی کی طرح سے چھد گئی یہ فوجِ بد اختر
وہ ظالم ابرہہ اور اُس کے ساتھی ایک ساعت میں پڑے تھے سب کے سب کھُنگی ہوئی بھُوسی کی صورت میں
وہ فوجیں اور وہ ہاتھی اور اُن کے ہانکنے والے خدا کے قہر نے اِک آن میں پامال کر ڈالے
یہ زندہ معجزہ دکھلا دیا اُس جدِ انور نے چھپا رکھا تھا جس کو عصمتِ دامانِ مادر نے
یہ پوتا واسطے سے جِس کے دادا نے دُعا مانگی وہ جس کے نام سے نادیدہ تائیدِ خدا مانگی
وہ بچہ آمنہ کے گھر میں پیدا ہونے والا تھا وہ نُور اب چند ہی دن میں ہویدا ہونے والا تھا

جہاں کے واسطے امن و اماں کے دور باقی تھے
وہ دن آنے کو تھا بس دو مہینے اور باقی تھے

لہ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

(پ [illegible])

تُو نے دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں سے کیا کیا۔ کیا اس نے اس گروہ کے مکر اور منصوبوں کو باطل نہیں کیا۔ اور ان کے مقابلے کے لئے ابابیل کا لشکر نہیں بھیجا جو ان پر سنگریزوں کی بوچھاڑ کرتا تھا یہاں تک کہ ان کے جسم کھائے ہوئے بھُس کی طرح ہو گئے۔

باب چہارم

خَتمُ المُرسَلین۔ رَحمَۃٌ لِلعَالَمِین

ولادتِ باسعادت

طلسمِ کُن سے قائم بزمِ ہست و بُود ہو جانا اِشارے ہی سے موجُودات کا موجُود ہو جانا
عناصر کا شعورِ زندگی سے بہرہ ور ہونا لپٹ کر آب و خاک و باد و آتش کا بشر ہونا
یہ کیا تھا کس لئے کس کے لئے تھا، مُدّعا کیا تھا؟ یُونہی تھا یا کوئی مقصد تھا، آخر ماجرا کیا تھا؟
وہ جلوہ جو چُھپا بیٹھا تھا اپنے رازِ پنہاں میں در آیا کیوں تماشا بن کے وہ بازارِ امکاں میں
یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالمتاب پھرتا تھا ازل کے روز سے بیتاب تھا بیخواب پھرتا تھا
یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں

marfat.com

یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمیں کو تکتے تکتے آگئیں آنکھیں ستاروں کی

کروڑوں رنگتیں کس کے لئے ایام نے بدلیں
پیالے کروٹیں کس دُھن میں صبح و شام نے بدلیں

یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا
گوارا کر لیا پھولوں نے پامالِ خزاں ہونا

یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی امید کی خاطر
یہ ساری کاوشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہِ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاک ہونا تھا

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دُعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں

جو بن کر روشنی پھر دیدۂ یعقوب میں آیا
جسے یوسف نے اپنے حُسن کے نیرنگ میں پایا

کلیم اللہ کا دل روشن ہوا جس ضَوفشانی سے
وہ جس کی آرزو بھڑکی جوابِ لن ترانی سے

وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیماں نے گدائی کی

دلِ یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
لبِ عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شانِ رحمت کے

وہ دن آیا کہ پُورے ہو گئے تورات کے وعدے
خُدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے

مرادیں بھر کے دامن میں مناجاتِ زبور آئی
امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیاتِ نور آئی

نظر آئی بالآخر معنیٔ انجیل کی صورت
ودیعت ہوگئی انساں کو تکمیل کی صورت
اندھیری رات کے پردے سے کی حق نے سحر پیدا
ہُوا بہرِ بصیرت کُحلِ مَا زَاغَ الْبَصَر پیدا
ربیعُ الاوّل اُمّیدوں کی دُنیا ساتھ لے آیا
دُعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا
خُدا نے ناخدائی کی خُودِ انسانی سفینے کی
کہ رحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی
ازل کے روز جس کی دھوم تھی وہ آج کی شب تھی
ارادے ہی میں جو مرقوم تھی وہ آج کی شب تھی
مشیت ہی کو جو معلوم تھی وہ آج کی شب تھی
جو قسمت کے لئے مقسوم تھی وہ آج کی شب تھی
نئے سر سے فلک نے آج بختِ نوجواں پایا
خزاں دیدہ زمیں پر دائمی رنگِ بہار آیا
اُدھر سطحِ فلک پر چاند تارے رقص کرتے تھے
اِدھر روئے زمیں کے نقش بنتے تھے سنورتے تھے
سمندر موتیوں کو دامنوں میں بھر کے بیٹھے تھے
جبل لعل و جواہر کو مہیا کر کے بیٹھے تھے !
زمرد وادیوں میں سبزہ بن کر ہر طرف بِکھرا
ہُوئی بارانِ رحمت ہر شجر کا رنگِ رخ نِکھرا
ہوائیں پے بہ پے اک سرمدی پیغام لاتی تھیں
کوئی مژدہ تھا جو ہر گوشِ گُل میں کہہ سناتی تھیں
گلے پھولوں سے ملتے جا رہے تھے پھول گلشن میں
گلے مِل مِل کے کِھلتے جا رہے تھے پھول گلشن میں

تبسم ہی تبسم تھے نظارے لالہ زاروں کے
ترنم ہی ترنم تھے کنارے جوئباروں کے

جہاں میں جشنِ صُبحِ عید کا سامان ہوتا تھا ۔ فقط شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا
نظر آئیں جو محکم فطرتِ کامل کی بُنیادیں دھڑک کر زلزلے سے ہل گئیں باطل کی بُنیادیں
ستوُں مکّے میں قائم ہو گئے جب دینِ بیضا کے گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے

سرِ فاراں پہ لہرانے لگا جب نُور کا جھنڈا
ہُوا اک آہ بھر کر فارس کا آتشکدہ ٹھنڈا

بجائی آج اسرافیل نے پُرکیف شہنائی ہُوئی فوجِ ملائک جمع زیرِ چرخِ مینائی
ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قُدرت کے نظارے خُود کرے گی آج قُدرت شانِ قُدرت کے
یکایک ہو گئی ساری فضا تمثالِ آئینہ نظر آیا معلّق عرش تک اِک نُور کا زینہ
خُدا کی شانِ رحمت کے فرشتے صف بصف اُترے پرے باندھے ہُوئے سب دین و دُنیا کے شرف اُترے
سحابِ نُور آ کر چھا گیا مکّے کی بستی پر ہُوئی پھُولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

ہُوا عرشِ معلّٰی سے نزولِ رحمتِ باری
تو استقبال کو اُٹھی حرم کی چار دیواری

صدا ہاتف نے دی اے ساکنانِ خطۂ ہستی ہُوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اُجڑی ہُوئی بستی
مُبارکباد ہے اُن کے لیے جو ظلم سہتے ہیں کہیں جن کو اماں ملتی نہیں برباد رہتے ہیں

مُبارکباد بیواؤں کی حسرت زا نگاہوں کو
اثر بخشا گیا نالوں کو فریادوں کو آہوں کو

ضعیفوں بیکسوں آفت نصیبوں کو مُبارک ہو
یتیموں کو غُلاموں کو غریبوں کو مُبارک ہو

مُبارک ٹھوکریں کھا کھا کے پیہم گرنے والوں کو
مُبارک دشتِ غرُبت میں بھٹکتے پھرنے والوں کو

خبر جا کر سُنا دو شش جہت کے زیر دستوں کو
زبردستی کی جرأت اب نہ ہوگی خُود پرستوں کو

معیّن وقت آیا زورِ باطل گھٹ گیا آخر
اندھیرا مِٹ گیا ظُلمت کا بادل چھٹ گیا آخر

مُبارک ہو کہ دَورِ راحت و آرام آپہنچا
نجات دائمی کی شکل میں اِسلام آپہنچا

مُبارک ہو کہ ختم المرسلیںؐ تشریف لے آئے
جنابِ رحمۃٌ للعٰلمینؐ تشریف لے آئے

بصد اندازِ یکتائی بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی

ندا ہاتف کی گُونج اُٹھی زمینوں آسمانوں میں
خموشی دب گئی اللہُ اکبرَ کی اذانوں میں

حریم قدس سے میٹھے ترانوں کی صدا گُونجی
مُبارکباد بن کر شادیانوں کی صدا گُونجی

لہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پ ۲۲ الاحزاب ع ۶)

تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اس پر بہت درود اور سلام بھیجو۔

بہر سُو نعرۂ صلِّ علیٰ گُونجا فضاؤں میں خوشی نے زندگی کی رُوح دوڑا دی ہواؤں میں
فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جنابِ آمنہؓ سُنتی تھیں یہ آواز آتی تھی

سلام

سلام اے آمنہؓ کے لال اے محبوبِ سُبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نُورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی!
سلام اے سرِّ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزّت افزائی، زہے تشریف ارزانی

marfat.com

ترے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربّانی

سلام اے صاحبِ خُلقِ عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ رُوحانی

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشا، ترا جلوہ
تبسّم، گفتگو، بنّدہ نوازی، خنّدہ پیشانی!

اگرچہ فقر، فخرِی رُتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرِّ کسرائی و خاقانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نُور سے معمُور ہو جائے
ترے پرتَو سے مل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی

marfat.com

حفیظِ بے نوا کیا ہے گدائے کوچۂ اُلفت!
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی
ترا در ہو مرا سر ہو، مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنّا مختصر سی ہے مگر تمہید طُولانی!

سلام، اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام، اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

آنحضرت کے دادا عبد المطلب کو خبر ملتی ہے

تھے عبد المطلب کے بیٹے پوتے اور دس[1] بارا   پھلا پھولا نظر آتا تھا اپنا خانداں سارا
اگرچہ بولہب، عباس، حمزہ اور اُبوطالِب   بھی زندہ تھے عبد اللہ کا غم تھا مگر غالب
جوانی کے دنوں میں اک نرالا خواب دیکھا تھا[2]   درختِ نسلِ ہاشم اس قدر شاداب دیکھا تھا

---

[1] بیان کیا جاتا ہے کہ عبد المطلب کے بہت بیٹے تھے۔ حارث، زبیر، ابوطالب، عبد الکعبہ، عبد اللہ، ابو لہب، مقوم، حجل، مغیرہ، حمزہ، ضرار، قسم، عباس، غیداق، مصعب۔ مگر مورخین کو دس کے حالات معلوم ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر کی اولاد چلی اور اب تک نسل باقی ہے۔ یہ سب مُطلبی کہلاتے ہیں۔ زُبَیر، اُبوطالِب اور عبد الکعبہ اور عبد اللہ یہ چاروں ایک ماں کے بطن سے تھے۔ (دیکھو رحمۃ للعلمین جلد دوم صفحہ ۵۰)

[2] مولوی عبد الحلیم شرر نے اپنی کتاب خاتم المرسلین میں اس خواب کی تفصیل عبد المطلب کی زبان سے اس طرح بیان کی ہے "عبد المطلب کا بیان ہے کہ میں ایک دن کعبہ کے کٹہرے کے اندر سو رہا تھا ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت زمین سے اُگا اور بڑھنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے جا لگا۔ اور اس کی ٹہنیاں مشرق و مغرب تک پھیل گئیں۔ پھر اس میں ایک روشنی نظر آئی جس سے صاف روشنی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اہلِ عرب و عجم اس کے سامنے جھک رہے ہیں۔ اور وہ درخت باعتبار عظمت و روشنی ساعت بساعت بڑھتا جا رہا ہے۔ اسی حالت میں قریش میں سے بعض لوگ تو اس کی ٹہنیوں سے لپٹ گئے اور بعض نے ارادہ کیا کہ اسے کاٹ ڈالیں جب اس کے قریب پہنچے تو ایک نورانی نوجوان نمودار ہوا جس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ اس نے آتے ہی ان سب کو مار کے ہٹا دیا۔ اور ایسے حملے کئے کہ ان کی پیٹھیں توڑ ڈالیں اور آنکھیں نکال لیں۔ یہ دیکھ کر میں نے چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر درخت کی کوئی شاخ پکڑوں مگر نہ پا سکا (ختم المرسلین)

کہ اس کے سائے میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے
مکان و لامکاں دو ٹہنیاں معلوم ہوتے تھے

وہ عبداللہ کو اس خواب کی تعبیر سمجھے تھے
اسی رُخ کو کتابِ نُور کی تفسیر سمجھے تھے

جوانی ہی میں لیکن ہو گیا جب انتقال ان کا
رہا بُوڑھے پدر کے قلب میں رنج و ملال ان کا

جوانا مرگیٔ فرزند سے ناشاد رہتے تھے
بچاری حاملہ بیوہ بہُو کا رنج سہتے تھے

طوافِ کعبہ کرنا صبح کا معمُول تھا ان کا
دُعا بن کر ہُوا کرتا تھا ظاہر مدعا ان کا

دُعا یہ تھی کہ یارب نعمتِ موعُود مل جائے
بنُو ہاشم کا مُرجھایا ہُوا گلزار کھل جائے

یونہی اِک روز معمولاً طوافِ کعبہ کرتے تھے
فلک کو دیکھتے تھے اور آہِ سرد بھرتے تھے

اچانک صبح کی پہلی کرن ہنستی ہُوئی آئی
مُبارک باد کہہ کر یہ خبر دادا کو پہنچائی

کہ رحمت نے تری سُوکھی ہُوئی ڈالی ہری کر دی
تری بیوہ بہُو کی گود اپنے نُور سے بھر دی

مِلا ہے آمنہؓ کو فضلِ باری سے یتیم ایسا
نہیں ہے بحرِ ہستی میں کوئی دُرِّ یتیم ایسا

کعبۂ مقصودِ عالم کا طوافِ کعبہ

ہُما سردارِ مکہ یہ نویدِ جاں فزا سُن کر
ادائے شکر کر کے جلد پہنچا آمنہؓ کے گھر

جنابِ آمنہؓ تھیں شوہرِ مرحوم کے گھر میں[1]
مجسم سورۂ والشمس کی تفسیر تھی بر میں

نظر آتی تھی آج اس گھر میں آبادی ہی آبادی
انگوٹھا چوستا تھا اس جگہ انسان کا ہادیؐ

حسین آنکھیں کہ جن سے کلفتیں معدوم ہوتی تھیں
فلک کو کچھ سبق دیتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں

اُٹھایا گود میں دادا نے عالی قدر پوتے کو
دکھانے لے چلا حق کا مقامِ صدر پوتے کو

شجر رستے میں استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر
حجر قدموں کے آگے بچھ گئے تسلیم کی خاطر

نظر میں آج دُنیا کچھ نئی معلوم ہوتی تھی
بہ ہر سو زندگی ہی زندگی معلوم ہوتی تھی

طوافِ کعبہ کرنے جا رہا تھا قبلۂ عالم
کہ جس کی ذات سے حق کی بنائیں ہو گئیں محکم

وہی کعبہ جو ابراہیمؑ کے ایمان کا گھر تھا
جو انسانوں کے ہاتھوں ہر بتِ بے جان کا گھر تھا

بلائیں لے رہا تھا آج گویا گرد پھر پھر کر
ھُوَاللہُ اَحَدْ کہتے تھے بُت سجدے میں گر گر کر

یہاں سے ہو کے عبد المطّلب فی الفور گھر پلٹے
خُدا سے خیر و برکت کی دعائیں مانگ کر پلٹے

---

[1] یہ مکان بطاح میں واقع تھا۔ اور بعد کے زمانے میں ابو یوسف کا مکان کہلاتا تھا۔ آنحضرتؐ نے یہ مکان بعد فتح مکہ عقیل بن ابی طالب کو دے ڈالا تھا۔ عقیل کے بعد ان کی اولاد نے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد یوسف کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس نے جب اپنا مکان تعمیر کیا تو اس مکان کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ اور اسی وجہ سے محمد بن یوسف کے نام سے مشہور ہوا۔ ابنِ عباس کے زمانے میں خلیفہ ہارون الرشید کی ماں خیزران نے اس متبرک زمین کو اپنے قبضہ میں کر کے وہاں ایک مسجد تعمیر کرا دی۔ (کامل۔ ابنِ اثیر)

امانت آمنہؓ کی آمنہؓ کے بر میں پہنچا دی
غلاموں لونڈیوں نے اِس خوشی میں پائی آزادی[١]

بشارت کے مطابق آمنہؓ نے نام بتلایا
فرشتوں نے بتایا تھا کہ احمد ہے ترا جایا

کہا دادا[٢] نے اے بیٹی مرا پوتا محمد ہے
کہ دُنیا بھر کے انسانوں سے اعلیٰ اور اَمجد ہے

عرب کی دُودھ پلائیاں

حلیمہ سعدیہؓ[٣] کی غریبی

شریفانِ عرب کا قاعدہ تھا اُس زمانے میں
کہ بچے اُن کے پلتے تھے کسی بدوی گھرانے میں

اسی مقصد سے بدوی عورتیں ہر سال آتی تھیں
بڑے شہروں سے نوزائیدہ بچے لے کے جاتی تھیں

پلا کر دُودھ اپنا پالتی تھیں نونہالوں کو
عوض دولت میں دینا پڑتا تھا اولاد والوں کو

---

[١] اور تو اور۔ ابو لہب نے بھی آپ کی ولادت کا مژدہ سن کر اپنی ایک لونڈی ثویبہ نامی کو آزاد کر دیا تھا۔ یہی وہ خوش نصیب عورت ہے جس نے پہلے پہل آنحضرتؐ کی دایہ بننے اور دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

[٢] دادا نے آنحضرت کا نام محمدؐ اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمدؐ رکھا۔ رحمۃ للعالمین۔ حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمان پر احمد ہے۔ (دیکھو خطبات احمدیہ۔ سر سید احمد کے مضامین)

[٣] حضرت حلیمہ سعدیہ کا اسلام لانا ثابت ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے تاریخ میں ابن جوزی نے حدائق میں۔ منذری نے مختصر میں ذ [illegible] میں ابن حجر نے "اصابہ" میں ان کے اسلام لانے کی تصریح کی ہے۔ ان کے اسلام پر ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس کا نام التحفۃ الجسیمۃ فی اسلام حلیمہ ہے۔ بعد نبوت میں جب وہ آپؐ کے پاس آئیں تو آپ "میری ماں" کہہ کر لپٹ گئے۔ سیرت النبی

جو بچے اس طرح سے کاٹتے تھے دن رضاعت کے
بڑے ہو کر نظر آتے تھے وہ پتلے شجاعت کے
یہ بچے سختیوں کو کھیل بچوں کا سمجھتے تھے
یہ تلواروں کی جھنکاروں کو اِک نغمہ سمجھتے تھے
چنانچہ شہر میں اِمسال بھی کچھ عورتیں آئیں
بیابانوں سے اپنے ساتھ نہریں دُودھ کی لائیں
قریشی نسل کے اطفال کی ہر دل میں خواہش تھی
امیروں کا کوئی بچہ ملے یہ سخت کاوش تھی
یہ دایہ عورتیں تھیں سعد کے بدوی[1] قبیلے کی
اِنھیں میں تھی حلیمہؓ سعدیہ اور اس کا شوہر بھی
حلیمہ قافلے بھر میں غریب اور سب سے کمتر تھی
پھر اس کی اُونٹنی بھی دُبلی پتلی اور لاغر تھی
بچاری قافلے کے پیچھے پیچھے چلتی آتی تھی
حلیمہؓ چپ تھی بچہ ساتھ تھا اور خشک چھاتی تھی
گھروں میں مقدرت والوں کے پہنچیں عورتیں ساری
حلیمہؓ رہ گئی ڈیرے پہ بیٹھی شرم کی ماری
وہ زرداروں کے بچے لے کے واپس لوٹ بھی آئیں
حلیمہؓ سعدیہ نے دو کھجوریں بھی نہیں پائیں
بالآخر قافلے کی واپسی کا روز آ پہنچا
بچاری کے لئے اِک ناوکِ دلدوز آ پہنچا
شکستہ خاطری سے اب دلِ مایوس بھر آیا
مرادیں سب نے پائیں ہائے میں نے کچھ نہیں پایا!
اٹھی اس سوچ میں جا کر طوافِ کعبہ آؤں
وہاں سے آ کے سوچوں گی کہ ٹھہروں یا چلی جاؤں

---

[1] ہوازن کا قبیلہ جو بنی سعد بھی کہلاتا تھا، فصاحت و بلاغت میں مشہور ہے۔ ابن سعدؒ نے طبقات میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب سے فصیح تر ہوں۔ کیونکہ میں قریش کے خاندان سے ہوں اور میری زبان سعد کی زبان ہے۔

بری قسمت بھلی ہوتی تو کوئی طفل مل جاتا
غریبی ہی میں اُس کو پال لیتی مجھ سے بن جاتا

بلا سے دُودھ کم ہے تو بھی وہ مجھ کو خوشی دیتا
مرا بچہ بچارا اُونٹنی کا دُودھ پی لیتا!

یہ باتیں سوچتی تھی دل ہی دل میں روتی جاتی تھی
کوئی بچہ نظر آئے تو بیکل ہوتی جاتی تھی

اچانک اس کو عبدالمُطّلبؓ نے دُور سے دیکھا
حلیمہؓ کو بلایا رنج و غم کا ماجرا پُوچھا

کہا مَیں سعدیہ عورت ہُوں یعنی بدویہ دایا
حلیمہ نام ہے، مَیں نے کوئی بچہ نہیں پایا

قبیلے والیاں لائی ہیں کیسے پھول سے لڑکے
رہی جاتی ہُوں مَیں اور قافلے کا کوچ ہے تڑکے

ہنسے یہ سُن کے عبدالمُطّلب اور ہنس کے فرمایا
کہاں اے نیک بی بی! اے حلیمہ سعدیہ دایا

حلیمی اور سعادت خُوبیاں دو پاس ہیں تیرے
انہی دونوں کے باعث کام ہائے اس میں تیرے

مرے پاس ایک بچہ ہے پدر جس کا نہیں زندہ
مگر اک خاص جلوے سے ہے چہرہ اس کا تابندہ

تمہارے ساتھ والی عورتیں بھی گھر میں آئی تھیں
زر و انعام پانے کی امیدیں ساتھ لائی تھیں

یتیم اور بے سر و سامان بچہ تُو اگر چاہے
اسے لے جا اگر بدلہ نہ چاہے اور نہ چاہے

یہ کہہ کر ایک ہلکا سا تبسّم آگیا لب پر
یہ معنی تھے مرا بچہ ہے بالا مال و جاں سب پر

حلیمہؓ نے کہا دریافت کرلوں اپنے شوہر سے
مبادا وہ خفا ہو اور میری جان پر برسے

یہ کہہ کر جلد جلد آئی حلیمہ اپنے ڈیرے پر
کہا قسمت سے بچہ مل گیا ہے مجھ کو اے شوہرا

مگر اس کا پدر زندہ نہیں کہ دو تو لے آؤں
یہاں سے تو قافلے کے ساتھ خالی گود کیا جاؤں

ہماری ساتھنیں بچوں کی دولت لے کے جائیں گی
ہنسیں گی مجھ پہ طعنے دیں گی سو باتیں بنائیں گی

کہا شوہر نے ہاں لے آؤ شاید کچھ بھلائی ہو
ہماری بہتری اس طفل کی صورت میں آئی ہو

اگرچہ اونٹنی کا اور تمہارا دودھ بھی کم ہے
مگر مالک کی رحمت پر بھروسہ ہے تو کیا غم ہے

آنحضرت کے بچپن کی برکات

حلیمہؓ جلد عبدالمطلب کے پاس لوٹ آئی
وہ اس کو لے کے گھر پہنچے کتابِ نور دکھلائی

جو دیکھا آمنہؓ کو آمنہؓ کے لال کو اس نے
خوشی سے تج دیا دنیا کے جاہ و مال کو اس نے

یہی وہ ماں تھی جس سے مادرِ گیتی کی عزت تھی
یہی بچہ تھا جس سے خالقِ ہستی کی عظمت تھی

حلیمہؓ نے اٹھایا آ کے بچہ دستِ الفت پر
برستا تھا تبسم سادگی بن بن کے صورت پر

کسی نے بھی نہ پائی تھی وہ دولت مل گئی اس کو
جو تھی معنی ہی معنی اب وہ صورت مل گئی اس کو

چلی ڈیرے کی جانب آج ایسے نور کو لے کر
مہ و خورشید صدقے ہو رہے تھے جس کے قدموں پر

پلایا دودھ جب اس طفل کو تو ہو گئی حیراں
کہ چھاتی بن گئی تھی دودھ کی اک نہرِ بے پایاں

یہ برکت روزِ اول ہی سے دیکھی جب حلیمہ نے
ہوئی حیران، اندیشے مٹائے سب حلیمہؓ نے

کیا سیراب اپنے دودھ سے اپنے پسر کو بھی سُلا کر دونوں بچّوں کو خوشی سے خود بھی جا سوئی

یتیمِ مکہ صحرائی گھر کی طرف

بڑھائے اپنے اپنے اونٹ سب نے نُور کے تڑکے کجاووں پر تھیں دایہ عورتیں اور ساتھ کے لڑکے
اُٹھا شوہر حلیمہؓ کا اور اپنی اُونٹنی لایا حلیمہ اور دونوں بچّوں کو اک ساتھ بٹھلایا
چلا خُود آپ پیدل اونٹنی دُبلی تھی بیچاری کسی صورت نہ ہو سکتی تھی اس پر سب کی اسواری
جب آئے تھے تو پیچھے تھک کے رہ جاتی تھی منزل سے وہ اپنے آپ ہی کو لے کے چل سکتی تھی مشکل سے
مگر آج اُس نے دکھلائی کچھ ایسی تیز رفتاری جو آگے چل رہی تھیں اب وہ پیچھے رہ گئیں ساری
یکایک ہمرہوں کے پاس سے جس دم گزرتی تھی تو ہر عورت تعجب کا وہیں اظہار کرتی تھی
وہی پہلی ہے تیری اُونٹنی یا اور ہے کوئی نہیں پہلی کہاں ایمان سے کہنا اور ہے کوئی
حلیمہؓ کہتی تھی ہاں ہاں وہی تو ہے وہی تو ہے یہ سر یہ ناک ہی یہ تھوتھنی ہر شے وہی تو ہے
یہ سُن کر عورتیں بیچاریاں حیران ہوتی تھیں نگاہیں گرد پھر پھر کر بلا گردان ہوتی تھیں
حلیمہؓ کی سواری اس قدر جب تازہ دم دیکھی سوار اس اُونٹنی پر ہو گیا اب اس کا شوہر بھی
مگر یہ جو لدی تھی تیز رَو اور برق دم ایسی کہ سارے قافلے سے پہلے منزل پر پہنچتی تھی

marfat.com

بیابان پر ابرِ رحمت کا سایہ

بچاری اُونٹنی کا دُودھ کم کیا تھا بہت کم تھا   مگر اس مرتبہ منزل پہ آ کر جب اسے دوہا
تو اتنا دُودھ نکلا جو زیادہ تھا ضرورت سے   لگے منہ دیکھنے اِک دُوسرے کا دونوں حیرت سے
کہا شوہر نے اے بی بی یہ اس بچے کی برکت ہے   اسی کا صدقہ ہے ورنہ ہماری کیا لیاقت ہے
حلیمہؓ نے کہا واللہ میں بھی ہوں بہت حیراں   نظر آتا ہے مُجھ کو ہاشمی لڑکا بہت ذی شاں،
مسرت ہوتی ہے جب اِس کا چہرہ دیکھتی ہوں میں   کہ اس پر طُور کے جلووں کا سہرا دیکھتی ہوں میں
غرض اس شان سے مائی حلیمہ اپنے گھر آئی   متاعِ دُنیوی و اُخروی آغوش میں لائی!
یہاں پر قحط تھا ہر سُو، نہ دانہ تھا نہ چارا تھا   کہ اب تک مینہ نہ برسا تھا یہاں جس کا سہارا تھا
مویشی مر رہے تھے لوگ فاقے کر رہے تھے سب   بتوں سے اپنے اپنے دیوتا سے ڈر رہے تھے سب
حلیمہؓ کی زمیں کا حال سب لوگوں سے بدتر تھا   نکمی تھی زمیں اس کا زیادہ حصّہ بنجر تھا
وہ لے آئی تھی لیکن گھر میں اس سامانِ رحمت کو   مٹایا جس کی ذاتِ پاک نے ہر ایک زحمت کو
چرائی کے لئے ہر صُبح اس کی بکریاں جاتیں   خُدا کے فضل سے سب سیر ہو کر پیٹ بھر آتیں
حلیمہؓ اور کنبہ بکریوں کے دُودھ پر جیتے   پلاتے دُودھ مہمانوں کو بھی اور آپ بھی پیتے

marfat.com

قبیلے والے بھی سیراب تھے اس ابرِ رحمت سے   یتیمی کے سبب انکار تھا جس کی رضاعت سے
سبھی حیران تھے لیکن انہیں اس کی خبر کیا تھی   کہ رحمت کی نظر مفلس حلیمہؓ ہی کی جویا تھی

رہے محروم اس دولت سے دولت ڈھونڈنے والے
سبھی کچھ پا گئے دامانِ رحمت ڈھونڈنے والے

حلیمہ کا گھرانا خوش تھا اپنی خوش نصیبی پر   یہ بچہ ایک دامن تھا یتیمی پر غریبی پر
تھا اِک سادہ سے گھر میں دولتِ کونین کا وارث   رضاعی ماں حلیمہؓ تھی رضاعی باپ تھا حارثؓ[1]
رضاعی بہنیں شیمہؓ[2] اور انیسہ بس یہی دو تھیں   عفیفہ تھیں محبت کرنے والی تھیں دعا گو تھیں
رضاعی[3] بھائی دو تھے جن میں عبداللہ ہمسن تھا   یہ سب نگراں تھے جب اللہ کا محبوب کمسن تھا

رضاعت سے بعثت تک کا بیان

نجاتِ دو جہاں تھی جس کے دامانِ کریمی میں   وہ بچہ پل رہا تھا آج آغوشِ یتیمی میں

---

[1] مائی حلیمہ کے شوہر حارث بن عبد العزیٰ آنحضرتؐ کی بعثت کے بعد مکے میں آئے تھے اور مسلمان ہو گئے۔ آپ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ "یہ آپ کیا کہتے ہیں؟" آنحضرتؐ نے فرمایا "ہاں وہ دن آئے گا تو میں تم کو دکھا دوں گا کہ میں سچ کہتا تھا" حارث فوراً ایمان لے آئے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] ان کا نام حذافہ تھا۔ شیمہ کے لقب سے مشہور تھیں۔

[3] عبداللہ اور شیمہ کا اسلام لانا ثابت ہے۔ باقیوں کا حال معلوم نہیں۔ (سیرت النبیؐ)

وہ بچہ ہاں وہ بچہ جو سبق آموزِ دُنیا تھا   محلِّ تقدیس تھا لیکن نظر افروزِ صحرا تھا[6]
تمنا تھی حفیظؔ اے کاش عمرِ نوحؑ مل جاتی   مرے قالب کو اک جبریلؑ کی سی رُوح مل جاتی
بیاں کرتا میں حالِ نونہالِ گلشنِ خوبی   دکھاتا قدرتِ حق کا کمالِ شانِ محبوبی
وہ بچپن کا زمانہ کس طرح گذرا بیاں کرتا   حقیقت کا فسانہ بے پردے .. ب عیاں کرتا
بیاں کرتا حلیمہؓ دُودھ کیسا، جان دیتی تھی   بیاں کرتا انیسہ گود میں کس طرح لیتی تھی
بیاں کرتا کہ شیما لوریاں دیتی تھی کیا کہہ کر   جسے ھٰذَا اَخٌ لِّی[1] کا خیال آتا تھا رہ رہ کر
بیاں کرتا کہ بھیڑ اور بکریاں بھی سجدے کرتی تھیں   فضائے دشت کی چڑیاں بھی دم اُلفت کا بھرتی تھیں
بیاں کرتا کہ سُورج شرق پر کیوں جگمگاتا تھا   بیاں کرتا زمیں پر چاند کیوں چادر بچھاتا تھا
بیاں کرتا ستارے رات بھر کیوں رقص کرتے تھے   بیاں کرتا کہ صُبح و شام کیوں یہ رنگ بھرتے تھے
بیاں کرتا کہ فطرت خُود بخود کس طرح پلتی ہے   اندھیرے سے تجلی کی سَحَر کیونکر نکلتی ہے
بیاں کرتا ہے شقِّ صدر کی اصلی حقیقت کیا   ہوا کیوں چاک سینہ اور تھی اس کی ضرورت کیا؟

---

[1] شیما آپ کو لوری دیتی اور یہ مصرعے پڑھتی تھی۔

ھٰذا اخٌ لی لم تلدہ امی   یہ میرا بھائی ہے جو نہ میری ماں کے بطن
ولیس من النسل ابی و عمی   سے ہے نہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے
فانمہ اللّٰھم فیما تنمی   اے اللہ اسے بڑھا کر بڑا کر۔   (سیرت الحبیب جلد ۱)

بیاں کرتا کہ آنحضرت کا بچپن کس طرح گذرا ‏ لڑکپن کے چمن سے سروِ گلشن کس طرح گُذرا
بیاں لازم تھا صحرائی وطن سے گھر میں آنے[1] کا ‏ محمدؐ کے دوبارہ دامنِ مادر میں آنے[2] کا
مدینے کے سفر میں ماں کی ہمراہی بیاں کرتا ‏ پدر کے مدفنِ راحت سے آگاہی بیاں کرتا[3]
بیاں کرتا وفاتِ آمنہؓ کا حالِ حسرت زا ‏ بیاں کرتا مقدس ہو گیا کیوں خطۂ ابوا[4]
بیاں کرتا کہ جب اُٹھتا ہے سر سے سایۂ مادر ‏ یتیم اس وقت آنسو پونچھتے ہیں مُنہ سے کیا کہہ کر
بیاں کرتا کہ جب غُربت میں یہ صدمہ گذرتا ہے ‏ وہ شش سالہ یتیم اس وقت کیسا صبر کرتا ہے
بیاں کرتا کہ پھر مکّے میں آتے حضرتِ والا[5] ‏ بیاں کرتا کہ عبدالمطلب نے کتنے دن پالا

---

[1] دو برس کی رضاعت کے بعد اوّل بار حلیمہ آپ کو لیکر مکہ میں آئیں لیکن حلیمہؓ کو آپ سے محبت ہو گئی تھی اور نیز برکات کے سبب آپ کو جدا کرنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ نیز مکّے میں ان دنوں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے بصد اصرار واپس لے گئیں۔ (خاتم المرسلین)

[2] اس میں اختلاف ہے کہ حضرت حلیمہؓ کے ہاں کے برس رہے۔ ابنِ اسحاق نے وثوق کے ساتھ چھ برس لکھا ہے۔ (سیرت النبی)

[3] آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لیکر مدینے گئیں۔ چونکہ آنحضرتؐ کے دادا کی ننھال خاندان نجار میں تھی۔ اس لئے وہیں ٹھہریں۔ حضرت آمنہؓ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے گئی تھیں۔ جو مدینہ میں مدفون تھے۔ (سیرۃ النبی)

[4] واپس آتے ہوئے جب مقام ابوا پر پہنچیں تو سیدہ آمنہؓ کا انتقال ہو گیا اور اسی جگہ مدفون ہوئیں۔ ابوا ایک گاؤں کا نام ہے جو جحفہ سے ۲۳ میل پر واقع ہے۔ (رحمۃ للعلمین)

[5] مدینے کے سفر میں حضرت آمنہ کے ساتھ ام ایمنؓ بھی تھیں جو حضرت آمنہ کی لونڈی تھیں۔ آنحضرت کو حلیمہ سے پہلے کچھ دن دودھ بھی پلا چکی تھیں۔ چنانچہ جب حضرت آمنہ کا ابواء میں انتقال ہو گیا تو ام ایمن آنحضرت کو ساتھ لے کے مکہ میں آئیں۔ (مصنف)

وہ عبدالمطلب کا سایۂ شفقت[1] بھی اُٹھ جانا
وہ اس نورِ حقیقی کا ابُوطالب[2] کے گھر آنا

چچا کا پرورش کرنا بھتیجے کا بڑے ہونا
وہ کرنا کام کاج اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونا

وہ سن دس سال کا دن بکریوں کی گلّہ بانی[3] کے
لڑکپن سادگی کا پیش خیمے نوجوانی کے

یہ گلّہ بانئ اقوام کی تمہید تھی گویا
سَلَف کے ہادیانِ قوم کی تائید تھی گویا

چچا کے ساتھ ارضِ شام کا لمبا سفر کرنا
یہُودی اور مسیحی راہبوں کے دل میں گھر کرنا[4]

نرالی تھی متانت جس طرح اس کے لڑکپن کی
نرالی تھی جوانی بھی جوانِ پاک دامن کی

---

[1] عبدالمطلب نے بیاسی برس کی عمر میں وفات پائی اور حجون میں مدفون ہوئے۔ آنحضرت کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا تو آپ فرطِ محبت سے آنسو بہاتے ہوئے ساتھ ساتھ گئے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] عبدالمطلب نے مرتے وقت اپنے بیٹے ابوطالب کو آنحضرت کی تربیت سپرد کی اور ابُوطالب نے اس فرض کو اپنی موت کے دن تک اس طرح نباہا کہ نظیر نہیں ملتی۔ عبدالمطلب کے دس بیٹے مختلف ازواج سے (موجود) تھے۔ ان میں سے آنحضرت صلعم کے والد عبداللہ اور ابوطالب ماں جائے بھائی تھے۔ اس لئے عبدالمطلب نے آپ کو ابوطالب ہی کے آغوشِ تربیت میں دیا۔ ابوطالب آپ سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپ کے مقابلے میں اپنے بچوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ سوتے تو آنحضرت کو ساتھ لے کر اور باہر جاتے تو آپ کو ساتھ لے کر جاتے۔ (سیرت النبیؐ)

[3] طبقات میں ابن سعد نے جلد اول میں بخاری نے کتاب الاجارہ میں آنحضرت صلعم کا قول نقل کیا ہے کہ میں قراریط پر مکہ ں چرایا کرتا تھا۔ ابراہیم حربی کے قول کے مطابق قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے قریب ہے۔ (مصنف)

[4] مورخین نے بحیرا راہب کا قصہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ بصرہ کے مقام پر اس راہب نے آسمانی کتابوں کی بشارتوں اور پیشگوئیوں کے مطابق دیکھ کر آپ کو پہچان لیا۔ اسی طرح بعض یہودیوں کے کاہنوں نے آپ کو پہچان لیا کہ یہی وہ نبیؐ ہیں جس کی خبر انبیائے سلف دیتے چلے آئے تھے۔ (مصنف)

شرافت ہو جہاں حُسنِ ازل کا دائمی گہنا
سکھاتا ہے وہی پاکیزہ رہنا خوش چلن بننا

الگ رہنا وہ رسمِ رزم و بزمِ جاہلیت[5] سے
وہ نفرت شرک سے اور مشرکوں کے ساتھ شرکت سے

وہ عہدِ[6] تام مظلوموں کی امداد و اعانت کا
وہ آوازہ صداقت کا دیانت کا امانت کا

وہ خُوش خُلقی وہ دانائی وہ شانِ نیک کرداری
صداقت کی تجارت پیشگی وہ راست گفتاری[7]

یہ سب کچھ میں بیاں کرتا نہایت لُطف سے لے کر
تواریخی و قرآنی حوالے ساتھ دے دے کر

---

[5] آپ نے لڑکپن میں بھی نہ تو کبھی بتوں کی تعظیم کی۔ نہ کوئی چڑھاوا چڑھایا۔ بلکہ بتوں پر چڑھائی ہوئی چیز بھی کبھی استعمال نہ کی۔ جوانی میں جب تک نبوت تفویض نہ ہوئی تھی آپ دینِ حنیف ابراہیمیہ کے پابند تھے اور سچے خداوند ذوالجلال کے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ آپ خانہ کعبہ میں جاتے تھے اور اسے معبدِ الٰہی مانتے تھے لیکن آپ نے کبھی ان بتوں کا صرف خیال نہیں کیا جو اندرونِ کعبہ مشرکین نے رکھ چھوڑے تھے۔ ساری قوم ان بتوں سے حاجتیں طلب کرتی تھی مگر آپ کعبہ میں جا کر بتوں سے منہ پھیر کر فرماتے لبیک حقاً حقاً تعبداً و صدقاً عذت بما عاذ به ابراہیم یعنی اللہ تیری درگاہ میں حاضر ہوں۔ حق پسندی عبادت گزاری اور سچائی کے ساتھ اور اس سے پناہ مانگتا ہوں جس سے ابراہیم نے پناہ مانگی۔ (مصنف)

[6] آنحضرت نے مکے کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر ایک عہد باندھا تھا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا۔ اور مکے میں کوئی ظالم نہ رہنے پائے گا۔ آنحضرت صلعم عہدِ نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا۔ اور آج بھی ایسے معاہدے کے لئے کوئی بُلائے تو میں حاضر ہوں۔ (مصنف)

[7] آپ نے جوانی میں کاروبارِ تجارت اختیار کیا۔ اور اسی سلسلے میں یمن، شام، بصرہ وغیرہ کے سفر بھی کئے۔ اور سب جگہ آپ دیانتدار اور خوش معاملہ تاجر کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ بعض لوگ تجارت میں آپ کے شریک بھی رہے ہیں چنانچہ سائب بن ابی سائب آپ کے شریک تھے۔ سائب کا بیان ہے کہ میں آپ کی معاملت اور دیانتداری سے ہمیشہ خوش رہا۔ (دیکھو رحمۃ للعالمین)

بیاں کرتا خدیجہؓ[1] کی شرافت کو نجابت کو
وہ جس کا مال لے کر آپ نکلے تھے تجارت کو
بیاں کرتا کہ آیا کس طرح پیغام[2] شادی کا
سبق دیتا جہانِ شوق کو عالی نہادی کا
بیاں کرتا کہ یہ شادی بشر کی خوش نصیبی تھی
محمدؐ پاک شوہر تھا خدیجہؓ[3] پاک بی بی تھی
بیاں کرتا کہ گزری ازدواجی زندگی کیسی[4]
نظر والوں کو ملتی رُوح کی تابندگی کیسی
محبت ہی سے تہذیب و تمدّن کی ہیں بنیادیں
بیاں کرتا کہ دیں اللہ نے کیسی پاک اولادیں[5]

---

[1] اُم المومنین حضرت خدیجہ رضؓ ایک شریف النفس پاکیزہ اخلاق (قریش کے ایک نہایت معزز گھرانے کی) خاتون تھیں۔ آپ کے والد کا نام خویلد تھا جو مکّے کے معزز رئیس تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچ پشت اوپر آنحضرت صلعم کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے یعنی خدیجہ ابن خویلد ابن اسد ابن عبد العزیٰ ابنِ قصی، عبد العزیٰ حضرت عبد المطلب کے دادا عبد مناف بن قصی کے بھائی تھے +

[2] خدیجہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ آپ کی تجارت اس بیوگی کی حالت میں بھی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ نے آنحضرت کی تاجرانہ دیانت وامانت، راستبازی حسنِ معاملت اور پاکیزہ سیرت کا شہرہ سنا تو آنحضرت کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ میرا مالِ تجارت لیکر شام کو جائیں۔ بصری سے واپسی پر حضرت خدیجہ نے آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ تاریخ معیّن پر ابو طالبؓ حمزہؓ اور تمام رؤسائے خاندان خدیجہ کے مکان پر تھے۔ ادھر سے عمرو بن اسد یعنی حضرت خدیجہ کے چچا نے خطبہ پڑھا۔ ادھر سے ابو طالب نے۔ پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر ہوا تھا۔ (مصنف)

[3] حضرت خدیجہ چونکہ نہایت شریف النفس اور پاکیزہ اخلاق تھیں۔ جاہلیت میں لوگ ان کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے (مصنف)

[4] آنحضرت کی عمر شادی کے وقت ۲۴ سال کی اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ آنحضرت نے خدیجہ کی زندگی میں دوسری شادی نہ کی۔ (مصنف)

[5] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر اولادیں ہوئیں (بجز حضرت ابراہیم کے) حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہوئیں۔ (مصنف)

marfat.com

بیاں کرتا کہ قاسم طیب و طاہر یہ تھے بیٹے کہ بچپن ہی میں جو آرام سے تربت میں جا لیٹے
خدیجہؓ ہی سے حق نے آپ کو سب بیٹیاں بھی دیں یہ زینبؓ اور رقیہؓ امِ کلثومؓ اور زہراؓ تھیں
بیاں کرتا محبت کس قدر تھی رشتہ داروں سے عزیزوں دوستوں سے شہریوں سے اور یاروں سے
بیاں کرتا عرب میں عام تھا لطف و کرم اس کا یتیموں اور بیواؤں کے دل میں تھا بھرم اس کا
بیاں کرتا کہ سارا ملک کہتا تھا امیں اس کو سمجھا تھا رحمتِ باری نے ختم المرسلیںؐ اس کو
قبائل کا بہم تعمیرِ کعبہ[1] کے لئے آنا وہ سب کا سنگِ اسود کے اٹھانے پر بگڑ جانا
لہو[2] سے ہاتھ بھرنا لڑنے مرنے کی قسم کھانا گھٹاؤں کی طرح غصے کے طوفانوں کا ٹکرانا
وہ ہٹ وہ ضد وہ اپنوں کا سراسر غیر ہو جانا مگر خیر الامیںؐ کا آ کے وجہِ خیر ہو جانا

---

[1] کعبہ کی تعمیر سیلاب وغیرہ کے سبب کمزور ہو گئی۔ لہٰذا قریش نے ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ تعمیر کریں۔ عرب کے تمام قبائل اس مذہبی کام میں حصہ لینے کے لئے اکٹھے ہو گئے اور عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لئے تاکہ کوئی قبیلہ اس شرف سے محروم نہ رہ جائے۔ لیکن جب حجرِ اسود کے نصب کرنے کا موقع آیا تو سخت جھگڑا ہوا۔ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ خدمت اس کے ہاتھ سے انجام پائے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ (سیرت النبیؐ)

[2] عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تو پیالے میں خون بھر کے اس میں انگلیاں ڈبو لیتا تھا۔ اس موقع پر بھی بعض دعویدار قبائل نے یہ رسم ادا کی اور مرنے مارنے کی ٹھان لی۔ (سیرت النبیؐ)

[3] چار دن تک ہنگامہ برپا رہا۔ آخر ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے معمر تھا رائے دی کہ کل صبح کو سب سے پہلے جو شخص حرم میں داخل ہو وہی ثالث قرار دیا جائے۔ کرشمۂ ربانی دیکھو کہ سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس نورِ مبین پر پڑیں وہ جمال تاب محمدی تھا۔ آپ کو دیکھ کر شور مچ گیا۔ امین آگیا، امین آگیا۔ اور سب نے بخوشی آپ کو ثالث مان لیا۔ (سیرت النبیؐ)

وہ چادر کا بچھانا اس پہ رکھنا سنگِ اَسْوَد کا   یہ زندہ معجزہ قبلِ نبوت تھا محمدؐ کا

وہ پتھر نصب کرنا آپ خُود جھگڑے کا چُک جانا   وہ ہر اِک جنگجو کا آشتی کی سمت جُھک جانا

یتیموں کی خبر لینا غُلاموں کی مدد کرنا   طلب کرنے سے نفرت خُود سوالی کو نہ رد کرنا

بیان کرتا ہُوں ساری حالتیں قبلِ نبوّت کی   طبیعت کا وہ سوز و ساز وہ تسکین خلوت کی

غریبوں پر ترس کھانا خُدا کے خوف سے ڈرنا   وہ چُھپ چُھپ کر حرا کے غار میں یادِ خُدا کرنا

وہ صُبحِ نُور کا نظّارہ وہ جبرئیلؑ کا آنا   ادب سے وہ نبوّت کا لباسِ نُور پہنانا

وہ اِقْرَأْ کا سبق وہ ایک اُمّی کا سبق پڑھنا   وہ ہمّت کی بلندی اور ذوق و شوق کا بڑھنا

وہ کثرت کے مقابل ایک قُوّت لے کے آجانا
وہ فرمانِ خُدا یعنی نبوّت لے کے آجانا

---

[1] رحمتِ عالم نے فرمایا جو قبائل دعوے دار ہیں۔ سب ایک ایک سردار کا انتخاب کریں۔ پھر آنحضرتؐ نے اپنی چادر بچھا کر دستِ نبوّت سے سنگِ اَسْوَد کو اٹھایا اور اپنی چادر پر رکھ دیا۔ اور قبائل کے منتخب سرداروں سے کہا اب اس چادر کے کنارے پکڑ کر سنگِ اسود کو اٹھاؤ اور مقررہ مقام پر لے چلو چنانچہ سب نے اٹھایا جب چادر موقع کے برابر آگئی تو رحمتِ عالم نے حجرِ اسود کو پھر اٹھایا اور خود نصب فرما دیا۔ (گویا اشارہ تھا کہ دینِ الٰہی کا آخری تکمیلی پتھر بھی انہی ہاتھوں سے نصب ہوگا)

[2] مکہ معظمہ سے تین میل پر ایک غار ہے جس کو غارِ حرا کہتے ہیں۔ آپ مہینوں جا کر قیام فرماتے اور مراقبہ کرتے۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے۔ وہ ختم ہو چکتا تو پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اور پھر واپس جا کر مراقبہ میں مصروف ہوتے (مصنّف)

مصنّف کا اعترافِ عجز

مَیں یہ سب کچھ بیاں کرتا مگر ہمت نہیں پڑتی یہ نازک مرحلے ہیں اور مری جرأت نہیں پڑتی
ادب اے خامۂ گستاخ جھک جا سرنگوں ہو جا تحیّر خیز نظاروں میں عقل و ہوش کو کھو جا
بیاں کرتا بیاں کرتا یہ آخر گفتگو کیا ہے! اگر کہہ دے کوئی تیرا بیاں کیا اور تُو کیا ہے!
مرا مُنہ اور سرکارِ محمّد کی ثنا خوانی مجھے معلوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی!
نہیں ہرگز کوئی دعویٰ نہیں ہے لب کُشائی کا دہن کیا ہے مرا ہاں ایک کاسہ ہے گدائی کا
مَیں حیثیت سوالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا متاعِ بے کمالی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
نہ یارائے سُخن سنجی نہ دعوائے زباں دانی اگر کچھ پاس ہے تو بس عقیدت کی فراوانی
مگر ہاں مُدّعا ہے خدمتِ اسلام مدّت سے کہ مَیں نے بھی پیے ہیں چند قطرے جامِ وحدت سے
کروں سیرت نگاری یہ نہیں ہے حوصلہ میرا حق و باطل کی آویزش ہے اصلی معرکہ میرا

رسولِ پاک کی سیرت سے واقف اک زمانہ ہے
مجھے رُخ کے بدلے نقطۂ اصلی پہ آنا ہے

بابِ پنجم

آفتابِ ہدایت کا طلوع

مقصدِ بعثت

مظلوم دُنیا کی دُعائیں

وہ مقصد جس کی خاطر آپ اِس دُنیا میں آئے تھے
وہ قرآں جس کو انسانوں کی خاطر آپ لائے تھے

وہ پیغامِ محبت وہ نجات اولادِ آدم کی
زمینِ صدق پر رکھنا نئی بُنیاد عالم کی

اب اس کا وقت آپہنچا تھا اب وہ کام ہونا تھا
زمیں تیار کرنا، نخلِ حق کا بیج بونا تھا

اندھیرا چھا چکا تھا کُفر کا دنیائے ہستی پر
زبردستی تسلّط پا چکی تھی زیردستی پر

تہی مے کشوں سے ہو چکا تھا مے کدہ خالی
کہ دُنیا ہو گئی تھی بادۂ غفلت کی متوالی

marfat.com

کوئی گوشہ نہ ملتا تھا جہاں مظلوم اماں پائیں
کوئی سنتا نہ تھا اِن کی یہ بیچارے کہاں جائیں
کوئی شفقت نہ کرتا تھا یتیموں پر غلاموں پر
یہ مر جاتے تھے بھوکے اور وہ بک جاتے تھے داموں پر
ضعیفوں اور بیواؤں کو روٹی بھی نہ ملتی تھی
غضب ہے مُزدِ مزدوروں کو کوڑی بھی نہ ملتی تھی
ستم سے تنگ آ کر خودکشی کر لی شریفوں نے
دُعا کو دستِ رعشہ دار اٹھائے تھے ضعیفوں نے

اِقْرَاْ

اُٹھا غارِ حرا سے ابرِ رحمت شانِ حق لے کر
لبِ اِقْرَاْ بِاسْمِ[۱] رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ لے کر
سُنایا آ کے اہلِ بیت کو مژدہ رسالت کا
انہیں ایمان پہلے ہی سے تھا حق و صداقت کا
کہا اس خالقِ ہستی کے جلوے پر رہو شیدا
اسی کا نام لینا چاہیے جس نے کیا پیدا
وہ جس نے گوشت کے اِک لوتھڑے کو زندگی بخشی
بنائی شکلِ انساں اور ایسی برتری بخشی

---

[۱] نبوت کا دیباچہ یہ تھا کہ خواب میں آپ پر اسرار منکشف ہونے شروع ہوئے۔ ایک دن جب کہ آپ حسبِ معمول غارِ حرا میں مراقبہ تھے فرشتۂ غیب نظر آیا جو آپ سے کہہ رہا تھا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

(پ ۳۰ العلق ع ۵)

پڑھ اس خدا کا نام جس نے کائنات کو پیدا کیا اور جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا خدا کریم ہے۔ وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو [illegible] معلوم نہ تھیں۔

ذریعے سے قلم کے جس نے دی تعلیم انساں کو   اسے وہ کچھ سکھایا جو نہ آسکتا تھا ناداں کو

* * *

خدیجہؓ اور علیؓ ابنِ ابی طالبؓ ہوئے مومن   ابھی شیرِ خدا دس سال کے بچے ہی تھے کمسن
جنابِ زیدؓ جو اِک بندۂ آزاد کردہ تھے   علیؓ کے بعد وہ بھی دامنِ اسلام میں آئے

صِدّیق کا ایمان

ابُوبکرؓ آئے اُن کو بھی یہی پیغام پہنچایا   خُدا کے دین کی تلقین کی اِسلام پہنچایا
کہا مُجھ کو مرے رب نے نبوّت دے کے بھیجا ہے   ہدایت دے کے بھیجا ہی شریعت دے کے بھیجا ہے
مَیں آیا ہُوں کہ بندوں کو خُدا کے در پہ لے جاؤں   نجاتِ دُنیوی و اُخروی کی راہ دکھلاؤں
کہا بُوبکرؓ[1] نے سرکار اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا   مرے مالک مرے مختار اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا
مرے ماں باپ آل اَولاد قرباں اس شریعت پر   محمدؐ کے خُدا پر اور محمدؐ کی رسالت پر
یہ کہہ کر جُھک گئے بُوبکرؓ چُومے ہاتھ حضرت کے   ہُوئے مشغولِ تبلیغ آپ بھی اب ساتھ حضرت کے

---

[1] ابوبکر بن ابی قحافہ دولتمند ماہرِ انساب، صائب الرائے اور فیاض تھے۔ جب وہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اور مکّے میں ان کا عام اثر تھا۔ معززینِ شہر ان سے ہر بات میں مشورہ کرتے تھے۔ آپ آنحضرت کے پرانے دوست اور لڑکپن کے رفیق تھے اور مدتوں سے فیضیاب تھے۔ اہلِ سیر کا بیان ہے کہ کبار صحابہ ان ہی کی تبلیغ سے ایمان لائے۔ (مصنف)

یہ وہ ایمان تھا جس کا خدا نے ذکر فرمایا
یہ وہ انسان تھا جس نے لقب صدیق کا پایا

السَّابِقِینَ الْاَوَّلِینَ

ابو بکرؓ آج اس توحیدِ حق کا جام لے آئے
کہ جس سے حضرت عثمانؓ[1] بھی اسلام لے آئے

زبیرؓ[2] و سعدؓ و طلحہؓ عبد رحمٰنؓ بو عبیدہؓ بھی
علی کے بھائی جعفرؓ اور بیوی اُن کی اسماؓ بھی

غرض ایمان لائے سب سے پہلے اپنے گھر والے
پھر آئے دوست اس حلقہ میں دل والے نظر والے

برس چالیس پورے اس نبیؐ کو سب نے دیکھا تھا
مروّت سے بھری پاکیزگی کو سب نے دیکھا تھا

یہ چند افراد سب سے پیشتر حق کے قریں آئے
درِ توحید پر السّابقین الاوّلین آئے

مقدر تھی سعادت ان رضا کے بہرہ مندوں کو
خدا نے آپ خود ہی چن لیا تھا اپنے بندوں کو

یہ چھوٹی[3] سی جماعت ذکرِ حق کرتی تھی چھپ چھپ کے
شہادت گاہِ اُلفت میں قدم دھرتی تھی چھپ چھپ کے

---

[1] عثمان بن عفانؓ خاندان امیہ کے ایک دولتمند رکن تھے۔

[2] زبیرؓ ابن عوام آنحضرت کی پھوپھی کے بیٹے اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ، طلحہؓ بن عبید اللہ، عبد الرحمٰن بن عوف۔ ابو عبیدہؓ ابن الجراح۔ اسماءؓ بنت عمیس۔ ابو سلمہؓ عثمانؓ بن مظعون۔ عبیدہؓ بن حارث بن عبد المطلب۔ سعیدؓ ابن زید اور ان کی بیوی فاطمہؓ بنت خطاب۔ ہمشیر حضرت عمر فاروق (عمر فاروق اس وقت حالت کفر میں تھے)۔ اسماءؓ بنت ابی بکرؓ عبد اللہ بن مسعود۔ عمارؓ بن یاسر خبابؓ ابن الارت۔ ارقمؓ صہیبؓ رومی ان خوش قسمت اصحاب میں سے تھے جو السابقین الاولین کہلائے۔ (مصنف)

[3] احتیاط کی جاتی تھی کہ محرمانِ خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ نماز کے وقت آنحضرت کسی پہاڑ میں چھپ جاتے اور وہاں نماز پڑھتے۔ (سیرۃ النبی)

انہیں معلوم تھا جس روز کھولا راز کا دامن
عرب ہو یا عجم سارا جہاں ہو جائے گا دشمن

مگر وہ روز جلد از جلد مُنہ دکھلانے والا تھا
کہ تبلیغ علانیہ کا فرماں آنے والا تھا

مِلا ہو جس کو یہ فرماں کہ ہاں فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ[1]
خُدا کے حکم کو پھر کھول کر کہتا نہ وہ کیونکر

پہاڑی کا وعظ، اعلائے کلمۃُ الحقّ

چڑھا کوہِ صفا پر ایک دن اسلام کا ہادی
نظر کے سامنے تھی بستیِ انساں کی آبادی

صدا دی اے قریشی عورتو مردو اِدھر آؤ!
یہ اپنے کام دھندے آج تہ کر دو اِدھر آؤ!

مثالِ رعد ہادی کی صدا گونجی ہواؤں میں
زمیں سے آسماں تک غلغلہ اُٹھا فضاؤں میں

یہ کڑکا سُن کے خلقت گھر سے نکلی اس طرف آئی
بڑھی انبوہ در انبوہ، دوڑی صَف بَصَف آئی

اکٹھے ہو گئے آ کر جوان و پیر و مرد و زن
بنی آدم کا جنگل بن گیا یہ کوہ کا دامن

خطاب ان سے پیمبر نے کیا اللہ کے بندو
خلیل اللہ کے پوتو، ذبیح اللہ کے فرزندو!

کھڑا ہوں میں تمہارے سامنے ایسی بلندی پر
دو جانب مجھ پہ روشن ہے جہاں اچھا بُرا منظر

---

[1] فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (پ ۱۴ الحجر ع ۶) — پس تجھے جو حکم ہوا ہے واشگاف کہہ دے۔ اور مشرکین کی کوئی پروا نہ کر۔

rekhta.com

اگر میں تم سے یہ کہہ دوں کہ اِس کہسار کے پیچھے   پہاڑوں کی بلند اور آہنی دیوار کے پیچھے
چھپی ہے رہزنوں کی فوج تم پہ وار کرنے کو   گھروں کے لُوٹنے کو شہر کے مسمار کرنے کو
یہ کہہ دوں میں اگر تم سے تو کیا تم مان جاؤ گے   یقیں آجائے گا کیا مجھ پہ کوئی شک نہ لاؤ گے
کہا لوگوں نے ہاں سچا ہے تُو یہ جانتے ہیں سب   تُو ہمیں ہی سے صادق ہی امیں ہے مانتے ہیں سب
بھلا اِس قول پر کیسے یقیں ہم کو نہ آئے گا   بلا چون و چرا مانیں گے کوئی شک نہ لائے گا

یہ سُن کر پھر بلند آواز سے سچا نبیؐ بولا   اسی انداز سے قرآنِ ناطق نے دہن کھولا
کہ اے لوگو مرا کہنا نہایت غور سے سُن لو   میں کہتا ہوں کہ باز آجاؤ ظلم و جور سے سُن لو
بہائم کی صفت چھوڑو ذرا انسان بن جاؤ   بُرے اعمال سے توبہ کرو شرماؤ شرماؤ
فواحش اور زناکاری مٹادو نیک ہو جاؤ   خدا کو ایک مانو اور تم بھی ایک ہو جاؤ
یغوث و لات و عزّیٰ کچھ نہیں بے جان پتھر ہیں   جنہیں تم پُوجتے ہو وہ تو خود تم سے بھی کمتر ہیں
وہی خالق، وہی سچا خدا معبود ہے سب کا   وہی مطلوب ہے سب کا وہی محبوب ہے سب کا
بتوں کی بندگی کے دام سے آزاد ہو جاؤ   خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہو جاؤ
پھنسا رکھا ہے شیطاں نے تمہیں باطل کے پھندے میں   نہ رکھا فرق تم نے کچھ خدا میں اور بندے میں

تمہارے واسطے میں دولتِ اسلام لایا ہوں
جو ابراہیمؑ لائے تھے وہی پیغام لایا ہوں

خدائے قادر و قہار پر ایمان لے آؤ
جہاں کے مالک و مختار پر ایمان لے آؤ

جہالت چھوڑ دو قرآن پر ایمان لے آؤ
بتوں کو توڑ دو رحمٰن پر ایمان لے آؤ

اگر ایمان لے آؤ تو بچ جاؤ گے اے لوگو!
فلاحِ دُنیوی و اُخروی پاؤ گے اے لوگو!

نہ مانو گے تو بربادی کا بادل چھانے والا ہے
بُرا وقت آنے والا ہے، بُرا وقت آنے والا ہے

مُشرکین کا غیظ و غضب

خُدا کا نام گویا قہر تھا بُت خانۂ دل پر
گرا دی حق نے بجلی تودۂ بارُودِ باطل پر

غضب کی آندھیاں منڈلا گئیں لوگوں کی صُورت پہ
نگاہیں سُرخ ہو کر چھا گئیں نُورِ نبوت پر

غضب میں بھر گئے سارے قریش اس غذا کو سُن کر
کہ اُن کے پتھروں کو کہہ دیا تھا آپ نے پتھر

جسے دیکھو اُسی کے منہ میں کف تھی کُفر بکتا تھا
خُدا واحِد ہے، یہ گویا سمجھ میں آ نہ سکتا تھا

بتوں اور دیوتاؤں کی مذمت جُرم تھی گویا
ہُوا وہ شور و شر برپا قیامت آ گئی گویا

انہیں تو حق سے نفرت تھی یہ باتیں کس طرح سُنتے
کھٹکنے لگ گئے کانٹے جنہیں وہ پھول کیا چنتے

ابولہب بن عبدالمطلب کا کفر

مثالِ شعلہ اُٹھا بولہب، چیخا دہن کھولا
خبردار۔ او بھتیجے اِس سے آگے اور اگر بولا

ہمارے دیوتا ناراض ہو جائیں تو پھر کیا ہو!
تو اتنا ہی بتا دے مینہ نہ برسائیں تو پھر کیا ہو!

اہانت اِک خدا کے نام سے اتنے خداؤں کی
مذمت سارے معبودوں کی دیوی دیوتاؤں کی

نبوت کیا ترے ہی واسطے تھی اِس زمانے میں
نبوت کے لئے کیا تو ہی تھا میرے گھرانے میں[1]

یہی باتیں سُنانے کو ہمیں تُو نے بلایا ہے
سمجھ میں کچھ نہیں آیا یہ کیا تُو نے سُنایا ہے

تری باتوں پہ ہرگز کان دھر سکتا نہیں کوئی
کہ اِس توہین کو برداشت کر سکتا نہیں کوئی

غرض ایسی ہی باتیں کر کے سب نے راہ لی گھر کی
پسند آئی نہ ان کو بات کوئی بھی پیمبر کی

مگر اس رحمتِ عالم کا دل توحید کا گھر تھا
نہ آ سکتی تھی مایوسی کہ یہ اُمّید کا گھر تھا

بنو ہاشم میں تبلیغ۔ حضرت علی کا ایمان

کیا دولت کدے پر ایک دن سامان دعوت کا
بنی ہاشم کو یعنی اپنے[2] کنبے کو بلا بھیجا

---

[1] ابولہب یہ خیال کرتا تھا کہ آلِ ہاشم میں اس وقت سب سے بڑا میں ہوں۔ اس لئے نبوت اگر ملنی تھی تو مجھے ملنی چاہیے

[2] وَاَنذِرْ عَشِیرَتَکَ الْاَقْرَبِینَ ○ پ الشعراء ع اور اپنے نزدیکی خاندان والوں کو خدا سے ڈرا۔

چچا تھے بُولہب، عباسؓ، حمزہؓ اور ابو طالبؓ
یہ عبد المطّلب کے جانشیں سر کردہ و غالب

اکٹھے ہو گئے سب بھائی بہنیں بیویاں[1] بچے
کہ ان میں کچھ تو تھے ذی ہوش اور کچھ عمر کے کچّے

کِھلا کر سب کو کھانا رحمتِ عالم نے فرمایا
عزیزو مَیں تمہارے واسطے اِک چیز ہُوں لایا

وہ چیز اسلام پر ایمان ہے جو دینِ بیضا ہے
متاعِ بے بہا ہے اور کفیلِ دین و دُنیا ہے

بتاؤ آپ میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے
بتاؤ کون اپنا ہاتھ میرے ہاتھ دیتا ہے[2]

یہ سُن کر منہ لگے اک دُوسرے کا سب کے سب تکنے
ابُولہبِ لعیں پھر چاہتا تھا اور کچھ بکنے

کہ طفلِ سیزدہ سالہ علیؑ ابنِ ابی طالب
رہی جس کی صداقت مصلحت پر عمر بھر غالب

وہ اُٹھا اور بولا میں اگرچہ عمر میں کم ہوں
مری آنکھوں میں ہے آشوب گویا چشمِ پُرنم ہوں

بھری محفل میں لیکن آج یہ اعلان کرتا ہوں
کہ مَیں سچّے نبیؐ پر جان و دل قربان کرتا ہوں

مَیں اپنی زندگی بھر ساتھ دُوں گا یا رسُول اللہ
یقیں کیجے کہ قدموں میں رہوں گا یا رسُول اللہ

جُھکے شیرِ خُدا جب بات اپنی برملا کہہ کر
رسُول اللہ نے سر پر ہاتھ رکھّا مرحبا کہہ کر

بڑے بُوڑھے جو چپ تھے کِھلکِھلا کر ہنس پڑے سارے
انہیں معلُوم کیا تھا جانتے کیا تھے وہ بیچارے

---

[1] یہ سب بنی ہاشم ہی تھے۔ اِن کی تعداد چالیس یا ایک کم یا ایک زیادہ تھی۔ (رحمۃ للعالمین)

[2] دیکھو رحمۃ للعالمین۔

کہ یہ لڑکا وہ جس پر ہنس رہے ہیں اس حقارت سے
پہاڑوں کے جگر تھرا اٹھیں گے اِس کی ہیبت سے

بنی ہاشم ہنسی میں بات اُڑا کر ہو گئے راہی
علیؓ کو ہو گئی حاصل مگر دارین کی شاہی

اِسلام لانے والوں[۱] پر مصائب کے پہاڑ

علانیہ اِدھر سے دین کا اعلان ہوتا تھا
اُدھر سے شہر میں تضحیک کا سامان ہوتا تھا

---

[۱] حضرت بلال حبشی النسل تھے۔ اُمیّہ بن خلف کے غلام تھے۔ ٹھیک دوپہر کے وقت اُمیّہ ان کو عرب کی جلتی ہوئی ریت پر لٹاتا اور پتھر کی چٹان سینے پر رکھ دیتا۔ یہ وہی بلالؓ ہیں جو مؤذن کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت یاسرؓ اور ان کے بیٹے عمارؓ اور ان کی بیوی سمیّہؓ مسلمان ہو گئے تو ابوجہل نے ان کو شدید عذاب پہنچاتے۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عذابوں میں مبتلا دیکھ کر فرمایا۔ اصبروا یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ۔ ترجمہ: یاسر والو صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت ہے) ابوجہل نے بی بی سمیّہ کے اندامِ نہانی میں نیزہ مارا اور وہ تڑپ کر ہلاک ہو گئیں۔ حضرت خباب بن الارت کے سر کے بال کھینچے جاتے اور گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے داغ دیا جاتا۔ (رحمۃ للعالمین)

حضرت صہیبؓ رومی مشہور ہیں۔ مگر ان کے والد سنان کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے حاکم تھے۔ رومیوں کے حملے سے تباہ حال ہو گئے۔ ایک عرب نے ان کو خریدا۔ مکے میں عبداللہ بن جدعان نے روپیہ دے کر ان کو آزاد کرا دیا تھا۔ یہ مسلمان ہو گئے۔ ابوفکیہہؓ صفوان بن اُمیہ کے غلام تھے۔ اُمیہ ان کا گلا گھونٹتا، مارتا گھسیٹتا مگر وہ راہِ خدا سے نہ ہٹے۔ ان کے سینے پر وزنی پتھر رکھ دیتے کہ ان کی زبان باہر نکل آتی۔ (رحمۃ للعالمین)

لبینہؓ ایک کنیز تھی حضرت عمرؓ جس وقت تک ایمان نہ لائے تھے ان کو اتنا مارتے کہ خود تھک جاتے۔ اور وہ اسلام پر قائم رہی۔ نہدیہؓ اور زنیرہؓ بھی کنیزیں۔ عامرؓ بھی غلام تھے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

مسلسل پھولنے پھلنے لگا اِسلام کا پودا   مخالف تھے قریش اب بڑھ چلا کچھ اَور بھی سودا
نبیؐ کو اور مُسلمانوں کو تکلیفیں لگیں ملنے   وہ تکلیفیں کہ جن سے عرشِ اعظم بھی لگا ہلنے
غضب کے ظلم ہوتے تھے مُسلماں ہونے والوں پر   خزاں آتی تھی دل میں تخمِ وحدت بونے والوں پر
لِٹاتے تھے کسی کو تپتی تپتی ریت کے اُوپر   کسی کے سینۂ بے کینہ پر رکھے گئے پتّھر
مُسلماں بیبیوں پر چابکوں کا مینہ برستا تھا   کنیزوں کو شکنجے میں کوئی بے درد کستا تھا
بلالؓ و یاسرؓ و عمّارؓ و خبابؓ اور سمیّہؓ   صہیبؓ و بُو فکیہہؓ اور لبینہؓ اور نہدیہؓ
زنیرہؓ اور عامرؓ تھے غلام اور لونڈیاں اِن کی   مُسلماں ہو گئے تھے آگئی آفت میں جاں اِن کی
محمدؐ کی محبت میں ہزاروں ظلم سہتے تھے   خُدا پر تھی نظر ان کی زباں سے کچھ نہ کہتے تھے
یہ ظلم ان کو خُدا سے دُور کر سکتے نہ تھے ہرگز   نشے صہبائے وحدت کے اُتر سکتے نہ تھے ہرگز
سِتم ہائے فراواں کی بڑھی جب حد سے بے دردی   تو ان کی حضرتِ بوبکرؓ[1] نے قیمت ادا کر دی
اخوّت مذہبِ اسلام کا پتّھر ہے بُنیادی   غلاموں کو دلائی ہے اِسی جذبے نے آزادی
مُسلماں ہونے والوں سے غلامی کی مٹی ذلّت   کہ آڑے آگئی عثمانؓ اور بُوبکرؓ کی ہمّت

---

[1] حضرت ابوبکرؓ کے دفترِ فضائل کا پہلا باب یہی ہے کہ انھوں نے بے دریغ دولت صرف کر کے مظلوم مسلمان لونڈی اور غلاموں کو بھاری بھاری داموں پر خرید کر کے آزاد کر دیا۔ (مصنف)

marfat.com

اکابرِ قریش کی ابُوطالب کو دھمکی

شرارت میں کمی کوئی نہ کی اشرارِ مکّہ نے
مسلمانوں کو بے بس کر دیا کفارِ مکّہ نے
مگر اس پر بھی جب بڑھتے رہے پیرو محمدؐ کے
تو باہم مشورے ہونے لگے ایذائے بیحد کے
ابُوجہل و امیہ، بُولہب، عقبہ ابوسفیاں
ولید و عاص و عتبہ الغرض جتنے بھی تھے ذیشاں[1]
یہ فرزندانِ تاریکی جو نورِ حق سے چُندھیائے
ہُوئے اک دن اکٹھے اور ابُوطالب کے گھر آئے
کہا ہم کو بھتیجا آپ کا بے دین کہتا ہے
ہمارے دین کو انسان کی توہین کہتا ہے
بُرا کہتا ہے وہ چھوٹے بڑے سارے خُداؤں کو
ہُبل کو لات کو عزّیٰ کو دیوی دیوتاؤں کو
ہمارے باپ داداؤں کو بھی گمراہ کہتا ہے
سوا اپنے خُدا کے سب کو غیر اللہ کہتا ہے
بس اب برداشت کر سکتے نہیں ہم اُس کی جرأت کو
کسی دن دیکھ لیں گے اُس کو اور اُس کی نبوت کو
ہم اپنے دین کی توہین پر چُپ رہ نہیں سکتے
تمہارے پاس آئے ہیں کہ بس اب سہہ نہیں سکتے

تم اس کا ساتھ چھوڑ دو یا کرو تنبیہ سمجھاؤ
وگرنہ جنگ کا ساماں کرو میدان میں آؤ

---

[1] ابوجہل ابن ہشام، امیہ بن خلف، عقبہ بن معیط، ابوسفیان بن حرب بن امیہ، ولید بن مغیرہ (حضرت خالد کا باپ) عاص بن وائل سہمی (عمرو بن عاص کا باپ) عتبہ بن ربیعہ (امیر معاویہ کا نانا) (مصنف)

چچا کی فہمائش

یہ کہہ کر چل دیئے سب لوگ ابُوطالب بھی گھبرائے
اُنہیں ڈر تھا مبادا قوم ہی سے جنگ چھڑ جائے
بُلایا آپ کو نرمی سے بولے جانِ عم دیکھو!
تمہیں لازم ہے ڈالو اس چچا پر بار کم دیکھو!
تم اپنے دین کی تلقین کو رہنے دو جانے دو
بڑھاپے میں ہماری شان پر دھبّہ نہ آنے دو
مَیں بُوڑھا ہوں اکیلا کُل عرب سے لڑ نہیں سکتا
مَیں اَڑ بھی جاؤں تو سارا قبیلہ اَڑ نہیں سکتا

بھتیجے کا جواب

چچا کے دامنِ شفقت کو بھی ہٹتا ہوُا پایا
تو ہو کر آب دیدہ ہادیٔ برحق نے فرمایا
قسم اللہ کی سارا جہاں بھی ہو اگر دُشمن
یہ سب شیطان کے ساتھی بڑھیں ہو کر بشر دشمن
جفاؤ ظُلم کی آندھی چلے طُوفان آ جائیں
مٹانے کو مرے شدّاد اور ہامان آ جائیں
کسی دھمکی، کسی ڈر سے مرا دل گھٹ نہیں سکتا
مجھے یہ فرض ادا کرنا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا
مرے ہاتھوں میں لا کر چاند سُورج بھی اگر رکھ دیں
مرے پیروں تلے رُوئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں
خُدا کے کام سے مَیں باز ہرگز رہ نہیں سکتا
یہ بُت جھوٹے ہیں مَیں جھوٹوں کو سچّا کہہ نہیں سکتا

marfat.com

مَیں سچّا ہوں تو بس میرے لئے میرا خُدا بس ہے کسی امداد کی حاجت نہیں اُس کی رضا بس ہے
مرا ایمان ہے ہر شے پہ قادر حق تعالیٰ ہے وہی آغاز کو انجام تک پہنچانے والا ہے

ابُوطالب کا تاثّر

ابُوطالب نے حیرت سے بھتیجے کی طرف دیکھا جلالِ مصطفٰے میں مردِ کامل سر بکف دیکھا
کہا اے جانِ عم اب میں کسی سے ڈر نہیں سکتا جہاں میں کوئی تیرا بال بیکا کر نہیں سکتا!

تبلیغِ حق کا دشوار گذار رستہ

کفّار کی ایذا رسانی اور توہین

پیمبر دعوتِ اسلام دینے کو نکلتا تھا نویدِ راحت و آرام دینے کو نکلتا تھا
نکلتے تھے قریش اس راہ میں کانٹے بچھانے کو وجودِ پاک پر سَو سَو طرح کے ظلم ڈھانے کو
اُمیّہ بُولہب بُوجہل عقبہ سخت دُشمن تھے شقاوت پیشہ تھے بیداد گر تھے اور پُرفن تھے
خُدا کی بات سُن کر مضحکے میں ٹال دیتے تھے نبیؐ کے جسمِ اطہر پر نجاست ڈال دیتے تھے

marfat.com

کوئی گالی سُناتا تھا کوئی پتھر اُٹھاتا تھا کوئی قرآن پر ہنستا[1] تھا کوئی منہ چڑاتا تھا

حرم کی سرزمیں پر آپ پڑھتے تھے نماز اکثر ہمیشہ اس گھڑی کی تاک میں رہتے تھے بدگوہر

قریشی مرد اُٹھ کر راہ میں آوازے کستے تھے یہ ناپاکی کے چھرے چار جانب سے برستے تھے

کوئی حضرت کی گردن گھونٹتا[2] تھا کس کے چادر میں کوئی دیوانہ پتھر مارتا تھا آپ کے سر میں[3]

---

[1] قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے۔

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ اس قرآن کو نہ سنو اس میں گڑبڑ ڈال دو۔ شاید تم
تَغْلِبُوْنَ ○ (پ۲۴ حٰم السجدہ ع ۴ ۲۶) غالب آؤ۔

[2] ابولہب بن عبدالمطلب آنحضرت کا چچا تھا۔ مگر آپ کو سب سے زیادہ ایذا دیتا تھا۔ آپکے دروازے پر محض ستانے کے لئے نجاست ڈال دیتا۔ ایک مرتبہ کچھ اونٹ ذبح ہوئے تھے۔ ان کی اوجھیں پڑی ہوئی تھیں۔ ابوجہل نے دل لگی کی راہ سے کہا۔ اس اوجھ کو کون ہے کہ اس شخص پر ڈالتا ہے؟ عقبہ بن ابی معیط نے کہا۔ مَیں حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اوجھ اٹھائی۔ آپ سجدے میں تھے کہ سر اور دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی۔ اور سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ آپ اسی طرح ساکت و صامت سجدے میں پڑے رہے۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو خبر ہوئی۔ اگرچہ وہ کمسن تھیں۔ مگر تابؔ آئی۔ دوڑی ہوئی آئیں اور اس نجاست کو دونوں ہاتھوں سے ہٹایا۔ (خاتم المرسلین)

[3] ایک دفعہ بہت سے قریش نے جن میں اشراف قریش شامل تھے۔ آنحضرت پر وار کیا۔ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر اس قدر مروڑا کہ آپ کا دم رکنے کے قریب ہو گیا۔ استنے میں حضرت ابوبکر جھپٹ کر آئے اور ان لوگوں کے ہاتھ سے آپ کو یہ کہہ کر چھڑایا۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ تم ایک شخص کو محض اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے۔
جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (پ۲۴ المؤمن ع ۴ ۲۸) اللہ میرا پروردگار ہے اور تمہارے پاس روشن دلائل لایا ہے۔

قریشی عورتیں کانٹے بیابانوں سے لاتی تھیں
گذرگاہِ گلِ گلزارِ وحدت میں بچھاتی تھیں؎
نجاست گھر کے دروازے پہ لا کر پھینک جاتی تھیں
جھگڑتی بدزبانی کرتی تھیں فتنے اُٹھاتی تھیں
کلامِ حق کو سُن کر کوئی کہتا تھا یہ شاعر ہے
کوئی کہتا تھا کاہن ہے کوئی کہتا تھا ساحر ہے

مگر وہ منبعِ حلم و صفا خاموش رہتا تھا
دعائے خیر کرتا تھا جفا و ظلم سہتا تھا

قریش کی طرف سے مادی ترغیبات

عُتبہ کی گفتگو

قریش اک دن اکٹھے ہو کے بیٹھے اور یہ سوچا
کہ ظلم اتنے کیے لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا
محمدؐ اس قدر صابر ہے کیوں؟ یہ ماجرا کیا ہے!
نمود و نام کا طالب نہیں تو چاہتا کیا ہے؟
بہم اک مشورے کے بعد محفل سے اُٹھا عُتبہ
رسُولِ پاک سے تنہائی میں جا کر ملا عُتبہ
کہا جس دن سے تم کہنے لگے ہو خود کو پیغمبر
بڑی بھاری مصیبت ڈال دی ہے قوم کے سر

؎ ام جمیل ابوسفیان کی بہن تھی۔ وہ سو کام چھوڑ کے جاتی اور خاردار جھاڑیوں کا ایک بوجھ پیٹھ پر لاد کے لاتی اور آپ کے راستے میں بچھا دیتی۔ چونکہ آپ صبح اٹھنے کے عادی تھے اور اندھیرے منہ طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے اس لئے آپ کو اس سے سخت تکلیف پہنچتی۔ (مصنف)

رواج و رسمِ قومی کی برائی کرتے پھرتے ہو
غلاموں مفلسوں[1] سے آشنائی کرتے پھرتے ہو
بُرا کہتے ہو کیش و مذہبِ اجداد و آبا کو
کہا کرتے ہو تم دوزخ کا ایندھن[2] لات و عزّیٰ کو
پرانے دین سے تم پھیرتے جاتے ہو لوگوں کو
خدا اک ہے، انوکھی بات سمجھاتے ہو لوگوں کو
قریش اس ذلت و توہین سے تنگ آچکے ہیں سب
بظاہر ہر طریقے سے تمہیں سمجھا چکے ہیں سب
بتاؤ تو سہی آخر تمہارا مدّعا کیا ہے؟
بہت اچھے تھے پہلے تم، تمہیں آخر ہوا کیا ہے؟
رسومِ عام میں پہلے بھی شرکت تم نہ کرتے تھے
ہمارے دیوتاؤں کی عبادت تم نہ کرتے تھے
تمہیں ہم نیک طینت جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
تمہارا مرتبہ پہچانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
یہ کیا جادو ہے کیا افسوں ہے جس میں کھو گئے ہو تم
روایاتِ قدیمہ کے مخالف ہو گئے ہو تم
تمہاری اس روش نے قوم میں ہے تفرقہ ڈالا
نہ ہوگا اس طریقہ سے تمہارا مرتبہ بالا
اگر دولت کی خواہش ہو تو دولت تم کو دلوائیں
تمہارے واسطے ہم جمع کر کے مال و زر لائیں

---

[1] حضرت نوحؑ کے خاص مقربین کی نسبت بھی کفار اسی طرح کہا کرتے تھے۔

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ (پ ۱۲ ہود ع ۳ ۲۷)

اور ہم تو بظاہر یہی دیکھتے ہیں کہ تیری پیروی انہیں لوگوں نے کی ہے جو رذیل ہیں۔ اس لئے ہم تم میں کوئی بھی برتری نہیں پاتے بلکہ ہماری نظر میں تم سب جھوٹے ہو۔

[2] اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ (پ ۱۷ الانبیاء، ع ۷ ۹۸)

تم اور جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہونگی۔

marfat.com

عرب کی سلطنت چاہو تو یہ بھی کچھ نہیں مشکل   کہ سارے ملک کو کر دیں گے ہم اس بات پہ مائل
کسی عورت پہ عاشق ہو تو ناممکن نہیں یہ بھی   ہمیں کہہ دو تمہارا کام کر دیں گے ہمیں یہ بھی
نہیں ہے گر نمود و نام و شاہی سے غرض تم کو   تو پھر ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ہے کوئی مرض تم کو
اگر یہ ہے تو کہہ دو صاف جس سے ہم سمجھ جائیں   کریں اس کا تدارک اور دوائیں ڈھونڈ کر لائیں
مُسلّط کوئی جن ہے یا کوئی آسیب آتا ہے   جتاتا ہے تمہیں اس قسم کی باتیں سکھاتا ہے
ہمیں تم صاف کہہ دو ہم کسی عامل کو بلوائیں   کوئی تعویذ ڈھونڈیں کوئی ٹوٹا ٹوٹکا لائیں
مگر اس کام سے باز آؤ یہ ضدی روش چھوڑو   مقدّس دیوتاؤں کو بُرا کہنے سے منہ موڑو

تمہارے اِن طریقوں سے بڑا طُوفان آئے گا
تمہارے پیرووں میں کوئی بھی جینے نہ پائے گا

عُتبہ کی حیرت

کہا میں تم کو ارشاداتِ ربّانی سُناتا ہُوں   ہدایت کے لئے آیاتِ قرآنی سُناتا ہُوں
یہ فرما کر پڑھیں حٰمٓ کی آیاتِ[1] قرآنی   سُنیں عُتبہ نے سُن کر ہو گیا غرقابِ حیرانی

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے۔

اُٹھا چُپ چاپ اپنے ساتھیوں کے رُوبرُو آیا
کہا میں نے تو اس کو ساحر و کاہن نہیں پایا
وہ شاعر بھی نہیں کچھ اور ہے طرزِ کلام اُس کا
مَیں کہتا ہُوں کہ لوہا مان لیں گے خاص و عام اُس کا
نہ مال و جاہ کی خواہش نہ ہے دھمکی کا ڈر اُس کو
مناسب ہے کہ اب رہنے دو اُس کے حال پر اُس کو
اگر اس شخص کو اہلِ عرب نے مار ہی ڈالا
چلو چھٹی ہُوئی آئی ہُوئی کو مَوت نے ٹالا
اگر یہ غالب آیا ملک پر آخر بُرا کیا ہے
تم اس کی قوم ہو سب کے لئے اچّھا ہی اچھا ہے
وہ بولے اور لیجے یہ بھی اب ہم کو ڈبوتا ہے
دلِ عُتبہ پہ جادُو چل گیا معلُوم ہوتا ہے
غرض کوئی نہ کی پروا پرستارانِ باطل نے
رسُول اللہ کو اب اور ایذائیں لگیں ملنے
ابی طالب کے ڈر سے قتل اگرچہ کر نہ سکتے تھے
مگر تضحیک اور تذلیل کرنے سے نہ تھکتے تھے
ابُوجہل اور عقبہ کرتے تھے گُستاخیاں ایسی
کہ سُن کر بھی جنہیں برداشت کر سکتا نہیں کوئی

حاشیہ صفحہ گذشتہ

لہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ (پ۲۴ حٰم السجدہ ع ۱)

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ۲۴ حٰم السجدہ ع ۲)

کہہ دے میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ وحی کی جاتی ہے طرف میری کہ تمہارا خدا صرف وہی ایک خدا ہے۔ پس سیدھے اس کے حضور میں جاؤ اور معافی طلب کرو۔

کہہ دے کیا تم لوگ اس خدا کو جھٹلاتے ہو جس نے دو دن میں یہ زمین پیدا کر دی۔ اور تم خدا کے شریک قرار دیتے ہو وہی ہے سارے جہاں کا پروردگار!

marfat.com

حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا

شجاعِ نامور فرزندِ عبدُالمطّلب حمزہؓ — وہ عمِّ مصطفیٰؐ عالی نسب والا حسب حمزہؓ
وہ حمزہؓ[1] جس کو شاہِ شاہسوارانِ عرب کہتے — جسے جانِ عرب لکھتے جسے شانِ عرب کہتے
اگرچہ اب بھی اپنے کفر کی حالت پہ قائم تھے — مگر فخرِ رسلؐ کی دائمی اُلفت پہ قائم تھے
مشیّت تھی کہ ان کے دم سے تقویت ملے حق کو — ملے باطل سے شانِ ظاہری شوکت ملے حق کو
چلے آتے تھے اِک دن دشت سے وہ پشتِ توسن پر — شجاعت اور جلالِ ہاشمی تھا اپنے جوبن پر
سُوئے خانہ چلے جاتے تھے رستے میں یہ سُن پایا — بھتیجے کو ترے بُوجہل نے صدمہ ہے پہنچایا
یہ سُن کر جوشِ خوں سے تیوری میں غیظ و غضب دوڑا — پلٹ کر سُوئے کعبہ ابنِ عبدالمطّلب دوڑا
وہاں بُوجہل اپنے ساتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا — مثیلِ اَبرہہ تھا ہاتھیوں میں گھر کے بیٹھا تھا
کیا حمزہؓ نے نعرہ "او ابُوجہل او خرِ بُزدل! — محمدؐ مصطفیٰ کے دین میں اب میں بھی ہوں شامل
سُنا ہے مَیں نے تو میرے بھتیجے کو ستاتا ہے — ہمیشہ گالیاں دیتا ہے اور فتنے اٹھاتا ہے

---

[1] حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب آنحضرتؐ کے برادر رضاعی بھی تھے یعنی آنحضرتؐ نے ثویبہ کا دودھ پیا تھا اور حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلا چکی تھی۔ (مصنف)

اگر کچھ آن رکھتا ہے تو آ میرے مقابل ہو   کہ تیری بدزبانی کا چکھا دوں کچھ مزا تجھ کو
بلا لے ساتھیوں کو اور حمایت کرنے والوں کو   ذرا میں بھی تو دیکھوں اُن کمینوں کو رذالوں کو
یہ کہہ کر گھس پڑے حمزہؓ گروہِ بدسگالاں میں   گریباں سی پکڑ کر کھینچ لائے اس کو میداں میں
کماں تھی ہاتھ میں وہ سر پہ ناہنجار کے ماری   گرا بوجہل سر سے ہو گیا ناپاک خوں جاری
سبھی دبکے کھڑے تھے چھا گیا تھا ایک سنّاٹا   مگر حمزہؓ نے کھا کر رحم اس کا سر نہیں کاٹا
کہا گر آج سے میرے بھتیجے کی طرف دیکھا   ترے ناپاک چمڑے میں شُتر کی لید بھر دوں گا
یہ کہہ کر چل دیئے مُشرک بھلا کیا ٹوک سکتے تھے   کہیں روباہ بھی اس شیرِ نر[2] کو روک سکتے تھے
ابوجہل اس لئے دبکا پڑا تھا فرش کے اُوپر   مبادا واپس آ کر قتل کر دے عمِّ پیغمبر
یہاں سے جا کے حمزہؓ جلدتر ایمان لے آئے   بھتیجے کی محبت میں چچا نے مرتبے پائے

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا بیان

دشمنانِ دین میں نبیؐ کے قتل کی تجویزیں

عمرؓ ابنِ خطاب اس وقت تک ایماں نہ لائے تھے   حجابِ کفر میں تھے دامنِ حق میں نہ آئے تھے

---

[1] دیکھو خاتم المرسلین

[2] حضرت حمزہ کا خطاب اسداللہ و رسولہ بھی تھا (دیکھو رحمۃ للعالمین جلد دوم)

غیور و صائب الرائے بہادر تیغ افگن تھے   مگر سچے نبیؐ کے اور مسلمانوں کے دشمن تھے
غریبوں حق پرستوں کو اذیت دیتے رہتے تھے   مسلماں ان کے ہاتھوں سے ہزاروں رنج سہتے تھے
جنابِ حضرتِ حمزہؓ بھی جب ایمان لے آئے   تزلزل پڑ گیا باطل میں اہلِ مکہ گھبرائے
مسلمانوں کی روز افزوں ترقی سے لگے ڈرنے   نبی کو قتل کر دینے کی تجویزیں لگے کرنے
کوئی بولا غضب ہے اپنی طاقت گھٹتی جاتی ہے   کہ دنیا دینِ آبائی سے پیچھے ہٹتی جاتی ہے
یہی حالت رہی تو ایک دن ایسا بھی آئے گا   ہُبُل کے واسطے کوئی چڑھاوا بھی نہ لائے گا
کوئی بولا یہ مذہب پھیلنے سے رک نہیں سکتا   محمدؐ زندہ ہیں جب تک یہ جھگڑا چک نہیں سکتا
کہا بوجہل نے دیکھو یہ نرمی کا نتیجہ ہے   پکارا بولہب میں کیا کروں[1] میرا بھتیجا ہے

عمرِ نبیؐ کے قتل کا بیڑا اٹھاتے ہیں

عمر بولے یہ قصہ ہی چکا دیتا ہوں میں جا کر   کہ دیتا ہوں تمہیں سر ہادیٔ اسلام کا لا کر
بدی کے غلغلے اس محفلِ حق پوش میں اٹھے   عمر نے کھینچ لی تلوار پورے جوش میں اٹھے
چلے اس زندگی بخشِ جہاں کے قتل کرنے کو   تمنائے مکان و لامکاں کے قتل کرنے ک

---

[1] ابولہب نبی کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ جب آنحضرتؐ تبلیغ کے لیے نکلتے تو پیچھے سے پکارتا جاتا۔ لوگو! یہ دیوانہ ہے اس کی بات [illegible]

نعیم[1] اک مردِ عاقل سے ہُوئی مُٹ بھیڑ رستے میں   وہ بولے آج کیا ہے تم نظر آتے ہو غُصّے میں
کہا مَیں قتل کرنے جا رہا ہوں اُس پیمبرؐ کو   کہ جس نے ڈال رکھا ہے مُصیبت میں عرب بھر کو
وہ بولے تم کو گھر کا حال بھی معلوم ہے بھائی   کہ ہے اِسلام کی حامی تمہاری اپنی ماں جائی
تمہارے گھر میں بستا ہے خُدا کا نام مُدّت سے   کہ بہنوئی تمہارا لا چکا اِسلام مُدّت سے
یہ سُن کر اَور بھی غیظ و غضب طُوفان پر آئے   عمر تلوار کھینچے اپنے بہنوئی کے گھر آئے
غضب ٹُوٹا عمر دہلیز پر جس وقت چڑھتے تھے   وہ دونوں حضرت خبّابؓ[2] سے قرآن پڑھتے تھے
عُمر داخل ہوئے جب گھر کے اندر سخت غصّے میں   سُنی آہٹ تو فوراً چُھپ گئے خبّاب پردے میں
کہا کیا پڑھ رہے تھے تم وہ بولے تم سی کیا مطلب!   کہا دونوں مُسلماں ہو چکے ہو جانتا ہُوں سب!
بہن بہنوئی کو آخر عمر نے اِس قدر مارا   کہ زخموں سے نکل کر خُون کی بہنے لگی دھارا
بہن[3] بولی عمر! ہم کو اگر تو مار بھی ڈالے   شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کُتّوں سی نُچوالے

---

[1] نعیم بن عبداللہ حضرت عمر ہی کے خاندان کے ایک معزز شخص تھے۔ (سیرت النبی)

[2] حضرت خباب بن الارت بنی تمیم میں سے تھے۔ جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کر دیئے گئے تھے۔ اُمّ انمار نے خرید لیا تھا۔ یہ ان دنوں ایمان لائے تھے جب آنحضرت ارقم کے گھر میں مقیم تھے اور اس وقت تک صرف چھ سات شخص ایمان لا چکے تھے۔ آپ نے اسلام کی محبت میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ ان کو گرم ریت پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دیئے جاتے تھے ان کی پشت ان صدمات سے برص کے سفید داغوں کی طرح بالکل سفید پڑ چکی تھی۔ (سیرت النبی)

[3] حضرت عمر کے بہنوئی کا نام سعید بن زید تھا۔ اور بہن کا نام فاطمہ بنت خطاب۔ (مصنف)

مگر ہم اپنے دینِ حق سے ہرگز پھر نہیں سکتے!
بلندی معرفت کی مِل گئی ہے گِر نہیں سکتے!

دہن سے نامِ حق آنکھوں سے آنسو مُنہ سے خوں جاری
عمرؓ کے دل پر اس نقشے سے عبرت ہوگئی طاری

کہا اچھا دکھاؤ مُجھ کو وہ آیاتِ قرآنی
سمجھ رکھا ہے جن کو تم نے ارشاداتِ ربانی

بہن بولی بغیرِ غُسل اس کو چھو نہیں سکتے
یہ سُن کر اور حیرت چھاگئی منہ رہ گئے تکتے

اُٹھے اور غسل کر کے لے لیا قرآن ہاتھوں میں
اسی کے ساتھ آئی دولتِ ایمان ہاتھوں میں

حضرتِ عمرؓ کا ایمان

کلامِ پاک کو پڑھتے ہی آنسو ہوگئے جاری
خدائے واحد و قدوس کی ہیبت ہوئی طاری

---

[1] فاطمہؓ نے قرآن کے اجزا لا کر سامنے رکھ دیئے۔ عمرؓ نے اٹھا کر دیکھا تو یہ سورت تھی:۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (پ۲۷ الحدید ع۱)
آسمان و زمین میں جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے۔ اور خدا ہی غالب حکمت والا ہے۔

ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ

تو بے اختیار پکار اُٹھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

وہ دل، وہ سخت دل جو آہن و فولاد کا دل تھا
مسلمانوں کے حق میں جو کسی جلّاد کا دل تھا

شعاعِ نور نے اُس دل کو یکسر موم کر ڈالا
ہوئی تسکین یہ نکلا قدیمی کفر کا چھالا

اُڑی کافور کی صورت سیاہی رنگِ باطل کی
یکایک آج روشن ہوگئیں گہرائیاں دل کی

اسی عالم میں اُٹھے جانبِ کوہِ صفا دوڑے
نکل کر زرغۂ شیطاں سے جیسے پارسا دوڑے

عمرؓ آستانۂ نبوّت پر

رسول اللہ تھے اُس دم مقیمِ خانۂ ارقم[1]
حضوری میں جنابِ حمزہؓ و بوبکر تھے ہمدم

نحیف و ناتواں کچھ اور اہل اللہ بیٹھے تھے
خدا پر تکیہ تھا، سرکارِ عالی جاہ بیٹھے تھے

عمرؓ آئے مسلّح، آکے دروازے پہ دی دستک
اسی انداز میں تھے ہاتھ میں تلوار تھی اب تک

صحابہ نے جونہی سُوراخ میں سے جھانک کر دیکھا
چمک تلوار کی آئی نظر رُوئے عمرؓ دیکھا

صحابہ کو ہوئی تشویش ان کے رنگِ ظاہر سے
عمرؓ کا دبدبہ کچھ کم نہ تھا اِک فوجِ قاہر سے

رسُول اللہ سے آکر عرض کی اِک طرفہ ساماں ہے
عمرؓ در پر کھڑے ہیں ہاتھ میں شمشیرِ بُرّاں ہے

کہا حمزہؓ نے جاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو
اُسے اندر بلاؤ جس طرح آتا ہے آنے دو

---

[1] ارقم کا مکان کوہِ صفا کی تلیٹی پر تھا۔ اور رسول اللہ وہاں پناہ گزین تھے۔ (سیرت النبی)

ادب ملحوظ رکھے گا تو خاطر سے بٹھائیں گے نمونہ اس کو ہم خُلقِ محمدؐ کا دکھائیں گے
اگر نیت نہیں اچھی تو اس کو قتل کر دوں گا اسی کی تیغ سے سر کاٹ کر چھاتی پہ دھر دوں گا
رسول اللہ سن کر مسکرائے اور فرمایا بلا لو دیکھ لیں کس دھن میں ہے ابنِ خطاب آیا
عمرؓ داخل ہوئے گھر میں تو اُٹھے حضرتِ والا ہوا ضَو ریز سر شاخِ طوبیٰ پر قدِ بالا
کہا چادر کا دامن کھینچ کر کیوں اے عمرؓ کیا ہے[1] چلا تھا آج کس نیت سے کس نیت سے آیا ہے؟
عمرؓ کے جسم پر اک کپکپی سی ہو گئی طاری وہیں سر جھک گیا آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری
ادب سے عرض کی حاضر ہوا ہوں سر جھکانے کو خدا پر اور رسولِ پاک پر ایمان لانے کو
یہ کہنا تھا کہ ہر جانب صدائے مرحبا گونجی فضا میں نعرۂ اللہ اکبر کی صدا گونجی

حضرت عمرؓ کی شانِ ایمان

عمرؓ رخصت ہوئے ایمان لا کر شہر کی جانب چلے بے خوف ہو کر بانیانِ قہر کی جانب[2]

---

[1] دیکھو سیرت النبیؐ

[2] حضرت عمرؓ سے پہلے پچاس کے قریب آدمی ایمان لا چکے تھے۔ عرب کے مشہور بہادر سید الشہداء حضرت حمزہؓ بھی مسلمان ہو چکے تھے تاہم مسلمان اپنے فرائضِ مذہبی ادا نہیں کر سکتے تھے۔ کعبہ میں نماز ادا کرنا تو گویا ناممکن ہی تھا لیکن حضرت عمرؓ کے ایمان سے حالت بدل گئی۔ انہوں نے علانیہ اسلام کا اظہار کیا۔ کافروں نے شدت کے ساتھ مخالفت کی لیکن وہ ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو ساتھ لیجا کر کعبے میں نماز ادا کی۔ ابنِ ہشام اس واقعہ کو عبداللہ بن مسعود کی زبانی اس طرح لکھتا ہے کہ عمر اسلام لائے تو قریش سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ کعبے میں نماز پڑھی۔ اور ان لوگوں کے ساتھ ہم نے بھی پڑھی۔ (مصنف)

وہاں وہ لوگ بیٹھے تھے عمرؓ کے منتظر سارے   کسی کے قتل ہونے کی خبر کے منتظر سارے
عمرؓ آ کر پکارے اے قریش، اے فہر[1] کے بیٹو!   سُنو اے عقل کے اندھو، سُنو تقدیر کے ہیٹو!
یہ بُت جھُوٹے ہیں بیشک پُوجنا بے سود ہے سب کا   خُدا واحد ہے جو خالق ہے اور معبُود ہے سب کا
کوئی جھٹلائے مُجھ کو یا کرے میرا یقیں کوئی   محمدؐ ہیں رسُول اللہ اس میں شک نہیں کوئی
نہ ہوگا کُچھ بھی حاصل مکر سے حجّت سے حیلے سے   فلاحِ دین و دُنیا ہے محمدؐ کے وسیلے سے
حقیقت کا تمہارے سامنے اظہار کرتا ہُوں   مَیں توحید و رسالت کا بہ دل اقرار کرتا ہُوں
کتاب اللہ پر قرآن پر ایمان لایا ہُوں   خُدائے واحد و رحمٰن پر ایمان لایا ہُوں،
یہ سُن کر زلزلہ سا آ گیا ایوانِ باطل میں   بہت صدمہ ہُوا دل کی امیدیں رہ گئیں دل میں
اُٹھے سب طیش کھا کر پِل پڑے اس مردِ غازی پر   کیا اُن بھیڑیوں نے حملہ اس شیرِ حجازی پر

مگر وہ مردِ میدانِ وفا غالب رہا سب پر
خُدا غالب ہُوا نامِ خدا غالب رہا سب پر

---

[1] فہر قریش اول کا نام تھا۔

ہجرتِ حبشہ

ایذادہی کی انتہا، طرح طرح کی عقوبتیں

عمرؓ کی حق پسندی سے بڑھی اسلام کی شوکت   علی الاعلان اب ہونے لگی تبلیغ کی خدمت
قریش اب ہو چکے تھے درحقیقت خُون کے پیاسے   یہ باطل محو کرنا چاہتا تھا حق کو دُنیا سے
ستم ایجاد تھے لاکھوں ستم ایجاد کرتے تھے   کوئی جلاد کیا کرتا جو یہ جلاد کرتے تھے
زمین و آسماں جب دُھوپ کی گرمی سے تپتے تھے   غضب کی دل لگی تھی ریت پر مُسلم تڑپتے تھے
جُھلس کر سُرخ ہو جاتی تھی جب چھاتی چٹانوں کی   ہم آغوشی ہُوا کرتی تھی ان سے بے زبانوں کی
نشانِ سجدۂ توحید تھا جن کی جبینوں پر   دھرے رہتے تھے پہروں سخت پتھر ان کے سینوں پر
جو ابراہیمؑ کے پوتوں کو پھول اور باغ دیتے تھے   سلاخیں سُرخ کر کے لوگ ان کو داغ دیتے تھے
مثالِ نوحؑ جو انسان کے بیڑے تراتے تھے   انہیں یہ لوگ پہروں آب میں غوطے کھلاتے تھے
غلاموں تک نہ تھا محدود یہ لُطف و کرم ان کا   کہ تھا ہر بندۂ توحید پر ظلم و

ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ[1] علیؓ تک کو ستاتے تھے
ابو فکیہؓ پہ زبیرؓ و سعدؓ پہ سو ظلم ڈھاتے تھے
وہ مصعبؓ عبدالرحمٰنؓ اور جعفرؓ بن ابی طالبؓ
وہ سب کے سب بہادر جو کہ تھے یک جان و دو قالب
قیامت خیز ایذائیں غضب کے رنج سہتے تھے
تشدد منع تھا اس واسطے خاموش رہتے تھے
وطن کی سرزمیں پھرنے لگی جب آسماں بن کر
ہوا دم گھونٹنے کے واسطے پھیلی دھواں بن کر
حقوقِ زندگی بھی چھن گئے جب اہلِ وحدت سے
حبش کی سمت ہجرت کا ملا فرماں[2] نبوت سے
مسلمانوں کی اک تعداد نکلی بے وطن ہو کر
حبش یعنی نجاشی کی حکومت میں[3] بنایا گھر
مگر اس امر کی جب اہلِ مکہ نے خبر پائی
تعاقب کے لئے فوراً سفارت ایک بھجوائی
مدبر عمرو ابنِ[4] العاصؓ جو تھے اُن دنوں کافر
سفارت لے کے دربارِ نجاشی میں ہوئے حاضر

---

[1] حضرت عثمان بن عفان کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی تو وہ ان کو طرح طرح کی ایذائیں دینے لگا۔ اکثر اوقات کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے دھواں دیا کرتا۔ (طبری)

[2] وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (پ۱۴ النحل ع ۶) اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ظلم ہوئے ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے۔

[3] سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان اور ان کی زوجہ یعنی آنحضرت صلعم کی بیٹی سیدہ رقیہ نے ہجرت اختیار کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلا شخص ہے جس نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے۔ یہ پہلا قافلہ ۱۲ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل تھا۔ رات کی تاریکی میں مکے سے نکلے اور جدہ کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہو کر حبش کو چلے گئے۔ ان کے بعد اور بھی مسلمان گئے جن میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں تھیں۔ اُن کے قافلہ سالار حضرت جعفر طیارؓ حضرت علیؓ کے بھائی تھے (تاریخ القرآن)

[4] عمرو بن العاص جو بعد میں مسلمان ہوئے اور فاتح مصر کے نام سے مشہور ہیں۔ اس وقت کافر تھے اور مسلمانوں کے سخت دشمن۔

نجاشی کے حضور آکر مُجھکے سب ظُلم کے بانی
تحائف اور نذریں پیش کر کے عرض گذرانی

کہ اے شاہِ حبش یہ سلطنت قائم رہے دائم
ہمارے شہر سے بھاگ آئے ہیں کچھ قوم کے مجرم

حبَش میں آبسے ہیں ہر طرح آزاد پھرتے ہیں
مبلّغ اک نئے مذہب کے ہیں دلشاد پھرتے ہیں

یہودی اور نصرانی مذاہب سے بھی جلتے ہیں
نیا اک دین قائم کر لیا ہے جس پہ چلتے ہیں

پکڑ کر اس سفارت کے حوالے کیجئے اُن کو
اسی خاطر ہم آئے ہیں ہمیں دے دیجئے اُن کو

نجاشی کے مصاحب جو کہ سب کے سب تھے نصرانی
خلافِ اہلِ دیں ہر شخص نے تائید کی ٹھانی[1]

نجاشی انصاف کی راہ پر

یہ سازش کی ہم آہنگی نجاشی نے بُری سمجھی
گلوئے عدل پر ایسی عدالت اک چھری سمجھی

مُسلمانوں کو بھی اُس نے بُلایا اور فرمایا
کہ تم کو قید کرنے کے لئے یہ وفد ہے آیا

تمہارا جُرم کیا ہے قوم کیوں ناراض ہے تم سے؟
کسی کو قتل کر ڈالا کہ بگڑی کوئی کچھ تم سے؟

تمہارا دین کیا ہے کیا وہ دُنیا سے نرالا ہے؟
جسے تم یہ سمجھتے ہو کہ سب دینوں سے بالا ہے؟

---

[1] سفارت نے جس میں عمرو بن عاص اور عتبہ بن ربیعہ جیسے سرکردہ لوگ تھے، نجاشی شاہِ حبش کے درباریوں اور پادریوں کو جاتے ہی گانٹھ لیا تھا کہ دربار میں ان کی طرف سے تائید ہی ہوگی۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

marfat.com

دربارِ نجاشی میں حضرتِ جعفرؓ کی تقریر

جنابِ حضرتِ جعفرؓ اُٹھے تقریر کرنے کو
عَلَی الۡاِعۡلَان دِیۡنَ اللّٰہ کی تفسیر کرنے کو
کہا اے بادشہ ہم لوگ کافر اور جاہل تھے
ہم اِس دارِ مشقت میں نکمّے اور کاہل تھے
بہت بدکار تھے بُت پُوجتے مُردار کھاتے تھے
غریبوں کو شریفوں کو ضعیفوں کو ستاتے تھے
یتیموں پر غلاموں لونڈیوں پر ظلم ڈھاتے تھے
پڑوسی زیردستوں کو زبردستی دکھاتے تھے
یہ حالت تھی برادر کا برادر جان لیوا تھا
گناہوں کا سمندر ناؤ کا شیطان کھیوا تھا
دقیقہ کون سا باقی رہا تھا ڈُوب جانے میں
سہارا کوئی بھی حاصل نہ تھا ہم کو زمانے میں
تکلّف برطرف، جاتے تھے ہم سیدھے جہنّم میں
اسی اثنا میں اک سچّا نبیؐ پیدا ہُوا ہم میں
نبیؐ! شہرہ ہے ساری قوم میں جس کی امانت کا
کوئی مُنکر نہیں جس کی صداقت کا دیانت کا
وہ آیا اور اُس نے دعوتِ اسلام دی ہم کو
نکالا مَوت کے پنجے سے بخشی زندگی ہم کو
ہمیں تلقین کی ان پتّھروں کا پُوجنا چھوڑو
زنا سے جھوٹ سے چوری سے سرشوری سے مُنہ موڑو
ہمیں تلقین کی اک دُوسرے کے حق کو پہچانو
سبھی انسان ہو انسانیت دکھلاؤ نادانو
ہمیں اُس نے نماز و روزہ کے ارکان سکھلائے
پسند آیا ہمیں یہ دین ہم ایمان لے آئے

بس اتنی بات تھی جس پر ہوئے اہلِ وطن دشمن
ہمیں جی کھول کر دیتے رہے رنج و محن دشمن
ہمارا جرم یہ ہے بت پرستی چھوڑ دی ہم نے
ملی ہم کو اذیت اپنی بستی چھوڑ دی ہم نے
ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ پھر گمراہ ہو جائیں
یہاں حاضر ہیں ہم اب آپ ہی انصاف فرمائیں

نجاشی راہِ ہدایت پر

سچائی کا اثر ظاہر ہوا قلبِ نجاشی پر
وہ بولا کون سا برہان لایا ہے وہ پیغمبر
سنائیں حضرتِ جعفر نے چند آیاتِ[1] قرآنی
نجاشی کے مکدر دل نے پائی جن سے تابانی
ہوا دل پر اثر آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری
کہا لاریب اللہ کی کتابیں ایک ہیں ساری
قسم اللہ کی اعجاز ہے انجیل و قرآں میں
اسی کے نطق کی آواز ہے انجیل و قرآں میں

نجاشی کا تہیہ

کیا اب یوں مخاطب اہلِ مکہ کے سفیروں کو
کہ جاؤ کہہ دو اپنے بھیجنے والے شریروں کو
کہ جو مظلوم میرے دامنِ دولت میں آئے گا
وہ خود جائے تو جائے کوئی لے جانے نہ پائے گا
مسلمانوں سے بولا تم حبش کو اپنا گھر سمجھو
مجھے اپنا معین و ہم خیال و ہم نظر سمجھو

---

[1] حضرت جعفر نے سورہ مریم کی چند آیات پڑھیں۔ (دیکھو سیرت النبی)

یہ دُنیا اک مسافر خانہ ہے ہم سب مسافر ہیں
خدا منزل ہو سب کی حیف ہے اُن پر جو کافر ہیں

رسول اللہؐ کے خلاف اہلِ مکہ کا معاہدہ

شرارت اہلِ مکہ کی کسی صورت نہ کام آئی
سفارت بھی حبش سے یونہی بے نیل و مرام آئی

شریروں کو بڑی شرمندگی تھی اپنی ہیٹی کی
اکٹھے ہو کے پھر اہلِ ستم نے اِک کمیٹی کی

بنی ہاشم کے گھر سے بُولَہَب بھی ساتھ شامل تھا
کہ ہر ایذا دہی کے وقت اُس کا ہاتھ شامل تھا

صلاح و مشورے کے بعد اب یہ بات طے پائی
کہ اک تحریر لکھوا کر درِ کعبہ پہ لٹکائی

لکھا یہ تھا، تعلق قطع ہے اب آلِ[1] ہاشم سے
نہ رکھیں آج کے دن سے وہ کوئی واسطہ ہم سے

رفاقت، بیاہ، شادی، ناطہ رشتہ، دوستی، اُلفت
مروت، لین دین اور ملنا جلنا سب کا سب رخصت

تواضع، گفتگو، بیع و شریٰ سب ترک کرتے ہیں
کوئی آ کر نہ پوچھے گا وہ جیتے ہیں کہ مرتے ہیں

ہمارے شہر میں ڈھونڈیں نہ چیزیں کھانے پینے کی
نہیں پروا ہمیں اب ان کے مرنے اور جینے کی

ہمارے ان کے باہم کام دھندے بند ہیں سارے
قریش اس باہمی تحریر کے پابند ہیں سارے

ابُوطالب لئے بیٹھے رہیں اپنے بھتیجے کو
مریں گے بھوک پیاسے خُود سمجھ لیں گے نتیجے کو

---

[1] کیونکہ بنی ہاشم اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر قبیلے کی عصبیت کے سبب سے نبیؐ کا ساتھ نہیں چھوڑتے تھے (رحمۃ للعالمین)

محمدؐ جو ہمیں ہر بات میں گمراہ کہتا ہے
خدا کو ایک اور خود کو رسول اللہ کہتا ہے

ابوطالب اگر اس کو ہمارے ہاتھ میں دے دیں
جو اس کے ساتھ والے ہیں سب اسکے ساتھ میں دیدیں

ہم ان کو قتل کر ڈالیں تو پھر یہ عہد ٹوٹے گا
تو ان کا دوبارہ نخلِ اُلفت بن کے پھوٹے گا

غرض یہ عہد لکھوا[1] کر درِ کعبہ پہ لٹکایا
ابوطالب کے پاس اک ہاشمی فوراً خبر لایا

ابوطالب کی ثابت قدمی

ابوطالب نے فرمایا عجب اُلٹا زمانہ ہے
یہ اچھی دوستی ہے واہ کیا عمدہ بہانہ ہے

وہ صبحِ نور جس کے چہرۂ انور کی برکت سے
کیا کرتے ہیں باراں کی تمنا ابرِ رحمت سے

وہ دامن جو یتیموں کو پناہیں دینے والا ہے
جو اندھوں کو بصیرت کی نگاہیں دینے والا ہے

وہ جس نے اُجڑی بگڑی آدمیت کو سنوارا ہے
جو بے یاروں کا یار اور بے سہاروں کا سہارا ہے

وہی[2] جو ابرِ رحمت بن کے بے جانوں کو جاں بخشے
چمن کو رنگ بخشے اور بلبل کو زباں بخشے

---

[1] اس معاہدہ کا ذکر طبری نے اور ابنِ سعد نے تفصیل سے کیا ہے۔ نبی کریمؐ کو قتل کے لیے حوالے کر دینے کا تذکرہ [illegible]

[2] ابوطالب کے قصیدے کا پہلا شعر ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه — وہ گورا شخص جس کے چہرے کی برکت سے بارانِ رحمت کی دعا کی جاتی ہے [illegible]
ثمال الیتامی عصمۃ للارامل — یتیموں کے لئے پناہ اور [illegible] عورتوں کو دکھ سے نجات دینے والا ہے

وہی جو نوعِ انساں کو غلامی سے رہائی دے   وہی جو پنجۂ مرگِ دوامی سے رہائی دے
یہ انساں دامِ مرگ اس کے غلاموں پر بچھاتے ہیں   حرم کے طائروں کو شانِ صیّادی دکھاتے ہیں
اسی کے باغ پر یہ برق شُعلہ ریز ہوتی ہے   اسی کے بے زبانوں پر چُھری اب تیز ہوتی ہے
وہ جس کا نام لینے سے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں   اسی کو قتل کر دینے کی اب ہوتی ہیں تدبیریں
کریں بیداد ہم پر اور ہمیں سے داد بھی چاہیں،   ہمارا قتل ہو اور ہم سے پھر امداد بھی چاہیں

ہمیں منظور ہے قطعِ تعلّق اہلِ مکّہ سے
نہیں ہم چاہتے رسمِ تملّق اہلِ مکّہ سے

یہ کہہ کر آلِ عبدالمطّلب کو گھر میں بلوایا   کیا کنبہ اکٹّھا اور سارا حال تبلایا
بنی ہاشم اگرچہ آج تک ایماں نہ لائے تھے   مگر اہلِ حمیّت ہاشمی ماؤں کے جائے تھے
اکٹھے ہو گئے شعبِ[1] ابی طالب میں آ آکر   یہیں پر تھے رسولِ پاکؐ و اہلِ بیتِ پیغمبرؐ
فقط اک بُولہبؔ سب سے الگ تھا سب کا دشمن تھا   نہایت سنگدل، بے رحم، بے ایمان و پُرفن تھا

شعبِ ابی طالب میں محصُوری کا زمانہ

بڑی سختی سے کرتے تھے قریش اُس گھر کی نگرانی   نہ آنے دیتے تھے غلّہ اِدھر تا حدِّ امکانی

---

[1] شعب ابی طالب پہاڑ کے ایک درّے کا نام ہے جو خاندان بنو ہاشم کی موروثی ملکیت تھی۔

کوئی غلے کا سوداگر اگر باہر سے آ جاتا ۔۔۔ تو رستے ہی میں جا کر بُولہب کمبخت بہکاتا
پہاڑوں کا درہ اک قلعۂ محصور تھا گویا ۔۔۔ خدا والوں کو فاقوں مرنا منظور[1] تھا گویا
رسُول اللہ لیکن مطمئن تھے اور صابر تھے ۔۔۔ خدا جس حال میں رکھے اسی حالت پہ شاکر تھے
وہ حمزہؓ کا شکارِ آہواں کے واسطے جانا ۔۔۔ کبھی کچھ بھی نہ ملنا اور خالی ہاتھ آ جانا
وہ بچوں کا تڑپنا ماہیِ بے آب کی صورت[2] ۔۔۔ علیؓ کے ضبط میں غصے کے پیچ و تاب کی صورت
عمرؓ کا ہاتھ اکثر قبضۂ شمشیر پر رکھنا ۔۔۔ نبیؐ کے حکم پر سر تکیۂ تقدیر پر رکھنا
نبیؐ کے حکم کی تعمیل کرنا اور چُپ رہنا ۔۔۔ غضب کو ضبط کرنا قہر اپنی جان پر سہنا
وہ بھوکی بچیوں کا رُوٹھ کر فی الفور مَن جانا ۔۔۔ خدا کا نام سُن کر صبر کی تصویر بن جانا
تڑپنا بھوک سے کچھ روز آخر جان کھو دینا ۔۔۔ وہ ماؤں کا فلک کو دیکھ کر چپ چاپ رو دینا
گزارے تین سال اس رنگ سے ایمان والوں نے ۔۔۔ دکھا دی شانِ استقلال اپنی آن والوں نے
رضا و صبر سے دن کٹ گئے ان نیک بختوں کے ۔۔۔ کہ کھانے کے لئے ملتے رہے پتے[3] درختوں کے

---

[1] دیکھو خاتم المرسلین صفحہ ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۲۲، سیرت النبی صفحہ ۲۲۸، سیرت خیر البشر صفحہ ۷۲، سیرت رحمۃ للعالمین صفحہ ۵۳۔

[2] بنی ہاشم کے بچے بھوک سے اس قدر بلبلایا کرتے کہ ان کی آواز گھاٹی سے باہر سنائی دیتی۔ (زاد المعاد)

[3] صحابہ کی زبان سے مذکور ہے کہ ہم طلحہ کے پتے کھا کھا کر بسر کرتے تھے
سیرت النبی ۲۲۹

marfat.com

دکھائی شکل اس آغاز کے انجام نے اک دن چچا کو دی خبر اس مصدرِ الہام نے اک دن
کہ دیمک کھا چکی ہے ظالموں کے عہدنامے کو شکستہ کر دیا اللہ نے باطل کے خامے کو

ہے عبرت کا سبق اس انتباہِ آسمانی میں فقط نامِ خدا باقی ہے اس تحریرِ فانی میں

شکستِ معاہدۂ باطل

ابی طالب اُٹھے گھر سے نکل کر شہر میں آئے تھے جن کے دستخط اس عہدنامے پر وہ بُلوائے
کہا میرے بھتیجے سے ملی ہے یہ خبر مجھ کو دکھاؤ چل کے وہ تحریر اپنی اک نظر مجھ کو
میں اُس کو چھوڑ دوں گا قول ہی اُس کا اگر باطل وہ حق پر ہے تو پھر اس عہدنامے کا اثر باطل
تبختر کی ادا سے ہنس پڑا بوجہلِ بدگوہر اتارا عہدنامہ دیکھ کر سب رہ گئے ششدر[1]

کہو ظاہر پرستو! کیا یہ امرِ اتفاقی تھا
جو فانی تھا وہ فانی تھا، جو باقی تھا وہ باقی تھا

---

[1] ابوطالب قریش کے پاس آئے اور آنحضرت کا قول بیان کیا۔ ابوجہل نے کہا ہم اس عہدنامہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ ضائع ہوگیا ہو۔ پھر روساءِ قریش کو ساتھ لے کر کعبہ میں پہنچے۔ دیکھا تو دیمک اس پارچے کو کھا چکی تھی اور عجیب بات یہ تھی کہ جہاں جہاں اللہ محمد کا لفظ لکھا تھا صرف وہی جگہ باقی تھی (العادۃ العرب)

مشیّت کو مگر مدّنظر تھی شانِ یکتائی
محمدؐ کی یہ تنہائی ہی تھی سامانِ یکتائی
قریش اس وقت تک نامِ ابُوطالب سے ڈرتے تھے
عرب کے لوگ ان کے مرتبے کا پاس کرتے تھے
ابُوطالب کے اُٹھ جانے سے ڈر جاتا رہا دل سے
یہ ہستی اک سِپر تھی ہٹ گئی یدِ مقابل سے
غُلامانِ محمدؐ تھے حَبَش کے ملک میں اکثر
یہاں مکّے میں چند افراد تھے یارانِ پیغمبرؐ
دکھائی اور سرگرمی پئے تبلیغ سرورؐ نے
تو باطِل آخری کوشش کے منصُوبے لگا کرنے

ہادیِ اسلام کا سفرِ طائف

وہ ہادیؐ جو نہ ہو سکتا تھا غیر اللہ سے خائف
چلا اک روز مکّے سے نکل کر جانبِ طائف
دیا پیغامِ حق طائف میں طائف کے رئیسوں[1] کو
دکھائی جنبشِ رُوحانی کمینوں کو خسیسوں کو
نبیؐ کے ساتھ یہ بدبخت پیش آئے رعُونت سے
جو سرکردہ تھا ان میں بول اُٹھا فرطِ حقارت سے
اگر اللہ تجھ ایسوں کو نبیؐ پاک کرتا ہے
تو گویا پردۂ کعبہ کو خود ہی چاک کرتا[2] ہے
کہا اک دُوسرے نے واہ وہ بھی ہے خُدا کوئی
پیمبر ہی نہیں ملتا جسے تیرے سوا کوئی[3]

---

[1] طائف میں بڑے بڑے امرا اور اربابِ اثر رہتے تھے عمیر کا خاندان رئیس القبائل تھا یہ تین بھائی تھے عبدیالیل [illegible]

[2] دیکھو سیرت النبی۔

[3] (دیکھو صفحہ آئندہ)

عام الحزن[1]

ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی وفات[2]

مِلا اس قید سے آخر مسلمانوں کو چھٹکارا اسی انداز سے بہنے لگی تبلیغ کی دھارا
روایت ہے کہ دسواں سال تھا عہدِ نبوّت کا کہ ٹوٹا آخری رشتہ بھی انسانی حمایت کا
ابوطالب سدھارے جانبِ ملکِ عدم آخر اُٹھا سر سے چچا کا سایۂ لطف و کرم آخر
وہ اُمّ المسلمیں جو مادرِ گیتی کی عزت ہے وہ اُمّ المسلمیں قدموں کے نیچے جس کے جنّت ہے
خدیجہؓ طاہرہ یعنی نبیؐ کی باوفا بی بی شریکِ راحت و اندوہ پابندِ رضا بی بی
دیارِ جاودانی کی طرف راہی ہوئیں وہ بھی گئیں دنیا سے آخر سوئے فردوسِ بریںؒ وہ بھی
یہ بی بی تھیں وہ ہمدردِ یتیمی تھے محمدؐ کے یہ دونوں غمگسارانِ قدیمی تھے محمدؐ کے

---

[1] بعثتِ نبوی کا دسواں سال تاریخِ اسلامی میں عام الحزن کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ آپ کے دو ایسے رفیق و غمگسار اُٹھ گئے جن سے آپ کو بہت تقویت ملتی تھی۔ آنحضرت کی مشکلات پہلے سے بھی بڑھ گئیں۔ اور ایک اور سختی کا زمانہ شروع ہوا۔ (سیرت خیر البشرؐ)

[2] حضرت خدیجہ نے رمضان سنہ ۱۰ نبوی میں وفات پائی۔ آپ کی عمر ۶۵ برس ہوئی۔ مقام حجون میں دفن کی گئیں۔ آنحضرت خود اُن کی قبر میں اترے۔ اُس وقت تک نمازِ جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی۔ (سیرت النبیؐ)

ظرافت کی ادائے طنز سے اک تیسرا بولا نہایت بانکپن سے سانپ نے گویا دہن کھولا
اگر میں مان لوں تم کر رہے ہو راست گفتاری تو پھر تم سے تخاطب میں بھی گستاخی بڑی بھاری
اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو ڈرنا چاہیے تم سے مجھے پھر بات بھی کوئی نہ کرنا چاہیے تم سے
یہ طعنِ سوقیانہ سن کے بھی ہادی نہ گھبرایا اٹھا اور اٹھ کے اطمینان و آزادی سے فرمایا
کہ حق پر دل نہیں جمتا تو اچھا خیر جانے دو! یہ پیغامِ ہدایت شہر والوں کو سنانے دو!
یہ کہہ کر شہر کی جانب چلا اسلام کا ہادیؐ سنایا قیدیانِ لات کو پیغامِ آزادی
مگر بھڑکا دیا لوگوں کو ان تینوں شریروں نے دکھائی شیطنت شیطان کے سچے مشیروں نے

پتھروں کی بارش

بڑھے انبوہ در انبوہ پتھر لے کے دیوانے لگے مینہ پتھروں کا رحمتِ عالمؐ پہ برسانے
وہ ابرِ لطف جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے
وہ بازو جو غریبوں کو سہارا دیتے رہتے تھے پیاپے آنے والے پتھروں کی چوٹ سہتے تھے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہنا یہ تھا کہ ہم عرب کے اتنے بڑے رئیس ہیں۔ خدا کو چاہیے تھا کہ پیغمبری ہمیں دیتا۔ چنانچہ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔
وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ (پ ۲۵ الزخرف ع ۳) وہ کہتے ہیں کہ قرآن کو اترنا تھا۔ تو ان دو شہروں (مکہ اور طائف) میں سے کسی رئیسِ اعظم پر اترتا۔

وہ سینہ جس کے اندر نورِ حق مستور رہتا تھا   وہی اب شق ہوا جاتا تھا اس سے خون بہتا تھا
فرشتے جن پہ آ آکر جبینِ شوق رکھتے تھے۔   وہ پائے نازنیں زخموں کی لذت آج چکھتے تھے
جگہ دیتے تھے جن کو حاملانِ عرش آنکھوں پر   وہ نعلینِ مبارک خاک و خوں سے بھر گئیں یکسر
بشر کی عیب پوشی کے لئے جس کو اتارا تھا   بشر کی چیرہ دستی سے وہ دامن پارا پارا تھا
زمیں کا سینہ شق تھا اور فلک کا رنگِ رُخ فق تھا   کہ ساری عمر کا حاصل شکارِ جورِ ناحق تھا
حضورؐ اس جور سے جب چُور ہو کر بیٹھ جاتے تھے   شقی آتے تھے بازو تھام کر اُوپر اُٹھاتے تھے
اسی "مہماں نوازی" کا نمونہ پھر دکھاتے تھے   خدائے قاہر و قہار کا صبر آزماتے تھے
یہ جسمانی عقوبت اس پہ طرہ رنجِ روحانی   خدا پر مضحکہ کرتے تھے یہ بیداد کے بانی
کوئی کہتا تھا، آپ اعجاز اپنا کوئی دکھلائیں!   کم از کم یہ تو ہو ہم پر یہ پتھر ہی پلٹ آئیں!
کوئی کہتا تھا، تم پر سے بلا کیوں ہٹ نہیں جاتی!   ہمارے غرق ہونے کو زمیں کیوں پھٹ نہیں جاتی!
کوئی کہتا تھا میں ایسے خدا سے ڈر نہیں سکتا!   کہ جو اپنے پیمبر کی حفاظت کر نہیں سکتا!!
غرض یہ بانیانِ شر یہ فرزندانِ تاریکی   نبیؐ پر مشق کرتے جا رہے تھے سنگباری کی
مگر اس رنگ میں جب تک زباں دیتی رہی یارا   دعائے خیر ہی کرتا رہا اللہ کا پیارا

---

[1] یہ پوری تفصیل مواہب لدنیہ بحوالہ موسیٰ بن عقبہ اور طبری و ابن ہشام میں ہے۔ (مصنف)

بالآخر جان کر بے جان، ان لوگوں نے منہ موڑا
لہو میں اس وجودِ پاک کو تھڑا ہوا چھوڑا

آپ سے بددُعا کی خواہش

رحمۃٌ للعالمین کا جواب

غلامِ باوفا زید ابنِ حارث ڈھونڈتا آیا
چراغِ نور کو طائف سے کندھوں پر اُٹھا لایا

حدِ نخلہ[1] میں آپہنچا بحالِ خستہ و غمگیں
وہاں چشمے پہ لا کر زخم دھوئے پٹیاں باندھیں

کہا سرکار ان لوگوں کے حق میں بد دعا کیجے!
شکایت اِس جفا و جور کی پیشِ خدا کیجے!

زمیں کو حکم دیجے ان لعینوں کو ہڑپ کر لے
اسی کا بوجھ ہیں یہ لوگ ان کو پیٹ میں بھر لے

فلک کو حکم دیجے پھٹ پڑے اِن کینہ کاروں پر
بجائے آب برسے آگ طائف کی بہاروں پر

جنابِ رحمۃٌ للعالمیں نے ہنس کے فرمایا
کہ مَیں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اگر کچھ لوگ آج اسلام پر ایماں نہیں لاتے!
خُدائے پاک کے دامانِ وحدت میں نہیں آتے

مگر نسلیں ضرور ان کی اُسے پہچان جائیں گی
درِ توحید پر اک روز آ کر سر جھکائیں گی!

مَیں ان کے حق میں کیوں قہرِ الٰہی کی دُعا مانگوں
بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دُعا مانگوں

---

[1] نخلہ طائف اور مکے کے درمیان ایک مقام ہے۔ آپ نے طائف سے واپسی پر یہاں چند روز قیام فرمایا۔ (سیرت النبی)

پتھر مارنے والوں کے لئے آنحضرت کی دُعائے خیر

یہ فرما کر نبیؐ نے ہاتھ اُٹھا کر اک دُعا مانگی
خُدا کا فضل مانگا خُوئے تسلیم و رضا مانگی

دُعا مانگی الٰہی قوم کو چشمِ بصیرت دے
الٰہی رحم کر ان پر انہیں نُورِ ہدایت دے

جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو
بچارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو

فراخی ہمتوں کو، روشنی دے ان کے سینوں کو
کنارے پر لگا دے ڈُوبنے والے سفینوں کو

الٰہی فضل کر کہسارِ طائف کے مکینوں پر
الٰہی پُھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

وہی جوشِ تبلیغ

یمنیوں اور یثربیوں کا ایمان لانا

رسول اللہ پھر طائف سے مکّے کی طرف آئے
برائے دعوت و تبلیغِ حق پھر سر بکف آئے

یہاں بہرِ تجارت سب قبائل آتے جاتے تھے
رسُولِ پاک انہیں جا کر پیامِ حق سناتے تھے

بہت سے خوش نصیب اللہ پر ایمان لے آئے
گھروں کی سمت پلٹے دولتِ عرفان لے آئے

طفیل ابنِ عمرِ دوسیؓ یمن کا شاہزادہ تھا حضورِ سرورِ دیںؐ اس کا آنا بے ارادہ تھا
قریشِ مکہ نے بہکا دیا تھا اس کو آتے ہی کہ انساں عقل کھو دیتا ہے اس کے پاس جاتے ہی
قضا کار ایک دن یہ ہو گیا دوچار حضرتؐ سے سنا قرآن، پھر معمور تھا نورِ ہدایت سے
مسلماں بن کے خوش قسمت یمن کی سمت لوٹ آیا پئے تبلیغِ حق اہلِ وطن کی سمت لوٹ آیا
اسی صورت سویدؓ یثربی ایمان لائے تھے ایاسؓ ابنِ معاذ اوسیؓ اسی صورت سے آئے تھے

---

[1] طفیل ابن عمرؓ یمن کے مشہور فرمانروا قبیلہ دوس کے ایک معزز رکن اور نامی گرامی شاعر تھے۔ وہ کسی کام سے مکّے میں آئے۔ انھیں اسلام کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ اکابر قریش طفیل کے مرتبہ کو جانتے تھے۔ وہ اُن کے پاس آئے اور کہا اتنا خیال رکھنا کہ محمدؐ نام ایک شخص ہے اُس سے نہ ملنا وہ بڑا جادوگر ہے۔ اُس کا کلام باپ بیٹے میں تفرقہ ڈال دیتا ہے۔ طفیل نے اُن کے مشورے پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیا۔ کبھی باہر نکلتا۔ کانوں میں روئی ٹھونس لیتا لیکن اتفاق سے آنحضرتؐ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے۔ طفیل نے بھی باوجود کانوں میں روئی ہونے کے اس آواز کو سُنا۔ دل میں خیال آیا کہ یہ تو حماقت ہے کہ کسی کی آواز نہ سنوں۔ بُری بات ہوگی تو نہ مانوں گا چنانچہ کانوں سے روئی نکالی اور اللہ کا کلام سُننے لگا۔ کلام کی سچائی نے اثر کیا۔ اور وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اور پھر اپنے وطن چلا گیا۔ وہاں جا کر اپنے کنبے کو مسلمان کیا۔ اور قوم میں تبلیغ کرنے لگا۔ (خاتم المرسلین صفحہ ۱۲۹-۱۳۰)

[2] سویدؓ ابن صامت ارضِ یثرب کا مشہور و معروف شجاع اور عالم تھا اس کو امثالِ لقمان کا ایک نسخہ ہاتھ آ گیا تھا جس کو وہ کتاب سمجھتا تھا۔ وہ ایک مرتبہ حج کے لئے آیا۔ رسولِ خدا اُس کے پاس تشریف لے گئے۔ اُس نے امثالِ لقمان پڑھ کر سنائیں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے۔ یہ کہہ کر قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں۔ وہ اسلام کا معتقد ہو کر لوٹا اور یثرب کے لوگوں پر اس عقیدہ کا اظہار کیا۔ وہ انھی دنوں جنگِ بعاث میں مارا گیا۔ روضۃ الانف میں اور طبری میں یہ ذکر موجود ہے۔ (مصنف)

[3] ارضِ یثرب میں اوس و خزرج نامی ایک ہی خاندان یعنی قحطان کے دو قبیلے آباد تھے مگر ایامِ جاہلیت میں دونوں میں جنگ رہا کرتی تھی۔ قبیلہ اوس کو خزرج کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو اس کے عمائد قریش مکہ کے پاس خزرج کے مقابلے میں انھیں اپنا حلیف بنانے کے لئے گئے۔ اس سفارت میں ایاسؓ ابن معاذ بھی تھے۔ رسول اللہ کو اُن کا آنا معلوم ہوا تو آپ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ اور قرآن کی چند آیات اُن کو سنائیں ایاسؓ نے ساتھیوں سے کہا۔ تم جس غرض سے آئے ہو یہ کلام تو اس سے بھی بہتر ہے لیکن اس سفارت کے سالار نے اس کے منہ پر کنکریاں مار کر کہا۔ ہم اس کام کے لئے نہیں آئے۔ اس کے بعد یہ سفارت وطن کو چلی۔ ایاسؓ آنحضرتؐ کی ہجرت سے پہلے انتقال کر گیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ مرتے وقت ایاسؓ کی زبان پر تکبیر جاری تھی۔ (سیرت النبیؐ)

اسی صورت سے چند افراد[1] آئے ارضِ یثرب سے
پسند آیا انہیں اسلام ہی سارے مذاہب سے

وطن میں جا کے سب نے دینِ بیضا کی منادی کی
کہ لوگو جاگ اٹھی قسمت ہماری خشک وادی کی

وہ پیغمبر کہ جس کا منتظر سارا زمانہ تھا
وہ پیغمبر نوشتوں[2] کے مطابق جس کو آنا تھا

اسی کو دیکھ کر آئے ہیں ہم مکے کی بستی میں
خدا کا نام لیتا ہے جہانِ بت پرستی میں

سنو ہم نے کلام اس کا سنا ہے اپنے کانوں سے
جو صورت ہم نے دیکھی کہہ نہیں سکتے زبانوں سے

خدا کے فضل سے ہم سب مسلماں ہو کے آئے ہیں
دلوں سے بت پرستی کی نجاست دھو کے آئے ہیں

اہلِ یثرب میں اسلام

یہ سن کر غلغلہ سا پڑ گیا اطرافِ یثرب میں
اخوت از سرِ نو آ چلی اشرافِ یثرب میں

---

[1] حج کے زمانہ میں عرب کے قبائل مکے میں آتے تھے۔ اور آنحضرتؐ اس موقع پر ان کے ڈیروں پر جا جا کر تبلیغ فرماتے تھے۔ بسنلہء میں ایسا ہی ہوا۔ مقام عقبہ کے پاس جہاں اب مسجدِ عقبہ ہے قبیلۂ خزرج کے چند اشخاص آپ کو نظر آئے۔ آپ نے ان کو دعوتِ اسلام دی۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا، دیکھو یہود اس اولیت میں ہم سے بازی نہ لے جائیں۔ یہ کہہ کر سب نے اسلام قبول کر لیا یہ چھ شخص تھے۔ دوسرے سال بارہ اشخاص آئے اور بیعت کی۔ اور خواہش کی کہ کوئی معلم ہمارے ساتھ ارکانِ اسلام سکھانے کے لئے دیا جائے۔ آپؐ نے مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ کر دیا۔ مصعبؓ ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور سابقین اسلام میں تھے مصعبؓ کی کوشش سے یثرب میں اسلام پھیلنے لگا۔ اگلے سال بہتر آدمیوں نے مکے اور مقامِ منا میں بیعت کی۔ (سیرت النبیؐ)

[2] اہلِ یثرب نے یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ ایک موعود نبیؐ کے آنے کا زمانہ قریب ہے۔ یہودی تورات عیسائی انجیل کی پیشگوئیوں کی بنا پر موعود نبی کے مدتوں سے منتظر تھے۔

(دیکھو طبری)

یہاں کے رہنے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے
نہایت بامروت، اہلِ دل اہلِ وسائل تھے

یہ باہم بھائی بھائی تھے مگر آپس میں لڑتے تھے
بڑی مدت سے خانہ جنگیوں میں گھر اجڑتے تھے

یہودی بھی یہاں تھے اور معزز سمجھے جاتے تھے
یہ ساہوکار دھنا سیٹھ بن کر سود کھاتے تھے

بتوں کو چھوڑ کر اور حبِّ مال و جاہ کو تج کے
مسلماں ہو چلے آخر گھرانے اوس و خزرج کے

لیا جانے لگا ختم الرسل کا نام یثرب میں
لگا ہر سمت پھلنے پھولنے اسلام یثرب میں

حسد کرنے لگی قوم یہود اس دین و ملت سے
بنے بیٹھے تھے وہ لوگوں کے آقا ایک مدت سے

باب ششم

مُسلمانانِ مکّہ کی ہجرتِ یثرب

یہاں مکّے میں دُنیا تنگ تھی ایمانداروں پر کہ روندے جا رہے تھے پھُول کے سے جسم خاروں پر
نبوت نے اجازت دی کہ یثرب میں چلے جاؤ وطن والوں کے اس ظُلم و تعدی سے اماں پاؤ
بشارت ہے وہاں پر امن بخشے گا خُدا تم کو یہاں صبحِ وطن ہے، خندۂ دنداں نما تم کو
صحابہ پر اگرچہ قہر کے بادل برستے تھے بچارے سانس آزادی سے لینے کو ترستے تھے
نہ تھا آسان منہ اپنے وطن سے موڑ کر جانا رسُولِ پاک کو مکّے میں تنہا چھوڑ کر جانا
مگر فرمانِ محبُوبِ خُدا فرمانِ باری تھا
مسلمانوں کا شیوہ، شیوۂ طاعت گذاری تھا

marfat.com

مشرکینِ مکّہ کے ارادے

صحابہ رفتہ رفتہ جانبِ یثرب ہوئے راہی
قریشی کافروں کو مل گئی فی الفور آگاہی
دلوں میں خوش ہوئے ظالم کہ اب حسرت ہوئی پوری
محمدؐ اور اس کے ساتھیوں میں ہو گئی دُوری
مسلماں جا چکے ارضِ حبش میں اور یثرب میں
یہ اچھا وقت ہی، سب ٹل گئے وقتِ مناسب میں
ابُوبکرؓ و علیؓ باقی ہیں لیکن دو کی ہستی کیا
بھلا دو ہی سہی ہم پر کریں گے پیش دستی کیا
جو چند افراد ہیں کچھ اور وہ کمزور[۱] ہیں سارے
کہ اب بھی چھپتے پھرتے ہیں ہمارے خوف کے مارے
یہ اچھا وقت ہے اب قتل کر ڈالو محمدؐ کو
مٹا دو آج تنہائی میں اس نورِ مجرّد کو
تساہل اب نہیں اچھا کہ طوفاں چڑھتے جاتے ہیں
حبش میں اور یثرب میں مسلماں بڑھتے جاتے ہیں
خُدارا کہیں ایسا نہ ہو قوت پکڑ جائیں
بتانِ کعبہ کے اس ملک سے جھنڈے اکھڑ جائیں

مشاورتِ قتل

جبیر و عقبہ و عتبہ ابُوجہل و ابوسفیاں
نضر، بو بختری، حارث اُمیّہ اور اک شیطاں

---

[۱] حضرت صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے علاوہ چند ایسے لوگ مکّہ میں باقی رہ گئے تھے۔ جو مفلسی کے ہاتھوں مجبور رہتے۔ اور مکّہ سے ہجرت نہ کر سکے۔ یہ آیت اُن ہی کی شان میں ہے۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا (سورۃ النساء [illegible])

کمزور مرد، عورتیں اور بچے یہ کہتے ہیں کہ اے خدا ہم کو اس شہر سے نکال کہ یہاں کے لوگ ظالم ہیں۔

یہ سب ایوانِ ندوہ میں اکٹھے ہو گئے آکر
قبائل کے نمائندے بٹھائے ساتھ بُلوا کر
تھا شیطاں نجد کے اک بے حیا بوڑھے کی صورت میں
کہ چل کر دُور سے آیا تھا آج اس بزمِ لعنت میں
ہُوئے ایوان کے در بند تقریریں لگی ہونے
نبیؐ کو قتل کر دینے کی تدبیریں لگی ہونے
نظر آتی تھی اس بُوڑھے کو ہر تجویز میں خامی
وہ کہتا تھا مبادا پیش آئے کوئی ناکامی!
بالآخر سوچ کر بُوجہل نے اِک بات بتلائی
یہی تجویز اس شیطان بُوڑھے کو پسند آئی
کہا اُس نے کہ ہر کُنبے سے اک اک آدمی چُن لو
کوئی باقی نہ رہ جائے قبیلہ یہ ذرا سُن لو
یہ نکلیں آج شب کو لے کے خُون آشام تلواریں
محمدؐ پر یہ تلواریں سبھی یک بارگی ماریں
نبیؐ کا جسم عبرت کا نظارا ہو کے رہ جائے
مجسّم نُورِ وحدت پارا پارا ہو کے رہ جائے
یہی تجویز اچھی ہے یہی ترکیب ہے کامل
کہ ہوگا اس طرح ہر اک قبیلہ قتل میں شامل
کریں اس خُون کا دعوئ مُسلماں یا بنی ہاشم
تو مل کر سب قبیلے جنگ میں ان سے نپٹ لیں ہم

غرض طے پا گئی آخر یہی تجویزِ شیطانی
قسم کھا کھا کے لوگوں نے نبیؐ کے قتل کی ٹھانی

---

[1] تدبیرِ قتل پر غور کرنے کے لئے دار الندوہ میں اجلاس خفیہ کا اعلان کیا گیا (دار الندوہ کو قصیّ ابن کلاب نے قائم کیا تھا، اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آکر شامل ہو گیا تھا۔ (رحمۃ للعالمین)

marfat.com

ہجرت کی رات

سفینہ مہر کا جس دم شفق کے خوں میں ڈوبا   کیا تاریکیوں نے دن پہ چھا جانے کا منصوبا
کئی فتنے جگا کر رات نے پھیلا دیئے دامن   فضا پر لشکرِ ظلمات نے پھیلا دیئے دامن
مسلط ہو گئیں خاموشیاں دُنیائے ہستی پر   ستاروں کی نگاہیں جم گئیں مکے کی بستی پر
نہیں تھا دامنِ کعبہ پہ زمزم اشکِ جاری تھا   چٹانیں دم بخود تھیں وادیوں پر ہول طاری تھا
نظر آتی ہو جس میں روشنی وہ ایک ہی گھر تھا   مُصلّے پر وہاں جو شخص بیٹھا تھا پیمبر تھا
عبادت ختم کی تسکین و اطمینان سے اُس نے   اُٹھا، باندھی کمر اللہ کے فرمان سے اُس نے
جگایا نیند سے شیرِ خُدا کو اور فرمایا   کہ فرمان ہجرتِ یثرب کا ہے میرے لئے آیا
مثالِ موسیٰؑ و داؤدؑ ہجرت[1] فرض ہے مجھ پر   کمالِ دینِ حق اتمامِ حجت فرض ہے مجھ پر
اُٹھو، دیکھو کہ تلواروں سے گھر محصور ہے میرا   کہ میری قوم کو اب قتل ہی منظور ہے میرا

---

[1] حضرت موسیٰ نے مصر سے ہجرت کی اور حضرت داؤدؑ نے بھی ساؤل بادشاہ کے ظلم کے سبب ہجرت کی۔ دیکھو کتاب سموئیل ۱۳-۱۴-۱۹ (دیکھو رحمۃ للعالمین)

نکلنا اور اِس عالم میں تلواروں پہ چلنا ہے
مگر حکمِ خُدا ہے اس لئے مُجھ کو نکلنا ہے
یہ چادر اوڑھ لو سو جاؤ آکر میرے بستر پر
محافظ ہے وہی رکھو بھروسہ شانِ داور پر
یہ مال و زر انہی لوگوں کا میرے پاس امانت ہے
امانت کا ادا کرنا ہی اسلامی دیانت ہے
خُدا حافظ ہے، دیکھو دل میں اندیشہ نہ کچھ لانا
یہ چیزیں اِن کی پہنچا کر سوئے یثرب چلے آنا
علیؓ نے حکم کی تعمیل کی اور اوڑھ لی چادر
باطمینان آکر سو گئے حضرت کے بستر پر

ارادہ کر لیا جب سرورِ عالمؐ نے چلنے کا
تو دیکھا راستہ مسدود ہے گھر سے نکلنے کا
درازوں میں سے جھانکا ہر طرف گہرا اندھیرا تھا
مگر پہرے کھڑے تھے گھر کو جلّادوں نے گھیرا تھا
اندھیرے میں چمک اُٹھتی تھیں بجلی کی طرح دھاریں
نظر آیا کہ ہیں ہر سمت تلواریں ہی تلواریں
یہ آدھی رات کا عالم یہ ہیبت ناک نظّارا
مگر ڈرتا نہ تھا باطل سے وہ اللہ کا پیارا
وہ درّاتا ہُوا وحدت کا دم بھرتا ہُوا نکلا
تلاوت سُورۂ یٰسٓ کی کرتا ہُوا نکلا
گری برقِ نظر اِس مجمعِ قاتل کی آنکھوں پر
کہ پٹّی خیرگی کی بندھ گئی باطل کی آنکھوں پر
کھنچی ہی رہ گئیں خُوں ریز خُوں آشام شمشیریں
کسی نے کھینچ دی ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

---

[1] فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ (پ۲۲ یٰسٓ ع ۱) ہم نے اُن کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے اور وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

خُدا نے خاکِ غفلت ڈال دی کفّار کے سر میں — رسُولِ پاک پہنچے حضرتِ صدیق کے گھر میں
سُنایا دوست کو فرمانِ حق یثرب کی ہجرت کا — نویدِ زندگی بخشی دیا مُژدہ رفاقت کا
بعُجلت دُخترِ صدیق نے سامان کو باندھا — نطاق اپنی اُتاری اس سے توشہ دان کو باندھا
حبیبِ حق کی خُوشنودی صلہ تھا جوشِ خدمت کا — شرف پایا ہُوئیں ذات النطاقین آج سے اسماؓ[1]

غارِ ثور[2]

ہُوئے آزاد باطل کے حصارِ قہر سے دونوں — ابھی کچھ رات باقی تھی کہ نکلے شہر سے دونوں
نبیؐ نے خانۂ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا — کہ اے پیارے حرم میری تری فرقت کا وقت آیا
ترے فرزند اب مُجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے — تری پاکیزگی کا دھیان تک کرنے نہیں دیتے
جدائی عارضی ہے پھر بھی دل کو بے قراری ہے — کہ تُو اور تیری خدمت مُجھ کو دنیا بھر سے پیاری ہے

---

[1] اس موقع پر توشہ دان کو باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی اسماءؓ نے فوراً اپنی کمر کی پیٹی کھولی اور پھاڑ کر دو حصے کر لئے۔ ایک سے ناشتہ دان کو باندھا۔ حضرت رسالت مآبؐ اسماءؓ کی اس مستعدی پر خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ خدا جنت میں تمہیں دو پیٹیاں عطا کرے گا۔ پیٹی کو عرب میں نطاق کہتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے ارشاد فیض بنیاد کے سبب اسماءؓ کا لقب ذات النطاقین ہو گیا۔ یعنی دو پیٹیوں والی۔ (ابن سعد و ابن ہشام)

[2] غار مکّے سے تین میل جانب جنوب ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر تقریباً ایک میل بلند ہے چڑھائی بہت ہی سخت ہے یہاں سے سمندر دکھائی دیتا ہے۔ (مصنف)

یہ فرماتا ہُوا آگے بڑھا اِسلام کا ہادی
سراسر موم ہو کر رہ گئی یہ سنگ دل وادی

چڑھائی سخت تھی سنگین و ناہموار رستہ تھا
نکیلے پتھروں کا فرش تھا پُرخار رستہ تھا

نبیؐ کے پائے نازک ہر قدم پر چوٹ کھاتے تھے
دلِ صدیق کے جذبات زخمی ہوتے جاتے تھے

نہ دیکھا جا سکا پائے محمدؐ کی جراحت کو
بصد اصرار کندھوں پر اُٹھایا شانِ رحمت کو

اندھیرا، پتھروں کے ڈھیر، کوہِ ثَور کی گھاٹی!
خُدا ہی جانتا ہے یہ مسافت جس طرح کاٹی

بالآخر دو مسافر نزدِ غارِ ثَور آٹھہرے
مقدر تھا یہیں نُورانیوں کا قافلہ ٹھہرے

گئے اندر ابوبکرؓ اور اِس کو صاف کر آئے
عبا کو چاک کر کے روزنوں میں اس کے بھر آئے[1]

مہِ خورشید نے بُرجِ سفر میں استراحت کی
کہ تھا نَو روز تاریخِ یکم تھی سنِ ہجرت کی

ازل سے سو رہی تھی خاک کی توقیر جاگ اُٹھی
یکایک اِس اندھیرے غار کی تقدیر جاگ اُٹھی

سحر کا نُور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر

اُفق کے غرفۂ مشرق سے جب خورشید نے جھانکا
نظر آیا تماشا قاتلوں کی چشمِ حیراں کا

---

[1] حضرت صدیقِ اکبر غار میں داخل ہوئے۔ فرش صاف کیا۔ جہاں کہیں سوراخ تھے اور سانپ بچھو کا خطرہ تھا۔ آپنے اپنی عبا کو پھاڑا ان سوراخوں کو بند کردیا۔ (دیکھو سیرت ابن ہشام، رحمۃ للعالمین)

گروہِ اشقیا کو سرنگوں ہوتا ہوا پایا علیؓ کو سایۂ شمشیر میں سوتا ہوا پایا
سحر کا نور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر بہت جز بز تھا انبوہِ قریش اپنی حماقت پر
حقیقت کھل گئی جس وقت غافل ہوش میں آئے بہت بپھرے، بہت ہی اُچھلے کودے جوش میں آئے
بہت کچھ کھینچا تانی کی علیؓ کو خوب دھمکایا[1] یہاں سے پھر یہ مجمع خانۂ صدیقؓ پر آیا
ہوا معلوم انہیں بوبکرؓ بھی گھر میں نہیں سوتے یہ ایسی بات تھی جس نے حواس و ہوش بھی کھوئے
بہم لڑنے لگے اِک دوسرے کی داڑھیاں نوچیں محمدؐ کو پکڑ لینے کی ترکیبیں کئی سوچیں

انعام کا اعلان اور تلاش

کیا اعلان آخر جو کوئی جرأت دکھائے گا پکڑ لائے گا تو انعام میں سو اونٹ پائے گا
لگے کچھ جمع ہو کر شہر ہی میں ہاؤ ہو کرنے بہت سارے مسلح ہو کے نکلے جستجو کرنے
لگائے ہر طرف چکر بہت لمبے بہت چوڑے پہاڑوں پر چڑھے وادی میں گھومے دشت میں دوڑے
تعاقب میں کئی مشرک دہانِ غار تک پہنچے کئی بار اس مقامِ سیدِ ابرار تک پہنچے
سنی بوبکرؓ نے قدموں کی آہٹ دل ہوا پُر غم کہا دشمن قریب آتے ہیں اے فخرِ بنی آدم

---

[1] ظالموں نے حضرت علیؓ کو پکڑا اور حرم میں لے جا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا۔ پھر چھوڑ دیا۔ (سیرت النبیؐ)

کہا اللہ ساتھی ہے تو کیا اندیشۂ دشمن
مکرّر اِنَّ اللہ مَعَنَا پڑھ لے دوست[1] لَا تَحْزَنْ

قافلۂ نبوّت مدینے کے راستے میں

اُٹھا رکھی نہ اہلِ مکہ نے باقی کسر کوئی
نہیں پہنچا خُدا کے پاک بندوں تک مگر کوئی
مسافر تین روز و شب رہے اِس غار کے اندر
غذا ملتی رہی تازہ بفضلِ خالقِ اکبر
سکوں افشاں ہُوا دُنیا پہ چوتھی رات کا سایا
تو عامر[2] گھر سے اِک ناقہ کی جوڑی ساتھ لے آیا
ادب سے عرض کی بُوبکر نے اے رحمتِ باری
سوارِ ناقہ ہو کر کیجئے چلنے کی تیاری
ہُوا ارشاد اِس ناقہ کی قیمت طے کرو پہلے
کہ ہم قیمت بغیر اس کو نہ لیں گے سوچ لو پہلے
اشارا تھا مدد بجز رحمتِ یزداں نہیں لیتے
خُدا کی راہ میں انسان کا احساں نہیں لیتے

---

[1] خدا پاک نے حضرت ابُوبکر صدیقؓ کے اس خلوص کا اعتراف قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے۔ گویا جس معیت الٰہی میں نبیؐ داخل تھا۔ اسی میں ابُوبکر کو بھی شامل کر لیا۔ سورہ توبہ میں ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

(پ التوبہ ع ۶)

اگر تم اس کی مدد نہ کرو۔ تو یقیناً اللہ نے اس کی مدد کی جب اُسے کافروں نے نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ اور جب اُس نے اپنے رفیق سے کہا غمگین نہ ہو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

[2] عامر بن فہیرہ صدیق اکبر کا غلام تھا حضرت صدیقؓ چلتے ہوئے اُسے ہدایات دے آئے تھے۔ (مصنف)

بتمکنت سے کہ ناقہ شانِ رحمت نے سواری کی بڑھیں یثرب کی جانب نکہتیں بادِ بہاری کی
رسول اللہ اور صدیق تھے اِک پشتِ ناقہ پر[1] تھا عامر دوسری پر اور اس کے ساتھ اِک رہبر[2]
بظاہر چند اہلِ کارواں معلوم ہوتے تھے
مگر اِن کے جلو میں دو جہاں معلوم ہوتے تھے

عرب کی دُھوپ

یہ شب چلتے ہی گذری اور دن کی دوپہر آئی عرب کی دُھوپ نے شانِ تمازت اپنی دکھلائی
اُٹھا طوفانِ آتش اس بیابانی سمندر میں سمایا آ کے سو سو بار یہ ایک ایک پتھر میں
زمیں انگارے اُگلی آگ برسی آسمانوں سے دھواں اُٹھنے لگا جھلسی ہوئی کالی چٹانوں سے
فضا تھرا گئی سیلِ حرارت کے دریڑوں سے ہوا گھبرا گئی امواجِ حدت کے تھپیڑوں سے
ازل کے روز سے یہ خاک یُوں ہی پاک ہوتی تھی وضو کرتی تھی ہر ذرے کا منہ کرنوں سے دھوتی تھی
کیا کرتی تھی غسلِ آفتابی اِس لئے وادی
کہ گذرے گا یہاں سے ایک دن اِسلام کا ہادی

---

[1] اس ناقہ کا نام قصویٰ تھا۔ ابوبکرؓ نے اسے آنحضرتؐ کے لئے خریدا تھا۔ [2] عبداللہ بن اریقط کو کچھ اجرت دے کر رہبری کے لئے

کیا آرام اک پتھر کے سائے میں رسالت نے   مہیا کر لیا دودھ اس جگہ بھی جوشِ خدمت نے
ہوئی جس وقت ہلکی دھوپ کی وہ شعلہ سامانی   پیا شیرِ مصفا آپ نے چلنے کی پھر ٹھانی

سراقہ ابن مالک ابن جعشم کا تعاقب

مقرر ہو چکا تھا اس طرف انعام اُونٹوں کا   گرفتاری کی خاطر بچھ چکا تھا دام اُونٹوں کا
سراقہ ابن مالک کو ہوس نے آج اُکسایا   چڑھا گھوڑے کے اُوپر اور نبیؐ کو ڈھونڈنے آیا
مگر چلتے ہی ٹھوکر لی صبا رفتار گھوڑے نے   جگایا رُوحِ خوابیدہ کو پہلی بار گھوڑے نے
یہ اک تنبیہہ تھی لیکن سمجھ اس کو نہیں آئی   کہ بعد از صد تامل پھر تعاقب ہی کی ٹھہرائی
نظر آیا اسے اب قافلہ ایمان والوںؓ کا   ہوس نے بھر دیا سو اونٹ سے دامن خیالوں کا
سراقہ خوش ہوا گھوڑے کو دوڑاتا ہوا دوڑا   نہایت زعم سے نیزے کو چمکاتا ہوا دوڑا
گرایا اک جگہ بارِ دگر راکب کو مرکب نے   جھنجھوڑا رُوحِ خوابیدہ کو دستِ قدرتِ رب نے
یہ غیبی تازیانہ تھا یہ تنبیہہ الٰہی تھی   ہوا ثابت کہ فالوں میں تعاقب کی مناہی تھی

---

[1] آنحضرتؐ نے آرام فرمایا تو حضرت صدیقؓ تلاش میں نکلے کہ کہیں سے کچھ کھانے کو مل جائے تو لائیں پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ اس سے کہا بکری کا تھن صاف کر دے پھر اس کے ہاتھ صاف کرائے۔ اور دُودھ دوہ لیا۔ برتن کے مُنہ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑ جائے۔ (سیرت النبیؐ)

پھر اُکسایا اُسے انعام ملنے کی اُمیدوں نے   خطابِ قاتلِ اسلام ملنے کی اُمیدوں نے
بڑھا پھر چڑھ کے گھوڑے پر جہالت کے ارادے سے   اُسی بے رحم نیّت سے اُسی قاتل ارادے سے

مگر اس مرتبہ دامِ بلا میں پھنس گیا گھوڑا
روایت ہے کہ رانوں تک زمیں میں دھنس گیا گھوڑا[1]

دکھائی پے بہ پے آخر جو قسمت نے نگونساری   سراقہ کے دلِ وحشی پہ ہیبت ہو گئی طاری
پڑا ہاتھوں میں رعشہ ڈر سے نیزہ گر گیا اُس کا   یہ نقشہ دیکھ کر اس کام سے دل پھر گیا اُس کا

آنحضرتؐ کی ایک معجز نما پیش گوئی

پکارا یا محمدؐ، بخش دیجے گا خطا میری   میں گمراہی میں تھا بے شک بدی تھی رہنما میری
میں تائب ہوں مجھے اک امن کی تحریر مل جائے   ترے دربارِ رحمت میں مجھے توقیر مل جائے
انوکھی التجا تھی مسکرایا قوم کا ہادیؐ   پھر اس کو بے تامّل امن کی تحریر لکھوا دی
سراقہ سے مخاطب ہو کے یوں اُنھوںؐ نے فرمایا   اگرچہ تو ابھی اللہ پر ایماں نہیں لایا

---

[1] گھوڑے نے ٹھوکر کھائی تو سراقہ نے ترکش سے فال دیکھنے کے لئے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیئے یا نہیں۔ جواب یہی نکلا کہ نہیں۔ مگر اُس نے تعاقب نہ چھوڑا۔ آخر ایسا ہُوا کہ گھوڑا رانوں تک دھنس گیا۔ یہ مفصل واقعہ صحیح بخاری سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے لیا ہے۔

نرالے رنگ ہیں لیکن خدا کی شانِ والا کے
تیرے ہاتھوں میں کنگن دیکھتا ہوں دشتِ کسریٰ کے[۱]

تحیر خیز تھے معجز نما الفاظ حضرت کے
عیاں فرما دیئے تھے آپ نے اسرار قسمت کے

جہاں کو جلوے اس پیشین گوئی کے نظر آئے
کہ یہ کنگن سراقہ نے عمرؓ کے عہد میں پائے[۱]

بریدہ اسلمی اور اُس کے ساتھی

سراقہ امن کی تحریر لے کر گھر پلٹ آیا
اعادہ پھر سفر کا رحمتِ عالم نے فرمایا

ستارے ہم سفر تھے رات کو اور دن کو سورج تھا
منازل میں لقف تھا مدلجہ تھا اور مرجح تھا

جداجد اور اذاخر اور رابغ راہ میں آئے
مقاماتِ جداجد بھی اقامت گاہ میں آئے[۲]

ابھی یہ قافلہ دامانِ منزل تک نہ تھا پہنچا
گرفتاری کی خاطر اور اک انبوہ آ پہنچا

یہ ستر آدمی تھے دشت ہی گھر بار تھا ان کا
جوانِ ہمت بریدہ اسلمی سردار تھا ان کا

---

[۱] یہ تحریر عامر بن فہیرہ نے چمڑے پر لکھی تھی۔ لکھنے کا سامان حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تھا۔ سُراقہ بعد میں اسلام لائے اور جب ایران فتح ہوا اور مالِ غنیمت میں کسریٰ کے زیورات بھی آئے۔ تو حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ سُراقہ کے حصے میں کسریٰ کے کنگن تھے۔

[۲] آپ کی ہجرت کے مقامات یہ تھے۔ خیمہ امِ معبد۔ اسفل اج۔ خرار۔ ثنیۃ المرۃ۔ مدلجہ۔ مدلجہ مجاج۔ مرجح مجاج۔ مرجح ذی العضوین۔ بطن ذی کشد۔ جداجد۔ اجرد۔ ذی سلم۔ عبابید۔ فاجہ۔ عرج۔ ثنیۃ العائر۔ جثجاثہ۔ قبا۔ مدینہ۔

(خاتم المرسلین)

اُسی انعام کا لالچ انھیں بھی کھینچ لایا تھا
یہ فتنہ راستے میں اہلِ مکّہ نے اُٹھایا تھا

مگر اسلام کی دولت لکھی تھی اِن کی قسمت میں
بریدہ آگیا آتے ہی دامانِ نبوتؐ میں[1]

شرف پایا جو اس نطقِ خدا سے ہم کلامی کا
تہیہ کر لیا سب نے محمدؐ کی غلامی کا

بُتوں کو چھوڑ کر دُنیائے باطل سے جُدا ہو کر
چلے یثرب کی جانب ہمرکابِ مصطفےٰ ہو کر

محبّت میں بریدہؓ نے اُتارا اپنا عمامہ[2]
لیے نیزے میں باندھا اور یہ جھنڈا اس طرح تھاما

کہ اسلامی پھریرا آج لہرایا فضاؤں میں
ثنا اللہ اکبر کی صدا گونجی ہواؤں میں

یہ جھنڈا امن و راحت کی بشارت دیتا جاتا تھا
طلوعِ صبحِ وحدت کی شہادت دیتا جاتا تھا

کہ عدل و بذل کا مختار امن و صلح کا حامی
مجسّم رحمتِ عالم محمدؐ مصطفےٰ نامی

وہ ابرِ لطف جس سے ہر گلِ گلزار خنداں ہے
انیسِ بیکساں ہے دردمندِ دردمنداں ہے

جہاں کو از سرِ نو نُور سے معمور کرنے کو
دلوں سے کفر کا زنگِ کدورت دُور کرنے کو

وہ جس کا اِک اشارہ رُوحِ مردہ کو جِلاتا ہے
وہی تشریف لاتا ہے، وہی تشریف لاتا ہے

---

[1] یہ واقعہ علامہ شبلی نے نہ جانے کیوں چھوڑ دیا۔ رحمۃ للعالمین میں تفصیل سے مذکور ہے۔ بریدہ اسلمی اپنی قوم کا سردار تھا اسی انعام کے حاصل کرنے کے لیے ستر آدمی لے کر تلاش میں نکلا تھا۔ مگر آنحضرتؐ سے گفتگو ہوتے ہی ایمان لے آیا تھا۔

[2] دیکھو رحمۃ للعالمین۔

قبا[1] میں ورودِ مسعود

الانتظار، الانتظار

طلوعِ بدر کے ساماں ہُوئے بزمِ کواکب میں
کئی دن سے یہ روشن ہو چکا تھا ارضِ یثرب میں
نکل کر شہر سے خلقت قبا تک چل کے آتی تھی
تمنا رنگِ حسرت بن کے آنکھوں میں سماتی تھی
ہُوا کرتی تھیں فرشِ راہ اُٹھ کر بار بار آنکھیں
ہمہ تن انتظار آنکھیں، ہمہ تن انتظار آنکھیں
بھٹکتا تھا تصور منزلوں میں اور راہوں میں
سحر سے شام تک اِک شکل رہتی تھی نگاہوں میں
کئی دن تک نہ جب صُورت دکھائی شاہِ والا نے
بہت مُضطر ہُوئے شمعِ نبوّت کے یہ پروانے

ہُوئیں کوتاہ آخر انتظارِ دید کی گھڑیاں
نگاہوں کے لئے آئیں نمازِ عید کی گھڑیاں

کسی نے دی خبر لے لو رسُول اللہ آ پہنچے
جنابِ حضرتِ صدیق بھی ہمراہ آ پہنچے[2]
غل اُٹھا لیجئے ذرّوں کے گھر میں آفتاب آیا
زمین و آسماں کا نُور جس کے ہم رکاب آیا

---

[1] مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر جو بالائی آبادی ہے اس کو عالیہ یا قبا کہتے ہیں۔ یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے یہ فخر ان کی قسمت میں تھا کہ سب سے پہلے رسُولِ خدا نے اُنہی کی مہمانی قبول کی۔ اکابر صحابہ یہاں پہلے ہی سے مہمان تھے۔ (مصنف)

[2] صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت نے قبا میں ۱۴ دن فرمایا تھا۔ بعض اربابِ سیر نے تین دن اور بعض نے چار دن لکھا ہے مگر صحیح بخاری کی روایت قرینِ قیاس ہے۔

اکٹھے ہو گئے ہر سمت سے طالب زیارت کے
شعاعوں کی طرح سے گردِ خورشیدِ رسالت کے

نظر آئی جونہی پہلی جھلک رُوئے منوّر کی
سلامی گونج اُٹھی نعرۂ اللہُ اکبر کی

پیمبر نے قبا میں چند دن آرام فرمایا
مروّت نے بلطفِ خاص فیضِ عام فرمایا

سبھی پہلے مہاجر اس جگہ موجود تھے سارے
اکٹھے ہو گئے تھے چاند کے چاروں طرف تارے

علیِ مرتضیٰ بھی تیسرے ہی روز آ پہنچے
چلے مکّے سے تنہا پاپیادہ تا قبا پہنچے

وہ اہلِ مکّہ کو اُن کی امانت دے کے آئے تھے
انھیں اسلام کا درسِ دیانت دے کے آئے تھے

ہُوئے حاضر تو پا سُوجے ہُوئے تھے خُون جاری تھا
نبیؐ کا دیدۂ ہمدرد محوِ اشکباری تھا

اساسِ دینِ محکم تھی نبیؐ کی خاطرِ عالی
قبا میں سب سے پہلے ایک مسجد[1] کی بِنا ڈالی

یہ مسجد اوّلیں بُنیاد تھی طاعت گذاری کی
صفا کی صدق کی تقویٰ کی اور پرہیزگاری کی

---

[1] یہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید فرماتا ہے :-

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى	وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ
مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ	اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو
فِيْهِ ۚ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ	اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو پاکیزگی بہت پسند ہے
أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ	اور خُدا پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے
الْمُطَّهِّرِيْنَ ○ (پ التوبۃ ع ۱۵)	

قافلۂ نبوت شہر یثرب کی طرف

اُٹھی اِک روز آوازِ بلند اللہ اکبر کی سواری جانبِ یثرب چلی محبوبِ داور کی
نمازِ جمعہ کا وقتِ مبارک راہ میں آیا یہاں حضرت نے خطبہ جمعہ کا ارشاد فرمایا
کیا تھا بہرِ ملت جمعہ کا آغاز حضرتؐ نے امام المرسلیںؐ کی اقتدا کی آج اُمت نے[1]

نبیؐ اپنے مدینہ میں

ہُوا چاروں طرف اقصائے عالم میں پکار آئی بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی
جوان و پیر و مرد و زن سراپا چشم بیٹھے تھے بہار آنے کو تھی گلشن سراپا چشم بیٹھے تھے
اب استقبال کو دوڑے بنی نجار سج سج کر[2] بڑھے انصار بن کر اوپچی ہتھیار سج سج کر
جنوبی سمت اُٹھا ایک نورانی غبار آخر سوادِ شہر میں داخل ہُوا ناقہ سوار آخر
فضا میں بس گئیں توحید کی آزاد تکبیریں یہ تکبیریں تھیں باطل کے گلو پر تیز شمشیریں

---

[1] سرِ راہ بنی سالم کے محلے میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ (سیرت ابن ہشام)

[2] بنی نجار آنحضرت کے دادا کے رشتہ دار تھے۔ ان کو نبیؐ کے آنے کی سب سے زیادہ مسرت تھی۔ (العادۃ العرب)

مہاجر پیچھے پیچھے چل رہے تھے سر بکف ہو کر
کھڑے تھے راہ میں انصار بھی صف بصف ہو کر

در و دیوار استادہ ہوئے تعظیم کی خاطر
زمیں کیا آسماں بھی جھک گئے تسلیم کی خاطر

مسلماں بیبیاں گھر کی چھتوں پر جمع ہو ہو کر
نظر سے چومتی تھیں عصمتِ دامانِ پیغمبر

زباں پر اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا کی صدائیں تھیں[1]
دلوں میں مَا دَعیٰ لِلّٰہِ دَاع کی دعائیں تھیں

کہیں معصوم ننھی بچیاں تھیں دف بجاتی تھیں
رسولِ پاک کی جانب اشارے کر کے گاتی تھیں[2]

کہ ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

مسلمانوں کے بچے بچیاں مسرور تھے سارے
گلی کوچے خدا کی حمد سے معمور تھے سارے

نبوت کی سواری جس طرف سے ہو کے جاتی تھی
درود و نعت کے نغمات کی آواز آتی تھی

---

[1] مدینے کی معصوم لڑکیاں گھروں میں گا رہی تھیں۔

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا	چاند نے طلوع کیا
مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع	کوہ وداع کی گھاٹیوں سے
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا	ہم پر شکر واجب ہے
مَا دَعیٰ لِلّٰہِ دَاع	جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

[2] راہ میں ننھی ننھی لڑکیاں دف بجا کر گاتی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّار	ہم نجار کے خاندان کی لڑکیاں ہیں
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَار	محمد صلعم کتنا پسندیدہ ہمسایہ ہے

شوقِ میزبانی

رسولُ اللہ سلام انصار کا لیتے ہوئے گذرے
زباں سے خیر و برکت کی دُعا دیتے ہوئے گذرے
ہر اک مُشتاق تھا پیارے نبیؐ کی میہمانی کا
تمنّا تھی شرف بخشیں مجھی کو میزبانی کا
ہر اک مُشتاق اپنی اپنی قسمت آزماتا تھا
بصد آداب و منّت راہ میں آنکھیں بچھاتا تھا
بہت ہی کشمکش تھی اشتیاقِ میزبانی کی
نبیؐ نے اس عقیدت کی نہایت قدردانی کی
کہا تم سب مرے بھائی ہو آپس میں برابر ہو
تونگر ہے وہی جو زہد و تقویٰ میں تونگر ہو
اقامت کو مگر میں نے خدا پر چھوڑ رکھا ہے
کہ ناقے کو فقط اُس کی رضا پر چھوڑ رکھا ہے
سبھی پیارے ہو تم ہر ایک سے مجھ کو محبّت ہے
جہاں ناقہ ٹھہر جائے وہیں جائے اقامت ہے
رُکی یک بار گی ناقہ بحکمِ حضرتِ باری
جہاں اک سمت بستے تھے ابو ایّوب انصاری
پڑی تھی ایک جانب کچھ زمیں ویران و افتادہ
مشیّت تھی اسی کو پاک کر دینے پر آمادہ
تھے وارث وہی لڑکے[1] داغ تھا جن پر یتیمی کا
انہی کے حال پر سایہ ہُوا ابرِ کریمی کا
یہی وہ فرش تھا ملنا تھا جس کو عرش کا پایا
نبیؐ نے ان یتیموں کو بلایا اور فرمایا

---

[1] ان لڑکوں کا نام سہل بن عمرو سہیل بن عمرو تھا۔ معاذ بن عفرا کی تولیت میں تھے۔ (خاتم النبیین)

کہ بچو یہ زمیں تم بیچنا چاہو تو ہم لے لیں! جو قیمت مانگو ہم دے کر تمہیں دام و درم لے لیں
وہ بولے نذر ہے حضرت نے نامنظور فرمایا انہیں بوبکر کے ہاتھوں سے پورا دام دلوایا
یہ اُفتادہ زمیں ہے سجدہ گاہِ شوق اُس دن سے یہیں تسکین پاتی ہے نگاہِ شوق اُس دن سے
صحابہ سے کہا جب تک نہ ہو مسجد کی تیاری ہمارے میزباں ہونگے ابُو ایُّوب انصاری
فلک نے رشک سے دیکھا اِبن انصاری کی قسمت کو ابُو ایُّوب گھر میں لے گئے سامانِ رحمت کو

"مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد"

دارُالامانِ مدینہ

ابُو ایُّوب کے گھر میں حبیبِ کبریا ٹھہرے مگر جب ہو گئی تیار مسجد اس میں آ ٹھہرے
مِلی اظہارِ حق کی آج انسانوں کو آزادی بآزادی لگا تبلیغ کرنے مُصلح کا ہادی
بھٹکتے پھرنے والوں کو خُدا کی راہ پر لایا بتوں میں گھرنے والوں کو خدا کے گھر پہ لایا
یہاں آتے تھے غیر اللہ سے رشتہ توڑنے والے صدائے آخرت پر حُبِّ دُنیا چھوڑنے والے
زمانے کے ستائے درد کے مارے ہوئے آتے نبیؐ کے دامنِ رحمت میں آرام و سکوں پاتے

کوئی تُرکی کوئی تازی کوئی حبشی کوئی رُومی
سبھی یکساں تھے زیرِ سایۂ دامانِ معصومی

تھے انصار و مہاجر اک نمونہ شانِ وحدت کا
کہ اس تسبیح میں تھا رشتۂ محکم اخوت کا

تماشوں رنگ رلیوں کی جگہ پائی عبادت نے
فسادوں اور جھگڑوں کو مٹایا ذوقِ وحدت نے

مُسلماں تھے کہ تھے زُہد و وَرَع کی زندہ تصویریں
نمازیں اور تسبیحیں اذانیں اور تکبیریں

تجارت اور زراعت یا دُعائیں یا مناجاتیں
مشقت کے لئے دِن تھے عبادت کے لئے راتیں

یہ بستی کاٹتی تھی وقت نیکی سے بھلائی سے
نہایت آشتی سے امن سے صُلح و صفائی سے

ہدایت کی سعادت پر ہزاروں شکر کرتے تھے
خدا پر تھی نظر سب کی، خُودی کا دم نہ بھرتے تھے

نبیؐ کا حکم اور قرآن دستُور العمل اِن کا
صداقت بن گئی آئینہ ظاہر اور باطن کا

ضیائے حق سے رشکِ طُورِ سینا بن گیا یثرب
نبیؐ کا آستاں بن کر مدینہ بن گیا یثرب

باب ہفتم

مدینے پر جنگ کے بادل

قریشِ مکہ کا جوشِ غضب

مدینے میں ضیا افگن ہوئے جب حضرتِ والا   خدا نے کر دیا جب ظلمتِ باطل کا منہ کالا
قریش اس تازہ ناکامی سے کھسیانے ہوئے ایسے   یہ قتل و خون کے مشتاق دیوانے ہوئے جیسے
کہ فوراً ہو گئے پختہ ارادے گشت و غارت کے   مدینے تک بڑھائے حوصلے اپنی شرارت کے
وہ مسلم جن پہ بیداد و جفا کرنے کے عادی تھے   ہمیشہ جن پہ ظلمِ ناروا کرنے کے عادی تھے
ہنسا کرتے تھے یہ ظالم تڑپتے دیکھ کر جن کو   ستانے کا تہیہ کر چکے تھے عمر بھر جن کو

لِٹاتے تھے جنہیں تپتی ہُوئی بالو کے بستر پر
رگِ گردن رہا کرتی تھی جن کی نوکِ خنجر پر
جنہیں آزاد رہ کر سانس لینے کی مناہی تھی
خطا جن کی فقط پابندیٔ امرِ الٰہی تھی
قریش ان کی یہ آزادی گوارا کس طرح کرتے
بھلا صُلح و صفا کا یہ نظارا کس طرح کرتے
وہ جن کی سرد آہیں بھی چُھپی رہتی تھیں سینے میں
وہ اب آواز سے قرآن پڑھتے تھے مدینے میں
اگرچہ تین سَو فرسنگ پر بستے تھے بیچارے
مگر چلتے تھے رہ رہ کر دلِ کُفّار پر آرے
نبیؐ کے اس طرح زندہ نکل جانے کا غصّہ تھا
زمانے پر سے نازک وقت ٹل جانے کا غصّہ تھا
یہ غصّہ تھا کہ پیاسی رہ گئیں خونخوار تلواریں!
زمیں پر کیوں نہ نکلیں مقدّس خُون کی دھاریں

قریشِ مکّہ کی دھمکی

ہُوئی جب ہر طرح ناکام ہر تزویر ہر سازش
غرور و عُجب کو صدمہ ہُوا زخمی ہُوئی نازش
نہایت طیش کھایا دانت پیسے اہلِ مکّہ نے
بالآخر جنگ کی ٹھانی نبیؐ سے اہلِ مکّہ نے
مدینے والوں کو اِک اشتعال انگیز خط لکھّا
ڈرایا اور دھمکایا بہت ہی تیز خط لکھّا
کہ اپنے سر پہ خُود ہی جنگ کو بلوا لیا تُم نے
ہمارے مجرموں کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا تُم نے
تمہیں لازم ہے خط کو دیکھتے ہی یہ کر ہی ڈالو
محمّدؐ اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالو

وگرنہ یاد رکھو ہم نے بھی سوگند اُٹھالی ہے قسم اپنے ہُبل کی لات کی عزّیٰ کی کھالی ہے
کہ ہم سب مل کے تم لوگوں پہ فوراً حملہ کر دیں گے گلی کوچے تمہارے شہر کے لاشوں سے بھر دیں گے
جوانوں کو تمہارے چیل کوّوں کو کھلائیں گے تمہاری عورتوں کو لونڈیاں اپنی بنائیں گے

عبداللہ بن اُبَی۔ مُنافق

یہ خط مکّہ سے عبداللہ اُبَی کے نام پر آیا تو اس نے دیکھتے ہی ساتھیوں کو اپنے دکھلایا
مدینے کا یہ بد قسمت مُسلمانوں سے جلتا تھا رسول اللہ کے آنے سے کفِ افسوس ملتا تھا
مُسلمانوں کی آمد سے مٹا تھا اقتدار اِس کا کہ جب مُشرک تھے لوگ اُن پہ تھا پورا اختیار اِس کا
یہ اس بستی کے دار الامن بن جانے سے جلتا تھا چھنی تھی ہاتھ سے شاہی کفِ افسوس ملتا تھا
رسول اللہ کی تعلیم سے سب ہو گئے یکساں اخوت آگئی اور بھائی بھائی بن گئے انساں
خیال اِس کا یہ تھا میں بادشہ ہوں اِس مدینے کا مگر اب کوئی بھی پرساں نہیں تھا اس کمینے کا
مُسلمانوں سے جب لڑنے کے منصوبے لگا کرنے یہ سُن کر آپ سمجھایا اُسے آ [illegible]

لے عبداللہ بن اُبَی مدینہ کا ایک بااثر شخص تھا۔ اس نے تاجپوشی کے [illegible] تیار [illegible]
مسلمان ہو گئے [illegible] رسول اللہ [illegible] لیکن آپ کی زندگی [illegible]
[illegible]

تمہارے بیوقوفو کیا اُجڑنا چاہتے ہو تم
کہ اپنے بھائی بندوں ہی سے لڑنا چاہتے ہو تم

تمہارے بھائی بیٹے سب کے سب پکّے مسلماں ہیں
اگر ان سے لڑو گے خود تمہارے ہی یہ نقصاں ہیں

یہ سُن کر چل دیئے سب ساتھ والے اِس منافق کے
خُدا نے دست و بازو کاٹ ڈالے اس منافق کے

منافق چُپ ہُوا، اور چپ ہی رہنے کی ضرورت تھی
بظاہر چُپ تھا لیکن دل میں کینہ تھا کدُورت تھی

مدینے کے بدباطِن یہُودی

مدینے میں یہُودی بھی بڑی کثرت سے رہتے تھے
جو اپنی قوم کو پیغمبروں کی قوم کہتے تھے

یقیں رکھتے تھے یہ توریت کی پیشین گوئی پر
کہ اسمٰعیلؑ کی اولاد میں ہوگا وہ پیغمبر

وہ پیغمبر جو سیدھا راستہ سب کو دکھائے گا
پرستارانِ حق کو تختِ شوکت پر بٹھائے گا

انہیں معلوم تھا اب وہ پیمبر آنے والا ہے
بشر کے واسطے روشن شریعت لانے والا ہے

یہ بیٹھے انتظارِ ہادیٔ موعُود کرتے تھے
میانِ اہلِ یثرب کاروبارِ سُود کرتے تھے

دنائت کے سبب عقل و خرد کو کھو گئے یہ بھی
نبیؐ تشریف لے آیا تو دشمن ہو گئے یہ بھی

سبب یہ تھا نبیؐ قائل تھا عیسیٰؑ کی صداقت کا
سمجھتا تھا اُسے اِک برگزیدہ ربِّ عزت کا

یہُودی ہر طرح جھٹلا چکے تھے اُس پیمبر کو
صلیبِ مرگ تک پہنچا چکے تھے اُس پیمبر کو

marfat.com

بعلاوہ شخص جو اِس ظلم کو مذموم ٹھہرائے   جو پیغمبر کو پیغمبر کہے معصوم ٹھہرائے
یہودی اُس کو پیغمبر اگر جانیں تو کیوں جانیں   اسے سمجھیں تو کیا سمجھیں اسے مانیں تو کیا مانیں
غرض یہ لوگ بھی اندر ہی اندر سخت دشمن تھے   دغاباز اور محسن کُش تھے مکّار اور پُرفن تھے
رسول اللہ کی عظمت کے گرچہ دل سے قائل تھے   مگر یہ ان کی فطرت تھی عداوت ہی پہ مائل تھے
بباطن سازشیں تھیں اور بظاہر کچھ نہ کرتے تھے   معاہد[1] ہو چکے تھے اوس و خزرج سے بھی ڈرتے تھے
مُسلماں ہونے والے اوس و خزرج کے قبائل تھے   اگرچہ زر میں کم تھے زور میں تو مقابل تھے
یہ انصارِ رسول اللہ خوش تھے فقر و فاقے میں   زراعت پر لگے رہتے تھے یثرب کے علاقے میں
ہدایت پا کے اپنی خوبیٔ قسمت پہ نازاں تھے   خدا کے فضل یعنی آیۂ رحمت پہ نازاں تھے

قریشِ مکہ کی غارت گری

حسد کی ہر طرف جب عام بیماری لگی بڑھنے   مسلمانوں کو پھر جینے کی دشواری لگی بڑھنے
کیا اس طرح آغازِ شرارت اہلِ مکہ نے   کہ رہزن بن کے ڈالی طرحِ غارت اہلِ مکہ نے

---

[1] آنحضرتؐ نے مدینے میں تشریف لاتے ہی یہودیوں اور مسلمانوں میں ایک معاہدہ کرایا تھا۔ (دیکھو ابن ہشام)

[2] ان دنوں مدینے میں یہود اور منافقین کے گروہ مسلمانوں کو امن و امان سے رہتے دیکھ کر حسد سے اندھے ہو رہے تھے اور آئے دن سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں کو غارت کر دینے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ کرز ابن جابر نے مدینے کی [illegible] حملہ غارت کیا تھا۔ (سیرت النبی)

پھرا کرتے تھے بیرونِ مدینہ اونٹ میداں میں
انہیں کُرز ابن جابر لے گیا روزِ درخشاں میں

صحابہ حضرتِ اقدسؐ سے اکثر التجا کرتے
مگر لڑنے سے اِن کو منع شاہِ دوسرا کرتے

یہوُدی مل گئے مکّہ کے ان وحشی لعینوں سے
توقّع تھی خلافِ عہد کی ہر دم کمینوں سے

ہُوئی تنگ اِس قدر آخر مُسلمانوں کی عافیت
کہ اندر شہر کے بھی رہ نہ سکتے تھے بخیریت

نکلتے تھے تو گھِر جاتے تھے قزّاقوں کے دستوں میں
بچارے دن دہاڑے قتل ہو جاتے تھے رستوں میں

خُدا کا نام لینا اک نرالا رنگ لایا تھا
نبیؐ صابر تھے فرمانِ جہاد اب تک نہ آیا تھا

قریشِ مکّہ نے ڈالی جو طرحِ جنگ مغلُوبہ
کیا باطل نے شمعِ حق بجھا دینے کا منصُوبہ

حدِ برداشت سے گذری تعدّی اہلِ باطل کی
زیادہ صبر کرنا بے حسی تھی دینِ کامل کی

اِذنِ جہاد

بالآخر وقت آیا رحمتِ حق جوش میں آئی!
کہ اِذنِ جنگ بن کر غیرتِ حق جوش میں آئی

معاً جبریلؑ لے کر آیۂ قرآں[1] ہُوئے نازل
جہاد فی سبیل اللہ کے فرماں ہُوئے نازل

---

[1] اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ ۝ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ

اُن کو لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لئے کہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے اور تحقیق اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ لوگ جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ اس لئے

(باقی حاشیہ دیکھو برصفحہ)

یہ حکم آیا کہ ہاں اب ان غریبوں کو اجازت ہے
سنبھالے سب بے وطن آفت نصیبوں کو اجازت ہے

وہ جن پر ظلم کے بیداد کے بادل برستے ہیں
جو اپنے ہی وطن میں سانس لینے کو ترستے ہیں

جو ناحق کے ستم سہتے ہیں اور مغموم رہتے ہیں
وطن کو چھوڑ کر بھی بے کس و مظلوم رہتے ہیں

خطا جن کی فقط یہ ہے کہ وہ اسلام لے آئے
جو دُنیا کو لٹا کر اک خدا کا نام لے آئے

جنہیں دشمن تہیہ کر چکے ہیں تنگ کرنے کا
ہے ان کو اذن حملہ آوروں سے جنگ کرنے کا

خُدا ظالم کے منصوبوں کو رد کرنے پہ قادر ہے
خدا مظلوم لوگوں کی مدد کرنے پہ قادر ہے

نہ دے اللہ اگر حملوں کے سدِ باب کی جرأت
یونہی بڑھتی رہے ہر ایک شیخ و شاب کی جرأت

یہ معبد خانقاہیں صومعے یکسر اُجڑ جائیں
منادر اور گرجے بیخ سے بُن سے اکھڑ جائیں

مساجد جن کے اندر ذکرِ حق کثرت سے ہوتا ہے
جہاں انسان آگرِ معصیت کے داغ دھوتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱)

إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ (پ ۱۷ الحج ۶)

کہ انھوں نے پروردگار کو اپنا خدا کہا۔ اور اگر بعض لوگوں سے بعض کو اللہ دور نہ کرتا تو البتہ گرا دیئے جاتے [illegible] درویشوں کے [illegible] عبادت خانے [illegible] کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ اور اللہ [illegible] مدد کرنے والوں کی مدد کرتا ہے اور اللہ [illegible] زبردست ہے۔

گرادیں لوگ آ کر ان عماراتِ مقدس کو نہیں منظور یہ اللہ کی ذاتِ مقدس کو

شرطِ جہاد

رسول اللہ نے اِک دن بصد تاکید و پابندی سنایا اہلِ ایماں کو یہ فرمانِ خداوندی
کہ راہِ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے
مگر تم یاد رکھو صاف ہے یہ حکم قرآں کا ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مسلماں کا
نہیں دیتا اجازت پیش دستی کی خدا ہرگز مسلماں ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتدا ہرگز
فقط ان سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں فقط اُن سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

قریش کی دوسری دھمکی

قریشِ مکہ نے ٹھانی ہوئی تھی قتل و غارت کی مسلماں بھی لگے تدبیر کرنے اب حفاظت کی
قبائل کا بھی خطرہ تھا دیارِ ارضِ یثرب میں کہ بود و باش تھی جن کی دیارِ ارضِ یثرب میں
یہ خطرہ تھا مبادا اہلِ مکہ سے وہ مل جائیں رسد کو لوٹ لیں اہلِ مدینہ پر ستم ڈھائیں
خبر تھی فتنۂ آئندہ کی محبوبِ داور کو معاہد کر لیا اس واسطے ان میں سے اکثر کو

یہ کوشش تھی کہ دب جائے فسادِ جنگ کا فتنہ
نہ اُٹھے اِس جہاں میں کوئی خونیں جنگ کا فتنہ

مگر اب کر چکے تھے اہلِ مکّہ خوب تیاری
نہ اُن کو بیٹھنے دیتی تھی خُوئے مُسلم آزاری

مُسلمانوں کو لکھ کر بھیج دی بُوجہل نے دھمکی!
کہ پہلے ہی سے اب تم فکر کر لو اپنے ماتم کی

محمدؐ کو بڑا ہی صاحبِ اعجاز سمجھے ہو!
یہاں سے بچ نکلنے کو خدائی راز سمجھے ہو

تمہیں یہ ناز ہو گا آ بسے ہیں اب مدینے میں
سمجھتے ہو گے ہم آزاد ہیں اب مرنے جینے میں

ذرا دم لو کوئی ساعت ٹھہر جاؤ ہم آتے ہیں
تمہارا نام ہی اب لوحِ ہستی سے مٹاتے ہیں

قافلۂ تجارت اور ابُوسفیان کے منصُوبے

یہ خالی ایک دھمکی ہی نہ تھی کفّارِ مکّہ کی
بہت بد ہو چکی تھیں نیتیں اشرارِ مکّہ کی

نبیؐ پر حملہ کرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے
بس اپنے قافلے کے منتظر کفّار بیٹھے تھے

ابُوسفیاں گیا تھا شام کی جانب تجارت کو
نکلنا تھا اسی کی واپسی پر قتل و غارت کو

تجارت کے منافع پر مدارِ جنگ تھا سارا
تجارت کیا تھی گویا کاروبارِ جنگ [illegible]

قریشی تاجروں کا قافلہ جب لوٹ کر آیا
ابُوسفیاں منافع کی رقم تھیلوں میں بھر لایا

پہنچ کر مکّہ میں اب جنگ کا سامان کرنا تھا
مگر ڈر تھا کہ یثرب کے حوالی سے گزرنا تھا

دغا ہوتی ہے جس دل میں وہی چھاتی دھڑکتی ہے
فسادِ بدظنی سے آنکھ رہ رہ کر پھڑکتی ہے
ابوسفیاں کے دل میں بھی ہزاروں وہم آتے تھے
خیالی وسوسے ہی بھوت بن بن کر ڈراتے تھے
خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمدؐ آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں
کہیں ایسا نہ ہو مقصد سمجھ لیں اِس تجارت کا
مبادا جان لیں سامان ہے یہ قتل و غارت کا
چلے ہیں قاتِلوں کے ہم دہانِ آز بھرنے کو
قبائل میں یہ سارا مال و زر تقسیم کرنے کو
سمجھ جائیں یہ سونا قبر کے اندر سُلائے گا
سمجھ جائیں کہ یہ کپڑا کفن اِن کو پنہائے گا
سمجھ جائیں کہ ان کی صُبح پر شام آنے والی ہے
منافع کی یہ دولت جنگ میں کام آنے والی ہے
کہیں ایسا نہ ہو اِس قافلے کا حال کُھل جائے
سرِ منزل نہ پہنچیں اور ساری چال کُھل جائے
ہمارا قافلہ مکّے پہنچ جائے تو بہتر ہے
کسی صُورت مدینے پر بلا آئے تو بہتر ہے
یہ کیا ہے آج آگے پاؤں دھرتے ہَول آتا ہے
مدینے کے حوالی سے گُذرتے ہَول آتا ہے
اگر اہلِ مدینہ رستے ہی میں ٹوک لیں ہم کو
ارادوں سے ہمارے باخبر ہوں روک لیں ہم کو
اکارت جائیں گے مکّے میں پھر سامان لڑائی کے
ہَوَا ہو جائیں گے امکان خنجر آزمائی کے
یہ سارا مال اگر اہلِ مدینہ چھین لے جائیں
تو شاید جا کے تلواریں خریدیں قلعے بنوائیں
ی وقت ہے پھر اللہ والوں کے مٹانے میں
محمدؐ ہی کا مذہب پھیل جائے گا زمانے میں

کوئی ترکیب ایسی ہو کہ ہم بچ کر نکل جائیں   لڑائی کے لیئے مکے سے واپس لوٹ کر آئیں
نئے مذہب کی جڑ تیغ و تبر سے کاٹ دیں آ کر   مدینے کی زمیں لاشوں سے یکسر پاٹ دیں آ کر

شرارت

ابوسفیاں اُلجھتا آ رہا تھا اِن خیالوں سے   کیا اب مشورہ بزدل نے اپنے ساتھ والوں سے
بہت سوچا بالآخر اک شرارت تازہ ٹھہرائی   بلا کر مرد ضمضم نام کو ترکیب سمجھائی
کہا یہ کام اگر کر دے تو اتنا مال پائے گا   ملیں گے اُونٹ سونا بھی کئی مثقال پائے گا
چلا مکّے کی جانب اونٹ پر چڑھ کر وہ ہرکارا   بڑھا دو منزلے کرتا ہوا وہ حرص کا مارا

مشرکین میں اشتعال کی چال

اِدھر اس قافلے کے منتظر بیٹھے تھے مدت سے   لڑائی چھیڑنا مقصود تھی فوج [illegible]
فقط اس کارواں کی واپسی کا تھا خیال ان کو   کہ تھی لڑنے سے پہلے آرزوئے [illegible] ان کو
قریش اک روز بیٹھے کر رہے تھے جنگ کی باتیں   ابوجہل ان کو سکھلاتا تھا قتل [illegible] کی گھاتیں
اچانک اِک صدا اُٹھی کہ فریاد اے بنی غالب!   اُٹھو دوڑو، کرو فی الفور امداد [illegible]
چیخیں اور فریادیں سنیں تو اہل شہر دوڑے   بہت بیتاب ہو ہو کر اُٹھے آواز [illegible]

نظر آیا کہ وادی میں کھڑا ہے اِک شُترِ تنہا   اور اُس کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہے اِک بشر ننگا
برہنہ جسم ننگِ خانداں معلوم ہوتا ہے   تباہی اور فلاکت کا نشاں معلوم ہوتا ہے
شُتر کی پیٹھ پر کاٹھی بھی کس رکھی ہے اُلٹا کر   نظر آتا ہے آیا ہے کہیں سے کان کٹوا کر
فغاں کرتا ہے چیخیں مارتا ہے روتا جاتا ہے   پیاپے سینہ کوباں ہو کے بے کل ہوتا جاتا ہے
صدا دیتا ہے اے لوگو مری فریاد کو پہنچو   تمہارا مال و زر لُٹنے کو ہے امداد کو پہنچو
محمدؐ بدلہ لینا چاہتے ہیں برملا تم سے   سمجھتے ہیں کہ جھیلے ہیں بہت جور و جفا تُم سے
مُسلماں قافلے کی تاک میں نکلے ہیں اے یارو   اٹھو، دوڑو، بڑھو چل کر انہیں روکو انہیں مارو!
مجھے ڈر ہے کہ جو ہونا تھا اب تک ہو چکا ہو گا   ابوسفیاں بچارا جان اپنی کھو چکا ہو گا!
پڑے سوتے ہو تم سونا تمہارا لُٹ گیا ہو گا   تمہارا کارواں سارے کا سارا لُٹ گیا ہو گا
پکڑ کر لے گئے ہونگے مسلماں ساتھ والوں کو   نکالو جلد اپنی فوج، دوڑاؤ رسالوں کو
ارے تم سُن رہے ہو تم سے کچھ بھی بن نہیں پڑتی!   میری فریاد کی برچھی کسی دل میں نہیں گڑتی

ابوجہل کی آتش افروزی

اب اہلِ شہر پہچانے کہ ضمضم ہے یہ ہرکارا   گھڑی میں شہر اس کے گرد اکٹھا ہو گیا سارا

جاہلیت میں فریاد کرنے اور قوم کو اُبھارنے کے ایسے ہی طریقے تھے۔ (العادۃ العرب)

marfat.com

وہ تھرائی ہوئی آنکھوں سے ہر سُو تکتا جاتا تھا
دوہتڑ پیٹتا جاتا تھا ظالم بکتا جاتا تھا

اُلجھنے کے لئے تیار تھے پہلے ہی دیوانے
لگے یہ حال سُن کر سانپ کے مانند بل کھانے

چنگاری پڑ گئی بارُود میں شعلہ بھڑک اُٹھا
دلِ ہر ثانیٔ نمرُود میں شعلہ بھڑک اُٹھا

لگی تلوؤں میں آگ ایسی کہ نتھنوں سے دُھواں نکلا
غضب کی شکل میں آنکھوں سے مغزِ استخواں نکلا

غرور و عُجب نے دل کی سیاہی رُخ پہ دوڑا دی
غضبناکی نے آنکھوں کو ردائے سُرخ پہنا دی

یہ ایسی بات تھی جو وہم میں بھی آ نہ سکتی تھی
تصوّر میں یہ صُورت منہ کبھی دکھلا نہ سکتی تھی

مُسلمانوں کی یہ جرأت کہ اِن کا قافلہ روکیں
جو اب تک چُھپتے پھرتے تھے انہیں [illegible]

(انہیں ٹھیکہ ملا تھا اہلِ دُنیا کو ستانے کا
کسی کو حق نہ تھا ان کے مقابل بن کے آنے کا)

مُسلماں اور اِن کے کارواں پر حملہ آور ہوں!
خبر سُن لیں یہ [illegible] اور جامے سے باہر ہوں

وہ ہرکارا تو پلٹا صُورتِ شیطان بھڑکا کر
لگے بس گھولنے [illegible] کھا کر

بھرے بیٹھے تھے پہلے سے بہانہ اَور ہاتھ آیا
اُٹھا بوجہل اک نعرہ [illegible] لوگوں کو بھڑکایا

کہا. او بیوقوفو سوچتے کیا ہو، کمر باندھو!!
اُٹھاؤ نیزہ و خنجر اُٹھو تیغ و تبر باندھو!

مُسلمانوں کو مکّے سے نکل جانے دیا تُم نے
وہ موقع خُوب تھا افسوس ٹل جانے دیا تم نے

محمدؐ کو یہیں پر ختم کر دو مَیں نہ کہتا تھا
مُسلمانوں سے قبرستان بھر دو [illegible]

مدینے میں پہنچ کر اب یہ جرأت مل گئی اُن کو
تمہیں پر حملہ آور ہوں یہ ہمت مل گئی اُن کو
تمہیں اُن کو سزا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی
نیا مذہب مٹا دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی
تمہارے سامنے ہستی ہی کیا ہے اُس جماعت کی
مسلماں کیا ہیں اِک بے رنگ سی تصویر غربت کی
وہ خود ہیں جنگ کے طالب حیا تم کو نہیں آتی
تمہارا قافلہ لٹتا ہے چھاتی پھٹ نہیں جاتی
لطیمہ[*] ہو گیا تاراج تو پچھتاؤ گے یارو!
تم اپنی بیویوں کو عیش سے ترساؤ گے یارو!
یہ بھالے برچھیاں پیکان کس دن کام آئیں گے
تمہارے جنگ کے سامان کس دن کام آئیں گے
چلو میداں میں جرأت آزماؤ دیکھتے کیا ہو
قریشی نسل کی شوکت دکھاؤ دیکھتے کیا ہو،
ہمارے تین سو اور ساٹھ ہیں، تنہا خدا اُن کا
بھلا اتنے خداؤں سے لڑے گا کیا خدا اُن کا
اٹھو اے لات و عزیٰ و ہبل کے پوجنے والو
عرب سے اِک خدا کے نام کا دھبہ مٹا ڈالو

قریشِ مکّہ کی چڑھائی

قیامت آ گئی ہر شخص تیاری لگا کرنے
ہر اک تائیدِ خونریزی و خونخواری لگا کرنے
درستی ہو گئی جھٹ نیزہ و شمشیر و خنجر کی
چڑھی آندھی مدینے کی طرف باطل کے لشکر کی

---

[*] مال و اسباب منافع تجارت کو لطیمہ کہتے تھے۔

قریشی نسل کے مردانِ جنگی سر بکف ہو کر
بیٹھے گھوڑوں پہ یا اُونٹوں پہ چڑھ کر صف بصف ہو کر

نضر، بوالبختری، حرث ابنِ عامر تھے یہ سب افسر
ابوجہل اور عُتبہ اور شیبہ تھے یہ سر لشکر

چلے وہ سب کے سب جن کو پیمبر سے عداوت تھی
منبہ اور زمعہ عاص بن ہشام و عقبہ بھی

بنی ہاشم بھی ان کے ساتھ شامل تھے بمجبوری
کہ بزدل سمجھے جاتے گر بتاتے کوئی معذوری

اگرچہ باخبر تھے اِس برائی کے نتیجے سے
چلے عمِّ نبی عباس بھی لڑنے بھتیجے سے

عُقیل ابنِ ابی طالب بھی اِن کے ساتھ شامل تھا
نہیں تھا بولہب[1] اُس کی بدی کا ہاتھ شامل تھا

قریشی سُورما اکثر شریکِ فوجِ باطل تھے
کہ سب جنگ آزمودہ تیغ زن تھے اور قاتل تھے

یہ لشکر مشتمل تھا ساڑھے گیارہ سو جوانوں پر
دلوں میں تعصب نعرے کفر کے اِن کی زبانوں پر

یہ لشکر بڑھ رہا تھا کعبۂ توحید ڈھانے کو
مسلمانوں سے لڑنے کو مدینے کے گرانے کو

مدینے کی طرف بڑھتا چلا آتا تھا یہ لشکر
گزرگاہوں میں لوگوں پر غضب ڈھاتا ہوا لشکر

زمینِ دشت کی چھاتی سے آہوں کا غبار اُٹھا
فلک بھی کانپ کر العظمۃ للّٰہ پکار اُٹھا

آگ لگا کر ابوسفیان مکّے پہنچ گیا

ابوسفیان اور اس کا قافلہ بالکل سلامت تھا
مگر ظالم کا یہ فتنہ جگا دینا

---

[1] ابولہب بیمار تھا اُس نے اپنی بجائے ایک آدمی [illegible] کر روانہ کر دیا تھا۔ [illegible]

وہ لے کر مال و دولت منزلِ مقصود پر پہنچا — نہ آیا پیش کوئی حادثہ اور اپنے گھر پہنچا
پہنچ کر مکے میں یہ قافلہ دو روز سستایا — سوئے لشکر مگر اک تیز رو قاصد کو دوڑایا
کہ ہم بچ کر نکل آئے لطیمہ بھی سلامت ہے — اگر چاہو تو لوٹ آؤ لڑائی بے ضرورت ہے
اگر سارے عرب کو مُشتعل کرنا ضروری ہو — مدینے کی زمیں کو خُون سے بھرنا ضروری ہو
تو واپس لوٹ آؤ تاکہ بندوبست ہو جائے — مُسلمانوں کی بستی جس سے بالکل پست ہو جائے
تجارت کا منافع بانٹ دو سارے قبائل میں — کہ ہوگی اس سے وسعت اہلِ مکہ کے وسائل میں
قبائل ان مسلمانوں کا جینا تنگ کر دیں گے — وہ ان کے کھیت، میداں، راستے لاشوں سے بھر دیں گے
مدینے کے یہُودی بھی ہمارے دوست ہیں سارے — ابھی خاموش بیٹھے ہیں وہ حلفِ صُلح کے مارے
انہیں لالچ دیا جائے کہ وہ بھی عہد کو توڑیں — یہ مجبُوری کی ظاہرداریاں رکھنے سے مُنہ موڑیں
اگر کچھ خرچ کرنے سے یہ ہو جائے تو کیا کہنا — کہ ہوگا اوس و خزرج کو بھی مشکل شہر میں رہنا
بہر سُو ناکہ بندی کر کے پھر ہم بھی کریں دھاوا — لگا دیں آگ، کر دیں مسجدوں کو راکھ کا آوا
مزا جب ہی ہمیں بھی حملہ کرنے کا مزا آئے — کہ اُن کے بھاگنے کا راستہ مسدُود ہو جائے
پلٹ آنا اگر ہو نامناسب خیر بڑھ جاؤ — مُسلمانوں کے سر پر بھوت کی مانند چڑھ جاؤ
ہماری بھی ضرورت ہو تو کہہ دو ہم بھی آ جائیں — نہیں کچھ اور خیر اس لُوٹ ہی کا مال پا جائیں

ابوجہل کا جواب ابُوسفیان کے قاصد کو

ہنسا بُوجہل یہ پیغام سُن کر تن کے یُوں بولا
کہ یہ دفتر نصیحت کا ابُوسفیاں نے کیوں کھولا

اسے کہہ دو لطیمہ رکھ کے جلد آ جائے لشکر میں
وہ چالیں ہی نہ بتلائے ہمیں بیٹھا ہُوا گھر میں

قبائل میں کریں کیوں مُفت جا کر بادیہ گردی
مسلماں چیز ہی کیا ہیں کریں اتنی جو سردردی

مٹانے کے لئے ان کے یہ جنگی فوج کافی ہے
خس و خاشاک کی خاطر یہی اک موج کافی ہے

چڑھائی ہو چکی ہے اب پلٹ چلنا ہے ناممکن
مسلمانوں کے سر سے موت کا ٹلنا ہے ناممکن

ابُوسفیاں سے کہہ دینا کہ تم سمجھے ہو کیا ہم کو
تمہارا مُدعا جو کچھ بھی تھا معلوم تھا ہم کو

جو قاصد تم نے بھیجا تھا اسے پہچانتے تھے ہم
تمہارے کارواں کو بھی سلامت جانتے تھے ہم

سمجھ لی بات ہم نے قوم ساری مشتعل کر دی
لگا دی آگ رگ رگ میں ہوا جنگ کی بھر دی

یہ لشکر جمع ہو کر بہرِ قتل و خُوں نکل آیا
نکلنا تھا جو مطلب مال و زر سے یُوں نکل آیا

ہُوا مفتُوح پہلا مرحلہ اب تم بھی آ جاؤ
سلامت ہے تمہارا قافلہ اب تم بھی آ جاؤ

اگر تم عیش کرنے کے لئے بیٹھے ہو مکّے میں
مزے سے پیٹ بھرنے کے لئے بیٹھے ہو مکّے میں

تو لشکر میں ہمارے عیش و عشرت کی کمی کیا ہے
یہاں ہر چیز ہے موجود ہر نعمت مہیا ہے

شرابیں ناچ گانا کھانا پینا ساتھ لائے ہیں   بھلا لگتا ہے جن چیزوں سے جینا ساتھ لائے ہیں
بہت سی گانے والی عورتیں ہمراہِ لشکر ہیں   انہیں کے حُسن سے معمُور یہ خرگاہ لشکر ہیں
انہیں سے منزلوں میں اہتمامِ عیش رہتا ہے   کہ ہر سردار کا خیمہ مقامِ عیش رہتا ہے
ہماری رات غرقِ بادۂ سرجوش رہتی ہے   صدائے چنگ و دف گلبانگِ نوشا نوش رہتی ہے
کبھی چشمِ فلک نے یہ نرالے رنگ دیکھے ہیں   نظر سے گذرے ہیں یہ عیش، ایسے رنگ دیکھے ہیں؟
مگر یہ مت سمجھ لینا کہ ہم بیہوش و غافل ہیں   ارے خود آکے دیکھو ویسے ہی سفّاک و قاتل ہیں
ہمارا جوش ہر منزل پہ دُونا ہوتا جاتا ہے   کہ ہر مَے نوش دل سے زنگِ حسرت دھوتا جاتا ہے
یہ قومی آن کی باتیں ہیں متوالے نہیں ہیں ہم   دکھانا ہے کہ ہر اک رنگ میں مسند نشیں ہیں ہم
قریشی نسل کی شانِ امارت کے امیں ہم ہیں   عرب کا کون مالک ہے؟ ہمیں ہم ہیں ہمیں ہم ہیں
عرب کے رہنے والوں کو دکھا کر بزم کا نقشہ   بتادیں برسرِ میداں جما کر رزم کا نقشہ
یہ ساری عشرتیں اہلِ وغا کا دل لبھائیں گی   ہمیں جنگاہ تک لے جائیں گی پھر لوٹ آئیں گی

لہ ابوسفیان اپنے تجارتی قافلے کو لے کر مکّہ پہنچ گیا تو اُس نے ایک قاصد ابُوجہل کے پاس بھیجا کہ ہم سلامت ہیں۔ تم پھر واپس پلٹ آؤ۔ پھر پورے جنگی سامان کے ساتھ چڑھائی کرینگے۔ ابوجہل نے قاصد کے ذریعے ابُوسفیان کو کہلا بھیجا کہ اب پلٹنا ممکن نہیں۔ اس طرح جوش ٹھنڈا ہو جائے گا۔ لہٰذا تم بھی آکر حملے میں شامل ہو جاؤ۔ ابُوسفیان نے یہ پیغام پایا تو چند سوار لے کر چلا اور آکر قریش کے لشکر میں شامل ہوگیا۔ (تاریخ العمران)

وہاں ہم کیا کریں گے یہ نہ پوچھو بس سمجھ جاؤ مسلمانوں کی حالت دیکھنی چاہو تو جلد آؤ
تفنگ و نیزہ و خنجر، شراب و نغمہ و ساقی مجھے یہ تو بتاؤ شہر میں کیا چیز ہے باقی

مرا مطلب یہ ہے بُزدل نہ کہلاؤ ابوسفیاں
مجھے تم جانتے ہو مُنہ نہ کھلواؤ ابوسفیاں

صُورتِ حالات کی نزاکت

نبی صلعم کا مشورہ صحابہؓ سے

اُدھر گاہِ زمیں تھرا رہی تھی بدنہادوں سے اِدھر اہلِ مدینہ بے خبر تھے اِن ارادوں سے
وہی اک مُلہمِ صادق، وہی اِک دیدۂ بینا اُسی کا قلب تھا جس پر تھا سارا حال آئینہ
اُسے معلوم تھا آغاز و انجام اِس چڑھائی کا اسی کا دل تھا جس میں درد تھا ساری خدائی کا
وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو خبر ہوتی ہے خونی بھیڑیوں کی گلہ بانوں کو
رسُول اللہ نے اک دن مسلمانوں کو بُلوایا بٹھایا مسجدِ نبوی میں سب [illegible]

کہ دو جانب سے اُٹھ کر جنگ کا طوفان آتا ہے قریشی فوج آتی ہے، ابوسفیان آتا ہے
ابوسفیاں پلٹ آیا ہے لے کر شام کی دولت قبائل میں یہ زر تقسیم کر دینے کی ہے نیّت
اٹھائے گا قبائل کو تمہارے سر پہ لائے گا مدینے پر قیامت ڈھائے گا فتنے اٹھائے گا
اُدھر مکے سے لشکر چل چکا ہے لڑنے مرنے کو تمہارے دین و امن صُلح کے برباد کرنے کو
اُٹھے ہیں اہلِ مکہ تاخت و تاراج کی خاطر چلا آتا ہے باطل حق سے استمزاج کی خاطر
حلیفوں میں تمہارے ہیں یہودی اور کافر بھی حمایت میں مُسلمانوں کی ہیں کمزور و لاغر بھی
کرو قطع نظر اس سے کہ ان کا دین ہے کیسا کہ دین و مذہب و ملّت میں ہے اکراہ نازیبا
وہ عرفانی بلندی پر ہیں یا پستی میں بستے ہیں تمہارے دامنوں میں اَمن کی بستی میں بستے ہیں
بہت سے لوگ طرزِ غیر جانبدار رکھتے ہیں بچارے بال بچّے رکھتے ہیں گھر بار رکھتے ہیں
مدینے پر ہُوا حملہ تو گھبرائیں گے بیچارے جفا و ظُلم کی چکّی میں پس جائیں گے بیچارے
مُسلمانوں پہ لازم ہے حمایت ان حلیفوں کی مبادا آبرو بگڑے شریفوں کی ضعیفوں کی
قریشِ مکّہ کی یورش کا باعث صرف مُسلم ہیں کہ اب تک باوجودِ ضُعف، دین اللہ پہ قائم ہیں
وہ حق سے پھیر لینا چاہتے ہیں تم کو جبریّہ تمہیں پہ فرض ہے اِس یورشِ بے جا کا دفعیّہ
گرچہ مفلس و نادار ہو تعداد میں کم ہو قریشِ مکّہ سے سامان میں افراد میں کم ہو

marfat.com

مہاجر بے وطن ہیں بے نوا کچھ بھی نہیں رکھتے
غریب انصار بھی دل کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتے
سواری اور ہتھیاروں کی حالت بھی نہیں اچھی
گھروں میں بعض بیماروں کی حالت بھی نہیں اچھی
مسلمانوں مگر اس راہ میں اللہ کافی ہے
جہادِ فی سبیل اللہ میں اللہ کافی ہے
تمہارا عندیہ کیا ہے لڑیں یا بند ہو بیٹھیں
چلیں میدان میں یا شہر کے پابند ہو بیٹھیں

مہاجرین کا مشورہ

ابو بکرؓ و عمرؓ نے عرض کی اے ہادیٔ دوراں
ہمارے مال، جان، اولاد سب اسلام پر قرباں
غلامانِ محمدؐ جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے
اٹھے مقدادؓ اٹھ کر عرض کی اے سرورِ عالم
نہیں ہیں قومِ موسیٰؑ کی طرح کہہ دینے والے ہم
کہا تھا اس نے اے موسیٰؑ ہمیں آرام کرنے دے
جہاں کی نعمتیں باقی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے
خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر
ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دنیا سے اجڑنے کو
خدا اور اس کا موسیٰؑ ہی بہت کافی ہیں لڑنے کو
معاذ اللہ مثیلِ امتِ موسیٰؑ نہیں ہیں ہم
جہاں میں پیروانِ دینِ ختم المرسلینؐ ہیں ہم
ہمارا فخر یہ ہے ہم غلامانِ محمدؐ ہیں
ہمیں باطل کا ڈر کیا زیرِ دامانِ محمدؐ ہیں

مسلماں کو ڈرا سکتے ہیں کب یہ نیزہ و خنجر   لڑیں گے سامنے ہو کر عقب پر دائیں بائیں پر
بزرگانِ مہاجر نے دکھائی جب توانائی   رسول اللہ نے سُن کر دُعائے خیر فرمائی

انصار کا جوشِ ایمان

صفِ انصار کی جانب اٹھیں آنکھیں نبوّت کی   تو سعدؓ ابنِ معاذ اُٹھے دکھائی شان جرأت کی
ادب سے عرض کی انصار ہیں ہم یا رسول اللہ   غلامِ سیدِ ابرار ہیں ہم یا رسول اللہ
خُدا نے ہم غریبوں پر عجب احسان فرمایا   کہ ختمُ المرسلیں اِس شہر میں تشریف لے آیا
جہاں میں اِس سی بڑھ کر کوئی عزّت مل نہیں سکتی   کسی کو بھی ابد تک اب یہ دولت مل نہیں سکتی
خُدائے پاک کے فرمان پر ایمان لاتے ہم   رسول اللہ پر قرآن پر ایمان لائے ہم
تو کیا اب موت کے ڈر سی یہ دولت ہم گنوا دیں گے   بُھلا دیں گے یہ احساں بارِ لعنت سر پہ لادیں گے
تعالی اللہ یہ شیوہ نہیں ہے باوفاؤں کا   پیا ہے دُودھ ہم لوگوں نے غیرت دار ماؤں کا
صداقت دیکھ کر رکھا تھا ان قدموں پہ سر ہم نے   کہ مانا آپ کو روشن دلائل دیکھ کر ہم نے
قسم اللہ کی جس نے نبیؐ مبعوث فرمایا   سبھی کچھ پا لیا جس وقت ہم نے آپ کو پایا
گدائی آپ کے در کی ہماری پادشاہی ہے   ہمیں تو آپ کا ارشاد ہی وحیِ الٰہی ہے

marfat.com

ہمیں میدان میں لے جائیے یا شہر میں رہئے کسی سے صلح کو فرمائیے یا جنگ کو کہئے
ہمارا فرض ہے تعمیل کرنا رائے عالی کی ہماری زندگی تکمیل ہے ایمائے عالی کی
ہمارا مرنا جینا آپ کے احکام پر ہوگا کسی میدان میں ہو خاتمہ اسلام پر ہوگا
اگر ارشاد ہو بحرِ فنا میں کود جائیں ہم ہلاکت خیز گردابِ بلا میں کود جائیں ہم
نبیؐ کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں جہاں کو محو کر دیں نعرۂ اللہ اکبر میں
قریشِ مکہ تو کیا چیز ہیں دیووں سے لڑ جائیں
سنانِ نیزہ بن کر سینۂ باطل میں گڑ جائیں

وعدۂ نصرتِ الٰہی

نظارا دیکھ کر انصار کے جوشِ اطاعت کا اُٹھا عرشِ معلیٰ کی طرف چہرہ نبوت کا
یہ وحدت آج وحدت کے مبلغ کو پسند آئی اُٹھا کر ہاتھ حضرت نے دعائے خیر فرمائی
دعا کے بعد لوگوں کو نویدِ فتح و نصرت دی برائے جنگ یثرب سے نکلنے کی اجازت دی
کہا دونوں میں تم کو اک جماعت ہاتھ آئے گی خدا نے وعدہ فرمایا ہے نصرت ساتھ آئے گی
رہے گا بول بالا قوتِ حق سے صداقت کا گرے گا جڑ سے کٹ کے نخلِ کفر و ظلمت کا

فلک پر تھوکنے والے زمیں پر سرنگوں ہونگے   یقیں رکھو کہ خود سر حملہ آور سرنگوں ہونگے

مجاہدینِ اسلام جہاد کے رستے پر

نمازِ صبح پڑھ کر ہو گئی چلنے کی تیاری   اُٹھا خُود مسجدِ نبوی سے ابرِ رحمتِ باری
دکھانا شانِ حق منظور تھی ہادیٔ کامل کو   مدینے سے نکل کر روکنا تھا فوجِ باطل کو
دُوُم تھا سالِ ہجری بارھویں تھی ماہِ رمضاں کی   کہ نکلی مختصر سی اِک جماعت اہلِ ایماں کی
نکل کر شہر سے تعداد دیکھی جاں نثاروں کی   تو گنتی تین سو تیرہ تھی اِن طاعت گذاروں کی
سلاحِ جنگ یہ تھا آٹھ تلواریں تھیں چھ زرہیں   غنا کا رنگ یہ تھا چیتھڑوں میں بیسیوں گرہیں
کمانیں اور نیزے، چوبہائے ناتراشیدہ   حُدُودِ کفش سے آزاد پائے آبلہ دیدہ
زیادہ لوگ پیدل تھے سواری پر بہت تھوڑے   کہ ستّر اُونٹ تھے بہرِ سواری اور دو گھوڑے
ہلا دیتی تھی کہساروں کو جن کی دھاک پیدل تھے   جنابِ حمزہؓ کیا خود صاحبِ لولاکؐ پیدل تھے
علیؓ اور بولبابہؓ اور جنابِ سیّدِ عالمؐ   یہ تینوں باری باری سے شریکِ ناقہ تھے باہم
ابوبکرؓ و عمرؓ اور عبدِ رحمٰنؓ اِک سواری پر   منازل طے کئے جاتے تھے اپنی اپنی باری پر
سمندر میں اُٹھا کرتی ہے جیسے موج بے پروا   اِسی صورت رواں تھی غازیوں کی فوجِ بے پروا

marfat.com

کھجوریں تک میسر تھیں نہ جن کے پیٹ بھرنے کو یہ اللہ کے مجاہد تھے چلے تھے جنگ کرنے کو
بہت سی سر بسر محروم گھوڑے اور ناقے سے بہت ایسے تھے جن کی رات بھی کٹتی تھی فاقے سے
خیالِ عظمتِ ملّت مکیں تھا ان کے سینوں میں کوئی ساماں نہ تھا ذوقِ یقیں تھا اِن کے سینوں میں
یہ چند افراد اُٹھے تھے ضعیفوں کی حمایت کو شریروں کے مقابل میں شریفوں کی حمایت کو
چلے تھے یہ مجاہد آج میدانِ شہادت میں محمدؐ کی ہدایت پر محمدؐ کی قیادت میں

کفّار کا ڈیرا میدانِ بدر میں

زرہ پہنے ہوئے جب لشکرِ نورِ سحر نکلا شہِ خاور اُٹھا بہرِ مدد سینہ سپر نکلا
فضائے دہر سے اب اُٹھ چلی شب کی عملداری خدا دینے لگا باطل کو پاداشِ سیہ کاری
شعاعیں برچھیاں بن کر اندھیروں کی طرف لپکیں بلائیں بھاگ اُٹھیں اپنے ڈیروں کی طرف لپکیں
تکبر، ظلم، گستاخی، دل آزاری، من ومائی تشدّد، کینہ توزی، ناز، خود بینی، خود آرائی
ستانے کے طریقے قتل کر دینے کی ایجادیں یہ بچے مادرِ شب کے اندھیرے کی یہ اولادیں
ہوئے آ آ کے سب شامل گروہِ اہلِ باطل میں یہ فتنے آ بسے کفّار کے تہ خانۂ دل میں
خودی نے بھر دیئے تھے کبر کے طوفان ہر سر میں ڈبونے جا رہے تھے کشتیِ حق آبِ خن

لگایا بدر کے میدان میں کفّار نے ڈیرا
یہاں تدبیر کی تزویر کو تقدیر نے گھیرا

ابُوجہل کا غرور

یہاں بوجہل نے آتے ہی پھر لوگوں کو بھڑکایا
دلایا جوش سب کو اور خود بھی جوش میں آیا
کہا یہ دن وہ ہے جس کی طلب تھی ایک مدّت سے
اکٹّھے ہیں صنادیدِ قریش اِس وقت قسمت سے
ہمارے پہلواں بھاری ہیں سو سو پہلوانوں پر
مدینے بھر میں شورِ اَلحَذَر ہوگا زبانوں پر
یہ خودسر پہلواں کیا پھر کبھی ساتھ آنے والے ہیں
بھلا ایسے مواقع پھر کبھی ہاتھ آنے والے ہیں
یہ ساری مہربانی ہے ہمارے دیوتاؤں کی
چڑھائی ہو گئی ہے اِک خُدا پر سب خُداؤں کی
کریں گے جب یہ مل کر تین سو اور ساٹھ تقدیریں
اٹھیں گی ساتھ ساڑھے گیارہ سو خُوں ریز شمشیریں
مَیں دیکھوں گا کہ وہ تنہا خُدا کس کام آتا ہے
کہاں لےجا کے مُٹّھی بھر جماعت کو چھُپاتا ہے
یہ برچھے بجلیاں بن بن کے جن کے پھل چمکتے ہیں
کہاں ہیں آج وہ سینے جو ان کو روک سکتے ہیں
ذرا دیکھو تو یہ خونخوار جوہردار شمشیریں
یہ شمشیریں پہاڑوں پر گریں تو بیخ تک چیریں
یہ خنجر دیکھتے ہو جو کھنچے جاتے ہیں تن تن کر
تڑپتے ہیں کہ تیریں موجِ خُوں میں مچھلیاں بن کر
ہمارے تیر دیکھو اِن کا مینہ جس دم برستا ہے
تو لاکھوں بسملوں کا کھیت پانی کو ترستا ہے

marfat.com

رسد کو دیکھو قطار اک رو سامانِ جنگی کا
ہے چہروں ہی سے ظاہر دبدبہ جوانِ جنگی کا
نظارے ہی سے اصحابِ محمدؐ کانپ جائیں گے
ہمارے ہر سپاہی کو وہ اک جلاد پائیں گے
مسلمانوں کے حق میں واقعی پتھر ہے دل ان کا
نہیں پتھر نہیں پتھر سے کچھ بڑھ کر ہے دل ان کا
محمدؐ خود کہیں گے ہاں یہ جلادوں کا لشکر ہے
یہ نمرودوں کی فوجیں ہیں یہ شدادوں کا لشکر ہے
ہمارے نام کی ہیبت عرب پر بیٹھ جائے گی
مسلماں قتل ہونگے دھاک سب پر بیٹھ جائے گی
یہاں اک دن ٹھہر کر پھر بڑھو باقاعدہ ہو کر
اچانک اس طرح سے جا پڑو اہلِ مدینہ پر
کہ ان کے بھاگنے کی سعی بھی ناکام ہو جائے
کوئی بچنے نہ پائے یعنی قتلِ عام ہو جائے

عَلَم کفّار کا لہرا گیا وادی کے دامن پر
اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا اس روزِ روشن پر
بڑی ترتیب سے خیمے لگائے اہلِ باطل نے
رسد بٹنے لگی، لحمِ شتر سب کو لگا ملنے
زمیں کے جسم پر ہر خیمہ اک پُرسوز چھالا تھا
کہ میخوں ہی سے جس نے بدر کا دل چھید ڈالا تھا
لگا اس شان و شوکت پر دماغِ چرخ چکرانے
غضب کے ساز و ساماں لے کے آئے تھے یہ دیوانے
زمین و آسماں حیران تھے کیا ہونے والا ہے
قیامت آ رہی ہے حشر برپا ہونے والا ہے

مُسلمانوں کی کمزور جماعت

اِدھر سے جا رہی تھی اِک جماعت حق پرستوں کی   بباطن روزہ داروں کی بظاہر فاقہ مستوں کی
نہ اِن کے پاس خیمے تھے نہ سامانِ رسد کوئی   نہ اِن کی پُشت پر تھا جُز خُدا بہرِ مدد کوئی
نہ زرہیں تھیں، نہ ڈھالیں تھیں نہ خنجر تھے نہ شمشیریں   فقط خاموش تسکیں تھی، فقط پُرجوش تکبیریں
کوئی ساماں نہیں تھا ایک ہی سامان تھا اِن کا   خُدا واحد، نبیؐ صادق ہے، یہ ایمان تھا اِن کا
بنا کر اپنے سینوں کی سپر آیاتِ قرآں کو   بظاہر چند تنکے روکنے آئے تھے طُوفاں کو

اِنہی کے نُور سے ہر سُو اُجالا ہونے والا تھا
اِنہی کے دم سے حق کا بول بالا ہونے والا تھا

جلد اوّل ختم

قطعۂ تاریخ

شاہنامۂ اسلام جلد اول

اثرِ خامہ جناب صوفی غلام مصطفے صاحب تبسم ایم۔ اے
لیکچرار گورنمنٹ کالج، لاہور

نسخۂ شاہنامۂ اسلام ہست ہم نغمہ زار و ہم تاریخ
زانکہ از خامۂ ابوالاثر است اثرِ خامہ گفتہ ام تاریخ
۱۳۴۷ھ

marfat.com

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

یادِ ایّام

المعروف بہٖ

شاہنامۂ اسلام

اُردو نظم میں تاریخ اِسلام کے ولولہ انگیز واقعات

(۲)

ابو الاثر حفیظ جالندھری

ناشر
مکتبہ تعمیر انسانیّت ○ اُردو بازار ○ لاہور

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طابع : محمد سعید اللہ صدیقی
ناشر : مکتبہ تعمیر انسانیت ○ لاہور
مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز ○ لاہور
تعداد : ایک ہزار

marfat.com

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیبہ

لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

پر

ایمان رکھتا ہے

حفیظ

marfat.com

حفیظ جالندھری ٹرسٹ

جناب عبدالکریم سومار ۔ .... صدر
شمیم احمد .... سکریٹری

اراکین

غلام احمد
لطف اللہ خان
رحمان کیانی
سیّد مقدس علی
خواجہ حمیدالدین شاہد

marfat.com

فہرستِ مضامین

دیباچہ : از آنریبل جسٹس شیخ سر عبدالقادر صاحب مرحوم ۱۵
معیار : از ڈاکٹر محمد دین تاثیر ایم اے مرحوم ۲۱
سخنہائے گفتنی در پیرایۂ سرگزشتِ مصنف :
مسجد و مکتب ۲۹
سیلاب الماء اور کشتیٔ ملت ۳۵
ٹوٹی ہوئی کشتی کا ملاح ۳۷

باب اول

معرکۂ بدر ۴۱ — بدر میں رات کا منظر ۴۹
لشکرِ اسلام کا ورود ۴۲ — تصویر کے دو رُخ ۵۰
حدت کی شدت ۴۳ — رسول اللہؐ کی شب بیداری ۵۱
صحرا کی دعا ۴۴ — صبح کاذب ۵۱
بارش کا نزول ۴۵ — ضمیر کی آواز، صلح کی ایک کوشش ۵۲
جستجوئے غنیم ۴۶ — عتبہ کا جواب ۵۴
ارشادِ ہادیؐ ۴۷ — حکیم کا ابوجہل کو سمجھانا ۵۴
ابوجہل کے جاسوس ۴۸ — ابوجہل کی ضد اور فتنہ انگیزی ۵۵
ابوجہل کا غرور ۴۹ — لشکرِ کفار کی آمادگیٔ جنگ ۵۶

صبحِ صادق ۵۷
نتیجۂ جنگ کے متعلق پیغمبرؐ کی پیشگوئی ۵۸
مجاہدینِ اسلام ۵۹

معرکۂ نور و ظلمت

استعارہ از طلوعِ آفتاب ۶۱
میدانِ بدر میں مجاہدین کا منظر ۶۳
لشکرِ مشرکین کی دھوم دھام ۶۴
دشمنوں کا سراپا ۶۵
صفِ اسلام ۶۷
تحسینِ ہادیؐ ۶۸
رسول اللہ کی دعا بہرِ مجاہدینِ بدر ۶۹
دشمن کی آہنی صفیں ۷۰
اپنے محسن کے دشمن ۷۱
نور و ظلمت آمنے سامنے ۷۲
رحمۃ للعالمینؐ کا تاثر اور نصرتِ حق کی طلب ۷۳
فوجِ دشمن میں طبلِ جنگ ۷۴
قریشی سپہ سالار کی مبارز طلبی ۷۵
نصرتِ حق کی بشارت ۷۶
انصار کا اقدام میدان اور قریش کا غرورِ نسب ۷۷
بہادرانِ آلِ ہاشم کا میدان میں نکلنا ۷۸
کفر کے طنز پر اسلام کا جواب ۷۸
انفرادی جنگ کا منظر ۷۹
حضرت حمزہؓ اور عتبہ کا مقابلہ ۸۰
حضرت علیؓ اور ولید کا مقابلہ ۸۱
حضرت عبیدہؓ کا شیبہ کے ہاتھ سے زخم کھانا ۸۲
حضرت عبیدہؓ کی شہادت ۸۳
دشمن خوف زدہ ۸۴
ابوجہل کی تقریر ۸۵
قریش کا عام دھاوا ۸۶
مسلمانوں کا ربط و ضبط اور فرمانِ پیغمبرؐ ۸۷
مسلمانوں کی تیر اندازی ۸۹
قلت و کثرت میں جنگِ مغلوبہ ۹۰
مجاہدینِ اسلام کی شجاعت ۹۱
حضرت زبیرؓ اور ابوکرش کا مقابلہ ۹۲
ہنگامۂ کارزار ۹۵
گرمیٔ جنگ اور ساقیٔ کوثرؐ کا بیان ۹۶
حوض پر کفار کی چیرہ دستی ۹۷
مسلمانوں کا استقلال ۹۷
اصلِ اصولِ جہاد ۹۸
محبتِ رسولؐ ۱۰۰

میدانِ کارزار میں ابوجہل کی سرگرمیاں ۱۰۰
قتلِ ابوجہل کی کہانی ۱۰۱
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی زبانی ۱۰۲
دو انصاری نوجوان اور ابوجہل کی جستجو ۱۰۳
حضرت عبدالرحمٰن کی نشان دہی ۱۰۴
غیرتمند نوجوان ۱۰۵
انصاری نوجوانوں کا حملہ
ابوجہل کا حشر ۱۰۶
ایک نوجوان کی شہادت ۱۰۸
دوسرے نوجوان پر ابوجہل کے بیٹے کا وار ۱۰۹
غازیوں اور شہیدوں کی شان ۱۱۰
پیغمبرؐ اپنے خدا کے حضور ۱۱۱
پیغمبرؐ عرصۂ کارزار میں ۱۱۳
معجزے کا ظہور ۱۱۴
جنگِ بدر کا انجام ۱۱۵
رحم کی تلقین کا اثر ۱۱۷
بدر میں کفار کے مقتولوں پر ایک نظر ۱۱۹
ابوجہل کی نگاہِ واپسیں ۱۲۰
فتح کے بعد آنحضرتؐ اور غازیوں کی مصروفیات ۱۲۴
مشرکین کی لاشوں سے آنحضرتؐ کا خطاب ۱۲۵
بعدِ فتح غازیانِ اسلام کی حالتِ قلب ۱۲۶
بدر سے غازیانِ اسلام کی واپسی ۱۲۹
واپسی کی پہلی منزل ۱۳۰

بابِ دوم

جنگِ بدر اور جنگِ اُحد کا درمیانی وقفہ ـــ مکے اور مدینے کے حالات

مُنافقین اور یہود کی شرارتیں ۱۳۱
مدینہ میں مسلمانوں کی حالت ۱۳۲
منافقین اور یہودِ مدینہ کی طنز آمیز افواہیں ۱۳۳
حضرت رقیہؓ کی وفات کا دن ۱۳۴
فتح کی خوشخبری ۱۳۴
فتح کی خبر پر مُنافقین و یہود کی رائے زنی ۱۳۶
حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کا جوش ۱۳۷
رسولؐ اللہ اور غازیانِ اسلام کی مراجعت ۱۳۹
عمِ نبیؐ حضرت عباسؓ بطورِ اسیرِ جنگ ۱۴۰
مکے میں شکست کی خبر ۱۴۴

صفوان بن امیہ کا شک و شبہ ۱۴۴
شکست خوردہ مشرکین کی عام واپسی ۱۴۵
مکے میں کہرام ۱۴۵
شکست کی روداد اور ابولہب کی مایوسی ۱۴۶
ماتم کرنے والوں کو ابوسفیان کی فہمائش ۱۴۷
ہند جگر خوار کا غم و غصہ ۱۴۹
مکے میں انتقامی جنگ کی تیاریاں ۱۵۰
انتقام کی تدبیریں ۱۵۱
ابولہب کی مرگِ مایوسی ۱۵۲
مدینہ میں قیدیانِ جنگ کا مسئلہ ۱۵۳
پیغمبرِ اسلامؐ مشورہ طلب فرماتے ہیں ۱۵۴
صدیقِ اکبرؓ کی رائے ۱۵۵
حضرت فاروق عمرؓ کی رائے ۱۵۶
رحمۃٌ للعالمین کی اُمت کا فیصلہ ۱۵۷
ارشادِ پیغمبرؐ دربارۂ اسیرانِ جنگ ۱۵۹
اسیروں کے لیے اُس عہد کے عام قوانین ۱۶۱
قیدیوں سے مسلمانوں کا سلوک ۱۶۲
عم نبیؐ حضرت عباس اور فدیۂ جنگ ۱۶۳
حضرت عباس کا فدیہ دینے میں تامل
اور آنحضرتؐ کا معجزہ ۱۶۴
حضرت عباسؓ کا ایمان لانا ۱۶۵
حضرت ابو العاصؓ کا فدیہ
اور آنحضرتؐ کی رقت ۱۶۶
مدینہ میں مُسلمانوں کی مُشکلات
منافقین کا گروہ ۱۶۹
مدینے کے یہود ۱۷۱
ایک لڑکی سے اوباشانہ چھیڑ ۱۷۲
ایک مسلمان کا پاسِ غیرت ۱۷۳
حمایت کرنے والے مسلمان کی شہادت ۱۷۴
یہودیوں کو آنحضرتؐ کی فہمائش ۱۷۵
یہودیوں کا گستاخانہ جواب ۱۷۶
ایک شاعر کعب بن اشرف کی شرارتیں ۱۷۶
حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراءؓ کی شادی ۱۷۸
مسجد میں اجتماعِ صحابہؓ اور نکاح ۱۷۹
حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی رُخصت ۱۸۰
حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا جہیز ۱۸۱
رحمۃٌ للعالمینؐ بیٹی کے گھر میں ۱۸۳
عذرِ مُصنّف ۱۸۵

marfat.com

بابِ سوم

مکّے والوں کے انتقامی حملے

مدینے پر ابوسُفیان کی دسترس

غزوۂ سویق ۱۹۰
ابوسُفیان کی قسم ۱۹۱
ابوسُفیان کی دستبرد ۱۹۲
آنحضرتؐ ابوسُفیان کے تعاقب میں ۱۹۳
شاعروں کا دوسرے قبائل کو بھڑکانا ۱۹۵
مکّے میں فوج کا اجتماع ۱۹۸
قریشی عورتیں ۲۰۰
آنحضرتؐ کی اطلاع یابی ۲۰۱
شہر کی حفاظت کے ضروری سامان ۲۰۲
مسجدِ نبوی میں مجلسِ شوریٰ ۲۰۳
آنحضرتؐ کا خطبہ ۲۰۴
عبداللہ بن اُبی منافق کی رائے ۲۰۶
مُسلم نوجوانوں کا جوشِ جہاد ۲۰۷
جوش و تحمل ۲۰۹
پیغمبرؐ کا فیصلہ ۲۱۰
رحمۃ للعالمینؐ لباسِ جہاد میں ۲۱۱

مبادیاتِ غزوۂ اُحد

قریشِ مکّہ کی آتشِ انتقام

جوشیلے مُجاہدین کا احساسِ ندامت ۲۱۲
پیغمبرؐ کا جواب ۲۱۴
مُجاہدین کا مدینے سے خروج جانبِ اُحد ۲۱۵
لشکرِ اسلام میں منافقین کی شمولیت ۲۱۶
دو نوجوان جن پر جہاد فرض نہ تھا ۲۱۶
مجاہدینِ اسلام کا قیامِ شب ۲۱۸
رأس المنافقین اور اُس کے ساتھی ۲۱۹
کفّار کی چھاؤنی ۲۰۰
کفّار کے جاسوس کا بیان ۲۲۱
ابوسُفیان کی تدبیریں ۲۲۳
ابُو عامر راہب ۲۲۵
خُفیہ سازش ۲۲۶
زنانِ قُریش کی تیاریاں ۲۲۷
حضرت حمزہؓ کو شہید کر ڈالنے کی سازش ۲۲۸
لشکرِ قُریش میں تیاریوں کی رات ۲۲۹
آشوبِ شب ۲۳۱

لشکرِ اسلام اور خیرالانامؐ ۲۳۶
مجاہدین کا اقدام ۲۳۶
نمازِ صبح ۲۳۷
مومنوں کی صف آرائی اور منافقین کی بے وفائی ۲۳۸
قطعۂ تاریخ شاہنامۂ اسلام، جلد دوم ۲۴۰

marfat.com

الحمدللہ

اپنی زندگی کے ان آخری مراحل میں جو اندیشہ جان کا عذاب بنا ہوا تھا اللہ کریم نے اپنے رحمۃ للعالمین کی مدح کے صدقے وہ اندیشہ دور کر دیا اور اب میں اس تسلی اور شکر و سپاس کا اظہار کرتا ہوا اپنے سفرِ حیات کی منزلِ مراد کو سلام کہوں گا۔

اندیشہ یہ تھا کہ میرا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی ایسا عزیز ہے جو میرے بعد میرے قلمی ورثے کا محافظ بھی بن سکے اور ملک و ملت پاکستانیہ تک ہی نہیں دنیا بھر کے ممالک میں جہاں جہاں مسلمان میری نظم و نثر کے شائق ہیں ان تک میری کتب پہنچاتے رہنے کا اہتمام کرے ورنہ جو کچھ میں نے انسانیت اور ملک و ملت کے لئے اپنے خونِ جگر سے مہیا کیا ہے برباد ہو جائے گا۔ میرا سرمایہ میری قلم کاری ہے میری کتابیں ٹکے سیر بیچنے والے نااہل بازاری کتاب فروش دکاندار جس طرح چاہیں گے چھپوائیں گے اور الگ الگ کمائیں گے اڑائیں گے۔ اپنے لاکھوں قدر دانوں میں مدتوں ایسے اصحاب کی تلاش رہی جو واقعی صادق الوعد و امین.. پر ایمان و یقین رکھتے ہوں۔ آخر کراچی میں میری تلاش نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا اور میرا جان لیوا اندیشہ دور ہو گیا۔

marfat.com

قائداعظم کے پرانے رفیق جناب عبدالکریم سومار صاحب مل گئے، میری آرزو سنی اور اسے پورا کرنے کی طرف عملی قدم اٹھالیا اور میرے اس درد کا مداوا کر دیا۔ جناب لطف اللہ خاں مل گئے جن کا وجود، آرٹ، سخنوری اور سخن نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جناب شمیم احمد مل گئے جو اسلام کا پیغام جاری رکھنے والی کتب کے پبلشر اور کراچی میں سومار صاحب سے اولین ملاقات کا باعث بنے۔ ان کے ساتھ ہی سید مقدس علی ہیں جو ہر ادبی و اسلامی ثقافتی تحاریک کا بشوق اہتمام فرماتے ہیں۔ خواجہ حمیدالدین شاہد ایم اے عثمانیہ کو تو میں اپنا صیاد قرار دے چکا ہوں۔ جناب غلام احمد جناب سومار کے عزیز اور کاڈیلر کے سربراہ ہیں۔ سومار سے مصافحہ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جناب رحمٰن کیانی جو شعر و سخن ہی میں اسلام کے لئے تبلیغ اتحاد و جہاد کے معاملے میں میرے مثنیٰ ہیں۔

ان اصحاب نے جناب عبدالکریم سومار کے زیر قیادت ایک ایسا ادارہ قائم کر دیا ہے جو میرے دکھ کا دارو ہے۔ اس ادارے کا نام ہے۔

"ابوالاثر حفیظ جالندھری ٹرسٹ"

یہ ٹرسٹ باضابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اس نے میری زندگی میں بھی اور اس دنیا سے جسمانی طور پر کھسک جانے کے بعد بھی میری وہ تمام کتابیں جو متداول ہیں بہترین خوبصورت اور دیدہ زیب طریق سے چھپوانے اور مسلسل چھپواتے رہنے کا ذمہ لے لیا ہے اور آغاز شاہنامہ اسلام

سے کیا ہے۔ میری شائع شدہ تصانیف کے علاوہ وہ تصانیف بھی جو ابھی مسودات کی صورت میں ہیں یہی ٹرسٹ ان کو کتابی صورت میں لائے گا اور میری تحریروں کے ذریعہ سے موجودہ اور آئندہ نسل کے ذہن و قلب میں وہ روشنی پہنچائے گا جو میرے کلام کو سرکار دو عالمؐ کی محبت اور بزرگان دین مبین اور قدمائے شعر و ادب سے ملی ہے اور جن کو میں نے اپنے خون جگر سے رنگین کیا ہے۔

میں ان قدر دانوں کے احسانات کا سپاس گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں ؎

بہ شان مہر و مہ تابندہ باشی
الٰہی تا قیامت زندہ باشی

۷۶ برس سے متجاوز اور بیمار
حفیظ

سخن کی قدر دانی زندگانی میں نہیں ہوتی
یہاں جب شمع بجھ لیتی ہے تب پروانہ آتا ہے

inarat.com

شاہنامۂ اسلام

جلدِ دوم

از آنریبل جسٹس شیخ سر عبدالقادر مرحوم

شاہنامۂ اسلام کی پہلی جلد کو اگر حفیظ کی رزم نگاری کا نقشِ اوّل کہیں تو دوسری جلد جو اب شائع ہو رہی ہے لفظی اور معنوی طور سے نقشِ ثانی کہلانے کی مستحق ہے۔ ہر صاحبِ فن کا نقشِ ثانی نقشِ اوّل سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جلد دوم میں اشعار کی آمد اور روانی پہلے سے زیادہ زورِ جوانی دِکھا رہی ہے۔ پہلی جلد کو جو کامیابی نصیب ہوئی، اس کے بعد دوسری جلد کے لیے کسی تمہید یا تقریب کی حاجت نہیں مگر مُصنّف کی محنت اور جگر کاوی مستحق اعتراف ہے اور جی چاہتا ہے کہ دُوسری جلد کا خیر مقدم بھی اسی جوش سے ہو جس کا اظہار پہلی جلد کی اشاعت کے وقت کیا گیا تھا۔

کامیابی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ شاہنامۂ اسلام کو خدا نے ہر طرح سے کامیابی دی۔ کتاب اگر مقبول ہو اور بکثرت اشاعت پائے تو یہ اُس کی پہلی اور سب سے بڑی فتح ہے۔ اِس کتاب کی پہلی جلد جتنی چھپی تھی ایک سال کے اندر فروخت ہو گئی اور دُوسری اشاعت کی نوبت آئی۔ اس کی خوبی کا دُوسرا ثبوت یہ ہے کہ قرونِ اُولیٰ کے رہبرانِ اسلام کے کارناموں کو نظم کا لباس پہنانے کی جو طرز حضرت حفیظ نے اختیار کی تھی، اس کی جا بجا تقلید ہونے لگی اور کئی اَور لکھنے والوں نے اسی طرز پر اسلامی نظمیں شائع کیں۔ قبولِ عام اس تصنیف کو اس قدر حاصل ہُوا کہ قومی مجالس میں جب کسی نے اُسے پڑھ کر سُنایا تو لوگوں نے انتہائی توجّہ اور شوق سے سُنا

marfat.com

اور جہاں کہیں لوگوں کو خود مصنف کی زبان سے شاہنامۂ اسلام کے کچھ حصے سننے کا موقع ہوا وہاں جلسے پر محویت طاری ہو گئی۔ عام قدردانی کچھ کتاب کی فروخت کی کثرت سے ظاہر ہوئی۔ مگر زیادہ تر اس امر سے کہ بہت سے شائقین نے بہتر قسم کے مجلد نسخے فی نسخہ بارہ بارہ روپے کو خریدے۔ حالانکہ معمولی نسخوں کی قیمت تین روپے فی نسخہ تھی۔ ہمارے رؤسا میں سے ایک فیاض طبع اور نیک دل قدردان نے جن کے نام نامی کے اعلان کی اجازت نہیں شاہنامہ جلد اول ایک نسخہ ایک ہزار روپے میں خریدا۔ یہ سب باتیں حوصلہ افزا ہیں ان سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے کلام کو بجا طور پر ملک میں قبولیت حاصل ہوئی بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان ابھی زندہ قوم ہیں اور اسلام کی سچی خدمت کو پہچاننے اور خادموں کی ہمت بڑھانے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

پہلی جلد میں مصنف نے یہ کوشش کی تھی کہ جو روایات نظم کی جائیں وہ ایسی ہوں جن کی صحت تاریخی اعتبار سے مسلمہ ہو۔ یہی احتیاط دوسری جلد میں ملحوظ رکھی گئی ہے بلکہ جا بجا ایسے نوٹ دیے گئے ہیں جن سے روایات کے ماخذ کا پتہ چلتا ہے۔ اس احتیاط کے متعلق کچھ اشعار اس جلد میں عذرِ مصنف کے عنوان سے درج ہیں۔ ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ مصنف نے کیا خوب کہا ہے ؎

مجھے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری وگرنہ شاہبازِ فکر اڑنے سے نہیں عاری
جو موضوعِ سخن مجھ کو اجازت اک ذرا دیتا زمینوں کو اٹھا کر آسمانوں پر بچھا دیتا
مجھے گر یاد ہیں قطرے کو طوفاں کر دکھانے کے کسی ذرے کو وسعت میں بیاباں کر دکھانے کے
مرے دامن میں ہے ابرِ خزانی بھی بہاری بھی کہ ہے آتش فشانی بھی نفس میں برفباری بھی
تخیل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی صداقت کی طرف جاتی ہے راہ اس کارنامے کی
نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطفِ داستاں گوئی نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہا بدل ڈالی

یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا   کہ جس کے رُخ سے ظلمت نے مُنہ دیکھا اُجالے کا

ممکن ہے کہ سطورِ بالا تعریف سے کوئی یہ سمجھے کہ کتاب نظم کے اعتبار سے رُوکھی پھیکی ہو گی لہٰذا جو حالات لکھے ہیں ان کی تصویر اگر مطابقِ اصل ہے تو اس میں شعر و رنگ بھرنے کا کیا موقع ملا ہو گا مگر طبعِ رنگین اپنے لیے راستہ نکالے بغیر کہاں رہ سکتی ہے۔ سیدھی سادھی روایتوں کے منظوم بیان میں حفیظ کی شاعری نے اپنی خصوصیات کے اظہار کے لیے گنجائش نکال لی ہے اور دوسری جلد میں ایسے ادبی جواہر پیش کیے گئے ہیں جنہیں شائقین پسند کریں گے اور مزے لے لے کر پڑھیں گے۔ مثلاً جنگِ بدر کا بیان ہے کہ جہاں جنابِ رسالتمآب کا چھوٹا سا لشکر ایک ریگستان بے آب میں پانی کی تلاش میں ہے اُس وقت حُسنِ اتفاق سے مینہ برس گیا۔ اس سادہ سی بات کو بیان کرنے کے لیے حفیظ کے تخیّل نے یہ سماں باندھا کہ خود صحرا کے دل میں آرزو پیدا کی کہ جس طرح ہو سکے اپنے مُقدس اور محترم مہمانوں کے لیے پانی بہم پہنچائے۔ اور اس نے نہایت عجز سے بارگاہِ ایزدی میں دُعا مانگی کہ آسمان سے پانی برسائے۔ وہ دُعا منظور ہو گئی اور مینہ آ گیا۔ اس موقعہ پر "دعائے صحرا" کے نام سے جو نظم حفیظ کے قلم سے نکل گیا ہے وہ ان کے ادبی کارناموں میں پائیدار شہرت کا مستحق ہے۔ یہاں تخیّل نے اپنا زور دکھایا ہے مگر کسی تاریخی واقعہ میں تصرف نہیں کرنا پڑا۔ واقعہ اتنا ہی ہے کہ مینہ برسا اور ان لوگوں کی تکالیف رفع ہو گئیں جو پیغمبرِ اسلام کے ہمرکاب تھے مگر اس کے بیان کے پیرائے میں جدت پیدا کرنے سے مضمون رنگین ہو گیا ہے۔

ایک دُوسری خُوبی جو "شاہنامۂ اسلام" میں ملحوظ رکھی گئی ہے بنیادی یہ ہے کہ بزرگانِ سلف کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ضمناً مگر نہایت دلآویز طریق سے ایسے اخلاق کی تلقین کی جاتی ہے جن کی موجودہ زمانے میں بھی ہم کو ضرورت ہے۔ اس مطلب کی وضاحت ذیل کے اشعار سے

ہوگی جہاں اس چھوٹی سی فوج کا ذکر کرتے ہوئے جو جنگِ بدر میں اسلام کے اولین جیش کی اپنی سپہ سالاری میں خدا کی راہ پر پہلی لڑائی کرنے کو نکلی تھی۔ مصنف یوں نغمہ پیرا ہوتا ہے ؎

نہ کوئی زعمِ باطل تھا نہ کوئی جوشِ ہنگامی   نہ رنگِ کامیابی تھی نہ ذکرِ خوفِ ناکامی
نہ کثرت کی کوئی پرواہ نہ تھا قلت کا غم ان کو   نہ کچھ اندیشۂ پست و بلند و بیش و کم ان کو
نہتے تھے مگر تسکین و اطمینان رکھتے تھے   کہ ساماں پر نہیں ایمان پر ایمان رکھتے تھے

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ رزم کا آغاز زیادہ تر اسی جلد سے ہوتا ہے اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی ہے کہ رزم کے میدان میں بھی مصنف کے اشہبِ قلم کی رفتار قابلِ تعریف ہے۔ ذیل کے رزمیہ ٹکڑوں میں صفائی بیان اور الفاظ کی موزونیت ملاحظہ ہو:

پڑی تلوار فولادی سپر کے ہو گئے ٹکڑے   سپر سے تا بہ سر پہنچی تو سر کے ہو گئے ٹکڑے
گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی   زرہ بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی
بہت بیباک تھی یہ تیغ اب کچھ اور چل نکلی   کبھی شانے پہ چمکی اور کبھی زیرِ بغل نکلی

مخالف فوج کے سرگروہ ابوجہل کا بیان کرتے ہوئے کہ وہ میدان میں اپنے آپ کو کس طرح محفوظ کیے ہوئے تھا، اوروں کو لڑاتا تھا اور آپ تیغ کے منہ پر نہ آتا تھا۔ لکھا ہے ؎

مسلح پہلوانوں کی تھیں لوہا لاٹ دیواریں   جو اس کے آگے پیچھے چل رہے تھے لے کے تلواریں
کسی کی دسترس اس تک نہ ہوتی تھی بآسانی   کہ تھا اک چلتا پھرتا قلعہ وہ اس جنگ کا بانی

جلد دوم میں سب سے زیادہ پُرلطف اور پُراثر وہ حصے ہیں جن میں جہاد کے اصلی معنی واضح کیے گئے ہیں اور وہ اصول بتلائے گئے ہیں جو آنحضرت نے اپنی فتوحات کے وقت خود ملحوظ رکھے اور جن پر کاربند ہونے کی اپنے پیروؤں کو تاکید کی۔

جہاد کا اصلی مفہوم ان ہدایات سے واضح ہوتا ہے جو جنگ سے پہلے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ساتھیوں کو دیں۔ اُن میں سے چند اشعار ذیل میں درج ہیں ؎

خبردار آ نہ جائے لشکرِ باطل قریں جب تک   نہ ہو اُن کی طرف سے حملہ ہونے کا یقیں جب تک
لڑائی کے لیے اس وقت تک جُنبش نہ تم کرنا   نہ ہو مجبور جب تک جنگ کی خواہش نہ تم کرنا
لڑائی ٹال دینا درگزر کرنا ہی بہتر ہے   جہاں تک ہو سکے اس سے حذر کرنا ہی بہتر ہے
مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے   قضا کا خندہ پیشانی سے استقبال لازم ہے

یہ تو جنگ کی ہدایات تھیں اب فتح کے بعد کے حالات سُنیے جب خُدا نے آنحضرتؐ کو فتح دی تو اُن کا اور ان کے ہمراہی غازیوں کا طریقِ عمل تمام دُنیا کے لیے نمونہ ہے۔ اس کے بیان میں جنابِ حفیظ نظم میں یوں موتی پروتے ہیں ؎

نمازِ عصر کا وقت آگیا ان کامرانوں میں   ہوا بیتاب ذوقِ بندگی اللہ کے بندوں میں
وضو کر کے صفیں میداں میں باندھیں شان والوں نے   خدا کے سامنے سر رکھ دیے ایمان والوں نے
سُنے نغماتِ شکر ان فتحمندوں کی زبانوں سے   اُتر آئے فرشتے لے کے رحمت آسمانوں سے
تعجب خیز تھا یہ ربط و ضبط انسانِ فانی کا   چڑھا ہرگز نہ اس اُمّت کو نشہ کامرانی کا
یہ پہلی فتح تھی انسان کی شیطان کے اوپر   کہ بعدِ فتح قائم تھا بشر ایمان کے اوپر

جب جنگِ بدر میں فتح پانے کے بعد آنحضرتؐ اور صحابہؓ مدینہ منورہ میں واپس آئے۔ اُس وقت کے بہت سے دلچسپ واقعات نظم کیے گئے۔ ان کی تفصیل یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں مگر غازیوں کی قُوتِ ضبط کی تعریف میں جو شعر لکھے گئے ہیں وہ نہایت سبق آموز ہیں ؎

سر و سینہ کو وقفِ تیغ و خنجر کر کے آئے تھے   رہِ حق میں یہ پہلا معرکہ سر کر کے آئے تھے
مگر اس فتح پر کوئی نہ شورش تھی نہ ہنگامہ   نہ کوئی ناچ گانا تھا نہ باجے تھے نہ دمامہ
نہ اپنے زورِ بازو کی کہیں تعریف ہوتی تھی   نہ اندازِ شجاعت کی کوئی توصیف ہوتی تھی
حریفوں کی مذمت بھی نہ تھی ان کی زبانوں پر   نہ کمزوروں پہ کوئی طنز تھی نے پہلوانوں پر

جو لوگ فوجِ دشمن میں سے قید ہو کر آئے تھے۔ اُن کے متعلق آنحضرتؐ نے بہت نرمی اہ

marfat.com

احسان کے احکام جاری کیے۔ اس کی کیفیت ایسے مئوثر پیرایہ میں لکھی ہے کہ اس کو پڑھتے ہوئے رِقت ہوتی ہے۔ آنحضرت کا ارشاد ہے ؎

اسیروں کو ہمیشہ عزت و اکرام سے رکھنا کوئی صدمہ نہ پہنچانا بہت آرام سے رکھنا
نہیں کرتا پسند اللہ سختی کرنے والوں کو کہ جنت کی بشارت ہے خدا سے ڈرنے والوں کو

اس جلد کے خاتمے کے قریب اہلِ مکہ کے انتقامی حملوں کا تذکرہ ہے اور جنگِ اُحد کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اس جلد کے اشعار پہلی جلد کی طرح دو ہزار سے اوپر ہیں اور حجم اڑھائی سو صفحے سے زیادہ ہے۔ اور لکھائی چھپائی میں پہلی جلد کی سب خصوصیتیں قائم رکھی گئی ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اِسے بھی وہی قبولیت عطا کرے جو شاہنامۂ اسلام کی جلدِ اول کو حاصل ہوئی ہے اور حضرتِ حفیظ کو توفیق دے کہ وہ تاریخ اسلام اور ادب اردو کی اس بیش بہا خدمت کو جاری رکھیں اور شاہنامۂ اسلام عالمِ اسلامی کے بنانے والوں کے کارناموں کی ایک مکمل منظوم تاریخ ہو۔

عبدالقادر

معیار

از ڈاکٹر محمد دین تاثیر ایم اے۔ پی ایچ ڈی

کسی نظم یا شعر کے متعلق کسی قسم کی رائے کا اظہار کرنا بظاہر ایک معمولی سی بات ہے۔ داغ کو ہوسناک، غالب کو قنوطی، انشا کو ہزال اور اقبال کو قومی شاعر کہ دینا بدیہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔ کیا داغ وصل اور بوسے کے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ کیا غالب زندگی کا رونا نہیں روتا۔ کیا انشا پھکڑ نہیں اڑاتا۔ کیا اقبال کا ترانہ ہر جگہ نہیں گایا جاتا؟ تو پھر یہ آرا بدیہیات میں سے نہ ہوئیں؟ کیا اُن کے متعلق کسی مزید غور و فکر کی ضرورت ہے؟

مگر یہ مشکل ہے کہ یہ تمام تصورات ہوس، فلسفہ، ہزل، قومیت ایک طرزِ خیال کا نتیجہ معلوم نہیں ہوتے۔ ایک طرف ان شعرا کی ایک عام مشترک خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے جس کی بدولت ان سب کو ایک ہی نام "شاعر" سے پکارا جاتا ہے اور دُوسری طرف انہیں نفسیات، اخلاقیات اور مختلف معیاروں پر تولا جاتا ہے۔ کسی کو ایک وجہ سے مقصور قرار دیا جاتا ہے اور کسی کو دُوسری وجہ سے سراہا جاتا ہے۔ کیا تنقید کا یہ طریقہ صحیح ہے؟

یہ درست ہے کہ ہر تنقید سے حقیقۃً ذاتی پسند کا اظہار ہوتا ہے۔ نقّاد کے اصُول خواہ کس قدر مُستند اور قدیم کیوں نہ ہوں ان کا اعتبار کرنا بجائے خود ایک ذاتی فعل ہے اور ان کا اولین واضع ایک ہی فرد ہوگا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیک وقت ایک ہی فن کے متعلق مختلف معیار استعمال کیے جائیں۔ نقاد کی پسند ذاتی سہی لیکن اُن میں یگانگت کا ہونا ضروری ہے ورنہ تنقید محض ایک کھیل ایک دل لگی سی بن جائے گی۔ جو چاہے نقّاد ہو جائے اور جو مُنہ میں آئے کہتا چلا جائے۔

تنقید کو ایک مُعین علم بنانے کی غرض سے چند ابتدائی اُمور کا تصفیہ ضروری ہے۔

کیا ادبی تصانیف کو جانچنے کے لیے ایک مقرر کردہ عملی نظام، ایک خارجی ضابطۂ تعزیرات درکار ہے؟ ہماری فصاحت و بلاغت کی پُرانی کُتب اس سوال کا جواب ہیں لیکن اُن کی استنادی حیثیت قریباً مفقود ہو چکی ہے، اور کیوں نہ ہوتی؟ — عربی سے فارسی اور فارسی سے اُردو میں منتقل ہو کر بھی یہ کتابیں جُوں کی تُوں رہیں۔ زمانہ اور اُس کا مذاق بدل گیا، مگر یہ نہ بدلیں۔ اور کیسے بدلیں جب اُن کا اساسی اصُول ہی یہ ہو کہ تبدیلی گناہ ہے اور جب اُن کے پاس ہر شعبۂ ادب کے ہی معیار ہو۔

مگر ان کُتب کی نامقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام تجزیاتی ہیں۔ ان کے نزدیک ایک مستند تصنیف کو جانچنے کے لیے اُسے پُرزہ پُرزہ کر ڈالنا ضروری ہے اور پھر اُن کے پیش کردہ یا۔ یوں بھی تسلی بخش نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مختلف انواعِ ادب کیا، ایک ہی نوع کے مختلف مظاہر کو کسی ایک ضابطے سے جانچنا غلطی ہے۔ یہ ہی نہیں کہ نثر و نظم (ڈراما، افسانہ، غزل وغیرہ) کے لیے خاص معیار بنانا ضروری ہیں۔ بلکہ ایک شاعر سے دُوسرا شاعر مختلف ہے اور مختلف معیارِ تنقید کا حقدار ہے ورنہ ادبیات میں جدّت کا خاتمہ ہو جائے اور فقیہوں کے استدلال کُلّ جدیدٍ بدعةٌ، کُلّ بدعةٍ ضلالةٌ، کُلّ ضلالةٍ فی النّار کی نذر ہو جائے۔

اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ہر تصنیف کو اس کے داخلی معیار سے دیکھیں۔ یہ دیکھیں کہ لکھنے والے کا مقصد کیا تھا، اور وہ اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہے۔ یہ نہ ہو کہ غزل کو اس لیے دھتکار دیا جائے کہ اس میں پیغام نہیں اور "بانگِ درا" کو اس لیے غیر شاعرانہ کہہ دیا جائے کہ اس میں تغزّل کمیاب ہے۔ اس انفرادی معیار کو قائم کرنے کے بعد ہم یہ پوچھنے کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ کیا مقصد بذاتِ خود قابلِ قدر ہے؟ اگر ہے تو کیا اسے ادبیات میں شامل کیا جا سکتا ہے؟ اور اسے کس نوعِ ادب میں شمار کرنا چاہیے، نثر میں یا نظم میں؟ افسانے میں یا ڈرامے میں؟ مگر عام طور

پر یہ بحث ایک حد تک غیر ضروری اور خارجی ہوگی۔

یہ کوئی ایسی پیچیدہ باتیں نہیں مگر ان کے پیشِ نظر نہ ہونے کی وجہ سے عجب عجب مضحکہ خیز مغالطے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چند سال ہوئے دکن میں کسی بزرگ نے ایک انگریز کے نظریۂ شاعری کو معیار بنا کر غالبؔ کو تحت الثریٰ میں گرا دیا۔ معمولی مفروضات و روایات سے بے خبر نوجوان ہماری مشرقی شاعری کو سرے سے بے معنی قرار دے ڈالتے ہیں۔ ہمارے یو۔ پی کے پرانے اُستاد لوگوں نے اقبالؔ کو تو جو کچھ سمجھنا تھا سمجھا۔ اپنے ہم وطن اکبرؔ کو بھی نہ چھوڑا جس پر انھیں تنگ آ کر کہنا پڑا ؎

تم سے اُستادوں میں میری شاعری بیکار ہے
ساتھ سارنگی کا بلبل کے لیے دشوار ہے

جس طرح بلبل کے نغمے خارجی قانون سے آزاد ہیں، ہر شاعر کو ایسی آزادی کا حق حاصل ہے یہ نہیں تو بحث کر دیا کہ "شاہنامۂ اسلام" ایک مثنوی ہے۔ اس کا وزن مثنوی کے مقررہ وزن سے باہر ہے۔ صغریٰ و کبریٰ مرتب۔ نتیجہ ظاہر ہے، "شاہنامۂ اسلام" مثنوی بھی نہیں اور حفیظ شاعر بھی نہیں —— رُباعی اور قطعات کی بحث بڑھانے والے نقاد بھی اسی قماش کے ہیں۔ اگر ان اہلِ فن بزرگوں کے معیار پر اکتفا کیا جائے اور معانی کو نظر انداز کر کے محض الفاظ کے اُلٹ پھیر کو شاعری کا منتہا قرار دیا جائے تو یقیناً چرکینؔ اپنے وقت کا ملک الشعرا کہلانے کا مستحق ہوگا۔ اُستادوں میں تو اب بھی متصور ہوتا ہوگا۔

"شاہنامۂ اسلام" کا مقصد تلاش کرنے کے لیے زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں مُصنّف نے خود ہی اس کو واضح کر دیا ہے۔ ضروری ہے کہ کسی مُصنّف کا پیش کردہ مقصد ہی اس کا صحیح ادبی مقصد ہو

گئی دُنیا سے آقائی محمدؐ کے غلاموں کی — بھلا بیٹھے جو یاد اپنے سلف کے کارناموں کی
ارادہ ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں — دلِ سنگیں سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے — کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے

سلف کے کارناموں کو ولولہ انگیز طریقے سے سُنانا۔ یہ ہے شاعر کا مقصد اصلی اور تاریخ کی بندش غیر ضروری ہے۔ اس کا خیال اسی حد تک کرنا چاہیے جس حد تک اس پابندی سے ولولہ انگیزی میں نقص نہیں پیدا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس صدی میں اگر خلافِ عقل واقعات پیش کیے جائیں تو ولولہ کی جگہ ہنسی پیدا ہوگی۔ اسی طرح سلف کے ایسے تاریخی واقعات ہیں جن سے ہر خلف آگاہ ہے تبدیلی کرنے سے اصل میں رکاوٹ پیدا ہوگی مگر تصور کی وسعت کو روکنا عبث ہے۔

حفیظ نے اپنے مقصد کو اس طرح متعین کر کے اپنے راستے میں بہت سی مشکلیں پیدا کر لی ہیں۔ ہومر کے سامنے ایک افسانہ تھا جس میں وہ عشق و محبت، حسد و نفاق، رقابت اور جنبہ داری کی کشاکش کے ساتھ ہر طرح کے عقلی و غیر عقلی واقعات بیان کیے جاتا تھا۔ فردوسی کے شاہنامے کا زمانہ بھی ماقبل تاریخ ہے۔ ہمارے مرثیہ نگاروں نے تاریخ کو طلسم بنا رکھا ہے۔ جو چاہا ہے جس طرح چاہا ہے کر ڈالا ہے۔ حفیظ ان سب کے بعد آتا ہے اور سب سے بڑی مہم پیش نظر رکھ لیتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی ایسی مثال نہیں ہے جو اس کی رہنمائی کر سکے۔ وہ اپنی منزل بھی آپ تلاش کرتا ہے اور اپنا راستہ بھی خود ہی بناتا ہے۔ یقیناً اس کا راستہ "پل صراط" سے زیادہ کٹھن ہے۔ تخیل کو دبائے تو شاہنامہ محض منظوم تاریخ رہ جائے۔ واقعات کو بدلے تو تحریف کا مرتکب ٹھہرے۔ یہی دقتیں اس کے حق میں رحمت بن جاتی ہیں۔ یہی مشکلات اس کی کامیابی کو غیر فانی بنا دیتی اور حفیظ کو حالی، اقبال اور اکبر کی صف میں جگہ حاصل کرنے کا حقدار کر دیتی ہیں۔

"شاہنامۂ اسلام" (حصہ دوم) تاریخی کتابوں، آیات اور احادیث کے حوالوں سے بھرا ہوا ہے۔ مصنف قدم قدم پر تاریخی تفصیلات کے بیان سے واقعات کی صداقت بیان ظاہر کیے جاتا ہے اور اسلاف کے ان کارناموں کو مصور الفاظ اور مناسب اصوات سے زندہ کر دکھاتا ہے۔

تاریخی تفصیلات سے محض عقل کی تسلی ہوتی ہے۔ اس نظم میں اُن کی تو محض ضمنی حیثیت رکھتی ہے

؏ مبارک جمعہ کا دن، سترھویں تھی ماہِ رمضاں کی

اور ؎ یہ ستّر اُونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے

ایک مسلسل بیان ہے :

بنایا اک عریشہ پھونس کا اربابِ ہمّت نے   قیام اس میں کیا بعدِ دعا فخرِ رسالتؐ نے
نبیؐ نے امر فرمایا کہ دو اہلِ نظر جائیں   کہاں اُتری ہوئی ہے فوجِ قرشی کی خبر لائیں
علیؓ اور سعدؓ نے بڑھ کر نظر ہر سمت دوڑائی   قریشی کافروں کی چھاؤنی چھائی ہوئی پائی
پلٹ کر عرض کی فوجِ گراں معلوم ہوتی ہے   زمیں گویا حریفِ آسماں معلوم ہوتی ہے
مقامِ عدوۃ القصویٰ کا ٹیلہ اک طرف کو کر   ہے آسودہ خدا کے دشمنوں کا اک بڑا لشکر

یہ اونٹوں کی تعداد، تاریخ اور دن کا تعیّن، چھپّر (عریشہ) کی تخصیص، مقامات اور افراد کے تام ان تفصیلات سے واقعیت کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ مگر اتنا کام تو ہر تُک بند بڑی بھلی طرح سر انجام دے سکتا ہے مگر حفیظ کا کمال یہ ہے کہ وہ اس ارضیہ کے آگے ایک چلتی پھرتی جیتی جاگتی تصویر تخلیق کر دیتا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں سینما کا کس قدر اثر شامل ہے۔ یوں یہ واقعیت ادبیاتِ حاضرہ کی عالمگیر خصوصیت ہے۔ یہ بات "طلسم ہوشربا" اور کسی جدید ناول کے مقابلہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہمارے مراثی میں بھی یہ حقیقت وضاحت سے نظر آتی ہے۔ انیس جزئیات میں اس کا ماہر ہے۔ گو زمانہ کی بدمذاقی اور ماحول کی ناہمواری اُسے کبھی کبھی اپنا ہمنوا کر لیتی ہے۔ مگر حفیظ بیسویں صدی کا شاعر ہے واقعیت اس کے "شاہنامہ" کی جان ہے۔ جنگِ بدر کا نقشہ ہے۔ بے جان واقعات نہیں ولولہ انگیز کارناموں کا بیان ہے۔

دشمنوں کا لشکر ؎

اُمڈتی، دوڑتی، اُٹھتی ہوئی، بڑھتی ہوئی آندھی   زمیں پر پھیلتی، افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی

اُمڈتی، دوڑتی، اُٹھتی...... یہ ہیجانی الفاظ پے بہ پے آ کر معانی کی کس قدر صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔ اس ٹکڑے میں اصوات کے مناسب استعمال کی اور مثالیں بھی نظر آتی ہیں ؎

marfat.com

سناں اس نے چلائی اس کی [illegible] کی جانب تھی غلط پایا کہ [illegible] تھا کہ [illegible] تھی

یہ اشعار کر اگر کوئی اردو سے ناواقف اجنبی بھی پڑھے تو حسن لسانیات سے صاف کا اندازہ کر سکتا ہے لسانیات کے ساتھ شستہ الفاظ کر [illegible] کو کس طرح [illegible] کر دیتے ہیں [illegible] جنگ کے منظر دیکھئے۔ حضرت حمزہؓ اور عتبہ کا مقابلہ ہے:

جناب حمزہؓ نے تلوار پہ تلوار کو روکا [illegible] سے جھٹکی [illegible] کے جھٹکے [illegible]
نظر آیا کہ پھر اک جنبش بجلی کی صدا آئی اڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی
خدا شاہد ہے [illegible] ایک پل [illegible] [illegible] کر کھلا ہاتھ ایک جھٹکے سے [illegible]
بڑھا دشمن کو جھکنے تیغ [illegible] ڈال کے نیچے مگر عتبہ نے اپنا سر چھپایا ڈھال کے نیچے

حضرت شیر اسلام [illegible] کی [illegible] اور کفر [illegible] کہیں کہیں [illegible] کی [illegible] جنگ ہے جس سے [illegible] جذبات [illegible] مطالعہ اسلام سے کر [illegible] ہے:

نظر آیا کہ یہ انساں نہیں پتلا ہے آہن کا کسی جانب بجز آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا
بشر تھا یا کہ تھا بیٹھا ہوا اک غول لوہے کا چمکتا تھا [illegible] کا [illegible] کا
یہ کل آہن کی شاید کھل کے آئی تھی جہنم سے زمیں ہلتی تھی [illegible] کے آتی تھی جہنم سے
[illegible] [illegible]
جما کر پیر اک کے اشارا مرد غازی نے ابھی رکتے ہی اک [illegible] جو مارا مرد غازی نے
ہوائی کر دیا باطل کے نیسے وہ باز کا نیزہ زمیں پر سر کے بل آیا [illegible] کا نیزہ
قریشی پہلواں کے ہاتھ سے جب جا گرا بھالا تڑپ کر ہاتھ اس نے قبضۂ شمشیر پر ڈالا
مگر اب جا چکا تھا [illegible] کی باری تھی کہ بجلی ہاتھ میں تھی اور قضا کی ساتھ کاری تھی
جھپٹ کر شیر نے اک وار دشمن پر کیا کاری جہاں آنکھوں کے [illegible] تھی [illegible]
شانہ اس [illegible] کو چھوڑ کر گزری گئی [illegible] سر [illegible] کر گزری

سرِ خود سر نے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا کہ پھل برچھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا
گرا زراد کا پتلا زمیں پر سرنگوں ہو کر جگر بہہ گیا آنکھوں کے رستے سے خوں ہو کر
قفس کے ٹوٹنے سے طائرِ جاں اُڑ گیا آخر اُدھر کھینچی جو برچھی زور سے پھل مڑ گیا آخر

جگہ جگہ مضمون آفرینی بھی کی گئی ہے ؎

یہ تیغِ حمزہؓ تھی دوہرے تھے اس کو خاکساری کے زمیں پر آ رہی کر کے دو ٹکڑے جسمِ ناری کے

اور جب تصورِ عقل کی ارضی زنجیروں کو توڑ کر پرِ پرواز کشادہ کرتا ہے، حفیظؔ کا جذبۂ نیاز و عقیدت تاریخی واقعات کے سہارے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ صحرا کی فضا میں کوئی بے جاں بیاباں نہیں، خود دیدارِ یار کا بیکس تماشائی شاعر ہے، ہم ہیں، تم ہو، ہر صاحبِ دل ہے ؎

خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ تیرا ساقیٔ کوثر یہاں تشریف لائے گا
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے

”شاہنامۂ اسلام“ میں وہ سب کچھ ہے جو رزمیہ نظموں میں ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ سب کچھ ہے جو اس قسم کی نظموں میں ہونا چاہیے۔ یقیناً حفیظؔ اپنے بیان کردہ مقصد میں کامیاب ہے۔ جن لوگوں نے شاہنامہ کے کچھ حصص بھی سُنے ہیں، اُن کے لیے یہ دعویٰ تحصیلِ حاصل ہے۔ وہ دل بہت ہی سنگین ہو گا جسے یہ آتشیں تیر نہ برما سکیں۔

تاثیر

میرے دوست میرے محسن

شیخ سر عبدالقادر (مرحوم) انسانوں کی دُنیا میں میرے سب سے بڑے مربی و محسن تھے ۱۹۵۰ء میں وفات پا گئے۔ لیکن میری شعر و شاعری، میری تصانیف، بلکہ میری زندگی کے دوسرے افکار پر اس وجودِ باجود نے جو اثر ڈالا، وہ انشاء اللہ دُنیا اور عقبیٰ میں میرے ساتھ رہے گا۔

ڈاکٹر تاثیر میرے ہم عصر اور ہم سخن تھے۔ ۱۹۵۱ء میں اچانک وفات پا گئے۔ ان کی وفات سے شعر و شاعری کا ایک ایسا نقاد گم ہو گیا ہے جس کا نظیر مجھے تو اب تک نہیں ملا۔

بازار نیا، گاہک بھی نئے، اب جنسِ وفا کی قدر نہیں،
بے شور و نمائش رہنے دے اے دل یہ مال پرانا ہے

حفیظ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

سخنہائے گفتنی در پیرایۂ سرگذشتِ مُصنّف

مَسجِد و مکتب

ابھی لوری نہ دی تھی جُنبشِ دامانِ مادر نے کہ دِل گرما دیا تھا نعرۂ اللّٰہُ اکبر نے
نہ اُلٹا تھا ابھی مضمونِ طفلی کا ورق مَیں نے لیا تھا بائے بِسم اللّٰہ سے پہلا سبق مَیں نے
ابھی ملبُوسِ گویائی نہ تھا پُوری طرح پہنا کہ سیکھا تھا زباں نے قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَد کہنا
وظیفہ تھا کلامِ پاک ہی میرے جَدّ و اَب کا دیا مجھ کو زبانِ مادری نے دَرس مذہب کا
پدر جس دِن ہُوا تھا سُوئے مسجد رہنما میرا دَہن حمدِ خُدا سے ہو چکا تھا آشنا میرا
مجھے مسجد میں لے جایا گیا قرآن پڑھنے کو خُدا اور مصطفٰےؐ کی راہ میں پروان چڑھنے کو
معلّا اُستادِ حق آگاہ تھا مردِ مسلماں تھا پرستارِ خدائے پاک تھا پابندِ قرآں تھا

marfat.com

مسلماں تھا بہت ہی صاف و سادہ تھے اصول اُس کے
وہ کہتا تھا خدا اِک ہے محمدؐ ہیں رسول اُس کے
اُسے ایمان تھا ایمان ہی کی استقامت پر
فرشتوں پر، کتابوں پر، رسولوں پر، قیامت پر
محبت نے سکھائی تھی تمیزِ خوب و زِشت اُس کو
نظر آتا تھا صحرائے عرب باغِ بہشت اُس کو
وہ کہتا تھا محمدؐ کی محبت جانِ ایماں ہے
بنائے وحدتِ ملت ہے پشتیبانِ ایماں ہے
نظر ڈالی نہ تھی اُس نے کبھی اسبابِ زینت پر
خدا رحمت کرے اُس پاکباز و پاک طینت پر
عمل تھا تابعِ فرمانِ قرآنِ شریف اُس کا
رہا وقفِ ریاضت عمر بھر جسمِ نحیف اُس کا
وہ قائل تھا فقط اسلام ہی کی بادشاہی کا
دیا کرتا تھا درس اطفال کو علمِ الٰہی کا
کیا تھا خدمتِ ملت کا رستہ اختیار اُس نے
اسی مسکن میں بسایا گلشنِ گنجِ مزار اُس نے

"تری حُبِّ رسول اللہ کی بنیاد ہے مسجد
خدا آباد رکھے آج بھی آباد ہے مسجد"

تصور میں ہے اب تک صحنِ مسجد کا وہ نظّارا
اِدھر اُستاد، اُدھر بچے، درمیاں رحل اور سیپارا
شکستہ بوریے پر ہم سنوں کا بیٹھنا مل کر
وہ ہر سادہ خوشی پر سب کا ہنسنا خوب کھل کھل کر
سبق سے پیشتر قرآں کو جھک کر چومتے جانا
وہ کیف انگیز قرأت کے اثر سے جھومتے جانا
وہ آوازِ اذاں پر دفعتاً خاموش ہو جانا
صفیں آراستہ کرنا ہمہ تن گوش ہو جانا

وہ ذوقِ نعت خوانی محفلِ میلاد کے نغمے   وہ معصومانہ طفلی فطرتِ آزاد کے نغمے
مقدس تھے وہ سب چرچے مقدس تھیں وہ سب باتیں   وضو، وہ وظائف اور نمازیں اور مناجاتیں

یہی فردوس تھا جس میں ہوئی تھی ابتدا میری
اسی فردوس میں اے کاش ہوتی انتہا میری

زمانے کو تمنائیں تھیں دنیاوی بلندی کی   کہ اس طفلی میں اک تہمت تھی مجھ پر ہوشمندی کی
مجھے مسجد سے مکتب کی طرف تزویر نے کھینچا   تنازعِ للبقا کی آہنی زنجیر نے کھینچا
وہ مکتب آہ پہلا زینۂ تلقینِ بے دینی   دکھاتے ہیں جہاں آئینۂ آئینِ خود بینی
جہاں دیتے ہیں پہلا درس مذہب سے بغاوت کا   جہاں بوتے ہیں تخمِ اولیں نسلی عداوت کا
جہاں ماں باپ سے باغی کیا جاتا ہے بچوں کو   جہاں جھوٹوں کا پس خوردہ دیا جاتا ہے سچوں کو
جہاں باقاعدہ الحاد کی تعلیم ہوتی ہے   جہاں باضابطہ شیطان کی تعظیم ہوتی ہے
جہاں مکر و ریا کا عقلمندی نام رکھا ہے   جہاں جور و جفا کا سربلندی نام رکھا ہے
وہاں داخل ہوا میں آہ بختِ سوختہ میرا   سبق مسجد کے بھولے، لٹ گیا اندوختہ میرا
مقرر تھے یہاں استاد مجھ کو یہ سکھانے پر   کہ اب اللہ نہیں، اک اور حاکم ہے زمانے پر
وہ کہتے تھے ترا اسلام ہے تلوار کا مذہب   مسلمانوں سے نفرت ہے نہایت پیار کا مذہب

کہیں نامِ جہاد آئے تو وہ رہ رہ کے ہنستے تھے
پرانے غازیوں کو "راہزن" کہہ کہہ کے ہنستے تھے
مجھے اُن کے حضور احساس ہوتا تھا خجالت کا
کہ یہ تاریخ ہے یا تذکرہ عہدِ جہالت کا
لڑکپن کا زمانہ اور دِن تھے بے شعوری کے
اِسی میں ہو گئے طے مرحلے مذہب سے دُوری کے
یہ دنیا اور [illegible] کے مقاصد اور تھے سارے
یہاں تہذیب تو تھی طور ہی بے طور تھے سارے
یہاں قرآں نہ تھا خود ساختہ قانون تھا کوئی
یہاں مذہب نہیں اک اور ہی مضمون تھا کوئی
یہا [illegible] کی تخریبیں تھیں یا ملکوں کی تقسیمیں
یہاں رُوحوں کی تفریقیں تھیں یا جسموں کی تنظیمیں

نہ اِس مکتب میں جاتا میں نہ یُوں مسموم ہو جاتا
جو اَب معلوم ہے کاش اُن دِنوں معلوم ہو جاتا

مری رُودادِ نادانی ہے افسانہ در افسانہ
کہیں اُکتا نہ جائے دوستوں کی طبعِ فرزانہ
نہیں فرصت مجھے بھی قصۂ ذاتی سنانے کی
مگر یہ داستاں ہے داستاں سارے زمانے کی
مثالِ عام ہے یہ اُن چمن زادانِ اَجنَب کی
ہے جن کی روشنیِ طبع دشمن جانِ مذہب کی
کرو عبرت کی آنکھوں سے نئی دُنیا کا نظارا
نظر آتے ہیں کتنے خود غرض خود بیں و خود آرا
یہ انساں ہیں مگر انساں کے نیک و بد سے بے پروا
مسلماں ہیں مگر اسلام کے مقصد سے بے پروا
وہ کیا جادُو ہے جس نے اِن کی سیرت منقلب کر دی
یہ کس نے دل کے اندر اس قدر نفسانیت بھر دی

مگر کیا ہے خطا اِن کی مگر کیا ہے قصوُر اِن کا   نئی تہذیب کی پستی سے اُبھرا ہے شعور ان کا
اِنہی کے حال پر صادق ہے قولِ حضرتِ اکبرؔ   "ترقی پاتے ہیں لڑکے ہمارے نور دیں کھو کر
غضب یہ ہے کہ مجھ لیتے ہیں تب جا کر چمکتے ہیں"

چلو ہذیاں ہی سمجھو میری آشفتہ بیانی کو   اجازت دو کہ لاؤں اب نتیجے پر کہانی کو
ابھی عُنوان ہی پیشِ نظر تھا نوَجوانی کا   حوادِث نے وَرق اُلٹا کتابِ زندگانی کا
یہ وہ دن تھے کہ گُل کھِلنے لگے تھے باغِ ہستی میں   بہارِ رنگ و بُو آوارہ تھی انساں کی بستی میں
جوانی آگئی، عشق آگیا، بیچارگی آئی   نئی وارفتگی آئی، نئی آوارگی آئی
چمن زارِ سعادت پر گھٹائیں شعلہ ریز آئیں   رُخِ مغرب سے الحادی ہوائیں تیز تیز آئیں
لباسِ حُسن میں شیطان کی پرچھائیاں دَوڑیں   مذاقِ عاشقی بن کر مِری رُسوائیاں دَوڑیں
نگہباں کون تھا مجھ پر یہاں جس کی نگہ ہوتی؛   یہ مکتب تھا، کوئی مسجد نہ تھی جو سدِّرہ ہوتی!
مِرے ماں باپ نے حسرت سے دیکھا اِس تباہی کو   مگر وہ روک سکتے کس طرح قہرِ الٰہی کو
مِرے مکتب کے استادوں نے اتنی مہربانی کی   کہ میرے پاسبانوں ہی سے میری پاسبانی کی
یہ کانٹے تھے شاید ابتلائے آسمانی کے   حوالے کر دیا مجھ کو بَلائے ناگہانی کے
ہزاروں اَور ہیں جن کا یہی انجام ہوتا ہے.   نئی تعلیم کی تکمیل ہی ناکام ہوتا ہے

marfat.com

پری بن کر بلا آئی اُڑا کر لے چلی مجھ کو سرِ بازارِ رُسوائی اٹھا کر لے چلی مجھ کو
پُرانی وحشت اُچھلی تازہ مضموں ہو گیا پیدا سوادِ نجد میں اِک اَور مجنوں ہو گیا پیدا
ہرِ سودا زدہ سر پھوڑنے کی دُھن میں چل نکلا نیا فرہاد پتھر توڑنے کی دُھن میں چل نکلا
نہ شیریں تھی نہ لیلیٰ تھی نہ محمل تھا نہ ایواں تھا مگر دست و گریباں سے کوئی دست و گریباں تھا
کہیں بحرِ سخن میں غرق ہو جانا پسند آیا کہیں نغمے کے بازاروں میں کھو جانا پسند آیا
خیالِ خام بُلبُل کے خیالِ خام میں اُلجھا رگِ گُل میں پھنسا مَیں رنگ و بُو کے دام میں اُلجھا
[illegible] ابلوں کی دعوتیں دیں خارزاروں کو زبانی ہی زبانی آگ دکھلا دی چناروں کو
کبھی ساری خدائی کا مجھے سامان حاصل تھا کبھی پھوٹی ہُوئی تقدیر تھی ٹوٹا ہوا دِل تھا
اِدھر صحنِ حرم سے جانبِ بُت خانہ جا نِکلا اُدھر واعظ کے در پر صورتِ رندانہ جا نکلا
نہ پاسِ حق نہ خوفِ سیلیٔ اُستاد تھا مجھ کو نہ مسجد یاد تھی مجھ کو نہ مکتب یاد تھا مجھ کو
یہ مُشتِ خاک تھی گویا بگولا جوش و مستی کا ہَوس تھی اور مَیں تھا اور جھولا خود پرستی کا
کوئی سرسام تھا شاید کہ گرمایا ہُوا تھا مَیں کوئی آندھی تھی جس کی راہ میں آیا ہُوا تھا مَیں
مگر یہ نشۂ بے کیف آخر بے وفا نِکلا مجھے مفلوج کر کے صورتِ موجِ صبا نکلا
غضب تھا قُلزمِ اُمّید کا چڑھ کر اُتر جانا نہ جینا اب مجھے آساں نظر آیا نہ مر جانا

ہوس گم ہو گئی آخر ہجومِ یاس و حرماں میں
یہ فتنہ سو گیا نیند آ گئی آغوشِ طوفاں میں
ہوئی رخصت خیال و خواب کی ہنگامہ آرائی
بھری دنیا کے اندر میں تھا یا اب میری تنہائی
حباب آسا مٹے سب ولولے جوشِ جوانی کے
نتائج رہ گئے خالی خیالی لن ترانی کے
غبار آلودہ و خمیازہ کش درماندہ و خستہ
مری جرأت شکستہ تھی مری امّید پابستہ

سیلابِ الحاد اور کشتیِ ملّت

کھلیں آنکھیں تو اک ہنگامۂ محشر نظر آیا
عجب سیلابِ عالمگیر کا منظر نظر آیا
جدھر دیکھا نظر آئیں سکوں ناآشنا موجیں
تلاطم خیز شور انگیز آتش زیرِ پا موجیں
بلا کا جوش پوشیدہ تھا موجوں کی روانی میں
دواں تھیں اس طرح جیسے لگی ہو آگ پانی میں
حوادث بھی نظر آتے تھے دریائی بلائیں بھی
فلک پر چھا رہی تھیں تند و طوفانی گھٹائیں بھی
تہِ آبِ معاصی تھیں نئی دنیا کی ایجادیں
دہائی دے رہی تھیں ڈوبنے والوں کی فریادیں
جنہیں بحرِ گنہ گاری میں ذوقِ تہ نشینی تھا
نظر آیا کہ ان کا ڈوب جانا اب یقینی تھا
نظر آیا میں اک کشتی میں ہوں کشتی ہے بوسیدہ
سواروں اور ملاحوں کے ہاتھوں سے زیاں دیدہ
یہ کشتی ایک رحمت تھی اخوت نام تھا اس کا
بشر کو غرق ہونے سے بچانا کام تھا اس کا

ہزاراں در ہزاراں ابتلائیں اس نے جھیلی تھیں تھپیڑے اس نے کھائے تھے جفائیں اس نے جھیلی تھیں

یہ ہر سیلاب پر تیری تھی ہر طوفاں سے نکلی تھی نئی جرأت نئے ارماں نئے ساماں سے نکلی تھی

اٹھایا بار اس نے ہر بلائے ناگہانی کا دکھایا معجزہ ہر بار اس نے اپنے بانی کا

حوادث کے مقابل میں دکھایا تھا کمال اس نے گزارے تھے ہزار و سہ صد و پنجاہ سال اس نے

اُخوت کی یہ کشتی مستعد تھی کام پر اب بھی رواں تھی رحمۃ للعالمین کے نام پر اب بھی

مگر وا حسرتا۔ اس وقت غفلت تھی سوار اس پہ مسلط ہو گئے تھے خود غرض ارباب کار اس پہ

یہ اس کشتی کے تختے توڑ کر سیکھے تھے تیراکی یہ اس کشتی میں روزن کر کے منواتے تھے چالاکی

دِل ان کے ہو گئے تھے سخت تر فولاد و آہن سے یہ اکثر تاپتے تھے آگ اسی کشتی کے ایندھن سے

تکلّف برطرف مَیں بھی اِنہی کے ساتھ شامل تھا اِنہی لوگوں کا تابع تھا اِسی غفلت پہ مائل تھا

ہم اس کشتی میں تھے، دریائے بے پایاں میں تھی کشتی ہوائے تُند میں سیلاب میں طوفاں میں تھی کشتی

ہم اس طوفاں کی زد پر تھے مگر بے فکر و بے غم تھے بلائے خارجی طوفاں بلائے داخلی ہم تھے

بلائے جانِ ہستی تھی ہماری یہ تن آسانی
”چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی“

[۱] کتب سے میرا مقصد انگریزوں کے قائم کردہ اسکول ہیں [۲] اخوت کی کشتی کو توڑنے والے انگریز زدہ امراء میں سرکار

ٹوٹی ہوئی کشتی کا ملاح

تلاطم کی یہ طغیانی حوادث کی یہ بے باکی
معاذ اللہ یہ وحشت یہ منظر کی غضب ناکی
"شبِ تاریک وبیمِ موج وگردابے چنیں حائل"
نہنگانِ اجل کی نیتیں بیداد پر مائل
غضب تھا اِک شکستہ ناؤ کا منجدھار میں پھنسنا
وفا کی سسکیاں قسمت کا رونا موت کا ہنسنا
فقط اِک "سر پھرا" ملاح، طوفانوں سے لڑتا تھا
ہوا کے آب کے جِنّوں سے شیطانوں سے لڑتا تھا
اگرچہ ناؤ میں انبوہ در انبوہِ انساں تھے
یہ سب ملاح کے ہم قوم تھے یعنی مسلماں۔
یہ سب تھے عقل و جرأت میں ارسطو اور اسکندر
مگر آرام سے لیٹے ہوئے تھے ناؤ کے اندر
چلی جاتی تھی کشتی خشمگیں موجوں سے ٹکراتی
اُبھرتی، بیٹھتی، دبتی دباتی اور چکراتی
کہیں گرداب کے مُنہ میں کہیں پُرشور دھارے پر
کبھی اِس کے اشارے پر کبھی اُس کے اشارے پر
ہوا کے دوش پر خونخوار عفریتوں کی فوجیں تھیں
پہاڑ اُٹھ اُٹھ کے ٹکراتے تھے یا پانی کی موجیں تھیں
فلک پر بے تحاشا دوڑتے تھے اَبر کے گھوڑے
کڑکتی بجلیاں برسا رہی تھیں آتشیں کوڑے
اُڑا کرتے ہیں صدموں سے جگر کے جس طرح لختے
اُکھڑتے جا رہے تھے رفتہ رفتہ ناؤ کے تختے
تعجب ہے کوئی پروا نہیں تھی ناؤ والوں کو
کہ طوفاں میں نظر آتی تھی خامی "باکمالوں" کو

انہیں معلوم تھا گرداب نے کشتی کو گھیرا ہے   گھڑی بھر میں یہ بیڑا اب نہ تیرا ہے نہ میرا ہے
اِنہیں دعوے تھے بحرِ زندگی میں ناخدائی کے   اِنہیں گُر یاد تھے گرداب میں مُشکل کُشائی کے
یہ طوفانوں پہ کر سکتے تھے لچھے دار تقریریں   دِکھا سکتے تھے تقریروں میں طوفانوں کی تصویریں
ہَوا کا رُخ ذرا بدلے تو سب کچھ جان جاتے تھے   تہِ دریا نہنگوں کی نظر پہچان جاتے تھے

یہ سب ہو پاؤں پھیلائے ہوئے کشتی میں لیٹے تھے
پُرانے ناخداؤں اور ملّاحوں کے بیٹے تھے

مگر وہ "سر پھرا" ملّاح تنہا تھا، اکیلا تھا   اِدھر موجوں کی شدت تھی اُدھر پانی کا ریلا تھا
وہ چِلّاتا تھا، اٹھو بھائیو، آؤ، اِدھر آؤ   ذرا ہمت دکھاؤ دستِ و بازو کام میں لاؤ
ہوائیں اُڑ چکی ہے دھجّی دھجّی بادبانوں کی   شکستہ ہو چکی ہے ناؤ، مانگو خیر جانوں کی
اُکھڑ جائیں گے تختے، آؤ اِن کو تھام لو آکر   سلامت ہیں جو کچھ اَوزار، اِن سے کام لو آکر
اِدھر سیلاب پھر آتا ہوا معلوم ہوتا ہے   اِدھر گرداب بل کھاتا ہوا معلوم ہوتا ہے
نہیں ہنگام سونے کا کھڑے ہو جاؤ تن جاؤ   حوادث کے مُقابِل آہنیں دیوار بن جاؤ

مبادا ناؤ اب کے اَور بھی کمزور ہو جائے
یہ گردابِ بلا شاید دہانِ گور ہو جائے

marfat.com

وہ چلایا، وہ چیخا، منتیں کیں آہ وزاری کی   مگر بے سود تھا سب کچھ، کسی نے بھی نہ یاری کی
نہ آمادہ ہُوا کوئی بھی جرأت آزمائی پر   سبھی ہنستے رہے ملاح کی ہرزہ سرائی پر
بُلاتا تھا وہ نامِ غیرتِ اِسلام لے کر   جھڑک دیتے تھے لیکن سب اُسے دُشنام دے دے کر
مگر ملاح اپنے فرض کا احساس رکھتا تھا   وہ اپنے ساتھیوں کی آبرُو کا پاس رکھتا تھا
اُسی نے جسم پر کھائے تھپیڑے تند مَوجوں کے   اُسی کے ساتھ ٹکرائے ہوائے تیز کے جھونکے
وہ اپنی جان پر سہتا رہا، سہتا رہا تنہا!   اٹھو! ہمت کرو!! کہتا رہا، کہتا رہا تنہا!
مگر ہنستے رہے ہنستے رہے غفلت کے شیدائی   اِسی کشتی کے ہمراہی۔ اِسی ملاح کے بھائی
اُدھر بڑھتی رہی، بڑھتی رہی دریا کی طغیانی   اِدھر گھٹتی رہی، گھٹتی رہی، توفیقِ انسانی
شکستہ ناؤ کا ملاح بے دَم ہو گیا آخر   بڑھا کر حوصلہ۔ تن میں لہُو کم ہو گیا آخر
گرا دریا میں چپّو، ہاتھ سے پتوار بھی چھُوٹی   شکستہ ہو گئے بازو، مگر ہمت نہیں ٹُوٹی
وہ کشتی کے محافظ ڈھونڈتا تھا اب بھی یاروں میں   انہیں تاکید کرتا تھا، اشاروں ہی اشاروں میں

مگر اُس کے اشاروں کو سمجھ سکتا نہ تھا کوئی
سمجھ سکتا بھی ہو تو اِس طرف تکتا نہ تھا کوئی

تھکن کا ہو رہا تھا اب اثر آہستہ آہستہ   لگا جھکنے وہ سرافراز سَر آہستہ آہستہ

وہی سر جو ہواؤں سے نہ طوفانوں سے جھکتا تھا
نہ فرعونوں سے جھکتا تھا نہ ہامانوں سے جھکتا تھا
نہ جھکتا تھا کبھی میر و وزیر و شاہ کے آگے
وہ سر، اِک مرتبہ پھر جھک گیا اللہ کے آگے
تعجب سے رِدائے ابر میں سے برق نے جھانکا
کہ یہ اِک آخری سجدہ تھا اِس مردِ مسلماں کا

شکستہ ناؤ میں طوفان کی اِس چیرہ دستی میں
وہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا بحرِ ہستی میں

خدا کی راہ میں خلقِ خدا کا رہنما بن کر
خود اپنی ناؤ میں ڈوبے ہوؤں کا ناخدا بن کر
تمسخر ساتھیوں کے اور غیروں کے ستم سہنا
مگر از اِبتدا تا انتہا ثابت قدم رہنا
مری آنکھوں نے پہلی مرتبہ یہ ماجرا دیکھا
ادائے فرض اپنے رنگ میں جلوہ نما دیکھا
اندھیری رات تھی اندھیر برپا تھا سفینے میں
مگر اک روشنی سی میں نے پائی اپنے سینے میں
شعاعِ نور جس سے عشق کی گرمی ہویدا تھی
مرے دِل میں اسی ملاح کی صورت سے پیدا تھی
مگر مکتب نے بے حِس کر دیئے تھے دست و پا میرے
تحفظ کشتیِ ملت کا بس میں بھی نہ تھا میرے
زباں قابو میں تھی اِک داستاں یاد آ گئی مجھ کو
سُنی تھی صحنِ مسجد میں یہاں یاد آ گئی مجھ کو
وہی تاریخ جس کو صِدق کا آئینہ کہتے ہیں
نئی تہذیب کے بندے جسے پارِینہ کہتے ہیں
خدا کے نام سے خوابیدہ بختوں کے جگانے کو
ہوا میں لب کُشا افسانۂ ماضی سنانے کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہنامۂ اسلام

جلد دوم

باب اوّل

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

معرکۂ بدر[1]

فضائے بدر کو اِک آپ بیتی یاد ہے اب تک
یہ وادی نعرۂ توحید سے آباد ہے اب تک
مہ و انجم پہ اس مٹی کے ذرّے مسکراتے ہیں
زبانِ حال سے ماضی کے افسانے سناتے ہیں

---

[1] بدر مدینے سے ۸۰ میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے۔ یہ مقام اس نقطے کے قریب ہے۔ جہاں مکے سے شام اور مدینے جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں سے ہو کر نکلتا ہے۔ (مصنف)

marfat.com

پلٹ کر اِس جگہ شیطان آیا ہی نہیں اب تک
فرشتوں کی زیارت گاہ ہے یہ سرزمیں اب تک

یہاں ہر صبح روشن پرتوِ خورشید ایماں سے
یہاں ہر شام رنگیں غازۂ خونِ شہیداں سے

جو دیکھا اِس کی آنکھوں نے وہ کب افلاک نے دیکھا
حق و باطل کا پہلا معرکہ اِس خاک نے دیکھا

مِرے پیشِ نظر کوئی کہانی ہے نہ قِصّہ ہے
یہ قرآنی بیاں تاریخ کا زرّیں حِصّہ ہے

خُدا کے بالمقابِل جمع کر کے اِک خدائی کو
اُٹھے تھے پہلوانانِ عرب زور آزمائی کو

قُریشی فوج کو لے کر چلا شیطان مکّے سے[1]
مدینے کی تباہی کو اُٹھا طُوفان مکّے سے

یہ مُشرک جا رہے تھے حق پرستی کے مٹانے کو
یہ آندھی چل رہی تھی شمعِ ہستی کے بجھانے کو

یہ شمشیریں یہ خنجر یہ تبر یہ تیر یہ بھالے
یہ سب مردانِ جنگی اُونچی اُونچی کلغیوں والے

یہ آہن پوش اسوار اور زِرہ پہنے ہوئے گھوڑے
یہ ریشم کی کمندیں لچھے ہیں گُندھے ہوئے کوڑے

یہ اونٹوں کی قطاریں یہ رسد یہ خیمہ خرگاہیں
ہزار انسان[2] جن کے خوف سے مسدود تھیں راہیں

یہ مکّے سے چلے تھے اور مدینے پر چڑھائی تھی
اِدھر نامِ خدا تھا، اُس طرف ساری خُدائی تھی

لشکرِ اسلام کا وُرود

زمینِ بدر تک جب آگیا سیلِ سیہ کاری
مدینے سے اُٹھا نُورِ خدا بہرِ ضیا باری

---

[1] اِذْ زَیَّنَ لَہُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَہُمْ (پ - الانفال - ع ۶)

[2] ایک ہزار جانباز بہادروں کی خود زرہ پوش لشکر جرار کی سواری میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے۔ ابوجہل آگے آگے [illegible]

مبارک جمعہ کا دن سترھویں[1] تھی ماہِ رمضاں کی   شہادت گاہ میں فوج آ ہی پہنچی اہلِ ایماں کی
عجب انداز سے آئے خدا کے چاہنے والے   زبانیں خشک پوشاکیں دریدہ پاؤں میں چھالے
یہ اس قربان گہ میں آج پیدل چل کے آئے تھے   نہا کر اوس میں اور دھوپ میں جل جل کے آئے تھے
نہ ان کے پاس تلواریں نہ ان کے پاس ڈھالیں تھیں   نہ غلّہ ان کے اونٹوں پر نہ پانی کی پکھالیں تھیں
علَم خورشید کا ان کے سروں پر سایہ افگن تھا   کہ یہ ایک ایک چہرہ نورِ عرفانی کا مخزن تھا
مئے وحدت سے قلبِ مطمئن سرشار تھا ان کا   کہ سردارِ دو عالمؐ قافلہ سالار تھا ان کا
انہی کا فرض تصویرِ وفا میں رنگ بھرنا تھا   رگِ ہستی کو اپنے خون سے سیراب کرنا تھا
نہیں تھا تین سو تیرہ سے آگے تک شمار ان کا   سنا یہ ہے کہ ان کے ساتھ تھا پروردگار ان کا

حدّت کی شدّت

یہ اس میدان کا خشک اور رتیلا[2] کنارا تھا   نگاہِ ابرِ رحمت کا اسی جانب اشارا تھا
قدم ٹکنے نہ دیتی تھی زمیں پر دھوپ کی گرمی   قدم آگے بڑھانے میں تھی مانع ریت کی نرمی

---

[1] ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو آپؐ تین سو تیرہ (۳۱۳) جاں نثاروں کے ساتھ مدینے سے نکلے۔ ۱۷ رمضان کو بدر کے قریب پہنچے (سیرت النبیؐ)

[2] چونکہ قریش پہلے پہنچ گئے تھے انہوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بخلاف اس کے مسلمانوں کی طرف کنواں تک نہ تھا۔ زمین ایسی ریتلی تھی کہ اونٹوں کے پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ (سیرت النبیؐ ۲۶۵)

marfat.com

اُڑی جاتی تھی ریگِ دشت گرمی سے ہوا ہو کر زمیں پر بچھ گئی تھی دھوپ آتش زیرِ پا ہو کر
ہوا سیماب، مٹّی ماہیِ بے آب تھی گویا فضا بارانِ رحمت کے لئے بیتاب تھی گویا

صحرا کی دُعا

یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رُک گئی آ کر دُعا کی دامنِ صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر
کہ اے صحرا کو آتشناک چہرہ بخشنے والے رُخِ خورشید کو کرنوں کا سہرا بخشنے والے:
ازل کے دن سے اب تک بھاڑ میں بھُنتا رہا ہوں میں صدائے رعد و باراں دُور سے سُنتا رہا ہوں میں
ہُوا ہوں جب سے پیدا جان پانی کو ترستی ہے مرے سینے کے اُوپر آگ کی بدلی برستی ہے
مَیں سمجھا تھا مقدّر ہو چکی ہے دھوپ کی سختی مری قسمت میں لکھی جا چکی ہے سوختہ بختی
بنایا رفتہ رفتہ سخت مَیں نے بھی مزاج اپنا لیا ہر آبلہ پا سے زبردستی خراج اپنا
خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ تیرا ساقیِ کوثر یہاں تشریف لائے گا
اگر یہ بات پہلے سے مجھے معلوم ہو جاتی مرے دل کی کدُورت خود بخود معدوم ہو جاتی
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے
خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو بنایا جائے گا فرشِ عبادت میرے دامن کو

خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا
چھپا کر ایک گوشے میں مصفا حوض بھر رکھتا
وہ پانی ان مقدس میہمانوں کو پلا دیتا
میں اپنی تشنگی دیدارِ حضرتؐ سے بجھا لیتا
مرے سر پر سے گذرا نوحؑ کے طوفان کا پانی
تاسف ہے کہ مجھ سے ہو گئی اُس وقت نادانی
اگر کرتا میں اُس پانی کی تھوڑی سی نگہداری
تو ہو جاتا مری آنکھوں سے چشموں کی طرح جاری
یہ ستّر[1] اُونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے
مجاہد بھی وضو کرتے، نہاتے، غُسل فرماتے
حضورِ ساقیٔ کوثر مری کچھ لاج رہ جاتی
مری عزّت، مری شرمِ عقیدت آج رہ جاتی
ترے محبوبؐ کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
الٰہی حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے
اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمۃ للعالمینؐ سے شرم آئے گی
جلیلُ الشان مہمانوں کا صدقہ مہربانی کر
عطا بہرِ وضو اِن کے لئے تھوڑا سا پانی کر
برائے چند ساعت ابرِ باراں بھیج دے یارب
بہاراں بھیج دے یارب بہاراں بھیج دے یارب

بارش کا نزول

دعا صحرا نے مانگی دامنِ اُمید پھیلا کر
یکایک ابرِ باراں آسماں پر چھا گیا آ کر

---

[1] بدر میں تین سو تیرہ مجاہدین اسلام کیساتھ بقولِ بعض ساٹھ اُونٹ اور بقولِ بعض ستر اُونٹ تھے اور صرف دو گھوڑے تھے (مصنف)

اِنہی کی مُنتظر تھی غالباً شانِ الٰہی بھی
کہ پیاسے تھے محمدؐ بھی محمدؐ کے سپاہی بھی

کرم کی شان وابستہ اسی شانِ کرم سے تھی
یہ رحمت رحمۃٌ للعالمینؐ کے دم قدم سے تھی

مدینے کی بلندی سے جو رحمت کی گھٹا آئی
تو استقبال کو فردوس کی ٹھنڈی ہوا آئی

یہ ریگستاں، کہ اِک اِک بوند پانی کو ترستا تھا
اسی پر آج بادل چھا گئے تھے مینہ برستا تھا

برس کر کھل گیا بادل زمیں پر بھر گیا پانی
ہوئی اب چلنے پھرنے بیٹھنے اٹھنے میں آسانی

ہوئی ٹھنڈی نزولِ آب سے چھاتی بیاباں کی
تو اُتری آ کے فرشِ ریگ پر فوجِ اہلِ ایماں کی

کھلے میدان میں سچے نبیؐ کا آستانہ تھا
کہ خاکی فرش تھا اور لاجوردی شامیانہ تھا

جُستجوئے غنیم

نزولِ[1] آب سے تسکین و راحت ہو گئی طاری
مٹی تشنہ لبی گردِ کدورت دھل گئی ساری

سپاس و شکر سے لبریز تھا دلِ اس جماعت کا
بنا کر حوض پانی بھر لیا بارانِ رحمت کا[2]

---

[1] اِس پُوری آیت کا مفاد بیان کیا گیا ہے۔
إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ پ ۹ الانفال ع ۲
یاد کرو جب تمہاری تسکین کے لئے اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کر کے شیطان کی نجاست تم سے دور کرے اور تمہارے دل مضبوط کرے اور ثابت قدم رکھے۔

[2] جا بجا پانی کو روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنا لئے کہ وضو اور غسل کے کام آئیں۔ (سیرت النبی)

بنایا اِک عریشہ[1] پھونس کا اربابِ ہمت نے   قیام اُس میں کیا بہرِ دُعا فخرِ رسالتؐ نے
اِسی کے گرد اُتری یہ جماعت بے نواؤں کی   شہنشاہوں پہ خندہ زن جبیں تقدیریں گداؤں کی
نبیؐ نے امر فرمایا کہ دو اہلِ نظر جائیں   کہاں اُتری ہوئی ہے فوجِ قریشی کی خبر لائیں
علیؓ[2] اور سعدؓ نے بڑھ کر نظر ہر سمت دوڑائی   قریشی کافروں کی چھاؤنی چھائی ہوئی پائی
پلٹ کر عرض کی فوجِ گراں[3] معلوم ہوتی ہے   زمیں گویا حریفِ آسماں معلوم ہوتی ہے
مقامِ عُدوۃُ القصویٰ کا ٹیلہ اِک طرف رکھ کر   ہے آسودہ خدا کے دشمنوں کا اِک بڑا لشکر

اِرشادِ ہادیؐ

ہُوا ارشاد اب تم بھی ذرا آسودہ ہو جاؤ   وضو کر لو، نمازیں پڑھ لو پھر کچھ دیر سو جاؤ

---

[1] سعد ابنِ معاذؓ یعنی رئیس اوس کی تجویز سے ایک چھپّر بنایا جسے عرب کی اصطلاح میں عریشہ کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ اور صدیق اکبرؓ نے اسی عریشہ کے نیچے رات بسر کی (طبری و ابن ہشام)

[2] اس وقت خبر لانے والے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور سعد وقاصؓ اور بقولِ بعض ان کے ساتھ زبیر ابنِ عوامؓ تھے۔ (طبری و ابن ہشام)

[3] جب بدر میں پہنچے تو دیکھا مکّہ کا لشکر جو تعداد میں اُن سے سہ گنا اور سامان میں ہزار گنا زیادہ ہے۔ اُترا ہُوا ہے۔ (رحمۃ للعالمین صفحہ ۱۰۴۔ خاتم المرسلین صفحہ ۲۰۸)

تمہارے امتحانِ اوّلیں کا وقت آیا ہے
کہ اپنے پُوجنے والوں کو شیطاں گھیر لایا ہے

تمہارے سامنے اعدائے دیں موجود ہیں سارے
اُگل ڈالے ہیں مکے نے یہاں اپنے جگر پارے[1]

خدائے پاک کا ارشاد تھا ارشادِ پیغمبرؐ
صحابہؓ نے کمر کھولی توکّلتُ علیَ اللہ پر

لیا خورشید نے آرام گاہِ شام کا رستہ
وُضو کر کے نمازی ہو گئے میداں میں صف بستہ

ابوجہل کے جاسوس

یہ نقشہ دیکھ کر کفّار کے جاسوس بھی بھاگے
بیاں کر دی یہ صُورت سر بسر بوجہل کے آگے

کہ ہم کو روکنے کے واسطے کچھ لوگ آئے ہیں
محمدؐ ان مسلمانوں کو اپنے ساتھ لائے ہیں

جو مکے سے نکل بھاگے تھے وہ سب ساتھ آئے ہیں
مدینے والے بھی کچھ لوگ خالی ہاتھ آئے ہیں

ہنسی آتی ہے شکلیں دیکھ کر ان شیر مردوں کی
کہ لشکر کیا ہے اک ٹولی سی ہے آوارہ گردوں کی

نہ جانے کون سے برتے پہ نکلے ہیں لڑائی کو
نہتے ہیں مگر آئے ہیں خنجر آزمائی کو

---

[1] آنحضرتؐ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ھٰذہ مکۃ قد القت الیکم افلاذ کبدھا۔ مکے نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑے نکال کر ڈال دیے ہیں۔ (ابن ہشام، طبری، زرقانی وغیرہ)

یہ جان و جسم کی خاطر سر و ساماں نہیں رکھتے   سر و ساماں کہاں سے لائیں جسم و جاں نہیں رکھتے
ہمارے رحم پر موقوف ہے مرگ و حیات اِن کی   فقط دو تین سو افراد ہے کُل کائنات اِن کی

اَبُوجہل کا غرور

بیاں جب کر چکے جاسوس اہل اللہ کی حالت   خوشی سے کِھل کِھلا کر ہنس پڑا بُوجہلِ بدقسمت
کہا خود صَید چل کر آ گیا صیّاد کے آگے   چلی آئی ہیں کھنچ کر گردنیں جلّاد کے آگے
بڑے بُت نے کرشمہ اپنی قدرت کا دکھایا ہے   محمدؐ اور اُس کے ساتھیوں کو گھیر لایا ہے
یہ کہہ کر خیمے خیمے کو دیا پیغامِ تیاری   کہ "پُورا ہو چلا اے بھیڑیو! ارمانِ خونخواری
سنانوں کو زبانوں سے زیادہ تیز کر رکھو   نگاہوں کی طرح تیروں کو زہر آمیز کر رکھو

خوشی کی رات کاٹو آج اپنے ڈیرے میں
کریں گے حملہ اُٹھ کر صُبح کاذِب کے اندھیرے میں"

بَدر میں رات کا منظر

کیا خورشید نے مغرب کے گھر ساماں بسیرے کا   بساطِ ارض پر قائم ہُوا پہرا اندھیرے کا

سکوتِ مرگ نے شب خون مارا فوجِ ہستی پر
سپاہِ خواب قابض ہو گئی آنکھوں کی بستی پر
فضا ہنگامۂ شور و فغاں سے ہو گئی خالی
فلک پر لشکرِ سیارگاں نے چھاؤنی ڈالی
اُفق سے چاند مشعل لے کے نکلا دیدبانی کو
اُڑھا دیں چاندنی نے چادریں خاک اور پانی کو
ارادے ساتھ لے کر سو گیا انسان کا لشکر
اُدھر شیطان کا لشکر، اِدھر رحمٰن کا لشکر

تصویر کے دونو رُخ

وہاں عیش و طرب نے کر دیئے افلاک پر بستر
یہاں ان خاکساروں نے بچھائے خاک پر بستر
وہاں لحمِ شتر بھی، کشتیِ مے کی روانی بھی
برائے ساقیِ کوثر یہاں کمیاب پانی بھی
وہاں خونخوار تلواروں نے دھاریں سان پر رکھیں
نہتّوں نے یہاں آنکھیں فقط ایمان پر رکھیں
وہاں چنگ و دف و رقص اور نغمے کی طلب کوشی
یہاں ذکرِ خدا دل میں لبوں پر مہرِ خاموشی
وہاں بھوکی نگاہیں باوجودِ فارغ البالی
یہاں آنکھوں میں استغنا مگر جیبِ شکم خالی
وہاں بوجہل محوِ استراحت خوابِ غفلت میں
یہاں اللہ کا محبوب محرابِ عبادت میں

marfat.com

رسُولُ اللہ کی شب بیداری

سُلا کر پہلوؤں میں سب کو سوئی بدر کی وادی — نہ تھا بیدار کوئی، ہاں مگر اسلام کا ہادیؐ
یہی سر تھا کہ سجدہ ریز تھا درگاہِ باری میں — یہی رُوشن جبیں مصروف تھی طاعت گذاری میں
یہ پُر انوار آنکھیں اشک کی لڑیاں پروتی تھیں — خُدا کے سامنے خلقِ خدا کے غم میں روتی تھیں
اِسی پر منحصر تھی گلشنِ ہستی کی شادابی — یہ قلبِ مطمئن تھا اور دُنیا بھر کی بے تابی
پڑے تھے اک طرف افرادِ اُمت خوابِ راحت میں — محمدؐ کی زباں وقفِ دُعا تھی فکرِ اُمت میں

صُبحِ کاذِب

ابھی اُترے زمیں پر صُبحِ کاذِب کا دُھندلکا تھا — اندھیرا گھرا گھرا تھا اُجالا ہلکا ہلکا تھا
نہ کی تھی شاہِ خاور نے ابھی اُٹھنے کی تیاری — ابھی تھا آسماں پر ماہ و انجم کا سفر جاری
ابھی ذرّوں نے سطحِ ریگ پر آنکھیں نہ کھولی تھیں — ابھی بُلبل نہ چہکی تھی، ابھی چڑیاں نہ بولی تھیں
اچانک سینۂ شیطاں میں اُبھرے ولولے دِل کے — اُٹھے تصویر کے تاریک رُخ پر نقش باطِل کے

ل تمام صحابہؓ نے کمر کھول کھول کر رات بھر آرام کیا۔ صرف ایک ذات نبویؐ تھی جو صبح تک بیدار اور مصروفِ دُعا رہی (سیرت النبی، کنز العمال، غزوۂ بدر بروایت مسند ابنِ حنبل و ابن ابی شیبہ)

اُٹھا بُوجہل کی صورت میں خونیں رنگ کا فتنہ اسی کے بختِ خفتہ نے جگایا جنگ کا فتنہ
اُٹھے گمراہ بندے بہرِ تدبیرِ خداوندی لگی ہونے قریشی خانوادے میں کمربندی

ضمیر کی آواز — صلح کی ایک کوشش

ابُوسفیان[1] بھی اب آچکا تھا ساتھ شامل تھا مگر بُوجہل ہی اس قوم میں فرعونِ کامل تھا
بزرگی کے سبب سب کا سپہ سالار تھا عُتبہ[2] کہ غیرت دار تھا زردار تھا مردِ ثقہ
اگرچہ روکتا تھا اس لڑائی سے ضمیر اس کو مگر ہٹنے نہ دیتا تھا ابوجہلِ شریر اس کو
حکیم[3] ابنِ حزام اس فوج میں اک مردِ دانا تھا کہ اس کی دُور اندیشی کا قائل اک زمانہ تھا

---

[1] ابوسفیان نے اس جنگ کی آگ بھڑکائی تھی۔ اس کا تجارتی قافلہ خطرے سے نکل گیا۔ تو اس نے کہلا بھیجا اب لڑنے کی ضرورت نہیں۔ ابُوجہل نہ مانا اور کہلا بھیجا کہ ہم تمام عرب پر رعب [illegible] بغیر واپس نہ ہونگے۔ ابُوسفیان کو یہ پیغام ملا تو اس نے کہا یہ جاہل اپنی قوم کو ہلاک کرے گا۔ چنانچہ [illegible] اور قافلے کو امن کی جگہ پہنچا کر ابوسفیان بھی چند آدمیوں کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوا۔ (دیکھو ابن اثیر)

[2] عتبہ بن ربیعہ قریش کا سب سے معزز رئیس فوج کا سپہ سالار تھا۔ (سیرت النبیؐ)

[3] حکیم ابن حزام حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھتیجے اس وقت تک کافر تھے عمر میں آنحضرت صلعم سے بڑے تھے زمانۂ جاہلیت میں آنحضرتؐ سے نہایت محبت رکھتے تھے اور نبوت کے بعد بھی یہ محبت قائم رہی تاہم فتح [illegible] تک ایمان نہ لائے۔ وہ سلسلۂ قریش میں تھے۔ (سیرت النبیؐ)

سراسر ظلم و خونریزی سے اس کو کچھ ہراس آیا
اندھیرے منہ اُٹھا یہ نیک دل، عُتبہ کے پاس آیا
کہا اے عُتبہ، اے سردارِ قوم، اے فوج کے افسر
قریشی خانوادے میں نہیں تجھ سے کوئی برتر!
اگر چاہے تو اِعزازِ دوامی تجھ کو مل جائے[ف]
ازل کی اور ابد کی نیک نامی تجھ کو مل جائے
محمدؐ کو اوائلِ عُمر ہی سے جانتے ہیں ہم
وہ سچا ہے، دیانت دار ہے یہ مانتے ہیں ہم
ہمارے دین و مذہب سے ہے بیشک اختِلاف اس کو
تو کیا اتنی خطا ہم کر نہیں سکتے مُعاف اس کو
محمدؐ میں بھی عبدالمطّلب کا خُون ہے آخر
قُریش اور آلِ ہاشم ایک ہی مضمون ہے آخر
علیؓ، حمزہؓ، عمرؓ، بوبکرؓ یہ سب اپنے ہی بھائی ہیں
انہی سے جنگ ہے، یہ سب محمدؐ کے فدائی ہیں
ذرا سوچو، جو اِن کے قتل کرنے کا نتیجہ ہے
کوئی عمّو، کوئی بھائی، کوئی بیٹا بھتیجا ہے
وہ خود اپنے وطن سے دُور ہیں اتنا ہی کافی ہے
غریب و مفلس و مجبور ہیں، اتنا ہی کافی ہے
یہ خُونریزی مجھے بے حد بُری معلوم ہوتی ہے
عزیزوں ہی کی گردن پر چُھری معلوم ہوتی ہے
اگر میرا کہا مانو تو خُونریزی سے باز آؤ
تحمّل کی دکھاؤ شان اس تیزی سے باز آؤ
اُٹھو، تیار ہو، چڑھتی ہوئی اس موج کو روکو
سپہ سالار ہو بڑھتی ہُوئی اس فوج کو روکو
تمہارے ہاتھ سے یہ کام سرانجام ہو جائے
تو گویا رہتی دُنیا تک تمہارا نام ہو جائے

ف دیکھو سیرت النبی علامہ شبلی صفحہ ۲۹۵ ،

عُتبہ کا جواب

کہا عتبہ نے ہاں اے مردِ دانا سچ کہا تُو نے   بظاہر میرے دل کا حال ظاہر کر دیا تُو نے
مگر یہ قتل و غارت فوج والے اب نہ مانیں گے   یہ بھالے برچھیاں بے دیکھے بھالے اب نہ مانیں گے
اگر یہ مان بھی لیں صلح پر تیار ہو جائیں   یہ زور آور یکایک صاحبِ ایثار ہو جائیں
تو پھر بھی صُلح اے مردِ معمّر غیر ممکن ہے   کسی صُورت نہیں ممکن سراسر غیر ممکن ہے
ہمارے دوست کی فطرت سے تُو اے دوست واقف ہے   ابُوجہل اس طریقِ کار کا قطعاً مخالف ہے
مَیں دعوے سے یہ کہہ سکتا ہوں وُہ ہرگز نہ مانے گا   ہمیں نادان سمجھے گا، ہمیں نامرد جانے گا

اگر تم چاہتے ہو صُلح، اُس کو راہ پر لاؤ
مری جانب سے وہ پیغام خود بھی جا کے سمجھاؤ

حُکیم کا اَبُوجہل کو سمجھانا

حکیم اُٹھ کر یہاں سے خیمۂ بوجہل پر آیا   تو بہرِ جنگ اس کو تیر پھیلاتے ہوئے پایا
سمجھایا اُونچ نیچ اُس کو لیا پھر نام عتبہ کا   بڑے لطف اور نرمی سے دیا پیغام

کہا اِس قتل و خونریزی کا آخر کیا نتیجا ہے ۔۔۔ کہ عبداللہ کا بیٹا تمہارا بھی بھتیجا ہے
لڑائی میں ہماری فتح ہو گی پھر بھی کیا ہوگا ۔۔۔ کہ دامن سر بسر خونِ عزیزاں سے بھرا ہوگا

اَبُوجہل کی ضِد اور فتنہ انگیزی

اَبُوجہل[1] اور راہِ راست پر آجائے ناممکن ۔۔۔ جہنّم سے قدم کافر کا ہٹنے پائے یہ ممکن!
یہ باتیں سُنتے ہی ظالِم کے نتھنوں سے دُھواں نکلا ۔۔۔ یکایک فتنہ بن کر ناری آتش زباں نکلا
پکارا اے قریش اے لات و عزّیٰ کے پرستارو ۔۔۔ سپہ سالار عُتبہ ہو گیا نامرد اے یارو
یہاں تک آ کے اب پہلو تہی کرتا ہے لڑنے سے ۔۔۔ محمدؐ کو مقابل دیکھ کر ڈرتا ہے لڑنے سے
سمجھ جاؤ کہ بے معنی نہیں خوف و خطر اُس کا ۔۔۔ مسلمانوں میں شامل بُوحذیفہؓ[2] ہے پسر اُس کا
دلِ عُتبہ میں اُس کے قتل کا خطرہ سمایا ہے ۔۔۔ کہ وہ بھی آج اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے
رُخِ عُتبہ کو دیکھو چھا گئی ہے کس قدر زردی ۔۔۔ اِسے کہتے ہیں نامردی، اِسے کہتے ہیں نامردی!
اگر عُتبہ نے ہمت ہار دی ہے ہار دینے دو ۔۔۔ اگر دیتا ہے دم تم کو سپہ سالار دینے دو

---

[1] ابوجہل کو مکے والے ابوالحکم بھی کہتے تھے۔ اصل میں اس کا نام عمرو بن ہشام تھا۔ (مصنف)

[2] عُتبہ کے فرزند ابوحذیفہؓ اسلام لا چکے تھے۔ اور اس معرکہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ آئے تھے۔ اس بنا پر ابوجہل نے یہ طعنہ دیا کہ عُتبہ اس لیے لڑائی سے جی چراتا ہے کہ اس کے بیٹے پر آنچ نہ آئے۔ (دیکھو سیرت النبی)

اُسے کہہ دو پہن لے چوڑیاں تلوار رہنے دے مگر مردوں کو اپنے عزم کا مختار رہنے دے
ہم اس گرمی کے موسم میں کہاں سے آئے ہیں چل کر یہ سارا لاؤ لشکر اس جگہ پہنچا ہے جل جل کر
یہ دن ہم نے کفِ افسوس ملنے کو نہیں کاٹے یہ کالے کوس واپس لوٹ چلنے کو نہیں کاٹے
بڑی مشکل سے ہم نے منزلِ مقصود پائی ہے ہماری منزلِ مقصود خنجر آزمائی ہے
نہ بچ کر جانے پائیں آج دشمن دیوتاؤں کے یہ بندے اک خدا کے ہیں مخالف سب خداؤں کے
تمہارے دین کے دشمن کھڑے ہیں سامنے یارو اٹھو، تیار ہو جاؤ، بڑھو، حملہ کرو، مارو!
شکار آیا ہوا ہے اب تمہارے ہاتھ صیادو بچھاڑو، ذبح کر دو، باندھ لو گردن کی کھالو
بجھا دو پیاس اس تشنہ زمیں کی آبِ خنجر سے گھٹا تیغوں کی اُٹھے بجلیاں چمکیں لہو برسے
یہ سب ہیں اپنے رشتہ دار، توڑو بند بند ان کا معزز ہیں کرو نیزوں پہ رکھ کر سر بلند ان کا

لشکرِ کفار کی آمادگیِ جنگ

یہ سُن کر ایک طوفاں آگیا دریائے لشکر میں مچل آئے سپاہی کینہ جو ہو کر گھڑی بھر میں
سُنا بوجہل کا عُتبہ نے طعنہ جوش میں آیا کمالِ برہمی سے دامنِ حق [illegible]
اُٹھا شعلہ تکبر کا، تدبر رہ گیا جل کر کہا، اچھا تو گرم اُبلے گا میدان میں چل کر

وہ بزدل کون ہے جو داغِ نامردی اُٹھاتا ہے
بہادر کون ہے جو سب سے پہلے سر کٹاتا ہے[1]
یہ کہہ کر ہو گیا تیار عُتبہ لڑنے مرنے کو
غریبوں بے گناہوں کے لہُو میں ہاتھ بھرنے کو
سواروں نے پیادوں نے سنبھالے برچھیاں بھالے
سروں پر خود پہنے اور چہروں پر جھلم ڈالے
اُٹھا بانگِ دُہل کے شور سے کُفّار کا لشکر
سجا کر جسم پر شمشیر و تیر و نیزہ و خنجر
انانیّت کا دم بھرنے لگے ڈھول اور نقّارے
صدائے طبل سے تھرا اُٹھے دشت و جبل سارے
درندے خوف کھا کر جا چھپے تاریک غاروں میں
ہُوا اِک حشر برپا جاگ اُٹھے مُردے مزاروں میں
چلے جب جنگ کو قرشی جواں تیار ہو ہو کر
ستارے ڈر کے مارے سو گئے بیدار ہو ہو کر
یہ منظر دیکھ کر چہرہ قمر کا پڑ گیا پیلا
کہ اُبھرا داغ بن کر عُدوۃُ القُصویٰ کا یہ ٹیلا
فلک نے اِک غبارِ نور ہر جانب بکھیرا تھا
مگر ٹیلے کے سائے میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا
اُفق کے رُخ پہ چھوٹے جس طرح پردہ گھٹاؤں کا
ہُوا تھا اس طرح قائم یہاں لشکر بلاؤں کا

صُبحِ صادق

فرشتوں کو نئے احکام بخشے ربِّ عزّت نے
کمر کس کس کے باندھی کارپردازانِ قدرت نے

---

[1] عتبہ نے ابوجہل کا طعنہ سُنا تو غیرت سے سخت برہم ہوا۔ اور کہا کہ میدانِ جنگ بتا دے گا کہ نامردی کا داغ کون اٹھاتا ہے (سیرت النبیؐ)

فلک پر سے اُڑا رنگِ قمر آہستہ آہستہ
ہُویدا ہو چلا نُورِ سحر آہستہ آہستہ

جبینِ پاک اُٹھی سجدے سے چمکی برقِ طُور آخر
ہُوا رُوئے زمیں پر صبحِ صادق کا ظہور آخر

مُصلّے سے اُٹھا ہادیؐ جگایا جاں نثاروں کو
خدا کے سامنے حاضر کیا طاعت گذاروں کو

صدائے نغمۂ توحید گونج اُٹھی فضاؤں میں
وہی رفتہ روانی آگئی ساکن ہواؤں میں

ادا کر لی نمازِ صبح اسلامی جماعت نے
تو رُخ میدان کی جانب کیا فخرِ رسالت نے

نتیجۂ جنگ کے متعلق پیمبرؐ کی پیشگوئی[1]

لبِ معجز نُما نے فتح و نُصرت کی بشارت دی
شہادت کے طلبگاروں کو جنّت کی بشارت دی

بتایا دشمنانِ دینِ حق کا نام لے لے کر
کہ مٹ جائیں گے سب تیغِ فنا کا طعمہ ہو کر

یہ شیبہ بن ربیعہ کا ہے یہ زمعہ کا مقتل ہے
اُمیّہ کا یہ مدفن اور یہ عُتبہ کا مقتل ہے

یہ لے جائیں گے حسرت ہی دلِ ناپاک کے اندر
ابوجہل اس جگہ پڑے گا مدفون خاک کے اندر

جو کثرت آج قلت کو مٹا دینے کی طالب ہے
اُسے معلوم ہو جائے گا حق باطل پہ غالب ہے

بجز حسرت یہ ظالم حملہ آور کچھ نہ پائیں گے
جہاں سے آج داغِ نومیدی لے کے جائیں گے

---

[1] جنگ سے پہلے آپ نے [illegible] اس جگہ قتل ہو جائیں گے [illegible]

نہ دولت کام آئے گی نہ شوکت کام آئے گی — فقط ایمان کام آئے گا، وحدت کام آئے گی
یہ باتیں کہہ کے ہادیؐ نے دعائے خیر[1] فرمائی — صحابہؓ کی جماعت کو دیا اذنِ صف آرائی

مجاہدینِ اسلام

مجاہد عشق کو مختار کر کے مرنے جینے پر — مثالِ کوہِ آہن ڈٹ گئے مٹی کے سینے پر
سرِ راہِ شہادت سربلندوں نے صفیں باندھیں — خدا کا حق ادا کرنے کو بندوں نے صفیں باندھیں
یہ اک مسجود کے ساجد، یہ اک مطلوب کے طالب — یہ اک معبود کے عابد، یہ اک محبوب کے طالب
نہ ملک و مال کی دھن میں، نہ عزّ و جاہ کی خاطر — فقط اسلام کی خاطر، فقط اللہ کی خاطر
خیالِ مرگ کر سکتا نہ تھا ہرگز ملول ان کو — کہ بہرِ جنگ لائے تھے صداقت کے اصول ان کو
نہ ذاتی رنج تھا کوئی نہ کینہ ان کے سینوں میں — صفائے قلب تھی مانندِ آئینہ جبینوں میں
نہ کوئی زعمِ باطل تھا نہ کوئی جوشِ ہنگامی — نہ فکرِ کامیابی تھی نہ ذکرِ خوفِ ناکامی
نہ کثرت کی کوئی پروا نہ تھا قلت کا غم ان کو — نہ کچھ اندیشۂ پست و بلند و بیش و کم ان کو

---

[1] وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ پ الانفال ع۲ ۱۹

اور یاد رکھو تمہاری جمعیت کچھ مفید نہیں گو وہ کتنی ہی کثیر ہو اور خدا مومنوں کے ساتھ ہے۔

marfat.com

نہتے تھے مگر تسکین و اطمینان رکھتے تھے
کہ ساماں پر نہیں ایمان پر ایمان رکھتے تھے

یہ چند افرادِ عالی حوصلہ عابد تھے زاہد تھے
یہی تھے ہاں یہی اسلام کے سچے مجاہد تھے

مجاہد تھے کہ جوش و ضبط کی خاموش تصویریں
مجاہد تھے کہ دینِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کی تفسیریں

چلے آئے تھے مسجد کے نمازی آج میداں میں
صفیں باندھے کھڑے تھے بن کے غازی آج میداں میں

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے[1] میں

---

[1] الجنۃ تحت ظلال السیوف۔ ترجمہ: جنت تلواروں کے سائے تلے ہے

مَعرکۂ نُور و ظلمت

اِستعارہ از طلُوعِ آفتاب

سَحَر کے دیکھ کر آثار تاریکی بھی گھبرائی   سِمٹ کر ایک بدلی بن گئی اور شرق پر چھائی
نظر آئی اِسی میں رات کو اپنی ظفر مندی   کہ ہو جائے کسی صُورت سحر کے گھر کی دربندی
دُھواں اُٹھا کہ روکے شعلہ ہائے نُور کا رستہ   درِ خاور پہ بیٹھا لے کے زنگی فوج کا دستہ
مُکدّر ہو کے ظُلمت نے ضِیا کو روکنا چاہا   غُبارِ دُوُد نے مَوجِ صبا کو روکنا چاہا
مَرَض نے تُندخُو ہو کر دَوَا کو روکنا چاہا   شفا کے رُوبرُو ہو کر شفا کو روکنا چاہا
خَس وخاشاک نے سَیلِ فنا کو روکنا چاہا   دلِ ناپاک نے نورِ خُدا کو روکنا چاہا
اندھیرے نے کوئی صُورت نہ دیکھی سر چھپانے کی   تو کی، اِک آخری کوشش اُجالے کو دَبانے کی

marfat.com

اُفق پر گھِر گئے بادل حصارِ آہنیں بن کر
کہ سورج کیا، نہ آنے پائے گی کوئی کرن چھن کر
ہَوا تھرا گئی ظُلمات کے اِن خانہ زادوں سے
کہ جز بدقماش کچھ ظاہر نہ تھا اِن کے اِرادوں سے
ازل سے کر رہا ہے زورِ باطل اپنی تدبیریں
مگر روکے سے رُکتی ہیں کہیں قُدرت کی تقدیریں
اندھیری رات اپنے خاتمے پر مکر کرتی ہے
ہمیشہ اَبر کے پردوں میں اپنا رنگ بھرتی ہے
اُفق پر جمع ہو جاتے ہیں یہ آفت کے پرکالے
سیہ کاری کو رنگیں فکرتوں سے ڈھانپنے والے

مگر ہر صُبح اِن کو مکر کی پاداش مِلتی ہے
اندھیرے کو اُجالے سے شکستِ فاش ملتی ہے

ہُوئی اب روشنی بھی فرض ادا کرنے پر آمادہ
لپیٹا عابدِ مشرق نے اُٹھ کر اپنا سَجّادہ
دَریچہ کھول کر خورشیدِ عالمتاب نے جھانکا
کنکھیوں سے لیا کچھ جائزہ ظُلمت کے ساماں کا
سیہ بادل کی جرأت دیکھ کر تیور پہ بل آیا
اُٹھایا تازیانہ برق کا باہر نکل آیا
عَزِیمت کے لئے کیا مال ہیں پتھر حصاروں کے
غُبارِ رہ سے کب رُکتے ہیں رستے شہسواروں کے
اُٹھا خورشید جب آمادۂ جنگ وجدَل ہو کر
گری ظُلمت پہ برقِ تُند پیغامِ اجل ہو کر
بہے کِرنوں کے تیروں کی طرح پر جوڑ کر نکلے
یہ برچھے ابر کی ڈھالوں کے سینے توڑ کر نکلے
جلا ڈالا کہیں تابش سے ان کالی بلاؤں کو
کہیں گلے پکڑ کر چیر ڈالا اژدہاؤں کو

بہت پُر ہَول تھا یہ آخری منبع فسادوں کا
کہ جمگھٹ تھا طلسماتی سواروں کا پیادوں کا
جہاں بادل سحر پہ جال پھیلانے کو آئے تھے
جہاں عفریت سورج کے نگل جانے کو آئے تھے
نظر آئیں وہاں اب خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں
چھری سے کاٹ دی ہوں جس طرح تربوز کی قاشیں
ہوا ظلمت کا بیڑا غرق بحرِ نامرادی میں
لہو کی ندیاں سی بہہ گئیں مشرق کی وادی میں
نمازِ عید کی خاطر نہا کر باوضو ہو کر
سحر اس خون کے دریا سے نکلی سرخرو ہو کر

میدانِ بدر میں صفِ مجاہدین کا منظر

اِدھر روشن ہوئی روئے نبی سے بدر کی وادی
اُدھر پائی شہِ خاور نے دامِ شب سے آزادی
بیاباں کے عظیم الشان منظر سے اُٹھے پردے
کہ جیسے قلب میں کوئی فرشتہ معرفت بھر دے
ہوئی جب روشنی تو آسماں والوں نے کیا دیکھا
زمیں پر نور و ظلمت کا نرالا معرکہ دیکھا
کھڑی تھی ایک مٹھی بھر جماعت حق پسندوں کی
بھری دُنیا سے منہ موڑے ہوئے دیں دار بندوں کی
نہتّے بے سر و سامان بھوکے اور تھکے ہارے
کہ مِل کر تین سو تیرہ جوان و پیر تھے سارے
کٹی تھی زندگی جن کی ریاضت میں عبادت میں
شہادت کے لئے آئے تھے میدانِ شہادت میں

marfat.com

پتہ دیتی تھی اِن کی خاکساری سربلندی کا
نگاہوں میں مُرقّع تھا دِلوں کی دردمندی کا

یہ آئے تھے کہ شمعِ دینِ حق کا بول بالا ہو
پتنگے جل بجھیں لیکن اندھیرے میں اُجالا ہو

یہ مرگ و زندگی میں فیصلہ کرنے کو آئے تھے
جوانمردوں کی صورت مارنے مرنے کو آئے تھے

یہ پہلا جیش تھا دُنیا میں افواجِ الٰہی کا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا

یہ لشکر ساری دُنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اِس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

لشکرِ مُشرکین کی دھوم دھام

صفیں باندھے کھڑی تھی یہ جماعت ضبطِ کامل سے
یکایک اِک سیہ آندھی اُٹھی حدِ مُقابل سے

اُمڈتی، دوڑتی، اُٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پر پھیلتی، افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی

ہوا پر اُڑ کے جانا چاہتی تھی پر غضب کی تھی
فلک کا مُنہ چڑانا چاہتی تھی بے ادب سی تھی

نہاں تھی اس میں ڈھولوں کی دُھم دُھم دَف کی دَف دَف تھی
مُغلظ گالیاں تھیں شور تھا کُتوں کی عف عف تھی

انانیت کے نعرے اُشتروں کی بلبلاہٹ تھی
صدائے طبل میں بھونچال کی سی گڑگڑاہٹ تھی

سماعت پاش جیسے فتنہ زا [illegible] گھوڑوں کی
مسلح شہسواروں کی ڈپٹ جھنکار کوڑوں کی

گھوڑوں کی جوشیلی ہنہناہٹ

marfat.com

زمیں سے آسماں تک گونج اٹھیں ناپاک آوازیں
ڈرانی، خوف زا، پُر ہول، ہیبت ناک آوازیں
فرشتے سن رہے تھے یہ صدائیں گوشِ حیراں سے
عجب بولی تھی جو انساں نے سیکھی تھی شیطاں سے

دشمنوں کا سراپا

کیا جب چاک مقراضِ ہوا نے گرد کا پردہ
اٹھا اللہ کے ہر دشمنِ نامرد کا پردہ
نظر آئے بیاباں میں وہ غولانِ بیابانی
کہ جن کی وضع سے شرمندہ تھا ملبوسِ انسانی[1]
وہ سر جو ایک اللہ کے مقابل سر کشیدہ تھے
مگر سنگیں بتوں کے آستانوں پر خمیدہ تھے
وہی سر جو سراسر ناز و نخوت کے تھے گہوارے
ہلا سکتے نہ تھے شانے بھی جن کو بوجھ کے مارے
جبینوں پر شکن ڈالے ہوئے خوف آفریں چہرے
نجس چہرے، غضب آلود چہرے، خشمگیں چہرے
وہ آنکھیں ہاں وہ آتش ریز آنکھیں شعلہ بار آنکھیں
وہ تیروں سے زیادہ تند پوری دو ہزار آنکھیں[2]
وہی گندے دہن، بدگوئی و الزام کے عادی
دروغ و طعن و دل آزاری و دشنام کے عادی
قسم کھا کھا کے جھوٹے عہد و پیماں باندھنے والے
خدا پر مصطفےٰ پر لاکھ بہتاں باندھنے والے

---

[1] أُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ط پ۔البینۃ۔ع ○ یہ لوگ ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔

[2] اس سے ایک ہزار حملہ آور مشرکین کی تعداد مراد ہے۔ (مصنف)

وہ دستِ چیرہ دست آلودہ خونِ زیردستاں میں
نہ کرتے تھے جو فصلِ امتیازِ انسان و حیواں میں
یتیموں اور بیواؤں کی دولت چھیننے والے
سگے باپوں سگی ماؤں کی عزت چھیننے والے
وہ سرکش گردنیں اکڑی ہوئیں اکڑے ہوئے سینے
زرہ کے حلقہ ہائے تنگ میں جکڑے ہوئے سینے
وہ سینے جن کے اندر گندگی پنہاں تھی کینے کی
پتہ دیتی تھی جن کے باطنوں کا بُو پسینے کی
وہ سینے جن کے اندر دل تھے لیکن سخت پتھر دل
بہت بیدرد ظالم دل بہت بیرحم کافر دل
وہ گھٹنے جو ہمیشہ قتل کرنے ہی کو جھکتے تھے
کسی مظلوم کی چھاتی پہ دھرنے ہی کو جھکتے تھے
وہی کجرو قدم جو رہزنوں کی چال چلتے تھے
بدی کی راہ میں شیطان سے آگے نکلتے تھے
وہ جن کی زندگی گذری تھی انسانی لہو پیتے
لباسِ آدمی میں سانپ بچھو بھیڑیے چیتے
وہ سب کے سب جنہیں حاصل تھا اعزازِ رئیسانہ
خدا سے دشمنی اور قیصر و کسریٰ سے یارانہ
وہ سب کے سب رسول اللہ کے مانے ہوئے دشمن
پرانے مدعی اور جانے پہچانے ہوئے دشمن
تعدی کے جگر گوشے، بدی کی آنکھ کے تارے
وہی اس حملہ آور فوج کے سردار تھے سارے
غرور و تمکنت کی شان دکھلاتے ہوئے آئے
اکڑتے بنتے تنتے پیچ بل کھاتے ہوئے آئے
سواروں کے پرے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے نکلے
پیادے دشت کی چھاتی کو دہلاتے ہوئے نکلے
زمیں کا سینہ ان کی چال سے شق ہوتا جاتا تھا
فلک کا رنگ اس بھونچال سے فق ہوتا جاتا تھا

یہ قوت کی نمائش تھی یہ کثرت کا دکھاوا تھا
خدا کے ملک پر شیطان کے بندوں کا دھاوا تھا[1]
یہ لشکر گرز اٹھائے برچھیاں تولے ہوئے نکلا
عَلَم کی شکل میں شیطان پر کھولے ہوئے نکلا
اَٹے تھے سر بسر چار آئینے گردِ کدورت میں
چمکتی تھیں غضب کی بجلیاں اس ابرِ ظلمت میں
یہ ظلمت عُدوۃ القصویٰ کے ٹیلے سے نکل آئی
گھٹا شبرنگ ڈھالوں کی زمینِ بدر پر چھائی
نہ تھی لیکن خبر ان بد سرشتوں بد نہادوں کو
کہ اَن دیکھا خدا بھی دیکھتا ہے ان ارادوں کو

صفِ اسلام

صفیں باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی
خُدا والے، مُحمدؐ والے بھی قُرآن والے بھی
نمائش تھی نہ شوکت تھی نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی نہ طُرہ تھا، کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے
اگرچہ عرش پیما ہمتِ مردانہ تھی ان کی
فقیرانہ تھا مسلک وضع درویشانہ تھی ان کی
نمازِ عجز کے سجدے تڑپتے تھے جبینوں میں
چٹانوں کی طرح مضبُوط دل رکھتے تھے سینوں میں

---

[1] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝ پ۔ الانفال۔ ع ۶

ان لوگوں (قریش) کی طرح نہ ہو جو اپنے گھروں سے غرور اور نمائش اور دکھاوے کے ساتھ اور خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہوئے نکلے۔ خدا اُن کے تمام کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

تھے اِن کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں[1]
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دُنیا بھر کی تقدیریں

نہ تیغ و تیر پر تکیہ، نہ خنجر پر نہ بھالے پر
بھروسا تھا تو اک سادی سی کالی کملی والے پر

تلقینِ ہادیؐ

قریشی فوج کا طوفان جب بڑھتا نظر آیا
تو اطمینان سے اُس کملی والے نے یہ فرمایا

کہ اے ایمان والو، آ رہی ہے فوج باطل کی
تمہارے عزم سے ٹکرا رہی ہے مَوج باطل کی

تمہیں سر دے کے اب ایمان کو محفوظ رکھنا ہے
مگر آدابِ ربط و ضبط کو ملحوظ رکھنا ہے

تمہیں لازم ہے خوفِ ماسوا دل سے اُٹھا دینا
خدا کے حُکم، تلقینِ نبی پر سر جُھکا دینا

خبردار آ نہ جائے لشکرِ باطل قریں جب تک
نہ ہو اُن کی طرف سے حملہ ہونے کا یقیں جب تک

لڑائی کے لئے اُس وقت تک جُنبش نہ تم کرنا
نہ ہو مجبور جب تک جنگ کی خواہش نہ تم کرنا

لڑائی ٹال دینا درگذر کرنا ہی بہتر ہے
جہاں تک ہو سکے اس سے حذر کرنا ہی بہتر ہے

مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے
قضا کا خندہ پیشانی سے استقبال لازم ہے

نہیں واجب مسلمانوں کو فکرِ بیش و کم رکھنا
میانِ جنگ اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنا

---

[1] زرہ پوش صرف چھ سات تھے (مناقب الاسلام) صرف دو گھوڑے تھے (رحمۃ للعالمین) صرف آٹھ تلواریں تھیں (زرقانی)

marfat.com

کہ صبر و استقلال ہے اقبال والوں کا — کہ ساتھی ہے خدا صبر اور استقلال والوں کا[1]

رسول اللہ کی دعائیں بہر مجاہدینِ بدر

یہ فرما کر اٹھائے ہاتھ ہادی نے دعا مانگی — صحابہ کے لئے اس طرح تائیدِ خدا مانگی[2]
دعا مانگی الٰہی یہ ترے دیندار بندے ہیں — بہت ہی صاحبانِ جرأت و ایثار بندے ہیں
وطن سے بے وطن آرام سے محروم بیچارے — جفا و ظلم کے مارے ہوئے مظلوم بیچارے
یہ اس میدان میں آئے ہیں تیرے نام کی خاطر — ترے پیغام کی خاطر ترے اسلام کی خاطر
بہت تھوڑے ہیں یہ تعداد میں ان کو زیادہ کر — دلوں کو استقامت دے قوی ان کا ارادہ کر
یہ چند افراد ہیں تیرے نبی کے ساتھ آئے ہیں — نہیں ہے کچھ بھی ان کے پاس خالی ہاتھ آئے ہیں
الٰہی رزق کی تنگی ہے ان کو رزق وافر دے — نہیں ہے مال ان کے پاس تو ان کو غنی کر دے
لباس ان کا ہے بوسیدہ عطا کر دے لباس ان کو — الٰہی اور دے دے مہلتِ شکر و سپاس ان کو

---

[1] وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ پ ۱۰ انفال ع ۶ استقلال رکھو اللہ استقلال رکھنے والوں کا ساتھی ہے۔

[2] اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ وَعُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ وَجِيَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ وَعَالَةٌ فَاَغْنِهِمْ مِنْ فَضْلِكَ
اے میرے پروردگار یہ لوگ پا پیادہ ہیں ان کو سوار کر دے۔ یہ لوگ برہنہ ہیں۔ ان کو لباس پہنا۔ یہ بھوکے ہیں۔ ان کو سیر کر۔ یہ نادار ہیں ان کو اپنے فضل سے غنی بنا دے۔

marfat.com

پیادہ ہیں سواری کے لئے رہوار دے اِن کو
دفاعِ دشمناں کے واسطے ہتھیار دے اِن کو

ضعیف و ناتواں ہیں اے خدا اِن کو قوی کر دے
الٰہی ان پہ آساں دینِ حق کی پیروی کر دے

الٰہی نعمتوں سے اِن کی خالی جھولیاں بھر دے
سر و ساماں نہیں ہے تو سر و ساماں عطا کر دے

وہ سب کچھ دے انہیں جس میں رضا ہو اے خدا تیری
مسلماں اس پہ راضی ہیں کہ پوری ہو رضا تیری

لبِ صادقؐ سے جب تقدیر بولی تھی دُعا ہو کر
فلک نے بھی کہی آمیں زمیں سے ہمنوا ہو کر

ہوئی مضبوط مردانِ مجاہد کی صف آرائی
قلوبِ مطمئن نے اور بھی پائی توانائی!

غلاموں کے دِلوں کو جذبِ آزادی سے گرما کر
صفیں کر کے مرتب ضبط کی تلقین فرما کر

صحابہ کو برُوئے فوجِ دشمن کر کے اِستادہ
عریشے میں ہوا محوِ دُعا اللہ کا دِلدادہ

دشمنوں کی آہنی صفیں

قُریشی فوج بھی تعداد اور سامان دکھلا کر
صف آرا ہو گئی آخر کھُلے میدان میں آ کر

قدم کو گاڑ کر کولہے مِلا کر جوڑ کر کاندھے
منظّم قاتلوں نے آج مشکل میں پرے باندھے

ہزار افراد تھے اس لشکرِ اسلام دشمن میں
مسلح تُند خُو ڈوبے ہوئے دریائے آہن میں

marfat.com

جھلم آہن کے، خود آہن کے، چار آئینے آہن کے   سر آہن کے، دل آہن کے، مُکدّر سینے آہن کے
منڈھے تھے حلقہ ہائے آہنیں سے آہنیں شانے   چڑھے تھے کُہنیوں تک سر بسر آہن کے دستانے
تبر ہائے سیہ رُو، گرز ہائے گاؤ سر آہن   نیاموں کے شکم نیزوں کے پھل تیروں کے پر آہن
یہ ڈھالیں اور زِرہیں اور خنجر اور تلواریں   کھڑی کر دی تھیں گویا ریت پر لوہے کی دیواریں

اپنے محسن کے دشمن

معاذ اللہ یہ نرغہ تھا اِک جانِ محمّد پر   نہ تھی ان کی نگہ شاید نگہبانِ محمّد پر
محمّد جس کے دم سے تھی یہ ساری عالم آرائی   تھی جس کی ذاتِ پاک ایجادِ کُن کی علتِ غائی
محمّد ہاں جسے دُنیا و دیں کا پیشوا کہیئے   خدا کی کشتیٔ ارض و سما کا ناخدا کہیئے
جو باطل کے اسیروں کو رہائی دینے آیا تھا   جو گمراہوں کو درسِ رہنمائی دینے آیا تھا
مقدّر تھی نجاتِ دو جہاں جس کے وسیلے سے   اُسے ہونا پڑا دوچار اپنے ہی قبیلے سے
یہ قاتل برسرِ پیکار تھے سردارِ عالم سے   یہ نقشہ دیکھ کر پیرِ فلک خم ہو گیا غم سے
یہ ڈر تھا رُبعِ مسکوں اپنے مرکز سے نہ ہٹ جائے
کہیں جوشِ الم سے سینۂ گیتی نہ پھٹ جائے

marfat.com

نُور و ظُلمت آمنے سامنے

کھڑے تھے رُوبرُو اب صف بصف حق صف بصف باطل
اِدھر حق سربکف موجود، اُدھر خنجر بکف باطل
اِدھر وہ جن کے دَم سے ہو گیا اِسلام پائندہ
اُدھر کفّار کی دُنیا کا ہر کافر نمائندہ
عیاں تھا ایک جانِب نُور، ظُلمت دُوسری جانب
صفائے قلب اِک جانب، کدُورت دُوسری جانب
صداقت ایک جانب اور طاقت دُوسری جانب
تحمّل اِک طرف، جوشِ حماقت دُوسری جانب
اِدھر اِعلائے ایماں کو، اُدھر تکذیب کرنے کو[1]
اِدھر تعمیر کرنے کو، اُدھر تخریب کرنے کو
اِدھر مسلم اُدھر مُشرک، اِدھر مومن اُدھر کافر
پدر مُسلم پسر مُشرک، پسر مومن پدر کافر[2]
اِدھر تقدیر پر شاکر، اُدھر تدبیر پر تکیہ
اِدھر فضلِ خدا پر ناز، اُدھر شمشیر پہ تکیہ
نہ دیکھا تھا کبھی خورشید نے پہلے یہ نظّارا
اِدھر ایمان صف آرا، اُدھر شیطان صف آرا
تصادُم ہونے والا تھا صفا میں اور کینے میں
ہوائیں رُک گئیں جس طرح دَم رُک جائے سینے میں

---

[1] قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ پ۳ آل عمران۔ ع ۵
جو گروہ باہم لڑے ان میں تمہارے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔ ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا۔ دوسرا خدا کے خلاف۔

[2] ہر شخص اپنے مقابل اپنے بھائی بندوں اور عزیزوں کو پاتا تھا۔ (خاتم المرسلین)

رحمۃٌ للعالمین کا تاثّر اور نصرتِ حق کی طلب

نظر آتے تھے مردانِ خدا کُل تین سَو تیرہ   جنھیں میدان میں شیطان کے لشکر نے آگھیرا
نہتّے تین سَو تیرہ مگر پُتلے تھے غیرت کے   عَلَمبردار تھے یہ ایک غیرتمند اُمت کے
کھڑے تھے اِس طرح اِس لشکرِ کذّاب کے آگے   چٹانیں ڈٹ گئی ہوں جس طرح سَیلاب کے آگے
صحابہؓ کو جو دیکھا محو، ذوقِ جاں سپاری میں   سرِ سردارِ عالم جھک گیا درگاہِ باری میں
طبیعت پر وہی کیفیتِ رِقّت ہُوئی طاری   کہ جس سے جز پیمبرؐ ہر بشر کا قلب ہے عاری[1]
وہ جس کے گھر قبولیت مُرادیں مانگنے آئے   وہی اِس وقت سجدے میں پڑا تھا ہاتھ پھیلائے
بہت نازک تھیں یہ باہم نیاز و ناز کی گھڑیاں   لئے تھے دو صَدَف دُردانہ ہائے اشک کی لڑیاں
قریبِ سجدہ گہ صدیقؓ محوِ اشک باری تھے   لبِ محبوبؐ پر اس وقت یہ الفاظ جاری تھے
الٰہی یہ ترے بندے ہیں تیری راہ میں حاضر   ہُوئے ہیں سَر بکف ہو کر شہادت گاہ میں حاضر
ترے پیغام کی آیات ہیں اِن کی زبانوں پر   مدارِ قسمتِ توحید ہے اِن چند جانوں پر

---

[1] آنحضرت پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ عالمِ بے خودی میں چادر شانہ مبارک پر سے گر گر پڑتی تھی۔ سجدے میں گر گر کر خدا کو پکارتے تھے اور امتِ بیضا کے لئے نصرت طلب فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم و بخاری)

اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا   قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا
الٰہی اب وہ عہدِ لیلۃُ المعراج پورا کر   محمدؐ سے جو وعدہ ہو چکا ہے آج پورا کر[1]

فوجِ دشمن میں طبلِ جنگ

اِدھر محوِ دُعا سجدے میں تھا اسلام کا ہادیؐ   اُدھر نقارۂ جنگی سے گونجی بدر کی وادی
عَلَمدارانِ فوجِ کُفر نے کھولا نشانوں کو   یہ اِذنِ جنگ تھا جنگ آزمودہ پہلوانوں کو
نظر بوجہل نے ڈالی قریشی نیزہ داروں پر   یہی پھیرا ہوا شیطان افسر تھا سواروں پر
دکھائی اپنی اپنی شان سردارانِ خودسر نے   اشارے پا کے سب ہتھیار جگہ عریاں لگے کرنے
عَلَمبردار کے ناپاک لب سے کرنا چیخی   اور اس کی چیخ سے بے اختیاری میں ہوا چیخی
پیادوں نے بھی تن کر کھینچ لیں تیغیں نیاموں سے   یہ تیغیں خود غضب کے جوش میں باہر تھیں علموں سے
شجاعت اور جوانمردی عیاں کرنے کا وقت آیا   مقدر آزمانے مارنے مرنے کا وقت آیا

---

[1] اللھم انی انشدک عھدک و وعدک
اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من
اھل الاسلام لا تعبد فی الارض ۔
(بخاری و مسلم)

اے میرے خدا اپنے وعدوں کو پورا کر۔ اے میرے خدا اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہو گئی تو دُنیا بھر میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

قریشی سپہ سالار کی مُبارز طلبی

یکایک فوجِ دشمن پا پیادہ ہوگئی ساری
کہ سر لشکر نے کرلی تھی پہل کرنے کی تیاری
سپہ سالار عُتبہ جنگ کے ارمان میں نکلا
علَی الرّغمِ ابوجہل[1] آپ خود میدان میں نکلا
برادر اور بیٹا دائیں بائیں ساتھ ساتھ آئے
تمنا تھی کہ پہلی فتح ہم تینوں کے ہاتھ آئے
محمدؐ کے صحابہؓ کو بہت کمزور سا پا کر
کیا نعرہ سپہ سالار نے میدان میں آکر
کہ میں ہوں عُتبہ، عُتبہ بن ربیعہ جانتے ہو تم
میں کیا ہوں، کون ہوں، اچھی طرح پہچانتے ہو تم
مرا بیٹا ولید اور بھائی شیبہ ساتھ ہیں میرے
یہ دونوں میرے بازو ہیں یہ دونو ہاتھ ہیں میرے
ہمیں تم تول لو یادِ گزشتہ کے ترازو سے
کہ ناواقف نہیں دُنیا ہمارے زورِ بازو سے
اگر تم میں سے کوئی حوصلہ رکھتا ہو مرنے کا
جسے ارمان ہو ناشاد دُنیا سے گزرنے کا

ہماری تیغ کا مدِ مقابل بن کے آجائے
ہماری ضرب سہ جانے کے قابل بن کے آجائے

---

[1] عتبہ سردارِ لشکر۔ ابوجہل کے طعنہ سے سخت برہم ہوا۔ سب سے پہلے وہی اپنے بھائی اور بیٹے کو لے کر نکلا اور مبارز طلبی کی۔ (سیرت النبی)

نصرتِ حق کی بشارت

ادھر ھل من مبارز کی صدا سے گونج اٹھا میداں
عریشے میں ادھر محوِ دعا تھے ہادیٔ دوراں

جنابِ حضرتِ صدیقؓ تھے پہلو میں استادہ
نظر آنے لگے دشمن انہیں لڑنے پہ آمادہ

گذارش کی مرے ماں باپ قرباں یا رسول اللہ
کیا کفار نے اقدامِ میداں یا رسول اللہ

ہوا ہے آ کے میدانِ وغا میں الف زن عتبہ
دکھاتا ہے مسلمانوں کو تن کر بانکپن عتبہ

غلاموں کے لئے کیا ہے رضا محبوبِ باری کی
اجازت سرفروشوں کو بھی ہو میداں داری کی

جبینِ پاک سجدے سے اٹھا اے سرورِ عالم[1]
خدا وعدہ وفا فرمائے گا اے سرورِ عالم[2]

ابھی لب پر ہی تھی یہ التجا صدیقِ اکبرؓ کی
کہ سجدے سے اٹھی پُر نور پیشانی پیمبرؐ کی

وہی آنکھیں وہی آثار تھے صبحِ تبسم کے
وہی لب تھے وہی اسرار قرآنِ معظم کے

لبِ روح الامینؑ سے مژدۂ فتح المبیں پایا
تو اپنے جاں نثاروں میں امام المرسلیں آیا

---

[1] دیکھو صحیح مسلم

[2] اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ○ پ ۹ الانفال ع ○

جس وقت تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پس اس نے تمہاری فریاد سنی اور فرمایا کہ ہم ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریں گے اور یہ فرشتوں کی مدد اور [illegible] کی آمد صرف [illegible] خوش [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] ہی کی طرف سے [illegible] بے شک اللہ غالب [illegible]

marfat.com

انصار کا اقدامِ میدان اور قریش کا غرورِ نسب

بلا گرداں تھا صُلح و امن کے پیغام کا جھنڈا
لیے تھے آج مصعبؓ بن عُمیرؓ اسلام کا جھنڈا[۱]
مبارز کی طلب واضح ہوئی فخرِ رسالتؐ پر
تو رِقت آ گئی حضرتؐ کو عتبہ کی جہالت پر
اجازت جنگ کی مانگی اِدھر سے بُوحذیفہؓ[۲] نے
کہ چاہا دُو بدُو ہونا پدر سے بُوحذیفہؓ نے
رسُولُ اللہ نے ان کو بشفقت منع فرمایا
پسر مارے پدر کو، یہ نہ رحمت کو پسند آیا
مگر میداں میں نعرے مارتا تھا پے بہ پے عتبہ
مبارز کے لئے للکارتا تھا پے بہ پے عتبہ
ہوئی جُنبشِ لوا کو مل گیا اب اِذنِ سرکاری
تو مردانِ خُدا کی صف سے نکلے تین انصاری
خدا کی راہ میں اغیار سے بےخوف تھے تینوںؓ[۳]
یہ غیرت مند عبداللہؓ معاذؓ و عوفؓ تھے تینوں
مگر ان کو مقابل دیکھ کر عتبہ یہ چلایا[۴]
کہ ہیں یثرب کے چرواہوں سے لڑنے کو نہیں آیا
پکارا اے محمدؐ بھیج میرے ہم نبردوں کو
نہ کہ ان کاشتکاروں کے مقابلِ شیر مردوں کو

---

[۱] سفید علمِ اسلام مصعبؓ بن عُمیرؓ کے ہاتھ میں تھا (خاتم المرسلین)

[۲] حضرت ابوحذیفہؓ، عتبہ کے بیٹے ایمان لا چکے تھے۔ باپ کے مقابل ہونا چاہا۔ آنحضرتؐ نے ان کو منع فرمایا (سیرت ابن ہشام)

[۳] حضرت عوفؓ، حضرت معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ مقابلے کو نکلے (سیرت النبی)

[۴] عتبہ نے کہا ہم کو تم سے غرض نہیں اور پکارا کہ اے محمدؐ! یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں۔ (سیرت النبی)

marfat.com

سُنا ہے اس نرالی فوج میں قرشی بھی شامل ہیں
وہی آئیں، وہی ہم رتبہ و ندِ مقابل ہیں

بہادرانِ آلِ ہاشم کا میدان میں نکلنا

یہ مغرورانہ آوازہ سُنا مختارِ صادق نے
مساوات و اخوت کے علمبردارِ صادق نے
ہُوا دِل دردمند انسان کی ہرزہ سرائی پر
غرورِ امتیازِ رنگ و خوں کی خود نمائی پر
ہُوا ارشاد، اچھا، آلِ ہاشم جنگ کو نکلے
دفاعِ گردن افرازانِ خون و رنگ کو نکلے
اشارا کر دیا ہادیؐ نے انصاری پلٹ آئے
معاذؓ و عوفؓ و عبداللہؓ اپنی صف میں ہٹ آئے
بڑھے اب ابنِ عبدالمطلب شیرِ خدا حمزہؓ
امیرِ قوم عمِّ مصطفیٰؐ و مرتضیٰؓ حمزہؓ
عبیدہؓ اور علیِؓ مرتضیٰؓ نکلے معیت میں
کہی تکبیر اہل اللہ نے جوشِ حمیت میں
بڑھے شیروں کی صورت سوئے میدانِ وغا تینوں
علیؓ، حمزہؓ، عبیدہؓ اولیائے مصطفیٰؐ تینوں
خدائے پاک کی مدح و ثنا کرتے ہوئے نکلے
رجز پڑھتے ہوئے وحدت کا دم بھرتے ہوئے نکلے

کُفر کے طنز پر اسلام کا جواب

ولید و عتبہ و شیبہ کھڑے تھے مستعد تینوں
بہم تینوں کے پشتیبان و دمساز و مُمِد تینوں

پکارا عتبہ، اچھا تم قریشی ہو تو آ جاؤ   قریب آنے سے پہلے اپنا اپنا نام بتلاؤ
کیا حمزہؓ نے نعرہ، حمزہ ہوں میں شیرِ رب ہوں میں   مجھے تم جانتے ہو ابنِ عبدالمطلب ہوں میں
میرے ساتھی بھی دونوں ہاشمی غیرت کے وارث ہیں   علیؑ ابنِ ابی طالب عبیدہؓ ابنِ حارث ہیں"
کہا عتبہ نے ہاں تم محترم ہو اور ہمسر ہو   فقط ہتھیار کم ہیں ورنہ رتبے میں برابر ہو
بہت اچھا ہوا تم نے کیا اقدام مرنے کا   مزا آئے گا ہم کو بھی تمہارے قتل کرنے کا
کہا حمزہؓ نے، عتبہ فائدہ کیا لاف کرنے سے   جو تلواریں اٹھاتے ہیں نہیں ڈرتے وہ مرنے سے
یہ باتوں کا نہیں ہنگام جوہر کوئی دکھلاؤ   ابھی سب حال کھل جائے گا آؤ سامنے آؤ

انفرادی جنگ کا منظر

یہ طعنہ سن کے غصے میں بھبوکا بن گیا عتبہ   بدل کر پینترا حمزہؓ کے آگے تن گیا عتبہ
ولید آیا علی المرتضیٰ پر فتح پانے کو   بڑھا شیبہ عبیدہؓ کی طرف جرأت دکھانے کو
غرض اب قتل و خونریزی پہ مائل ہو گئے تینوں   مقابل پا کے تینوں کو مقابل ہو گئے تینوں
اُدھر بھی برق کی مانند شمشیریں نکل آئیں   اِدھر بھی کاتبِ قدرت کی تحریریں نکل آئیں
دو لشکر اس طرح حیراں تھے جیسے جاں نہیں تن میں   زمیں پر بجلیاں سی کوندتی تھیں روزِ روشن میں

دو جانب سے نگاہیں جم گئیں جنگ آزماؤں پر   اُدھر بازو کے بل پر ناز، اِدھر تکیہ دُعاؤں پر

حضرت حمزہؓ اور عُتبہ کا مقابلہ

یکایک سب نے دیکھا کھینچ لی تلوار عُتبہ نے   کیا حمزہؓ کے سر پر ایک کاری وار عُتبہ نے
جنابِ حمزہؓ نے تلوار پر تلوار کو روکا   سُبک دستی سے جھٹکی دے کے حملہ آور کو روکا
تغیر کچھ بھی نہ آیا جھنجھناہٹ کی صدا آئی   اُڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی
ذرا مُہلت جو پائی ایک پل دعوے سے حمزہؓ نے   سُبک ہو کر نکالا ہاتھ اُلجھاوے سے حمزہؓ نے
لیا دشمن کو بڑھ کر تیغِ فرخ فال کے نیچے   مگر عُتبہ نے سر اپنا چھپایا ڈھال کے نیچے
صدا تکبیر کی آئی، زمینِ بدر تھرائی   پلک جھپکی کھلیں آنکھیں تو یہ صورت نظر آئی
پڑی تلوار فولادی سپر کے ہو گئے ٹکڑے   سپر سے تا بہ سر پہنچی تو سر کے ہو گئے ٹکڑے
گلو میں بھی نہ اٹکی سینہ کاٹا دل جگر کاٹا   لہو چاٹا جگر کا بندِ زنجیرِ کمر کاٹا
گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی   زرہ بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی
یہ تیغِ حمزہؓ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے   زمیں پر آ رہی کر کے دو ٹکڑے جسمِ ناری کے
یہ برقِ نور تھی باطل کا قصہ پاک کر آئی   گری یک لخت اور دو لخت کر کے خاک پر آئی

marfat.com

گری جب خاک پر دو ٹکڑے ہو کر لاش عُتبہ کی دہانِ شمشیر سے نکلی صدا اللہ اکبر کی
صفِ مردانِ غازی نے کہیں اک ساتھ تکبیریں قلوبِ اہلِ باطل پر گریں حسرت کی شمشیریں

حضرت علیؓ اور ولید کا مقابلہ

اُدھر حمزہؓ کے ہاتھوں عُتبہ فرشِ خاک پر لیٹا علیؓ سے تھا اِدھر تیغ آزما مقتول کا بیٹا
پدر کے خُون سے مُنہ ہو گیا غصے میں لال اس کا بھڑک اُٹھا بدن پر مثلِ شُعلہ بال بال اس کا
عَلَم کی اور چوکس ہو کے تیغِ آب دار اُس نے کئے بڑھ کر سنبھل کر پے بہ پے سات آٹھ وار اس نے
علیؓ اس شان سے رَدّ کر رہے تھے اس کے واروں کو کہ ہوتا تھا تعجب نوجواں پر پُختہ کاروں کو
کبھی رَدّ کر دیئے جُھک کر کبھی خالی دئیے ہٹ کر یہ آگے بڑھ کے مُنہ پر آ گئے وہ رہ گیا گھٹ کر
زِرہ بکتر کو اُلجھن چار آئینوں کو سکتہ تھا مگر عُتبہ کا بیٹا وار کرنے سے نہ تھکتا تھا
مگر اب وار خالی دے کے حیدرؓ کو جلال آیا کہ نازک وقت گذرا جا رہا ہے یہ خیال آیا
کیا نعرہ ہمارا بھی تو لے اک وار او کافر! سنبھل دیکھ آئی یہ اللہ کی تلوار او کافر!
صدائے شیرِ حق سے چھائی ہیبت قلبِ دشمن پہ سپر اُٹھنے نہ پائی تھی کہ آئی تیغ گردن پر
نہ پائی دیکھنے والی نگاہوں نے بھی آگاہی کب اٹھی کب گری کیسے پھری تیغِ یدُاللّٰہی

عجب بجلی تھی چمکی اور چمکتی ہی نظر آئی زرِ خالص تھی کُندن سی دمکتی ہی نظر آئی
کمالِ ضرب پر حمزہؓ کے مُنہ سے مرحبا نکلی صفِ اسلام سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
نویدِ فتح ٹکرائی زمینوں آسمانوں سے کہ اُترا بارِ سر اک ہستیٔ باطل کے شانوں سے
ملا یہ پھل حریفِ بازوئے شیرِ خدا ہو کر زمیں پر جا پڑا مغرور سر تن سے جُدا ہو کر
سرِ بے تن اُدھر لُڑھکا تنِ بے سر اِدھر لوٹا ملا مٹی میں وہ بھی اور یہ بھی خاک پر لوٹا

حضرت عبیدہؓ کا شیبہ کے ہاتھ سے زخم کھانا

نظر آئیں جو یہ دو ضربتیں مردانِ عالم کی تو چھائی رُوئے باطل پر سیاہی غصہ و غم کی
عبیدہؓ کر رہے تھے ضربتِ حیدرؓ کا نظارا کہ شیبہ نے عقب سے ہاتھ اک تلوار کا مارا
چمک دیکھی تو پھرتی سے عبیدہؓ نے بھی رُخ موڑا اجل نزدیک پائی پھر بھی دشمن کو نہیں چھوڑا
لگایا ہاتھ شانہ کر دیا بے کار دشمن کا مگر پنڈلی کے اُوپر پڑ چکا تھا وار دشمن کا
علیؓ و حمزہؓ نے دیکھی جو شیبہ کی دغا بازی عبیدہؓ کی مدد کرنے کو آئے دوڑ کر غازی
نظر آئے تڑپتے اِس طرف نوری اُدھر ناری اِدھر بھی ضرب تھی کاری اُدھر بھی ضرب تھی کاری
بیک ساعت کیا شیبہ پہ اک اِک وار دونوں نے کیا فی الفور اس ناری کو بھی فی النار دونوں نے

اُٹھالے اسلحہ تینوں کے یہ بھی ایک صورت تھی — کہ مُردوں سے زیادہ ان کی زندوں کو ضرورت تھی
غنیمت لے کے مقتولوں کے جنگی ساز و ساماں سے — اٹھا کر لے چلے زخمی عبیدہؓ کو بھی میداں سے
سروں پر اِن کے سایہ مہرِ خاور کرتا جاتا تھا — شعاعیں اِن کے قدموں پر نچھاور کرتا جاتا تھا

حضرت عُبیدہؓ کی شہادت

پلٹ کر جب صفِ اسلام میں شیرِ خدا آئے — رسول اللہ کے قدموں میں زخمی شیر کو لائے
یہ مہلک زخم تھا ہڈی کا گودا بہتا جاتا تھا — نکلنے سے لہو کے قلب خالی رہتا جاتا تھا
عبیدہؓ[1] نے ادب سے عرض کی جوشِ ارادت میں — حضور اب فیصلہ کیا ہے مرے بابِ شہادت میں
رسولِ پاک نے ان کی شہادت پر گواہی دی — انہیں تہنیتِ خوشنودیٔ ذاتِ الٰہی دی
عُبیدہؓ نے یہ سن کر رکھ دیا سر پائے ہادیؐ پر — بسی آنکھوں میں جنّت پھر نظر ڈالی نہ وادی پر
فلک سے نور برسا دِل پہ راحت ہو گئی طاری — ہوا کلمہ شہادت کا زبانِ پاک پر جاری

---

[1] زخمی عبیدہؓ کو کندھے پر اٹھا کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لائے۔ عبیدہؓ نے آنحضرت سے پوچھا کہ میں دولت شہادت سے محروم رہا آپ نے فرمایا نہیں تم نے شہادت پائی۔ عبیدہؓ نے کہا آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

ونسلمہ حتی نصرع حولہ — ترجمہ:۔ ہم محمدؐ کو اس وقت دشمنوں کے حوالے کریں گے جب لڑ لڑ کر مر جائیں۔
ونذھل عن ابنائنا والحلائل — اور ہم محمدؐ کے لئے بیٹوں اور بیبیوں کو بھول جاتے ہیں (سیرت النبی)

دشمنِ خوف زدہ

وہاں ہلچل پڑی تھی لشکرِ شیطان کے اندر
کہ کھوئے تین سردارانِ قوم اِک آن کے اندر

جو ہتھیاروں میں سج کر اوچی بن بن کے آئے تھے
بڑے دعووں سے نکلے تھے بہت تن تن کے آئے تھے

بوقتِ حملہ تھے جن کے دماغ افلاک کے اُوپر
پڑے تھے اب وہی بیجان ہو کر خاک کے اُوپر

بظاہر بے سر و ساماں تھے ان کے مارنے والے
نہ ان کے بر میں زرہیں تھیں نہ ان کے ہاتھ میں بھالے

سپر کا بھی اسی تلوار ہی سے کام لیتے تھے
مگر ہر ضرب پر اپنے خدا کا نام لیتے تھے

یہ منظر خوف سے دیکھا گیا فوجِ مقابل میں
کہ اِک ساعت نہ جنبش تک ہوئی موجِ مقابل میں

ولید و عتبہ و شیبہ یہ تینوں جانِ لشکر تھے
سپہ سالارِ لشکر اور سردارانِ لشکر تھے

قریشی فوج کو یہ ناز تھا ان کی شجاعت پر
کہ بھاری ہیں یہ تینوں فرد اسلامی جماعت پر

توقع تھی نہتوں کو بھگا کر آئیں گے تینوں
کسے معلوم تھا یوں مار ڈالے جائیں گے تینوں

نظر آیا کہ اِک اِک زخم کھا کر مر گئے تینوں
بڑے خونخوار تھے اپنے ہی خوں میں بھر گئے تینوں

پسینے آ گئے چھایا صفوں پر ایک سناٹا
کہ زنگ آلود تلواروں نے سرداروں کا سر کاٹا

بہت سے گالیاں دینے لگے اپنے خداؤں کو
کہ نامردوں نے یوں کٹوا دیا تیغ آزماؤں کو

ہوئے مقتول اُن ہاتھوں سے جن پر تھے نہ دستانے   کوئی سمجھے تو کیا سمجھے، کوئی مانے تو کیا مانے
یہ منظر دیکھ کر دل ہی میں پچھتانے لگے اکثر   دبکنے جی چرانے اور کترانے لگے اکثر

ابُوجَہل کی تقریر

یہ صورت دیکھ کر بُوجَہل نے اس فوج کو ڈانٹا   کہا، اے قوم عُتبہ تھا ہماری راہ میں کانٹا!
بہم ترتیبِ لشکر میں تو ہم نے کی عرق ریزی   مگر عُتبہ نے تنہا جا کے لڑ مرنے میں کی تیزی
یہ تینوں پہلواں مارے گئے اپنی جہالت سے   تو کیا اب ہم بھی مر جائیں اسی شرم و خجالت سے
تمہارے پاس بھالے ہیں تمہارے پاس ڈھالیں ہیں   فنونِ جنگ ہیں سامان ہے، قوت ہے چالیں ہیں
وہ کیا ہیں چند کش، فاقہ زدہ مزدور، ناکارے   کہ اب تک چھپتے پھرتے تھے تمہارے خوف کے مارے
تمہارے ہاں زرہ پر ہے زرہ جوشن ہے جوشن پر   وہاں مجھ کو تو کپڑا بھی نظر آتا نہیں تن پر
تمہارے ساتھ ہیں اس وقت نو سو ساٹھ تلواریں   اُدھر کیا ہے زیادہ سے زیادہ آٹھ تلواریں
وہ آئیں اور لائیں کُند زنگ آلودہ تلواریں   تمہارے پہلوانوں کو تمہارے سامنے ماریں
کھڑے تم دیکھتے ہو تم کو غیرت کیوں نہیں آتی   غضب ہے، قتلِ عُتبہ پر بھی چھاتی پھٹ نہیں جاتی
تمہاری اس قدر تعداد ہے شوکت ہے کثرت ہے   اگر اس پر بھی نامردی دکھا جاؤ تو لعنت ہے

مبارِز کے طلب کرنے کی حاجت ہی نہیں ہم کو   اُنہیں لڑنے کا موقع دیں ضرورت ہی نہیں ہم کو
ارے ہم اِن مسلمانوں کو کچّا ہی چبا لیں گے   کچل ڈالیں گے اِن قدموں کے نیچے پیس ڈالیں گے
ارے اِن خُود سروں نے دینِ آبائی سے مُنہ موڑا   ہمارے اور اپنے باپ دادوں کا چلن چھوڑا
مُحمّدؐ نے ہمارے اِن کے رشتے قطع کر ڈالے   یہ سب ہیں ایک اَن دیکھے خدا کے دیکھنے والے
یہ سجدے کرنے والے کیا لڑیں گے سر بلندوں سے   انہیں ہم لے چلیں گے باندھ کر اپنی کمندوں سے
شکنجوں میں کسیں گے قمچیوں سے کھال اتاریں گے   جہاں پانی نہیں ملتا وہاں لے جا کے ماریں گے
خبر ان سب کی لی جائیگی دُرّوں اور کوڑوں سے   انہیں رُندوائیں گے کلّے میں اُونٹوں اور گھوڑوں سے
مُحمّدؐ کی رفاقت کا مزا ان کو چکھائیں گے   مُحمّدؐ کیا، مُحمّدؐ کے خدا کو بُھول جائیں گے
اِکٹّھے مِل کے اِک دھاوا کرو اے جنگجو مردو   بڑھو اب ایک ہی ریلے میں سب کو کاٹ کر دھر دو
ہُبل کے جاں نثارو لات و عُزّیٰ کے پرستارو   بڑھو حملہ کرو مارو، بڑھو حملہ کرو مارو"

قریش کا عام دھاوا

کیا جوشِ غضب کو مُشتعل اِس شُعلہ باری نے   لگا دی ناریوں کو آگ آتشِ باز ناری نے
ہُوا ہیجان پیدا آتشِ نمرُود میں گویا   چنگاری پڑ گئی اِس تُودۂ بارُود میں گویا

marfat.com

اُٹھا سودا سروں میں "قتل کردو سر اتارو" کا
ہُوا اک حشر برپا "پکڑو پکڑو مارو مارو" کا

پڑیں نقارۂ جنگی پہ ضربیں طبل پر تھاپیں
زمیں دھنسنے لگی گھوڑے لگے جب مارنے ٹاپیں

سنانیں تن گئیں، تیغیں اٹھیں، تیروں نے پر تولے
بڑھیں ساری بلائیں جانبِ جنگاہ مُنہ کھولے

اڑی پھر ٹھوکروں سے ریگِ صحرا گرد ہو ہو کر
چھپایا بارہا خورشید نے منہ زرد ہو ہو کر

فرشتے غرقِ حیرت تھے اُدھر عرشی اِدھر فرشی
نظر آتا تھا لوہے کا سمندر لشکرِ قرشی

نہتوں پر عیاں کرنے رعب و داب کی صورت
اُٹھا طوفان کی صورت بڑھا سیلاب کی صورت

مسلمانوں کا ربط و ضبط اور فرمانِ پیغمبر

اُدھر بڑھتے چلے آتے تھے پیدل بھی رسالے بھی
صفیں باندھے کھڑے تھے دھوپ میں اللہ والے بھی

کھڑے تھے صبح سے پہلو بدلتے تھے نہ تھکتے تھے
نگاہیں سامنے تھیں دوسری جانب نہ تکتے تھے

سکون و ضبط کی تصویر سنولاتے ہوئے چہرے
وہ چہرے جن پہ قرباں ہو رہے تھے نور کے سہرے

عرق آلود تھیں پیشانیاں قطرے ڈھلکتے تھے
مقدس داڑھیاں تھیں جن میں موتی سے جھلکتے تھے

گدائی میں بھی حاصل شوکتِ شاہانہ تھی ان کو
کھڑے تھے اس طرح جیسے کوئی پروا نہ تھی ان کو

قریشی فوج نے ڈالی جو طرحِ جنگِ مغلوبہ
کیا کثرت نے قلت کو مٹا دینے کا منصوبہ

marfat.com

تو دیکھا جانبِ ہادیٔ کامل دیں پناہوں نے
اجازت صف سے بڑھنے کے لئے مانگی نگاہوں سے
یمِ کفار جب یک بارگی بڑھتا نظر آیا
تو اپنے ساتھیوں سے مرشدِ کامل نے فرمایاؐ
ابھی قائم رہو اپنی صفوں میں اے خردمندو
نظر اپنی رکھو اللہ پر اللہ کے بندو
بچائے گا اسی کا ہاتھ ان شمشیر گیروں سے
قریب آئیں تو اس حملے کو روکو اپنے تیروں سے
صفوں میں ابتری آنے نہ پائے اے جوانمردو
تحمل کے فرائض اپنی جانب سے ادا کر دو

مسلمانوں کی تیر اندازی

نبیؐ کا حکم سُن کر دم نہ مارا صبر کوشوں نے
اُتاریں اپنے کندھوں سے کمانیں دلق پوشوں نے
کمانیں کیا تھیں گیلی لکڑیاں سے کر جھکا لی تھیں
بندھی تھیں رسیاں ان میں مگر چلّوں سے خالی تھیں
کمانوں کو جھکایا، تیر جوڑے، تیر بھی کیا تھے
کہ اکثر تیر سُوفاروں سے بھی قطعاً معرّا تھے
بظاہر تیر بھی ایسے ہی ایسی ہی کمانیں تھیں
سلاح جنگ کیا بس دل ہی دل جانیں ہی جانیں تھیں
اُدھر پتلا تھا ہر بے پیر شیخ و شاب لوہے کا
اُمڈتا دوڑتا آتا تھا اک سیلاب لوہے کا

۱؎ قریش کی فوجیں اب بالکل قریب آگئیں، تاہم آپ نے صحابہ کو پیش قدمی سے روکا اور فرمایا کہ جب دشمن پاس آجائیں تو تیروں سے روکو۔ (سیرت النبیؐ)

اِدھر تیر و کماں کی شکل ہو کر تن گئے تنکے
زمیں پر غیرتِ سدِّ سکندر بن گئے تنکے
وہاں بھونچال کی سی چال سے دھرتی دھمکتی تھی
غبار اُٹھتا تھا جس میں برق رہ رہ کر چمکتی تھی
یہاں اب تک کوئی جنبش نہ تھی اللہ والوں میں
کوئی اندیشۂ باطل نہ تھا ان کے خیالوں میں
مگر بوجہل جب حملے سے بڑھا لایا لعینوں کو
بڑھیں نیزوں کی انیاں تاک کر پُرنور سینوں میں
یہ سرکش بڑھتے بڑھتے جس گھڑی سر ہی پہ آپہنچے
ستمگر راہزن اسلام کے گھر ہی پہ آپہنچے
تو اسلامی کمانداروں نے بھی تاکا نشانوں کو
چڑھا کر تیر گھٹنے ٹیک کر تانا کمانوں کو

دکھائی دستہائے چپ نے راہِ راست منزل کی
نگاہوں نے لگائی شستِ چشم و سینہ و دل کی
ملے جب دستہائے راست خم ہو کر شانوں سے
صدا اک بار بسم اللہ کی نکلی زبانوں سے
کمانوں سے نکل کر تیر یوں سوئے ہدف جھپٹے
فضا میں جس طرح شہباز چڑیوں کی طرف جھپٹے
وہ فوجِ روسیہ پھرے ہوئے فیلوں کا لشکر تھا
مگر تیروں کی بارش بھی ابابیلوں کا لشکر تھا[1]
ہوا میں سنسناہٹ سی ہوئی پھر یہ نظر آیا
کہ تنکوں نے پلٹ دی بڑھنے والی فوج کی کایا
نہ کترائے نہ منہ موڑا نہ خم کھاتے نظر آئے
یہ چوبی تیر تھے فولاد کی زرہوں میں در آئے
بہت سے پار اترے جو ئے خونِ دل سے منہ دھو کر
بہت سے رہ گئے سینوں کے اندر غرق ہو ہو کر

---

[1] مکے پر اصحاب فیل کا حملہ (دیکھو جلد اول شاہنامۂ اسلام)

تھے اکثر جسم بھی زرہیں بھی اور ملبوس بھی دُہرے　　مگر تیروں نے گھُس کر توڑ ڈالے پُشت کے مُہرے
بھڑک اُٹھے جو مرکب راکبوں کی بیڑیاں ٹوٹیں　　رکابیں پھنس گئیں پیروں میں باگیں ہاتھ سے چھوٹیں
جو سب سے آگے آگے آرہے تھے جوش میں بھر کر　　گرے اُن میں سے اکثر زخم کھا کر اور مر مر کر
ہوئے پیوست یہ ناوک جہاں پائی جگہ تن میں　　شکم میں آنکھ میں رخسار میں شانے میں گردن میں
زمیں پر آرہے اسوار گھوڑوں نے جو رُخ موڑے　　صفیں اپنی ہی اپنے ہی پیادوں کے تنے توڑے

قلّت و کثرت میں جنگِ مغلوبہ

صفوں کی برہمی کا دیکھ کر یہ طرفہ نظارا　　غضب میں بھر گیا بوجہل پھر لوگوں کو للکارا
ہُبل کے نام کی غیرت دلائی بُت پرستوں کو　　اکٹھا کر کے پھر آگے بڑھایا چیرہ دستوں کو
نئے وعدے کئے ہمت بندھائی پہلوانوں کی　　مسلمانوں کی جانب پھیر دیں نوکیں سنانوں کی
ہُوئی پامال ضبط و درگذر کی آخری حد بھی　　بڑھے اب اذن پا کر جاں نثارانِ محمدؐ بھی
قتالِ جنگِ مغلوبہ کے ساماں ہو گئے آخر　　حق و باطل بہم دست و گریباں ہو گئے آخر
دکھائی رزم گہ میں شانِ اسلامی دلیروں نے　　دبوچا راکبوں کو مرکبوں سے تُند شیروں نے
نہتّے گھُس گئے بیباک ہو کر تیغ والوں سے　　نہ دھمکی سے ڈرا کوئی نہ گُرزوں سے نہ بھالوں سے

marfat.com

لگی مظلوم و ظالم میں غضب کی کشمکش ہونے   زمیں پامال ہو کر خون کے آنسو لگی رونے
جو نیزوں کے نشانوں پر تھے کھیلے اپنی جانوں پر   سنانوں کو بچایا ہاتھ دوڑایا سنانوں پر
کسی کا جسم لاغر ہو گیا زخموں سے صد پارا   کسی نے چھین کر نیزہ اسی بے دین کو مارا
ضعیفوں کو حریفوں ہی سے حاصل ہو گئیں تیغیں   لپٹ کر اس طرح بازو مروڑے چھین لیں تیغیں
یہی تیغیں مثالِ برق چمکیں اب عَلَم ہو کر   لگے گرنے زمیں پر نخلِ تن سے سر قلم ہو کر

مُجاہدینِ اسلام کی شجاعت

اِدھر فاقہ زدہ انساں اُدھر گاوانِ پرواری   ہوئی دونوں طرف سے کُشت و خُوں کی گرم بازاری
نمازیں پڑھنے والوں نے دکھائی وہ جوانمردی   کہ شانِ وحدتِ حق فوجِ کثرت پر عیاں کردی
کیا حمزہؓ نے دھاوا اس طرح قرشی جلیلوں پہ   کسی جنگل میں جیسے شیر جا پڑتا ہے فیلوں پر
بہت بیباک تھی یہ تیغ اب کچھ اور چل نکلی   ابھی شانے پہ چمکی تھی ابھی زیرِ بغل نکلی
کسی کی ڈھال کاٹی سر سے گذری صدر تک پہنچی   صدائے ہائے واویلا ہر اہلِ غدر تک پہنچی
کمر کو کاٹ کر اک نار سی صابُون سے نکلی   اگر دامن سے اُلجھی صاف ہو کر خُون سے نکلی
یہ سینے سے لہو قلب و جگر کا چاٹ کر آئی   زِرَہ کے دام، بندھن اور حلقے کاٹ کر آئی

کبھی اس کا گلو تا کا کہیں اس کی کمر تاڑی
کبھی سیدھی پڑی بجلی کبھی ترچھی کبھی آڑی
جو افسر تھے انہیں آواز دے کر ٹوک کر مارا
جو بھاگے سامنے سے ان کا رستہ روک کر مارا
کہیں مولا علیؓ کی تیغِ جوہر دار کا غُل تھا
خدا کے فضل سے شیرِ خدا غالب علیٰ کُل تھا
ہُجومِ اہلِ مکّہ نے جدھر غَلبہ ذرا پایا
جہاں انبوہ قرشی پہلوانوں کا نظر آیا
بڑھے مشکل کشاؓ للکار کر ان بد نہادوں کو
لگے زیر و زَبر کرنے سواروں کو پیادوں کو
مدد کرنے کو اپنے ساتھیوں کی بار بار آئے
کبھی سوئے یمیں جھپٹے کبھی سوئے یسار آئے
نہیبِ تیغِ دامندار سے ہٹ ہٹ گئے کافر
مثالِ زنگ اس تلوار سے کٹ کٹ گئے کافر
گھڑی بھر میں جہاں کفّار کا انبوہِ بے حد تھا
کسی کے ہاتھ گُم تھے اور کسی کا سَر ندارد تھا

حضرتِ زبیرؓ[1] اور ابوکُرش کا مقابلہ

زُبیرؓ اس رنگ سے گھس کر لڑے گھمسان کے اندر
زمیں پر لگ گئے کُشتوں کے پُشتے آن کے اندر

---

[1] زُبیر ابنِ عوام رسُولِ خدا کی پھوپھی صفیہ بنتِ عبدالمطلب کے بیٹے۔ عوام اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے سگے بھائی تھے، قدیم الاسلام تھے۔ تمام غزوات میں آنحضرتؐ کے ہمرکاب کارہائے نمایاں کئے۔ اس معرکہ میں بہت زخم کھائے۔ شانہ پر اتنا گہرا زخم تھا کہ اچھا ہو جانے پر اس میں انگلی چلی جاتی تھی۔ بدر میں جس تلوار سے لڑے تھے وہ لڑتے لڑتے کرگئی تھی۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

اگرچہ شانہ و بازو پہ کھائے زخم بھی کاری
اگرچہ چلتے چلتے بن گئی تلوار بھی آری

مگر بپھرے ہوئے تھے دشمنوں کے طعن سُن سُن کر
خدا کے دشمنوں کو مارتے جاتے تھے چُن چُن کر

اچانک ایک قرشی پہلواں للکار کر نکلا
اکڑ کر ملبلا کر اور نعرے مار کر نکلا

کہ "نادانو مسلمانو شجاعت پر نہ اتراؤ
مَیں ہوں بوکرش[1] تم سب مل کے میرے سامنے آؤ"

نظر آیا کہ یہ انساں نہیں پتلا ہے آہن کا
کوئی حصہ بجز آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا

بشر تھا یا کہ تھا بیڈول سا اک ڈھول لوہے کا
چڑھا رکھا تھا جس نے تن کے اُوپر خول لوہے کا

کوئی حربہ ہو کیسے کارگر اس مردِ آہن پر
کہ از سر تا بپا فولاد کا ملبوس تھا تن پر

یہ کل آہن کی شاید ڈھل کے آئی تھی جہنم سے
زمیں پر اپنے پیروں چل کے آئی تھی جہنم سے

بڑھا سوئے مسلماناں جو یہ کافر رجز پڑھ کر
تو پھرتی سے زبیرؓ اس کے مقابل ہو گئے بڑھ کر

مزاحم پاکے اپنی راہ میں اللہ والے کو
اُٹھایا مردِ آہن پوش نے دیوزاد بھالے کو

مگر ہشیار و چابک دست تھا اللہ والا بھی
تھا خوش بختی سے اُسکے ہاتھ اک چھوٹا سا بھالا بھی

اُدھر نیزہ چلا اُس کا اِدھر سے مردِ غازی کا
لگے کرنے دو لشکر اب نظارہ نیزہ بازی کا

---

[1] سعید بن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا صف سے نکلا اور پکارا میں بوکرش ہوں - (صحیح بخاری) حضرت زبیرؓ اس کے مقابلے کو نکلے (سیرت النبی)

بہم رد و بدل سے جُرأتیں دو سمت گرمائیں
جھڑیں چنگاریاں دونوں سنانیں مل کے ٹکرائیں
پیاپے باندھتا تھا بند کندے تولنے والا
مگر اس سے زیادہ مستعد تھا کھولنے والا
بلا کے طعن تھے پُر پیچ چوٹیں تھیں تکانیں تھیں
سنانیں تھیں کہ دو پھن دار سانپوں کی زبانیں تھیں
جما کر پینترا کر کے اشارا مردِ غازی نے
اَنی رکھتے ہی اک ہلّہ جو مارا مردِ غازی نے
ہوائی کر دیا باطل کے نیزہ باز کا نیزہ
زمیں پر سر کے بل آیا غرور و ناز کا نیزہ[1]
دکھائی کچھ کمی دشمن کے چیلے نے نہ طاقت نے
مگر نیزہ اُڑا ڈالا زبیرؓ بالیاقت نے
نظر آئی جو شکلِ مرگ اس اُفتاد کے اندر
لرز کر رہ گیا دل سینۂ فولاد کے اندر
قریشی پہلواں کے ہاتھ سے جب اُڑ گیا بھالا
تو جھٹ کر ہاتھ اُس نے قبضۂ شمشیر پر ڈالا
مگر اب جاں نثارِ احمدِ مرسلؐ کی باری تھی
کہ برچھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی سازگاری تھی
جھپٹ کر شیر نے اِک وار دشمن پر کیا کاری
جہاں آنکھوں کے دو سوراخ تھے برچھی وہاں ماری
سناں اس زور سے آہن کا چہرہ توڑ کر گزری
گھسی چشمِ عدو میں کاسۂ سر پھوڑ کر گزری
سرِ خود سر نے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا
کہ پھل برچھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا
گرا فولاد کا پتلا زمیں پر سرنگوں ہو کر
تکبّر بہ گیا آنکھوں کے رستے موجِ خوں ہو کر

---

[1] صحیح بخاری میں دیکھو غزوۂ بدر

قفس کے ٹوٹنے سے طائرِ جاں اُڑ گیا اُس کا   اِدھر کھینچی جو برچھی زور سے پھل مُڑ گیا اُس کا
مگر ہاں یادگارِ ضربِ اسلامی رہی برچھی   جہادِ حق میں دستِ راست کی حامی رہی برچھی[لہ]
دو لشکر کر رہے تھے برسرِ میداں یہ نظّارا   کہ آہن پوش کافر اک اشارے میں گیا مارا
صدائے نعرۂ تکبیر سے پھر گونج اُٹھی وادی   کہ جس نے مشرکوں میں غیظ کی اِک لہر دَوڑا دی

ہنگامۂ کارزار

صدائیں دو طرح کی آج زیرِ آسماں گُونجیں   اِدھر سے نعرۂ تکبیر اُدھر سے گالیاں گونجیں
بظاہر شور و غوغا مشرکوں کا دُور تک پھیلا   دہائی خود ستائی اور ہلچل اور واویلا
صدائے طبل، آوازِ رجز نعرے نقیبوں کے   بڑھاوے افسروں کے اور آوازے خطیبوں کے
دُرشت و اِشتعال انگیز طعن آمیز گُفتاریں   بہم ٹکرا کے تلواروں کی تُند اور تیز جھنکاریں
مدینے کے غریبوں کو ڈپٹ قرشی امیروں کی   کمانوں کے کڑکنے پر پھڑک پردار تیروں کی

[لہ] برچھی پیوست ہو گئی۔ حضرت زبیرؓ نے اس کی لاش پر پاؤں اڑا کر کھینچی تو بڑی مشکل سے نکلی۔ لیکن دونوں سرے خم ہو گئے۔ یہ برچھی یادگار رہی یعنی حضرت زبیرؓ سے آنحضرتؐ نے طلب فرمائی۔ پھر چاروں خلفاء کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آئی۔ جہاد میں اس کو فوج کے سامنے رکھا جاتا تھا۔ (دیکھو طبری)

شپاشپ خنجروں کی اور چقاچق برچھی بھالوں کی   پیاپے باہمی تکرار گرزوں اور ڈھالوں کی
وہ چیخیں زخمیوں کی بد دعائیں مرنے والوں کی   بتوں کے نام لیکر التجائیں ڈرنے والوں کی
ہوا میداں میں برپا ایک ہیبت ناک ہنگامہ   عجب پُر ہول ہنگامہ، عجب ناپاک ہنگامہ
مگر آوازِ حق اُٹھتی تھی جب اِس شورِ محشر میں   تو دب جاتا تھا سب کچھ نعرۂ اللہ اکبر میں

گرمیٔ جنگ اور ساقیٔ کوثر کا فیض

فلک پر مہر جھنجھلاتا ہوا معلوم ہوتا تھا   غضب کی آگ برساتا ہوا معلوم ہوتا تھا
مثالِ شعلہ اُڑتی تھی زمینِ بدر کی مٹی   یہ مٹی تھی کہ دھڑ دھڑ جل رہی تھی آگ کی بھٹی
معاذ اللہ تابش دھوپ کی سیلاب آتش کا   کہ جس کے سامنے ہو جائے زہرہ آب آتش کا
جب ایسی آگ لگتی ہے نہیں اُٹھتا دھواں شاید   دھواں اُٹھ اُٹھ کے یا پھر بن گیا ہو آسماں شاید
طمانچے مارتے تھے آتشیں جھونکے ہواؤں کے   جل اُٹھتے تھے بدن زیرِ زرہ جنگ آزماؤں کے
مگر اس سے زیادہ آتشیں تھی آنچ تیغوں کی   سرِ میداں بہادر کر رہے تھے جانچ تیغوں کی
غضب کی آچکی تھی خونِ انسانی میں طغیانی   کسی جانب نظر آتا نہ تھا میدان میں پانی
ہوئے تھے اسلحہ کفار کے تپ تپ کے انگارے   نکل آئی تھیں مونہوں سے زبانیں پیاس کے مارے

مزاجِ کائنات اس وقت محوِ شعلہ باری تھا مگر ہاں رحمۃ للعلمینؐ کا فیض جاری تھا
وہی اِک حوض تھا اس وقت ان لوگوں کی قسمت سے مسلمانوں نے جس کو بھر لیا تھا آبِ رحمت سے
مروت پوچھتی تھی نام مومن کا نہ کافر کا کہ پینے دو یہ اذنِ عام تھا ساقیٔ کوثر کا[1]

حوض پر کفّار کی چیرہ دستی

مگر کفار اس پر بھی دکھاتے تھے زبردستی چڑھی تھی خود فراموشوں کو جامِ مرگ کی مستی
کہ ظالم پی چکے پانی تو پھر سر پھوڑنے دوڑے تبرے لے کے پلٹے حوض ہی کو توڑنے دوڑے
نظر آیا جو احساں ناشناسی کا یہ نظارا مسلمانوں نے بڑھ کر ان کو روکا اور للکارا
قریبِ حوض آکر بڑھ گئی شدت لڑائی کی بڑھا دی آب نے کچھ اور بھی حدت لڑائی کی
پڑا گھمسان کا رن خون کی ندی ہوئی جاری بالآخر حوض کے آگے سے پیچھے ہٹ گئے ناری

مُسلمانوں کا اِستقلال

نہتّے تھے غلامانِ نبیؐ تعداد میں کم تھے مگر اللہ والے تھے مگر مردانِ عالم تھے

---

[1] ساقی کوثر کا فیض عام تھا۔ اس لئے کہ دشمنوں کو بھی پانی پینے کی عام اجازت تھی (سیرت النبی)

یہ بے ساماں لڑے کچھ اس طرح ساماں والوں سے   کہ انکے ہاتھ رکتے تھے نہ خُودوں سے نہ ڈھالوں سے
ابُوبکرؓ اپنے بیٹے پر بڑھے تیغہ علم کر کے   جو آیا راہ میں سر رکھ دیا اُس کا قلم کر کے
عُمر فاروقؓ نے بھی ہاتھ جس مغرور پر ڈالا   پچھاڑا اور چھاتی پر چڑھے اور قتل کر ڈالا
جو اترائے تھے مُدعیانِ نام و ننگ ہو ہو کر   علیؓ کی ضربتوں سے رہ گئے چورنگ ہو ہو کر
بہادر بُودجانہؓ شیر کی صورت جھپٹتے تھے   خدا کے دشمنوں سے برسرِ میداں نپٹتے تھے
غلامانِ محمدؐ میں کسی سے کم نہ تھا کوئی   نحیف و بھوکے پیاسے تھے مگر بے دم نہ تھا کوئی
لڑے اس طرح حق کی راہ میں سینہ سپر ہو کر   کہ لشکر حملہ آور رہ گئے زیر و زبر ہو کر
زبانِ تکبیر میں مشغول بازو قتلِ دشمن میں   فزوں ہوتا تھا اک اک زخم پر سیروں لہو تن میں
ثبات و صبر تھا ذوقِ یقیں کی کارسازی سے   تھے وہ تین تین الجھے ہوئے ایک ایک غازی سے

اصلِ اصولِ جہاد

اصولِ ملتِ اسلام توڑا جا نہیں سکتا   کوئی رشتہ عدوئے حق سے جوڑا جا نہیں سکتا[1]

---

[1] عجب وقت تھا اور اسے رسول اللہؐ کا معجزہ نہ کہیں تو کیا کہیں کہ بھائی بھائی کے، باپ بیٹے کے اور عزیز عزیز کے خون سے ہاتھ رنگ رہا تھا اور حکمِ رسالت کے سامنے کسی دنیاوی رشتے اور علاقے کی پروا نہ تھی (خاتم المرسلین)

مظاہر تھے یہ سب اسلام کی شانِ جلالی کے　　دلوں نے توڑ ڈالے پیکرِ اصنامِ خیالی کے
پدر کی ذات حملہ آوروں کے درمیاں پائی　　تو ایمانِ پسر نے سب سے پہلے تیغ چمکائی
پسر کو جب عدوئے دینِ محبوبِ خدا پایا　　تو شمشیرِ پدر نے خون پینے میں مزا پایا
پرانے رشتے ناطے عشق نے سب قطع کر ڈالے　　بڑھی جب نوکِ خنجر بہ گئے سب بس بھرے چھالے
ہوئی حائل نہ راہِ حق میں ندی شیرِ مادر کی　　کہ بڑھ کر کاٹ لی گردن برادر نے برادر کی
جنہیں خوشنودئ ذاتِ خدا مطلوب ہوتی ہے　　لحاظِ خوں سے ان کی طبع کب مغلوب ہوتی ہے

جہاں میں دشمنِ حق عام انسانوں کا دشمن ہے
جو انسانوں کا دشمن ہے مسلمانوں کا دشمن ہے

برادر، باپ، بیٹا کوئی ہو جب دشمنِ دیں ہے　　تو اس کی پاسداری سربسر توہینِ آئیں ہے
جو ملت کے مقابل تیغ و خنجر لے کے آجائے　　تحفظ کے لئے جز قتل اُس دم کیا کیا جائے
بنائے وحدتِ ملت یہی آئینِ برحق ہے　　کہ ملت کے تحفظ پر قیامِ دینِ برحق ہے
بشر جب رشتۂ اُلفت خدا سے جوڑ لیتے ہیں　　تو اپنے دل جہانِ ماسوا سے توڑ لیتے ہیں
خدا ہی کے لئے خلقِ خدا سے دوستی اُن کی　　خدا ہی کے لئے اہلِ جفا سے دشمنی اُن کی
خدا ہی کے لئے جنگ اور صلح و آشتی کرنا　　خدا کی راہ میں جینا، خدا کی راہ میں مرنا

marfat.com

نہ پروا گوشت کی ان کو نہ محوِ پوست ہوتے ہیں
جو حق کو دوست رکھتا ہے اُسی کے دوست ہوتے ہیں

نہ پاسِ خانداں اُن کو نہ عزّ و جاہ کی خاطر
قرابت دوستی سب کچھ فقط اللہ کی خاطر

حُبِّ رسولؐ

سما سکتی ہے کیونکر حُبِّ دُنیا کی ہوا دل میں
بسا ہو جب کہ نقشِ حُبِّ محبوبِ خدا دل میں

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمّل ہے

محمدؐ کی غلامی ہے سَنَد آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

محمدؐ کی محبّت آنِ ملت شانِ ملت ہے
محمدؐ کی محبت رُوحِ ملت جانِ ملت ہے

محمدؐ کی محبت خُون کے رِشتوں سے بالا ہے
یہ رِشتہ دُنیوی قانُون کے رِشتوں سے بالا ہے

محمدؐ ہے مَتاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا

یہی جذبہ تھا اُن مَردانِ غیرت مند پر طاری
دِکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگوں ساری

میدانِ کارزار میں ابوجہل کی سرگرمیاں

ابُوجہل اس قیامت زار میں فتنے اُٹھاتا تھا
جو بے دِل ہو کے ہٹ جاتے تھے ان کا دِل بڑھاتا تھا

marfat.com

کبھی کرتا تھا تقریریں کبھی آوازے کستا تھا خفا ہوتا تھا روتا تھا گرجتا تھا، برستا تھا
سواروں کو پیادوں کو بڑھاتا تھا ہٹاتا تھا بڑی تدبیر سے اِن لٹنے والوں کو لڑاتا تھا
مگر خود آپ ہرگز تیغ کے مُنہ پر نہ آتا تھا بظاہر جی دکھاتا تھا، بباطن جی چُراتا تھا
بتوں کے نام شیطانوں کے مُنتر وِرد تھے اُس کے حفاظت کے لئے سب اہلِ کُنبہ گِرد تھے اُس کے
مسلح پہلوانوں کی تھیں لوہا لاٹ دیواریں جو اسکے آگے پیچھے چل رہے تھے لے کے تلواریں
کِسی کی دسترس اُس تک نہ ہوتی تھی بآسانی کہ تھا اِک چلتے پھرتے قلعے میں اس جنگ کا بانی
یہ ناری پھر رہا تھا قتل و خوں کی آگ بھڑکاتا مُسلمانوں سے اِن گمراہ انسانوں کو لڑواتا

قتلِ ابوجہل کی کہانی

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ کی زبانی

جنابِ عبدِ رحمٰنؓ ابنِ عوف اک صف شکن غازی کہ تھے اس عرصۂ پیکار میں مصروفِ جانبازی

لہ عبدالرحمٰنؓ ابن عوف ان پانچ صحابہ اولین میں سے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ سے ایمان لائے تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان چھ شخصوں میں سے ہیں جن کو حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے بعد خلافت کے لئے تجویز کیا تھا۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ ۳۱ھ میں بعمر ۷۵ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔
ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵،

یہ رُودادِ شجاعت آفریں اُن کی زبانی ہے   کمالِ جذبۂ غیرت کی اِک نادر کہانی ہے
وہ[ف] فرماتے ہیں جس دم بڑھ گئی شدت لڑائی کی   عیاں تھیں ہر طرف سرگرمیاں تیغ آزمائی کی
اُدھر جوشِ جفا تھا اہلِ مکہ حملہ آور تھے   اِدھر نامِ خدا تھا اور اسلامی دلاور تھے
مُسلماں جب جوابِ حملۂ کفار دیتے تھے   تو قرشی پہلواں اُس وقت ہمت ہار دیتے تھے

قریشی فوج ہٹ جاتی تھی یُوں مدِ مقابل سے
پلٹ جاتی ہیں موجیں جس طرح ٹکرا کے ساحل سے

مگر بوجہل ظالم دَم بدَم غیرت دلاتا تھا   اُسے پھر جمع کرتا تھا اُسے پھر لے کے آتا تھا
جمی تھیں اُس کے فتنے پر نگاہیں سرفروشوں کی   مگر حائل تھی اِس رستے میں صف فولاد پوشوں کی

مِرے دِل میں تمنا تھی اگر مہلت ذرا پاؤں
صفِ کفار چیروں اور سرِ بُوجہل لے آؤں

[ف] عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بیان ہے کہ میں صف میں تھا۔ دفعتہً داہنے بائیں مجھے دو جوان نظر آئے۔ ایک نے مجھ سے کان میں پوچھا ابوجہل کہاں ہے۔ میں نے کہا برادرزادے ابوجہل کو پوچھ کر کیا کرے گا۔ بولا میں نے خدا سے عہد کیا ہے۔ کہ ابوجہل کو جہاں دیکھ لوں گا یا اسے قتل کروں گا یا خود لڑ کے مارا جاؤں گا۔ میں جواب نہ دینے پایا تھا کہ دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے کان میں یہی باتیں کہیں۔ میں نے دونوں کو اشارے سے بتایا کہ ابوجہل وہ ہے۔ بتانا تھا کہ دونوں باز دشمن پر جھپٹے اور ابوجہل خاک پر تھا۔ (سیرت النبی صفحہ ۳۰۰)

دو انصاری نوجوان اور ابوجہل کی جستجو

اچانک اپنے دائیں بائیں میں نے اک نظر ڈالی
کہ تائیدِ دو بازو سے فزوں ہو ہمتِ عالی[1]

مقام اپنا مگر دو کم سنوں کے درمیاں پایا
اُدھر اک نوجواں پایا، اِدھر اک نوجواں پایا

بوقتِ جنگ بازو ہوں اگر تائید سے عاری
تو ہوتی ہے سپاہی کیلئے لڑنے میں دشواری

ابھی میں اپنی حالت پر نہ تھا کچھ سوچنے پایا
کہ اک جانب سے لڑکا دوڑ کر میری طرف آیا

نہایت رازداری سے نشاں بوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتا پوچھا

جواب اُس کے سوالوں کا مرے لب تک نہ تھا پہنچا
کہ اِس کا دوسرا ساتھی مثالِ برق آ پہنچا

وہی پہلا سوال اُس نے بھی پوچھا رازداری سے
ادا نے ضبط تھی دست و گریباں بیقراری سے

ابھی نوعمر تھے دونوں کے ہاتھوں میں تھیں شمشیریں
نظر آئیں مجھے دو سادہ رُو معصوم تصویریں

بہت شائستہ خوش اطوار کم عمر و حسیں دونوں
فرشتوں کی طرح آئے تھے بالائے زمیں دونوں

---

[1] عبدالرحمٰنؓ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ جب عام جنگ شروع ہوئی تو میں نے اپنے چپ و راست نگاہ دوڑائی۔ دو انصار لڑکے میرے دونوں پہلوؤں پہ کھڑے تھے۔ ان کو دیکھ کر میرا دل بیٹھ گیا۔ کیونکہ جنگِ مغلوبہ میں چپ و راست پر بہت کچھ انحصار ہوتا ہے۔ یعنی وہ شخص زیادہ اچھی طرح جنگ کر سکتا ہے جس کے دونوں بازو مضبوط ہوں اور وقت پہ تائید کرتے جائیں (دیکھو بخاری کتاب المغازی)

marfat.com

حضرت عبدالرحمٰنؓ کی نشان دہی

یہ اِستفسار سُن کر میں نے پوچھا فرطِ حیرت سے بھتیجو کام کیا ہے تم کو اِس بدخواہِ ملت سے
پتہ اُس دشمنِ دیں کا بتا دیتا ہوں میں تم کو کہو تو اُس کی صُورت بھی دکھا دیتا ہوں میں تم کو
وہ دیکھو اِک ہجومِ عام قرشی پہلوانوں کا گرانڈیل اور موٹے تازے دیداری جوانوں کا
وہ جن کے ساتھ تنہا لڑ رہے ہیں حضرتِ حمزہؓ خدا حمزہؓ کا ناصر دیکھتے ہو جرأتِ حمزہؓ
اِدھر پہلو کی جانب کِس قدر گھمسان کا رن ہے مُسلماں کِس قدر کم اور کتنی فوجِ دشمن ہے
گِھرے ہیں بُودجانہؓ جس جگہ قرشی سواروں میں فقط تلوار لے کر لڑ رہے ہیں نیزہ داروں میں
عُمرؓ دوڑے ہوئے ان کی مدد کرنے کو آتے ہیں وہ دیکھو ایک مہلک وار سے اُن کو بچاتے ہیں
پِلے پڑتے ہیں دشمن جس جگہ انصار کے اُوپر تُلے ہیں حملہ آور سینکڑوں دو چار کے اُوپر
دمادم گر رہی ہے برقِ شمشیرِ علیؓ دیکھو وہ دیکھو ہٹ چلی اب فوجِ دشمن ہٹ چلی دیکھو
وہ دیکھو چڑھ رہا ہے، بھاگ کر مٹی کے تودے پر وہ کیا ہے کلغی والا، سامنے پہنے ہوئے مغفر
وہی بُوجہل ہے جو پے بہ پے بازو ہلاتا ہے یہ اپنے بھاگنے والوں کو پھر واپس بلاتا ہے
حفاظت کر رہا ہے گرد اُس کے فوج کا دستہ یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

غیرت مند نوجوان

یہ سُن کر بول اُٹھے وہ دونوں لڑکے بیقراری سے
بتادیں اب ہمیں کیا کام ہے بے دین ناری سے

قسم کھائی ہے ہم دونوں نے اس کو قتل کرنے کی
کہ اس سے بڑھ کے ہو سکتی نہیں اب عمر بھر نیکی

نہیں ہے اس سے بڑھکر دشمنِ دینِ مُبیں کوئی
کوئی زیرِ زمیں ہے اور نہ بالائے زمیں کوئی

قسم کھائی ہے مر جائینگے یا ماریں گے ناری کو
سُنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوبِ باری کو

یہ کہتے کہتے غیرت سے ہوئے منہ لال دونوں کے
شہادت کے لہو سے تمتمائے گال دونوں کے

خُدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
اُٹھے یکبارگی کہتے ہوئے پُر جوش تکبیریں

مَیں کہتا رہ گیا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہُوں
چلو بحرِ شہادت کے کنارے ساتھ چلتا ہُوں

مگر وہ کس کی سنتے تھے غیور و شیر دل لڑکے
ہلاکت گاہ میں ان کے قدم اٹکے نہ دل دھڑکے

مَیں اُن کے پیچھے پیچھے دشمنوں کی فوج پر لپکا
نہ ساتھی بن سکا لیکن غزالوں کی تگ و تپ کا

جہاں چاروں طرف خنجر تھے تلواریں تھیں بھالے تھے
جہاں دشمن تھے جن کے منہ بھی کالے دل بھی کالے تھے

جہاں اللہ کے بندے جہاں اسلام کے غازی
برابر کھیلتے تھے جان سے ایمان کی بازی

جہاں ہر سُو تنورِ دشت سے شعلے بھڑکتے تھے
جہاں سر کٹ کے گرتے تھے جہاں لاشے پھڑکتے تھے

marfat.com

وہیں پہنچے یہ دو جانباز لڑکے باوفا لڑکے   یہ الھڑ یہ فنونِ جنگ سے نا آشنا لڑکے
گھرے فولاد پوشوں قاتلوں جنگ آزماؤں میں   مگر دو بجلیاں تھیں جو چمک اُٹھیں گھٹاؤں میں
ابوجہلِ سیہ رُو پر نگاہیں گاڑ کر نکلے   قریشی فوج کے دل بادلوں کو پھاڑ کر نکلے

انصاری نوجوانوں کا حملہ اور ابوجہل کا حشر

گرا اس طرح کُنڈے جوڑ کر شہباز کا جوڑا   کہ اک دم میں صفِ زاغ و زغن کا سلسلہ توڑا
جوانوں کے مقابل پہلوانوں کی طرح اَڑتے   برابر وار کرتے وار سہتے چومکھے لڑتے
ہٹاتے مارتے اور کاٹتے بڑھتے گئے دونوں   بسانِ موج اوجِ ریگ پر چڑھتے گئے دونوں
اُدھر بوجہل بھی کرنے لگا بچنے کی تدبیریں   نہ اس کی دھمکیاں کام آسکیں لیکن نہ تقریریں

بروئے بازوئے تقدیر تدبیریں نہیں چلتیں
جہاں شمشیر چل جاتی ہے تقریریں نہیں چلتیں

ہٹا وہ دیکھ کر ان کو یہ پھر اُس کے قریں پہنچے   جہاں بوجہل پہنچا دونوں لڑکے بھی وہیں پہنچے
نہ بھاگا جا سکا تو۔ اِن کو دھمکانے لگا کافر   سپر کے آسرے پر تیغ چمکانے لگا کافر
وہ پختہ کار یہ کمسن، یہ پیدل اور وہ گھوڑے پر   لگا مرکب کُدانے خشمگیں شیروں کے جوڑے پر

مگر عُشاق اپنی جان کی پروا نہیں کرتے
خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے
ہُوئے خائِف نہ دھمکی اور نمائش سے نڈر لڑکے
جھپٹ کر جا پڑے یہ شیر لڑکے بے جگر لڑکے
ہَوا میں گُونج اُٹھیں رعد کی مانندِ تکبیریں
گریں بُوجہل پر دو تیز خون آشام شمشیریں
دُہن سے آہ نکلی ہاتھ سے تیغ و سِپر چھُوٹی
گِرا گھوڑا بھی کھا کر زخم دونوں کی کمر ٹُوٹی
تڑپتا لوٹتا آدھا زمیں میں دَب گیا مرکب
کسی نے یہ نہیں دیکھا مگر مَر کب گیا مرکب
لِکھی تھی راکِب و مرکب کی قسمت میں نگونساری
زمیں پر لوٹتے تھے اس طرف حیواں اُدھر ناری
اَبُوجہلِ لعیں یعنی رسُول اللہ کا دُشمن
اَزل سے تا اَبد سب سے بڑا اللہ کا دُشمن
زمیں ہنستی تھی جس بدبخت کی ادنیٰ سی ٹھوکر پر
پڑا تھا خُون میں لتھڑا ہوا مٹی کی چادر پر
وہ ہڈّی اور خوں جس پر ہمیشہ ناز رہتا ہے
وہی ہڈّی شکستہ تھی وہی اَب خُون بہتا تھا
زباں سے چیختا اور کُفر بکتا ہی رہا کافر
مددگاروں کو چاروں سَمت تکتا ہی رہا کافر
وہ جنگ آور رسالہ جس کے بل پر زور تھا سارا
اُسی میں گھُس کے دو کمزور لڑکوں نے اُسے مارا
سِسکتا چھوڑ کر بدبخت کو جس وقت رُخ پھیرا
تو ہر جانب سے قرشی فوج نے دونوں کو آگھیرا
سپاہی اپنے افسر کو تڑپتا دیکھ کر دَوڑے
زباں سے گالیاں بکتے ہوئے سب خیمے سے دوڑے
بچانے کے لئے خاطی کو دوڑے خانداں والے
زمینِ بدر پر دو چاند تھے اس وقت ہالے

ایک نوجوان کی شہادت

لگے ہونے پیا پے انتقامی وار دونوں پہ
برستی مَیں نے دیکھی کفر کی تلوار دونوں پہ
مگر تھے کِس قدر جی دار عفراؓ کے پسر دونوں
پیاپے وار کرتے ہی رہے کفّار پر دونوں
مَیں دوڑا، اور بھی مسلم مجاہد اس طرف دَوڑے
ابوبکرؓ و عمرؓ، حمزہؓ، علیؓ سب سَر بکف دَوڑے
بیک ساعت مجاہد جا پڑے اِن پہلوانوں پہ
جنہیں مشقِ ستم سُوجھی تھی دو ننھی سی جانوں پہ
اُدھر گُرز اَور خنجر اَور بھالے اور شمشیریں
اِدھر لب پہ تبسّم اَور دو پُرجوش تکبیریں
وہ غازی تھے شہادت کے لئے لڑتے رہے دونوں
مثالِ شیرِ رُوباہوں پہ جا پڑتے رہے دونوں
رُخوں پہ مُسکراہٹ زخم تھے دونوں کے سینوں پہ
فلک کرنوں کی بارش کر رہا تھا مہ جبینوں پر
بالآخر اِک جواں نے پالیا دامن شہادت کا
فرشتوں نے کیا نظّارہ اس یُمن و سعادت کا
زمیں پر قبلہ رُو ہو کر گرا وہ پارسا لڑکا
ہوا قربان دینِ مُصطفیٰؐ پر باوفا لڑکا
خوشا قسمت کہ نیک آغاز نیک انجام تھا اُس کا
خُدا کا پاک بندہ تھا معوذؓ نام تھا اُس کا

ے یہ دونوں جوان معوذ و معاذ عفراء کے پسر تھے (سیرت النبی)

دُوسرے نوجوان پر ابوجہل کے بیٹے کا وار

نبرد آرا تھا اب تک دوسرا انبوہِ باطل سے
نظر آتا تھا ٹکراتا ہوا اُس کوہِ باطل سے
اُتر آئے تھے قرشی پہلواں روباہ بازی پر
عقب سے عکرمہ نے ہاتھ مارا مردِ غازی پر
ہوا اس ضرب سے شانہ نشانہ کٹ گیا بازو
مثالِ شاخِ نخلِ بار آور چھٹ گیا بازو
مگر پروانہ کی بحرِ شجاعت کے شناور نے
کیا مڑ کر تعاقب عکرمہ کا اُس دلاور نے
نظر آئی جو یہ شانِ بسالت عکرمہ بھاگا
اُڑا یوں سامنے سے جس طرح گھوڑا ہو بے باگا
رہائی عکرمہ نے موت کے پنجے سے یوں پائی
کہ شیرِ زخم خوردہ کو بھی اک دقت تھی پیش آئی
جو بازو کٹ چکا تھا اب وہ رہ رہ کر اٹکتا تھا
کہ اک تسمہ ابھی باقی تھا شانے سے لٹکتا تھا[1]
نظر آئی جو یہ دِقت وفا کے نورِ دیدہ کو
خمیدہ ہو کے رکھا زیرِ پا دستِ بریدہ کو
دبا کر زور سے کھینچا تو ٹوٹا ہاتھ کا رشتہ
نہ تھا درکار وحدت کو دوئی کے ساتھ کا رشتہ
معاذ اب تیغ زن تھا ایک ہی بازو سے میداں میں
مگر اس طرح جیسے شیر انبوہِ غزالاں میں

---

[1] ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے عقب سے آکر معاذؓ کے بائیں شانے پر تلوار ماری۔ جس سے بازو کٹ گیا۔ عکرمہ بھاگ کر نکل گیا معاذؓ کو ہاتھ کے لٹکنے سے زحمت ہوتی تھی۔ اس سے ہاتھ پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچا اور تسمہ بھی الگ ہو گیا اور اب وہ آزاد تھے (دیکھو سیرت النبی)

جوانو! قابلِ تقلید ہے اقدام دونوں کا
جبینِ لوحِ غیرت پر لکھا ہے نام دونوں کا
وہ غازی تھے مئے حُبِّ نبی کا جوش تھا اُن کو
لبِ کوثر پہنچ کر شوقِ نوشانوش تھا اُن کو

غازیوں اور شہیدوں کی شان

زمیں پہنے ہوئے تھی آج خونیں رنگ کا جامہ
حق و باطل میں برپا تھا عجب خونریز ہنگامہ
یہ پہلی جنگ تھی صاحب دلوں اور بدنہادوں میں
مسلح اور نہتوں میں، سواروں اور پیادوں میں
وہاں سینوں میں کینہ تھا شقاوت تھی عداوت تھی
یہاں ذوقِ شہادت اور ایماں کی حلاوت تھی
پڑا تھا خاک و خوں میں جس جگہ بوجہل بدطینت
وہیں کچھ پاک لاشے تھے لباسِ عشق کی زینت
اسی تودے کے اُوپر آ پڑی شدت لڑائی کی
کہ باطل نے یہاں پر آخری زور آزمائی کی
نبرد آرا تھے کافر جمع ہو کر متحد ہو کر
ابوجہلِ لعیں کا بدلہ لینے پر بضد ہو کر
مگر ہمت نہ ہاری بیشۂ ایماں کے شیروں نے
شجاعت کی دکھا دی شان اسلامی دلیروں نے
مجاہد جن کو وعدے یاد تھے آیاتِ قرآں کے
کھڑے تھے صبح سے ڈٹ کر مقابل فوجِ شیطاں کے
جو غیرت مندِ راہِ حق میں تھے صرفِ جانبازی
ابد تک نام اُن کا ہو گیا اللہ کے غازی
غزا حق کے لیے تھی حق کے لیے اُن کی شہادت تھی
یہ جینا بھی عبادت تھی یہ مرنا بھی عبادت تھی

marfat.com

شہادت کا لہو جن کے رخوں کا بن گیا غازہ   کھلا تھا ان کی خاطر دائمی جنت کا دروازہ[1]
شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی   وہ خوش قسمت ہیں مل جاتی ہے جنہیں دولت شہادت کی
شہادت پا کے ہستی زندہ جاوید ہوتی ہے   یہ رنگیں شام صبح عید کی تمہید ہوتی ہے
شہید اس دار فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں   زمیں پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں
اسی رنگت کو ہے ترجیح اس دنیا کی زینت پہ   خدا رحمت کرے ان عاشقانِ پاک طینت پر

کشمکش کی انتہا اور نصرتِ حق کی طلب

پیغمبر اپنے خدا کے حضور

سحر سے کر رہی تھیں مہر کی آنکھیں یہ نظارہ   کہ غازی تھے برابر اہلِ باطل سے نبرد آرا
سوارِ صبح ملکِ شام کو چلنے لگا آخر   لڑائی پر شباب آیا تو دن ڈھلنے لگا آخر
بگڑتا جا رہا تھا کشمکش سے خاک کا چہرہ   مکدر کر دیا تھا گرد نے افلاک کا چہرہ
قریشی جنگ جوؤں پر غضب کا رنگ طاری تھا   رگوں میں خون ہی شاید برائے جنگ جاری تھا

---

[1] وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ)

اور جو لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے قتل ہو جائیں، ان کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں جانتے۔

زبردستی میں پیدا ہو گئی تھی اور بھی تیزی
قریبِ لاشۂ بوجہل برپا تھی یہ خونریزی

کیا تھا متحد خوفِ اجل نے زورِ باطل کا
زمین و آسماں میں بس گیا تھا شورِ باطل کا

بہت ہی سخت تھا یہ وقت اسلامی دلیروں پر
کیا تھا نرغہ کچھ کے بھیڑیوں نے مل کے شیروں پر

مگر اللہ کے بندوں کا اِستقلال کیا کہنا
کہ سینے کر دئے اک دوسرے پر ڈھال کیا کہنا

اثر انداز تھا رنگِ شہادت جاں نثاروں پر
گلے بڑھ بڑھ کے رکھ دیتے تھے تلواروں کی دھاروں پر

اُدھر جنگ آوروں کے حوصلوں پر تنگ تھی وادی
اِدھر سجدے میں تھا زیرِ عریش[1] اسلام کا ہادی

جمال آرا تھا قلبِ مطمئن سے حسنِ بے تابی
وفورِ گریۂ معصوم سے آنکھیں تھیں عنّابی

مسلسل کر رہا تھا ابرِ رحمت گوہر افشانی
زمینِ آبیاری ہو رہی تھی کشتِ انسانی

گرے تھے جس جبیں کے سامنے لولاک سجدے میں
خدا کے روبرو تھی وہ جبینِ پاک سجدے میں

جبیں سجدے میں تھی دل مضطرب تھا اشک بہتے تھے
نبی محوِ دعا تھا جبرئیلِ امیں کہتے تھے

اگرچہ فرش پر تھا اِستغاثہ فخرِ آدم کا
مگر اس نے احاطہ کر لیا تھا عرشِ اعظم کا

محمدؐ[2] کی زباں یاحیّ یاقیوم کہہ کہہ کر
پئے اُمت طلب کرتی تھی نصرت آج رہ رہ کر

---

[1] عریش یعنی وہی پھوس کا چھپر جو آپ کی عبادت کے لئے کھڑا کر دیا گیا تھا۔ (مصنف)

[2] آپ کی زبان پر یاحی یاقیوم کے الفاظ جاری تھے۔ (ابن سعد و نسائی)

پیغمبرؐ عرصۂ کارزار میں

زبانِ وحی نے آخر سُنا دی نصِ قرآنی[1]   عریش و عرش میں طے پا گئی تقدیرِ انسانی
نویدِ نُصرتِ حق لے کے نکلے آپ میداں میں   قدم بوسی کی جُرأت آ گئی خونِ شہیداں میں
کیا رحمت نے رُخ اعدائے دین اللہ کی جانب   بڑھا نُورِ مجسّم اُس ہلاکت گاہ کی جانب
نظر آیا کہ باطل کھیلتا ہے آخری بازی   ہوئے جاتے ہیں زخمی ہر طرف اللہ کے غازی
فلک سہما ہوا تھا کافروں کی چیرہ دستی سے   زمیں شق ہو رہی تھی غلبۂ باطل پرستی سے
مُسلّط تھا اگر اندیشۂ باطل فضاؤں پر   تو مجبوری کا اک سکتہ سا طاری تھا ہواؤں پر
مگر جب کملی والا آ گیا اُٹھ کر مصلّے سے   خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ہلّے سے
صدائے نعرۂ تکبیر سے تھرا اُٹھی وادی   کہ اُمّت کے ضعیفوں کی مدد کو آ گیا ہادی
غلاموں کو جو آقا کا رُخِ انور نظر آیا   قلوبِ مطمئن نے انتہائی حوصلہ پایا
رسولِ پاک نے کفّار کی جانب نظر ڈالی   جلالت آفریں چہرے سے کملی اور سرکا لی

---

[1] آپ ایک طولانی سجدے کے بعد خدا کی بشارت لیے ہوئے اُٹھے۔ اس وقت آپ کی زبان پر سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ القمر۔ ع ۳ کے قرآنی الفاظ تھے۔ آپ عریش سے نکل آئے (دیکھیے صحیح مسلم،

شعاعِ طور کے انوار چمکے روزِ روشن میں
لگادی بجلیوں نے آگ سی باطل کے خرمن میں
رسالتؐ پر رسالت کا جلالی رنگ تھا طاری
اُٹھائی ایک مُٹھی خاک اور کفار پر ماری[1]
بآوازِ بلند اس وقت یوں ارشاد فرمایا
کہ دستِ حق نے باطل کا نشاں برباد فرمایا
مِٹی دشمن کی شوکت آج پرچم گر گئے اُن کے
جلالِ حق سے پیٹھیں مڑ گئیں منہ پھر گئے اُن کے[2]

معجزے کا ظہور

بدل ڈالی رسالتؐ کی صدا نے جنگ کی صورت
کہ اُتری چہرہ افروزانِ خون و رنگ کی صورت
نظر آیا کہ مٹی ایک دستِ نور نے پھینکی
خدا کے ہاتھ نے یا بازوئے ماموؐر نے پھینکی[3]
یہ مُشتِ خاک اُڑ کر جا پڑی ناپاک چہروں پر
اُداسی چھا گئی پُرہول دہشتناک چہروں پر
اُٹھی وادی میں اک آوازِ اعجازِ پیمبرؐ سے
کہ جیسے طشت میں گرتی ہے کوئی چیز اوپر سے

---

[1] آپ نے ریت اور کنکر کی ایک مُٹھی اُٹھا کر کفار کی طرف پھینکی۔ زبان سے شاہت الوجوہ کہا۔ یعنی بگڑ گئے چہرے ان لوگوں کے (دیکھو طبری)

[2] سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ یعنی لشکر کفار ضرور پسپا ہوگا اور پیٹھ دکھا جائیگا۔ پ۲۷۔ القمر۔ ع۳

[3] وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ ترجمہ۔ جب تُو نے پھینکا تھا۔ (وہ) تو نے نہیں پھینکا تھا۔ بلکہ اللہ نے پھینکا تھا۔ پ۹۔ الانفال۔ ع۲

marfat.com

ہوا کا ایک تُند و تیز جھونکا دَوڑ کر آیا
اُڑا کر ساتھ ننھے ننھے ریزے ریت کے لایا[1]
کیا اِن ریت کے ذرّوں نے حملہ جنگجوؤں پر
اُلٹ کر جا پڑا دامانِ صحرا زِشت رُوؤں پر
نتھنوں سے جاری ہو گیا اور پھٹ گئیں آنکھیں
گڑھے مٹی سے جیسے پٹ گئے ہوں پَٹ گئیں آنکھیں
فلک پر دفعتہً کچھ ابر کے ٹکڑے ہوئے ظاہر
نہاں تھا اس میں شاید نوریوں کا لشکرِ قاہر[2]
یہ اَبر آتے ہی گرجا دشمنوں کی فَوج کے اُوپر
سُنے گھوڑوں کے ہنہنانے خاکیوں نے اَوج کے اُوپر
جُھکا بادل اُٹھی آندھی بَہَم مِل جُل گئے آخر
فضا میں لشکرِ قُدرت کے پرچم کُھل گئے آخر
برائے اہلِ ایماں یہ نشانِ نُصرتِ حق تھا
اِدھر حق سُرخرو تھا اُس طرف باطل کا مُنہ فق تھا
نہتّوں کو سہارا مِل گیا دستِ پیمبرؐ سے
زمانہ گُونج اُٹھا نعرۂ اللہ اکبر سے

جنگِ بدر کا انجام

مجاہد جا پڑے کُفّار پر گھبرا گئے کافر
ہَوا کا رُخ بدلتے ہی ہزیمت کھا گئے کافر
بھری تھی خاک آنکھوں میں سُجھائی کچھ نہ دیتا تھا
سِوا اللہ اکبر کے سُنائی کچھ نہ دیتا تھا

---

[1] مٹھی بھر خاک کا یہ اثر ہوا کہ آندھی کا ایک جھونکا آیا۔ کُفّار کے چہرے، آنکھیں ناک، ریت اور کنکروں سے بھر گئے (زرقانی)

[2] آپؐ نے فرمایا یہ فرشتوں کی خدائی فوج ہے جو ہماری نصرت کے لئے آئی ہے (خاتم النبیین)

دِلوں پر ہیبتِ حق چھا گئی کُفّار بھاگ اُٹھے
پڑی جب دُوں ہمتوں پہ خدا کی مار بھاگ اُٹھے

سراسیمہ ہراساں بدحواس و مُنتشر بھاگے
یہ اُن سے دس قدم آگے وہ اِن سے دس قدم آگے

پسر دم توڑنے والے پدر کو چھوڑ کر بھاگا
پدر زخمی پسر کے حال سے مُنہ موڑ کر بھاگا

مصیبت بن گئے اس وقت سب لادے کے بانے
سروں کے خود چہروں کے جھلم ہاتھوں کے دستانے

دبا تھا اپنے اپنے بوجھ سے ہر ایک بے دم تھا
نہ چھوٹے اسلحہ پھر بھی گُنہ کا بوجھ کیا کم تھا

بہم اک دُوسرے کی ٹھوکروں سے گر گئے اکثر
نہ بھاگا جا سکا تو غازیوں میں گھر گئے اکثر

ہوئے اس سلسلے میں راکب و مرکب تہ و بالا
مچی ہلچل سواروں کو پیادوں نے کچل ڈالا

اچانک بدحواسی میں جو یوں اُوپر تلے ٹوٹے
کمندیں اس طرح اُلجھیں کہ اپنے ہی گلے گھونٹے

جکڑنے کے لیے سینوں کے اندر گڑ گئیں زرہیں
پکڑنے کیلئے گرہوں کے اندر پڑ گئیں گرہیں

جھلم خود اور زرہیں پھینک دیں ہتھیار بھی چھوڑے
چھٹے ہی رہ گئے سب ساز و ساماں[1] اُونٹ اور گھوڑے

ہُوا جب مُنتشر جمعیتِ باطل کا شیرازہ
کیا شیطان نے اللہ کی قُدرت کا اندازہ

اُتارا جا چکا تھا دستِ حق سے تاج باطل کا
سرِ میداں تعاقب ہو رہا تھا آج باطل کا

وہی لشکر جو دھاوا کر کے آیا تھا ضعیفوں پہ
شرارت کا وہی طوفاں جو چھایا تھا شریفوں پہ

---

[1] بھاگتے ہوئے دشمن بوجھل [illegible] کی وجہ سے [illegible] پھینکتے جاتے تھے جن کو مسلمان اُٹھا لیتے تھے زرہیں، ڈھالیں وغیرہ

وہ بادل چھٹ گیا آخر وہ لشکر کٹ گیا آخر　معین وقت آیا نعرۂ باطل گھٹ گیا آخر
غرور و ناز تھا جس قوتِ ناپاک کے اُوپر　وہ قوت ہر طرف بکھری پڑی تھی خاک کے اُوپر
زمیں پر سرنگوں تھے گرز ڈھالیں برچھیاں بھالے　کہیں تیر و کماں خم تھے کہیں تیر و کماں والے
دکھاتے تھے جو تن کر پہلوانی اور سرداری　وہ سب تھے آگے آگے پیچھے پیچھے تھی گرفتاری
وہی بازو بہت مشاق تھے جو قتلِ انساں میں　وہ بازو گر گئے تھے اب قلم ہو ہو کے میداں میں
بہاتی تھیں جو مٹی پر ہمیشہ خون کی دھاریں　اِسی مٹی پہ دم سادھے پڑی تھیں آج تلواریں
رعونت رہ گئی باقی نہ وہ آنیں نہ وہ شانیں　بچا کر لے چلے میدانِ دار و گیر سے جانیں
دِلوں میں گالیاں دیتے ہوئے اپنے خداؤں کو　بُرا کہتے ہوئے اپنے بھگوڑے دیوتاؤں کو
غرور و ناز میں آگے تھے جو فرعون و ہاماں سے　وہ قرشی سورما بھاگے چلے جاتے تھے میداں سے
مسلط تھا زبردستوں پہ خوف اب زیردستوں کا　خدا والے تعاقب کر رہے تھے خود پرستوں کا

رحم کی تلقین کا اثر

نہ کرنا قتلِ ناحق کہہ دیا تھا جوشِ رحمت نے　کیا اب لڑنے والوں کو اسیر اہلِ شرافت نے
شکست و بے دلی شرمندگی خوف اور گرانباری　یہ سب مل جل کے آخر بن گئے وجہِ گرفتاری

marfat.com

نہتے لا رہے تھے باندھ کر شمشیر گیروں کو
کہ اپنی ہی کمندیں طوقِ گردن تھیں شریروں کو

مگر ایسے بھی تھے اِن میں کہ آئے تھے بہ مجبوری
عیاں تھی رحمۃ اللعالمینؐ پر اُن کی معذوری

سُنایا جا چکا تھا حکم سرکارِ رسالت سے
کہ ان لوگوں سے وقتِ جنگ پیش آنا رعایت سے

کچھ ایسے ہیں جنہیں لایا گیا مکر و حیلوں سے
کچھ ایسے ہیں جو ڈرتے تھے شریروں کی رذیلوں سے

اگر بے دست و پا کر دے خدائے دو جہاں ان کو
مسلمانوں کو اس دم چاہیے بخشیں اماں ان کو

دکھائی اب جو حق نے فوجِ دشمن کو نگوں ساری
بجائے جان لینے کے ہوئی زندہ گرفتاری

اگرچہ حضرتِ عباسؓ[2] واقف تھے نتیجے سے
مگر مجبور تھے لڑنے چلے آئے بھتیجے سے

عُقیلؓ[3] ابنِ ابی طالب برادر شیرِ یزداںؓ کے
بحالِ کفر آئے تھے مقابل اہلِ ایماں کے

اسی صورت ابوالعاصؓ[4] ان جفاکاروں میں شامل تھے
ابھی ایماں نہ لائے تھے جفاکاروں میں شامل تھے

---

[1] آنحضرتؐ نے لڑائی سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کے ساتھ جو لوگ آئے ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو خوشی سے نہیں بلکہ قریش کے جبر سے آئے ہیں۔ ان لوگوں کے نام بھی آپ نے بتا دیئے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] حضرت عباسؓ رسولِ خدا کے چچا۔ عمر میں آنحضرتؐ سے دو سال بڑے تھے اور ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ مگر ان کو رسول اللہ سے بڑی محبت تھی۔ بدر میں کافروں کے ساتھ بخوشی نہیں آئے تھے (ازالۃ الخفا)

[3] عُقیل ابن ابی طالب حضرت علیؓ کے بھائی تھے۔ اور ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔ (مُسند)

[4] ابوالعاص حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھانجے تھے۔ ان سے آنحضرتؐ کی دختر زینبؓ بیاہی جا چکی تھیں

ہوئے زندہ اسیر اس جنگ کی پاداش میں آخر
گھرے یہ لوگ دورانِ شکستِ فاش میں آخر
جو سب کچھ پھینک کر بھاگے وہ بچ نکلے اسیری سے
کہ مہلت مل گئی اُن کو خدا کی دیر گیری سے

بدر میں کفّار کے مقتولوں پر ایک نظر

ہوئے مقتول[1] ستّر حملہ آور جنگ کے اندر
پڑے تھے جابجا پامال خاک و رنگ کے اندر
یہی ستّر برائے قتل و غارت بڑھ کے نکلے تھے
انہی کو موت کی آندھی چڑھی تھی چڑھ کے نکلے تھے
انہیں اللہ سے اللہ کے بندوں سے عداوت تھی
سَروں میں خودسَری تھی اور سینوں میں شقاوت تھی
یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے شمعِ عرفاں کو
یہ قوّت سے دبانا چاہتے تھے نورِ ایماں کو
یہ سب کے سب مٹانے آئے تھے دینِ منوّر کو
یہی حق سے لڑانے لائے تھے باطل کے لشکر کو
یہی سب سے زیادہ تھے رسولِ پاک کے دشمن
بنائے فرش و عرش و کرسی و افلاک کے دشمن
یہ بہکاتے تھے راہِ راست سے ہر ایک انساں کو
یہ ایذائیں دیا کرتے تھے ہر فردِ مسلماں[2] کو
مسلماں بننے والوں پر ہزاروں ظلم ڈھاتے تھے
برہنہ کر کے جلتی ریت پر اُن کو لٹاتے تھے
انہی کے جسم ہائے سخت سے اب نرم تھی مٹی
انہی کے لاشہ ہائے سَرد سے اب گرم تھی بھٹی

---

[1] دیکھو سیرت النبیؐ و رحمۃ للعالمینؐ وغیرہ ۔ [2] دیکھو شاہنامہ اسلام جلد اول

غلام اور لونڈیاں صیدِ زبوں تھیں ان کے پنجوں میں
جنہیں اظہارِ ایماں پر یہ کستے تھے شکنجوں میں
یہی تھے آج اور دستِ اجل کا سخت پنجہ تھا
انھی کی گردنیں تھیں اور عبرت کا شکنجہ تھا
مظالم میں خیالِ پیش و پس آتا نہ تھا ان کو
ضعیفوں پر یتیموں پر ترس آتا نہ تھا ان کو
یہی تھے اب کہ جز لعنت نہ تھی کوئی ندا ان پر
ہوا دیتی تھی اَلْبَادِیْ اَظْلَم کی ندا ان پر
یہی تھے امتیازِ نسل و خوں پر ناز تھا ان کو
خودی اور خود نمائی کے جنوں پر ناز تھا ان کو
پڑے تھے اب یہی مٹی کے اوپر سرنگوں ہو کر
جنوں نتھنوں کے رستے بہ رہا تھا موجِ خوں ہو کر
یہی تھے وہ جو لد کر آئے تھے سامانِ کثرت سے
بہانے کے لئے ایماں کو طوفانِ کثرت سے
وہ کثرت آج ایماں کے مقابل غرقِ ذلت تھی
کہ اس کثرت کی فاتح ایک وحدت کیش قوت تھی

ابوجہل کی نگاہِ واپسیں

یہی بوجہل ظلم و جور سے ہرگز نہ تھکتا تھا
یہی اب منہ کے بل مٹی کے بستر پر سسکتا تھا
اٹھا تھا کعبۂ توحید کی تخریب کرنے کو
رسول اللہ کی، اللہ کی تکذیب کرنے کو
مسلح اور تن آور ساتھیوں کو لے کے آیا تھا
مثالِ ابرہہ[1] ان ہاتھیوں کو لے کے آیا تھا

---

[1] دیکھو شاہنامہ اسلام جلد اوّل۔

marfat.com

کہاں تھے اب وہ ساتھی کون تھا پرسانِ حال اس کا
پڑا تھا طوق بن کر اس کی گردن میں وبال اس کا

بتوں کی بندگی کرتے میں گزری تھی حیات اس کی
مدد کرنے نہ آئے وقت پر لات و منات اس کی

بوقتِ جاں کنی حسرت کفِ افسوس ملتی تھی
تمنا پیٹتی تھی جان رہ رہ کر نکلتی تھی

عذابِ جاں کنی میں مبتلا تھا دشمنِ ایماں
سرہانے مسکراتے تھے کھڑے شیطان کے ارماں

پڑے تھے ہر طرف شمشیر و خنجر برچھیاں بھالے
جنہیں ایک ایک کر کے چن رہے تھے اب خدا والے

زمیں پر پھیلتا جاتا تھا وقتِ عصر کا سایا
کہ اتنے میں اچانک اک مجاہد اِسؓ[1] طرف آیا

ابوجہلِ لعیں کو اس جگہ دم توڑتے پایا
تڑپتے لوٹتے، منہ پیٹتے، سر پھوڑتے پایا

نظر آیا جو یہ نقشہ جہنم کے مسافر کا
پکارا نام لے کر اور پوچھا حال کافر کا

لعیں نے کھول دیں بے نور پتھرائی ہوئی آنکھیں
وہ زہر آلود آنکھیں، مردنی چھائی ہوئی آنکھیں

کہا بوجہل نے یہ کون ہم کو تنگ کرتا ہے؟
کہ پیر اتنے بڑے سردار کی گردن پہ دھرتا ہے

کہا اَلحمدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَخزَاکَ غازی[2] نے
کیا خوار و زبوں تجھ کو خدا کی کارسازی نے

---

[1] عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھا ایک شخص تڑپ رہا ہے۔ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر پوچھا کیا تو ہی ابوجہل ہے۔ ابوجہل نے کہا: "او بکری چرانے والے دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے" (سیرت النبیؐ)

[2] اَلحمدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَخزَاکَ یعنی تعریف کرتا ہوں اُس خدا کی جس نے تجھ کو ذلیل و خوار کیا۔ (بخاری)

خدا سے عفو کا طالب ہو اب بھی جی اگر چاہے   کہا بوجہل[1] نے خاموش او یثرب کے چرواہے!
ہُبل میرا خدا ہے لات و عُزیٰ ہیں خدا میرے   وہی میرے محافظ ہیں وہی حاجت روا میرے
قریشی فوج کا سردار ہوں میں جان لے مجھ کو   بڑا بھاری سپہ سالار ہوں پہچان لے مجھ کو!
بتا ہم کو ملی ہے فتح یا تم بے نواؤں کو   تمہارے اِک خدا کو یا ہمارے سب خداؤں کو
ترے ساتھی کدھر ہیں قتل ہو کر رہ چکے ہونگے   مسلمانوں کے لاشے موجِ خوں میں بہہ چکے ہونگے
کہاں ہے وہ تمہارا مایۂ صد ناز پیغمبرؐ   وہ عبداللہ کا بیٹا صاحبِ اعجاز پیغمبرؐ
سرِ میداں کیا ہے ہم نے اس کا بندوبست آخر   ہمارے دیوتا نے اس کو دی ہو گی شکست آخر
مجاہد نے کہا۔ او دشمنِ دیں او ستم آرا   خود اپنی آنکھ سے کر اپنی بربادی کا نظارا
ملی پاداشِ حملہ آوری تیغ آزماؤں کو   کہ دی حق نے شکستِ فاش باطل کے خداؤں کو

پڑے ہیں پیدلوں کے اب نہ وہ جنگی رسالہ ہے
خدا کا اور محمد مصطفٰےؐ کا بول بالا ہے

کیا کُفار کو اللہ نے خوار و زبُوں آخر   ہُوا اِس لعنتی کثرت کا جھنڈا سرنگوں آخر

---

[1] ابوجہل نے کہا ھَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْہُ یعنی کیا تم نے مجھ سے بھی کوئی بڑا آدمی قتل کیا ہے۔ پھر کہا لو غیر اکار قتلنی۔ یعنی کاش کہ میں کسی کسان کے ہاتھ سے نہ مارا جاتا۔ (زرقانی)

فضا میں دیکھ لہراتا ہوا اسلام کا پرچم برائے اہلِ عالم امن کے پیغام کا پرچم
وہ کثرت مٹ گئی ایمانِ قلّت دیکھ او کافر نگاہِ واپسیں سے اپنی ذلت دیکھ او کافر
جو آئے تھے کہ چھینیں حقِ آزادی شریفوں سے ہوئے سب تین تیرہ تین سو تیرہ ضعیفوں سے
یہ کیا ہے؟ ایک ادنیٰ سا کرشمہ قدرتِ حق کا گنہ سے توبہ کر، طالب ہو ظالم رحمتِ حق کا
اگر تو آخری ساعت پہ بھی انسان ہو جائے تو شاید حشر میں مشکل تری آسان ہو جائے
یہ سن کر اس لعین نے دھندلی دھندلی اک نظر ڈالی نظر آئی اسے وادی قریشی فوج سے خالی
بس اپنے پیکرِ حسرت کا منہ تکنے لگا کافر کراہا، چیخ ماری، گالیاں بکنے لگا کافر
شرافت کا نہ پایا کچھ اثر جب اس کمینے پر مجاہد نے سنبھالی تیغ بیٹھا چڑھ کے سینے پر
کہا بوجہل نے اے بکریوں کے پالنے والے میں زخمی ہو کے بےشک پڑ گیا ہوں اب ترے پالے
ذرا گردن بچا کر کاٹنا سر باز سر میرا رہا ہے عمر بھر دنیا میں سر افراز سر میرا
کہ جس کو دیکھنے والے کہیں سردار کا سر ہے بڑے اک گردن افراز و سپہ سالار کا سر ہے[1]
مجاہد مسکرایا اور اس خودسر کا سر کاٹا بڑے اظلم بڑے اخبث بڑے اکفر کا سر کاٹا

---

[1] ابوجہل بولا: اے بکریوں کے چرواہے فخر کر کہ تو بڑی اونچی جگہ بیٹھا ہے۔ میری وصیت سن کر میرا سر کاٹے۔ تو کندھوں کے قریب سے کاٹیو تاکہ گردن بڑی معلوم ہو اور ہر شخص دیکھتے ہی سمجھ جائے کہ کسی بڑے سردار کی گردن ہے (دیکھو طبری)

marfat.com

چلا شاہِ دو عالم کی طرف دشمن کا سر لے کر
برائے نذر نخلِ فتح و نصرت کا ثمر لے کر

فتح کے بعد آنحضرتؐ اور غازیوں کی مصروفیات

خدا کے فضل سے حاصل ہوئی یہ فتح فیروزی
لگی ہونے مجاہد زخمیوں کی زخم اندوزی
اسیروں کی حفاظت کے لئے سامان فرما کر
نماز[۱ه] اپنے شہیدوں کی پیمبرؐ نے پڑھی آکر
ہوا یہ انتظام اب حسبِ فرمانِ رسول اللہ
ہوئی تکمیل تدفینِ فدایانِ رسول اللہ
دعا فرما کے ان سب کو گنہ سے پاک فرمایا
شہادت پانے والوں کو سپردِ خاک فرمایا
ملی اس جنگ میں جن کو شہادت کی علمداری
تھے[۲ه] ان بخت آوروں میں چھ مہاجر آٹھ انصاری
سرِ مقتل ہوئی گنتی جو مقتولانِ دشمن کی
تو ستر سرنگوں لاشیں تھیں سرفرازانِ[۳ه] دشمن کی
ہوا ارشاد ان کی پردہ[۴ه] پوشی بھی ضروری ہے
کھلے میداں میں لاشے چھوڑ جانا بے شعوری ہے

[۱ه] شہدا پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور ان خون آلودہ کپڑوں میں جنہیں وہ پہنے ہوئے تھے دفن کئے گئے (الاسلام حصہ اول)

[۲ه] خاتمہ جنگ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف ۱۴ شخصوں نے شہادت پائی جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے (سیرت النبی)

[۳ه] تقریباً ستر آدمی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے (سیرت النبی)

[۴ه] لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جہاں کوئی لاش نظر آتی تھی۔ آپ اس کو زمین میں دفن کرا دیتے تھے (روض الانف)

صحابہؓ پر اگرچہ انتہائی ضعف طاری تھا   مگر ارشادِ پیغمبرؐ انہیں ارشادِ باری تھا
پڑی تھیں جابجا میدانِ گیر و دار میں لاشیں   اٹھائیں اور سُلائیں اک کشادہ غار میں لاشیں[1]

مشرکین کی لاشوں سے آنحضرتؐ کا خطاب[2]

ہُوئی معمور جب مشرکوں سے بدر کی وادی   کنارِ غار استادہ ہُوا اسلام کا ہادیؐ
مخاطب کر کے ہر مقتول کو حضرتؐ نے فرمایا   کہ ہم سے حق نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے حق پایا

---

[1] اس موقع پر کُشتوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے ایک ایک کا الگ الگ دفن کرنا مشکل تھا۔ ایک وسیع کنواں تھا (عربی میں لفظ قلیب ہے مصنف) لاشیں آپؐ نے اس میں ڈلوا دیں۔ لیکن امیہ کی لاش پھول کر اس قابل نہ رہی تھی کہ جگہ سے ہٹائی جائے۔ اس لئے وہیں خاک میں دبا دی گئی (سیرت النبیؐ)

[2] واپسی سے قبل آپ اس گڑھے کے قریب تشریف لے گئے جس میں رؤسائے قریش دفن کئے گئے تھے اور پھر ان میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارا اور فرمایا هل وجدتم ما وعدکم اللہ حقاً فانی وجدت ما وعدنی اللہ حقاً یعنی کیا تم نے اس وعدے کو حق پایا جو خدا نے میرے ذریعے تم سے کیا تھا تحقیق میں نے تو اس وعدے کو حق پا لیا ہے جو خدا نے مجھ سے کیا تھا۔ نیز فرمایا یا اهل القلیب بئس عشیرة النبی کنتم لنبیکم کذبتمونی وصدقنی الناس واخرجتمونی وآوانی الناس وقاتلتمونی ونصرنی الناس (طبری بحوالہ خاتم النبیین) یعنی اے اہلِ قلیب تم اپنے نبی کے بہت بُرے رشتہ دار بنے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور دوسروں نے میری تصدیق کی تم نے مجھے میرے وطن سے نکالا اور دوسروں نے مجھے پناہ دی تم نے میرے ساتھ قتال کیا اور دوسروں نے میری نصرت کی (دیکھو صحیح مسلم اور بخاری)

کہو اے عتبہ، اے بوجہل، اے شوکت کے متوالو ۔۔۔ جو تم پر عہد تھا اللہ کا اس پر نظر ڈالو
بتاؤ غارو والو، آج تو تم کو یقیں آیا ۔۔۔ وعیدِ حق کا پایا تم نے ایفا یا نہیں پایا
نبیؐ کی قوم تھے تم سب مگر انساں کی ضد تھے ۔۔۔ کہ از آغاز تا انجام شیطاں کے مؤید تھے
مری تصدیق کی لوگوں نے پر تکذیب کی تم نے ۔۔۔ خدا کی بہتریں تعمیر کی تخریب کی تم نے
نکالا تم نے گھر سے مجھ کو اوروں نے اقامت دی ۔۔۔ اٹھے تم قتل و غارت کو مگر اوروں نے نصرت دی
ہوئے حائل تمہیں راہِ فلاحِ آدمیت میں ۔۔۔ بتاؤ کیا کہو گے پیشِ حق اپنی بہیمیت میں
خطاب اس طرح مقتولوں سے جب حضرتؐ نے فرمایا ۔۔۔ صحابہؓ کے دلوں میں اک تحیر سا امڈ آیا
کہا[1] جن کو حضور آواز دیتے ہیں وہ مردہ ہیں ۔۔۔ بھلا اب کس کی سنتے ہیں اجل کے زخم خوردہ ہیں
ہوا ارشاد زندوں سے زیادہ سن رہے ہیں یہ ۔۔۔ برائی کے برے انجام پر سر دھن رہے ہیں یہ
مآلِ کار پر ہے انتہائی اضطراب ان کو ۔۔۔ مگر حاصل نہیں ہے آج مقدورِ جواب ان کو

بعدِ فتح غازیانِ اسلام کی حالتِ قلب

نمازِ عصر کا وقت آگیا اِن کامرانوں میں ۔۔۔ ہوا بیتاب ذوقِ بندگی اللہ کے بندوں میں

---

[1] حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو اب مردے ہیں وہ کیا سنیں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میری بات وہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں۔ مگر ان کو مقدورِ جواب نہیں (دیکھو طبری وغیرہ)

فضا میں گونج اٹھی پھر صدا اللہ اکبر کی
ہوئی رُوحِ حقیقی جلوہ گر دینِ پیمبر کی
وضو کر کے صفیں میداں میں باندھیں شان والوں نے
خدا کے سامنے سر رکھ دیئے ایمان والوں نے
سُنے نغماتِ شکرانِ فتحمندوں کی زبانوں سے
اُتر آئے فرشتے لے کے رحمت آسمانوں سے
تعجب خیز تھا یہ ربط و ضبط انسان فانی کا
چڑھا ہرگز نہ اِس اُمت کو نشہ کامرانی کا
یہ پہلی فتح تھی انسان کی شیطان کے اُوپر
کہ بعدِ فتح قائم تھا بشر ایمان کے اُوپر
بشر یہ بھی تھے لیکن قلب ان کے شر سے خالی تھے
مقاصد تھے بلند اِن کے ارادے اِن کے عالی تھے
نہ تھی راہِ خدا میں خواہشِ نام و نمودِ اِن کو
پئے حُبِّ نبیؐ مقصود تھی نفیِ وجودِ اِن کو
جب آئے تھے تو کمزور اور نہتے اور تھوڑے تھے
نہ ان کے ساتھ خیمے تھے نہ ان کے ساتھ گھوڑے تھے
نہ اِن کی پشت پر تھی کوئی بھی امدادِ انسانی
نہ کھانے کے لئے روٹی نہ پینے کے لئے پانی
میسّر کچھ نہ تھا سامان و ساز و برگ سے ان کو
اِسی حالت میں ٹکرانا تھا سیلِ مرگ سے ان کو
ہنکا لائی تھی آزادی ہلاکت کی طرف اِن کو
کہ سینے تان کر ہونا تھا تیروں کا ہدف اِن کو
اُمڈ آئی تھی جب تیغوں کی موجِ تند و تیز اِن پر
بہر سُو اپنے ہاتھوں بند تھی راہِ گریز ان پر
اِنہیں اس وقت بھی اللہ پر ایمانِ کامل تھا
اِنہیں قرآں کے وعدے پر اطمینان کامل تھا[ف]

[ف] وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ـ پ۔ البقرہ۔ ع۔ ۱۵۴

وہی وعدہ جسے اصلِ اصولِ زندگی کہیے
حیاتِ نوعِ انساں کے لئے پائندگی کہیے

مجاہد کے لئے دنیا و دیں کی سرفرازی ہے
کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہ جائے تو غازی ہے

یہی ذوقِ یقیں باعث تھا ان کی استقامت کا
قدومِ استقامت ہی پہ سر خم ہے کرامت کا

یہی وہ تھے میسر تھی جنہیں اب فتح و نصرت بھی
مہیا تھے سلاحِ جنگ بھی مالِ غنیمت بھی

جوانمردی سے حملہ آوروں پہ فتح پائی تھی
سرِ میداں دیا تھا امتحاں جرأت دکھائی تھی

بڑی جرأت سے حاصل کر چکے تھے ہمتوں والے
کمانیں تیر زرہیں گرز ڈھالیں برچھیاں بھالے

خیام اور بارگاہیں اونٹ گھوڑے ڈھول نقارے
رسد کی خرجیاں بالکل نئے کپڑوں کے پشتارے

سبھی کچھ آج حاصل ہو گیا تھا سرفروشوں کو
یہ روزِ فتح کا تحفہ ملا تھا دلق پوشوں کو

مگر اس فتح پہ ہرگز نہ تھا عجب اور ناز ان کو
کہ نازِ قربِ حق نے کر دیا تھا بے نیاز ان کو

نہ اتراتے تھے جرأت پر نہ اپنے زورِ بازو پر
خوشی تولی ہوئی تھی شکرِ خالق کے ترازو پر

زمین و آسماں جن و ملائک سخت حیراں تھے
کہ یہ اللہ کے بندے نئی فطرت کے انساں تھے

انہیں اب بھی نہ خنجر پر نہ بھالے پر بھروسہ تھا
خدا پر اور اپنے کملی والے پر بھروسہ تھا

سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کا احسان ہے سارا
دکھایا جس نے قدرت اور صداقت کا یہ نظارا

یہی اک جذبۂ صادق تھا باعث انکی شادی کا
کہ دیکھا معجزہ تعمیلِ ارشاداتِ ہادی کا

marfat.com

خدا کے پاک بندے تھے خودی کا دم نہ بھرتے تھے
محمد اور محمدؐ کے خدا کا شکر کرتے تھے

بدر سے غازیانِ اسلام کی واپسی

اُدھر باطل گریزاں تھا، اِدھر حق شاد و فرحاں تھا
یہ دن ارشادِ قرآں کے مطابق یومِ فرقاں تھا[1]

سوارِ صبح دوڑا جا رہا تھا شام کی جانب
کہ ہر آغاز کا اقدام ہے انجام کی جانب

مگر اس وقت بھی مشغول تھے اللہ کے غازی
سفر در پیش تھا اس قافلے کو بعدِ سربازی

نمازِ عصر پڑھ کر ہو گئی چلنے کی تیاری
مدینے کو بڑھی موجِ نویدِ نصرتِ باری[2]

ثنا کرتی ہوئی اللہ کے اکرام و احساں کی
سوادِ بدر سے لوٹی جماعت اہلِ ایماں کی

بچشمِ نم شہیدانِ محبت سے جدا ہو کر
چلے بندے خدا کے ہم رکابِ مصطفٰےؐ ہو کر

نہ اتراتے ہوئے آئے، نہ اِتراتے ہوئے لوٹے
سپاس و شکر کا اظہار فرماتے ہوئے لوٹے

نہ غرّہ تھا اسیروں پر، نہ سامانِ غنیمت پر
یہ نازاں تھے فقط اسلام ہی کی قدر و قیمت پر

تھا دل اس شکر سے معمورانِ عالی مقاموں کا
کہ حق نے امتحاں فرما لیا اپنے غلاموں کا

---

[1] (دیکھو سیرت النبیؐ صفحہ ۳۲۳)

[2] بعض کا قول ہے کہ اُسی روز اور بعض کہتے ہیں کہ تین دن یہیں قیام فرما کر آنحضرتؐ مدینے کی طرف لوٹے مگر کثرت اس طرف ہے کہ آپ نے تدفین کے بعد یہاں سے تین میل پر منزل کی۔ (مصنف)

واپسی کی پہلی منزل

بالآخر کاروانِ روز پہنچا شب کی منزل پر
لگا دی آسماں نے کشتیٔ خورشید ساحل پر
کیا تھا کام دِن بھر تھک گیا تھا آفتاب آخر
نہ لایا غازیوں کے جوشِ بیداری کی تاب آخر
رسول اللہ کے رُوئے منوّر پر نظر ڈالی
تبسم دیکھ کر آرام کرنے کی رضا پالی
جھکایا نیّرِ اعظم نے سر تعظیم کی خاطر
شرف اس کو ملا تھا احمدِ بے میم کی خاطر
مُصِر پاکر سفر پر لشکرِ محبوبِ داور کو
شفق نے لے لیا آغوش میں خُورشیدِ خاور کو
جبینِ شام پر سُرخی ندامت کی جو لہرائی
رسُولِ پاک نے بھی اب قیامِ شب کی ٹھہرائی
ہوا ارشاد ہاں اب وقت ہے آرام لینے کا
خدا کی بخششِ خواب و سکوں سے کام لینے کا
کیا فرمانِ ہادیؐ پر قیام[1] ان سربلندوں نے
ادا کی مِل کے مغرب کی نماز اللہ کے بندوں نے
مہیا جو ہُوا نعمت سمجھ کر شُکر سے کھایا
عشا کے بعد حزبُ اللہ نے آرام فرمایا
فلک سے چاند تارے نُور کی بارش لگے کرنے
لگی موجِ ہوا اِن کی ہوا خواہی کا دم بھرنے
ملائک کی جماعت آج پہرے دار تھی ان کی
یہ محوِ خواب تھے قسمت مگر بیدار تھی ان کی

---

[1] بدر سے ہٹ کر تین میل پر یہ مقام اثیل ہے۔ متعدد روایات کی رُو سے آپ نے واپسی پر وہاں تین دن رات قیام فرمایا تھا۔

باب دوم

جنگِ بَدر اور جنگِ اُحُد کا درمیانی وقفہ

مکّے اور مدینے کے حالات

مُنافقین اور یہُود کی شرارتیں

مجاہد بدر کی جانب چلے تھے جب مدینے سے   مُنافق اور یہُود ان کو یہی کہتے تھے کینے سے
نہ جاؤ جنگ کو اس بے سر و سامان حالت سے   نہ ٹکراؤ عبث شمشیرِ قرشی کی اُصالت سے
نہیں کوئی حریف اہلِ عرب میں اُن کی طاقت کا   مقابل ان سے ہونا کام ہے پُوری حماقت کا

marfat.com

یہ تم دو تین سو افراد بے ہتھیار ناکارے فنونِ جنگ سے عاری فلاکت آشنا سارے
محمد لے چلے ہیں بیوقوف تم کو پھسلا کر نہ دیکھو گے کبھی مُنہ بال بچوں کا یہاں آکر
قریشی پہلواں تم کو کبھی جیتا نہ چھوڑیں گے تمہارے ایک اک سردار کا سر خوب توڑیں گے
بنائیں اس طرح کی سینکڑوں باتیں یہُوداوں نے سُنا سب کچھ مگر چُپ سادھ لی اللہ والوں نے

مدینہ میں مسلمانوں کی حالت

مدینے سے چلے تھے جب مجاہد بدر کی جانب تو مائل تھے مسلمانوں کے دشمن فتنہ کی جانب
رسُول اللہ کو معلوم تھی ان کی دغا بازی کیا تھا آپ نے یُوں سدِّ بابِ فتنہ اندازی
کہ چند اصحاب چھوڑے تھے مدینے کی حفاظت کو نظر میں تاکہ رکھیں دشمنوں کی نقل و حرکت کو
یہ غَیبت میں ستائیں گے غریبوں اور ضعیفوں کو شرارت سے پریشانی میں ڈالیں گے شریفوں کو

لہ مدینے سے نکلتے ہُوئے آپ نے حضرت عبداللہ رضؓ بن ام کلثوم کو امام نماز بنا کر چھوڑا تھا۔ پھر راستے میں مقام رُوحا سے جو مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے یہود اور منافقین کے فتنے کے خیال سے حضرت ابو لبابہ بن منذر کو مدینے کا امیر بنا کر واپس بھیج دیا تاکہ مدینے میں امن قائم رکھیں۔ مدینہ کی بالائی آبادی یعنی قبا کے لئے آپ نے عاصم بن عدی کو الگ امیر مقرر کر دیا تھا۔ (ابن ہشام و ابن اثیر)

بہت[1] بیمار تھیں اس دم رسول اللہ کی دخترؓ
رقیہؓ نام تھا عثمانؓ اس بی بی کے تھے شوہر
یہاں بیمار کی تیمارداری بھی ضروری تھی
وہاں تعمیلِ ارشاداتِ باری بھی ضروری تھی
محبت نے ادائے فرض کا رشتہ نہ توڑا تھا
پئے تیمارداری اس جگہ عثمانؓ کو چھوڑا تھا
مجاہد بدر میں آسودہ تھے تیغوں کی چھاؤں میں
مدینے کے مسلماں کاٹتے تھے دن دعاؤں میں

منافقین اور یہودِ مدینہ کی طنز آمیز افواہیں

منافق اور یہود اِن فکرمندوں کو ستاتے تھے
قریشی فوج کے غلبے کی افواہیں سناتے تھے
کہا کرتے تھے قریشی فوج سب کو مار ڈالے گی
زمینِ بدر منہ کھولے گی بیچاروں کو کھا لے گی
پیمبر نے کیا برباد اِتنے خاندانوں کو
بچا لاتے ہیں دیکھیں کس طرح ان چند جانوں کو
نہتے لڑ سکیں گے کس طرح کمزور بیچارے
ہمیں افسوس ہے بے فائدہ مارے گئے سارے
یہود اور بت پرست ایسی ہی باتیں کہتے رہتے تھے
مسلماں ضبط و خاموشی سے سنتے اور سہتے تھے

---

[1] آنحضرتؐ کے خروجِ بدر سے پہلے آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ چیچک میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ حالت بہت نازک تھی۔ اس لئے تیمارداری کے لئے آپؐ نے ان کے شوہر جناب عثمانؓ ابن عفانؓ کو مدینے میں چھوڑ دیا تھا۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

حضرت رقیہؓ کی وفات کا دن

خبر کوئی نہ آئی تھی بڑھا فکر و ملال آخر
ہوا اک دن رقیہؓ سیدہ کا انتقال آخر
دعا کرتی ہوئی حق سے رسول اللہ کی بیٹی
پدرؐ کی واپسی سے پیشتر تربت میں جا لیٹی
جنابِ حضرتِ عثمانؓ بہت افسردہ خاطر تھے
حیا مانع تھی رونے سے مگر آزردہ خاطر تھے
بچھڑ کر رہ گئے تھے جس کی خاطر فوجِ ملت سے
جدائی ہو گئی تھی آج اسی پاکیزہ سیرت سے
سہے تھے اس عفیفہ نے بہت دکھ دین کی خاطر
مدینے کے مسلماں جمع تھے تدفین کی خاطر
نبیؐ کے جلد واپس لوٹ آنے کی تمنا تھی
یہ حسرت باوجودِ ضبط چہروں سے ہویدا تھی
یہود اور بت پرست اس وقت بھی انکو ستاتے تھے
کہ دلسوزی کے پردے میں وہی باتیں بناتے تھے

فتح کی خوشخبری

یہ عالم[2] تھا کہ دیکھا اک شتر اسوار آتا ہے
کھڑا ہو ہو کے رستے میں کوئی مژدہ سناتا ہے

---

[1] دیکھو تاریخ الخمیس۔

[2] حضرت رقیہؓ کو اللہ جل شانہ نے اپنے جوارِ رحمت میں لے لیا تھا۔ وہ دفن ہو رہی تھیں اور مسلمان قبر پر مٹی برابر کر رہے تھے کہ فتح بدر کی خبر آئی۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

مسلمانوں کے بچے بچیاں ہیں جمع گرد اس کے
خدا کا فضل اور فتحِ مبیں لب پر ہیں ورد اس کے
قریب آکر نظر آیا جنابِ زیدؓ کا چہرا[1]
وہ چہرا جس پہ تھا لطفِ خدائے پاک کا سہرا
وہی زیدؓ ابنِ حارث خادمِ خاصِ رسول اللہ
غلامِ زرخریدِ حسن و اخلاصِ رسول اللہ
ہمیشہ مستعد رہتے تھے جو خدمت گذاری میں
نبیؐ کا ناقہ قصویٰ تھا آج ان کی سواری میں
یہاں تعمیلِ احکاماتِ ہادیؐ کرنے آئے تھے
نویدِ فتح و نصرت کی منادی کرنے آئے تھے
صدا دیتے تھے لوگو شکر خالق کا بجا لاؤ
قریشی فوج کے حملے سے تم ہرگز نہ گھبراؤ
خدائے پاک نے دی ظلم کی پاداش دشمن کو
ہوئی ہے بدر کے اندر شکستِ فاش دشمن کو
سپہ سالار بھی مارا گیا سردار بھی اُن کے
نہ قائم رہ سکے پیدل بھی اور اسوار بھی اُن کے
ابوجہل و ابوکرش و اُمیہ اور زمعہ بھی
ولید و عاص بھی بوالبختری بھی اور منبہ بھی
وہ سب کے سب جو تھے ہر کارِ نیک انجام کے دشمن
رسول اللہ کے اللہ کے اسلام کے دشمن
وہ سب کے سب جو لشکر لے کے آئے تھے مدینے پر
خدا نے موت کو ترجیح دی ہے اُن کے جینے پر
ربیعہ کے پسر مارے گئے اِک آن کے اندر
ہوئے مقتول سارے کینہ ور میدان کے اندر

---

[1] بدر سے واپسی کے وقت آنحضرت صلعم نے زیدؓ بن حارثؓ کو مدینہ کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ آگے جا کر اہل مدینہ کو فتح کی خوشخبری پہنچادیں (خاتم النبیینؐ)

بہت سے آدمی پکڑے گئے ہیں فوجِ شیطاں کے
غنیمت میں ذخیرے حق نے بخشے ساز و ساماں کے

اَلَا یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَار یہ دِن ہے مُسرّت کا
عِنایت ہے نبیؐ کی اور احسان ربِّ عزت کا

کوئی دِن اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا سعادت کا
کہ چودہ خوش نصیبوں کو ملا رُتبہ شہادت کا

دکھا کر سرفروشی جیت کر ایمان کی بازی
مدینے کی طرف واپس ہوئے ہیں تیغ غازی

خدا رکھے سلامت ہے ہمارا کملی والا بھی
اُسی کے دم سے ہے یہ نُصرتِ باری تعالیٰ بھی

نوید اے طالبانِ دیدِ حق مطلوب آتا ہے
مدینے کی طرف اللہ کا محبوبؐ آتا ہے

فتح کی خبر پر منافقین و یہود کی رائے زنی

مسلمانوں کے خُفتہ بخت اس آواز سے جاگے
جنابِ زیدؓ یہ مژدہ سُنا کر بڑھ گئے آگے

مگر جو غیر مسلم تھے لگے اب اور بھی ہنسنے
سُنی جب زیدؓ کی آواز آوازے لگے کسنے

کوئی بولا "پیامِ زیدؓ کیا اچھی کہانی ہے
حقیقت کچھ نہیں لیکن زباں میں کیا روانی ہے"

کوئی بولا ارے یہ صاف بہکانے کی باتیں ہیں
صریحاً ایک فوجی چال ہے دھوکا ہے گھاتیں ہیں

مسلمانوں کی بازی بدر کے میداں میں پٹ سمجھو
بیاں جو کچھ کیا ہے زیدؓ نے اس کا اُلٹ سمجھو

قریش ان کو عدم کا راستہ دکھلا چکے ہونگے
مسلماں سب کے سب میدان میں کام آ چکے ہونگے
یہی حشر ان کے صاحب کا ہمیں معلوم ہوتا ہے
کم از کم اس کہانی سے یہی مفہوم ہوتا ہے
یہ ناقہ جس کی ہے اچھی طرح پہچانتے ہیں ہم
بھگا لایا ہے اس کو زیدؓ سب کچھ جانتے ہیں ہم
کوئی پوچھے، سلامت ہے اگر اس قوم کا آقا
اکیلا لے کے آ سکتا تھا کیونکر زیدؓ یہ ناقا
غرض یہ ہے مدینے میں کہیں بلوہ نہ ہو جائے
مسلمانوں کی باقی ماندہ جمعیت نہ کھو جائے"
کوئی بولا نہیں ہم اس کو جھوٹا کہہ نہیں سکتے
یہ کہنے سے بھی لیکن باز ہرگز رہ نہیں سکتے
کہ اس پرہول نظّارے سے ہے خوف و ہراس اس کو
کیا ہے رنج و غم نے آج مخبوط الحواس اس کو
رفیقوں کی تباہی کا نگاہوں میں ہے نظّارا
نہیں خود بھی سمجھتا منہ سے کیا کہتا ہے بیچارا"

حضرت اسامہؓ ابن زیدؓ کا جوش

اِدھر تو ان خبیثوں کی زبانوں پر تھیں یہ باتیں
اُدھر ایمان والوں کے لبوں پر تھیں مناجاتیں
صداقت کیش تھے اپنے خدا پر تھا یقیں ان کو
بشاراتِ محمد مصطفےٰ پر تھا یقیں ان کو
جنابِ زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ تھے ابھی کمسن
اِنہیں اشرار کی باتوں پہ غصہ آگیا اس دن
یہ طنز آمیز فقرے سن کے شانِ فوجِ ملّت میں
اُٹھے، اُٹھ کر گئے اپنے پدر کے پاس خلوت میں

کہا میں جانتا ہوں صدق ہے جو آپ کہتے ہیں　　مگر اشرارِ یثرب اس طرح اے باپ کہتے ہیں
کہا جانِ پدر! مسلم کبھی بزدل نہیں ہوتا　　اگر کچھ ایسی ویسی بات ہوتی یہ سدہ میں ہوتا
بھلا راہِ شہادت کو مجاہد چھوڑ سکتا ہے　　حواس و ہوش کھو کر موت سے مُنہ موڑ سکتا ہے
ابھی یہ لوگ دیکھیں گے کہ میری بات سچّی ہے　　رسُول اللہ سچّے ہیں خدا کی ذات سچّی ہے
اُسامہؓ مطمئن ہو کر بڑھے اشرار کی جانب　　جہاں پُرنور تھا ان کا اُسی بازار کی جانب
پکارے اے یہود اے بُت پرستو کچھ تو شرماؤ　　تمہارا جھوٹ ظاہر ہو چکا ہے اب تو باز آؤ
ابھی دو چار ساعت میں رسُول اللہ آتے ہیں　　مزا اس فتنہ انگیزی کا تم سب کو چکھاتے ہیں
نظر آئیں گے دن کے وقت زیرِ آسماں تارے　　تو جھک جائیں گی یہ بے نور آنکھیں شرم کے مارے
یہ سُن کر فتنہ پرور مُنہ اسامہؓ کا لگے تکنے　　لگے تھے بدزباں اب اور بھی کچھ ناروا بکنے
کہ اتنے میں صدا آنے لگی اللہُ اکبر کی　　سواری آگئی تھی ارضِ رُوحا تک پیمبرؐ کی
اُٹھے جب اس طرح نعرے خوشی کے اور تکبیریں　　دلِ اشرار پر چلنے لگیں حسرت کی شمشیریں

یہ نادِم ہو کے دبکے کوئی تازہ چال کرنے کو
اُسامہؓ بڑھ گئے حضرت کا استقبال کرنے کو

رسُول اللہؐ اور غازیانِ اسلام کی مراجعت

نویدِ سرخوشی دے دی زمیں نے آسمانوں کو　　فرشتے لے اُڑے اللہ اکبر کی اذانوں کو
ہُوا جلوہ فگن طیبہ میں جب اسلام کا ہادیؐ　　منوّر ہو گئی شمسُ الضحیٰ کے نور سے وادی
صحابہؓ ہم عناں تھے صف بصفِ محبوبِ داور کے　　شعاعیں گرد تھیں چاروں طرف خورشیدِ خاور کے
عیاں تھا سب کے چہروں سے نشانِ فتح فیروزی　　سناتے تھے غنائم داستانِ فتح فیروزی
زمیں سے جب صدائے نعرہ ہائے مرحبا گونجی　　فلک سے بھی ندائے نغمۂ صلِّ علیٰ گونجی
مبارک باد کی آنے لگیں پُرجوش آوازیں　　مئے حُبِّ رسُول اللہؐ سے مدہوش آوازیں
قریبِ شہر پا کر لشکرِ مردانِ عالم کو　　مسلماں ہر طرف سے بڑھ رہے تھے خیر مقدم کو
اُمڈ آیا ہجومِ اہلِ ایماں دید کی خاطر　　ہُوئی جاں بخش جو اُمّید اُسی اُمید کی خاطر

پیمبرؐ اس طرح داخل ہُوا اپنے مدینے میں
دمِ رفتہ پلٹ کر جس طرح آتا ہے سینے میں

محبت کی ہوائیں وجد میں آئیں شجر جھُومے　　جُھکی محرابِ مسجد، فرش نے بچھ کر قدم چُومے
فروکش ہو گئے مسجد میں آکر حضرتؐ والا　　صحابہؓ نے بنایا چاند کے چاروں طرف ہالا

marfat.com

مہاجر اور انصار آ کے بیٹھے سب حضوری میں   رہا کوئی نہ بُعد و قُرب خاکی اور نوری میں
بشر کی شانِ وحدت کے جو یہ جلوے نظر آئے   ستارے بھی مبارکباد دینے کو اُتر آئے

عمِّ نبیؐ حضرت عبّاس بطورِ اسیرِ جنگ

عشا پڑھ کر تھکے ماندوں کو وقت آرام کا آیا   اٹھا دن کا عمل شب نے کیا آفاق پر سایا
پئے آرام لیٹا کملی والا اک چٹائی پر   خدا کے فضل سے جس کو تصرف تھا خدائی پر
شہنشاہوں کا شاہنشاہ لیکن کس قدر سادہ   وہی تھا اس کا بستر اور وہی تھا اس کا سجادہ
وہ لیٹا دو گھڑی سونے کو لیکن نیند کیا آتی   کہ تھی رہ رہ کے مسجد میں وہی سی اک صدا آتی
تھے مسجد کے قریں عمِّ نبیؐ عباس اک گھر میں   بندھی تھیں ان کی مشکیں اور شانہ درد تھا [illegible]
اگرچہ جنگ میں عباسؓ آئے تھے بمجبوری   رسول اللہ کو معلوم تھی ان کی یہ معذوری
اگرچہ دین و ملت پر بہت احسان تھے اِن کے   بحالِ کفر یہ احسان عالی شان تھے ان کے
مگر کفار کے حملے میں شرکت تھی خطا کاری   ہوئی تھی جنگ کے میدان میں اُن کی گرفتاری
چچا تھے اور کی تھی دین کی خدمت گزاری بھی   مگر انصاف کو مشکل تھی اِن کی پاسداری بھی

---

[1] دیکھو سیرت النبیؐ

بندھے تھے، جس طرح سب دشمنِ اسلام قیدی تھے　　کہ یہ بھی دوسروں کے ساتھ ہی اِک عام قیدی تھے
کراہے دم بدم عباسؓ از درد و کرب کے مارے　　بندھے تھے دست و پا کروٹ نہ لے سکتے تھے بیچارے
رسُول اللہ کو بھی درد[1] تھا ان کی اذیّت سے　　کہ یہ خدمت کیا کرتے تھے پورے صدقِ نیّت سے
اُدھر وہ ہلکے ہلکے زیرِ لب اِک آہ کرتے تھے　　اِدھر بے چین ہو کر آپ ٹھنڈی سانس بھرتے تھے
صحابہؓ سو رہے تھے صحنِ مسجد میں تھکے ہارے　　رِدائے ماہ میں لپٹے ہوئے ہوں جس طرح تارے
نبیؐ نے کروٹیں بدلیں جو یوں بیتاب ہو ہو کر　　صحابہؓ جاگ اُٹھے خواب سے بے خواب ہو ہو کر
گذارش کی سبب کیا ہے حضور اس بے قراری کا　　مزاج اچھا تو ہے نامِ خُدا محبوبِ باری کا
کہا بے تابیٔ عبّاس ہے مجھ کو　　حقوقِ خدمتِ دیرینہ کا احساس ہے مجھ کو
وہ قید و بند کی تکلیف سے جب تلملاتا ہے　　تو اس کی خدمتِ حق کا زمانہ یاد آتا ہے
گذارش کی غلاموں نے اگر سرکار فرمائیں　　ابھی عمِّ نبیؐ کے بند ڈھیلے کر دیئے جائیں
کہا جب دُوسرے انساں بھی ہیں اس قید کے اندر　　کروں گا میں نہ ہرگز فرق عمرو زید کے اندر[2]

---

[1] غزوۂ بدر میں عباسؓ کافروں کی طرف تھے۔ اور مثل اور کافروں کے یہ بھی قید ہو کر آئے تھے۔ بندش سخت تھی جس سے یہ کراہتے تھے اور ان کے کراہنے سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چینی ہوتی تھی۔ (زرقانی)

[2] (دیکھو زرقانی حالاتِ عباسؓ بن عبدُالمطلب)

جھکایا سر، یہ منشائے نبیؐ پا کر صحابہؓ نے
کمندیں نرم کیں ہر ایک کی جا کر صحابہؓ نے
اسیروں نے جو قیدِ سخت سے یوں مخلصی پائی
تو چشمِ دردمندِ دردمنداں میں بھی نیند آئی

مکے میں شکست کی خبر

یہاں کا حال دیکھا اب وہاں کا رنگ بھی دیکھیں
ذرا چل کر شکستِ بانیانِ جنگ بھی دیکھیں
نہ تھا باطل کے دل میں وہم تک اپنی خرابی کا
ہمہ تن شہرِ مکہ منتظر تھا فتح یابی کا
بہت غرہ تھا سازِ جنگ پر جنگی لیاقت پر
یقیں رکھتے تھے اپنی فوج کی تعداد و طاقت پر
بہت عاجز سمجھتے تھے محمدؐ کے غلاموں کو
وطن سے کر چکے تھے بے وطن عالی مقاموں کو
انہیں پورا یقیں تھا فوج فاتح بن کے آئے گی
مسلمانوں کے سر، مالِ غنیمت ساتھ لائے گی
نویدِ فتح مندی کا تھا ایسا اعتبار ان کو
کہ گھر میں بیٹھے رہنے پر نہ آتا تھا قرار ان کو
جما کر خون کے منظر خیالوں اور نگاہوں میں
نکل کر بیٹھ جاتے تھے بسا اوقات راہوں میں
سحر میں ایک دن صفوان و اہلِ مکہ بھی اکثر
اسی امید پر بیٹھے ہوئے تھے شہر سے باہر
نظر آیا کہ بھاگم بھاگ اک انسان آتا ہے
سراسیمہ، ہراساں اور بے سامان آتا ہے
نہیں تھی مشرکی سدھ بدھ نہ پیچھا تھا نہ آگا تھا
مسلمانوں سے لڑ کر بدر کے میدان سے بھاگا تھا

سماتا تھا نہ اس کے پیٹ میں غم ہول کے مارے   زباں پر اُس کے تھا "مارے گئے مارے گئے سارے"
یہ اِک مردِ خزاعی[1] تھا اسے لوگوں نے پہچانا   کسی نے راستے میں اس کو لُوٹا ہے یہ گردانا
کہا اَے مردِ سودائی یہ کیسی دُھن سمائی ہے   کہ یُوں "مارے گئے مارے گئے" کی رَٹ لگائی ہے
وہ بولا واقعی "مارے گئے مارے گئے سارے"   یہ بولے کون؟ وہ بولا "سبھی سردار بیچارے"
یہ اَب بھی کچھ نہ سمجھے اور پُوچھا تُو نے کیا دیکھا   وہ بولا کچھ نہیں بس بھاگ آنے میں مزا دیکھا
یہ سمجھے قتل ہو جانے سے پہلے بھاگ آیا ہے   بڑا بُزدِل ہے دِل میں موت کا خطرہ سمایا ہے
کہا مارے گئے جو لوگ ان کا نام تو لینا   وہ بولا میں بتاتا ہُوں، مجھے پانی ذرا دینا
پِلا پانی تو اِس بھاگے ہُوئے کے دَم میں دَم آیا   توانائی جو پائی پھر اِسی صُورت سے چِلّایا
اجی کُشتوں کے پُشتے لگ گئے اِک آن کے اندر   بڑے سردار سب مارے گئے میدان کے اندر
یہ سمجھے ذِکر کرتا ہے مُسلمانوں کے لشکر کا   صفایا ہو گیا اُس قوم کے ہر ایک افسر کا
کہا اچّھا ہُوا مارے گئے، تُم ہوش میں آؤ   جو مارے جا چکے تھے ہم کو سب کے نام بتلاؤ
وہ بولا، کیا کہا اچھا ہُوا مرنا بزرگوں کا   تمہیں تو آج ماتم چاہیے کرنا بزرگوں کا

---

[1] شکست خوردہ مشرکین میں سے حَیسمان خُزاعی سب سے پہلے مکے پہنچا۔ لوگوں نے پوچھا۔ لڑائی کا کیا انجام ہُوا۔ وہ نہایت پریشانی سے گھبرا کر کہنے لگا۔ سب مارے گئے۔ (خاتم المرسلین)

rnarfat.com

بہت روئے گی قرشی قوم اُن عالی نژادوں کو
جو لے جاتے تھے میداں میں سواروں کو پیادوں کو
سِپہ سالار عُتبہ، بوالحکم، بوکرش اور شیبہ
ولید و عاص، اُمیّہ بن خلف، بوبختری، زمعہ
سبھی مارے گئے اسود کے اور حجّاج کے بیٹے
ہُبل کے نام پر قربان ہوئے تقدیر کے بیٹے

صفوان بن اُمیّہ کا شکّ و شبہ

ہنسا[1] یہ سُن کے صفوان اور بولا طرفہ مضموں ہے
یہ اپنے ہوش میں ہرگز نہیں پاگل ہے مجنوں ہے
لیا ہے نام اس کمبخت نے ان پختہ کاروں کا
جو تنہا جنگ میں مُنہ پھیر دیتے ہیں ہزاروں کا
بھلا اس سے مری نسبت تو پوچھو کیا بتاتا ہے
مجھے پہچانتا ہے یا سُنائی ہی سُناتا ہے
کہا اچھا بتا صفوان کو کس حال میں دیکھا
وہ بھاگ آیا کہ اس کو موت ہی کے جال میں دیکھا
وہ بولا "خوب، گویا تم مجھے مجنوں سمجھتے ہو
مرے سچّے بیاں کو اور ہی مضموں سمجھتے ہو
یہ کیا بیٹھا ہوا ہے سامنے صفوان بیچارا
مسلمانوں نے جس کے بھائی کو اور باپ کو مارا

---

[1] مقتولین کے شمار میں ایسے ایسے معزّزین قریش کے نام جو لیے گئے تو صفوان بن اُمیّہ نے کہا اس کی عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ بھلا میری نسبت تو پوچھو، دیکھو کیا کہتا ہے۔ لوگوں نے صفوان کے متعلق پوچھا اس نے اشارہ کر کے کہا۔ وہ کیا سامنے صفوان بیٹھا ہے۔ (خاتم المرسلین)

یہ سُن کر اہلِ مکّہ بن گئے شیطان کے پُتلے ہزیمت پر یقیں لاتے تھے سامان کے پُتلے

شکستِ خوردہ مشرکین کی عام واپسی

مگر کچھ دیر میں بھاگے ہوئے کچھ اور بھی آئے اسی حالت میں آئے اور ایسی ہی خبر لائے
زبردستوں کے لاشے چھوڑ آئے زیردستوں میں ہوا کہرام برپا ہر طرف باطل پرستوں میں
پیاپے یہ بھی آملا اور وہ بھی آیا جو بدر سے بھاگے یہاں پر پھر گئے آ پہنچے کوئی پیچھے کوئی آگے
وہ زرہیں وہ نکیلے تیر اور ملبوساتِ فولادی وہ شمشیر افگنی وہ جوش وہ فن اور وہ استادی
وہ ڈھالیں اور تلواریں وہ تیر و نیزہ و خنجر کہ نکلے تھے بھروسہ کر کے جس سامان کے اوپر
وہ خیمے وہ شتر گھوڑے اور سامانِ رسد ان کا وہ [illegible] ظاہر کو تھا ہر دم آسرا جن کا
یہ سب دے کر بمشکل اپنی جانیں لے کے آئے تھے بسانِ دیدۂ تصویر [illegible] لائے تھے

مکّے میں کہرام

بہت مشغول تھے جشنِ ظفر میں ہزیمت کی خبر پہنچی مصیبت کو کوئی مانتا نہ تھا، وہ بلا پہنچی
ابھی تیاریاں تھیں جشنِ فتح و خیر مقدم کی ابھی اُٹھنے لگی ہر سُو [illegible] ماتم کی

گھروں سے مرد عورت بوڑھے بچے سب نکل آئے
عوام و خاص پکے اور کچے سب نکل آئے
اکٹھے ہو گئے اِک چوک میں سب چیخنے والے
پڑی پٹس، اُٹھے فریاد آہ و زاریاں نالے
ہزیمت خوردگاں نے ان کو سارا حال بتلایا
مگر یہ کیا ہوا، اُن کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا

شکست کی رُوداد اور بُولہب کی مایوسی

پکارا بُولہب۔ لوگو ذرا خاموش ہو جاؤ
تم آؤ اے ابُوسفیان ہمیں یہ بات سمجھاؤ
مجھے معلوم ہے تعداد میں وہ لوگ تھوڑے ہیں
نہ ان کے پاس تلواریں نہ اُن کے پاس گھوڑے ہیں
نہ اُن لوگوں کا امدادی ہے دنیا میں کہیں کوئی
سوائے حمزہ فنِ جنگ سے واقف نہیں کوئی
ہمیں جھک کر سلامیں کرتے رہتے تھے سرِ راہے
وہ حرب و ضرب کیا جانیں بھلا یثرب کے چرواہے
وہ کھیتی باڑی کرنا جانتے ہیں جنگ کیا جانیں
وہ سمجھیں بکریوں کا دُودھ خوں کا رنگ کیا جانیں
اُنہیں تو رات کے کھانے کو روٹی تک نہیں ملتی
ٹھہرنے کے لئے تنبو تنبوٹی تک نہیں ملتی
کہاں سے مل گئی آخر کمک میرے بھتیجے کو
کہ ایسا لشکرِ جرار پہنچا اس نتیجے کو
بتاؤ کون سی بجلی گری تیغ آزماؤں پر
کہ اس کا اِک خدا غالب ہوا اتنے خداؤں پر
فلک بھی کانپ جاتا تھا ہمارے سورماؤں سے
عرب کی خاک تھراتی تھی تلواروں کی چھاؤں سے

مجھے بتلاؤ تم میدان میں کس بات سے ہارے   قریشی فوج میں جنگ آزمودہ تھے جواں سارے
وہ سب مارے گئے پکڑے گئے یہ کیا ہوا آخر   طلسمی کارخانہ تو نہ تھا میدان تھا آخر

ماتم کرنے والوں کو ابوسفیان کی فہمائش

ابوسفیاں کہ بعد بولہب سردار تھا سب کا   بڑے لوگوں کے مرنے سے سپہ سالار تھا سب کا[1]
وہ اب ناچار اُٹھا اور بولا، اے بڑے بھائی!   ہمیں کیا ہو گیا تھا یہ سمجھ اب تک نہیں آئی
تمہارے اس بھتیجے نے کچھ ایسا کر دیا جادو[2]   زمیں پر پڑھ دیا افسوں ہوا میں بھر دیا جادو
ہوئی کایا پلٹ جیسے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں   نہتوں کے مقابل کچھ بھی کام آئیں نہ شمشیریں
مسلماں کچھ نہ تھے لیکن وہ سب کچھ ہو گئے اس دم   تھے ان کے ہاتھ وقتِ جنگ بھیڑوں کی طرح سے ہم

---

[1] بے شک روسازادے اب بھی قریش میں کافی موجود تھے اور وہ لوگ بھی تھے جو ریاست کی صفِ دوم میں شمار کئے جا سکتے تھے۔ مگر وہ بڑے سردار جو اسلام کے خلاف معاندانہ کارروائیوں کی روح رواں تھے۔ سب خاک میں مل گئے تھے۔ ابوسفیان رہ گیا تھا۔ بدر کے بعد اس کے سر قریش کی سرداری کا تاج رکھا گیا (ابن ہشام و طبری بحوالہ خاتم النبیینؐ)

عتبہ اور ابوجہل کی موت نے قریش کی ریاست عامہ کا تاج ابوسفیان کے سر پر رکھا جس سے دولتِ اُموی کا آغاز ہوا۔ لیکن قریش کے اصلی زور و طاقت کا معیار گھٹ گیا تھا۔ (سیرت النبیؐ)

[2] نقل کفر کفر نہ باشد۔ یہ مشرکین عرب کی عام ذہنیت کا نقشہ ہے۔ (مصنف)

مگر بے فائدہ اس وقت کا یہ رونا دھونا ہے | ہمیں پھر جنگ کرنے کے لیے تیار ہونا ہے
اگر ہم آج روئے اس سے وہ نقصان [illegible] گے | ہمیں بے بس سمجھ کر وہ یہاں بھی آن پہنچیں گے
ہنسیں گے مضحکہ ہم پر اڑائیں گے وہ جو روا ہے | مبادا اور کچھ اس سے زیادہ اُن کا جی چاہے
ہنسی اُن کی زیادہ تلخ ہوگی اس مصیبت سے | [illegible] کی اپنی قدر و قیمت ہے
قریشی تھا یہ چلانا ہم نہ ہے ماتم ملتوی کردو | [illegible] ہبل الاعلیٰ [illegible]
منادی شہر میں [illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
قسم ہے لات و عزیٰ کی میں لے کے چھوڑوں گا | مسلمانوں کا ارمان [illegible] خدا کا زور توڑوں گا

[illegible]

---

۱ [illegible] ابو سفیان [illegible]
[illegible]
[illegible]
کریں گے [illegible]

ہند جگر خوار کا غم و غصّہ

یہ سُن کر چھا گیا اس مجمع پر ایک سناٹا ہُوا معلوم باطل کو کہ رونے میں بھی ہے گھاٹا
ابوسفیان کی بیوی ہندؓ اُٹھی اور یوں بولی کہ خیر اب تو ہمارے ساتھ جو ہونی تھی وہ ہو لی
مرے باپ اور چچا اور بھائی کو حمزہؓ نے مارا ہے مرے فرزند کو بھی اجل کے گھاٹ اُتارا ہے
پیوں گی میں بھی اب اس کا لہو اور گوشت کھاؤں گی کلیجہ اور گُردے اپنے دانتوں سے چباؤں گی
نہیں لے کر گئے تم عورتوں کو جنگ کے اندر اسی باعث نہ ٹھہرے وقتِ نام و ننگ کے اندر
بوقتِ جنگ جب گانے والیاں بھی تم نے لٹا دیں تھرکنے دف بجانے والیاں بھی تم نے لٹوا دیں
اگر وہ ساتھ ہوتیں بھاگنے سے روکتیں تم کو تمہاری پیٹھ پھرتی دیکھتیں تو ٹوکتیں تم کو
چلو اب عورتیں بھی ساتھ ہی میدان میں جائیں گی بوقتِ جنگ اپنے شوہروں کا دل بڑھائیں گی
کیا ہے ترک اپنا بیٹھنا اُٹھنا آج سے میں نے قسم ہبلات کی کھا لی ہے قومی لاج سے میں نے
کروں گی جنگ کے سامان کی ہر وقت تیاری چلیں گی ساتھ میرے جنگ کے دن عورتیں ساری
مسلمانوں کے حق میں ڈائنیں بن جائیں گی ہم بھی عزیزوں دوستوں کا بدلہ لے کر آئیں گی ہم بھی

ۓ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی امیر معاویہ کی ماں ابوسفیان کی بیوی ہند جو جنگ اُحد کے بعد جگر خوار کے نام سے مشہور ہوئی

مکّے میں انتقامی جنگ کی تیاریاں

یہ تقریریں ہوئیں اور ہو گیا برخاست ہنگامہ
بڑھا پھر سُوئے گمراہی براہِ راست ہنگامہ
بھڑک اُٹھی دِلوں میں آندھی اب آگ کینے کی
نہیں سُوجھی سوائے جنگ کوئی راہ جینے کی
اگرچہ آپ خود چل کر گئے تھے قتل و غارت کو
مدینے کی طرف لوگوں کی تذلیل و حقارت کو
مگر جب مُنہ کی کھائی بدر میں باطل پرستوں نے
زبردستوں کے اُوپر فتح پائی زیر دستوں نے
تو اب لازم یہ تھا آنکھیں کُھلیں کچھ ہوش آ جائے
جہالت میں تو آیا، عقل میں بھی جوش آ جائے
سمجھ جائیں کہ اب کچھ اور ہے منشا مشیّت کا
خدا کو خاتمہ منظور ہے اِس بربریت کا
مگر یہ خود سر و خود بیں خُدا کو مانتے کب تھے!
سوا اپنے بتوں کے اَور کو گردانتے کب تھے!
خیال ان کا یہ تھا ہم جس کو چاہیں قتل کر ڈالیں
کسی کا خُون پی جائیں کسی کو ذبح کر ڈالیں
اُنہیں لازم ہے جن پر جا کے ہم تیغیں عَلَم کر دیں،
ہمارے سامنے آ کر سرِ تسلیم خم کر دیں
کسی کو حق نہیں حاصل کہ ہم کو ظلم پر ٹوکے
کرے اپنی حفاظت یا ہمارے وار کو روکے
ہماری قوم ہے نوعِ بشر سے افضل و بہتر
ہمیں ہیں سب سے اعلیٰ اَور دُنیا کمتر و کہتر
خودی اور خود پرستی بس یہ تھا مدت سے حال ان کا
کئی نسلوں سے پختہ ہو چکا تھا یہ خیال ان کا

عرب کے لوگ جب کعبے میں حج کرنے کو آتے تھے تو ان کے واسطے نذریں نیازیں ساتھ لاتے تھے
طفیلِ کعبہ ہوتا تھا زمانے میں ادب اِن کا جو کہہ دیتے تھے یہ بس مانتے تھے حکم سب اِن کا
تحکم اور تعدی کو یہ اپنا حق سمجھتے تھے کوئی روکے تو اس کو بر سرِ ناحق سمجھتے تھے
رسول اللہ سے تھی بس یہی وجہِ عناد اِن کو کہ ملتی تھی نہ اس بیداد کی حضرت سے داد اِن کو
ڈراتے تھے رسولِ پاک انہیں قہرِ الٰہی سے بدی سے باز آئیں تاکہ بچ جائیں تباہی سے
مگر حق دشمنی ہے ایک خاصہ فطرتِ بد کا تو ہر بدکار پھر دشمن نہ کیوں ہوتا محمدؐ کا

انتقام کی تدبیریں

مناہی ہو چکی تھی اب علی الاعلان رونے کی اجازت ہی نہیں دیتی تھی قومی آن رونے کی
بپاسِ شرم اگرچہ اہلِ مکہ رو نہ سکتے تھے لگی تھی آگ دل میں چین سے بھی سو نہ سکتے[1] تھے

---

[1] غیرت کی وجہ سے منادی کرادی کہ کوئی شخص رونے نہ پائے۔ اس لڑائی میں اسود کے تین لڑکے مارے گئے تھے۔ اس کا دل اُمڈ آتا تھا۔ لیکن قومی غیرت کے خیال سے رو نہ سکتا تھا۔ اتفاق یہ کہ ایک دن کسی طرف سے رونے کی آواز آئی۔ سمجھا قریش نے رونے کی اجازت دے دی ہے۔ غلام سے کہا۔ دیکھنا کون روتا ہے۔ کیا رونے کی اجازت ہو گئی۔ میرے سینے میں آگ لگ رہی ہے۔ جی کھول کر رو لوں تو تسکین ہو جائے۔ غلام نے آکر کہا۔ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اس کے لئے رو رہی ہے۔ (باقی بر صفحہ ۱۴۸)

ستم ہونا کھلا تابینا ہو گیا اک سر اسر اہرمن کا
کہ تھے ہر وہم پر خود رفتہ [illegible]

قریش اب جنگ کی ہر طرح تیاری لگے کرنے
لئے خوں انتقام پھر ہمدم خونخواری لگے کرنے

تجارت کے منافع سے خریدے اسلحے سب نے
کئے حاصل نئے ملبوس ہر مرکب اور مرکب بھی

قبائل کی طرف بھیجے گئے منّاد کے رقعے
کہ پھر اٹھنے کو تھا طوفان آتش بار مکے سے

ابولہب کی مرگ مایوسی

تھا ان میں بولہب اللہ کا سب سے بڑا دشمن
رسول اللہ کا مخالف اور کڑا دشمن
ہوا صدمہ کچھ ایسا بدر کی روداد سے اس کو
ندامت آئی اپنی حسرت برباد سے اس کو

(بقیہ صفحہ ۱۵۲) اسود کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکلے:-

اتبکی ان یضل لہا بعیر
ویمنعہا من النوم السہود
فلا تبکی علی بکر ولکن
علی بدر تقاصرت الجدود
فبکی ان بکیت علی عقیل
وبکی حارثاً اسد الاسود

اونٹ کے گم ہونے پر [illegible]
اس کو نیند نہیں آتی اونٹ پر مت
[illegible]
[illegible] عقیل پر
[illegible]
[illegible]

ہمیشہ[1] جس بھتیجے کو دیا کرتا تھا تاکیدیں غلام اس کے بروزِ جنگ دیں فتح و ظفر پائیں
سنا لوگوں کے منہ سے جب یہ حال اپنے بھتیجے کا نہ دیکھا جا سکا اس سے جلال اپنے بھتیجے کا
مسلمانوں کے بچ رہنے کا تھا رنج و الم اس کو جہنم میں اٹھا کر لے گیا آخر یہ غم اس کو
کسی طاعون نے مارا نہ قاتل روگ نے مارا اسے شیطان جی کی مرگِ ذہنی کے سوگ نے مارا

مدینہ میں قیدیانِ جنگ کا مسئلہ

اُدھر مکے میں تھی درکارِ خون و رنگ کی صورت اِدھر پیشِ نظر تھی قیدیانِ جنگ کی صورت
برائے انعقادِ مشورت فرمان ہوا جاری مؤدب ہو کے آ بیٹھے مہاجر اور انصاری
رسالت نے پڑھایا تھا سبق توحید کا جب سے یہ بندے اپنے اللہ کے سوا بے خوف تھے سب سے
زمانے کو سبق آموز تھا ایمان ان سب کا کہ سر خم تھا زباں شاکر تھی دل تھا مطمئن سب کا
سرِ توحید کو تحفِ تیغ و خنجر کر کے آئے تھے رہِ حق میں یہ پہلا معرکہ سر کر کے آئے تھے
مگر اس فتح پر کوئی نہ شورش تھی نہ ہنگامہ نہ کوئی ناچ گانا تھا نہ باجے تھے نہ دمامہ
نہ اپنے زورِ بلندی کی کہیں تعریف ہوتی تھی نہ اندازِ شجاعت کی کوئی توصیف ہوتی تھی

---

[1] ابولہب بن عبدالمطلب ایسا دل شکستہ ہوا کہ چند روز بعد طاعون میں مبتلا ہو کے مر گیا (ابن ہشام)

حریفوں کی مذمت بھی نہ تھی ان کی زبانوں پر نہ کمزوروں پہ کوئی طنز تھی نے پہلوانوں پر
نتیجہ ہو چکا تھا آئینہ آئینِ بدعت کا حریفوں کی شکست ان کے لئے تھی درسِ عبرت کا
اُسے آنکھوں سے دیکھا تھا جو فرمایا تھا ہادیؐ نے دکھایا تھا یہ دن اسلام پر خوش اعتقادی نے
لڑے تھے ملک کی خاطر نہ اپنے نام کی خاطر فقط ایمان کی خاطر، فقط اسلام کی خاطر

پیمبرِ اسلامؐ مشورہ[1] طلب فرماتے ہیں

تھے قلب اِن کے سراسر حرصِ ملک و مال سے خالی رسول اللہؐ نے اِن پر محبت کی نظر ڈالی
ہُوا ارشاد اے حق دوستو اللہ کے بندو اسیروں کے لئے کیا رائے رکھتے ہو خردمندو؟
یہ سب اشرافِ مکہ سربلند و زور آور ہیں قریش ان کا لقب ہے بحرِ جرأت کے شناور ہیں
ہوئے جو بدر میں مقتول وہ سب ان سے بڑھ کر تھے وہ اپنی قوم میں شاید بہت لوگوں سے بہتر تھے
بُرے تھے یا بھلے اعمال ان کے صاف ظاہر تھے خدا کے حق میں باغی تھے اور نبیؐ کے حق میں قاہر تھے
انہیں نیچا دکھایا اِن کے اپنے جورِ ناحق نے تمہارے قبضۂ قدرت میں ان کو دے دیا حق نے
تمہاری رائے یہ ہے فدیہ لے کر چھوڑ دینا بھی مناسب ہو تو رشتہ جان و تن کا توڑ دینا بھی

---

[1] آنحضرتؐ نے مدینہ میں آکر صحابہ سے مشورہ کیا کہ اسیرانِ جنگ کے معاملے میں کیا کیا جائے (سیرت النبیؐ)

کیا ہے حق نے آخر سرنگوں باطل پرستوں کو
مدد سے تمہیں پہ غالب کر دیا ہے زیر دستوں کو
تمہاری رائے پر موقوف ہے اب فیصلہ ان کا
سمجھ سے کام لو نازک بہت ہے مسئلہ ان کا
غرض اُمت کو اپنی رائے کا مختار فرما کر
ہدایت [illegible] پیغمبر نے استخارہ فرما کر

صدیقِ اکبرؓ کی رائے

اُٹھے صدیقِ اکبرؓ عرض کی اے ہادیِ دوراں[1]
مرے ماں باپ اللہ اور رسول اللہ پر قرباں
حضور ان قیدیانِ جنگ پر احسان فرمائیں
کہ شاید بعض ان میں سے کبھی ایمان لے آئیں
بجا ہے واقعی یہ لوگ جابر اور قاہر ہیں
ستم کرتے رہے ہیں ہیں مشاقِ جلادی کے ماہر ہیں
بجا ہے قلب ظلمت کیش ہیں کینہ ہے سینوں میں
یہ قوم اب تک نہیں ہے ظلم کے انجام بینوں میں
مگر شاید کبھی اللہ کی جانب سے ہدایت ہو
انہیں بھی نورِ ایماں درگہِ حق سے عنایت ہو
یہ لوگ آخر تمہاری قوم ہیں شاید سنبھل جائیں
غلط راہوں سے پھر جائیں شیطاں کے پنجے سے نکل جائیں
رہائی دیجئے تو یہ فعلِ ستودہ کارِ رافت ہی ہے
غلام ان قیدیوں کے چھوڑ دینے ہی کا حامی ہے

---

[1] حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی میری رائے میں تو ان کو فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ آخر یہ لوگ اپنے بھائی بند ہیں کیا تعجب ہے کہ کل کو انہی میں سے فدایانِ اسلام پیدا ہو جائیں۔ (دیکھو طبری)

حضرت عمر فاروقؓ کی رائے

یہ باتیں سُن رہے تھے غور سے اہلِ معانی بیٹھے
گزارش کر کے اپنا مشورہ صدیقؓ آ بیٹھے

عُمر فاروقؓ اُٹھے، عرض کی اے سرورِ عالمؐ
نہیں ہے آپ سے بڑھ کر کوئی اَسرار کا محرم

یہ قیدی ہیں خدا کے اور رسول اللہ کے دشمن
طبیعت کج رو، بہت کم فہم سیدھی راہ کے دشمن

یہ مکے میں ضعیفوں پر ہمیشہ ظلم ڈھاتے تھے
ہمیشہ زیردستوں کو زبردستی دکھاتے تھے

یہی وہ ہیں یتیموں سے نوالے چھیننے والے
سرِ مظلوم فقیروں سے پیالے چھیننے والے

یہی وہ ہیں نبیؐ کی جان لینے پر تھے آمادہ
فقط اس جرم پر کہ کہتے وہ اک اللہ کا بندہ

شکنجوں میں کسا کرتے تھے ایمان لانے والوں کو
عدم کی راہ دکھاتے تھے رہِ حق پانے والوں کو

یہ پہلے ہی دیں پھیلا چکے تھے موت کے پھندے
وطن سے بے وطن ہیں اب نکالا تو [illegible]

مسلمانوں کو بے گھر کر کے بھی ظالم نہ چین آیا
کہ اپنی فوج لے کر پہنچے ہم پر پھر چڑھ آیا

نبیؐ پر حال آئینہ ہیں باطن و ظاہر سب کے
ابھی تو سر غضبِ حق کا فروں کی فوج [illegible]

اگر چھوڑا گیا ان کو یہ پھر لڑنے کو آئیں گے
پرانے مدعی ہر دم نئے فتنے اٹھائیں گے

شقی القلب ہیں یہ لوگ باطن ان کا گندہ ہے
نگاہوں میں ہے کینہ اور لبوں پر زہر خندہ ہے

کہے وہ عمرؓ کہ رشتہ والے تھے یہ لوگ ہم سب کے
مگر ان سے اب یہ مطلب سے تعلق ہو چکے کب کے

مناسب ہے کہ مسلم دین میں پھر چھیڑ کا آغاز جب سے
مری یہ رائے ہے یعنی یہ وقت تیغ کا ہے یہی شغل

کا قتل ہی واجب کہ تیغ مخالفین بھی

رکے ہیں آگے جس طرح پیمانے بھرتی ہے

رحمۃ للعالمین کی امت کا فیصلہ

یہ دونوں مختلف رائیں تھیں سرکار عالی نے
تو دیکھا اپنی امت کی طرف امت کے والی نے

نظر آیا کہ ہیں لطف و غضب دونوں گریباں میں
مدبر حرب کے ہیں فکر میں نقصان کو پہچان میں

یہ فیصل رحمت عالم ہو نہیں سکتا کبھی فانی
بلا ہر لمحے امن و طرب ہے یہاں کہ رہے جان انسانی

؎ حضرت عمرؓ نے کہا کہ دین کے معاملے میں رشتہ داری کا کوئی پاس نہ ہونا چاہیئے۔ اور یہ لوگ اپنے افعال سے قتل کے مستحق ہو چکے ہیں۔ بس میری رائے میں ان سب کو قتل کر دینا چاہیئے۔ بلکہ حکم دیا جائے کہ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے اپنے رشتہ داروں کو قتل کر دیں (خاتم النبیین)

نبوت کو مگر مدِنظر تعلیمِ ملت تھی — کہ غور و خوض کی عادات پر تنظیمِ ملت تھی
خوشی سے اُٹھا حجرے میں داخل ہوگیا ہادیؐ — کہ باہم گفتگو کرنے یہ جمعیت بآزادی
ت پائی جب اس امر کی ہادیؐ سے اُمت نے — کیا اب رائے کا اظہار آزادی سے اُمت نے
میانِ بحث ۔۔ صدیقؓ اور فاروقؓ کی رائیں — کہ ہر پہلو سے قطعی اور جامع تھیں یہی رائیں
اگرچہ مختلف تھیں رائیں دونوں حق پسندوں کی — مگر نیت تھی واحد مالکِ واحد کے بندوں کی
ہر اک یہ چاہتا تھا دین ہی کا بول بالا ہو — مٹے باطل کی ظلمت دہر میں حق کا اُجالا ہو
طریقے مختلف، مقصد تھا لیکن ایک دونوں کا — ارادہ بہرِ ملت تھا سراسر نیک دونوں کا
یہ رائیں ایک ہی تصویر کے دو رنگ تھے گویا — یہ رائیں ایک ہی نغمے کے دو آہنگ تھے گویا
اگر اس سمت شانِ رحم کی دریا نوالی تھی — تو اُس جانب وقارِ عدل کی محکم خیالی تھی
سرِ اجماعِ اُمت رحم کا پلہ رہا بھاری — ہوئی یعنی اسی نقطے پہ ملت متحد ساری

مشیت تھی یہی۔ یہ فیصلہ بالکل یقینی تھا
کہ اس اُمت میں رنگِ رحمۃ للعٰلمینی تھا

marfat.com

اِرشادِ پیغمبرؐ دربارۂ اسیرانِ جنگ

رسول اللہ تھوڑی دیر میں تشریف لے آئے　　صحابہؓ ایک ہی رائے کے اوپر متحد پائے
کہا بوبکرؓ اس اُمت میں ابراہیمؑ[1] ہیں گویا　　کہ اعمال ان کے عفوِ عام کی تعلیم ہیں گویا
گنہ گاروں کی آمرزش کا طاری ہے خیال ان پر　　ہے صادق ملتِ بیضا میں عیسیٰؑ[2] کی مثال ان پر
مثالِ نوحؑ[3] ہیں گویا عمر فاروقؓ اُمت میں　　اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ محکم ہے طبیعت میں
یہ ہیں کفار کے حق میں مثالِ موسیٰ عمرانؑ[4]　　کہ رکھتے ہیں طبیعت میں جلالِ موسیٰ عمرانؑ

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے آگ میں ڈالا تو آپ نے صرف یہ فرمایا فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ یعنی جس نے میری پیروی کی وہ مجھ میں سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی۔ پس تو آمرزگار اور رحم کرنے والا ہے۔ پ۱۳۔ ابراہیم۔ ع۔ ۝

[2] حضرت عیسیٰؑ نے اپنی اُمت کے لئے دُعا فرمائی تھی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ یعنی اگر تو ان بندوں پر عذاب کرے گا تو یہ تیرے بندے ہی تو ہیں اور اگر ان کو معاف کر دے گا۔ تو ہر آئنہ تو بڑا حلیم ہے۔ پ۷۔ المائدہ۔ ع۱۶۔ ۝

[3] حضرت نوحؑ نے اپنے وقت کے نافرمانوں کے لئے فرمایا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا یعنی اے خدا رُوئے زمین پر کافروں میں کسی کو آباد نہ رہنے دے۔ پ۲۹۔ نوح۔ ع۲۔ ۝

[4] حضرت موسیٰؑ نے فرمایا رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ یعنی اے پروردگار ان کے مالوں کو مٹا ڈال جو اُن کی سرکشی کا باعث ہے اور ان کے دلوں پر سختی ڈال کیونکہ جب تک یہ عذاب نہ دیکھیں گے ایمان نہ لائیں گے۔ پ۱۱۔ یونس۔ ع۔ ۝

مگر جب کر چکے ہو فیصلہ تم اے جواں مردو
تو اپنے قیدیوں کو سر بہائے کر رہا کر دو[1]

مگر ایسے بھی ہیں ان میں جو دے سکتے نہیں کچھ
بہ رعایت چھوڑ دی جائے گروہ دے نہیں سکتے

وہ سب انصار بچوں کو نوشت و خواند سکھلائیں[2]
نوشت و خواند سکھلا کر سوئے مکتب چلے جائیں

جو مفلس بھی ہیں ناخواندہ بھی ہیں ان کو رہا کر دو[3]
علم احسان اسلامی کا دنیا میں بپا کر دو

اسیروں کو ہمیشہ عزت و اکرام سے رکھنا
کبھی صدمہ نہ پہنچانا بہ منت آرام سے رکھنا

نہیں رکھتا ہے پسند اللہ سختی کرنے والوں کو
کہ جنت کی بشارت ہے خدا سے ڈرنے والوں کو

کیا ہے فیصلہ جو اسے ملحوظ بھی رکھنا
انہیں آرام بھی دینا، انہیں محفوظ بھی رکھنا

غرض اس فیصلے پر مشورت برخاست فرمائی
اسیروں کے لیے بخشش [illegible] فرمائی

مسلمانوں نے کر لی باہمی تقسیم اسیروں کی[4]
کہ ہو لطف اور نرمی سے حفاظت [illegible] کی

---

[1] خدائے رحیم کے رحم دل نبی ﷺ نے تاوان سے رہا چھوڑ دینے کا فیصلہ کر دیا (رحمۃ للعالمین)

[2] پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان آنحضرت ﷺ نے یہ مقرر فرمایا کہ وہ انصار کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ نے اس طرح لکھنا پڑھنا سیکھا۔ (رحمۃ للعالمین)

[3] اسیران بدر میں جو بالکل نادار تھے اور فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ وہ حضور سرور کائنات ﷺ کے ارشاد کے مطابق بطور احسان یونہی رہا کر دیئے گئے (ابن ہشام و ابن سعد)

[4] اسیران جنگ دو دو چار چار صحابہ کو تقسیم کر دیے گئے (سیرت النبی)

خدا والوں نے رکھا قول ہر دم یاد ہادیؐ کا
کرو احسان اسیروں پر یہ تھا ارشاد ہادیؐ کا

اسیروں کے لئے اُس عہد کے عام قوانین

ہوئی تھی آج تک نرمی نہ یوں جنگی اسیروں پر
کہ فاتح[لہ] اپنے مفتوحوں کو رکھ لیتے تھے تیروں پر
طریقہ تھا کہ پہلے دست و بازو توڑ دیتے تھے
زمیں میں گاڑ کر پھر ان پہ کتّے چھوڑ دیتے تھے
کبھی زندوں کے تن سے بوٹیاں نُچوائی جاتی تھیں
سلاخیں گرم کر کے جسم میں پروائی جاتی تھیں!
کبھی پِٹوایا جاتا تھا انہیں پُرخار کوڑوں سے
کبھی رُندوا دیا جاتا تھا اونٹوں و گھوڑوں سے
اگر اعداء کو زندہ رکھنا بھی مطلوب ہوتا تھا
تو قید و بند کا اس وقت یہ اسلوب ہوتا تھا
اسیروں کو کسی اندھے کوئیں میں ڈال دیتے تھے
کوئیں کے مُنہ پہ سل پتھر کی لا کر ڈال دیتے تھے
کبھی سوکھا ہُوا ٹکڑا کبھی بدذائقہ پانی
کیا کرتے تھے فاتح اس طرح قیدی کی مہمانی
عرب میں بھی یہی دستور تھا اسلام سے پہلے
اذیت ملتی تھی مغلوب کو ہر کام سے پہلے
قریشی قوم میں بھی ایسے ہی قانون تھے جاری
کہ ان کی قید کے معنی تھے مرگ و ذلّت و خواری

[لہ] سرگزشت اقوام اور تاریخ عالم کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام سے پہلے قیدیانِ جنگ پر ہولناک سختیاں ہوتی تھیں۔ غلام بنا بنا کر بیچ دئے جاتے تھے۔ کتّوں سے نُچوائے جاتے تھے۔ کنوؤں میں ڈالے جاتے تھے۔ آروں سے چِروائے جاتے تھے۔ آنکھیں نکلوائی جاتی تھیں۔ دست و بازو کٹوائے جاتے تھے۔ (مصنف)

marfat.com

چنانچہ بدر کے قیدی جب آئے تھے مدینے میں تو دم بھی ہول کے مارے سما تا تھا نہ سینے میں
سمجھتے تھے کہ اب یا موت یا ذلت یقینی ہے خبر کیا تھی یہ شرعِ رحمۃ للعالمینی ہے

قیدیوں سے مسلمانوں کا سلوک

مسلمانوں نے ان کو بال بچوں کی طرح رکھا قلوبِ سخت نے لطف و کرم کا ذائقہ چکھا[1]
کلامِ سخت سُن کر بھی نہ کچھ سختی سے کہتے تھے انہیں روٹی کھلا دیتے تھے خود فاقے سے رہتے تھے[2]
تواضع اور نرمی دیکھ کر حیران تھے دشمن کہ اس طرزِ سلوکِ عام سے انجان تھے دشمن
کھلیں آنکھیں نمونہ دیکھ کر خلقِ محمدؐ کا سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا سبب الطافِ بیحد کا
ندامت سے ہوئے مجبور ان کے کینہ ور سینے لگے کچھ صاف ہونے زنگ سے تاریک آئینے
بالآخر شہرِ مکہ سے رقومِ سر بہا آئیں تو ان لوگوں نے قیدِ جنگ سے آزادیاں پائیں

---

[1] صحابہؓ نے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا، کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ یہ اس بنا پر تھا کہ آنحضرتؐ نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا (سیرت النبی)،

[2] ابو عزیز نامی ایک اسیر بدر کا بیان ہے کہ مجھ کو جن انصاریوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا جب صبح یا شام کھانا لاتے روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھا لیتے۔ مجھ کو شرم آتی اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا لیکن وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے مجھی کو واپس دے دیتے (طبری)،

اقاربِ جن کے بے پروا و بیدرد اور بے حس تھے   ہوا فدیہ معاف اُن کا کہ وہ نادار و مفلس تھے

عمِّ نبیؐ حضرت عباسؓ اور فدیۂ جنگ

بنی ہاشم میں دولتمند تھے عباس اسیروں میں   عرب میں تھا شمار ان کا بڑے بھاری امیروں میں
نبیؐ کو بھی اگرچہ رنج تھا آلام پر ان کے   کہ مکّے میں بہت احسان تھے اسلام پر ان کے
مگر قائم تھے اپنے کفر کی رسمِ جہالت پر   نہ لائے تھے ابھی ایماں خدا پر اور رسالتؐ پر
بہ وقتِ جنگ حملہ آوروں کے ساتھ آئے تھے   سرِ میداں مجاہد غازیوں کے ہاتھ آئے تھے
رسولؐ اللہ سے انصار نے ان کی سفارش[1] کی   انہیں فدیئے سے مستثنےٰ کیا جائے سفارش کی
کہ عبدالمطلب کے خون کا ہم پاس رکھتے ہیں   قریبی رشتہ ہم سے حمزہؓ و عباس رکھتے ہیں
ہمارے ان کے آپس میں تعلق ہیں بہت گہرے   ہم ان سے فدیہ کیا لیں یہ ہمارے بھانجے ٹھہرے
نبیؐ نے کر دیا انکار لیکن اس[2] رعایت سے   کہ شانِ عدل بالا تھی عزیزوں کی حمایت سے

---

[1] انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت عباس ہمارے بھانجے ہیں۔ ہم ان کا فدیہ چھوڑتے ہیں (سیرت النبی)

[2] آنحضرتؐ نے مساوات کی بنا پر حضرت عباسؓ کا فدیہ چھوڑنا گوارا نہیں فرمایا۔

marfat.com

حضرت عباسؓ کا فدیہ دینے میں تامّل

اور آنحضرتؐ کا معجزہ

بلایا آپ نے عباسؓ کو اپنی حضوری میں کہا فدیہ ادا کرنا ہے ارکانِ ضروری میں
عقیل[1] و نوفل[2] و عتبہ[3] جنہیں تم ساتھ لائے تھے تمہارے ہی سبب سے جو کہ بہرِ جنگ آئے تھے
تمہیں واجب ہے، ان تینوں کا فدیہ[4] بھی ادا ہونا نہیں ممکن بغیر اس کے تمہارا اب رہا ہونا
لگے عباس یہ سُن کر بہت چون و چرا کرنے بہت سے دام و درہم ان کو پڑتے تھے ادا کرنے
بنی ہاشم میں سب سے مقدرت اور شان والے تھے اسی باعث یہ سب قیدی انہی کے گھر والے تھے
کہا عباس نے میں آج کل معذور ہوں صاحب رقم اتنی کہاں سے لاؤں خود مجبور[5] ہوں صاحب
بہانے سے کیا اظہارِ غربت یوں جو سر دُھن کر رسول اللہ کے لب پر تبسم آگیا سُن کر

---

[1] حضرت عقیل بن ابی طالب۔

[2] نوفل بن حارث بن عبد المطلب۔

[3] عتبہ بن عمرو بن جحدم حضرت عباس کے حلیف۔

[4] بنی ہاشم میں سب سے زیادہ مالدار عباس بن عبد المطلب تھے۔ انہیں آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ عقیل و نوفل و عتبہ کا فدیہ بھی وہی ادا کریں۔ (رحمۃ للعالمین)

[5] جناب عباسؓ نے کہا۔ میرے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے۔

کہا جب شرکتِ اعداء کی نیت کر کے آئے تھے   تو اُمّ الفضل سے تم کیا وصیت[1] کر کے آئے تھے
تمہارے لفظ تھے "عباس اگر مارا بھی جائے گا   تو یہ اتنا اثاثہ ہے تمہارے کام آئے گا
یہ حِصّہ فضل کا ہے، اور باقی مال جتنا ہے   عُبَیداللہ کا اتنا ہے عَبداللہ کا اتنا ہے"
وہ دولت سب ہے، اُمّ الفضل کی تحویل میں اب تک   یہ جُرمانہ ادا کر دو چھپاؤ گے بھلا کب تک

حضرت عبّاسؓ کا ایمان لانا

عجب اظہارِ باطن تھا بیانِ مُلہمِ صادقؐ   یہ تازہ معجزہ تھا بر زبانِ مُلہمِ صادقؐ
جنابِ حضرتِ عبّاس پہ رعشہ ہوا طاری   کہ پیغمبرؐ تو رکھتا ہے دِلوں کی بھی خبرداری
پکار اُٹھے بحالِ وجد میں ایمان[2] لے آیا   بجا ہے راست ہے، جو کچھ رسول اللہ نے فرمایا
یہ سچ ہے جب میں بہرِ جنگ نیّت کر کے نکلا تھا   تو اپنے مال کی گھر میں وصیّت کر کے نکلا تھا
مری زوجہ تھی یا میں تھا وہاں کوئی نہ تھا اُس دم   تھے ہم دونوں ہمارے درمیاں کوئی نہ تھا اُس دم

---

[1] آپ نے پوچھا اور وہ رقم کیا ہوئی جو آپ نے اپنی زوجہ اُمّ الفضل کے پاس رکھوائی تھی اور کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو اس میں سے فضل کا اتنا، عبداللہ کا اتنا اور عُبَیداللہ کا اتنا ہے (خاتم المرسلین)

[2] حضرت عباس کو حیرت ہوئی۔ بولے خدا کی قسم آپ پیغمبر ہیں۔ اس رقم کا حال میرے اور میری بیوی کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ واقعی آپ رسول اللہ ہیں۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

محمدؐ کا سخن اظہار ہے حق و عدالت کا   بدل اقرار کرتا ہوں میں توحید و رسالت کا
یہ کہہ کر جنگ کرنے کا ازالہ کر دیا سارا   اسیرانِ بنی ہاشم کا فدیہ بھر دیا سارا

حضرت ابوالعاصؓ کا فدیہ اور آنحضرتؐ کی رقت

ابوالعاصؓ اِک بہادر مردِ میدانِ بسالت تھے   خدیجہؓ کے بھتیجے اور دامادِ رسالتؐ تھے
مگر بعثت سے پہلے اِذن لے کر اپنے شوہر کا   خدیجہؓ نے کیا تھا عقد اُن سے ایک دختر کا
ابوالعاص آج تک کافر ہی تھے ایماں نہ لائے تھے   شریکِ کفر ہو کر بدر میں لڑنے کو آئے تھے
یہ دختر حضرتِ زینبؓ تھیں مکے ہی میں رہتی تھیں   نہایت صبر سے غم باپ کی فرقت کا سہتی تھیں
نتیجہ مل گیا باطل کو جب شمشیر گیری کا   ہوا غم باوفا بی بی کو شوہر کی اسیری کا
ملا تھا قیمتی اِک ہار اُن کو تحفۂ شادی   اسی کو بیچ کر چاہی گئی شوہر کی آزادی

لہ آنحضرت کے داماد ابوالعاصؓ بھی اسیرانِ جنگ میں آ گئے۔ ان کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی۔ آنحضرت کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے شوہر تھے۔ وہ مکہ میں تھیں۔ ان کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھجوا دیں۔ حضرت زینبؓ کا جب نکاح ہوا تھا تو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں ان کو ایک بیش قیمت ہار دیا تھا۔ حضرت زینبؓ نے وہی ہار گلے سے اتار کر بھیج دیا۔ (سیرت النبیؐ)

نظر آیا جونہی[1] یہ ہار، دِل حضرتؐ کا بھر آیا   سمٹ کر ابرِ گوہر بار پلکوں پر اُتر آیا
خدیجہ طاہرہؓ کا ہار مرحومہ رفیقہ کا   رسالت کی انیسہ اور اُمت کی شفیقہ کا
خدیجہ طاہرہؓ اس قلب میں آباد تھی اب تک   محبت اور نیکی اور خدمت یاد تھی اب تک
کہا بیٹی نے ماں کی یادگار ارسال کر دی ہے   یہ دولت بہرِ شوہر آج استعمال کر دی ہے
مناسب ہو تو لوٹا دو یہ پیاری یادگار اس کو   کہ بہرِ یادِ مادر بس غنیمت ہے یہ ہار اس کو
کیا اظہارِ شانِ دردمندی دردمندوں نے   رہا فرما دیا بوالعاص کو اللہ کے بندوں نے
مدینے میں بُلا لینا جو تھا درکار زینبؓ کا   انہیں رخصت کیا عزت سے دے کر ہار زینبؓ کا
یہ رشتہ توڑ دینا مرضیٔ ہادیٔ دوراں تھی   ابھی بوالعاص تھے کافر مگر زینب مسلماں تھی
یہ شادی ہو چکی تھی پیشتر تنزیلِ قرآں سے   نہ ہوتا عقد ورنہ مُسلمہ کا نامسلماں سے
لیا زینبؓ کے حق میں پیکرِ اخلاصؐ نے وعدہ   تو اُن کو بھیج دینے کا کیا بوالعاص نے وعدہ[2]

---

[1] یہ ہار آنحضرتؐ نے دیکھا تو ۲۰ برس کا محبت انگیز واقعہ یاد آگیا۔ آپ بے اختیار رو پڑے۔ صحابہ سے فرمایا۔ تمہاری مرضی ہو۔ تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو۔ سب نے تسلیم کی گردنیں جھکا دیں اور وہ ہار واپس کر دیا (سیرت النبیؐ)

[2] ابوالعاصؓ کو آزادی مل گئی۔ اپنی مومنہؓ بیوی اور عفت مآب پیمبر زادیؓ کا ہار لے کر مکے کو روانہ ہو گئے۔ مگر جاتے وقت آنحضرتؐ سے وعدہ کرتے گئے کہ مکے پہنچتے ہی حضرت زینبؓ کو مدینے بھیج دیں گے (خاتم المرسلین)

marfat.com

دلائی مسلمہؓ کو مخلصی یوں شانِ داور نے ۔ یہ وعدہ جا کے پورا کر دیا مردِ دلاور[۱] نے
مسلماں ہو گئے بُوالعاصؓ بھی بعد ایک مدت کے ۔ خدا کی راہ پر لائے انہیں احسانِ[۲] نبوت کے

---

[۱] ابُوالعاصؓ نے اقرار کے مطابق گھر پہنچتے ہی حضرت زینبؓ کو مدینے جانے کی اجازت دے دی۔ زید بن حارثہؓ لینے کو آئے تو ابُوالعاص کے بھائی کنانہ بن ربیع نے حضرت زینبؓ کو اونٹنی پر بٹھا کر اپنی کمان شانے پر ڈالی اور مکے سے نکلے۔ قریش کو خبر ہو گئی۔ تعاقب کیا۔ اور مقام ذی طویٰ پر گھیر لیا۔ کنانہ نے تیر کمان سے جوڑا اور چلّائے۔ کہ جس کسی نے پاس آنے کا ارادہ کیا۔ اس کی زندگی کی خیر نہیں۔ مگر دشمنوں کے خوف سے حضرت زینبؓ سہم گئیں۔ حاملہ تھیں۔ اسقاط حمل ہو گیا۔ ابوسفیان بن حرب نے کنانہ سے کہا۔ ہمیں اس عورت کے روکنے سے کچھ حاصل نہیں۔ مگر یہ تمہاری غلطی ہے کہ دن دہاڑے علانیہ لے چلے۔ اگر ہم یوں نکل جانے دیں تو لوگ کہیں گے کہ اہلِ مکہ شکست کھا کر اس قدر ذلیل و ضعیف ہو گئے ہیں کہ محمدؐ کی بیٹی ان کے سامنے دوپہر کو مدینے چلی گئی کسی کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کنانہ اس وقت واپس لوٹ آئے اور رات کے وقت حضرت زید بن حارثؓ کے ساتھ پیمبر زادی کو مدینے کی طرف روانہ کر دیا (خاتم المرسلین)۔

[۲] ابوالعاصؓ بہت بڑے تاجر تھے۔ چند سال کے بعد بڑے سامان سے شام کی تجارت کو نکلے۔ واپسی میں مسلمان دستوں نے ان کو مع مال و اسباب گرفتار کر لیا۔ اسباب ایک ایک سپاہی پر تقسیم کر دیا۔ ابُوالعاص چھپ کر مدینے میں حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے پناہ دے دی۔ آنحضرت مسجد میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضرت زینبؓ نے پردے کے پیچھے سے پکار کر کہا۔ کہ ”لوگو ابُوالعاص آئے ہیں۔ میں نے ان کو پناہ دے دی ہے“ یہ سُن کر رسول اللہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم مجھے اس کی خبر نہیں ہے۔ اگرچہ ہر شخص اپنے قریبی کو پناہ دینے کا مجاز ہے۔ مگر اے زینبؓ یاد رکھو۔ اب تم ابُوالعاص پر حلال نہیں ہو۔ پھر آپ سریہ والوں کی طرف مخاطب ہوئے جنہوں نے ابُوالعاص کو لوٹا تھا اور فرمایا جو تم نے لوٹا ہے واپس کر دو تو میرے نزدیک (باقی بر صفحہ

مدینے میں مُسلمانوں کی مشکلات

منافِقین کا گِروہ

اُدھر مکّے سے پھر اُٹھنے کو تھا طوفان کینے کا اِدھر اک اور جھگڑا تھا مدینے میں مدینے کا
یہاں اِبنِ اُبَیّ اِک دشمنِ باری تعالیٰ تھا شبِ تاریک کی مانِند اس کا قلب کالا تھا
ہمیشہ باعثِ تکلیف تھا بُغض و عِناد اس کا (بیاں ہم کر چکے ہیں جلد اوّل میں فساد اس کا)
یہاں ایسے بھی تھے جو آج تک ایمان نہ لائے تھے ابھی اسلام کے آغوشِ راحت میں نہ آئے تھے
رسول اللہ کی تبلیغ ان لوگوں میں جاری تھی کہ منظور آپ کو ہر دشتِ دل کی آبیاری تھی
ہوئی جب فتح جنگِ بدر میں ایمان والوں کی بڑھا دی شان حق نے اور بھی اِن شان والوں کی

(بقیہ حاشیہ) مناسب ہے لیکن اس میں کوئی جبر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مالِ غنیمت ہے اور تمہارا حق ہے۔ ان لوگوں نے خوشی خوشی سارا مال واپس کر دیا۔ ابوالعاص بغیر کسی نقصان کے مکّے کو چلے گئے۔ مگر آنحضرت اور مسلمانوں کے لطف و کرم نے دل کی تاریکیاں دُور کر دی تھیں۔ مکّے میں جو جو چیز جس کسی کی تھی اس کو ادا کر دی۔ اور سب کی امانتیں واپس دے کر کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ خدا کی قسم مدینے میں مَیں نے جو اسلام قبول نہیں کیا تو فقط اس خیال سے کہ تم کہو گے کہ ابوالعاص ہمارا مال کھا جانے کی نیت سے مسلمان ہو گیا۔ اب تمہاری امانتیں تمہارے سپرد ہیں اور میں علانیہ مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ فرما کر مدینے کی راہ لی (سیرت النبیؐ)

تو اب انصار کے وہ بھائی بھی ایمان لے آئے — جو راہِ حق سے اب تک دُور ہی پھرتے تھے گھبرائے
ہُوا ابنِ اُبَیّ پر رُعب طاری ڈر گیا دل میں — کہ اب اتنی بڑی تعداد تھی مدِّ مقابل میں
سِوا ایمان لانے کے نہ جب چارہ کوئی پایا — ہُوا مسجد میں حاضر ظاہری ایمان[1] لے آیا
اگرچہ اوّل اوّل خوب پر پُرزے نکالے بھی — ہُوا آخر مسلماں یہ بھی اس کے ساتھ والے بھی[2]
شرارت پر مگر نیّت تھی ہر دم چُست و چاق ان کی — مسلماں ہو گئے قائم رہی خوئے نِفاق ان کی
خلافِ اہلِ ایماں سازشیں کرتے ہی رہتے تھے — اِدھر کچھ اور بکتے تھے اُدھر کچھ اور کہتے تھے
سمجھتے تھے انہیں اچھی طرح سے ہادیٔ اکرم — نظر رکھتے تھے ان کی چال پر کردار پر ہر دم
کوئی بھی قوم ہو انسان شیطانی جبلّت کے — منافق مارہائے آستیں ہوتے ہیں تب تک کے

---

[1] ابھی تک اَوس و خزرج کے بہت سے لوگ شرک پر قائم تھے۔ بدر کی فتح سے ان لوگوں میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ آنحضرت کی عظیم الشان اور غیر متوقع فتح کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت کے قائل ہوئے اور اس طرح مدینہ سے بُت پرست عنصر بڑی سُرعت کے ساتھ گم ہو گیا۔ ابن اُبَی اب تک علانیہ کافر تھا۔ مگر اب وہ بظاہر اسلام کے دائرے میں آگیا۔ گو تمام عمر منافق رہا اور اسی حالت میں جان دی (سیرت النبی صفحہ ۳۳۰)

[2] بعض ایسے بھی تھے جن کے دلوں میں اسلام کی اس فتح نے بُغض و حسد کی چنگاری روشن کر دی۔ انہوں نے برملا مخالفت کو خلاف مصلحت گردانا۔ بظاہر تو اسلام قبول کر لیا۔ لیکن اندر ہی اندر اس کے استیصال کے درپے ہو کر منافقین کے گروہ میں شامل ہو گئے (دیکھو طبری)

مدینے کے یہود[1]

مدینے کے یہود ان سب سے بڑھ کر تھے شرارت میں
انہیں تھا زعم ہم ممتاز ہیں علم و امارت میں[2]
بچھا رکھا تھا دامِ قرض کیادی[3] کے حیلوں سے
یہ دولت لوٹتے تھے اوس و خزرج کے قبیلوں سے
مگر اسلام نے کایا پلٹ دی زیردستوں[4] کی
رسول اللہ نے عزت بڑھا دی حق پرستوں کی
وہی انصار جو ہر بات میں محتاج تھے ان کے
وہ اب علم و عمل میں ہر طرح سرتاج تھے ان کے

---

[1] یہود مدینہ کے تین قبیلے تھے۔ قینقاع، نضیر، قریظہ۔ یہ سب مدینہ کے اطراف اور حوالی میں آباد تھے۔ عموماً زمیندار دولت مند، تجارت پیشہ اور صناع تھے۔ ان کے پاس اسلحہ جنگ کے ذخیرے مہیا رہتے تھے۔ ملکی اور تجارتی افسری کے ساتھ ان لوگوں کا مذہبی اور علمی اثر بھی تھا۔ انصار عموماً بت پرست اور جاہل تھے۔ اس بنا پر وہ یہود کو عزت کی آنکھ سے دیکھتے تھے اور ان کو اپنے سے زیادہ مہذب اور شائستہ سمجھتے تھے۔ (سیرت النبیؐ،

[2] اسلام مدینے میں آیا تو یہودیوں کے مذہبی وقار کو جو ان کو مدتوں سے حاصل تھا ٹھیس لگی۔ ان میں جو اخلاقِ بد عموماً پھیلے ہوئے تھے اور جن پر دولتمندی اور مذہبی پیشوائی نے پردہ ڈال رکھا تھا اب ان کا راز فاش ہونے لگا (سیرت النبیؐ

[3] یہودیوں نے مدینے میں ہر طرف لین دین کا کاروبار پھیلا رکھا تھا اور تمام آبادی ان کے قرضوں میں زیر بار تھی۔ اور چونکہ تنہا وہی صاحبِ دولت تھے۔ اس لئے نہایت بے رحمی سے سود کی گرانبہا شرطیں مقرر کرتے تھے۔ اور قرضہ کی کفالت میں لوگوں کے بال بچے یہاں تک مستورات کو رہن رکھ لیتے تھے (سیرت النبیؐ)

[4] آنحضرت نے مدینے میں آتے ہی قبائل یہود کے ساتھ امن و امان کے معاہدے کر لئے اور آپس میں صلح اور امن کے ساتھ رہنے کی بنیاد ڈالی۔ معاہدہ کی رو سے فریقین اس بات کے ذمہ دار تھے کہ مدینہ میں امن و امان قائم رکھیں علاوہ ازیں اگر کوئی غنیم مدینہ پر حملہ آور ہو تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں (ابن ہشام و طبری حالات یہود)

marfat.com

اُخوّت نے محبت اَوس و خزرج میں بڑھا دی تھی — اب ان میں باہمی امداد تھی خود اعتمادی تھی
یہود اسلام سے پہلے اٹھاتے تھے مفاد اِن سے — یہ صورت دیکھ کر رکھنے لگے دِل میں عِناد اِن سے
مجاہد بدر میں جب کھیلتے تھے جان کی بازی — یہ کرتے تھے مدینے میں شرارت فتنہ اندازی
مگر جب فتح پائی جنگ میں ایمان والوں نے — یہودی قوم کی گردن جھکا دی شان والوں نے
رسول اللہؐ سے اب بڑھ گیا بُغض و حسد اِن کا — بدی پر مستعد تھے آچکا تھا روزِ بد اِن کا
علانیہ لگے توہین کرنے اہلِ ایماں کی — کوئی پروا نہ رکھی باہمی عہد[1] اور پیماں کی
سرِ بازار یہ اسلام کی توہین کرتے تھے — کسی کا پاس عزت تھا نہ یہ اللہ سے ڈرتے تھے
ستاتے تھے مسلمانوں کو یہ ایمان کے دشمن — عدوئے دینِ حق تھے اور نبیؐ کی جان[2] کے دشمن

ایک لڑکی سے اوباشانہ چھیڑ

سرِ بازار اک دن ہو گئی ہنگامہ آرائی — کوئی دیہات کی لڑکی تھی سبزی بیچنے آئی
یہودی بد معاشوں نے اسے چھیڑا شرارت سے — زبانِ فحش سے ہاتھوں کی بھدانہ اشارت سے

---

[1] آنحضرتؐ نے مدینے میں آتے ہی قبائل یہود کے ساتھ امن و امان کے معاہدے کرلئے اور آپس میں صلح اور امن کے ساتھ رہنے کی بنیاد ڈالی۔ معاہدہ کی رُو سے فریقین اس بات کے ذمہ دار تھے کہ مدینہ میں امن و امان قائم رکھیں۔ علاوہ ازیں اگر کوئی غنیم مدینہ پر حملہ آور ہو تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں (ابن ہشام و طبری حالاتِ یہود)

[2] اب انہوں نے طرح طرح سے آنحضرتؐ کو اذیتیں دیں اور اسلام کے خلاف کوششیں کرنی شروع کیں۔ انہوں نے آنحضرتؐ کے قتل کے بھی منصوبے شروع کر دیئے (سیرت ابن ہشام)

marfat.com

بچاری سَٹ پٹا کر دُوسری جانب لگی چلنے   تو اس کو کر دیا بے سَتر اک نامردِ[1] اَجہَل نے
لگے ٹھٹھا اُڑانے بے حیا اس پاک دامن کا   کہ اس بازار میں کوئی نہ تھا اس پاک دامن کا
نہ حِفظِ آبرو کی جب کوئی صورت دکھائی دی   تو اس مظلوم لڑکی نے محمد کی دُہائی دی[2]
پکاری کیا نہیں غیرت کسی انساں کے سینے میں   کہ یُوں بے آبرو ہُوں میں محمدؐ کے مدینے میں

ایک مسلمان کا پاسِ غیرت

یہ فقرہ کہہ اٹھی جونہی زباں بے اختیار اُس کی   سُنی اک راہ چلتے مردِ مُسلم نے پکار اُس کی
وہ دَوڑا، بدمعاشوں میں کھڑے دیکھا نحیفہ کو   رِدا اپنی اُتاری اور اُڑھا دی اس عفیفہ کو

---

[1] سیرت ابن ہشام میں یہ واقعہ مفصل بیان ہُوا ہے کہ ایک دیہاتی عورت یہودیوں کے بازار میں کچھ سودا بیچنے گئی۔ بنی قینقاع کے ایک زرگر یہودی کی دکان کے سامنے بیٹھی تھی کہ بعض اوباش یہودیوں نے اس سے مذاق کرنا شروع کیا۔ اور اس کا منہ کھلوا کر دیکھنا چاہا۔ دکاندار زرگر نے یہ حرکت کی کہ بے خبری کی حالت میں اس عورت کے لباس زیریں کو ایک کانٹے سے اس کی پشت کے کسی کپڑے سے ٹانک دیا۔ جب وہ پاک دامن یہودیوں کے مذاق سے لجا کر دوسری جانب چلنے لگی۔ تو کپڑے کے اس طرح ٹانکے جانے کی وجہ سے ننگی ہو گئی۔ بس پھر سب یہودی قہقہے لگانے لگے۔

[2] بے آبروئی دیکھ کر لڑکی نے چیخ ماری اور مدد کے لئے پکاری۔ اتفاق سے ایک مسلمان راہرو نے اس کی پکار سُنی اور دوڑ کر اس جگہ آپہنچا (سیرت ابن ہشام)

نظر آیا جو اسلامی حمیت کا یہ نظارا تو ان بازاریوں نے اُدھر بھی اک قہقہہ مارا
کوئی بولا یہ سبزی بیچنے والی کا شوہر ہے کوئی بولا نہیں! یہ باپ ہے وہ اس کی دختر ہے
مسلماں نے کہا اچھی نہیں اتنی بھی بے دردی ستانا عورتوں کو یہ بھی ہے کوئی جواں مردی!
پرائی بیبیاں لاریب ساری مائیں بہنیں ہیں ہماری بیٹیاں ہیں سب ہماری مائیں بہنیں ہیں
ہمارا دین ان کی عزت و حرمت سکھاتا ہے بڑا نامرد ہے جو ایک عورت کو ستاتا ہے
یہودی سخت گالی دے کے بولا تو نہ بک اتنا تجھے بھی دیکھ لیتے ہیں ابے تو مرد ہے کتنا
بڑا آیا ہے وہ بن کر چلا جا، راہ لے گھر کی اگر کچھ اور بک بک کی تو خیریت نہیں سر کی
اسے لے ہم تری مردانگی بھی آزماتے ہیں نہیں پہلے ستایا تھا تو اب اس کو ستاتے ہیں
مسلماں نے متانت سے کہا اے قومِ بداختر ہے اس عورت کی عزت اب تو مجھ کو جان سے بڑھ کر
یہ کہہ کر کھینچ لی تلوار عورت کے بچانے کو یہودی آپڑے تنہا پہ جرأت آزمانے کو

حمایت کرنے والے مسلمان کی شہادت

اُدھر سے سیکڑوں تیغوں کے چرکے تھے کچوکے تھے اِدھر اک مرد نے رستے سرِ بازار روکے تھے
کہا لڑکی سے اب رستہ کھلا ہے بھاگ جا جلدی بچا کر آبرو لڑکی دُعا دیتی ہوئی چل دی

پکڑنا اس کو چاہا پھر لپک کر اک رذالے نے
مگر اس کا صفایا کر دیا اللہ والے نے
گری بازار میں بے جان ہو کر لاش خود سر کی
وہ لڑکی لے چکی تھی راہ اتنی دیر میں گھر کی
یہودی جمع ہو کر آپڑے تنہا دلاور پر
گریں جو بیس تیغیں بحرِ جرأت کے شناور پر
گھرا تھا مردِ مومن مجمعِ اشرار کے اندر
شہادت پائی غیرت مند نے بازار کے اندر

یہودیوں کو آنحضرتؐ کی فہمائش

مثالِ رعد گونجی یہ خبر ہر سو مدینے میں
لگی غیرت کی بجلی کوندنے مسلم کے سینے میں
رسولِ پاکؐ نے خود جا کے ان لوگوں کو سمجھایا[1]
خدا کے قہر سے ان کو ڈرایا اور فرمایا
کہ اے اہلِ کتاب اللہ کے احکام کو مانو
بنیِ آدم کا حق اپنی شریعت ہی سے پہچانو
گزارو زندگانی امن سے صلح و صفائی سے
تباہی کے سوا کچھ بھی نہیں حاصل برائی سے
مبادا تم پہ نازل ہو عذابِ دردناک آخر
ہوئیں اقوام اس جور و تعدّی سے ہلاک آخر
بداخلاقی و ناترسی پہ جو بھی قوم نازاں ہے
یقیناً وہ تبہ ہوتی ہے، یہ ارشادِ قرآں ہے

---

[1] آنحضرتؐ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو یہود کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ خدا سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی بدر والوں کی طرح عذاب آئے (سیرت النبی)

marfat.com

یہودیوں کا گستاخانہ جواب

یہودی گفتگوئے نرم سے کچھ اور بھی چمکے　　اُٹھے گستاخ ہو کر روبروئے سرورِ عالمؐ کے
کہا، اس فتح ہنگامی پہ آپ اتنا نہ اترائیں　　ہمیں اپنے خدا کے نام سے ہرگز نہ دھمکائیں
نہیں ہیں ہم قریشی فوج کی مانند کم ہمت　　کہ ڈر جائیں مسلمانوں کی صورت دیکھ کر حضرت
کبھی جنگ آ پڑی ہم سے تو ہم اُس دن دکھا دینگے　　مسلمانوں کا نام اس لوحِ ہستی سے مٹا دیں گے
لڑے ہیں آپ جا کر بدر میں آوارہ گردوں سے　　نہیں پالا پڑا اب تک یہودی شیر مردوں سے[1]
یہود آمادۂ پیکار تھے ہر وقت ہر ساعت　　مگر ان کو اماں دیتا رہا تھا دامنِ رحمت
نظر آیا کہ حد سے بڑھ چکا ہے جوشِ خود رائی　　تو محبوبِ خدا نے گوشمالی ان کی فرمائی

ایک شاعر کعب بن اشرف کی شرارتیں

یہاں پر کعب بن اشرف بھی اک بیباک شاعر تھا　　یہودی اور دولت مند اور ناپاک شاعر تھا

---

[1] یہودی بولے ہم قریش نہیں ہیں۔ ہم سے معاملہ پڑے گا تو ہم دکھا دیں گے۔ کہ لڑائی اسی کا نام ہے (سیرت النبیؐ)

اُسے بھی ہادیِ اسلام سے پوری عداوت تھی
کہ پیشہ سود خواری تھا[1] طبیعت میں شقاوت تھی

خبر قریش ہزیمت کی ہوئی جب گوش زد اُس کے
کئے بغض و حسد نے مشتعل جذباتِ بد اُس کے

برائے تعزیت مکے میں پہنچا مرثیہ کہہ کر
"مجھے بھی موت آ جائے" یہی کہتا تھا رو رو کر

کچھ ایسی دھن سے مقتولوں کا گایا راگ شاعر نے
لگی ہیں اور بھی جا کر لگا دی آگ شاعر نے

قبائل کو مسلمانوں سے لڑ مرنے پر اُکسایا
تمہارے دین کے دشمن ہیں یہ کہہ کہہ کے بھڑکایا

غلاظت کی طرح کینہ بھرا تھا اس کے سینے میں
نجاست اپنی پھیلا کر پلٹ آیا مدینے میں

رسول اللہ کی ہجویں کہیں کمزور فطرت نے
خریدی رُو سیاہی اس طرح اس کور فطرت[2] نے

تھی آمادہ یہودی قوم پہلے ہی لڑائی پر
اُتر آیا اُدھر سے کعب اپنی بے حیائی پر

کہ اکثر عورتوں[3] کے نام لے کر قصائد میں
یہ کرتا تھا اضافہ شعر کے حشو و زوائد میں۔

---

[1] کعب بن اشرف ایک مشہور شاعر تھا۔ دولتمندی کی وجہ سے یہودیانِ عرب کا رئیس بن گیا۔ اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں سردارانِ قریش مارے گئے تو اس کو نہایت صدمہ ہوا۔ تعزیت کے لئے مکے گیا کشتگانِ بدر کے پُر درد مرثیے جن میں انتقام کی ترغیب تھی لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے پڑھتا تھا اور رُلاتا تھا (سیرت النبیؐ)

[2] اس نے عرب بھر کا دورہ کیا اور لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اُبھارا۔ مدینے میں واپس آیا تو آنحضرتؐ کی ہجو میں اشعار کہنا اور لوگوں کو آنحضرتؐ کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کیا (دیکھو فتح الباری)

[3] اس نے مسلمان خواتین پر تشبیب کہی یعنی اپنے اشعار میں اوباشانہ طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا۔ بالآخر آنحضرتؐ کو دھوکے سے قتل کر ڈالنے کی ناکام سازش کی (یہ حالات دیکھو بخاری، زرقانی، ابن ہشام، ابن سعد، خمیس، ابوداؤد، طبری وغیرہ میں)

مسلمانوں کو اس کی بدکلامی سے اذیت تھی — یہی تو اس کا مقصد تھا یہی تو اس کی نیت تھی
یہ حالت تھی مگر اللہ کے بندے صبر کرتے تھے — یہی ارشادِ ہادیؐ تھا، دلوں پر جبر کرتے تھے
مگر اک روز آخر ہو گیا لبریز پیمانہ — بھڑک اٹھے مسلمانوں کے جذباتِ شریفانہ
زبانِ تیغ تھی اس بد زبانی کا جواب آخر — اٹھے دو چار غیرت مند بہرِ سدِ باب آخر[1]

یہ فتنہ دیکھتی غیرت بھلا تا چند شاعر کا
کیا اک روز دستِ تیغ نے منہ بند شاعر کا

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کی شادی

مبارک ہے وہ دن لاریب رجب کے مہینے میں — نکاحِ[2] حضرت زہراؓ ہوا جس دن مدینے میں
وہ زہراؓ ہاں وہی زہرا رسول اللہ کی بیٹی — وہی زہرا شہنشاہوں کے شاہنشاہ کی بیٹی
وہ کملی اوڑھنے والے مجسمِ نورؐ کی دختر — وہ عبداللہ کی پوتی آمنہ کے پورؐ کی دختر

---

[1] ایک انصاری محمدؓ بن مسلمہ، سعد بن معاذ کے مشورہ سے ابو نائلہ اور دو تین اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر رات کے وقت اس کے مکان پر گئے اور باہر بلا کر اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا (دیکھو بخاری باب قتل کعب بن اشرف)

[2] حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح سنہ ۲ھ میں رجب کے مہینے میں ہوا تھا۔ مگر رخصتی پانچ مہینے بعد عمل میں آئی (ابن خلدون جلد ثانی)

marfat.com

وہ خواہر اُمِ کلثوم و رُقیہ اور زینبؓ کی[1]
وہ سب بہنوں سے چھوٹی اِس لئے نُورِ نظر سب کی
وہ قاسمؓ کی بہن وہ طیب و طاہر کی ماں جائی
جو ماں کی گود میں اتمامِ نعمت کی طرح آئی
وہی آئینۂ عفت کا سب سے خوش نما جوہر
خدیجہؓ طاہرہ کے بطن کا اک بے بہا گوہر
وہ صبحِ نُورِ چشمِ رحمۃٌ للعٰلمین زہراؓ
نگینِ خاتمِ تسکینِ ختم المرسلین زہراؓ
وہ زہراؓ جو شبیہِ[2] اُسوۂ سرکارِ عالی تھی
علیؓ سے آج اسی زہراؓ کی شادی ہونے والی تھی

مسجد میں اجتماعِ[3] صحابہؓ اور نکاح

مہاجر اور انصارِ اکابر جمع تھے سارے
اُتر آئے تھے گویا دن کو اس تقریب میں تارے
علیؓ با عزّ و شانِ ہاشمی تھا اِن کے جھرمٹ میں
وہ ماہِ آسمانِ ہاشمی تھا ان کے جھرمٹ میں

---

[1] آنحضرتؐ کی دخترانِ بلند اختر میں حضرت زہراؓ عمر میں سب سے چھوٹی تھیں۔ حضرت زینبؓ حضرت ابو العاص سے بیاہی گئی تھیں۔ حضرت رقیہؓ حضرت عثمان غنیؓ سے اور حضرت کی وفات کے بعد حضرت اُم کلثومؓ بھی حضرت عثمانؓ کے عقد میں دی گئی تھیں (دیکھو اصابہ)

[2] حضرت زہراؓ خصائل میں آنحضرتؐ سے مشابہ تھیں (رحمۃٌ للعٰلمین جلد دوم)

[3] آنحضرتؐ نے مہاجرین اور انصار میں چیدہ چیدہ اصحاب کو مسجد میں جمع فرما کر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح پڑھا (ابن سعد)

نہ کوئی باجا گاجا تھا نہ کوئی شور و ہنگامہ
نہ شہنائی نہ نقارہ نہ دَف تھی اور نہ دَمامہ
نہ رنگا رنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا
وہی تھے شاہِ مرداں اور وہی مردانہ چہرہ تھا
رسول اللہ خود موجود تھے محرابِ مسجد میں
کمی کرتا کوئی پھر کس طرح آدابِ مسجد میں
رُخِ شمس الضحیٰ کی ضَو سے پُر تنویر تھی مسجد
سکون و سادگی کی خوش نما تصویر تھی مسجد
زمیں سے آسماں تک بس گئے نغماتِ رُوحانی
کہ خود قرآنِ ناطق نے پڑھیں آیاتِ قرآنی
ہُوا یہ عقدِ عالی شان معمولی طریقے سے
ہُوئے تقسیم خرمے غیر معمولی سلیقے سے

حضرتِ فاطمۃ الزہراؓ کی رخصت

دُوُم تھا سالِ ہجری اور ذی الحج کا مہینہ تھا[1]
پیمبرؐ بعدِ جنگِ بدر جاں بخش مدینہ تھا
ارادہ آپ نے اب رُخصتِ زہراؓ کا فرمایا
محبت سے جنابِ مرتضیٰؓ کو پاس بلوایا
بہت احساس تھا حیدرؓ کی ناداری کا ہادیؐ کو
کہا ہے کچھ تمہارے پاس اخراجاتِ شادی کو[2]

---

[1] نکاح پانچ ماہ پہلے پڑھ دیا گیا تھا۔ اب جنگ بدر کے بعد ذوالحجہ سنہ ۲ھ میں حضرت زہراؓ کو رخصت کرنے کا سامان کیا گیا (طبری)

[2] اس وقت زہراؓ کی عمر بقول علامہ شبلی مرحوم ۱۸ سال کی تھی۔ آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا میرے پاس تو کچھ نہیں (ابوداؤد)

marfat.com

کہا یہ ایک مضمونِ اَدَق ہے یا رسُول اللہ فقط نامِ رسُولؐ و نامِ حق ہے یا رسُول اللہ
کہا پھر[1] وہ زِرہ کیا ہو گئی جو تم نے پائی تھی جو روزِ بدر میداں میں تمہارے ہاتھ آئی تھی؟
کہا، موجود ہے۔ حضرت نے فرمایا "وہ کافی ہے تم اس کو بیچ ڈالو، جو بھی ہاتھ آیا وہ کافی ہے"
زِرہ بیچی علیؓ نے چار سو اسّی درا[2]ہم میں (بقولِ شبلیؒ مرحوم اس سے بھی بہت کم[3] ہیں)
تھی شادی فاطمہؓ کی سادگی کا طُرفہ نظّارا وَلیمہ بھی اسی میں اور اسی میں مَہر بھی سارا

حضرت فاطمۃُ الزہرؓا کا جہیز

جہیز[4] ان کو مِلا جو کچھ شہنشاہِ دو عالم سے مِلا ہے درس ہم کو سادگی کا فخرِ آدم سے

---

[1] آپ نے فرمایا پھر وہ زِرہ حطیۃ کیا ہوئی جو جنگِ بدر میں بطور غنیمت تمہارے ہاتھ آئی تھی۔ عرض کیا موجود ہے فرمایا زِرہ لے آؤ۔ چنانچہ زرہ بیچ گئی (دیکھو اصابہ و ابوداؤد اور سیرت النبی)

[2] کُل چار سو اسّی درہم ہاتھ آئے۔ اسی میں شادی کے اخراجات مہیا کئے گئے (نسائی)

[3] ناظرین کو خیال ہوگا کہ بڑی قیمتی چیز ہوگی۔ لیکن اگر وہ اس کی مقدار جاننا چاہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ آج کا صرف سوا روپیہ (طِہ) (سیرت النبیؐ از شبلیؒ)

[4] آنحضرتؐ نے فاطمۃ الزہرؓا کو حسب ذیل جہیز دیا تھا۔ بان کی ایک چارپائی، دو چکیاں۔ مٹی کے دو گھڑے چمڑے کا ایک گدا۔ جس میں رُوئی کی جگہ کھجور کے پتّے بھرے ہوئے تھے۔ ایک چھاگل، ایک مشک اور ایک یمنی چادر (سیرت النبیؐ، نسائی، اصابہ وغیرہ)

متاعِ دُنیوی جو حصّۂ زہرؓا میں آئی تھی کھجوری کھردرے سے بان کی اک چارپائی تھی
مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں ملی تھیں چکیاں دو تاکہ آٹا پیس لیں گھر میں
گھڑے مٹّی کے دو تھے اور اک چمڑے کا گدا تھا نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بدزیب اور بھدا تھا
بھرے تھے اس میں رُوئی کی جگہ پتّے کھجوروں کے یہ وہ ساماں تھا جس پہ جان و دل قربان حُوروں کے
وہ زہرؓا جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی ملی تھی مَشک اُن کو تاکہ خُود لایا کریں پانی
بلا تھا فقر و فاقہ ہی مگر اصلی جہیز ان کو کہ بخشی تھی خدا نے اِک جبینِ سجدہ ریز ان کو
چلی تھی باپ کے گھر سے نبیؐ کی لاڈلی پہنے حیا کی چادریں، عفت کا جامہ صبر کے گہنے
ردائے صبر بھی حاصل تھی توفیقِ سخاوت بھی کہ ہونا تھا اسے سرتاجِ خاتونانِ جنت بھی
اِسی کی تربیت میں اُسوہ تھا یُمن و سعادت کا اسی کی گود سے دریا اُبلنا تھا شہادت[2] کا
وہی غیرت جو مُہرِ خاتمِ حق کا نگینہ تھی امینؐ کی لاڈلی ہی اس اَمانت کی اَمین تھی
علی المرتضیٰؓ نے آج تاجِ ھَلْ اَتیٰ پایا دُلہن کی شکل میں اک پیکرِ صدق و صفا پایا

---

[1] دیکھو رحمۃ للعٰلمین جلد دوم

[2] شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ (مصنف)

[3] دیکھو رحمۃ للعٰلمین جلد دوم

پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہرا اپنے گھر آئی[1]   توکّل کے خزانے دولتِ مہرو وفا لائی

رحمۃٌ للعٰلمینؐ بیٹی کے گھر میں

عشاء پڑھ کر چلا بیٹی کے گھر ہادیؐ زمانے کا   درِ بیتِ علیؓ پر اِذن[2] مانگا اندر آنے کا
پئے تہذیبِ اُمت اِذن حاصل کر کے سرورؐ نے   ضیا اس گھر کو بخشی زینتِ محراب و منبر نے
بشفقت سادہ[3] پانی کا پیالہ ایک منگوایا   دُعا دَم کر کے خود تھوڑا سا پانی نوش فرمایا

---

[1] حضرت علیؓ اب تک آنحضرتؐ ہی کے پاس تھے شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لیں۔ حارثہ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے۔ جن میں سے وہ کئی آنحضرتؐ کی نذر کر چکے تھے۔ آنحضرتؐ اس بارہ میں ان سے کہنے میں متامل تھے۔ حضرت حارثؓ نے سن پایا۔ دوڑ کر حاضر ہوئے اور عرض کیا "میرے پاس جو کچھ ہے سب حضور کا ہے۔ خدا کی قسم جو مکان آپ کے کام آئے۔ وہ میرے پاس رہ جانے والے مکان سے زیادہ مسرت دیتا ہے"۔ چنانچہ انہوں نے ایک مکان خالی کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ وہاں تشریف لے گئیں (سیرت النبیؐ)

[2] جب فاطمۃ الزہراؓ نئے گھر جا بسیں تو آنحضرتؐ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر اذن مانگا۔ پھر اندر آئے (سیرت النبیؐ)

[3] آپ نے ایک برتن منگوایا۔ اس پر دعا کی اور پانی حضرت علیؓ کے سینہ و بازو پر چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہؓ پر چھینٹے دئے اور دُعا کے طور پر یہ الفاظ فرمائے اللھم بارک فیھما و بارک علیھما و بارک لھما نسلھما۔ یعنی اے اللہ تو زوجین کے باہمی تعلقات میں برکت دے۔ اور جو ان کے متعلقات ہوں ان کو برکت دے اور ان کی نسل میں برکت دے (اصابہ)

دیے پانی کے چھینٹے سینہ و بازوئے حیدرؓ پر
یہی پانی رسول اللہ نے چھڑکا پاک دختر پر

محبت اور شفقت سے بٹھا کر پاس دونوں کو
دعا کی اے خدا یہ عقد آئے راس دونوں کو

ہو اِن کی نسل یارب دو جہاں میں خیر کا باعث
یہ عقدِ خیر ہو کون و مکاں میں خیر کا باعث

خداوندا اِنہیں پاکیزہ سے پاکیزہ تر کر دے
عمل میں دے اثر ان کے ارادے خیر سے بھر دے

دعا کے بعد دخترؓ[1] سے پھر اتنی بات فرما دی
کہ میں نے مردِ افضل تر سے کر دی ہے تری شادی

ادب سے سر جھکائے سامنے استادہ تھے دونوں
حیاداری کی اک زندہ شبیہِ سادہ تھے دونوں

ستاروں کو ہے اب تک یاد یہ پُرکیف نظارا
مرخّص اپنے پیاروں سے ہوا اللہ کا پیارا

---

[1] آپ نے حضرت فاطمہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان کے افضل تر شخص سے تیرا نکاح کیا ہے (طبقات ابن سعد و اصابہ)

marfat.com

عُذرِ مُصنّف

کئے ہیں مختصر حالات جو اَب تک بیاں میں نے   نہیں آنے دیا ہے اُن میں رنگِ داستاں میں نے
اَدَب اے نکتہ چیں یہ تذکرہ ہے پاک بندوں کا   صداقت کیش صدّیقوں شہیدوں حق پسندوں کا
مجھے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری   وگرنہ شاہبازِ فکر اُڑنے سے نہیں عاری
خیال و خواب کی ہوتی اگر ہنگامہ آرائی   تو رعد اور زلزلے کی بھی نہ کرتا کوئی شنوائی
بیاں کرتا اگر حالات فرضی شہسواروں کے   تو اک شمشیر سے مَیں سر اُڑا دیتا ہزاروں کے
صداقت کا اگر میں خون کرنے پر اُتر آتا   تو صحرائے عرب میں بحرِ احمر ہی نظر آتا
جو موضوعِ سخن مجھ کو اجازت اِک ذرا دیتا   زمینوں کو اُٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیتا
مجھے گُر یاد ہیں قطرے کو طوفاں کر دکھانے کے   کسی ذرّے کو وسعت میں بیاباں کر دکھانے کے
مِرے دامن میں ہے اَبرِ خزانی بھی بہاری بھی   کہ ہے آتش فشانی بھی تَنَفَس میں برفباری بھی
نہیں ناآشنا میرا قلم رنگیں نگاری سے   زمینِ شعر ہے فردوس میری لالہ کاری سے
یہاں عائد ہے مجھ پر نصِّ قرآنی کی پابندی   کہ ہے اس سے تجاوز میں خدا کی نارضامندی
تخیل پر نہیں بُنیاد میرے شاہنامے کی   صداقت کی طرف جاتی ہے راہِ راست خامے کی

marfat.com

مجھے ہے عاقبت کی فکر، میں اللہ سے ڈرتا ہوں
ادب لازم ہے، محبوبِ خدا کا ذِکر کرتا ہوں

کہیں جائز نہیں اس تذکرے میں رنگ آمیزی
گُنہ ہے اِن زمینوں پر سمندِ طبع کی تیزی

یہ اُس کا تذکرہ ہے، جو مبلّغ تھا صداقت کا
دکھایا معجزہ جس نے صداقت ہی کی طاقت کا

نہ ہے یہ زال کا قِصہ، نہ رستم کی کہانی ہے
پَرِ سیمرغ ہے اس میں نہ راہِ ہفت خوانی ہے

نہ کوئی داستاں ہے، جس میں لطفِ داستاں بھر دوں
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کر دوں

یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا
کہ جس کے نُور سے ظلمت نے دیکھا منہ اُجالے کا

شِکوہ و شانِ مصنوعی مرے مقصد سے خارج ہیں
یہ زیورِ جسم و رُوحِ شعر کی صحت میں حارج ہیں

بیاں میں اختصار و سادگی ملحوظ رکھی ہے
بڑی مشکل سے جانِ واقعہ محفوظ رکھی ہے

نہ اظہارِ کمالِ شاعری مطلوب ہے مجھ کو
نہ پندار و وبالِ ساحری مرغوب ہے مجھ کو

مرا مقصود اتنا ہے کہ انساں نیک ہو جائیں
خدا کو ایک مانیں اور خود بھی ایک ہو جائیں

وہی مقصود ہے میرا جو مقصودِ صداقت ہے
وہی معبود ہے میرا جو معبودِ صداقت ہے

ہوئی اس راہِ وحدت میں تلاشِ رہنما مجھ کو
نظر آیا نہ کوئی "کملی والے" کے سوا مجھ کو

وہ کالی کملی والا جو مسلمانوں کا آقا تھا
جسے مرغوب سادہ زندگی تھی فقر فاقہ تھا

اسی کی زندگی نے زندگی کو زندگی بخشی
گلوں کو رنگ، ماہ و مہر کو تابندگی بخشی

marfat.com

محمد جس نے جوشِ زندگی بخشا ضعیفوں کو
کیا آزاد شیطانوں کے چنگل سے شریفوں کو

محمد جس نے گمراہوں کو سیدھی راہ دکھلائی
خدائے واحد و رحمٰن کی درگاہ دکھلائی

سکھانے کے لئے قانونِ آزادی کی پابندی
وہ آیا لے کے اس دُنیا میں آئینِ خداوندی

گدا و شاہ کو رُتبے میں یکساں کر دیا جس نے
سہارا مور کو دے کر سلیماں کر دیا جس نے

نویدِ بخششِ یومُ الحساب اُس کی زباں پر تھی
وہ اُمی تھا مگر اُمّ الکتاب اس کی زباں پر تھی

گھٹائے زور اُس نے کینہ کاروں کے لئیموں کے
کئے حق اس نے قائم عورتوں کے اور یتیموں کے

دیا آکر غلاموں کی رہائی کا سبق اُس نے
کیا انسان پر آساں یہ مضمونِ ادق[1] اُس نے

---

[1] قرآن فرماتا ہے:۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۔ پ۲۔ البقرہ۔ ع۔ ۲۲

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کی طرف رُخ کر لو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور آخرت پر۔ فرشتوں پر اور خدا کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور اپنا مال کو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں پر یتیموں پر محتاجوں پر مسافروں اور سائلوں پر اور غلاموں کے آزاد کرانے پر خرچ کریں +

دوسری جگہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۔ پ۳۰۔ البلد۔ ع۔ ۱

جانتے ہو (قرب الٰہی تک پہنچنے کی) گھاٹی کیا ہے غلاموں کو رہائی دینا۔

عن ابی ھریرۃ۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ ثلاثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ رجل اعطی بی ثم غدر ورجل باع حرا فاکل ثمنہ ورجل استاجر اجیرا فاستوفی منہ ولم یعط اجرہ یعنی حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد کیا ہے (باقی [illegible])

اُدھر دُنیا تھی اور دنیا کی نمرودی و شدادی
اِدھر کیا تھا فقط اسلام اور اسلام کا ہادیؐ

وہ آیا اس نے انسانوں کے شیطانوں کو للکارا
زمانے بھر کے فرعونوں کو ہامانوں کو للکارا

ہلاکت خیز تھی وہ قلزمِ باطل کی طغیانی
کہ جس میں غرق ہونے ہی کو تھی دنیائے انسانی

بڑھا وہ کشتیٔ حق لے کے دنیا کے بچانے کو
صلائے عام دی اسلام کی سارے زمانے کو

نظر آیا قریب و دُور جو بھی ڈُوبنے والا
سہارا دے کے بیچارے کو اس کشتی میں لا ڈالا

وہ انساں جو نکالے جا چکے تھے بحرِ عصیاں سے
مسلح کر دیا ان کو بھی ملّاحی کے ساماں سے

ہُوئیں تفویض ان کو خدمتیں احساں کرنے کی
دل و جاں بہرِ مخلوقِ خُدا قرباں کرنے کی

چلے وہ ناخدائے کشتیٔ حق کے اشارے پر
جہاں بہتی ہیں جانیں کفر کی مَوجوں کے دھارے پر

دہن کھولے ہوئے تھی لیکن یہاں فوجِ نہنگ اُن پر
یہ نیت تھی کہ گوشہ زیست کا ہو جائے تنگ اُن پر

بڑھیں بل کھا کے چاروں سمت سے شیطان کی موجیں
خدا کی ناؤ سے اُٹھ اُٹھ کے ٹکرانے لگیں موجیں

نہ لیکن ہو سکا ہرگز کوئی تختہ جُدا اُس کا
یہ کشتی تھی خدا کی ناخُدا تھا مصطفٰےؐ اس کا

وہ اُمّی کس طرح غالب ہوا ساری بلاؤں پر
نہنگوں اور مَوجوں اور طوفانی ہواؤں پر

(بقیہ صفحہ) تین قسم کے لوگوں پر میں قیامت کے دن ناراض ہونگا۔ اوّل وہ آدمی جو میرا واسطہ دے کر عہد کرتا ہے پھر غداری کرتا ہے۔ دوم وہ آدمی جو کسی آزاد آدمی کو غلام بنا کر اور فروخت کر کے اس کی قیمت کھاتا ہے۔ سوم وہ جو کسی آدمی کو کام پر لگاتا ہے اور اس کام کی مزدوری ادا نہیں کرتا۔ (بخاری کتاب البیع)

رہی محفوظ کشتی کس طرح مہلک چٹانوں سے   ہوئے یہ کارنامے کس طرح ان چند جانوں سے
اُبھارا کس طرح اُن ڈوبتوں کو قعرِ دریا سے   گرے جو پے بہ پے دریا میں اپنی لغزشِ پا سے
کیا حق نے فرو طوفانِ عصیاں کس طرح آخر   بچائی جا سکی دنیائے انساں کس طرح آخر
یہ کس قانون نے بخشی تھی آزادی غلاموں کو   بھلا بیٹھی ہے دنیا آج جن کے کارناموں کو
ہوا تھا کس ہوا سے گلشنِ ہستی تر و تازہ   بندھا کس طرح اَوراقِ پراگندہ کا شیرازہ
یہ سب کچھ انتہائی سادگی سے عرض کرنا ہے   کوئی افسانہ کہنا ہے نہ کوئی رنگ بھرنا ہے
یہی میرے مقاصد ہیں یہی احساس ہیں میرے   میں عامی ہوں مخاطب ہی عوام الناس ہیں میرے
غلاموں کو ملے شاید رہائی کی نوید اس سے   اثر اندوز ہو جائے کوئی رُوحِ سعید اس سے

کسی کی مغفرت کا یہ اگر سامان ہو جائے!
تو شاید حشر میں مُشکل مری آسان ہو جائے!

باب سوم

مکّے والوں کے اِنتقامی حملے

مدینے پر ابوسفیان کی دستبرد

غزوۂ سویق

اُدھر مکّے میں بھی اب اک بڑے حملے کی تیاری — اِدھر یثرب میں فتنہ تھا یہودی قوم کا جاری
منافق ہر طرح اب کر رہے تھے فتنہ انگیزی — کہ ہو جائے کسی صورت مسلمانوں میں خونریزی
قبائل بھی اتر آئے تھے اپنی شورہ پشتی پر[1] — بہر سُو مستعد تھے رہزنی پر دھینگا مشتی پر

---

[1] آنحضرت کو قبائل سُلیم و غطفان کے مدینے پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ آپ صحابہ کی جماعت کو لے کر قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

غرض اس وقت تھا سارا جہاں اسلام کا دشمن
محمد مصطفےؐ کا اور خدا کے نام کا دشمن

تبر تھے آندھیاں تھیں اور تنہا نخلِ اسلامی
ابھی تھیں ننھی ننھی ڈالیاں اور نازک اندامی

یہ پودا پل رہا تھا اپنے مالیؐ ہی کے دامن میں
چراغِ نور تھا سرکارِ عالیؐ ہی کے دامن میں

اُسی کا حوصلہ تھا جس نے ٹالا اِن بلاؤں کو
لیا خود اپنی ذاتِ پاک پر سمّی ہواؤں کو

ابوسُفیان کی قسم

قریشی فوج نے جب بدر میں دیکھی نگونساری
ابوسُفیانؔ کو حاصل ہو گئی باطل کی سرداری

قسم کھائی تھی اُس نے جب تلک بدلہ نہ لیُوں گا
کوئی بھی کھیل ہرگز عیش و عشرت کا نہ کھیلوں گا

لگی تھی آگ کچھ ایسی کہ جینا تھا حرام اس کو
جلائے ڈالتا تھا سوزِ داغِ انتقام اس کو

یہ دو سو رہزنوں کو ساتھ لے کر شہر سے نکلا[1]
برائے رہزنی معمور ہو کر قہر سے نکلا

قسم کھا کر ہبل کی بہرِ قتلِ اہلِ دیں آیا
اندھیری رات میں ظالم مدینے کے قریں آیا

---

[1] ابوسُفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک بدر کا بدلہ نہ لے لوں گا۔ اپنے بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا۔ نہ اپنی بیوی کے پاس جاؤں گا۔ اب ذوالحجہ میں دو سو مسلح سواروں کو لے کر مکے سے نکلا اور غیر معروف راستوں پر چلتا ہوا مدینے کے قریب پہنچا۔ (دیکھو ابن ہشام و ابن سعد)

بھروسا تھا اسے اپنے یہودی یارِ محرم پر
اندھیرے ہی میں دستک دی مکانِ ابنِ مُشکم پر[1]
یہودی نے خوشی سے لا کے اپنے گھر میں ٹھہرایا
مدینے کے مسلمانوں کا سارا حال بتلایا
تواضع کی گئی اس کی شرابِ ارغوانی سے
مبادا سرد ہو جائے حسد کی آگ پانی سے

ابوسفیان کی دستبرد

ابھی کچھ رات باقی تھی کہ جاگا فتنۂ دوراں
مکانِ ابنِ مُشکم سے نکل آیا ابوسُفیاں
مضافاتِ مدینہ میں تھی اک چھوٹی سی آبادی
مکاں تھے چند نخلستاں تھے اور تھی خوشنما وادی
چرا کرتے تھے اکثر اونٹ بھی اس میں مدینے کے
دکھائے اس جگہ جوہر ابوسُفیاں نے کینے کے[2]
وہ قزّاقوں کو اپنے ساتھ لے کر اس طرف آیا
نشاں اونٹوں کا لیکن آج وادی میں نہیں پایا

---

[1] ابوسُفیان اپنے سواروں کو مدینے کے باہر ٹھہرا کر رات کی تاریکی میں یہودی قبیلہ بنو نضیر کے رئیس ابن مشکم کے مکان پر شب باش ہوا۔ ابن مشکم نے آنحضرتؐ سے معاہدۂ امن کی خلاف ورزی کی اور ابوسفیان کو نہایت تواضع سے اپنے ہاں ٹھہرایا اور مسلمانوں کے حالات بتلائے۔ رات بھر شراب پلائی اور لذیذ کھانے کھلائے۔ (ابن ہشام وابن سعد)

[2] صبح کو ابوسُفیان عریض پر حملہ آور ہوا جو مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ (سیرت النبی)

فقط سوئے ہوئے دو کاشتکار اس کو نظر آئے[1]
بدی کے نقش پوری شان سے دل میں ابھر آئے
درختوں کے سوا کوئی نہ پایا دیکھنے والا
سواروں نے انہی سوتے ہوؤں کو قتل کر ڈالا
ہوا ٹھنڈا نہ دل جب مار کر اُن پاسبانوں کو
لگا دی آگ سب کچھ لُوٹ کر خالی مکانوں کو
جلائے گھاس کے انبار بھی آتش نژادوں نے
درختوں کو بھی خاکستر کیا اِن بدنہادوں نے
بزعمِ خود قسم پوری ہوئی غسلِ جنابت کی
دکھا دی آن گویا اس طرح قرشی نجابت کی

آنحضرتؐ ابوسفیان کے تعاقب میں

ہوئی جب صبح، آوازِ اذاں آئی، بشر جاگے
تو یہ شب دُزد پاداشِ عمل کے خوف سے بھاگے
ابوسفیاں کی یہ کرتوت فوراً ہو گئی ظاہر
اٹھا پھر صحنِ مسجد سے وجودِ طیبؐ و طاہرؐ
بڑھے دو سو مجاہد ہمرکابِ مصطفیٰؐ ہو کر
تعاقب میں چلے اُن بزدلوں کے بادپا ہو کر
بڑھے اُس سمت پر جس سمت سے یہ چور بھاگے تھے
مجاہد پیچھے پیچھے تھے فراری آگے آگے تھے

---

[1] اس وادی میں مسلمانوں کے اونٹ چرا کرتے تھے اور پھلدار کھجوروں کے جھنڈ تھے اور کچھ جھونپڑے تھے۔ مگر اتفاق سے اس وقت مویشی موجود نہ تھے۔ ایک انصاری سعد بن عمرو اور ان کا حلیف سو رہے تھے۔ سواروں نے دونوں بے گناہوں کو قتل کر دیا۔ کھجور کے درختوں کو آگ لگا دی۔ گھاس کے انبار اور جھونپڑے بھی جلا دیئے۔ گویا ابوسفیان نے اپنی قسم پوری کر دی۔ (ابن سعد و ابن ہشام)

marfat.com

ابو سفیان، خوفِ جاں سے ڈرتا اور تھراتا   بھگاتا ساتھیوں کو، بھاگو بھاگو منہ سے چلاتا
سلوکِ ابنِ مشکم کا بیاں اور ذکرِ مَے کرتا   چلا جاتا تھا مکے کی طرف راہوں کو طے کرتا
شتر بھی تھک گئے تھے راہزن اسوار تھے جن پر   برائے زادِ رہ ستو کے بورے بار تھے ان پر
تعاقب ہو رہا تھا اب ابو سفیان گھبرایا   مسلمانوں کا خطرہ موت بن کر قلب پر چھایا
سُبک ہونے کو، بورے ستوؤں کے جا بجا پھینکے   بھگوڑوں نے یہ سارے بوجھ اونٹوں سے اٹھا پھینکے
بچا کر جان لے جانا ہی مشکل تھا نگاہوں میں   یہ ستو بھاگتے میں پھینکتے جاتے تھے راہوں میں
اٹھا لیتے تھے آ کر کملی والے کے رفیق ان کو   رہی یاد ایک عرصے تک یہ افتادِ سویق[لہ] ان کو
بڑی چالاکیوں، مکاریوں اور کوشش و کد سے   یہ رہزن بچ ہی نکلے غازیانِ دین کی زد سے

تعاقب چھوڑ کر غازی پلٹ آئے مدینے کو
یہودی خطرہ تھا درپیش ملت کے سفینے کو

[لہ] ابو سفیان کے پاس رستہ کا سامان صرف ستو تھا۔ بھاگتے وقت گھبراہٹ میں ستو کے بورے پھینکتا گیا جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔ اس لئے یہ واقعہ غزوۂ سویق کے نام سے مشہور ہوا (سیرت النبی)

مبادیاتِ غزوۂ اُحُد

قریشِ مکّہ کی آتشِ انتقام

شاعروں کا دُوسرے قبائل کو بھڑکانا

گروہِ کُفر جب سے بھاگ کر مکّے میں آیا تھا
اُسی دن سے یہ دستُورُ العمَل اس نے بنایا تھا

کہ تیاّری کرے ہر فرد جنگِ انتقامی کی
پذیرائی نہیں ہو گی کسی عُذر اور خامی کی

قبائل کو قریشی شاعروں[1] نے جا کے بھڑکایا
پرستارانِ باطِل کو ضیائے حق سے دھڑکایا

کہا "یہ مسئلہ ہے دینِ آبائی کی عزّت کا
پُرانے مسلکِ لاتی و عُزائی کی عزّت کا

نئے مذہب کا بانی دیوتاؤں سے نہیں ڈرتا
اکیلا ہے مگر اتنے خداؤں سے نہیں ڈرتا

نہ اِن کو پُوجتا ہے وہ نہ ان کو مانتا ہے وہ
ہماری اِس پرستش کو بُرائی جانتا ہے وُہ

---

[1] عرب میں جوش پھیلانے اور لوگوں کو گرمانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا۔ قریش میں دو شاعر بہت مشہور تھے۔ عمرو جمحی اور مسافع عَمرو جمحی بدر میں گرفتار ہو گیا تھا لیکن رسُولِ خدا نے باقتضائے رحم اس کو رہا کر دیا تھا۔ قریش کی درخواست پر وہ اور مسافع مکّہ سے نکلے اور تمام قبائلِ قریش میں اپنی آتش بیانی سے آگ لگا آئے۔ (سیرت النبی)

وہ کہتا ہے کہ تم اپنے خداوندوں سے مُنّہ موڑو
یہ پتّھر کی ہیں تصویریں انہیں چھوڑو انہیں توڑو!

اکیلے اک خدا کو پُوجنا ہم کو سِکھاتا ہے
نہ جسم اس کا بتاتا ہے نہ شکل اس کی دکھاتا ہے[1]

اسے وہ حَیّ اور قیّوُم اور رَحمٰن کہتا ہے
ہمارے تین سَو اور ساٹھ کو بے جان کہتا ہے

وہ کہتا ہے کہ سب چھوٹے بڑے انساںؓ[2] برابر ہیں
گدا و شاہ، کم حیثیت و ذی شاں برابر ہیں

وہ محفل میں بٹھاتا ہے رَذِیلوں کو حقیروں کو
امیروں کے مقابِل کر دیا اُس نے فقیروں کو

بڑا حامی بنا ہے وہ یتیموں اور غلاموں کا
مخالف ہے ہمارے فائدے کے انتظاموں کا

ہمارا عورتوںؓ[3] سے عشق بھی ہے ناگوار اس کو
نظر آتی ہیں گویا عورتیں پر ہیزگار اس کو

ہمیں کہتا ہے تم ان عورتوں کا حق بھی پہچانو
انہیں اپنی طرح سمجھو انہیں اپنی طرح جانو

---

[1] لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ
لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَار
پ۔ الانعام۔ ع۔ ۱۰۳

کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں اور وہ سُنتا دیکھتا ہے۔
حواس اور عقل خدا کا ادراک نہیں کر سکتے۔ لیکن خدا کو
ان سب کا ادراک ہے۔

[2] لا فضل العربی علی عجمی ولا العجمی علی عربی ولا الابیض علی اسود ولا الاسود علی ابیض الا بالتقوی (حدیث) نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے، نہ عجمی کو عربی پر اور نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر فضیلت صرف تقوی کے ساتھ ہے۔ (زاد المعاد)

[3] قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ۔ پ۔ الاعراف۔ ع۔ ۳۳

کہہ دیجئے۔ میرے پروردگار نے فحش کی ہر قسم کو کھلی ہو یا چھپی اور گناہ کو حرام کر دیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ ہر اک زندہ رکھے اپنی بیٹی کو
گوارا کس طرح کر لیں بھلا اُشراف بیٹی کو

مٹانا چاہتا ہے وہ روایاتِ قدیمہ کو
بھُلانا چاہتا ہے وہ روایاتِ قدیمہ کو

نہ جانے کون سا جادو ہے اِن بیکار باتوں میں
اُلٹ جاتا ہے دِل انساں کا دو چار باتوں میں

ہمارے سربراہوں نے اسے اس کام سے روکا
پھر اُس کے ماننے والوں کو بھی اسلام سے روکا

اُنھیں تو انتہائی سرزنش بھی ہم نے کر چھوڑی
نہ اپنی ہٹ مسلماں بیوقوفوں نے مگر چھوڑی

چڑھاتے بھینٹ ہم ان کو ہبل اور لات کے آگے
ہمارے سخت پنجے سے مگر بچ کر نکل بھاگے

انھیں اب اہلِ یثرب نے بصد اکرام رکھا ہے
بدل کر نام یثرب کا مدینہ نام رکھا ہے

قبیلے اوس و خزرج کے مسلماں ہوتے جاتے ہیں
خداوندوں کے گھر یثرب میں ویراں ہوتے جاتے ہیں

محمدؐ کے خدا کا دین ہر سو بڑھتا جاتا ہے
یہ قطرہ موجِ دریا بن رہا ہے چڑھتا جاتا ہے

قریش ان کو سزا دینے گئے تھے آپ خود چڑھ کر
محمدؐ نے نہ جانے پھونک مارا اُن پہ کیا پڑھ کر

بہتر پہلواں جو قوم کے سردار تھے سارے
مسلمانوں نے آ کر بدر کے میدان میں مارے

ہبل اور لات و عُزّیٰ نے ہمیں شاید سزا دی ہے
کہ ہم نے مدتوں سے بندگی اُن کی گھٹا دی ہے

خداؤں دیوتاؤں کو خفا یُوں کر لیا ہم نے
کہ ان کے دشمنوں کو زندہ کیوں رہنے دیا ہم نے

خدا سب رُوٹھے بیٹھے ہیں منانے کی ضرورت ہے
کوئی تازہ لہو اُن کو پلانے کی ضرورت ہے

marfat.com

زمیں پر جب تلک زندہ ہیں دشمن دیوتاؤں کے   رہیں گے ہم ہدف زیرِ فلک ساری بلاؤں کے
اُٹھو اے لات و عزّیٰ و ہُبل کے پُوجنے والو   محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کو ذبح کر ڈالو
کرو شیرازہ بندی قوم کے اَوراقِ برہم کی   مسلمانوں کی قوّت ہے عرب کے واسطے دھمکی
ہے تاریخِ عرب پر یہ نئے مضمون کا دھبّا   دُھلے گا اب تو مسلم خُون ہی سے خُون کا دھبّا
ہمیں پیشِ نظر جب گوشمالی ہو حریفوں کی   مدد کرتے رہے ہو تم ہمیشہ ہم ردیفوں کی
ہمیشہ سے ہمارا اور تمہارا بھائی چارہ ہے   کہ جو دشمن ہمارا ہے وہی دشمن تمہارا ہے
ہمارے ساتھ ہو کر جنگ کرنا چاہیئے اب بھی   عزیزو پاسِ نام و ننگ کرنا چاہیئے اب بھی
ارادہ کر چکے ہیں اہلِ مکّہ ضربِ کاری کا   کرو امداد یارو، ہاں یہی ہے وقت یاری کا
مسلّح ہو کے مکّے سے جو اُٹھّے لشکرِ جنگی   تو یثرب کی زمیں پر آسماں کرنے لگے تنگی
رہو تیار ہو کر کیل کانٹے سے جواں مردو   بُلائیں جب تمہیں جنگ آورو دشت کے گردو

مکّے میں فوج کا اجتماع

قریشی شاعروں نے اس طرح جب آگ بھڑکائی   بھڑک اُٹھّے قبائل کے خیالاتِ مَن و مائی
مہیّا ہو چُکا مکّے میں جب سامان لڑنے کا   ابوسفیان نے چپکے سے کیا اعلان لڑنے کا

marfat.com

خبر دے دی گئی باہر کے امدادی قبائل کو
کہ آئیں جلد لے کر اپنے جلادی وسائل کو
تہامہ[1] سے کنانہ کے قبائل متحد ہو کر
چلے آئے مدد کے واسطے عقل و خرد کھو کر
ہوا اجماعِ باطل وادیٔ بطحا کے سینے پر
اٹھا غارت گری کے واسطے مکہ مدینے پر
ہزاروں لڑنے والے آج اس لشکر میں شامل تھے
شجاع و جنگجو تھے آزمودہ کار و کامل تھے
تکبر تھا سروں میں اور زبانوں پر ہمیں ہم تھا
ابوسفیان ان سب کا سپہ سالارِ اعظم تھا
بہادر خالد و عمرو ابنِ عاص اس وقت نائب تھے[2]
ابھی تک جوہرِ ایماں سر و سینہ سے غائب تھے
یہ لشکر مشتمل تھا ایسے ایسے قہرمانوں پر
جو فوجوں کے مقابل بارہا کھیلے تھے جانوں پر
انہیں مرغوب تھی غارت گری پیشہ تھا قزاقی
نہادِ آدمیت کا کوئی جوہر نہ تھا باقی
مرتب ہو چکی جب ہر طرح سے فوج باطل کی
بڑھی حق کی طرف یلغار کر کے موج باطل کی
سپاہی بھی چلے، سردار بھی، سردار زادے بھی
شتر اسوار بھی اور گھوڑچڑھے بھی اور پیادے بھی
دُہل کا شور سن سن کر ہوا فریاد کرتی تھی
زمیں سہمی ہوئی اپنے خدا کو یاد کرتی تھی

---

[1] ابوعزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔ یہ لشکر جن میں پانچ ہزار شتر سوار، دو سو اسپ سوار اور سات سو زرہ پوش پیادے تھے۔ مدینے پر بڑھا۔ (تاریخ التواریخ)

[2] حضرت خالد بن ولید جن کو سیف اللہ ہونا اور دنیائے اسلام کا سب سے بڑا جرنیل بننا تھا۔ اس وقت کافر تھے اور جنگ احد میں مسلمانوں پر انہی کے رسالے نے عقب سے حملہ کیا تھا۔ اسی طرح حضرت عمرو بن عاص جو فاتح مصر کے نام سے مشہور ہوئے اس فوج میں شامل تھے

marfat.com

وہ خونی شیر چیتے بھی جو صحراؤں میں رہتے تھے
یہ آندھی دیکھ کر العظمۃ للہ کہتے تھے

قریشی عورتیں

قریشی عورتیں[1] بھی دف بجاتی اور رجز گاتی
چلی جاتی تھیں ان کے آتشیں جذبات بھڑکاتی
غلاموں اور جلادوں کو دم اور دام دے دے کر
فریبِ وعدۂ آزادی و انعام[2] دے دے کر
بڑھاوے دے کے بدکاروں کو مال و گنج دینے کے
یہ چڑھ کے آئی تھیں نبیؐ کو رنج دینے کے
یہ ساری ڈائنیں پرچھائیاں تھیں فطرتِ بد کی
بہت مشتاق تھیں یہ قتلِ اصحابِ محمدؐ کی
بلائیں جمع ہو کر طیش میں آ آ کے نکلی تھیں
بشر کا خون پینے کی قسم کھا کھا کے نکلی تھیں

---

[1] دوسری عورتوں کے علاوہ ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان۔ ام حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی فاطمہ بنت ولید، حارث بن مغیرہ کی بیوی اور حضرت خالدؓ کی بہن۔ برزہ بنت مسعود ثقفی صفوان بن امیہ کی بیوی ریطہ بنت منبہ عمرو بن العاص کی بیوی، سلافہ بنت سعد، طلحہ بن ابو طلحہ کی بیوی، خناس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی کی کافرہ ماں۔ یہ سب فوج کا دل بڑھانے اور ان کو ثابت قدم رکھنے کے لئے ساتھ چلیں (دیکھو سیرت النبیؐ اور خاتم المرسلینؐ وغیرہ)

[2] حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے ہند کا باپ مارا گیا تھا۔ جبیر بن مطعم کا چچا بھی حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے بدر میں مارا گیا تھا۔ اس بنا پر ہند نے وحشی کو جو جبیر کا غلام تھا اور حربہ اندازی میں کمال رکھتا تھا۔ حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہ اقرار ہوا کہ اس کارگزاری کے صلہ میں آزاد کر دیا جائے گا۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

آنحضرتؐ کی اطلاع یابی

بچا کر آنکھ ماہ و مہر کی مُخبر نگاہوں سے
بڑھی آتی تھی قرشی فوج غیر آباد راہوں سے

ابُوسُفیان کو ان راستوں سے واقفیّت تھی
مدینے پر اچانک حملہ کر دینے کی نیّت تھی

مگر باطل تھی یہ کوشش سپہ سالارِ باطل کی
نبیؐ پر ہو گئی اَفشا خبر یلغارِ باطل کی

نبیؐ کے پاس آیا حضرتِ عبّاس کا قاصد[1]
کہ آتا ہے گروہِ مشرکاں با نیّتِ فاسد

نبیؐ نے انسؔ و مونسؔ دو جواں مامور فرمائے[2]
جو مانندِ ہوا اَفواجِ قرشی کی خبر لائے

گذارش کی کہ حملہ آوروں کا اک بڑا لشکر
چلا آتا ہے آندھی کی طرح ارضِ مقدس پر

اٹالا ان کا قُربِ شہر میں ہے بند ہیں راہیں
اُجاڑیں ان کے گھوڑوں نے مدینے کی چراگاہیں

---

[1] حضرت عبّاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جنگ بدر کے بعد ایمان لا چکے تھے مگر حکمِ رسالت سے اب تک مکے ہی میں مقیم تھے۔ انہوں نے بنی غفار کے ایک شہسوار کو خط دے کر اور تین دن میں مدینے پہنچنے کی تاکید کر کے آنحضرت کے پاس بھیجا۔ آنحضرت اس وقت قبا میں تھے۔ قاصد وہیں باریاب ہوا اور یہ خط پیش کیا۔ (ابن سعد و زرقانی)

[2] آپ نے پانچویں شوال سنہ ۳ھ کو دو خبر رساں خبر لانے کے لئے بھیجے۔ انہوں نے آ کر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینے کے قریب ہے اور مدینے کی چراگاہ (عریض) کو ان کے گھوڑوں نے صاف کر دیا ہے (سیرت النبیؐ)۔

شہر کی حفاظت کے ضروری سامان

نبیؐ نے سن کے اَمرِ واجبُ الاِذعان فرمایا　　مدینے کی حفاظت کے لئے سامان فرمایا
مُعیّن کر دیئے دروازہ ہائے شہر پر غازی　　کہ تھا غارت گروں سے خطرۂ شبخون اندازی
یہودی دشمنی کا رنگ بھی اب ہو گیا گہرا　　درِ مسجد پہ قائم کر لیا اصحابؓ نے پہرا[1]
اچانک آ لیا تھا شہر کو افواجِ شیطاں نے　　گزاری جاگ کر یہ رات ہر فردِ مسلماں[2] نے
مقرر کر دیا ہادیؐ نے اک گوئندۂ[3] تازہ　　کہ ہو اچھی طرح جمعیتِ باطل کا اندازہ
خبر آئی کہ جمعیت ہے بیش از سہ ہزاران[4] کی　　کمک بھی آنے والی ہے بوقتِ کارزار ان کی
رسالے بھی ہیں ان کے پاس نیزے بھی ہیں کوڑے بھی　　سواران کے ہیں آہن پوش آہن پوش گھوڑے بھی

---

[1] حضرت سعدؓ بن عبادۃ اور حضرت سعدؓ بن معاذ ہتھیار لگا کر تمام رات مسجد نبوی کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے

[2] خبروں کے اخفا میں بخیال بے دلی احتیاط کی گئی تھی اور عام مسلمانوں کو لشکرِ کفار کے تفصیلی حالات نہیں بتائے گئے تھے۔ پھر بھی یہ شب مدینہ میں سخت خوف و خطر کی رات تھی (ابن سعد)

[3] قریش کے قریب آنے کی خبر موصول ہونے پر آپ نے ایک صحابی حبابؓ ابن منذر کو حملہ آوروں کی تعداد کے صحیح تخمینہ کے لئے بھیجا (ابن سعد)

[4] رحمۃ للعالمینؐ کے محقق مصنف نے ناسخ التاریخ کے حوالے سے اس فوج کی تعداد پانچ ہزار لکھی ہے۔ بہرحال تین ہزار شتر سوار، دو سو اسپ سوار، سات سو زرہ پوش پیادے مسلمہ تعداد تھی۔ (مصنف)

شُتر اسوار کثرت سے ہیں کچھ لشکر پیادہ ہے
زِرہ پوشوں کی گنتی سات سو ہے یا زیادہ ہے

یہ سُن کر مُطلقاً اسلام کا ہادی نہ گھبرایا
زباں سے حَسْبُنَا اللہ کہہ کے یوں حضرت نے فرمایا

مسلماں کو فقط اللہ کی اِمداد کافی ہے
اُسی کا نام کافی ہے اُسی کی یاد کافی ہے

جو بندوں کو ودیعت یہ امانت کرنے والا ہے
وہ قوّت دینے والا ہے اِعانت کرنے والا ہے

مسجدِ نبوی میں مجلسِ شوریٰ[1]

ابھی کچھ رات باقی تھی ابھی پہرا تھا ظلمت کا
ہوا اِعلان بہرِ مشورت اجماعِ اُمت کا

اکٹھے ہو گئے آ کر مسلماں صحنِ مسجد میں
سمٹ آئی ضیائے صبحِ رخشاں صحنِ مسجد میں

پُرانے اور نئے جتنے بھی تھے اللہ کے پیارے
بڑے چھوٹے معمّر اور جواں جھٹ آ گئے سارے

کیا اُمّت نے جب اَجماعِ کامل بزمِ شوریٰ میں
ہوا ابنِ اُبَی[2] بھی آ کے شامل بزمِ شوریٰ میں

منافق تھا رسول اللہ کا درپردہ دشمن تھا
یہ دشمن دامنِ رحمت کا اک پروردہ دشمن تھا

---

[1] روز جمعہ کی صبح آنحضرتؐ نے مسجد نبوی میں مسلمانوں کو جمع فرمایا اور قریش کے حملے کے متعلق ان سے مشورہ طلب کیا۔ (ابن سعد)

[2] عبداللہ بن اُبَی جو منافقوں کا سرغنہ تھا۔ مگر جنگ بدر کے بعد بظاہر مسلمان ہو گیا تھا وہ اس وقت مشورے میں شریک تھا۔ (سیرت النبیؐ)

بظاہر یہ منافق دین کا اقرار کرتا تھا
بباطن جانِ ملّت پہ ہزاروں وار کرتا تھا

مدینے میں بہت سے اور بھی اِس کے موافق تھے
کہ ظاہر میں مسلماں اور باطن میں منافق تھے

تمنا ان کی یہ تھی مسلموں میں تفرقے ڈالیں
ہویدا تھے نبیؐ پر ان کے سب حالات جب چالیں

یہ سب ایماں کا اقرارِ زبانی کرتے رہتے تھے
رسول اللہ سب کچھ جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے

غرض ابنِ اُبَی اب مشورت میں ہو گیا شامل
اگرچہ قلب اس کا فتنہ انگیزی پہ تھا مائل

آنحضرتؐ کا خطبہ[۱]

نمازِ صبح پڑھ کر آپ نے ارشاد فرمایا
کہ اے ایمان والو امتحاں کا وقتِ سخت آیا

قریش اس مرتبہ آئے ہیں پورے ساز و ساماں سے
کہ آزادی تمہاری چھین لیں شمشیر و پیکاں سے

مجھے یہ جنگ ایسا حادثہ معلوم ہوتا ہے
جو ہر امت کو بہرِ امتحاں مقسوم ہوتا ہے

کشاکش ہائے مرگ و زیست کا ہے اک کٹھن رستہ
جہاں چلنا ہے سب کو دست بستہ اور پا بستہ

نبیؐ کو اس میں خود ہے احتمالِ صدمۂ ذاتی
دکھایا جا چکا ہے[۲] مجھ کو حالِ صدمۂ قاتی

---

[۱] مشورے سے قبل آنحضرتؐ نے قریش کے حملے اور ان کے خونی ارادوں کا تذکرہ فرمایا۔ (دیکھو طبری)

[۲] آپ نے فرمایا کہ آج رات میں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے نیز دیکھا ہے کہ میری تلوار کا سرا ٹوٹ گیا ہے پھر میں نے دیکھا کہ گائے ذبح کی جا رہی ہے پھر دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط اور محفوظ زرہ کے اندر ڈالا ہے (ابن ہشام)

بغیر اس کے رہِ تہذیبِ ملت طے نہیں ہوتی
کہ بڑھ کر جوہرِ قربانی سے کوئی شے نہیں ہوتی
یہ رستہ ہے مرے اصحابِ اکبر کی شہادت کا
کوئی وعدہ نہیں اس مرحلے میں خرقِ عادت کا
اگر امت نے احکامِ نبیؐ سے کی نہ سرتابی
نہ بشریت نے پیدا کر دیا گر خوفِ اعصابی
پڑھا ہے نظمِ وحدت کا جو مضمونِ ادق تم نے
بھلا ڈالا نہ گر ہنگامِ سختی یہ سبق تم نے
اگر تم اس رہِ دشوار میں ثابت قدم نکلے
ثبات و صبر کے اظہار میں ثابت قدم نکلے
حدیں قائم رکھیں تم نے اگر طاعت گذاری کی
تو دیتا ہوں بشارت میں تمہیں تائیدِ باری کی
تمہیں اس وقت چاروں سمت سے اعدا نے گھیرا ہے
یہاں دشمن کا گھر ہے اُس طرف لشکر کا ڈیرا ہے
مدینے کی جو حالت ہے وہ تم پر آشکارا ہے
قریشی لشکرِ جرار اُحُد پر خیمہ آرا ہے
بتاؤ ان کو روکیں چل کے باہر چند میلوں پر
کہ اس لشکر کو بڑھنے دیں مدینے کی فصیلوں پر
بظاہر بند ہو کر جنگ کرنے میں ہے آسانی
یکایک نرغہ کر سکتے نہیں بیداد کے بانی
مگر یہ منحصر ہے کثرتِ آرائے ملت پر
تدبر شرط ہے ہر دیدۂ بینائے ملت پر

---

[1] صحابہؓ نے اِس خواب کی تعبیر دریافت کی تو فرمایا۔ گائے کے ذبح سے میں سمجھتا ہوں کہ میرے بعض اصحابِ اکبر کی شہادت مراد ہے اور تلوار کے ٹوٹنے سے میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت ہے یا خود مجھے اس مہم میں کوئی جسمانی تکلیف پہنچے گی۔ زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے مَیں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مدینے کے اندر رہ کر مقابلہ مناسب ہے۔ (ابن ہشام و ابن سعد)

marfat.com

حقِ آزادیٔ آرا ہے دیں کا سنگِ بنیادی
تمہاری رائے جو بھی ہو بیاں کر دو بآزادی

مری جانب سے ہر حالت میں استقلال دیکھو گے
محمدؐ کو رہِ حق میں شریکِ حال دیکھو گے

بگوشِ ہوش یہ خطبہ سُنا ایمان والوں نے
جھکا دیں گردنیں فرطِ ادب سے شان والوں نے

گزارش کیں کھڑے ہو ہو کے رائیں سب اکابر نے[1]
کیا تجویز یہ ہر ایک ضابط اور صابر نے

کہ لڑنا قلعہ بندی کے طریقے سے مناسب ہے
دفاعِ دشمناں ضبط اور سلیقے سے مناسب ہے

عبداللہ بن اُبَیّ منافق کی رائے[2]

کہا ابنِ اُبَیّ نے "ہاں یہ دستورِ قدیمی ہے
ہے اس سے فائدہ مقصود اگرچہ چال دھیمی ہے

مدینے پر کیا کرتا تھا حملہ جب کوئی لشکر
تو ہو کر متحد سب شہر والے لڑتے مرنے پر

بٹھا دیتے تھے اپنی عورتیں ہر سمت ٹیلوں پر
مسلح اور جنگی مرد چڑھتے تھے فصیلوں پر

---

[1] مہاجرین نے عموماً اور انصار میں سے اکابر نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعوں میں بھیج دی جائیں اور شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے (سیرت النبیؐ)،

[2] عبداللہ بن اُبَیّ منافق نے بھی یہی رائے دی (سیرت النبیؐ)

فراہم کر لئے جاتے تھے جھٹ انبار پتھر کے   بلندی سے ہوا کرتے تھے پھر وُار پتھر کے
فصیلوں سے ہوا کرتی تھی بارش تُند تیروں کی   تو چلتی تھی نہ کوئی پیش ان شمشیر گیروں کی
ہمارے باپ دادا یُوں بھگا دیتے تھے دشمن کو   عدم کا راستہ اکثر دکھا دیتے تھے دشمن کو
مسلمانوں کو لازم ہے کہ میرا مشورہ مانیں   مری شخصیت و اہلیتِ جنگی کو پہچانیں
بٹھا دیں عورتوں بچّوں کو چاروں سمت ٹیلوں پہ   مسلح ہو کے خود بھی بیٹھ جائیں ان فصیلوں پر
کریں دشمن پہ بند اس شہر کا ہر ایک دروازہ   تو میری رائے کا اس وقت ہو جائے گا اندازہ

مُسلم نوجوانوں کا جوشِ جہاد

سُنی صبر و سکوں سے رائے سب نے اِس منافِق کی   کہ نیت بد تھی لیکن اُس نے تقریرِ موافِق کی
غرض جتنے معمر لوگ اس شوریٰ میں شامل تھے   وہ تجویزِ نبرد قلعہ بندی ہی کے مائل تھے
مگر وہ نوجواں نوخیز جوشیلے جری مُسلم   وہ سادہ دِل نقوشِ پختہ کاری سے بری مُسلم

---

[1] حضرت حمزہؓ اور اکثر صحابہؓ نے اور خصوصیت کے ساتھ ان نوجوان مسلمانوں نے جو بدر کے جنگ میں شامل نہ ہوئے تھے اور شہادت اور خدمتِ دین کے جذبے سے سرشار تھے اصرار کیا کہ ہم شہر سے نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنا شہر میں بند ہو کر لڑنے سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ (دیکھئے ابن سعد اور طبری)

وہ مخمورِ شجاعت بادۂ توحید کے متوالے
وہ تدبیروں سے ناواقف وہ بَل والے وہ ہمت والے

وہ اُٹھے دست بستہ عرض کی اے ہادیٔ دوراں
ہمیں بخشی ہے جب سے آپ نے یہ نعمتِ ایماں

تمنا ہے کہ نعمت کا بدل کچھ تو ادا کر دیں
نہیں کچھ اور کر سکتے یہ جانیں ہی فدا کر دیں

نہیں ہے دل رضامند اس تجویزِ قلعہ بندی پہ
کہ حرف آئے گا اس سے بدر کی فیروزمندی پہ

ہماری تربیت گہ ہے مدینے کی یہی وادی
غلاموں کو یہیں بخشا گیا ہے حقِ آزادی

اِسی وادی کے اندر کھیت ہیں مسلم کسانوں کے
ہواؤں نے سُنے ہیں اس جگہ نغمے اذانوں کے

اگر ہم اِس طرح مجبور ہو کر بیٹھ جائیں گے
فصیلِ شہر میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے

تو سمجھیں گے عرب والے اسے جُبن اور کمزوری
پھر آئے دن دکھائیں گے شرارت اور سرشوری

اگر باہر نکل کر ہم نے دکھلائی نہ پامردی
تو سمجھی جائے گی اس میں مسلمانوں کی نامردی

قریش آئے ہیں بیشک ہر طرح تیاریاں کر کے
شکستِ بدر کو اُفتادِ ہنگامی گماں کر کے

صف آرا ہونگے ان کے سامنے ہم دُو بدُو ہو کر
کہ جیسے بدر کے غازی لڑے تھے رُوبرو ہو کر

یہ سچ ہے واقعی تعداد بھی اُن کی زیادہ ہے
مگر ان سے لڑیں گے ہم یہی پکا ارادہ ہے

مقابل ہو کے روکیں گے ہم اُن کے وار سینے پر
انہیں بڑھنے نہ دیں گے اپنے جیتے جی مدینے پر

نہتے بے سروساماں سہی ایمان والے ہیں
غلامانِ نبی فضلِ خدا سے آن والے ہیں

زیادہ سے زیادہ قتل ہو جائیں گے پھر کیا ہے
نبیؐ کے دامنِ رحمت میں سو جائیں گے پھر کیا ہے
رہِ حق میں یہی تو منزلِ مقصود ہے اپنی
شہادت پا گئے تو عاقبت محمود ہے اپنی
تمنا ہے کہ اُڑ کر جا پڑے دِل تیرِ قاتل پر
نظر رُوئے نبیؐ پر ہو، گلا شمشیرِ قاتل پر
یہ سر کٹ کر سُوئے پائے محمد لوٹتا جائے
اِسی کو موت کہتے ہیں تو ایسی موت آجائے
رہیں گے ہم میں جو زندہ وہ غازی بن کے آئیں گے
کہ شمشیروں کے سائے میں نمازی بن کے آئیں گے
یہ جینا بھی سعادت کا، یہ مرنا بھی سعادت کا
اِدھر رتبہ غزا کا ہے، اُدھر رتبہ شہادت کا
رہے ہم بدر میں محروم تحصیلِ سعادت سے
جہادِ فی سبیل اللہ سے، تاجِ شہادت سے
ندامت کے لئے وہ ایک محرومی ہی کافی ہے
فصیلوں میں چھپیں اب بھی یہ غیرت کے منافی ہے

جوش و تحمّل

نہایت جوش سے کیں ان صحابہ نے یہ تقریریں
زبانوں سے بیاں کر دیں کتابِ دل کی تفسیریں
جو بہرِ جنگِ میدانی بصد اصرار کوشاں تھے
بہت اِن میں ابھی ناپختہ کار و تازہ ایماں تھے
ابھی یہ تازہ تازہ دامنِ رحمت میں آئے تھے
خدا سے لَو لگانے پر کبھی کوڑے نہ کھائے تھے
ابھی تک سختیاں جھیلی نہ تھیں ایمان لانے کی
ابھی تک بازیاں کھیلی نہ تھیں سر دھڑ لگانے کی

marfat.com

رہے تھے گھر میں یا مسجد میں یا پھر کھیت کے اوپر
نہ لیٹے تھے کبھی یہ تپتی تپتی ریت کے اوپر

نہ تھا معلوم دِل پر جبر کرنا کس کو کہتے ہیں
سرِ ہنگامِ سختی صبر کرنا کس کو کہتے ہیں

نہیں دیکھا تھا، کیا ہنگامِ سختی پیش آتا ہے
پئے جاں خواستن کس طرح ہر بد کیش آتا ہے

قتالِ کارزارِ بدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
سُنا تھا نامِ شرحِ صدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا

جری تھے شیر تھے طبعاً دلاور تھے جیالے تھے
یہی اِک روز دُنیا بھر کے فاتح بننے والے تھے

مگر گر گر کے اُٹھنے پر مدارِ پہلوانی ہے
انہی ناکامیوں پر انحصارِ کامرانی ہے

کہ بچے بطنِ مادر سے جواں پیدا نہیں ہوتے
بنائے جاتے ہیں سب پہلواں پیدا نہیں ہوتے

بلندی پر پہنچنے کے لئے حاجت ہے زینے کی
سمندر پار کرنے کو ضرورت ہے سفینے کی

کتابی درس ہی سے شہسواری آ نہیں سکتی
اصُول آئیں تو آئیں پختہ کاری آ نہیں سکتی

پیغمبرؐ کا فیصلہ

نبیؐ کے سامنے تکمیلِ استعدادِ اُمت تھی
یہ کاہش از برائے وحدتِ افرادِ اُمت تھی

سنیں حضرتؐ نے مسلم نوجوانوں کی یہ تقریریں
جو بہرِ جنگ گھر سے باندھ کر آئے تھے شمشیریں

جوانی میں تھا ذوق و شوق کا انداز بھی شامل
نیاز و عاجزی میں تھی ادائے ناز بھی شامل

اگرچہ آپ کو یہ نازیکسر ناپسند آیا محبّت سے مگر قرآنِ ناطقؐ نے یہ فرمایا
کہ راضی ہو اگر تم سخت گھاٹی سے گزرنے کو کمر بندی کرو باہر نکل کر جنگ کرنے[1] کو
خدا کے ہاتھ میں ہے سلسلہ فتح و ہزیمت کا دُعا مانگو، کہ استقلال ساتھی ہو عزیمت کا
اگر صبر اور استقلال کو محفوظ رکھو گے خدا کے اور نبیؐ کے حُکم کو ملحُوظ رکھو گے
بجائے خود یہی فتح و ظفر کی اک نشانی ہے کہ حق پر استقامت ہی کلیدِ کامرانی ہے
یہ سُن کر ہو گئے مسرُور سب پُتلے شجاعت کے تھے اصغر اور اکبر سب کے سب بندے اطاعت کے
نبیؐ نے اب شعارِ راستی پر خطبہ فرمایا نمازِ جمعہ کا وقت آگیا تھا جمعہ پڑھوایا

رحمۃ للعٰلمینؐ لباسِ جہاد میں

نمازِ جمعہ پڑھ کر ہو گیا اعلانِ[2] تیاری ہُوا ضَو ریز حجرے میں حبیبِ حضرتِ باری
نبوّت کا جلالی رنگ چہرے سے ہویدا تھا کہ جس کی ضَو سے ذرّے ذرّے میں خورشید پیدا تھا

---

[1] کثیر مسلم نوجوانوں نے اس اصرار کے ساتھ اپنی رائیں پیش کیں کہ آنحضرتؐ نے ان کی بات مان لی اور فیصلہ فرمایا کہ اچھا ہم کھُلے میدان میں کفار کی مدافعت کریں گے (دیکھو ابن سعد و ابن ہشام)

[2] نمازِ جمعہ کے بعد آپؐ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا اور خود بھی حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو ساتھ لے کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور لباسِ جنگ زیب تن فرمایا (ابن سعد و زرقانی)

وفا و عشق کے رشتے سے دونوں دست و پا بستہ ابوبکرؓ و عمرؓ تھے دم قدم کے ساتھ وابستہ
رفیقانِ نبیؐ کے قلب اس جلوے سے تھرائے تہیّہ غیر معمولی کے یہ نقشے نظر آئے
کوئی سخت اور نازک مرحلہ پیش آنے والا تھا کہ پیغمبرؐ نے سامانِ جنگ کرنے کو نکالا تھا
لباسِ جنگ پہنا آج سردارِ دو عالمؐ نے خدا کی فوجِ اوّل کے سپہ سالارِ اعظمؐ نے
شرف بخشا زرہ کو چشمِ ہستی کے اُجالے نے سرِ اقدس پہ رکھا خَود کالی کملیؐ والے نے
کمر چمڑے کی پیٹی سے کسی تلوار لٹکائی بھرا تیروں سے ترکش بھی کماں بھی دوش پر آئی
کیا حیران صدیقؓ و عمرؓ کو اس نظارے نے لیا نیزہ بھی دستِ پاک میں اللہ کے پیارے نے[1]
ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہاتھ سے باصد ادب کوشی مکمل ہو گئی محبوبِ حق کی اسلحہ پوشی[2]

جوشیلے مجاہدین کا احساسِ ندامت

اُدھر مسجد میں مردانِ مجاہد سر بکف ہو کر کھڑے تھے انتظارِ مصطفےٰ[3] میں صف بصف ہو کر
ہوئے حضرت برآمد حجرۂ خلوت سے جلوت میں ضیائے نور پھیلی نور کی جلوت سے جلوت میں

---

[1] زرہ زیب تن فرمائی۔ چمڑے کی پیٹی سے کمر کسی۔ سر پر عمامہ تھا۔ تلوار حمائل کی۔ دوش پر سپر تھی۔ دستِ مبارک میں نیزہ تھا۔ (دیکھو تاریخ الخمیس جلد اوّل)

[2] حضرت صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ نے اسلحہ پہننے میں آپ کا ہاتھ بٹایا تھا (ابن سعد)

نبی کو آج اُمت نے لباسِ جنگ میں دیکھا جمالِ مصطفےٰ کو اِس نرالے رنگ میں دیکھا
زِرہ، مِغفر، کمان و تیر و شمشیر و تبَر بھالا مجسّم نُور جس کے گِرد تھا اِک نُور کا ہالا
ہویدا تھا جمالِ سرمدی سرکارِ عالی سے دلِ مردانِ عالم کانپ اُٹھے شانِ جلالی سے
ہوئی اَب اِن جوانانِ مجاہد کو پشیمانی[1] صلاحِ قلعہ بندی جن کی غیرت نے نہ تھی مانی
"ہمارے واسطے مقصودِ عالم سختیاں جھیلے غلاموں کی مشقت آپ آقا ذات پر لے لے"
زِرہ پہنی ہمارے واسطے محبوبِ داور نے اُٹھائی یہ مشقت بحرِ عرفاں کے شناور نے
دِفاعِ دشمناں کے واسطے بھالا سنبھالا ہے تو ظاہر ہے کہ بھاری واقعہ پیش آنے والا ہے
مؤدب ہو کے از راہِ ندامت عرض گزرانی "ہمارے باپ ماں قربان اے محبوبِ یزدانی
نہ جانے اختلافِ رائے عالی کیوں ہُوا ہم سے نہیں پوشیدہ حالِ دِل ہمارا دل کے محرم سے
نبردِ قلعہ بندی ہو کہ میدانی لڑائی ہو اسی صورت سے طے فرمائیے جس میں بھلائی ہو
حقیقت میں ہماری رائے کیا ہے اور ہم کیا ہیں اِسی سرکار، اِسی دربار ہی کے نام لیوا ہیں"
کیا خورشید ذرّوں کو یہ سب احسانِ ہادی ہے جگہ دامن پہ دے کر آپ نے عزت بڑھا دی ہے

---

[1] حضرت سعدؓ بن معاذ رئیس قبیلہ اوس اور دوسرے اکابر کی تصریح سے نوجوان مشتاقانِ جہاد کو اپنی رائے کی غلطی کا احساس پیدا ہو رہا تھا اور ان کے دل پشیمان ہو رہے تھے۔ اب جو حضور اسلحہ لگائے اور زرہ اور خود پہنے ہوئے حجرے سے برآمد ہوئے تو ان کے دل ندامت سے لبریز ہو گئے۔ (ابن سعد)

رسُول اللہ پر ظاہر ہے جو ہم سے ہے پوشیدہ
وہی فرمائیے جو بہرِ ملت[1] ہو پسندیدہ
پسندیدہ نبردِ قلعہ بندی ہی کی صُورت ہے
لباسِ جنگ اُتاریں آپ کیا اس کی ضرورت ہے

پیغمبرؐ کا جواب

صحابہؓ پر جو طاری جوششِ رقّت کا اثر پایا
تبسّم زیرِ لب فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا
کہ ”اے ایمان والو فکرمندی نامناسب ہے
چلو میدان میں اب قلعہ بندی نامناسب ہے
خُدا اس جذبۂ اخلاص کی تحسین کرتا ہے
نبیؐ پھر تم کو استقلال کی تلقین کرتا ہے
نظارا فتح کا پیشِ نظر ہو یا ہزیمت کا
نہیں واجب نبیؐ کو فسخ کردینا عزیمت[2] کا
سرِ میداں نہ جب تک تیغ کوئی فیصلہ کردے
خدا جب تک نہ از خود حق کو باطل سے جُدا کردے
پیمبرؐ کے لئے فسخِ عزیمت کی مناہی ہے
یہ ارشادِ الٰہی ہے، یہ ارشادِ الٰہی ہے

---

[1] سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے غلطی ہوئی کہ ہم نے حضور کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے پر اصرار کیا۔ آپ جس طرح مناسب خیال فرمائیں۔ ملت کے مفاد کے لئے وہی طریق کار بہتری کا موجب ہوگا اور اسی میں برکت ہوگی (دیکھو زرقانی)

[2] آپ نے فرمایا جب تک اللہ کوئی فیصلہ نہ فرمادے اللہ کے نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ ہتیار پہن کر اتار ڈالے (دیکھو بخاری کتاب الاعتصام)

marfat.com

خیالِ بُغض و کینہ دُور کر دو اپنے سینے سے   رضائے حق طلب کرتے ہوئے نکلو مدینے سے
ادائے فرض ہے مطلوب، مرنا ہو کہ جینا ہو   مجاہد کو ہیں سب مرغوب، مرنا ہو کہ جینا ہو

مجاہدین کا مدینے سے خروج جانبِ اُحُد

یہ کہہ کر اَمر فرمایا پیمبرؐ نے سواری کا   درِ مسجد پہ حاضر تھا فَرَس محبوبِ باریؐ کا
درِ مسجد سے نکلے شہسواری کے لئے سروَر   مہ و خورشید گھوڑے کی رکابیں بن گئے آکر
کیا خورشیدِ عرفاں نے منوّر خانۂ زیں کو   فَرَس بھی وجد میں آیا اُٹھا کر سروَرِ دیںؐ کو
مہِ شوّال تھا اور چودھواں دِن تھا مہینے کا   کہ نکلا[1] چاند تاروں کی طرح لشکر مدینے کا
سواری صُورتِ اَبرِ بہاری شہر سے نکلی   جلَو میں اُمتِ محبوبِ باری شہر سے نکلی
نقیبانِ رسالت آگے آگے پاپیادہ تھے   کہ یہ سعدینِ[2] دیں ابنِ معاذؓ ابنِ عبادہؓ ۔
یہ دونوں پیکرِ سادہ تھے خدمت اور نبالت کے   رؤسا اَوس و خزرج کے مگر چاکر رسالتؐ کے

---

[1] قریش بدھ کے دن مدینہ کے قریب پہنچے تھے اور کوہ اُحُد پر ڈیرا ڈالا تھا۔ آنحضرتؐ جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے نکلے (سیرت النبی)

[2] سعدؓ بن معاذ رئیس اوس اور سعد بن عبادہ رئیس خزرج آنحضرتؐ کے گھوڑے کے آگے آگے آہستہ آہستہ دوڑتے جاتے تھے اور باقی اصحاب حضور کے چپ و راست اور پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ (ابن سعد)

نبیؐ کے پیچھے پیچھے دائیں بائیں سب مجاہد تھے
یہی میداں میں غازی تھے یہی مسجد میں زاہد تھے

لشکرِ اسلام میں مُنافقین کی شمولیت

چلا ابنِ اُبَیّ اپنے موافق[1] ساتھ میں لے کر
رہِ حق میں اِک انبوہِ منافق ساتھ میں لے کر
ہزار انسان گنتی کے عدد تھے آج لشکر میں
سوارانِ زرہ پوش ایک صد تھے آج لشکر میں[2]
موافق بھی جلو میں تھے نبیؐ کے ناموافق بھی
تھے اِس تعداد میں شامل مدینے کے منافق بھی
ذرا سی دیر میں وہ مرحلہ بھی آنے والا تھا
کہ گوہر اور خزف کا امتحاں ہو جانے والا تھا

وہ نوجوان جن پر جہاد فرض نہ تھا

صف آرا کر کے لشکر کو لیا جب جائزہ سب کا
کیا ایماں کی آنکھوں نے نظارہ قدرتِ رب کا
نہ ڈالا شانِ رحمت نے یہ بارِ فرض بچوں پر
جہادِ فی سبیل اللہ نہیں تھا فرض بچوں پر

---

[1] اس وقت عبداللہ بن اُبَیّ تین سو کی جمعیت لے کر ساتھ چلا تھا (سیرت النبیؐ)

[2] اس وقت لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی جن میں صرف ایک سو آدمی زرہ پوش تھے۔ اس ایک ہزار میں عبداللہ بن اُبَیّ کے تین سو ساتھی بھی شامل تھے۔ (دیکھو طبری)

marfat.com

بڑے ہو کر جنہیں کھینا تھا ملت کے سفینے کو
وہ سب کم سن دلاور کر دیئے واپس مدینے[1] کو

مگر ان شیر بچوں میں انہی کا ایک ہم سن[2] تھا
جہاد اس پر نہ تھا واجب کہ وہ اس وقت کم سن تھا

برائے جائزہ باندھیں صفیں اہلِ سعادت نے
اُسے بھی کر دیا لا کر کھڑا شوقِ شہادت نے

بڑوں کے ساتھ شانوں کو ملا کر پہلواں بن کر
ہُوا یہ اس طرح استادہ انگوٹھوں کے بَل تن کر

شہادت کی طلب میں مل گئی دل کی مراد اس کو
نبیؐ نے مسکرا کر دے دیا اِذنِ جہاد اس[3] کو

تھی اس کو سر فروشی ہی میں اُمیدیں منافع کی
یہ جرأت کام آئی چل گئی ترکیب رافعؓ کی

اِسی کا ایک ہم سن دیکھتا تھا اس طریقے کو
نہ لا سکتا تھا لیکن کام میں اب اس سلیقے کو

نبیؐ نے جائزے کے وقت اُسے کم عمر پایا تھا
تو حکمِ واپسی رافعؓ سے پہلے ہی سنایا تھا

یہ اپنے باپ کو لے کر رسالتؐ کے حضور[4] آیا
مروّت کے حضور آیا شفاعت کے حضور آیا

---

[1] کم عمر بچے مثلاً حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ۔ اسامہؓ بن زید۔ ابو سعیدؓ خدری وغیرہ جو شوقِ جہاد میں ساتھ آئے۔ لشکر کا جائزہ لیتے وقت واپس لوٹا دیئے گئے (طبری)

[2] رافع بن خدیج (سیرت النبیؐ)

[3] حضرت رافعؓ بن خدیج کی یہ ترکیب کام آئی اور انہیں اجازت جہاد مل گئی (طبری)

[4] سمرةؓ نے جو دیکھا کہ رافعؓ کو جہاد کی اجازت مل گئی ہے تو وہ اپنے باپ کو ساتھ لے کر آنحضرتؐ کے پاس پہنچا۔ اور عرض کی رافعؓ کو جنگ میں جانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ حالانکہ میں اسے کشتی میں پچھاڑ لیتا ہوں۔ اُسے اجازت ملی ہے تو مجھے بھی اجازت ملنی چاہیئے (ابن ہشام و طبری)

گذارش کی مرے ماں باپ قرباں یا رسول اللہ   کیا ہے آپ نے رافعؓ پہ احساں یا رسول اللہ
اسے دے دی اجازت دشمنوں سے جنگ کرنے کی   شہادت سے رخِ امید کو گلرنگ کرنے کی
رکھا جاتا ہوں میں محروم کیوں ایسی سعادت سے   جہادِ فی سبیل اللہ سے تاجِ شہادت سے
میں کشتی میں سرِ میداں گرا لیتا ہوں رافعؓ کو   میں اپنے زورِ بازو سے اٹھا لیتا ہوں رافعؓ کو
ملا ہے اُس کو اذنِ جنگ تو مجھ کو بھی مل جائے   مرے پژمردہ دل کا غنچۂ امید کھل جائے
رسول اللہ نے دیکھے ذوق و شوق ان شیر زادوں کے   کہ عمریں خام تھیں لیکن یہ پکے تھے ارادوں کے
یہ درگاہِ خدا میں پیشکش لائے تھے جانوں کو   اجازت آپ نے کشتی کی دے دی ان جوانوں کو
گرایا واقعی کشتی میں جب رافعؓ کو سمرہؓ نے   کیا منظور[1] اسے بھی ساتھ لے چلنا رسالت نے
تعالیٰ اللہ یہ ذوق اور جذبہ نوجوانوں کا   تو کیوں راضی نہ ہوتا ان سے مالک دو جہانوں کا

مجاہدینِ اسلام کا قیامِ شب

زمیں پر جب شہادت کی یہ بے تابی نظر آئی   فلک کا دل بھر آیا اور شفق کی آنکھ بھر آئی
نظارا کر رہا تھا مہر اب تک سرنگوں ہو کر   گرا اب شام کے دامن پہ موجِ اشکِ خوں ہو کر

---

[1] (دیکھو سیرت النبیؐ)

ہوا دن منزلِ شیخین[1] پر مہمانِ شب آخر
ہوئے روشن چراغانِ تر دامانِ شب آخر
شفق نے لیا آغوش میں خورشیدِ تاباں کو
دلوں کی روشنی کافی تھی لیکن اہلِ ایماں کو
سکوتِ شام ٹوٹا نغمۂ لحنِ بلالی[2] سے
فضائیں بس گئیں صوتِ جمالی و جلالی سے
جھکائے سر خدا کی بارگہ میں شان والوں نے
پڑھی میداں میں مغرب کی نماز ایمان والوں نے
اُحد کے دامنوں میں فوجِ باطل تھی خیام آرا
ہوا شیخین میں اللہ کا لشکر قیام آرا
عشاء کے وقت پھر لحنِ بلالی سے اذاں گونجی
خدا کے نام کی نوبت بزیرِ آسماں گونجی
عشاء پڑھ کر جمائے نوریوں نے خاک پر بستر
کہ تھا زیرِ نگاہِ صاحبِ لولاکؐ ہر بستر
طلایے[3] پر جوانانِ مجاہد ہو گئے قائم
بہر جانب نگہباں اور شاہد ہو گئے قائم
نظر میں تاکہ رکھیں رات بھر شبخوں کے ہلّے کو
یہ ساماں کر کے پیغمبرؐ نے زینت دی مصلّے کو

---

[1] شیخین مدینے اور اُحد کے درمیان دو ٹیلوں کا نام ہے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہاں ایک اندھا بوڑھا اور ایک اندھی بڑھیا رہا کرتے تھے اور آپس میں باتیں کیا کرتے تھے اس لئے ان کا نام شیخین مشہور ہو گیا (تاریخ العرب)

[2] حضرت بلالؓ نے اذان دی اور تمام صحابہؓ نے آنحضرتؐ کی اقتدا میں نماز ادا کی (ابن سعد)

[3] رسول اللہؐ نے رات کے پہرے پر محمد بن مسلمہؓ کو متعین کیا جو پچاس مجاہدین کے ساتھ رات بھر لشکر اسلام کے گرد طلایہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ (ابن سعد)

رأسُ المُنافقین اور اس کے ساتھی

ستارے شب کو زیرِ دامنِ بدرُ الدُّجیٰ تھے
مگر اہلِ نفاق ایمان والوں سے جُدا تھے
رہے ابنِ اُبَیّ اور اس کے ساتھی اک کنارے پر[1]
کہ چلتے تھے مُنافق اِس منافق کے اشارے پر
فلک بھی دیکھتا تھا چشمِ حیرت سے یہ نیرنگی
کہ وقتِ امتحاں تھی طینتِ بد کس قدر ننگی
ستارے جھلملائے ہلکی ہلکی روشنی پھیلی
نظر دو چادریں آئیں کہ اِک اُجلی تھی اِک مَیلی
جو اُجلی تھی اُسی کا بزمِ ہستی میں اُجالا ہے
جو مَیلی تھی اُسی کا آج مُنہ دُنیا میں کالا ہے

کُفّار کی چھاؤنی

ستاروں نے اگرچہ نُور ہر جانب بکھیرا تھا
اُحُد کے دُوسرے رُخ پر اندھیرا ہی اندھیرا تھا
یہاں تاریکیوں نے آج جھنڈے گاڑ رکھّے تھے
بلاؤں نے شکاروں کے لئے مُنہ پھاڑ رکھے تھے
بدی چھائی ہوئی تھی خیمہ و خرگاہ بن بن کر
بدی کے سائے میں بیٹھے تھے سب بدراہ تن تن کر

---

[1] ابنِ اُبی اور اس کے ساتھی لشکرِ اسلام سے ایک کنارے شب باش ہوئے (طبری)

marfat.com

سیہ کاری نمایاں تھی سیہ بختوں کے ڈیرے میں
کہ روشن وُ اغمائے مَعیشت تھے اِس اندھیرے میں

سرورِ عیش کی دَف بج رہی تھی خیمے میں
بُرائی اسلحہ سے سج رہی تھی خیمے خیمے میں

ابوسُفیاں کی عشرت گاہ میں سردار تھے سارے
شرابیں پی رہے تھے مست تھے سرشار تھے سارے

سرود و رقص بھی اور شغلِ مَے بھی ہوتا جاتا تھا
اسی میں مسئلہ حملے کا طَے بھی ہوتا جاتا تھا

بتائی جا رہی تھیں قتل و خونریزی کی تدبیریں
کمانیں چھَٹ رہی تھیں بٹ رہی تھیں خاص شمشیریں

بدی پر مُستعد تھے ہر طرح انسان کے دشمن
خدا کے مصطفٰےؐ کے دین کے ایمان کے دشمن

کُفّار کے جاسُوس کا بیان

اِسی عالم میں اک جاسُوس بھی دوڑا ہُوا آیا
مدینے سے خروجِ اہلِ ایماں کی خبر لایا

کہا کُل اک ہزار افراد نکلے ہیں مدینے سے
نظر آتا ہے گویا ہو چُکے ہیں سیر جینے سے

اِسی تعداد میں اِبنِ اُبَیّ والے بھی شامل ہیں
یہ سب باطن میں اپنے دینِ دیرینہ پہ عامل ہیں[1]

دلوں کا حال اِن لوگوں کی آنکھوں سے ہے آئینہ
کہ اسلامی جماعت سے یہ رکھتے ہیں بڑا کینہ

---

[1] مدینے سے نکلتے وقت آپ کے ساتھ ایک ہزار کی جمعیت تھی جن میں سات سَو راسخ العقیدہ مسلمان تھے اور تین سَو منافق جو عبداللہ بن اُبَیّ کی زیرِ قیادت تھے۔ ان کا ارادہ اسی سے ظاہر ہے کہ جنگ سے پہلے ہی عبد اللہ ابن اُبی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکرِ اسلام سے الگ شب باش ہُوا تھا۔ (مصنف)

یہ توڑیں گے مسلمانوں کی جمعیت کا شیرازہ — بہر حال ان کا ہو جائیگا وقتِ جنگ اندازہ
کم از کم تین سو افراد ہیں اس قسم کے انساں — نہ پہنچے گا ہماری فوج کو ان سے کوئی نقصاں
یہ ہم سے آ ملیں گے آج یا مُنہ موڑ جائیں گے — بہر صورت مسلمانوں کا دامن چھوڑ جائیں گے
رہا اب سات سو باقی سو وہ لڑنے کو آئیں گے — محمد ان کو وقتِ صبح زیرِ تیغ لائیں گے
وُہی زِرہیں[1] جو روزِ بدر کی بھگدڑ میں چھُوٹی تھیں — ہماری فوج نے پھینکی تھیں اِن لوگوں نے لُوٹی تھیں
وُہی چھِینی ہوئی مقتول سرداروں کی تلواریں — کہ جن کے پھلے ٹوٹے ہوئے ہیں کُند ہیں دھاریں
یہی تھوڑے بہت ہتھیار ہیں بس کائنات اِن کی — نظر آتی ہے گویا شاخِ آہو پر برات اِن کی
نمازی ہیں بہت مردانِ غازی ہیں بہت تھوڑے — سواری کے لئے لائی ہے ساری فوج دو گھوڑے[2]
کِسی کے پاس بھی پُورا نہیں سامان لڑنے کا — تہیّہ کر کے گھر سے آئے ہیں نادان لڑنے کا
ہماری فوج کی طاقت اگر یہ لوگ سُن پاتے — فصیلِ شہر سے باہر نہ ہرگز یُوں چلے آتے
بظاہر ایک دو فرسنگ چلنے سے تھکے ہارے — کھلے میدان میں شبخین پہ شب باش ہیں سارے

---

[1] اُحد میں صرف ایک سو مسلمان زرہ پوش تھے۔ (طبری)

[2] اُحد میں لشکرِ اسلام کے ساتھ فقط دو گھوڑے تھے۔ ایک آنحضرتؐ کی سواری میں اور دوسرا حضرت ابو بُردہؓ کے پاس۔ (طبری)

ابوسفیان کی تدبیریں

ابوسفیاں نے یہ خبریں سُنیں پوری خموشی سے
ہوا سردِ گریباں ہاتھ کھینچا بادہ نوشی سے
کہا دیکھو علَی الاِعلان یہ خبریں نہ دُہراؤ
ابوعامر[1] کو میرے پاس لاؤ، جاؤ، جلد آؤ
ذرا ٹھہرو، ابوعامر کو میرے پاس پہنچا کر
بہادر عکرمہ[2] کو بھی مرا پیغام دو جا کر
پھرے شب بھر پچاس اسوار لے کر گِردِ لشکر کے
نہ گھسنے پائیں خیمہ گاہ میں افراد باہر کے
رہا کچھ دیر تک خاموش ابوسفیان پھر بولا
مخاطب ہو کے نائب افسروں سے یوں دہن کھولا

---

[1] ابوعامر قبیلہ اوس کا ایک معزز شخص تھا۔ جو مدینے میں راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا اور سب لوگ اس کی بے انتہا توقیر کرتے تھے۔ جب رسُول پاک مکے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے اور اوس و خزرج کے قبائل مسلمان ہونے لگے تو اس کی راہبیّت کا ڈھکوسلا بھی خطرے میں پڑ گیا اور آنحضرت صلعم کے خلاف اُس کے دل میں بُغض اور حسد کے طوفان بھر گئے۔ اُس نے کچھ اپنے ساتھیوں کو جن میں بہت سے غلام تھے اپنے ساتھ لیا اور مدینہ چھوڑ کر مکے چلا گیا اور وہاں قریش کو آنحضرتؐ کے خلاف بہکاتا اور بھڑکاتا رہا میدانِ اُحُد میں حملہ آوروں کے ساتھ خود بھی آیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی ساتھ لایا۔ جو اس کی معیّت میں مدینے سے نکل گئے تھے۔ (ابن ہشام)

[2] عکرمہ بن ابوجہل اُحُد میں سواروں کے ایک دستہ کا افسر تھا۔ روایاتِ صحیحہ کے مطابق عکرمہ ہی اس رات پچاس سواروں کے ساتھ لشکرِ کفار کا طلایہ بردار تھا۔ (طبری)

دلیرانِ عرب! یہ مے کشی اب ملتوی کر دو
کرو وقتِ انتقامِ بدر آپہنچا جوانمردو

مسلماں شہر میں محصور ہو کر جنگ اگر کرتے
تو کچھ مدت ہماری فوج کو زیر و زبر کرتے

فصیلوں سے تھی آساں تیر باری سنگ باری بھی
وہاں بیکار تھیں نیزہ زنی بھی اور سواری بھی

اگرچہ شہر کی حدِ نظر ہے ہم کو پامالی
مگر حملے کا یہ اسلوب خطرے سے نہ تھا خالی

بہت خاصی بلندی پر ہے آبادی مدینے کی
جبھی تو آج تک قائم ہے آزادی مدینے کی

جو ہوتے کاربند اہلِ مدینہ قلعہ بندی پر
تو مشکل تھی ہماری پیش قدمی اس بلندی پر

چلو اچھا ہوا وہ خود نکل آئے فصیلوں سے
نہ ٹکرانا پڑے گا اب چٹانوں اور ٹیلوں سے

کھلے میداں میں ان کو گھیر لائی ہے قضا اُن کی
میں دیکھوں گا مدد کرتا ہے کیا اُن کا خدا اُن کی

سویرے منہ اندھیرے اے مرے لشکر کے سردارو
کرو یکلخت دھاوا اور ان کو گھیر کر مارو

ہدایاتِ مناسب جا کے دیدو اپنے دستوں کو
نگہ میں تاکہ رکھیں رات بھر شبخوں کے رستوں کو

سحر ہوتے ہی جب قرنا پھنکے یلغار ہو جائے
زمینِ دشت کی چھاتی پہ مارا مار ہو جائے

سدھارو، شب بخیر اب اور اک شخص آنے والا ہے
بہت ہی ایک نازک مسئلہ طے پانے والا ہے

ابوسفیاں نے پایا افسروں میں کچھ تامل سا
تو صورت ایک سازش کی بتا کر ان کا منہ کھلبا

marfat.com

ابُو عامِر راہِب

مرا مُنہ تک رہے ہو یُوں تعجّب سے جو داناؤ
ابُو عامِر کو بُلوایا ہے مَیں نے بس سمجھ جاؤ
بوقتِ جنگ اگر جادُو بیانی چل گئی اِس کی
محمدؐ سے وفا پھر دیکھنا رہتی ہے کِس کِس کی
یہ راہِب ہے اگرچہ سخت غدّار اور بد نیّت
مگر اہلِ مدینہ کی ہے اک محبوب شخصیت
لباسِ راہبانہ میں یہ حکم اُن پر چلاتا تھا
زمین و آسماں کے خوب قلابے ملاتا تھا
مگر آیا نئے مذہب کا جب پیغام یثرب میں
لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں
نئے مذہب کا پیغمبر بھی جب اس شہر میں آیا
ابُو عامر نے اپنی قوم کو بَدلا ہُوا پایا
یہ سمجھا اب فریبِ راہبیّت چل نہیں سکتا
چراغِ کِذب وقتِ صُبحِ صادِق جل نہیں سکتا
پَنپنے کا نہ اُس نے کوئی بھی جب آسرا پایا
تو چپکے سے نکل کر جانبِ مکّہ چلا آیا
تُلا ہے اب وہ اپنی قوم کو برباد کرنے پر
ہے آمادہ ہماری ہر طرح اِمداد کرنے پر
مَیں اُس سے کام لینا چاہتا ہوں جنگ سے پہلے
یہ اُن لوگوں کو پھُسلائے گا اپنے رنگ سے پہلے
ہے اب تک اَوس و خزرج پر بڑا بھاری اثر اس کا
مجھے امید ہے افسُون ہو گا کارگر اس کا
وہ اس کو نیک طِینت جانتے ہیں اک زمانے سے
یقیناً پھوٹ پڑ جائے گی اس کے وَرغلانے سے

اگر دامِ سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی
تو ہم برباد کر ڈالیں گے ان سب کو بآسانی
فنا کر دیں گے ہم پہلے تو اُصحابِ محمدؐ کو
دکھا دیں گے عَدم کی راہ احبابِ محمدؐ کو
ازاں بعد اہلِ یثرب کا بھی سارا زور توڑیں گے
نہ چھوڑیں گے ہم ان دہقانیوں کو بھی نہ چھوڑیں گے
محمدؐ کو مگر زندہ پکڑنے کا ارادہ ہے
ہمارا قرض اسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے
اسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اتاریں گے
اسے زخمی کرینگے پھر اذیت دے کے ماریں گے
مرے شیرو سدھارو اب ابوعامر کو آنے دو
یہ نسخہ آزمانے دو۔ یہ نسخہ آزمانے دو

خُفیہ سازش

اُٹھے آخر یہ فتنے فتنۂ محشر جگانے کو
بھرا ساغر ابوسُفیاں نے راہب کے پلانے کو
اُدھر نکلے سپہ سالار کے خیمے سے یہ افسر
اِدھر اک راہبِ شیطان سیرت آگیا اندر
یہ راہب تھا کہ تھا تاریکیٔ ابلیس کا سایا
ابوسُفیان استقبال کر کے جس کو لے آیا
لباسِ زُہد میں اِک پیکرِ تلبیس و مکاری
نہاں ہر ایک موئے ریش میں سو دامِ عیاری
نحوست پر نحوست چھا گئی راہب کے آنے کی
سِمٹ کر آگئی گویا بدی سارے زمانے کی
تکلّم با تکلّم اور خاموشی بہ خاموشی
مُسلسل زیرِ لب خندہ مُسلسل ایک سرگوشی

rekhta.com

زنانِ قریش کی تیاریاں

ابوعامر ہوا رخصت بہم طے پاگئی سازش ابوسفیاں بھی نکلا اپنے خیمہ سے بصد نازش
قریب اس مرکزی خیمے کے اور اک تھا بڑا خیمہ ابوسفیاں کی بیوی ہندؓ[1] کا راحت فزا خیمہ
زنانِ جنگ[2] جو خیمہ کے اندر جمع تھیں ساری ادا و ناز کو منظور تھی حملے کی تیاری
فریبِ حسن نے ملبوس رنگا رنگ پہنے تھے کہیں مانگیں سنواری تھیں کہیں زرکار گہنے[3] تھے

حضرتِ حمزہؓ کو شہید کر ڈالنے کی سازش

وحشی غلام آلۂ انتقام

درِ خیمہ پہ تھا اِک مرد[4] وحشی نام تھا جس کا کمالِ حربہ اندازی میں شہرہ عام تھا جس کا

---

[1] ہند عُتبہ بن ربیعہ کی بیٹی۔ ابوسفیان کی بیوی (امیر معاویہ کی ماں) جنگ بدر میں اس کا باپ عتبہ جو قریش کا سپہ سالار تھا حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے برسرِ میدان مارا گیا تھا۔ اس کا چچا شیبہ بھی حضرت حمزہؓ ہی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا (دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد دوم باب اول

[2] دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد دوم باب دوم

[3] اُحد کے دن زنانِ قریش میں کوئی ایسی نہ تھی جس نے چوڑیاں، بازو بند، کڑے اور پازیب نہ پہن رکھے ہوں (العادۃ [illegible]

[4] وحشی نام ایک حبشی غلام تھا جو اپنے طور طریقہ پر حربہ چلانے کا ماہر تھا۔ حربہ چھوٹے نیزے کو کہتے ہیں (مصنف)

غلام[1] ابنِ مطعم تھا حبش کا رہنے والا تھا بظاہر بھی یہ تیرہ بخت باطن میں بھی کالا تھا
غلاموں میں سمجھ کر حرص و دولت کا غلام اس کو ہٹایا تھا گھر سے چلتے وقت تفویض ایک کام اس کو
یہ کام اُس شیر کو مکر و دغا سے قتل کرنا تھا یہ کام اس مردِ میداں کے لہو میں ہاتھ بھرنا تھا
لرزتے تھے عرب کے کوہ و صحرا نام سے جس کے ملی تھی پختگی اسلام کو اسلام سے جس کے
وہ حمزہؓ عمِ عالی مرتبت سردارِ عالم کے سپہ سالارِ اول اس سپہ سالارِ اعظم کے
وہ حمزہؓ یعنی رُوحِ سرفروشی جانِ جانبازی وہ حمزہ لشکرِ اسلام کا سب سے بڑا غازی
وُہی حمزہؓ قریشی افسروں کو مارنے والا کیا تھا بدر میں کفار کو جس نے تہ و بالا
وُہی ضیغم شکار و شیر افگن غازیِ دوراں اسی کو قتل کرنے کے یہاں درپیش تھے ساماں
کہا اب ہند بنتِ عتبہ نے وحشی کو بُلوا کر کہ ہم سب عورتیں آئی ہیں مکّے سے قسم کھا کر
مُسلمانوں سے مقتولوں کا بدلہ لے کے جائیں گی ہم اُن کا خون چاٹیں گی ہم ان کا گوشت کھائیں گی
کیا ہے قتل حمزہؓ نے میرے بھی سربراہوں کو ملایا خاک میں عالی تباروں کج کلاہوں کو
مَیں اُس کا دل جگر گُردے مزے لے لے کے کھاؤں گی لہو اُس کا پیوں گی ہڈیاں اُس کی چباؤں گی
ارے وحشی کسی ترکیب سے دھوکے سے حیلے سے کہیں پوشیدہ ہو کر اپنے حربے کے وسیلے سے

---

[1] وحشی جبیر ابن مطعم کا غلام تھا۔ اس کے آقا نے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو حمزہؓ کو قتل کر ڈالے تو آزاد کر دیا جائے گا، سیرت ابن ہشام

کسی صورت سے ہو حمزہؓ کو جا کر قتل کر وحشی   دکھائے اس کا لاشہ مجھ کو لائے اس کا سر وحشی
مَیں تجھ سے کر چکی ہُوں پہلے بھی انعام کا وعدہ   زر و گوہر کا وعدہ عزت و اکرام کا وعدہ
مرا یہ کام کر وحشی، مَیں تجھ کو شاد کر دُوں گی   علاوہ اور باتوں کے تجھے آزاد کر دُوں گی
یہ کہہ کر سونگی بھی دے دیئے کچھ سکہ ہائے زر   ہُوئی حرص و ہَوَس غالب غلامِ پست ہمت پر
کہا: بی بی تمہارا کام مُہلک بھی ہے مشکل بھی   کہ حمزہؓ مردِ میداں بھی ہے دُور اندیش و عاقل بھی
اگر چھپتے چھپاتے پڑ گئی اُس کی نظر مجھ پر   تو فوراً آپڑے گا وہ بشکلِ شیرِ نر مجھ پر
وہاں اظہارِ چابک دستی و کاریگری مشکل   وہاں وحشی کی سَو جانیں بھی ہوں تو جانبری مشکل
خود اپنی موت سے لڑنا خرد سے دُور ہے بی بی   مگر خیر آپ کی خاطر مجھے منظور ہے بی بی
مَیں حربہ لیکے اک ٹیلے کے پیچھے بیٹھ جاؤں گا   رہُوں گا تاک میں اپنا مقدر آزماؤں گا
اگر موقع مِلا تو قتل کر ڈالوں گا غازی کو   زمیں پر سرنگوں کر دوں گا اللہ کے نمازی کو

لشکرِ قریش میں تیاریوں کی رات

غرض قول و قسم کے بعد وحشی بھی ہُوا رخصت   ابُو سُفیاں نے ساری گفتگو سُن لی بصد راحت
رہا خاموش ظاہر میں مگر مسرور تھا ظالِم   طریقِ جنگ پر اپنے بہت مغرور تھا ظالِم

مگر دل اس خوشی میں بھی رہینِ ناصبوری تھا ابھی تیاریوں کا جائزہ لینا ضروری تھا
ابوسُفیان لے کر ساتھ اپنے دو غلاموں کو چلا اب تا کہ دیکھے اپنے جنگی انتظاموں کو
مرتّب ہو رہے تھے کینہ کار اپنے طریقے سے پیادے اپنے ڈھب سے شہسوار اپنے طریقے سے
کمانیں تیر نیزے گرز ڈھالیں اور شمشیریں مُہیّا ہو چکی تھیں قتلِ انسانی کی تدبیریں
اندھیری رات تھی خلقِ خدا پر نیند تھی طاری یہ انسانی درندے تھے مگر مصروفِ تیاری
جدھر ڈالی نظر، تیّاریوں کا حشر برپا تھا خموشی تھی مگر بیداریوں کا حشر برپا تھا
ستارے دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں روتے تھے یہ میداں میں گڑھے کس کے لئے مخفی کھدے تھے[1]
یہ کیسے مشورے ہوتے تھے اِن قرشی رئیسوں میں[2] یہ کس کے واسطے خنجر چھپے جاتے تھے کیسوں میں
قریشی عورتیں خیمہ بہ خیمہ کیا سُناتی تھیں کوئی افسوں پڑھتی تھیں کوئی جادو جگاتی تھیں

اندھیری رات سے آفات کا لشکر نکلا تھا
خُدا معلوم ہنگامِ سحر کیا ہونے والا تھا

---

[1] ابُو عامر نے رسول اللہ کے لئے میدان میں گڑھے کھودے۔ (طبری)

[2] ابن قمیہ، عبداللہ بن شہاب، عتبہ بن وقاص، اُبَی بن خلف اور ابن حمید اسدی سرداران مکہ نے آنحضرت کے قتل پر قسمیں کھائی تھیں۔

marfat.com

آشوبِ شب

اندھیری رات چھاپا مارتی ہے جب نگاہوں پر
اُتر آتے ہیں فرزندانِ تاریکی گناہوں پر
زمیں بدبخت فرزندوں کا اِک طُومار جنتی ہے
یہ ناہموار ماں اولادِ ناہموار جنتی ہے
لُہو روتی ہے مٹّی اس خمیرِ بدصِفاتی پر
کہ شب بھر لوٹتے ہیں سانپ بیچاری کی چھاتی پر
بشر ہیں بھیڑیے ہیں سانپ بچھّو ہیں کہ چیتے ہیں
سمجھ کر شیرِ مادر دُوسروں کا خُون پیتے ہیں
خدا کی بے ضررِ مخلوق کو جینا نہیں ملتا
مگر کے ڈر سے پانی گھاٹ پر پینا نہیں ملتا
چرندے ڈھونڈتے پھرتے ہیں امن سر چھپانے کو
کمیں گاہوں سے اُٹھتے ہیں درندے پھاڑ کھانے کو
یہ کہتی ہیں دہاڑیں شیر کی ہاتھی کی چنگھاڑیں
اِدھر آؤ تمہیں روندیں اُدھر آؤ تمہیں پھاڑیں
سکُوتِ شب میں رم کرتے ہیں آہُو مرغزاروں سے
نکل آتے ہیں زہری اژدہے تاریک غاروں سے
پڑے ہیں بادرفتاروں کو اپنی جان کے لالے
تعاقُب میں چلے آتے ہیں ظالم رینگنے والے
نہیں آتیں جو بھیڑیں گلّہ بانوں کی پناہوں میں
سحر کو ہڈیاں اُن کی ملا کرتی ہیں راہوں میں
رُخِ آفاق پر جس دم سیاہی پھیل جاتی ہے
تباہی پھیل جاتی ہے، تباہی پھیل جاتی ہے
بہت تاریک ہو جاتی ہے انسانوں کی آبادی
یہاں شب لے کے آتی ہے سیہ کاری کی آزادی

یہاں سودا ہے جسم و جاں کا روحوں کی خریداری   سرِ بازار ہوتی ہے ہوس کی گرم بازاری
بدی چولا بدل کر غازہ مَل کر کبر سے تن کر   ٹھمکتی ہے اندھیری رات میں پرچھائیاں بن کر
حسینہ ڈائنیں جن سے بلائیں بھی لرز جائیں   گنہ کی بیٹیاں ڈس لینے والے سانپ کی مائیں
سڑی مٹّی سے اور بُودار خوں سے ہے خمیر ان کا   اندھیری رات کے اجزا سے بنتا ہے ضمیر ان کا
بلائیں جب بھی اس معمورۂ فانی میں آتی ہیں   اسی گندے لباسِ حُسنِ انسانی میں آتی ہیں
عفونت ہی عفونت ان کے ارمانوں میں ہوتی ہے   بجائے خوں غلاظت ان کی شریانوں میں ہوتی ہے
بپا کر لے ترِ دامانِ شب محفل چراغوں کی   یہ کرتی ہیں نمائش برص کے مکروہ داغوں کی
رفیقانِ گنہ ان کے عجب بے پیر ہوتے ہیں   بشر کی شکل ہوتی ہے مگر خنزیر ہوتے ہیں
یہی وہ سانپ ہیں جو زہر پھیلاتے ہیں دنیا میں   وبا بن جاتے ہیں طاعون بن جاتے ہیں دنیا میں

خدا سے ان کو کیا پردہ کہ شب ہے پردہ دار ان کی
ہوس ظُلم آفریں ان کی، نظر آدم شکار ان کی

بسا اوقات لعنت آدمی کا روپ بھرتی ہے   شیاطیں کے ادھورے کام کی تکمیل کرتی ہے
خدا کے بالمقابل بن کے دعوے خالقیّت کے   جماتی ہے یہ مٹی دبدبے اپنی حکومت کے
یہ ایواناتِ شاہی میں ریاست بن کے جاتی ہے   وزارت کے قلمداں میں سیاست بن کے جاتی ہے

marfat.com

ریاست کا مُرقع عیش کی مکروہ تصویریں
سیاست کے لوازم تازیانے اور زنجیریں
بدل جاتا ہے معیارِ شرافت اس زمانے میں
خوشی ملتی ہے ننگِ نام کا پردہ اُٹھانے میں
مُسرت کا ذریعہ جام و مُل ٹھہرائے جاتے ہیں
دَنی الطبع مختارانِ کُل ٹھہرائے جاتے ہیں
یہ فاتح بن کے جب کشور کُشائی کو نکلتے ہیں
دھُواں اُٹھتا ہے ان کے راستوں میں شہر جلتے ہیں
قدم سے ان کے ہوتا ہے یہ رنگِ گلشنِ ہستی
کہیں سڑتی ہوئی لاشیں کہیں اُجڑی ہُوئی بستی
بنی نوعِ بشر کی ہڈیوں کے ہار بنتے ہیں
سَروں سے یادگارِ فتح کے مینار بنتے ہیں
ہے یکساں قابلِ تعذیر جھوٹا ہو کہ سچّا ہو
کوئی بھی رحم کے قابل نہیں ماں ہو کہ بچّہ ہو
علانیہ خُدا کے نام کی توہین ہوتی ہے
خود اپنی خود پرستی کی بڑی تحسین ہوتی ہے
ستم ایجاد کو، بے داد گر کو، داد ملتی ہے
سزاوارانِ لعنت کو مُبارک باد ملتی ہے
عدالت مُنہ چھپا لیتی ہے محرُومی کے پردے میں
شرافت دفن ہو جاتی ہے مظلومی کے پردے میں
جفا کاری کے ہاتھوں سے وفا کا خُون ہوتا ہے
نہیں ہوتا کوئی قانُون یہ قانُون ہوتا ہے
نہیں آتا میسرِ تشنہ لب معصُوم کو پانی
ہُوا کرتی ہے لیکن خُونِ انسانی کی اَرزانی
سکُوتِ شب میں ہِل جاتی ہیں ایوانوں کی بنیادیں
کہ خاموشی کا ہے مفہُوم چیخیں اور فریادیں
وُہ رُوحیں جن کی پیاری عِصمتیں برباد ہوتی ہیں
دُعائیں مانگتی ہیں کشمکش کرتی ہیں روتی ہیں

marfat.com

مگر ایمان بیچنے کا سہارا ہی نہیں کوئی
سوائے جان دے دینے کے چارہ ہی نہیں کوئی

ستم سے تنگ آ کر جو اٹھا لیتے ہیں تلواریں
کھنچی جاتی ہیں اُن کے کاسۂ سر کی دیواریں

فلک کی سمت فریادی نگاہیں اُٹھ نہیں سکتیں
دل ایسا بیٹھ جاتا ہے کہ آہیں اُٹھ نہیں سکتیں

اندھیری رات کیا ہے دورِ طوفانِ جہالت کا
جہالت نام ہے انسان کے کفر و ضلالت کا

اندھیری رات کیا ہے نور کا مستور ہو جانا
نگاہوں سے زیادہ قلب کا بے نور ہو جانا

جہاں سے کاروبارِ عدل کا مفقود ہو جانا
شعارِ ظلم کا اس کی جگہ موجود ہو جانا

ہے تاریکی ہی منبع ہر بلا ہر ایک آفت کا
اُبلتا ہے اسی کے پیٹ سے دریا کثافت کا

یہ وہ دریا ہے جس میں ظلم کے طوفان اُٹھتے ہیں
اسی کی گود سے شدّاد اور ہامان اُٹھتے ہیں

سرِ امواجِ دریا جس طرح تنکے اُبھرتے ہیں
خس و خاشاک آبِ صاف کے اُوپر بکھرتے ہیں

اِسی صورت اُٹھا کرتا ہے جب طوفانِ تاریکی
ہُوا کرتے ہیں سر افراز فرزندانِ تاریکی

دنائت ان کو لے جاتی ہے بامِ ارجمندی پر
سُبک ہوتے ہیں چڑھ جاتے ہیں رُتبے کی بلندی پر

خوشامد پیشگی ابلہ فریبی کاروبارِ ان کا
بڑھا کرتا ہے عزت بیچ دینے پر وقار ان کا

یہ بیوپاری فراہم کرتے ہیں جنسِ سُبکساری
کہ منڈی میں ہے ایسی جنس کی قیمت بڑی بھاری

یہ سب کچھ ہاں یہ سب کچھ رات کے پردے میں ہوتا ہے
کہ شیطاں جاگتے ہیں جس گھڑی انسان سوتا ہے

چھپیں جب شاہبازانِ شکاری آشیانوں میں
تو کیوں آئے نہ تیزی بوم و شپر کی اڑانوں میں
صدائے نغمۂ بلبل دبے جھینگر کے شیون سے
تو کیا لائیں ہوائیں جز نحوست صحنِ گلشن سے

اندھیری رات میں محفوظ منزل ہے نہ رستے ہیں
درندے جنگلوں میں بستیوں میں چور بستے ہیں

marfat.com

لشکرِ اسلام اور خیر الانامؐ

وہاں ظُلماتیوں میں ظُلم کے سامان ہوتے تھے
یہاں نور آفریدہ چھاؤں میں تاروں کی سوتے تھے
نہ تھا بیدار کوئی ہاں مگر اک کملی والاؐ تھا
اُسی کا رُوئے اَنور چشمِ ہستی کا اُجالا تھا
وہی اک پیکرِ یُمن و سعادت تھا مصلّے پر
دوزانو رُو بقبلہ رُو محوِ عبادت تھا مُصلّے پر
دَمیدہ اور پوشیدہ مجسّم نُور کملی میں
کہ جیسے چاند ہو بدلی میں وہ مستُور کملی میں
پئے نوعِ بشر رحمت طلب درگاہِ باری میں
زباں اَلحمد میں مشغول سر سجدہ گذاری میں
محمدؐ ذِکرِ حق میں اور شیطاں فکرِ ساماں میں
اِسی صُورت سے گذری دو تہائی رات میداں میں
ابھی آفاق کو ظلمات کی فوجوں نے گھیرا تھا
زمین و آسماں کے درمیاں گہرا اندھیرا تھا
تہجُّد کے لئے اب جاگ اُٹھے اللہ کے بندے
عبودیت نے آخر توڑ ڈالے نیند کے پھندے
جبینوں کا ہجُوم اور آستانِ حق تعالےٰ تھا
گذارش کرنے والے تھے گذارش سننے والا تھا

مجاہدین کا اقدام

مُصلّے سے اُٹھا بعدِ تہجُّد دین کا ہادیؐ
اُٹھا دی چاند نے بدلی منوّر ہو گئی وادی

marfat.com

اندھیری رات میں جب اس طرح سورج نکل آیا   خدا کی فوج نے جانا کہ پیغامِ عمل آیا
کمر باندھی خدا کی راہ پر چلنے کو بندوں نے   کیا اِقدام سربازی کی خاطر سربلندوں نے
بھرا تھا سر میں شوقِ سرفروشی ذوقِ جانبازی   نبیؐ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے اللہ کے غازی
ثبوتِ عشق دینا تھا شہادت گاہ میں اِن کو   بڑھائے کر ہمیشہ امتحاں کی راہ میں اِن کو
خدا حافظ بھی تھا اور مالک و مختار بھی اِن کا   محمدؐ رہنما بھی تھا سپہ سالار بھی اِن کا

نمازِ صُبح

سپہ دارانِ باطل تھے ابھی ترتیبِ لشکر میں   کہ جا پہنچی صحابہؓ کی جماعت مَوجِ قنطر میں[1]
شبِ تاریک بھاگی صبح کا ہنگام آ پہنچا   اُحُد کے ایک رُخ پر لشکرِ اسلام آ پہنچا
سپہ سالارِ حق نے اس جگہ لشکر کو ٹھہرایا   بلالِؓ پاک طینت کو اذاں کا اِذن فرمایا
طِلِسمِ خواب توڑا نعرۂ اللہُ اکبر نے   صفیں آراستہ کیں اُمّتِ محبُوبِ داوَر نے
مُیسّر تھی اِمام الانبیاؐ کی اِقتدا اِن کو   رسُولوں کی تمنّاؤں کا حاصل مِل گیا اِن کو

---

[1] موجِ قنطر میں پہنچے تو نماز کا وقت آگیا تھا۔ اور یہاں سے مشرکین نظر آتے تھے۔ آنحضرتؐ نے بلالؓ کو اِذن اذان دیا۔ پھر صف بندی کی اور نماز پڑھائی۔ (ابن ہشام)

سعادت لائی تھی محمود شانِ رحمت کے قریب اِن کو — محمدؐ کی امامت میں نمازیں تھیں نصیب اِن کو
بسایا رُوح کو آیاتِ قرآں کی سماعت نے — ادا کر لی نمازِ صبح اسلامی جماعت نے

مومنوں کی صف آرائی اور مُنافقین کی بیوفائی[1]

مگر خیلِ منافق بھی تھا آج اس فوج میں شامل — تہیدستانِ قسمت راچہ سُود از رہبرِ کامل
یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے — شفاعت کے قریں بھی دُور بھی لیکن شفاعت سے
ہُوا جب لشکرِ حق فرض ادا کرنے پہ آمادہ — صفیں اللہ والوں کی ہُوئیں میداں میں استادہ
برائے حفظِ دیں تسلیمِ جاں کا وقت آپہنچا — میانِ دوست دشمن امتحاں کا وقت آپہنچا
ہُوئے بہرِ جہادِ اسلام کے غازی جو صف بستہ — تو انبوہِ منافق نے مدینے کا لیا رستہ
صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی — کنارا کر گئے ابنِ اُبَیّ اور اُس کے ہمراہی
دغا بازی سے نامردوں نے آئینِ وفا توڑا — صفیں کر کے مرتب لشکرِ اسلام کو چھوڑا

---

[1] صبح ہوتے ہی لشکرِ اسلام اُحد کے دامن میں پہنچ گیا۔ اُس وقت عبداللہ ابن اُبَیّ منافق نے اپنے تین سَو ساتھیوں کو ساتھ لیا اور یہ کہتا ہُوا مدینے کی طرف ہٹ گیا کہ محمدؐ نے ہماری رائے نہ مانی اور چھوکروں کا کہنا کیا۔ اس لئے ہم نہیں لڑتے۔ یہ لڑائی نہیں ہے بلکہ جان بُوجھ کر ہلاکت کے مُنہ میں جانا ہے
(ابن ہشام و ابن سعد وغیرہ)

marfat.com

یہ نقشہ دیکھ کر محوِ تحیّر رہ گئے غازی کہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی
ابھی ساعت نہیں آئی تھی جرأت آزمائی کی کہ پورے تین سو افراد نے یوں بے وفائی کی
خدا کی فوج میں اب سات سو افرادِ باقی تھے بروئے لشکرِ شیطاں یہ آدم زاد باقی تھے

نہ کثرت تھی نہ سامانِ وغا موجود تھا اِن میں
خدا تھا اور محمد مصطفیٰ موجود تھا ان میں

قطعہ تاریخ شاہنامہ اسلام جلد دوم

اثر خامہ جناب صوفی غلام مصطفےٰ صاحب تبسم ایم اے

حفیظ آں خسرو معنیٰ کہ در ہند سخن را ہست فردوسی ثانی
کتاب شاہنامہ کردہ تصنیف • کہ الفاظش بود رشک معانی
بیاضے کز طلسم انگیزی کلک خط بطلاں کشد بر نقش مانی
کلامے کز فلک پیمائی فکر بگوشش آرد نوید آسمانی
سرودے کز نشاط آرائی شعر بجاں بخشد سرور جاودانی

بدل گفتم چہ ہست ایں نقش زیبا
ندا آمد ز ہاتف غیر فانی
۱۳۵۵

marfat.com

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

یادِ ایام

المعروف بہ

شاہنامۂ اسلام

اُردو نظم میں تاریخ اِسلام کے ولولہ انگیز واقعات

۳

ابو الاثر حفیظ جالندھری

ناشر

مکتبہ تعمیر انسانیت ○ اُردو بازار ○ لاہور

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طابع : محمد سعید اللہ صدیقی
ناشر : مکتبہ تعمیر انسانیت ○ لاہور
مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز ○ لاہور
تعداد : ایک ہزار

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمہ طیبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پر

ایمان رکھتا ہے

حفیظ

marfat.com

حفیظ جالندھری ٹرسٹ

جناب عبدالکریم سومار .... صدر
شمیم احمد .... سکریٹری

اراکین

غلام احمد
لطف اللہ خان
رحمان کیانی
سید مقدس علی
خواجہ حمید الدین شاہد

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
دیباچہ - از آنریبل شیخ سر عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہٗ	۱۳	دشواریاں بسم اللہ اے ساقی	۲۱

باب اوّل

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
گذارش سرنگارش	۲۳	وحشی غلام قاتلِ حمزہ	۳۶
غزوۂ بدر کی فضیلت	۲۶	شاہنامہ جلد دوم میں بیان کردہ واقعات پر ایک نظر	۳۷
مشاہدۂ بدر	۲۷		
غزوۂ بدر و اُحُد کا نکتۂ امتیاز	۲۸	مدینے کا ایک راہب ابُو عامر فاسق	۳۸
بدر کی ہزیمت پر قریش مکہ کا جوشِ انتقام	۳۰	ابُو عامر فوجِ مشرکین میں	۴۰
قریش کا غرور اور دعوئ باطل	۳۱	ابُو عامر پر ابوسفیان کا روغنِ قاز	۴۱
قبائلِ عرب کو امداد کی دعوت	۳۱	ابُو عامر کے دعوے	۴۲
مکہ میں جوش و خروش	۳۲	ابُو عامر کے وعدے	۴۳
بنو ہاشم سے رشک و رقابت	۳۳	ابُو عامر کے ارادے	۴۴
ابُوسفیان بن حرب بن اُمیہ	۳۳	ایک شیطانی ترکیب	۴۴
ابُوسفیان کی زوجہ	۳۵	اُحُد کی رات اور ہر دو لشکر	۴۵

باب دوم - نُور و نار و ظلمت

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
منظر صبح اُحُد	۴۷	اُحُد میں جمع ہونے والے	۵۲
شرارِ بُولہبی در پئے چراغِ مصطفوی	۴۸	شریف انسان - مسلمان	۵۲
محمدؐ	۴۹	چھوٹی سی جماعت مگر بہت اہم	۵۵

لیکن ان کے بھی مدارج تھے ۵۵
آزمودہ ۵۶
ناآزمودہ ۵۶
شرطِ نصرتِ الٰہی ۵۷
خبیث انسان - منافقین ۵۸
منافقوں کا سردار ۶۰
محمود نام والے - قریش مکہ ۶۰
اسلام کی مخالفت کا سبب ۶۲
بظاہر غرور بے جا بھی نہ تھا ۶۳
بدر کی شکست گویا شیر کو زخم ۶۴
ان کے ارادے ۶۵

باب سوم - تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں

قریش ۶۶
مسلمان ۶۶
منافق ۶۷
جماعتوں سے بالا خدا کا رسولؐ ۶۷
اس کے ساتھی ۶۷
کانٹوں سے پھول ۶۸
کفارِ مکہ اور مسلمان آمنے سامنے ۶۹
منافقین کا جماعت سے کترا جانا ۶۹
نعرۂ منافقانہ ۶۹
فوجِ اسلام کا تاثر ۷۰

باب چہارم - اُحُد میں لشکروں کی ترتیب

صفوفِ اسلامی ۷۲
تیراندازوں کا تعین اور تاکیدِ استقامت ۷۳
تیراندازوں پر عبداللہ بن جبیرؓ کا تقرر ۷۴
بقیہ فوج کی تقسیم ۷۵
علمبردار اسلام ۷۵
ارشاداتِ عالی ۷۶
شکست و فتح سے بے نیازی ۷۷
شہادت ہی اصل اسلام ہے ۷۷
اطاعتِ پیمبرؐ - راستبازی اور راستی ۷۸
پہلوتہی - تفرقہ و نفاق کی ممانعت ۷۸
رسولؐ کی اطاعت نصرت کا وسیلہ ہے ۷۹
موت و حیات اور حلال و حرام ۷۹
فوجِ غنیم کی ترتیب ۸۱
خالد کا رسالہ ۸۱
عکرمہ بن ابوجہل کا رسالہ ۸۲
ابوسفیان اور کفار کے علمبرداروں میں جھڑپ ۸۳
طلحہ کا جواب سخت ۸۳
ابوسفیان کا کمینا پن

لشکرِ مشرکین کی صف بندی پر ایک نظر ۸۵
اپنا اپنا رنگِ نمائش - عمرو ابن العاص ۸۶
آنحضرت کے خاص مخالفین - پانچ سازشی ۸۷
چھٹا فتنہ ۸۸

باب پنجم - تقدیر کے مقابل تزویریں

آغازِ جنگ سے ایک ساعت پہلے ۸۹
یہ سب کس کے مخالف تھے؟ ۹۰
قریشی عورتوں کا راگ ۹۰
نغمۂ زنانِ قریش اُردو میں ۹۱
فوجِ قریش کا جوش و خروش ۹۳
ابُو عامر راہب میدان میں ۹۴
ابُو عامر کی حیرت اور حسد ۹۴
ابُو عامر کی تقریر ۹۵
انصار کا جواب ۹۷
پتھر کا جواب پتھر ۹۸
غلامی ۹۹
کرائے کا سپاہی ۱۰۰
ابُو عامر کا فرزند حنظلہؓ ۱۰۱
رسالت کا احسان ۱۰۱
آقاؤں کی بیدردی ۱۰۲
طلحہ علمبردارِ قریش کا طیش ۱۰۲

باب ششم - کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ

حق کی اقلیت باطل کی اکثریت پر غالب

علمبردارِ قریش کا اقدامِ میدان ۱۰۴
طلحہ کی مبارز طلبی ۱۰۵
طلحہ کا اسلامی عقائد پر تمسخر ۱۰۵
مسلمانوں کا ضبط ۱۰۶
علیؓ المرتضیٰ کا جوشِ جہاد ۱۰۷
علیؓ اور طلحہ ۱۰۷
علیؓ اور طلحہ کی شمشیر بازی ۱۰۸
طلحہ کی برہنگی اور علی کی حیا و مروت ۱۱۰
قریشی فوج کا غضبناک حملہ ۱۱۱
اسلام کا جھنڈا ۱۱۲
جھنڈے کا گیت ۱۱۳
قریش کا عام دھاوا
ارشادِ ہادی پر مسلمانوں کی تیر افگنی ۱۱۵
قریش کی پریشانی اور قریشی عورتوں کی جولانی ۱۱۶
ابوشیبہ کی علمبرداری ۱۱۷
ابُوشیبہ مبارز طلب کرتا ہے ۱۱۸
جنابِ حمزہؓ کا اشتیاقِ شہادت ۱۱۹

اجازتِ میدان اور حضرت کے تاثرات ۱۲۰
کُفار پر حمزہؓ کا رعب ۱۲۱
حمزہؓ اور ابُو شیبہ ۱۲۲
ابُو شیبہ اور حمزہؓ کی جنگ ۱۲۳
ابُو شیبہ کے امدادی ۱۲۴
ابُو شیبہ کا قتل ۱۲۵
حمزہؓ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ ۱۲۶
لشکرِ اسلام کو اذنِ جنگِ مغلوبہ ۱۲۷
رسالت کی تلوار ۱۲۷
جیّد صحابہ کو اس تلوار کی حسرت ۱۲۸
ابُو دجانہ کو عطائے شمشیر ۱۲۹
ابُو دجانہ کی رفتارِ ناز ۱۳۰
تیر اندازوں کو آخری تاکید ۱۳۰
اُحُد میں پہلی جنگ مغلوبہ ۱۳۱
عَلَم بردارانِ قریش کی جرأتیں ۱۳۲
عَلَمِ باطل سرنگوں ۱۳۳
عَلَم بردارِ اسلام ۱۳۴
حضرت ابُو دجانہ اور حقِ شمشیرِ رسالت ۱۳۵
ہند کی سرگرمیاں ۱۳۶
ابُو دجانہ ہند کے قتل کا قصد کرتے ہیں ۱۳۷
توقیرِ شمشیرِ رسُولؐ ۱۳۷
مسلمان متحد ہو کر جنگ کرتے ہیں ۱۳۸
مشرکین کے قدم اکھڑ گئے ۱۳۹
خالد کی بے بسی ۱۳۹
اقلیت کی ظفر مندی ۱۴۱
نبیؐ نگرانِ کار تھا ۱۴۱
مسلمانوں کی فتح ۱۴۲
اکابر صحابہ دشمنوں کے تعاقب میں ۱۴۳

بابِ ہفتم۔ فتنۂ مالِ غنیمت

شکستِ اُحُد کی تمہید

تازہ ایمان مسلمین مالِ غنیمت کی دُھن میں ۱۴۴
ٹیلے کے تیر انداز اور حصولِ غنیمت کا شوق ۱۴۵
حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی تنبیہ ۱۴۶
تاویل احکاماتِ نبوت ۱۴۷
تیر انداز ٹیلا چھوڑ کر غنیمت حاصل کرنے والوں میں ۱۴۷
ٹیلے پر حضرت ابن جبیرؓ اور سات تیر انداز ۱۴۸
خالد نے ٹیلے کو خالی دیکھا ۱۴۸
حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت ۱۴۹
غنیمت لوٹنے والوں پر خالد نے نظر ڈالی ۱۵۰
مسلمانوں کی پشت پر خالد کا حملہ ۱۵۱
بھاگی ہوئی فوجِ قریش پلٹتی ہے ۱۵۲
اکابر مجاہدین کی پامردی ۱۵۳
رسُولؐ پر حملہ کرنے کے متلاشی ۱۵۴
حضرت مصعبؓ پر ابنِ قمیہ کی تلوار ۱۵۵
ابنِ قمیہ مصعبؓ پر وار کرتا ہے ۱۵۶
مصعبؓ کی شہادت ۱۵۷

باب ہشتم۔ شہادتِ رسول کی افواہ، اُحد میں قیامت

شیطان کا دعویٰ باطل ۱۵۸
خبر یا صاعقہ ۱۵۹
صحابہ پر اس خبر کا اثر ۱۵۹
اس خبر کے مختلف اثرات ۱۶۰
مسلمین کی بدحواسی ۱۶۰
رفاعہؓ اور یمانؓ کی شہادت ۱۶۱
بے خود و ساکت ہونے والے ۱۶۲
فاروقِ اعظم بھی سکتہ میں ۱۶۳
حضرت انس ابنِ نضرؓ ۱۶۴
وہ جن کے پاؤں اُکھڑ گئے ۱۶۵
مگر وہ جو پیشتر سے زیادہ ثابت قدم ہو گئے ۱۶۶
ان کا مقصود ۱۶۷
حضرت حمزہؓ کا جلال ۱۶۷
سباع غبشانی ۱۶۸
وحشی غلام کمین گاہ میں ۱۶۹
وحشی حربہ پھینکتا ہے ۱۶۹
حمزہؓ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں ۱۷۰
حمزہؓ کی شہادت ۱۷۱
وحشی چھری لے کر کلیجہ نکالتا ہے ۱۷۱
ہند کے لئے ہدیہ ۱۷۲
ہند جسدِ حمزہؓ پر ۱۷۴
ہند کے گلے کا ہار ۱۷۴
وحشی کا انعام ۱۷۵
چند سرفروشانِ اسلام کا ثبات ۱۷۶
نگاہِ ہادیٔ اسلام ۱۷۷
اس افتاد کے وجوہ ۱۷۸
ابنِ قمیہ کے دعویٰ پر ابوسفیان کا شک ۱۸۰
کعب بن مالکؓ حضور کو پہچانتے ہیں ۱۸۱
کہاں ؟ ۱۸۱
کعب نے کیا دیکھا ؟ ۱۸۳
میدان میں شانِ نبوت ۱۸۴
پیمبر کا عزم اور تأثر ۱۸۴
کعب بن مالک کی صدا ۱۸۵
شمعِ نبوّت کے پروانے ۱۸۶
کفّار کی شدّت ۱۸۷
حضرت علی کی جانبازی ۱۸۷
حضور پر تیروں کی بارش ۱۸۸
مدینے میں شہادتِ رسولؐ کی افواہ ۱۸۹
بھاگ کر مدینے پہنچنے والوں کی پشیمانی ۱۹۰
سب میدان کی طرف پلٹتے ہیں ۱۹۱
جو دشت و جبل میں آوارہ تھے ۱۹۱
خاتونانِ اسلام ۱۹۲
حضرت اُمِّ عمارۃ ۱۹۳
ابوطلحہ اور سعد وقاص کی تیراندازی ۱۹۴
ترکش خالی ہو جاتے ہیں ۱۹۵
سعد وقاص کی قدر اندازی ۱۹۶
ابوسفیان پر حضرت حنظلہ ابن ابوعامر کا حملہ ۱۹۷
جان بچی لاکھوں پائے ۱۹۹

marfat.com

باب نہم ۔ آفتاب اور بُرجِ عقرب

قریش کی سازشی ٹولی	۲۰۰	دشمنوں کی سنگباری اور محبوبِ خدا کی زخمداری	۲۰۶
ابُوسفیان کی تزویریں	۲۰۱	دشمنوں کے وار اور نبیؐ کی دُعائیں	۲۰۸
قریش کا بے پناہ حملہ	۲۰۲	رفیقانِ نبوت	۲۰۹
انصار کی فداکاری	۲۰۲	شہادت کی ارزانی	۲۱۰
خاص ذاتِ اقدسؐ پر حملے	۲۰۳	خالدؓ کی حیرت	۲۱۱
اُمِّ عمارہؓ کی جاں نثاری	۲۰۵	انتہائی کشمکش	۲۱۳

باب دہم ۔ خاتمہ جنگ اُحُد

قریش کی بے دلی	۲۱۵	جنابِ فاطمۃ الزہرا کی تشریف آوری	۲۲۹
اُبی شانِ نبوت سے طالبِ جنگ	۲۱۶	قریشی عورتیں اور شہیدانِ اسلام	۲۲۹
گستاخانہ پیغام	۲۱۷	سپہ سالارِ قریش کی تفتیشِ حالات	۲۳۰
آنحضرت کی پیش گوئی	۲۱۷	حضرت عمرؓ کی بیتابی جواب	۲۳۱
صحابہؓ کا رسول کی بجائے نکلنے پر اصرار	۲۱۸	ابُوسفیان کا اظہارِ تفاخر اور صحابہؓ کا جواب	۲۳۱
نبیؐ بہ نفسِ نفیس دشمن کے مقابل	۲۱۹		
کیا شیطان ابنِ خلف کی شکل میں تھا	۲۱۹	منظرِ بعد جنگ	۲۳۲
ابنِ خلف کی نگاہِ واپسیں	۲۲۲	شہادت گاہ میں	۲۳۴
ابنِ قمیہ کا حملہ اور حضرت ابُودجانہؓ	۲۲۴	شہدائے اُحُد کی تکفین و تدفین	۲۳۶
نبیؐ کے رخسارِ مبارک پر جمی ہوئی کڑیاں	۲۲۵	نبیؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ میتِ حمزہؓ پر	۲۳۷
نزولِ آیہ اور رسولؐ کا ارشاد	۲۲۶	تدفین کے بعد	۲۳۹
نبیؐ کی پیاس اور آبِ نایاب	۲۲۷	عقیدت اور تسلی	۲۴۰
زخمیوں کو پانی مل رہا تھا	۲۲۸		

الحمدللہ

اپنی زندگی کے ان آخری مراحل میں جو اندیشہ جان کا عذاب بنا ہوا تھا اللہ کریم نے اپنے رحمۃ للعالمینؐ کی مدح کے صدقے وہ اندیشہ دور کر دیا اور اب میں اس تسلی اور شکر و سپاس کا اظہار کرتا ہوا اپنے سفرِ حیات کی منزلِ مراد کو سلام کہوں گا۔

اندیشہ یہ تھا کہ میرا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی ایسا عزیز ہے جو میرے بعد میرے علمی ورثے کا محافظ بھی بن سکے اور ملک و ملت پاکستانیہ تک ہی نہیں دنیا بھر کے ممالک میں جہاں جہاں مسلمان میری نظم و نثر کے شائق ہیں ان تک میری کتب پہنچاتے رہنے کا اہتمام کرے ورنہ جو کچھ میں نے انسانیت اور ملک و ملت کے لئے اپنے خونِ جگر سے مہیا کیا ہے برباد ہو جائے گا۔ میرا سرمایہ میری قلم کاری ہے میری کتابیں مجھے سیر بیچنے والے نااہل بازاری کتاب فروش دکاندار جس طرح چاہیں گے چھپوائیں گے اندالک الک کھائیں گے اڑائیں گے۔ اپنے لاکھوں قدر دانوں میں مدتوں ایسے اصحاب کی تلاش رہی جو واقعی صادق الوعد امینؐ.. پر ایمان و یقین رکھتے ہوں۔ آخر کراچی میں میری تلاش نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا اور میرا جان لیوا اندیشہ دور ہو گیا۔

قائداعظم کے پرانے رفیق جناب عبدالکریم سومار صاحب مل گئے، میری آرزو دستی اور اسے پورا کرنے کی طرف عملی قدم اٹھالیا اور میرے اس درد کا مداوا کر دیا۔ جناب لطف اللہ خاں مل گئے جن کا وجود۔ آرٹ، سخنوری اور سخن نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جناب شمیم احمد مل گئے جو اسلام کا پیغام جاری رکھنے والی کتب کے پبلشر اور کراچی میں سومار صاحب سے اولین ملاقات کا باعث بنے۔ ان کے ساتھ ہی سید مقدس علی ہیں جو ہر ادبی و اسلامی ثقافتی تحاریک کا بشوق اہتمام فرماتے ہیں۔ خواجہ حمیدالدین شاہد ایم اے عثمانیہ کو تو میں اپنا صیاد قرار دے چکا ہوں۔ جناب غلام احمد جناب سومار کے عزیز اور کاروبار کے سربراہ ہیں۔ سومار سے مصافحہ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جناب رحمٰن کیانی جو شعر وسخن ہی میں اسلام کے لئے تبلیغ اتحاد و جہاد کے معاملے میں میرے مثنیٰ ہیں۔

ان اصحاب نے جناب عبدالکریم سومار کے زیر قیادت ایک ایسا ادارہ قائم کر دیا ہے جو میرے دکھ کا دارو ہے۔ اس ادارے کا نام ہے۔

"ابوالاثر حفیظ جالندھری ٹرسٹ"

یہ ٹرسٹ باضابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اس نے میری زندگی میں بھی اور اس دنیا سے جسمانی طور پر کھسک جانے کے بعد بھی میری وہ تمام کتابیں جو متداول ہیں بہترین خوبصورت اور دیدہ زیب طریق سے چھپوانے اور مسلسل چھپواتے رہنے کا ذمہ لے لیا ہے اور آغاز شاہنامہ اسلام

سے کیا ہے۔ میری شائع شدہ تصانیف کے علاوہ وہ تصانیف بھی جو ابھی مسودات کی صورت میں ہیں یہی ٹرسٹ ان کو کتابی صورت میں لائے گا اور میری تحریروں کے ذریعہ سے موجودہ اور آئندہ نسل کے ذہن و قلب میں وہ روشنی پہنچائے گا جو میرے کلام کو سرکار دو عالمؐ کی محبت اور بزرگان دین مبین اور قدمائے شعر و ادب سے ملی ہے اور جن کو میں نے اپنے خون جگر سے رنگین کیا ہے۔

میں ان قدر دانوں کے احسانات کا سپاس گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں ؎

پہ شان مہر و مہ تابندہ
باشی
الٰہی تا قیامت زندہ
باشی

۷۶ برس سے متجاوز اور بیمار
حفیظ

سخن کی قدر دانی زندگانی میں نہیں ہوتی
یہاں جب شمع بُجھ لیتی ہے تب پروانہ آتا ہے

دیباچہ

ابُوالاثر حفیظ کے زورِ کلام اور ان کی اہم تصنیف شاہنامۂ اسلام کے متعلق جو کچھ میں جلد اوّل و دوم کے دیباچوں میں لکھ چکا ہوں اس کو دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ آج صرف جلد سوم کا خیر مقدم مقصُود ہے۔ اس جلد کی اشاعت کے لئے بہت سے شائقین کی نگاہیں دیر سے چشم براہ تھیں۔ تیسری جلد کے چھپنے میں غیر معمولی دیر ہُوئی۔ اس کی کئی وجُوہ تھیں جو مصنّف نے بیان کر دی ہیں۔ جن میں مصنّف کی خرابیٔ صحت اور بعض مالی مشکلات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن جہاں ہمارا شاعر ستمہائے روزگار کا گلہ کرتا ہے وہاں اپنے قدر دانوں اور مربّیوں کا دلی شکریہ بھی ادا کرتا ہے جن کی حوصلہ افزائی اور دستگیری مشکلات پر غالب آئی۔

جو خصوصیتیں کتاب کی پہلی جلدوں میں تھیں وہ اس میں بھی موجُود ہیں۔ بلکہ زبان زیادہ سادہ اور باثر ہے۔ رزم کے مناظر پُرزور الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور جہاں بزم کا رنگ درکار ہے وہاں کلام بھی اسی رنگ کا ہے

ابتدائے تصنیف میں جو مقصد مصنّف نے پیشِ نظر رکھا تھا کہ پیغمبرِ برحق اور بہادرانِ اسلام کے کارنامے سنا کر اس زمانے کے مسلمانوں کے دلوں کو گرمائے اور ان کے ایمان کو زندہ کرے۔ وہ مقصد اس جلد میں بھی مدِنظر ہے۔ مستند روایات نظم کرنے کا التزام بھی مثلِ سابق موجُود ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہوگیا ہے کہ "فٹ نوٹ" یعنی زیرِ ورق پہلے سے بہت زیادہ ہیں اور اکثر روایات کے ساتھ ان کے حوالے درج ہیں۔ جن سے وہ روایتیں کی گئی ہیں۔ اس اہتمام کی وجہ شاید یہ خواہش ہے کہ شاہنامۂ اسلام اچھے اشعار کا مجموعہ ہونے کے علاوہ علمی کتاب کی حیثیت سے بھی ممتاز ہو۔ اس لئے مصنّف نے جابجا کتابوں کے حوالے دیئے ہیں اور بہت تلاش سے روایات جمع کی ہیں۔ ان کتابوں کے پڑھنے میں جو وقت صرف ہوا ہوگا اس سے ظاہر ہے مصنّف نے فقط شاعری نہیں کی بلکہ علمی تحقیقات کی بھی قابلیت دکھائی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ لوگ جو محض ذوقِ سخن کی خاطر اس نظم کو پڑھیں گے علمی تحقیقات والے حصّوں کو قدرے خشک پائیں گے مگر جنابِ حفیظ نے ان کی دلچسپی کے لئے بھی کافی سامان

مہیا کر دیا ہے۔

اِس جلد کی تصنیف کے دَوران میں جناب حفیظ نے علاوہ کثرتِ مطالعہ کے ایک اَور ذریعہ سے اپنی معلومات کو بڑھایا ہے یعنی سیاحتِ یورپ۔ وہ ۱۹۳۸ء کی ابتدا میں سفرِ یورپ کے لئے گئے اور چھ مہینے وہاں رہے۔ انہوں نے زیادہ وقت لندن میں صرف کیا اور کوئی دو مہینے انگلستان کے ساحلِ بحر پر رہے۔ کچھ دن پیرس اور فرانس کے جنوب میں۔ اس زمانے میں انہوں نے چند نئی نظمیں بھی لکھیں۔ جو وہاں رہے بغیر اور وہاں کے حالات دیکھے بغیر نہ لکھی جا سکتیں۔ ایک نظم "افرنگ کی دنیا" کے عنوان سے لکھی گئی جو نہایت دلچسپ مشاہدات سے پُر ہے اور بہت مقبول ہوئی ہے اور دوسری کا عنوان ہے۔

"اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے"

یہ بھی بہت پسند کی گئی ہے۔ یہ نظمیں ایک طرح کا حاصلِ سفر ہیں۔ مگر اس سے زیادہ ماحصل وہ علمی تحقیقات کا ذوق ہے جو شاہنامۂ اسلام کی تیسری جلد کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ ذوق وہاں کے ذی علم لوگوں کے طریقِ کار کو دیکھ کر پیدا ہوا ہے۔

یورپ کے سفر کا ارادہ حفیظ صاحب نے صحت کی بہتری کی امید سے کیا تھا اور ایک حد تک ان کی صحت کو فائدہ بھی ہوا مگر سب سے بڑا کام جو اس ششماہی میں ہوا جو انہوں نے یورپ میں بسر کی۔ وہ یہ تھا کہ جلد سوم کا پہلا نصف ان دنوں تیار ہو گیا۔ اس میں ایک مضمون ایسا اَدَق تھا کہ اس کے لئے ان کی طبیعت غیر معمولی یکسوئی چاہتی تھی اور وطن میں جو اُن کے مشاغل تھے ان کے ساتھ ساتھ وہ یکسوئی میسّر نہ تھی۔ انگلستان میں جب وہ ایک خاموش حصّہ ساحل پر جا کر رہے تو وہ تنہائی اور خاموشی نصیب ہوئی جس سے ان کے قلم کو جنگِ اُحد کا حال لکھنے کے لئے گویائی ملی۔

انہوں نے مجھے بتلایا جو مشکل انہیں درپیش تھی اور جس نے بارہا ان کے قلم کو روانی سے روکا، یہ تھی کہ جنگِ اُحُد کے حالات جنگِ بدر سے بالکل برعکس تھے۔ بدر میں مسلمانوں کو نمایاں فتح اور اُحُد میں اتفاقیہ شکست ہوئی تھی۔ اس کی وجہ اسلامی فوج کے بعض حصّوں کی کمزوری اور بعض کی جانب سے حکمِ رسول کی عدمِ پیروی تھی۔ مصنف کی یہ خواہش تھی کہ شکست کے جو اسباب تھے وہ بھی بیان ہو جائیں مگر ان لوگوں کا پاسِ ادب بھی ملحوظ رہے جو اس وقت حکم عدولی کے مرتکب ہوئے تھے۔ کیونکہ بعد کو رسولِ خدا نے ان کو معاف کر دیا اور ان میں بعض نے دوسرے مواقع پر جرأتِ عمل سے اپنی کوتاہی کی تلافی کر دی۔ اس مضمون کو اس احتیاط کے ساتھ

سب سے اونچی شان کا جھنڈا
نام خدا کا جھنڈا
مال سی پیارا، جان سی پیارا　دل کا نور، آنکھوں کا تارا
دو جگ میں عزت کا سہارا
نام خدا کا جھنڈا
دین کا اور دنیا کا اُجالا　حُرمت والا، عزت والا
سب سے اُونچا سب سے بالا
نام خدا کا جھنڈا

میں مزید اقتباسات سے دیباچہ کو طُول دینا نہیں چاہتا۔ مگر دو ایک ٹکڑے اور ان کے متعلق واقعات ایسے دلاویز ہیں کہ انہیں چھوڑنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ ایک واقعہ حضرت اُمّ عمارہ کے متعلق ہے جو ایک نہایت باہمت بی بی تھیں جو زخمیانِ جنگ کو پانی پلاتی تھیں۔ اس کا شوہر اور فرزند بھی شریکِ جنگ تھے جب اُس نے دیکھا کہ رسُول کی ذاتِ پاک پر حملہ ہو رہا ہے تو مشک ہاتھ سے رکھ کر جنگ کے لئے کمربستہ ہو گئی۔ اس کا حال شاہنامۂ اسلام میں یُوں بیان ہوا ہے:-

یہ اپنی جان پر ہر زخم دامنگیر لیتی تھی　کوئی حربہ وجُودِ پاک تک آنے نہ دیتی تھی
نظر آئی نئی صُورت جو حرزِ جانِ پیغمبرؐ　کیا یکلخت بڑھ کر حملہ اک بدکیش نے اُس پر
نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے　مروڑا اُس کا بازو چھین لی تلوار دشمن سے
اسی شمشیر سے اُس نے سرِ شمشیر زن کاٹا　ہوا اس شیر زن کے خوف سے اعدا میں سناٹا
جدھر بڑھتے ہُوئے پاتی تھی یہ محبوب باری کو　پہنچتی تھی وہیں اُمِّ عمارہ جاں نثاری کو
سر و گردن پہ اس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے　مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے

یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس پر وہ قوم جس میں ایسی بیبیاں پیدا ہوئی ہیں جس قدر فخر کرے کم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ رسالت میں عورتیں جنگوں میں شریک ہوتی تھیں زخمیوں کی امداد کرتی تھیں۔ اور وقتِ ضرورت حرب میں بھی شریک ہو جاتی تھیں۔ اس لئے اس بی بی کی تعریف جنابِ حفیظ نے ان دو اثر بھرے مصرعوں میں کی ہے۔ ع

کرنا "کج دار و مریز" کا مصداق ہے اور مَیں جنابِ حفیظ کو مستحق مبارکباد سمجھتا ہُوں کہ انہوں نے اس دشوار منزل کو اس جلد میں ایسی اچھی طرح طے کیا۔

جنگِ اُحُد میں دو کمزوریاں لشکرِ اسلام میں رُونما ہوئیں۔ اوّل تو یہ کہ اس فوج میں سے جس کی تعداد صرف ایک ہزار تھی تین سو آدمی تو شروع ہی میں نکل گئے کیونکہ وہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ نہ تھے۔ اور اُن کا سردار یہ بہانہ بنا کر کہ آنحضرتؐ نے اس کے مشورہ کو نہیں مانا۔ فوجِ اسلام کا ساتھ چھوڑ گیا۔ مگر آنحضرتؐ اس کی بے وفائی سے چنداں متاثر نہ ہُوتے اور آپ نے باقی ماندہ فوج کو میدانِ جنگ میں اپنی اپنی معینہ جگہ پر جمے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ ایک گروہ پچاس تیراندازوں کا ایک ٹیلہ پر تعینات کیا گیا جس کا یہ فرض تھا کہ وہ مخالفین پر تیر برسا کر انہیں ہٹائیں اور کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہ ٹلیں۔ دوسروں کو یہ ہدایت تھی کہ لُوٹ مار کی طمع کر کے اپنے فرائض سے غفلت نہ کریں۔ لیکن آخر میں نہایت سخت لڑائی کے بعد جس میں اکثر فدائیانِ رسُولؐ نے شجاعت کی پُوری داد دی۔ اسلامیوں کی فتح ہونے کو تھی جب بت پرست قریشیوں کی فوج کو بھاگتا دیکھ کر مسلمان یہ سمجھے کہ اب غنیم بالکل ہار گیا ہے اور مخالفین کے خیموں کو لُوٹنے اور ان کا مال سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ انہیں لُوٹتا دیکھ کر تیراندازوں میں سے اکثر نے جنہیں ٹیلہ سے کسی طرح نہ ہٹنے کی تاکید تھی لوٹ میں شمولیت شروع کر دی۔ اس وقت خالدؓ بن ولید نے جو ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے اور دُوسری طرف کے ایک بڑے جنگی افسر تھے۔ اس طرف سے فوجِ اسلام پر حملہ کر دیا جس سے بچنے کے لئے تیراندازوں کو ٹیلہ پر متعین کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان کی رہی سہی ہمت جاتی رہی جب انہوں نے یہ غلط خبر سنی کہ آنحضرت صلعم اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ حضورؐ زندہ و سلامت تھے۔ حضورؐ نے جو عزم و استقلال اس جنگ میں دکھایا اس کی مثال مشکل سے مِل سکتی ہے کیونکہ باوجود مجروح ہونے کے آپؐ آخر تک دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کے بڑے بڑے جری سالاروں کو تہ تیغ کیا۔ یہ سب حالات اور جو نتیجے ان سے حاصل ہوتے ہیں سلیس اُردو اور پُر اثر شعروں میں جس خوبی سے نظم ہوئے ہیں داد کے قابل ہے۔ کتاب کی مخصوص خوبیوں کے ساتھ حفیظ کی طبعِ رسا نے جابجا رنگینیٔ کلام کے بھی جوہر دکھائے ہیں۔ عربی کے ایک مشہور گیت کا اردو ترجمہ خاص طور پر قابلِ تحسین ہے جو اُن عرب عورتوں نے جنگِ اُحُد کے موقع پر گایا تھا جو مخالفِ اسلام قریشیوں کو حوصلہ دلانے اور جنگ پر اُبھارنے آئی تھیں۔ اس گیت کو عربی میں جاننے والے ترجمہ کی خوبی کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ عربی کے گیت کی رُوح اُردو الفاظ میں کس عمدگی سے آئی ہے۔ اس گیت کے چند شعر

marfat.com

ہم بجلیاں انوار کی   ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دختریں ہیں نُور کی   ہم شعلیں ہیں طُور کی
ہم پیاریاں ہیں پیار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
چلتی ہیں قالینوں پہ ہم   جیسے چلیں کبکِ دری
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم   باصد ادائے دلبری
ہم ہیں طلسمِ رنگ و بُو
حُسنِ نظر کی آبرو
مانگیں ہماری مشک بُو
شعلے ہیں پازیبِ گلو   لڑیاں دُرِ شاہوار کی

لطف یہ ہے کہ اس گیت کی لَے بھی عربی گیت سے مُشابہ ہے۔
ایک دوسرے گیت میں جنگی جذبات عورتوں کی زبان سے یُوں ادا ہوئے ہیں:۔

ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں
دکھلاؤ گے جرأت اگر   لاؤ گے انسانوں کے سر
دیں گی مبارک بادیاں
افلاک کی شہزادیاں

چھوٹی بحروں میں اور سادہ لفظوں میں گانے کے قابل نظم لکھنا حفیظ کے فن کا ایک شیوۂ خاص ہے۔ ایک گیت عَلَمِ نبوی کی شان میں لکھا گیا ہے ممکن ہے کہ یہ گیت مسلمانوں میں اس قدر قبول ہو کہ جب وہ اپنے سیاسی جلسوں میں پرچمِ اسلامی لہرائیں تو یہی ترانہ زبان پر لائیں۔ اس کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو:۔

نامِ خدا کا جھنڈا
پیغامِ خدا کا جھنڈا
یہ جھنڈا ایمان کا جھنڈا   قرآنی فرمان کا جھنڈا

marfat.com

یہی مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے　　اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ایک اور ٹکڑا جو پیش کرنے کے قابل ہے اس کا عنوان ہے "خالد کی حیرت"۔ اس میں شاعر نے دکھایا ہے کہ خالد اگرچہ اُس وقت کفر کا حامی اور اسلام کا مخالف تھا مگر اس کے دل میں آنحضرت کے اعلیٰ خصائل کا اثر اسی میدانِ جنگ میں بیٹھا، اگرچہ وہ مشرف بہ اسلام نہ ہوا لیکن اُس کے جوشِ اسلام اور خدمتِ دین کی بنیاد یہیں پڑی۔ یہاں تک کہ وہ اسلامی فوجوں کا ایک زندہ جاوید اور بلند نام سوار بن گیا۔ اس کے دل کے تاثرات کا نقشہ ہمارے شاعر نے یوں کھینچا ہے:۔

اِدھر فرضِ نمازِ ظہر کا ہنگام آیا تھا　　اُدھر رُوئے زمیں پر ابرِ لالہ فام چھایا تھا
تیمم خاک سے کر کے لہو سے باوضو ہو کر　　جہاں بھی تھے مسلماں جھک رہے تھے قبلہ رُو ہو کر
مگر خالد کہ تھا محظوظ اپنی فتحمندی سے　　یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے
جہاں کھنچتی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا　　وہیں اک سر بہ اطمینان سجدے میں خمیدہ تھا
یہی سر اس جہاں میں پُرسکوں معلوم ہوتا تھا　　فلک اس سر کے آگے سرنگوں معلوم ہوتا تھا
جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں　　وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود میں باتیں
نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظارا　　دلِ خالد پکارا کس سے ہو تم معرکہ آرا!
یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا　　کسی دنیا طلب میں یہ طاقت، ہو نہیں سکتا
خداوالوں کو دی جس نے شکست اب خود شکستہ تھا　　گُسستہ کفر سے تھا آج دل ایماں سے بستہ تھا

نوشتے میں مگر کچھ گمرہی کا دَور باقی تھا
پئے اظہارِ ایماں غور کرنا اور باقی تھا

شاہنامۂ اسلام کی تیسری جلد کی خوبیٔ کلام کے نمونے کے طور پر یہ مختصر اقتباس کافی ہیں۔ باقی دو ہزار سے اُوپر اشعار اور ان کے چیدہ چیدہ حصے اصل کتاب میں دیکھیں اور اس خادمِ اسلام کے حق میں دعا کریں جس نے اپنی زندگی تاریخِ اسلام کو لباسِ نظم سے آراستہ کر کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے وقف کر رکھی ہے۔

عبدالقادر

لاہور۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۷ء

دشواریاں

اشاعتِ اوّل جلد سوم میں مصنف نے ذکر و شکر کے عنوان سے چند صفحے لکھے تھے اُس کا ضروری اقتباس ذیل میں درج کرنا ضروری ہے۔

تیسری جلد شاہنامۂ اسلام کے سلسلے میں یہ اعتراف کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ اگر آغازِ کار میں مجھے ایسی سخت گھاٹی کے پیش آنے کا وہم بھی ہو جاتا تو شاید میں شاہنامۂ اسلام لکھنے کے لیے قلم اُٹھانے کی جرأت ہی نہ کر سکتا۔

آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ میری دشواریاں کیا تھیں، بس یہ سمجھ لیجئے کہ اُحد کے میدان میں داخل ہوتے ہی میرے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ بدر کے میدان میں تین سو تیرہ نہتے اور بے سر و سامان مجاہدوں نے اپنے ہادیؐ کی قیادت میں جو فتح حاصل کی اُس کو مزے لے کر بیان کرنے کے بعد ایک ہوش فرسا منظر میرے سامنے تھا۔ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ حالانکہ صحابۂ کرام میں جوشِ ایمانی، فدائیت اور خلوص کی کمی نہ تھی۔ عنانِ قیادت آج بھی اسی ہادیِ برحق کے ہاتھ میں تھی جو بدر کے دن فتح و نصرت کا ضامن تھا۔ مگر نتیجہ شکست ہی نہیں بلکہ لشکرِ اسلام میں سے کثیر افراد کا پیٹھ موڑ جانا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مضروب و مجروح ہو جانا، اکابر صحابہؓ کی شہادت۔ اب خیال فرمائیے کہ خداوندِ کریم نے جن منہ پھیر جانے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کو معاف کر دیا ہو اور جن سے رسولؐ نے بھی باز پرس نہ کی ہو مجھ عاصی اور گنہگار کا کیا منہ ہے کہ اُن پاک نفوس کا تذکرہ کرتے ہوئے کوئی ایسا لفظ لکھوں جس میں سوءِ ادب کا کوئی پہلو

marfat.com

نکلے۔ لیکن واقعہ کو واقع کی صورت میں لکھنا بھی ضروری تھا، ایسی حالت میں کہ اس واقعہ کی پوری ترتیب تلاش سے بھی نہ ملے، کتنی مشکل منزل! میرا خیال ہے اب آپ میری مشکل کو قدرے سمجھ گئے ہوں گے میں اس سے کیونکر عہدہ برآ ہوا۔ اس جلد کے مطالعے سے معلوم ہو جائے گا اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ تیسری جلد تمام و کمال صرف ایک واقعۂ اُحد ہی کے بیان پر کیوں مشتمل ہے۔ سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ جن کتب پر میرا مدار تھا اُن میں اور تو سبھی کچھ موجود تھا فقط ترتیب میری سمجھ میں نہ آتی تھی۔ نیم مُلا خطرۂ ایمان کی پھبتی کا خوف جان کھائے جاتا تھا۔ کافی تگ و دو اور ٹھوکریں کھانے کے بعد ایک راستہ پر چل سکا۔ اب بھی اہلِ علم حضرات سے درگذر کا سائل ہوں محبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بناتا ہوں۔ خدا شاہد ہے کہ میری نیت گنہگار نہیں، خامیاں میری کم علمی تہی مایگی کے سبب سے رہ گئی ہوں گی۔ لہٰذا غلطی نظر آئے تو مجھے مطلع فرمائیے، میں شکریہ کے ساتھ اصلاح کی کوشش کروں گا۔

حفیظ

بسم اللہ اے ساقی

نہیں اب زندگی کی اور کوئی راہ اے ساقی
اگر جامِ شہادت ہے تو بسم اللہ اے ساقی

رہے گا خیر اس دُنیا میں یُوں مغلوبِ شر کب تک!
یہ مانا صبر لازم ہے، بہت اچھّا، مگر کب تک!

یہ معصوموں کے آنسو خاک میں کب تک سمائیں گے
کبھی تو رنگ لائیں گے کبھی تو گُل کھلائیں گے

یہ مظلوموں کی آہیں کیا یونہی بے کار جائیں گی
یہی اِک دن زمیں پر آسمانوں کو گرائیں گی

یہاں مٹّی کا ہر پُتلا عدوئے حق پرستی ہے
یہ انسانوں کی دُنیا ہے کہ شیطانوں کی بستی ہے

یہ کس کم ظرف نے تقسیمِ نَو کی طرح ڈالی ہے
کہ ہمّت جس کی عالی ہے اُسی کا جام خالی ہے

جنہیں قُدرت نے بخشا ہی نہیں اندازِ رندانہ
اُنہی کے سامنے شیشہ، اُنہی کے ہاتھ پیمانہ

یہ کیسا دین ہے ساقی، یہ کیا آئیں ہے ساقی
یہ کس کے دین و ایماں کی یہاں توہین ہے ساقی

یہ میخانہ جہاں جینا لہُو کے گھُونٹ پینا ہے
تو ہی انصاف کر ساقی، یہ مرنا ہے کہ جینا ہے

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہنامۂ اسلام

جلدِ سوم

جنگِ اُحد

باب اوّل

گذارشِ سرِ نگارش

قیامت تک لہو ٹپکے نہ کیوں چشمِ مسلماں سے — اُحد کی داستاں رنگین ہے خونِ شہیداں سے
اُحد کے تذکرے میں حُسن بھی ہے اور قباحت بھی — مجھے اس باب میں کرنی پڑے گی کچھ وضاحت بھی
ادق مضمون ہے کاوش پہ تسہیل لازم ہے — نتائج کے لئے اجمال کی تفصیل لازم ہے

[illegible]

مسائل میں الجھنا واقعی منصب نہیں میرا
مگر معذور رکھے آج مجھ کو نکتہ چیں میرا

اُحُد کی گھاٹیوں میں کچھ مقام ایسے بھی آئینگے
جہاں رَہرَو نشانِ منزلِ مقصد نہ پائیں گے

انہیں آئے گا غصّہ اہلِ ایماں کی ہزیمت پر
وہ پُوچھیں گے صحابہ کیوں جُھکے مالِ غنیمت پر

فقط گنتی کے چند افراد سرافراز دیکھیں گے
جنہیں اللہ کے محبُوب کا جانباز دیکھیں گے

حواس و ہوش کھونا جنگ میں بعض اہلِ ایماں کا
اِدھر مضروب ہونا چہرۂ محبُوبِ یزداں کا

اگر ہوگا نہ فہمِ امتیازِ زشت و خُوب اُن میں
رہینِ بے دلی ہو جائیں گے اکثر قلوب ان میں

اگر اس راہ پر لائے اُنہیں طرزِ بیاں میری
تو کیا فتنے کا باعث بن نہ جائے گی زباں میری

مُجھے احساس ہے اے دوست اپنی ذمّہ داری کا
یہ نازک مرحلہ محتاج ہے صحّت نگاری کا

طلاقت سے اگر معذور ہُوں معذُور رہنے دے
مجُھے خالی خیالی شاعری سے دُور رہنے دے

زبانِ حال سے اشکال کی تشریح کرنے دے
عوام النّاس کی خاطر ذرا توضیح کرنے دے

مرے ہمراہ اِک منزل پلٹ چلنا گوارا کر
نزاعِ کفر و ایماں کے نتائج کا نظارا کر

بیاباں کی بھی سختی دیکھ دَورانِ سیاحت میں
مَیں لے آوں گا واپس تجھ کو تیرے باغِ راحت میں

مَیں تیری ہمرکابی تا بہ منزل جا کے چھوڑوں گا
خُدا کے فضل سے یہ گُتھّیاں سُلجھا کے چھوڑوں گا

غزوۂ بدر کی فضیلت

جہادِ بدر کی تاریخ کو دُہرا رہا ہوں مَیں   گزشتہ سال کا زرّیں ورق اُلٹا رہا ہوں مَیں
جہادِ[1] بدر کا دن عزّت و اکرام کا دن تھا   اطاعت کا ثمر تھا ضبط کے انعام کا دن تھا
شواہد میرے دعوے کے ہیں ارشاداتِ قرآنی   کہ فتحِ بدر اک آیت تھی اِن آیاتِ ربّانی[2]
بِنا ہے سُورۂ انفال میری اِس گزارش کی   فرشتے حق نے بھیجے اور احسانوں کی بارش کی[3]
بظاہر بے حقیقت تھی جماعت حق پژوہوں کی   مگر کایا پلٹ دی اُس نے باطل کے گروہوں کی
نہتّے تین سو تیرہ بشر ذوقِ شہادت میں   خُدا کے نام پر نکلے محمّدؐ کی قیادت میں
نہ کثرت تھی نہ شوکت تھی نہ کچھ سامان رکھتے تھے   فقط اخلاص رکھتے تھے فقط ایمان رکھتے تھے

---

[1] وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پ الانفال ع ۱۷)
تاکہ اپنی طرف سے مومنوں کو اچھا انعام دے بیشک خدا سننے والا جاننے والا ہے

[2] وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (پ آل عمران ع ۱۲۳)
یقیناً بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی جب تم کمزور تھے تو اب اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

[3] إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ (پ الانفال ع ۱۱)
یاد کرو جب تمہاری تسکین کے لئے اپنی طرف سے اونگھ تم پر طاری کر رہا تھا اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کرے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے۔

نہ تاج و تخت کے طالب نہ مال و جاہ کے سائل
کہ یہ بندے تھے لا معبود[1] اِلّا اللہ کے قائل
پسندیدہ نظر آیا تھا وحدت کا اصول ان کو
بہم باندھے ہوئے تھا رشتۂ حبِّ رسول ان کو
یہ ہادی کی ہدایت پر چلے میدان میں آئے
یہ گردابِ ہلاکت میں گھِرے طوفان[2] میں آئے
لیا راہِ وفا میں عشق نے جب امتحاں اِن کا
تو استقلال پایا صورتِ کوہ گراں اِن کا
اقلیت رہی قائم صراطِ حسنِ نیت پر
تو حق نے اس کو غالب کر دکھایا اکثریت پر
بسا اوقات نصرت دے کے وحدت کیش ملت کو
خدا کثرت پہ غالب کر دیا کرتا ہے قلت[3] کو
غرور و ناز مِٹ جاتا ہے جاہ و مال والوں کا
خدا ساتھی ہوا کرتا ہے اِستقلال والوں کا

مشاہدۂ بدر

بمعرکۂ بدر دیکھی غازیانِ دیں کی جی داری
ادائے فرض کا جذبہ تھا جن کی رُوح پر طاری

---

[1] ترجمہ :- خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

[2] كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ۝ (پ۹ الانفال ع ۱) جیسے وہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے تھے اور موت کو دیکھ رہے تھے۔

[3] كَمْ مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ ۗ (پ۲ البقرۃ ع ۳۳) بسا اوقات قلیل جماعت اللہ کی مرضی سے کثیر جماعت پر غالب آ جاتی ہے۔

بروزِ بدر دیکھی صبر و استقلال کی صورت بغلگیری قضا سے اور استقبال کی صورت
بروزِ بدر جب تعداد بھی ساماں بھی کم تھا مگر ہم نے یہ دیکھا لشکرِ اسلام بے غم تھا
بروزِ بدر دیکھا نصرتِ حق کا نظارا بھی[1] خدا تھا غازیوں کا جب بھروسا بھی سہارا بھی
بروزِ بدر اِس ایمان کا انعام بھی دیکھا قریشی لشکرِ جرار کا انجام بھی دیکھا
بروزِ بدر دیکھا معجزہ شانِ صداقت کا کہ توڑا حق نے سارا زور باطل کی حماقت کا[2]
بروزِ بدر دیکھی سربلندی خاکساروں کی نچھاور جن کے قدموں پر ہوئی رفعت ستاروں کی
مِلا بندوں کو یہ انعام بعدِ فتح فیروزی کہ جنت کی بشارت سے ہوئی تھی بہرہ اندوزی[3]
یہ کیا تھا اِک نتیجہ تھا پیمبرؐ کی اطاعت کا تخیل کی بلندی کا توکل پر قناعت کا

غزواتِ بدر و اُحد کا نکتۂ امتیاز

وہ آنکھیں جن کو بخشا ہے خدا نے دید کا یارا کریں یومِ اُحد کا بھی مری آنکھوں سے نظارا

---

[1] اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ (پ ۹ الانفال ع ۱) یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے استغاثہ کر رہے تھے تو اُس نے تمہاری سنی اور تمہاری مدد کی۔

[2] جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا (پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۹) حق غالب آیا اور باطل شکست کھا گیا۔ اور باطل ہی قابل ہے۔

[3] خدا نے تمام شرکائے بدر کے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ بدری صحابہ کی یہ عزت تھی کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ان کے وظائف سب سے زیادہ تھے۔ کسی صحابی کے نام کے ساتھ بدری کہنا خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا تھا

اگر چشمِ بصیرت سے اُحد کی جنگ دیکھو گے تو انسانوں کی فطرت کے ہزاروں رنگ دیکھو گے
گئے تھے چل کے غازی بدر میں ایمائے ہادیؐ سے اُحد میں گھر سے نکلے تھے مگر جوشِ آزادی[1] سے
نہ سمجھے تھے مسلماں جوش میں منشائے پیغمبرؐ ہوئی تھی کثرتِ[2] آرا مدینے سے نکلنے پر
کیا تھا احترامِ اجماعِ اُمت کا پیمبرؐ نے سلاحِ جنگ پہنے تھے یہاں محبوبِ داور نے
اُحد کا دن دکھائے گا نگاہوں کو نیا منظر بشر کی رفعت و اُفتاد کا عبرت نما منظر
بروزِ بدر اُمت کو ہلاکت سے بچانا تھا اُحد میں دعوئ عشق و وفا کو آزمانا تھا
سِکھانا تھا کہ مومن وقتِ سختی صبر کرتے ہیں نہیں کھاتے فریبِ نفس دل پر جبر کرتے ہیں
فسادِ حُبِّ مال و جاہ سے آگاہ کرنا تھا انہیں وقفِ جہادِ فی سبیل اللہ کرنا تھا
ضرورت پڑ گئی تھی اِک نمونہ پیش کرنے کی ثباتِ عبدہٗ[3] ہفتاد گونہ پیش کرنے کی

---

[1] اُحد کی جنگ میدان میں نکل کر لڑنے پر اُن نوجوانوں نے زور دیا تھا جو بزمِ شوریٰ میں کثرتِ رائے رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ کی رائے شہر میں رہ کر مدافعت کرنے کی تھی مگر آپؐ نے بزمِ شوریٰ کی کثرت رائے کو مقدم گردانا۔ (طبری)

[2] یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس پر بحث کرنا میرا منصب نہیں کہ اسلام میں آمریت کے معنی جمہوریت ہیں یا شخصی حکومت آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ جہاں وحی نہ آئے بیشتر آپ کثرت رائے پر عمل فرماتے تھے۔ آپ کے واصل بحق ہونے کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا لہٰذا کونسی راہِ عمل باقی رہ گئی یہ ہر صاحبِ نظر آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔ (مصنف)

[3] عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر۔ اقبالؔ

جمانا تھا دلوں پر سکہ ختم المرسلینی کا
بہا دینا تھا دریا رحمۃ للعلمینی کا

بدر کی ہزیمت پر قریشِ مکہ کا جوشِ انتقام

قریشی قوم میں شعلے بھڑکتے تھے ندامت کے
مہیا ہو رہے تھے پھر نئے سامان شامت کے

مسلمانوں کا قتلِ عام تھا اُن کے ارادوں میں
یہ اک پختہ خیالِ خام تھا اُن کے ارادوں میں

وہ سب جن[1] کے اقارب بدر کے دن کام آئے تھے
وہ ذاتی انتقام اب مقصدِ قومی بنائے تھے

اسیری سے پڑا تھا بدر کے دن واسطہ جن کو
کیا تھا فدیہ لے کر برم شورٰی نے رہا جن کو

وہ سب قیدی جو مہمانی کے گہواروں میں جھولے تھے
وہ اب حسنِ سلوکِ رحمتِ عالم کو بھولے تھے

ہوئے تھے بدر میں مقتول ستر نامدار اُن کے
مسلمانوں کے ہاتھوں مٹ گئے تھے بلوقار اُن کے

اگرچہ یہ نتیجہ تھا تعصب کی حماقت کا
مگر موجود تھا اب تک دلوں میں زعم طاقت کا

غم و غصہ کا دوزخ شعلہ زن تھا ان کے سینوں میں
لہو تھا یا کوئی تیزاب تھا ان آبگینوں میں

مصافِ زندگی میں زخم کھانے کے نہ تھے عادی
بہت حیراں تھی اس چرکے سے ان کی [illegible]

---

[1] اسود ابن عبد المطلب بن اسد، جبیر بن مطعم، صفوان بن اُمیّہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام و ابو سفیان وغیرہم قریش اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام)

قریش کا غرور اور دعوائے باطل

اُنہیں یہ زعم تھا، ہم عام انسانوں سے بالا ہیں
ہمارے زیرِ فرماں بندگانِ حق تعالیٰ ہیں
ہمارا مرتبہ ہے خواجگی کا اور میری کا
ہمارے ہاتھ رشتہ ہے رہائی کا اسیری کا
جسے چاہیں پکڑ لیں، قید کر لیں، قتل فرمائیں
جہاں چاہیں کریں حملہ، ستم توڑیں، غضب ڈھائیں
کسی کو ہو یہ کیوں جُرأت ہمارے وار کو روکے
فقط گردن پہ روکے جو بھی اِس تلوار کو روکے
فسادِ مستقل تھا اک زمانے سے فتور ان کا
فقط اِک بدر کے میداں میں ٹوٹا تھا غرور ان کا
یہ ایسا زخم کھایا تھا کہ جینا تھا حرام[1] ان پر
مسلّط بھوت بن کر ہو گیا تھا انتقام ان پر

قبائلِ عرب کو امداد کی دعوت

بہت چرچا تھا شعر و شاعری کا اُس زمانے میں
مدد لیتے تھے اِس سے ہر نیا فتنہ اُٹھانے میں
قریشی شاعروں نے مُلک بھر میں شعلے بھڑکائے
قبائل کے قلوب اسلام کی ہیبت[2] سے دھڑکائے

---

[1] بدر کے میدان میں ان کی شکست اس طرح تھی جیسے کوئی پہلوان جو مُدّت العمر دوسرے پہلوانوں کو گراتا رہا ہو اور خود کبھی اس کی پیٹھ زمین سے نہ لگی ہو۔ اچانک اپنے زور میں آپ گر پڑے اور شکست کھا جائے۔ یہی احساس ان کا تھا کہ ہم ہیں تو واقعی سب پر غالب مگر ذرا اپنے زور میں خود گر پڑے اور پچھڑ گئے ہیں (تاریخ العمران)

[2] عرب میں جوش پھیلانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا (جیسے ہمارے دور میں اخبارات یہ کام کرتے ہیں)، قریش میں ان دنوں

سُخن کے زور سے آتش بیانی کے وسیلے سے
نکالے شعلہ خُو افرادچُن کر ہر قبیلے سے
ہوُا اجماعِ باطل وادیٔ بطحا کے سینے پر
کہ مکّہ لے کے طوُفاں اُٹھنے والا تھا مدینے پر

مکّہ میں جوشِ وخروش

بہر سُو شہرِ مکّہ میں کچُھ ایسا جوش سا پھیلا
کہ سب مجنوں تھے گویا اور فکرِ جنگ تھی لیلیٰ
قریشی عورتیں نکلیں گھروں کے چھوڑ کر دھندے
کھُلی فہرست گھر گھر سے لئے جانے لگے چندے[1]
جو مال و زر سے بہرہ ور تھے مال و زر اُٹھا لائے
رسد کر لی مُہیّا جنگ کے ہتھیار بنوائے
کسی نے خاندانی اسلحہ خانوں کے منہ کھولے
لہُو سے تاکہ قومی آبرو پھر ہاتھ منہ دھولے
کسی نے اُونٹ گھوڑے اور کسی نے لا دیا چارا
تھا جس کے پاس غلّہ اُس نے غلّہ دے دیا سارا
تجارت[2] کا منافع جمع تھا وہ آج کام آیا
بچھا دامِ حماقت مرغِ زرّیں زیرِ دام آیا

(بقیہ صفحہ ۳۲) دو شاعر بہت نامی تھے۔ عمرو جحی اور مسافع، عمرو جحی بدر میں اسیر ہو گیا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ اقتضائے رحم و شفقت اس کو رہا کر دیا تھا۔ بغیر کسی فدیہ کے (بلکہ اور بھی احسان فرمائے تھے) قریش کی درخواست پر وہ (عمرو جحی) اور مسافع مکّہ سے نکلے اور تہامہ اور قبائل عرب میں اپنی آتش بیانی سے آگ لگاتے رہے (سیرت النبی)

[1] قرآن کریم مشرکین و کفار کے صَرفِ مال کا ذکر اس طرح فرماتا ہے۔
اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پ الانفال ع ۵) کفار اپنا مال خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں۔

[2] تجارت کا منافع پچاس ہزار مثقال سونا یا ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے چندے میں شامل کر لئے گئے

بنو ہاشم سے رشک و رقابت[1]

رسُول اللہ کے دشمن مخالف آلِ ہاشم کے — کہ حاسد تھے قدیمی عزت و اقبالِ ہاشم کے
دلوں میں جن کے تھیں چنگاریاں رشک و رقابت کی — حسد کے درد تھے بیماریاں رشک و رقابت کی
وہ سب تھے پیش پیش اس آگ کے بھڑکانے والوں میں — برائے جنگ ساماں جمع کر کے لانے والوں میں

ابُوسفیان بن حرب بن امیّہ

ابُوسفیان کی ہر چار سُوریشہ دوانی تھی — کہ اس کی آلِ ہاشم سے رقابت خاندانی تھی
پسر تھا حرب کا یعنی اُمیّہ کا نبیرہ تھا — حسد کے جوش میں انوارِ ایمانی سے خیرہ تھا
کھٹکتی تھی جگر میں دل نوازی آلِ ہاشم کی — نہ تھی دل کو گوارا سرفرازی آلِ ہاشم کی
خُدا کے دین میں اس کے لئے بس یہ "خرابی" تھی — کہ اس میں آلِ ہاشم کی بظاہر کامیابی تھی

---

[1] ان میں سے اکثر قبیلے بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے اور دشمن قبیلے کے ایک فرد کی تلقین پر چلنا ان کو عار معلوم ہوتا تھا (رحمۃ للعلمین)

یاد رکھنا چاہیئے کہ خاندان بنی ہاشم اور بنو اُمیّہ برابر کے حریف تھے اور دونوں میں مدت سے رشک و رقابت چلی آتی تھی (سیرت النبیؐ)

ابوسفیان بن حرب بن اُمیّہ سات سال تک برابر آنحضرتؐ کے مقابلہ میں فوجیں جمع کر کے لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ (رحمۃ للعلمین)

خدا تھا اِس "خطا" پر ناپسند و ناقبول اس کو
محمدؐ ہاشمی ہے کیوں چُنا اپنا رسول اُس کو

اگر اولادِ ہاشم کے سوا کوئی نبی ہوتا
ابوسفیان نہ شاید معترض اس پر کبھی ہوتا

ہمیشہ اس کے سینے میں حسد کی آگ جلتی تھی
صدائے جنگ اِس کے ہر بُنِ مُو سے نکلتی تھی

ابوجہل اور عتبہ کا سرِ خود سر اُترنے پر
ابولہب شقاوت پیشہ کے بے موت مرنے پر[2]

ابوسفیان بنا تھا سرغنہ قومی امارت کا
یہ فتنہ جاگ اُٹھا تھا دائمی قتل[3] اور غارت کا

اسے نسبت تھی عتبہ بن ربیعہ سے قرابت کی
قسم کھائی تھی اس کے قتل پر غُسلِ جنابت کی

یہی تھا بدر کے دن قوم کی اُفتاد کا باعث
اسی کا ایک اندیشہ تھا استمداد کا باعث

---

[1] ابوجہل کا قول جو مولانا شبلیؒ نے اس بحث کے دوران میں نقل کیا ہے ان کے قلوب کا شاہد ہے۔ ابوجہل نے اخنس بن شریق کو جواب دیا "ہم اور بنو عبدِ مناف (آلِ ہاشم) ہمیشہ کے حریف ہیں۔ انہوں نے مہمان داریاں کیں، تو ہم نے بھی کیں۔ انہوں نے خون بہا دیئے تو ہم نے بھی دیئے۔ انہوں نے فیاضیاں دکھائیں تو ہم نے ان سے بڑھ کر دکھائیں۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے کاندھوں سے کاندھے ملا دیئے تو اب بنو ہاشم پیغمبری کے دعویدار ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہ لائیں گے۔" (سیرت النبیؐ)

[2] بہ ترتیب ابوجہل و عتبہ اور بنو ہاشم میں ابولہب کے مرجانے سے قریش کی ریاستِ عامہ کا تاج ابوسفیان کے سر پہ رکھا گیا۔ (سیرت النبیؐ)

[3] ابوسفیان سات برس تک مسلمانوں سے لڑتا رہا پھر فتح مکہ پر اس کو مسلمان ہونا پڑا لیکن اس کی اولاد اگرچہ مسلمان تھی، کے دل سے بنو ہاشم کی عداوت کبھی نہیں گئی۔ امیر معاویہؓ کے بعد ان کے بیٹے یزید نے جس طرح حضرت حسینؓ ابن علیؓ و عترتِ پیغمبر کو ستایا اور اسلام کی جمہوریت کو جس طرح فنا کیا اس کا حال انشاء اللہ اپنے وقت پر آئے گا۔ (مصنف)

بہت بیتاب تھا یہ انتقامِ بدر کی خاطر   یہودی قوم سے کی اس نے سازش[1] غدر کی خاطر
نہ بن آیا تھا کچھ بھی روزِ اقدام السویق اس سے   بھڑکنی تھی ابھی کچھ مدتوں نارِ حریق[2] اس سے
مگر آخر اسے بھی ایک دن اسلام لانا تھا   اِنہی قدموں پہ گرنا تھا اِسی دامن میں آنا تھا

ہند۔ ابوسفیان کی زوجہ

ابُوسفیاں کی زوجہ ہند[3] بھی عُتبہ کی دُختر تھی   نہ جانے یہ ابُوسفیاں کی زوجہ تھی کہ شوہر تھی
عجب عورت تھی جس کے دل میں تھے ارمان مردوں کے   کہ اِس کی تیز فطرت کاٹتی تھی کان مردوں کے
بروزِ بدر باپ اس کا سپہ سالارِ لشکر تھا   پسر بھی ایک افسر بھائی بھی سردارِ لشکر تھا
پدر کو اور پسر کو حضرتِ حمزہؓ نے مارا تھا   برادر کا علی المرتضیٰؓ نے سر اُتارا تھا

---

[1] ابوسفیان نے غسلِ جنابت کی منت پوری کرنے کے لئے دو سو سواروں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ خفیہ طور پر سلام بن مشکم کے پاس ٹھہرا شراب پی، حالات معلوم کئے اور عریض پر رہزنوں کی طرح جا پڑا۔ نخل جلا دئے۔ کچھ مکان پھونک ڈالے اور چند انصاری مزدوروں کو قتل کر کے واپس بھاگ گیا۔ آنحضرت نے تعاقب کیا۔ مگر ابوسفیان ایسا بگٹٹ بھاگا کہ اپنی زادِ راہ بھی جلدی سے پھینکتا گیا۔ یہ ستوؤں کے بورے تھے اسی لئے اس کو غزوۂ سویق کہتے ہیں۔

[2] آئندہ ان لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے جو قریش اور رسول اللہ کے مابین ہوئیں۔ ان سب میں ابُوسفیان کی کارفرمائی تھی۔

[3] ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی زوجہ، امیر معاویہ کی ماں، یزید بن معاویہ کی دادی، حضرت حمزہؓ کا جگر چبانے والی مشہور بنام ہندِ جگر خوار۔

(سیرت النبی)

marfat.com

علیؓ بھی حمزہؓ بھی سرتاج تھے اولادِ ہاشم کے
سپہ سالار تھے دونوں سپہ سالارِ اعظمؐ کے

بڑا کینہ تھا ان دونوں سے اِس عورت کے سینے میں
مری جاتی تھی زندہ دیکھ کر ان کو مدینے میں[1]

نرالی بات سُوجھی تھی نرالی دُھن سمائی تھی
قسم ڈائن نے حمزہؓ کا جگر کھانے کی کھائی تھی

وحشی غلام۔ قاتلِ حمزہؓ

جُبیرِ ابنِ مطعم کا چچا حمزہؓ نے مارا تھا
دلِ پُر کینہ میں اس کے بھی آتش کا شرارہ تھا

غلامِ زرخرید اس کا تھا وحشی نام اِک زنگی
عیاں تھی جس کی صورت ہی سے بدوضعی بدآہنگی

کمالِ حربہ[2] اندازی میں تھا مشہور نام اس کا
دغا سے آدمی کی جان لینا یہ تھا کام اس کا

ابُوسفیاں کی زوجہ ہند نے اُس کو طلب کر کے
دلاسے دے کے اور سکّے دکھا کر نقرہ و زر کے

ہمیشہ کے لئے آزاد کر دینے کے وعدے پر
کیا تھا شاد اس کو شاد کر دینے کے وعدے

مئے غفلت پلا کر تُند خُو مے خوار وحشی کو
کیا تھا قتلِ حمزہ کے لئے تیار وحشی کو

پسند آئی غُلامِ بے وفا کو مُہرِ جلّادی
بڑی قیمت ادا کر کے خریدی اُس نے آزادی

---

[1] بدر کے بعد اس نے قسم کھائی تھی کہ اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں سے بدلہ لوں گی اور حمزہؓ کا خون پیوں گی اور جگر چباؤں گی [illegible]

[2] وحشی کو حربہ اندازی میں کمال حاصل تھا، حربہ ایک چھوٹا سا نیزہ ہوتا ہے، جو حبشیوں کا خاص ہتھیار ہے اسے دور سے [illegible] کر مارتے ہیں۔

(سیرت ابن ہشام)

شاہنامہ جلد دوم میں بیان کردہ واقعات پر ایک نظر

مُہیا ہو چکا مکّے میں جب ساماں لڑائی کا   کیا اعلان ابُوسفیاں نے چُھپکے سے چڑھائی کا
ابُوسفیاں کی نیّت تھی اچانک حملہ کرنے کی   لہٰذا سعی کی پُرپیچ رستوں سے گُزرنے کی
یہ لشکر جس طرح اُمڈا یہ طُوفاں جس طرح آیا   اُحُد پر آ کے یہ تاریک بادل جس طرح چھایا
رسُول اللہ نے جس رنگ سے اس کی خبر پائی   مدینے کی حفاظت جس طرح حضرت نے فرمائی
مکمّل اور مفصّل روئدادِ مجلسِ شورےٰ   ہُوا مسجد میں جیسے انعقادِ مجلسِ شورےٰ
صحابہؓ کو رسُول اللہ کا مسجد میں بُلوانا   حقِ آزادئ آرا انہیں تفویض فرمانا
بشر کی کثرت و قلّت کا وحدت آشنا ہونا   خُدا والوں کو جوہر خُود شناسی کا عطا ہونا
تدبُّرِ آزمُودہ کار اصحابِ کبائر کا   مگر بازُو کے بل پر ناز ملّت کے صغائر کا
جواں سال اہلِ ایماں کے دلائل بہرِ قُربانی   ہجُومِ کثرتِ آرا برائے جنگ میدانی
تدبّرِ قلعہ بندی نکتہ فرمانِ رسالتؐ کا   مدینے سے نکلنے پر مگر اصرار کثرت کا
وہ آمرؐ کی طرف سے احترامِ کثرتِ آرا   نبیؐ کا فیصلہ آخر بنامِ کثرتِ آرا

نفاق آمادگاں کا بھی شریکِ مشورت ہونا وہ ان کا دزدِ ملت سے مگرمچھ کی طرح رونا
لباسِ جنگ میں محبوبِ داور کا نظر آنا جلال اک غیرتِ خورشیدِ خاور کا نظر آنا
ندامت جنگِ میدانی کی خواہش کرنے والوں کی وہ اُن کی عاجزی وہ معذرتیں اُن کے ملالوں کی
مگر انکار کرنا آپ کا فسخِ عزیمت سے ادائے فرض ٹھہرانا فزوں فتح و ہزیمت سے
مدینے کی فصیلوں سے نکلنا اہلِ ایماں کا کھلے میدان میں شب باش ہونا فوجِ یزداں کا
نفاق انگیز جمعیّت کی لشکر میں شمولیت مسلمانوں کے ساتھ ابنِ اُبَی اور اُس کی فدویت
قریشی فوج کی تیاریاں شب کے اندھیرے میں نشستِ افسرانِ جنگ ابوسفیاں کے ڈیرے میں
ہوئے اِس رات میں جس جس جگہ لشکر خیام آرا گزارش ہو چکا ہے پیشتر یہ ماجرا سارا[1]
مگر اس مرحلے پر اور بھی کچھ عرض کرنا ہے یہ گھاٹی سخت ہے لیکن مجھے اس سے گزرنا ہے
بیاں اس رات میں کچھ تیرہ بختوں کا ضروری ہے بغیر ان کے حکایت فوجِ باطل کی ادھوری ہے

مدینے کا ایک راہب۔ ابو عامر[2] فاسق

مدینے کا بھی اِک غدار تھا فوجِ قریشی میں یہ واقف کارِ وقفِ کار تھا فوجِ قریشی میں

---

[1] دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد دوم۔

[2] ابو عامر راہب مدینہ ہی کے ایک قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ یہ شخص مسلمانوں کا سخت مخالف تھا اور مشرکوں سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ تمام قبیلے کو محمدؐ کے خلاف کر دوں گا۔ (طبقات ابنِ سعد طبری اور ابن اثیر)

marfat.com

لباسِ راہبیت جاہلوں کا دل لُبھاتا ہے بسا اوقات شیطاں بھی اِسی چولے میں آتا ہے

بہت ایسے رنگے سیار تھے اِسلام سے پہلے کہ جن کا نام پُجتا تھا خُدا کے نام سے پہلے

انہی میں تھا ابُو عامر بھی اِک تلبیس کا پیکر نظر آتا تھا ظاہر میں مگر تقدیس کا پیکر

پہن رکھا تھا اس مردک نے جامہ راہبیت کا مگر شیطان تھا در اصل رہبر اس کی نیت کا

عداوت خاندانِ اَوس و خزرج کی بڑھاتا تھا انہیں کٹوا کے باہم فائدہ یہ خُود اُٹھاتا تھا

فریبی، حاسد و بد طینت و غدار بد نیّت مگر اسلام سے پہلے کی تھی محبُوب شخصیّت

مگر جب آگیا اللہ کا پیغام یثرب میں لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں

لیا جانے لگا سچّے خُدا کا نام یثرب میں تو اس کا سحرِ باطل ہوگیا ناکام یثرب میں

پیمبر بھی خُدا کے فضل سے تشریف لے آیا طلُوعِ صُبحِ صادق نے رُخِ ہستی کو چمکایا

ہُوئی نُورِ خُدا کی روشنی جس دم مدینے میں کدُورت نے بنایا آشیاں راہب کے سینے میں

مِلا جب درس انسانوں کو اسلامی اخوّت کا طلسمِ عام توڑا حق نے شیطانوں کی قوّت کا

یہ سمجھا اب فریبِ راہبیّت چل نہیں سکتا چراغِ کذب وقتِ صُبحِ صادق جل نہیں سکتا

کھُلی انصارِ یثرب پر ابُو عامر کی غدّاری
تو کی اُس نے مدینے سے نکل چلنے کی تیاری

ابُو عامر فوجِ مُشرکین میں

نیا فِتنہ نئے فِتنے جگانے کے لئے جاگا
اندھیری رات میں اندھا مدینے سے نکل بھاگا
مذاقِ جنگ جُوئی صُلح میں بدلا ہوا پایا
تو اپنے چیلے چانٹے لے کے مکّے میں چلا آیا
نظر آیا کہ مکّہ ہے مخالف اہلِ ایماں کا
علاوہ اس کے مرکز بھی ہے [illegible] مسلماں کا
قریش آمادہ ہیں اِسلام کو ناکام کرنے پر
رسُول اللہ کو وقفِ غم و آلام کرنے پر
شکستِ بدر سے ہے بے طرح رنج و ملال اُن کو
نظر آتا ہے جاتا جاہلیّت کا جلال اُن کو
ابُو عامر نے اِس بھڑکی ہُوئی کو اور بھڑکایا
مدینے پر بڑھا لشکر تو یہ بھی اس کے ساتھ آیا
ابُوسفیاں کو تھی معلوم اُفتادِ مزاج اس کی
پرانے کوڑھ میں تھی کار آمد آج کھاج اس کی
اگرچہ یہ بھی اس راہب کو بدنیّت سمجھتا تھا
مگر آخر بڑے رُتبے کی شخصیت سمجھتا تھا
ابُوسفیاں نے چاہا آزمایا چاہئے اِس کو
یہ اچھا وقت ہے اُلّو بنایا چاہئے اِس کو
نکالا چاہئے کچھ کام اِس ناخواندہ مہماں سے
کرے گا یہ الگ انصار کو فوجِ مُسلماں سے

اگر یہ چال چل جائے تو سارا کام آساں ہے
پڑی جب پھوٹ پھر انساں کا قتلِ عام آساں ہے

maarfat.com

ابوعامر پر ابوسفیان کا روغنِ قاز

دوبارا نصفِ شب کے بعد جاسوسوں کے گھیرے میں
ابوسفیاں نے راہب کو بلایا اپنے ڈیرے میں

وہ آیا، مسکرایا، آنکھ جھپکائی اشارت کی
جھکے دونوں کے ابرو، بجلیاں چمکیں شرارت کی

دلِ حاسد میں جوشِ بُغض کی گرمی بڑھانے کو
بھرا ساغر ابوسفیاں نے زاہد کے پلانے کو

لیا ساقی نے جس دم نام رندوں کی جوانی کا
چڑھایا جام زاہد نے شرابِ ارغوانی کا

سواری گانٹھ لی نشے نے بے ایمان کے اوپر
چڑھا اِک اور بھی شیطان اس شیطان کے اوپر

ابوسفیاں نے دیکھا اب یہ غرقِ جوشِ بادہ ہے
تو پوچھا مشفقم، فرمائیے اب کیا ارادہ ہے

تمنا جس کی مدت سے تھی وہ ہنگام آپہنچا
تمہارا صید چل کر خود ہی زیرِ دام آپہنچا

اجل نے کی کشش دشمن نکل آئے فصیلوں سے
رہا اب واسطہ ہم کو تردد سے نہ حیلوں سے

سحر کے وقت جب لشکر مرا جنبش میں آئے گا
تو میرے ہاتھ سے زندہ کوئی بچ کے نہ جائے گا

محمدؐ کے صحابہ جو ہیں اپنے بھائی بندوں میں
ہمارے اسپ لے ڈالیں گے اُن کو دو زقندوں میں

قتالِ بدر کا ایسا مزہ ان کو چکھائیں گے
کہ ان کی حالتوں پر مرغ و ماہی رحم کھائیں گے

جو گت اُن کی بنائی جائے گی وہ آپ دیکھیں گے
انہیں تقدیر جو دکھلائے گی وہ آپ دیکھیں گے

مگر افسوس ہے مجھ کو مدینے کے جوانوں پر
پرائی موت وہ کیوں لے رہے ہیں اپنی جانوں پر
وہ کس برتے پر انصارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں
بڑے بھاری مددگارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں
ہمارے ہاتھ مُفت اُن کے لہو سے کیوں ہوں آلودہ
نظر آتا ہے ان کا قتل ہونا مجھ کو بیہودہ
یہ سب لوگ آپ کے چیلے تھے اب اِن کو ہُوا کیا ہے
سروں میں بیوقوفوں کے سمائی یہ ہَوا کیا ہے
ہویدا ہے سرِ میداں جو کچھ تعداد ہے اِن کی
ہمارے سامنے جرأت یہ بے بنیاد ہے اِن کی
بچا لیجے انہیں، رستے پہ اِن کو لائیے صاحب
اِنہیں سمجھائیے صاحب، اِنہیں سمجھائیے صاحب

ابُو عامر کے دعوے

ابُو سفیاں کی سُن کر راہبِ مکّار بھی بولا
کھنکارا، ہاتھ پھیرا ریش پر قفلِ دہن کھولا
اجی، مَیں آپ کے ہمراہ اسی خاطر تو آیا ہُوں
محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کا ستایا ہوں
مرے ہم قوم ہیں یہ رہنے والے ارضِ یثرب کے
بلا میں پھنس گئے ہیں بھولے بھالے ارضِ یثرب کے
ہے بیشک ارضِ یثرب پر بڑا بھاری اثر میرا
مجھے اُمید ہے افسوں ہوگا کارگر میرا

---

[1] اُحد میں ابوسفیان دوسری تیاریوں کے علاوہ ابو عامر راہب پر بھی بڑا بھروسہ رکھتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ [illegible] راہب کے بہکانے سے انصارِ مدینہ رسول اللہ اور صحابہؓ سے الگ کئے جا سکیں گے [illegible]

گرُو اپنا وہ مجھ کو مانتے ہیں اِک زمانے سے
یقیناً پھوٹ پڑ جائے گی میرے ورغلانے سے

اگر دامِ سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی
پکڑ کر خُود ہی دے دیں گے محمدؐ کو بآسانی

فنا کر دیں گے اِک حملے سے اصحابِ محمدؐ کو
دکھا دیں گے خُدا کی راہ احبابِ محمدؐ کو

ابُو عامر کے وعدے[1]

بوقتِ صبح جب میداں میں فوجیں دُوبدُو ہونگی
تو شکلیں ناگہانی موت کی بھی رُوبرُو ہونگی

مَیں سمجھاؤں گا جا کر اَوس و خزرج کے قبائل کو
کرونگا ہر طرح معقُول ان لوگوں کے قائل کو

نظر آ جائے گا جو بھی دِلوں پر ہے اثر میرا
تمہیں معلُوم ہو جائے گا جو کچھ ہے ہُنر میرا

مُجھے فوجِ قریشی کی مدد پر دیکھ کر عامِل
بہادر ارضِ یثرب کے نہ ہونگے جنگ میں شامِل

نظر پڑتے ہی مجھ پر جنگ سے مُنہ موڑ جائینگے
محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ جائیں گے

سبق ایسا پڑھاؤں گا مَیں اُن کو بے وفائی کا
نہ بیٹا باپ کا ہو گا نہ بھائی اپنے بھائی کا

مَیں اُن کو راہ پر لاؤں گا یُوں فکرِ ارادی سے
لڑیں گے وہ بھی میرے ساتھ ہو کر اپنے ہادیؐ سے

---

[1] اس کا خیال تھا کہ انصار جب اُس کو دیکھیں گے تو رسُول اللہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ (سیرت النبیؐ)

ابُو عامر کے ارادے

مگر تم یاد رکھو یہ جو انصارِ رسالت ہیں
بڑے رُتبے کے ان میں لوگ ہیں اہلِ جلالت ہیں
محمدؐ کے لئے میرا مگر کچھ اور ارادہ ہے
تمہارا قرض اسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے
اُسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اُتاریں گے
اُسے زخمی کرینگے پھر اذیت دے کے ماریں گے
مجھے اس کام کی پُوری طرح پروانگی دے دو
مجھے کچھ آدمی بھی از رہِ فرزانگی دے دو
عجب اِک چال سُوجھی ہے تمہیں بتلائے دیتا ہوں
مگر دل ہی میں رکھنا یہ ذرا جتلائے دیتا ہوں

ایک شیطانی ترکیب

رہیں تا دیر راہب اور ابُو سفیان میں باتیں
زبانی ہو چکیں تو پھر ہُوئیں کچھ کان میں باتیں
یہ سازش ہو چکی جس دم ابُو سفیان کے ڈیرے میں
تو راہب کچھ سپاہی لے کے چل نکلا اندھیرے میں
دلائی ایک جانب دو رغلانے کی اُمید اس نے
دکھائی دُوسری جانب یہ تدبیرِ مزید اُس نے
بہت[1] سارے گڑھے کھُدوا دئے میدان کے اندر
نیا ارمان مضطر تھا نئے شیطان کے اندر

---

[1] ابُو عامر راہب نے میدانِ اُحد میں گڑھے کھدوائے تاکہ مسلمانوں کو ان میں گرا کر ان کا زور کم کیا جائے۔ رضاء الکریم

رہے مصروف شب بھر اُن گڑھوں کے کھودنے والے   بڑی ترکیب سے پھر یہ گڑھے خَس پوش کر ڈالے
مشیت کے مقابل شیطنت تھی حیلہ سازی میں   رہا مصروف زاہد رات بھر اس خاکبازی میں
اگرچہ رات تھی خلقِ خُدا پر نیند تھی طاری   یہ انسانی درندے تھے مگر مصروفِ تیاری

اُحُد کی رات اور ہر دو لشکر

مُسلمانوں کی جانب صبر کوشی تھی خموشی تھی   قریشی فوج میں لیکن بلا کی گرم جوشی تھی
اِدھر ایمان تھا مِلّت کے اطمینان کا باعث   اُدھر شیطان تھا اِک قوم کے ہیجان کا باعث
محمّد کا مصلّٰی عرش کا فرشِ مکانی تھا   ابُوسفیان کا خیمہ مرکزِ ریشہ دوانی تھا
صفا پر چاندنی تھی، سائے میں مستُور تھا کینہ   یہ دونوں رنگ ظاہر تھے، یہ دونوں رُخ تھے آئینہ
اِدھر سجدہ گزاری اُمّتِ محبُوبِ داوَر کی   اُدھر بادہ گساری رات بھر باطل کے لشکر کی
تہجّد میں ہُوئے مشغُول اِدھر رحمٰن کے بندے   اُدھر مخمُور ہو کر سو گئے شیطان کے بندے
کیا اِس سمت اعلانِ سَحر لحنِ بلالی نے   اُدھر دَف دَف کی چھاتی پیٹ ڈالی ہر دفالی نے
اِدھر اللہ کے بندے محمّدؐ کی امامت میں   اُدھر ابلیس کے پیرو گرفتار اپنی شامت میں
ہاں اِک ملّتِ توحید اِک مسجُود کے آگے   وہاں ہر سر تھا پَونے چار سَو معبُود کے آگے

اِدھر اَلحمد کے نغمے دُعائیں اور مناجاتیں اُدھر ڈھول اور تاشے غل غپاڑہ شرک کی باتیں
اِدھر چھوٹے بڑے کی ایک ہی صف میں صف آرائی اُدھر ہر فرد کو زعمِ خُودی دعوائے یکتائی
اِدھر سامان سے عاری فقط ایمان پر تکیہ اُدھر ایماں سے بیزاری فقط سامان پر تکیہ

زمیں پر دیکھ کر سامانِ عبرت کے یہ نظّارے
فلک سے چاند رخصت ہو گیا اور چھُپ گئے تارے

باب دوم

نور و نار و ظلمت

منظرِ صبحِ اُحد

ظہورِ صُبحِ صادق نے جہاں میں نور پھیلایا
اُٹھایا دامنِ کوہِ اُحُد سے رات کا سایا
فسوں باطل ہوا شب کے طلسماتی نظاروں کا
سَحَر کے جاگتے ہی لد گیا ڈیرا ستاروں کا
ہوائے سرد کے آزاد جھونکے سرسراتے ہیں
چمک اُٹھنے کی اُمیّدوں میں ذرّے ذرّے بہر،
یہ جنّت کا سماں بس اک دو ساعت رہنے والا ہے
کہ صحرا پھر وہی شدّت کی حدّت سہنے والا ہے
فلک نے آج رُوئے صُبح کو اندوہگیں دیکھا
لگائی آفتابی دُوربیں سُوئے زمیں دیکھا
کُھلا رنگیں صحیفہ صُبح کے رخسارِ تاباں کا
ہوا مضمُوں ہویدا سُرخیِ خُونِ شہیداں کا
نظر آیا اُحد پر ایک خُونیں رنگ کا منظر
صداقت اور طاقت کی نرالی جنگ کا منظر

درندے جمع تھے نوعِ بشر کا خون پینے کو کہ مکہ آج دھمکی دینے آیا تھا مدینے کو
پرے باندھے کھڑے تھے آج پھر انساں کے دشمن خدا کے مصطفٰے کے دین کے ایمان کے دشمن
یہ نقشہ دیکھ کر چشمِ سحر میں اشک بھر آئے گہر بن کر یہ قطرے دیدۂ گل میں اُتر آئے

شرارِ بولہبی درپئے چراغِ مصطفوی

یہ مظلوموں کی آہوں کا غبار انساں کی دنیا جفا و ظلم کی سرمایہ دار انساں کی دنیا
خودی کے نشۂ غفلت میں چور انساں کی دنیا خدا کا نام لینے سے نفور انساں کی دنیا
لرزتی، کانپتی، خوار و زبوں انساں کی دنیا صنم خانوں کے در پر سرنگوں انساں کی دنیا
بہر صورت بہر آئینہ زشت انساں کی دنیا یہ اندھے بیوقوفوں کا بہشت انساں کی دنیا
یہ دنیا، ہاں یہی ہنگامۂ معمورۂ ہستی نمائش اور کبر و ناز کی جولانگہِ مستی
یہی تھی ان دنوں بگڑے ہوئے انساں کی دنیا نہیں انساں کی دنیا کہاں، شیطاں کی دنیا
اسی دنیا کے یہ سب حملہ آور تھے نمائندے کئے تھے منتخب شیطان نے انساں کارندے

صف آرا اک طرف تھا یہ نمونہ فطرتِ بد کا
مقابل جس کے اک چھوٹا سا لشکر تھا محمدؐ کا

مُحمّدؐ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا
مُّنِيْرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝

زباں پر اے خوشا صلِّ علیٰ یہ کس کا نام آیا   کہ میرے نام جبریلِ امینؑ لے کر سلام آیا
محمدؐ جانِ عالم، فخرِ آدم، ہادیِ اکرم   امام الانبیاء، خیر البشر، پیغمبرِ اعظم
محمدؐ وہ جمالِ اوّلیں، وہ پیکرِ نوری   محمدؐ کاشفِ سرِّ ظہور و رمزِ مستوری
محمدؐ احمد و حامد جسے خالق نے فرمایا   ازل سے جس پہ قرباں ہے لِوَاءُ الحمد کا سایا
محمدؐ جس کو دنیا صَادِقُ الْوَعْد اَمِیْن کہہ دے   وہ بندہ جس کو رحماں رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن کہہ دے
وہ شاہد وہ مبشّر وہ نذیر و آمِر و ناہی   خدا کے حکم سے حاکم، مُطاع از ماہ تا ماہی

لہ اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان پر خدا کا بڑا فضل ہے۔ (پ ۲۲ الاحزاب ع ۶ ۴۵)

فرہنگ اصطلاحات ضروری۔ لواء الحمد خدا کی حمد کا جھنڈا جو محشر میں آنحضرتؐ پر سایہ فگن ہوگا۔
صادق الوعد وعدے کا سچا۔ شاہد گواہ۔ مُبشّر خوشخبری دینے والا۔ نذیر ڈرانے والا۔ آمِر حکم دینے والا۔ ناہی منع کرنے والا۔ حاکم حکم کرنے والا۔ مُطاع اطاعت کیا گیا (جس کی اطاعت کی جائے)

marfat.com

محمدؐ صاحبِ خُلقِ عظیم و ناشرِ حکمت — محمدؐ مصدرِ فیضِ عمیم و شافعِ اُمّت
بصورت نورِ سبحانی، بمعنی ظلِّ رُوحانی — پیامِ زندگانی، مظہرِ تائیدِ ربّانی
سراجِ نورِ حق، ماحیِ باطل جس کی پیشانی — زمین و آسمان و ماہ و انجم جس سے نُورانی
مُزکّی و مُبلّغ، صاحبِ اُمّ الکتاب اُمّی — نبی، داعی اِلی اللہ رہنمائے شیخ و شاب اُمّی
خُدا نے پیار سے جس کو پکارا جس طرح چاہا — وہ مُدّثر وہ مُزّمّل وہ یٰس اور وہ طٰہٰ
جو بہرِ مومناں بن کر رءُوف آیا رحیم آیا — خطا پوش و عطا پاش و خلیق آیا کریم آیا
وہی بندہ جو نکلا اہلِ اقداماتِ اسریٰ کا — وہ جس کے ہاتھ نے اُٹھا نقاب آیاتِ کبریٰ کا
وہ جس نے منتہائے حسنِ معنی اس طرح دیکھا — نگاہیں رُوبرو اور فاصلہ قوسین او ادنیٰ

سراج چراغ۔ ماحی اصلاح قرآنی میں کفر و شرک و ضلالت کو دور کرنے والا۔ مزکّی پاک کرنے والا۔ مبلّغ تبلیغ کرنے والا [illegible]
اُمّ الکتاب قرآن۔ داعی الی اللہ خدا کی طرف بلانے والا۔ اُمّی جس نے باقاعدہ تعلیم نہ پائی ہو جس نے [illegible]
ہو۔ مدّثر کپڑا اوڑھنے والا۔ مزّمّل جھرمٹ مارنے والا۔ یٰس [illegible] طٰہٰ خطاب [illegible]
ے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا (بنی اسرائیل ع ۱) پاک ہے وہ خدا جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات [illegible]
ث وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ (نجم ع ۱)
وہ آسمان کے اونچے کنارے میں تھا پھر نمودار ہوا پھر قریب آیا اور جھکا تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ
وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ (نجم ع ۱) ترجمہ [illegible]
[illegible]

نذیرِ اہلِ خصومت پر بشیرِ اہلِ محبت کا   معلّمِ دینِ فطرت کا مبیّن درسِ حکمت کا
محمّد مصطفٰے بھی ہے وہ احمد مجتبٰے بھی ہے   وہ مطلوبِ خلائق بھی وہ محبوبِ خُدا بھی ہے
وہ جس کو فاتحِ ابوابِ اسرارِ قدم لکھیے   بنائے عرش و کُرسی باعثِ لوح و قلم لکھیے
اُسے شمس الضّحیٰ لکھیے اسے بدر الدّجیٰ کہیے   ظہورِ نورِ کو اس کے تبسُّم کی ضیا کہیے
علی الاعلان سرِ کُنتُ کنزاً مخفیاً کہیے   مگر اس کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہیے
وہی حاکم بِاَمرِاللہ، ذرد آگاہِ محکُوماں   درِ حق سے جوابِ باصوابِ آہِ مظلُوماں

وہ حاصل برگزیدہ، ہستیوں کی التجاؤں کا
فرشتوں کی تمنّاؤں رسُولوں کی دُعاؤں کا

محمّد، دیدہ و دل کی تجلّی بہرِ مہجُوراں   محمّد، آخری حرفِ تسلّی بہرِ مزدوراں
محمّد بے کسی کے درد کو پہچاننے والا   وہ اشکِ گرم و آہِ سرد کو پہچاننے والا
محمّد التجائیں سُننے والا ماننے والا   محمّد آدمی کو آدمی گرداننے والا
محمّد زورِ معبُودانِ باطل توڑنے والا   محمّد حق سے رشتہ آدمی کا جوڑنے والا
محمّد جس کا نصبُ العین دُنیا کی بھلائی تھی   اُسی پر آج دُنیا تیغ و خنجر لے کے آئی تھی
زمانہ یونہی اپنے محسنوں کو تنگ کرتا ہے   وہ درسِ صُلح دیتے ہیں یہ اُن سے جنگ کرتا ہے

marfat.com

اُحد میں جمع ہونے والے

صف آرا تھے اُحد میں آج تین اقسام کے انساں
شریف انساں خبیث انساں نمود و نام کے انساں
بظاہر تو یہ انساں ایک ہی آدم کے پوتے تھے
مگر ان سب کے باطن تین پر تقسیم ہوتے تھے
بظاہر سازِ تھے ہم صورت و ہم رنگ تینوں کے
مگر پردے سے نکلے مختلف آہنگ تینوں کے
عجب اعمال تھے ان کے عجب تھیں نیتیں ان کی
اثر انداز ہیں تاریخ پر شخصیتیں ان کی

شریفِ انسان

مسلمان[1]

شریف انساں اس میدان میں اللہ والے تھے
یہ چند اصحاب تھے لیکن زمانے سے نرالے تھے
یہی تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے
ہدایاتِ محمدؐ مصطفٰے کو ماننے والے

---

[1] اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ پ الانفال ع ۱

مومن وہ ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جائے تو ان کے دل دہل جائیں اور جب اس کی آیات پڑھ کر سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جائے۔

marfat.com

خدائے واحد و رحمٰن پر ایمان تھا اِن کا
متاعِ دل اُسی کی راہ میں قربان تھا اِن کا
یقیں رکھتے تھے یہ اللہ کی شانِ جلالت پر
یہی ایمان لائے تھے محمدؐ کی رسالت پر
پسند آئے تھے تقویٰ و طہارت کے اُصول اِن کو
یہ دل سے تھے ارشاداتِ قرآنی قبول اِن کو
یہ اللہ کے سوا ہر چیز کو فانی سمجھتے تھے
پرستش ماسوا کی فعلِ شیطانی سمجھتے تھے
یہ دل مخلوق معبودوں کے قائل ہو نہ سکتے تھے
یہ محتاجوں کے دروازوں پہ سائل ہو نہ سکتے تھے
خدا کو جب سے مانا تھا قدیر و قادر و غالب
کسی بندے سے ہوتے تھے نہ یہ امداد کے طالب[1]
کوئی طاقت اِنہیں مرعوب کر سکتی نہ تھی ہرگز
کوئی عادت اِنہیں مغلوب کر سکتی نہ تھی ہرگز
یہ مسکینوں کے یاور تھے یہ مظلوموں کے حامی تھے
یہ مزدوروں میں شامل تھے یہ محکوموں کے حامی تھے
یہی[2] تھے جو یتیموں بے کسوں پر رحم کھاتے تھے
یہی تھے جو غلاموں کی مشقت خود اٹھاتے تھے
رضا کارانہ کرتے تھے حدودُ اللہ کی پابندی
کہ خالق کی رضامندی میں تھی ان کی رضامندی
یہ واقف ہو چکے تھے جوشِ ایمانی کی قوت سے
یہ لذت یاب تھے توحید کے دینِ[3] اخوت سے

---

[1] وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (پ۹ الانفال ع ۲) اور وہ اپنے خدا پر بھروسہ کرتے ہیں۔

[2] وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پ۲۸ الحشر ع ۱) اور اگرچہ ان پر خود تنگی ہو۔ تا ہم اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

[3] فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (پ۴ آل عمران ع ۱۱) تم سب اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

marfat.com

بنی آدم کا رُتبہ ان کی نظروں میں مساوی تھا یہ نظریہ خیال و فعل کی دُنیا پہ حاوی تھا
کوئی عزت نہ تھی ان کے لیے سکّہ شماری میں بزرگی دیکھتے تھے یہ فقط پرہیزگاری میں
گدا و شاہ میں تھی ایک وجہِ امتیاز ان کو نظر آتا تھا سجدہ ریز یہ سر ہی سرفراز ان کو[1]
ضرر ہو نفع ہو، ہر حال میں سچ بولنے والے زیاں ہو سُود ہو کچھ ہو، یہ پُورا تولنے والے
یہی وہ ملّتِ موعود تھی دُنیا کی ہستی میں نویدِ امن ہوتا تھا جینے انساں کی بستی میں[2]
یہی لے دے کے دُنیا میں مددگارِ محمدؐ تھے یہی بندے مہاجر اور انصارِ محمدؐ تھے
بھری دُنیا کے اندر بس یہی تھے حق پسندوں میں خدا نے آپ ان کو چن لیا تھا اپنے بندوں میں
یہ اپنے دین و ایماں پر فدا ہونے کو آئے تھے یہ قرضِ زندگانی تھے ادا ہونے کو آئے تھے

تہی دامن نہیں آئے تھے دربارِ شہادت میں
متاعِ جان و دل لائے تھے بازارِ شہادت میں

---

[1] وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ (پ۲۱ العنکبوت ع ۵) اور نماز کے پابند ہو۔ بیشک نماز بے حیائی اور بدی سے روکتی ہے۔

[2] كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (پ۴ آل عمران ع ۱۲) اے اُمّتِ محمدیہ تم ایک بہترین اُمت ہو جو [illegible] گئے ہو تمام لوگوں کو شرع و فطرت کے مطابق حکم دیتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو اور خدا پر یقین رکھتے ہو۔

marfat.com

چھوٹی سی جماعت مگر بہت اہم

سنواری تھیں صفیں پھر اک چھوٹی سی جماعت نے ۔۔۔ کیا تھا جمع جس کو صاحبِ فوزِ شجاعت نے
یہ چھوٹی سی جماعت آج دنیا جس کو دیکھے تھی ۔۔۔ یہ چھوٹی سی جماعت درحقیقت اک بڑی شے تھی
نبوت کے مشن تیرہ سال کی تلقین کا حاصل ۔۔۔ زمانے میں ہمیشہ رہنے والے دین کا حاصل
یہ اس حسنِ حسیں کی اوّلیں بنیادِ محکم تھی ۔۔۔ عبارت جس سے پیشانیٔ اولادِ آدم تھی
اِسے کشتِ وفا میں آج ایسا بیج بونا تھا ۔۔۔ شہیدوں کے لہو سے بار آور جس کو ہونا تھا
یہ بندے خوابِ ابراہیمؑ کی تعبیر تھے گویا ۔۔۔ یہ بندے سورۃ الحمد کی تفسیر تھے گویا
جہاں میں دامِ شیطاں سے یہی آزاد نکلے تھے ۔۔۔ خدا کی راہ میں یہ چند آدم زاد نکلے تھے
یہی تھا جیشِ اوّل امتِ وسطیٰ کی فوجوں کا ۔۔۔ یہی چشمہ تھا نورِ حق کی دریا بار موجوں کا
یہی میدان میں غازی یہی مسجد میں زاہد تھے ۔۔۔ محمدؐ کے صحابہؓ اور اللہ کے مجاہد تھے

لیکن اِن کے بھی مدارج تھے

اگرچہ سب کے سب ذوقِ ارادت لے کے آئے تھے ۔۔۔ خدا کی راہ میں شوقِ شہادت لے کے آئے تھے

یہ آئے تھے کہ شمعِ دینِ حق کا بول بالا ہو   پتنگے جل بجھیں لیکن اندھیرے میں اُجالا ہو
یہ مرگ و زندگی میں فیصلہ کرنے کو آئے تھے   جوانمردوں کی صُورت مارنے مرنے کو آئے تھے
نکل آئے تھے راہِ امتحاں گاہِ اطاعت میں   مگر موجُود تھا فرقِ مراتب اِس جماعت میں

آزمُودہ

اِنہی میں وہ بھی تھے جو سختیاں سہنے کے عادی تھے   تہِ خنجر ھُوَ اللہُ اَحَدُ کہنے کے عادی تھے
یہ جب ایمان لائے تھے عدُو تھا اِک جہاں اِن کا   ہوا تھا بارہا بیم و رجا میں امتحاں اِن کا
یہ کڑیاں سہہ چکے تھے اپنے مالوں اور جانوں میں   ہُوئے تھے سُرخرو اِن ابتدائی امتحانوں میں
دہانِ موت کے اندر بٹھائے جا چکے تھے یہ   قتالِ بدر کے دن آزمائے جا چکے تھے یہ

نا آزمُودہ

مگر ایسے بھی تھے اِن میں کہ نو آموزِ اُلفت تھے   ابھی ناپختہ تھے نا آشنائے رنج و محنت تھے
نہ جھیلیں تھیں ابھی تک سختیاں ایمان لانے کی   نہ کھیلی تھیں ابھی تک بازیاں سر ہار جانے کی
ابھی اِس عشق نے صُورت نہ دیکھی تھی تباہی کی   ابھی ایمان کے دعوے کو حاجت تھی گواہی کی

لہ ہجرت کی رات کا خیال کرو۔ اور اس وجود کا خیال جو رسُول اللہ کے بستر پر چادر تانے سو رہا ہے۔ اور خیال کرو کہ [illegible] شہید کر دینے کی سازش ہو چکی ہے۔ اور مکان تلواروں سے گھرا ہوا ہے پھر تصوّر کرو اس قلب مطمئنہ کا جو پھر بھی [illegible]
(مصنف)

ابھی اسلام کے انعام میں تحسین پائی تھی   ابھی حصّے میں ان کے دادِ رسوائی نہ آئی تھی
ابھی تا حدِّ مسجد شاغلِ شوقِ عبادت تھے   کہ تازہ واردانِ عرصۂ ذوقِ ارادت تھے
بسی تھی کامیابی بدر کے دن کی نگاہوں میں   یقینی بات تھی فتح و ظفر اِن کی نگاہوں میں
سُنا تھا غازیوں کا حال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا   سکون و صبر و استقلال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا

شرطِ نصرتِ الٰہی

نہ دیکھا تھا کہ نُصرت صبر کا انعام ہوتی ہے   نہ سمجھے تھے اطاعت باعثِ اکرام ہوتی ہے
برائے فتح پہلی شرط ہے ثابت قدم رہنا   جماعت کا بہم رکھنا، جماعت کا بہم رہنا
فلک ٹوٹے، زمیں پھٹ جائے، موت آئے کہ دم نکلے   مگر ہرگز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے
یہی نصرٌ مِّنَ اللہ کا اصُولِ جاودانی ہے   یہی اسلام کی شرطِ حصُولِ کامرانی ہے
اصولاً یاد تھا بیشک یہ مضمونِ اَدَق ان کو   مگر بابِ عمل سے آج ملنا تھا سبق ان کو

---

[1] بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد مدینہ کے وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے تھے جو ابھی تک متامّل تھے۔ ان کے مسلمان ہونے پر ان کو مبارکبادیاں ملی تھیں۔ اور تحسین کی گئی۔ ان لوگوں نے وہ سختی نہ دیکھی تھی جو مکہ کے مسلمانوں نے برداشت کی تھی۔ اُن کا خیال تھا کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جانا ہی میدانِ جنگ میں فتح کا ضامن ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

خبیث انسان ——— منافقین[ے]

بظاہر مسلمان بباطن مسلمانوں کے دشمن

کھڑی تھی دُوسری بھی اِک جماعت آج میداں میں
مجسّم ہو کے آئی تھی خباثت شکلِ انساں میں

خبیث انسان انسانوں میں شیطانوں کے سائے تھے
مسلمانوں کے دشمن ہی مسلماں بن کے آئے تھے

یہ افرادِ منافق تھے نبیؐ کی فوج میں شامل
”تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل“

مدینے ہی سے نکلے تھے منافق بھی مدینے کے
سفینے ہی میں بیٹھے تھے مخالف بھی سفینے کے

یہ اسلامی جماعت میں گھُسے تھے اس لیے شامل
کہ اس پردے میں تخریبِ جماعت پر رہیں مائل

یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے
شفاعت کے قریں بھی دُور بھی لیکن شفاعت سے

انہیں دعوائے ایماں تھا مگر ایماں نہ لائے تھے
یہ رحمت کوش بن کر دامنِ رحمت میں آئے تھے

[ے] منافقینِ اُحد کا حال شاہنامۂ اسلام جلد دوم میں نظم کیا جا چکا ہے۔ یہاں ان کی نیتوں کے نمونے کا اجمالاً ذکر ہو۔ اس کا بیان ضروری ہے۔ تاکہ معرکۂ اُحد کے واقعات سمجھ میں آسکیں۔ بلکہ آج بھی ملتِ اسلامیہ میں منافق شامل ہیں ان کی تخریبی کارروائیاں روشنی میں آجائیں۔ (مصنف)

مُسلمانوں میں یہ اسلام کا اقرار کرتے تھے   مگر کفّار سے ملتے ہی صاف انکار کرتے تھے
اِدھر کہتے تھے ہم اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں   وہاں ہنستے تھے ہم ان بیوقوفوں کو بناتے ہیں[1]
خدا و خَلق دونوں سے دغا مطلوب تھی ان کو   کمالاتِ بشر سے بس ریا مرغوب تھی ان کو[2]
جہانِ زیست میں ان کے لئے کوئی نہ تھا اپنا   یہ ہر سودے کے اندر دیکھتے تھے فائدہ اپنا
نہ رغبت دین سے اِن کو نہ ذوق اسلام سے ان کو   غرض اپنی غرض سے کام اپنے کام سے ان کو
یہ بُزدل تھے مسلمانوں سے لڑنے کا نہ تھا یارا   مُسلماں ہو گئے دیکھا نہ جب اس کے سوا چارا[3]
تھیں[4] اس بیوپار میں بھی کچھ اُمیدیں نفع ذاتی کی   یہ دولت جمع کرتے پھر رہے تھے بے ثباتی کی
یہ اس دُنیائے دُوں میں اپنی دُنیا کی طرح دُوں تھے   خُدا کا نام لیتے تھے، نبیؐ کے تشنۂ خُوں تھے

---

[1] وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ○ (پ البقرۃ ع ○ ۱۴)
یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم تو ان کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

[2] یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ (البقرۃ ۲ ۹)
خدا کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں

[3] مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ ؕ (پ۵ النساء ع ○ ۱۴۳)
ادھر میں لٹک رہے ہیں۔ نہ ان کی طرف نہ ان کی طرف۔

[4] اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ○ (پ البقرۃ ع ○ ۱۶)
یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی کا سودا کیا۔ تو نہ اُن کی تجارت ہی نے کوئی نفع دیا نہ وہ ہدایت یاب ہوئے۔

marfat.com

خُدا و خلق کو دھوکے میں رکھنا ان کی نیت تھی   اگر کچھ تھی، تو ان میں بس یہی اِک قابلیت تھی
ہُوا تھا تفرقہ انگیزیوں پر اتحادِ ان کا   چھپا تھا پردۂ اصلاح کے اندر فسادِ ان کا[1]

منافقوں کا سردار

یہ پُورے تین سَو بُزدل مُسلّح اپنے کینے سے   مسلمانوں میں شامل ہو کے نکلے تھے مدینے سے
چلن سے ان کے ثابت تھا کہ دل بیمار تھا ان کا   منافق تھے یہ سب ابنِ اُبَی سردار تھا ان کا
بظاہر نصرتِ اسلام پر تھی اِن کی تیاری   مگر وقت آگیا تھا، کھُل رہی تھی آج عیّاری
لباس ان کے بہت اُجلے تھے لیکن قلب کالے تھے   مگر اب ایک ساعت میں یہ پردے اُٹھنے والے تھے
نہ چمکے نُورِ ایماں سے عجب تاریک سینے تھے   بظاہر تھے بڑے اشراف باطن میں کمینے تھے

قریشِ مکہ[2] ——— نمُود و نام والے

نمود و نام کے انساں قریشی حملہ آور تھے   یہ قومی آن رکھتے تھے، بہادر تھے دلاور تھے

---

[1] قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (پ البقرۃ ع ۲) کہتے ہیں، ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ حالانکہ یہی فساد کرنے والے ہیں۔

[2] خاندانِ قریش تمام عرب میں بڑی عزت رکھتا تھا جس کی وجہ کعبہ کی تولیت تھی۔ اس سبب سے وہ ہمسایگانِ خدا [illegible] خاندانِ الٰہی کہلاتے تھے اس لئے کہ وہ کعبہ کے مجاور اور کلید بردار تھے لیکن ان کے غرور نے ان کو مسخ کر دیا تھا [illegible]

نسب پر فخر تھا، رنگ اور خوں پر ناز تھا ان کو   رسومِ بد پر، افعالِ زبوں پر ناز تھا ان کو
اگرچہ شرم کو شرمانے والے طور تھے ان کے   مگر اخلاق کے معیار ہی کچھ اور تھے ان کے
انہیں اعمال ناموں پر نسب نامے مقدّم تھے   کہ یہ پیدائشی اشراف موروثی مکرّم تھے
نسب کے سامنے اعمال کی پروا نہ کرتے تھے   یہ سُستِ حال استقبال کی پروا نہ کرتے تھے
یہ انسانی بلندی اپنی پستی کو سمجھتے تھے   کمالِ حق پرستی بُت پرستی کو سمجھتے تھے
یہ دوشیزاؤں کی عصمت دری پر فخر کرتے تھے   یہ قتل و رہزنی غارت گری پر فخر کرتے تھے
کوئی شے تھی نہ ان کی رائے میں پاکی و ناپاکی   فواحش ان کا مذہب تھا، شجاعت ان کی سفّاکی
جہالت کی کسوٹی پر کسے تھے زشت و خوب ان کے   سراسر تھے ثواب ان کی نگاہوں میں عیوب ان کے
تھا یکسر باطل و مجموعۂ اوہام دین ان کا   مگر اس دین پر تھا کس قدر پکّا یقین ان کا
یہ بندے پوجتے تھے اینٹ پتھر کے خداؤں کو   ستاروں کو درختوں کو اَلاؤں کو بلاؤں کو
رواج و رسم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے یہ   رضا[1] کارانہ اس بیگار میں پکڑے ہوئے تھے یہ
نمایاں اس پرستش میں بھی تھی شانِ ہنود ان کی   کہ دیکھیں اور کریں تحسیں نصارٰی و یہود ان کی

---

[1] اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے میں زبان کی ساری طاقت خرچ کر دیتے تھے۔ بت پرستی نے دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک شے پتھر، درخت، چاند، ستارے، پہاڑ، دریا وغیرہ کو اپنا معبود سمجھنے لگے۔ رواج و رسم پر مرتے تھے۔ مدعیانِ شرافت دیدہ دلیری سے اپنی بیٹیوں کو زمین میں زندہ گاڑ دیتے تھے (رحمۃ للعلمین)

نمود و نام کے عاشق، رسومِ بد کے دلدادہ
یہ اس باطل پرستی پر تھے کٹ مرنے پہ آمادہ
یہ رسوائی کے ڈر سے دختروں کو قتل کرتے تھے
شماتت کا تھا ان کو خوف اللہ سے نہ ڈرتے تھے

اِسلام کی مخالفت کا سبب

اسی باطل پرستی کے خلاف اِسلام آیا تھا
فلاحِ دو جہاں کا راستہ جس نے دکھایا تھا
مگر اسلام لانے سے نمود و نام جاتے تھے
نمائش اور فخر و ناز کے سب کام[1] جاتے تھے
نسب ناموں کے طولانی دفاتر چاک ہوتے تھے
نشانِ رنگ و خوں مٹتے تھے دامن پاک ہوتے تھے
بھلا وحشت نہ ہوتی کس طرح اسلام سے ان کو
کہ ملتی تھی رہائی گیسوئے اصنام سے ان کو
یہ معبودانِ سنگ و خشت سے منہ موڑتے کیونکر
بہت نازک تھے دل ان کے بتوں کو توڑتے کیونکر

---

[1] آنحضرتؐ ایک طرف بُت پرستی کی بُرائی کرتے تھے اور دوسری طرف بد اخلاقیوں اور افعالِ ذمیمہ اور فخر و غرور سے نفرت اظہار فرماتے تھے اور منع کرتے تھے۔ اس سے قریش کی شان میں فرق آتا تھا اور ان کی عظمت و اقتدار کی شہنشاہی متزلزل ہوتی تھی۔ (سیرت النبی)

[2] مخالفتِ اسلام کا سب سے بڑا سبب جس کا اثر قریش بلکہ سارے عرب پر یکساں پڑتا تھا یہ تھا کہ جو [illegible] حاجت روائے خاص و عام بنے ہوئے تھے جن کے آگے وہ ہر روز پیشانی رگڑتے تھے اسلام ان کا نام و نشان [illegible] تھا اور ان کے بارے میں کہتا تھا۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (انبیاء) تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ (سیرت النبی)

خدا ہے اور واحد ہے سمجھ میں آ نہ سکتا تھا
کسی کی یہ نہ سُنتے تھے کوئی سمجھا نہ سکتا تھا[1]
یہ اپنی ذات کو اشراف بھی تسلیم کرتے تھے
مگر گرگ و سگ و خنزیر کی تعظیم کرتے تھے
گوارا تھا بروئے دام و دد سجدے میں جُھک جانا
رہِ حق میں قدم بھُولے سے اُٹھ جائے تو رُک جانا
حصُولِ دینِ حق میں ان کو کھو جانے کا خطرہ تھا
جہاں میں اَشرَفُ المخلوق ہو جانے کا خطرہ تھا
گراں تھی سادگی اس قوم کی شانِ امارت پر
امارت ہی نے اُکسایا تھا ان کو قتل و غارت پر[2]
نمائندے تھے یہ سارے عرب کی اکثریّت کے
علمبردار تھے دنیا میں دورِ جاہلیّت کے

بظاہر غرور بے جا بھی نہ تھا

بظاہر کوئی بے جا بھی نہ تھا فخر و غرور ان کا
عرب میں شہرۂ جنگ آوری تھا دَور دُوران کا

---

[1] خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور، نیک و بد اعمال پر نیک و بد نتائج کا مرتّب ہونا ان کے نزدیک تمسخر تھا اور دہریے بھی عرب میں تھے۔ تین خداؤں کو ماننے والے بھی خدا اور انسان میں کُشتی کرانے والے بھی، حیات و موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کرنے والے اور تین سو ساٹھ خداؤں کو ماننے والے بھی۔ (رحمۃ للعلمین)

[2] اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو برباد کرنا تھا لیکن اسکے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا اس لئے قریش نے شدّت سے مخالفت کی اور ان میں جن لوگوں کو جس قدر نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اسی قدر زیادہ سرگرم تھے (سیرت النبی) آج ہمارے زمانے میں عظمت و اقتدار والے یہ نہیں چاہتے کہ اصلی معنوں میں اسلامی حکومت قائم ہو۔ کیونکہ ایسا ہو جائے تو ان کا ذاتی اور طبقاتی اقتدار مٹ جاتا ہے۔ (مصنّف)

marfat.com

عرب کے ہر قبیلے نے سیادت ان کی مانی تھی   کہ بیت اللہ پر ان کی نیابت[1] خاندانی تھی
زمیں پر دُور تک جھنڈے گڑے تھے ان کی جرأت کے   مقابل میں نہ تھا کوئی قبیلہ ان کی طاقت کے
بوقتِ جنگ یہ انساں نہیں خونخوار چیتے تھے   سرِ میدان اپنے دشمنوں کا خُون پیتے تھے
یہ ہیبت ناک تھے سفّاک تھے جنگ آزمُودہ تھے   ہزاراں بار سختی دیدہ و سنگ آزمُودہ تھے
یہ جمعیت جدھر بھی اٹھ پئے بیداد اُٹھتی تھی   فضا میں چار سُو فریاد ہی فریاد اٹھتی تھی
دھواں اُٹھتا تھا چلتے تھے یہ جن آباد راہوں سے   فلک گردپوش ہو جاتا تھا انسانی نگاہوں سے
قوی بازو بھی تھے تعداد بھی ان کی زیادہ تھی   اثر والے بھی تھے امداد بھی ان کی زیادہ تھی
برائے جنگ یہ گھر سے قدم جس دم اُٹھاتے تھے   دھڑک جاتا تھا دل دھرتی کا دشمن سہم جاتے تھے

بدر کی شکست گویا شیر کو زخم

نگاہیں ان کی خوف انگیز نظاروں کی عادی تھیں   پرانے تجربوں نے ہمتیں ان کی بڑھا دی تھیں
کسی نے پیٹھ دیکھی ہی نہ تھی میدان میں ان کی   شکستِ بدر سے فرق آ گیا تھا شان میں[2] ان کی

---

[1] قریش کا ناز و غرور بہت بڑھ گیا تھا سارے عرب بلکہ روم و شام اور ایران تک ان کی سنی جاتی تھی عرب یا بادشاہوں کے قافلوں اور ملک کو لوٹ لیا جاتا تھا۔ مگر قریش مستثنےٰ تھے۔ روم و ایران میں ان کے [illegible] معقول نہ تھا اور قبائل ان کے اثر میں تھے۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] ان کو رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ دنیا کیا کہے گی (رشاد الحکمۃ)

غضب تھا، غیظ تھا، غصہ تھا ان کو اس ہزیمت پر
پڑی تھی ضرب کاری قومیت کی قدر و قیمت پر

اٹھا لایا تھا پھر میداں میں جوشِ انتقام ان کو
بغیرِ انتقامِ بدر جینا تھا حرام اِن کو

اُٹھے تھے دہر سے اِسلام کی ہستی مٹانے کو
ہدایت کا چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو

یہ تیاری یہ لشکر اور یہ سامانِ جنگ ان کا
یہاں تک بڑھ کے آنا چڑھ کے آنا بے درنگ ان کا

یہ کیا تھا، اک یقیں تھا ساز و ساماں اور کثرت پر
نمود و نام پر رنگ اور خوں پر شان و شوکت پر

اِن کے ارادے

ہزیمت کو نشانِ حق نہیں گردانتے تھے یہ
کہ اِن باتوں کو اَمرِ اتفاقی جانتے تھے یہ

یہ وحدت کے مقابل اکثریت لے کے آئے تھے
کچل دینے مٹا دینے کی نیت لے کے آئے تھے

اُحد کی جنگ کیا تھی، انتقامِ وحشیانہ تھی
رعونت کے سمندِ ناز پر اِک تازیانہ تھی

یہ آئے تھے خُدا والوں کا استیصال کرنے کو
جو سر سجدوں میں جھکتے ہیں انہیں پامال کرنے کو

وہ جس[1] نے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا مژدہ سُنایا تھا
اُسے خاموش کرنے کو انہیں شیطان لایا تھا

یہ آئے تھے مُسلمانوں کے قتلِ عام کی خاطر
یہ سب کُچھ کس کی خاطر تھا، نمود و نام کی خاطر

---

[1] لَا تَہِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ (پ۴ آل عمران ع۱۴ ۱۳۹) ڈرو نہیں، غمگین نہ ہو، تم ہی زبر رہو گے اگر تم ایماندار ہو

باب سوم

تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں

قریش

سرِ میداں نمایاں ہو رہا تھا حال تینوں کا   نمود و نام والوں کا، شریفوں کا، کمینوں کا
قریش اپنے نمود و نام کا ڈنکا بجاتے تھے   جو اوروں اور مسلمانوں کو میداں میں بجاتے تھے
جتاتے تھے کہ ہم بھی ہیں، ہمیں بھی ماننا ہوگا   زمانے بھر کے انسانوں سے افضل جاننا ہوگا
ہم اپنی برتری منوائیں گے شمشیر کے دم سے   اگر ہم کو نہیں تم مانتے، آؤ لڑو ہم سے

مسلمان

شریف انساں، مساواتِ بنی آدم کے حامی تھے   اخوت کے مبلغ تھے محبت کے پیامی تھے
ہر اک انسان کے جینے کا حق منوانے آئے تھے   ورق تاریخِ استبداد کا الٹانے آئے تھے

marfat.com

انہیں لایا تھا اس میدان میں جذبہ بھلائی کا ضعیفوں کی مدد کا اور غلاموں کی رہائی کا

منافِق

خبیثوں پر مگر اک گومگو کا رنگ طاری تھا بندھی تھیں گھگیاں رُوحوں پہ خوفِ جنگ طاری تھا
یہ نِکلے تھے فقط مالِ غنیمت کی امیدوں میں نہ تھا منظور ان کو نام لکھوانا شہیدوں میں
نظارا موت کا دیکھا تو جانیں ان کی تھرائیں پسینے چھُوٹ پڑے چہروں کے اُوپر زردیاں چھائیں

جماعتوں سے بالا، خُدا کا رسُولؐ

مگر اللہ کا مرسل، مگر اِسلام کا ہادیؐ وہ جس کی ذات پر موقُوف تھی بندوں کی آزادی
اُٹھا تھا ساری دُنیا کے مصائب دُور کرنے کو جفا کا آئنہ سنگِ وفا سے چوُر کرنے کو
وہ حملہ آوروں کی شوکت وحشمت سے واقف تھا قریشی قوم کی بیباکی وجرأت سے واقف تھا
وہ اپنے ساتھ سرمایہ نہ طاقت لے کے آیا تھا صداقت کا مبلّغ تھا صداقت لے کے آیا تھا

اُس کے ساتھی

ہزار افراد اس کے ساتھ نکلے تھے مدینے سے اِنہی میں تین سَو افراد تھے لبریز کینے سے
وہ ان کی نیتوں ان کے ارادوں سے بھی واقف تھا وہ ان فتنوں کے آئندہ فسادوں سے بھی واقف تھا

مگر جب تک زبانیں ان کی تھیں اللہ کی اقراری شریعت ان سے کر سکتی نہ تھی اظہارِ بیزاری
رسالت[1] نے ہمیشہ رحم کھایا حال پر آں[2] کے کیا شاہد فقط اعمال کو اقوال پر ان کے

کانٹوں سے پھول

اِنھی کانٹوں میں اُمّیدِ گلِ توحید تھی اُس کو کہ اِن کی نسل سے اسلام کی اُمّید تھی اس کو
زمینِ شور سے پیدا کیے تھے پھول بھی اُس نے مرتّب کی تھی اِک جمعیّتِ معقول بھی اُس نے
یہ جمعیّت بظاہر مشتمل تھی چند جانوں پر اِسی کی پیروی لیکن مقدر تھی زمانوں پر
یہی جمعیّتِ معقول یعنی سات سو انساں خدا و مصطفےٰ پر آج ہونے آئے تھے قرباں
اِنھی پر اشرفُ المخلوق کا اطلاق ہونا تھا اِنھی کو تا قیامت شہرۂ آفاق ہونا تھا
سِکھا کر دردمندی اور شرافت کے اصول ان کو سرِ راہِ شہادت لے کے آیا تھا رسولؐ ان کو

---

[1] رسول اللہ صلعم سے اکثر کہا گیا کہ منافقین کو سزا دیجئے۔ ہمیشہ فرمایا، کیا وہ زبان (ظاہر) سے اللہ کا انکار کرتے ہیں! (دیکھو طبری و طبقات)

[2] ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ابن اُبی منافق کی حرکتوں سے غصہ میں بے تاب ہو گئے اور عرض کی کہ کسی کو ارشاد ہو اس منافق کی گردن اڑا دے۔ آنحضرت نے فرمایا کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ محمدؐ اپنے ساتھ والوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں (سیرت النبی)

marfat.com

کفّارِ مکّہ اور مُسلمان آمنے سامنے

اُدھر نازاں تھے کثرت پر نمُود و نام والے بھی   اِدھر راضی رضائے حق پہ تھے اسلام والے بھی
نمُود و شان و شوکت شور و غوغا اکثریت کا   اقلیّت کی خاموشی تقاضا حُسنِ نیّت کا

منافقین کا جماعت سے کترا جانا

کھڑے تھے اب منافق اس طرحِ اسلام سے ہٹ کر   سمٹ جاتا ہے جیسے ابر رُوئے صُبح سے چھَٹ کر
شہادت کے لئے غازی ہُوئے جس وقت آمادہ   صفیں ہونے لگیں میداں میں بہرِ جنگ استادہ
برائے حفظِ دیں تسلیمِ جاں کا وقت آپہنچا   میانِ دوست دشمن امتحاں کا وقت آپہنچا

ہُوئے بہرِ جہادِ اسلام کے غازی جو صف بستہ
تو ـــــ انبوہِ منافق نے مدینے کا لیا رستہ

نعرۂ منافقانہ

کیا ابنِ اُبَیّ نے جب ارادہ بھاگ چلنے کا   نکالا ڈھونڈ کر اُس نے بہانہ بچ نکلنے کا
پکارا لہ مشورہ میرا محمدؐ نے نہیں مانا   مُجھے کچھ بھی نہیں سمجھا مجھے کچھ بھی نہیں جانا

لہ دیکھو صفحہ ۶۹

دیا تھا مشورہ مَیں نے مدینے ہی میں رہنے کا
وہاں کوئی بھی اندیشہ نہیں تھا خون بہنے کا

محمدؐ نے کوئی عزت نہیں کی میری رائے کی
سموں میں پڑا اپنی جان پر اب کیوں پرائے کی

میری رائے نہ مانی، رائے مانی چند لڑکوں کی
ہلاکت اب ہماری ہو گئی پابند لڑکوں کی

وہ لڑکے جن پہ عائد ہی نہیں فرضِ جہاد اب تک
ہیں کھانے کھیلنے کی چند باتیں جن کو یاد اب تک

محمدؐ اُن کے کہنے پر نکل آئے مدینے سے
یہ ملّت ہو چکی ہے واقعی اب سیر جینے سے

نظر آتا ہے بھاری مجھ کو قریشی فوج کا پلّہ
مُسلماں سہہ نہیں سکتے بظاہر ایک بھی بلّہ

نظر آتی ہے نسبت مجھ کو پربت اور رائی کی
بھلا دیکھو تو، یہ بھی کوئی صُورت ہے[1] لڑائی کی

جو دانا ہیں وہ بچوں کی طرح ضد پر نہیں اڑتے
ہمیں رکھئے معاف، ایسی لڑائی ہم نہیں لڑتے

پیامِ موت ہے، جب چیونٹی کے پر نکلتے ہیں
وہ مر جائیں جو مرنا چاہتے ہیں، ہم تو چلتے ہیں!

فوجِ اسلام کا تاثُّر

نمایاں کر کے انسانی کجی کو، اور کمینے کو
منافق مُنہ پھُلا کر ہو لیا سیدھا مدینے کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۰ فیں بندھنے لگیں تو ابن اُبَی نے گھر کا راستہ لیا۔ پکار کر کہا محمدؐ نے میری رائے نہیں مانی۔ ان لڑکوں کی رائے پر میدان میں نکلے ہیں جن پر جہاد بھی واجب نہیں۔ یہ کہہ کر شتر کی طرح آگے ہی آگے ہو لیا۔ (طبری)

[1] ابن ابی نے کہا ہم لڑائی کی نصرت کرتے تھے، مگر مدینے کے اندر رہ کر۔ یہاں لڑائی کوئی بھی نہیں ہے محض [illegible] ہے۔ پھر جب لڑائی ہی نہیں تو نصرت کیسی۔ (رشاد الکلہ)

وہ بُزدل بے وفا غدار جو ساتھ آئے تھے اُس کے صفِ لشکر سے گُھنگھٹ کھا کے اُس کے ساتھ ہی کھسکے
فلک حیران تھا اہلِ زمیں کی کج ادائی سے ہزار افراد میں سے تین سَو کی بے وفائی سے[1]
صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی کنارا کر گئے ابنِ اُبَیّ اور اُس کے ہمراہی
یہ نقشہ دیکھ کر محوِ تحیّر رہ گئے غازی کہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی
اُحد میں فوجِ مُسلم پر یہ پہلی ضربِ کاری تھی بقیۂ جَیش پر اس وقت اک عبرت سی طاری تھی
ابھی ساعت نہیں آئی تھی خنجر آزمائی کی
کہ پُورے تین سَو افراد نے یُوں بے وفائی کی

---

[1] جب عبداللہ بن اُبَیّ اور اس کے ساتھی گھروں کو چل نکلے تو عمرو بن حرام کے فرزند عبداللہؓ نے جو بنی سلمہ میں سے تھے ان کا پیچھا کیا اور یہ کہتے چلے کہ برادرانِ قوم مَیں تمہیں خدا یاد دلاتا ہُوں، اور وہ وعدہ جو رسُول اللہ سے کیا تھا۔ دیکھو اپنی قوم سے منہ نہ موڑو اور اللہ کی راہ میں جانبازی دکھاؤ، دشمنوں کو پیچھے ہٹاؤ۔ انہوں نے جواب دیا، یہاں ہمیں تو کوئی لڑائی بھڑائی نظر نہیں آتی، اگر لڑائی نظر آتی تو کاہے کو جاتے۔ آخر یہ مدینے میں جا گھسے اور عبداللہ نے پکار کر کہا، عزیزو! خدا تمہیں اس کی سزا دے گا۔ اور انشاء اللہ اسلام کو تمہارے تعاون سے بے نیاز کر دے گا۔

(سیرۃ القرآن علامہ رشید رضا مصری)

بابِ چہارم

اُحُد میں لشکروں کی ترتیب

صفوفِ اسلامی

خُدا کی فوج میں اب سات سَو افراد باقی تھے
بروئے لشکرِ شیطاں یہ آدم زاد باقی تھے
نہ کثرت تھی نہ سامانِ وغا موجود تھا اِن میں
مگر یہ مُطمئن تھے مُصطفٰےؐ موجود تھا اِن میں
ہزار افراد میں سے اِک تہائی کا نکل جانا
بہت ممکن تھا اس سے پاؤں اکثر کا پھسل جانا
کوئی پروا نہ کی اس کی مگر اللہ کے بندوں نے
نظر حق و صداقت پر ہی رکھی حق پسندوں نے
مقابل مشرکوں کے تھا ہی کیا اِسلام کا لشکر
اب اس سے دو تہائی رہ گیا اسلام کا لشکر

marfat.com

اِسی سے کام لینا تھا مگر محبوبِ داور کو   دیا ترتیب آنحضرت نے اس چھوٹے سے لشکر کو

تیر اندازوں کا تعیُّن اور تاکیدِ استقامت

پچاس افراد تیر انداز اِک ٹیلے پہ ٹھہرائے   قسم ان کو دلائی اور یہ الفاظ فرمائے
کہ یہ گھاٹی بہت ہی سخت ہے اللہ کے بندو   مثالِ کوہ ڈٹ جاؤ یہاں اے کوہ مانندو
مبادا اس طرف سے فوجِ دشمن حملہ آور ہو   تمہاری استقامت کا خدائے پاک یاور ہو
مری آنکھیں لگی ہیں دشمنوں کے اُن سواروں پر   کہ غفلت دیکھ لیں تو آپڑیں غفلت شعاروں پر
تمہیں تاکید کرتا ہُوں کہ تم قائم یہیں رہنا   بہم اِک دُوسرے کے متّصِل رہنا قریں رہنا
مُسلماں جنگ میں مغلُوب ہوں یا غالب آجائیں   بھگادیں دشمنوں کو یا ہزیمت خود ہی کھاجائیں
ہماری فوج نے میدان جیتا ہو کہ ہارا ہو   ظفر پیشِ نظر ہو یا خلاف اس کے نظارا ہو

---

[1] یہاں عینین کی پہاڑی تھی جو لشکر کے بائیں جانب تھی۔ اور جس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی گھاٹی ہیں دشمن تھے۔ اندیشہ تھا کہ دشمن ناگہاں پیچھے سے نکل کر حملہ نہ کردیں۔ آپ نے پچاس تیر اندازوں کو یہاں مقرر فرمایا اور تاکید کی کہ یہاں جمے رہنا۔

(خاتم المرسلین)

[2] آپ نے فرمایا مسلمان کامران ہوں یا ناکام، مگر تم اس گھاٹی سے نہ ہٹنا۔ آپ کے الفاظ یہ بھی تھے۔ اگرچہ تم دیکھو کہ پرندے لشکرِ اسلام کو اچک کر لئے جا رہے ہیں جب بھی تم یہاں سے نہ ہٹنا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ مشرک تم پر پلٹ پڑیں۔

(تفسیر القرآن رشید رضا مصری)

منا ہی ہے تمہیں اِس مرحلے کو چھوڑ دینے کی — نہ کرنا جرأت اس عہدِ وفا کو توڑ دینے کی
در اندازوں کا خطرہ ہے یہاں دربان بن جاؤ — رہو پشتے پہ قائم اور پشتیبان بن جاؤ
سوارانِ قریش اِس راہ سے ہم پر اگر آئیں — تو سب مردانِ تیرانداز اُن پر تیر برسائیں
بہادر حملہ آور لڑنے مرنے سے نہیں ڈرتے — مگر رہوار تیروں کے مقابل رُخ نہیں کرتے[1]
شکست و فتح کی اچھی بُری کوئی بھی صورت ہو — تمہاری رائے میں ہم کو مدد کی بھی ضرورت ہو
جمے رہنا اِسی ٹیلے پر ہر دم باخبر رہنا — کوئی صورت ہو مضبوطی سے اپنے حال پر رہنا
ہے تم پر فرض نگرانی عقب سے آنے والوں کی — رکھو تحدید اپنے نفس کی اپنے خیالوں کی
ہدایت کو جو مانے بس وہی سچا مجاہد ہے — یہ تم پر عہد ہے جس کا خدائے پاک شاہد ہے[2]

تیر اندازوں پر عبداللہ بن جُبیرؓ کا تقرر

غرض مردانِ تیرانداز پشتے پر ہوئے قائم — نظر میں تاکہ رکھیں وہ رہِ مخدوش کو دائم
کہے بہرِ نصیحت اور بھی کلماتِ خیر ان پر — معین کر دیے افسر یہاں ابنِ جبیرؓ ان پر

---

[1] آپ نے فرمایا اگر سوارانِ قریش لشکر کی پشت سے حملہ آور ہونا چاہیں تو ان کو چھوڑ دے یہاں کے تیروں سے [illegible] تیروں کا رُخ نہیں کرتے (ابن اسحٰق)

[2] فرمایا میں تم پر خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تم کو اس ٹیلے پر قائم رہنے کی تبلیغ کی۔ (ارشاد الحق)

maarifat.com

بقیہ فوج کی تقسیم

بقیہ فوج کو ہادیؐ نے یُوں تقسیم فرمایا　　سلیقہ ربط و ضبطِ جنگ کا تفہیم فرمایا
جمایا سعدؓ کو اور بو عبیدہؓ کو مقدم پر　　جوانمردانِ ساقہ پر کیا مقدادؓ کو افسر[1]
عکاشہؓ کو میمنی فوج پر مامور فرمایا　　ابو سلمہؓ کی سرداری میں بازوئے یسار آیا
زبیرؓ و حمزہؓ و حیدرؓ کو قلبِ فوج پر رکھا　　ستارا ہر مجاہد کا اُٹھا کر اوج پر رکھا

علمبردارِ اسلام[2]

ہُوا ارشاد مصعبؓ بن عمیر آگے بڑھو آؤ　　تم اِس فوجِ مجاہد کے علمبردار بن جاؤ
ہُوا فرطِ خُوشی سے رنگِ رخ گلنار مصعبؓ کا　　کہ یہ پاسِ وفا اللہ رے نادار مصعبؓ کا
جھکے، بوسہ دیا، سرکار کے دستِ مُبارک پر　　مثالِ کوہ میداں میں ہُوئے قائم عَلَم لے کر
یہ جھنڈا صُلح کا پیغام تھا دُنیا سے ہستی میں　　نشانِ حق پرستی تھا جہانِ خُود پرستی میں

---

[1] آپ نے ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کو مقدمہ پر اور مقدادؓ کو ساقہ پر مقرر کیا۔ حضرت عکاشہ بن محصن اسدیؓ کو میمنہ پر اور ابوسلمہ بن عبدالاسد کو میسرہ پر، حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور زبیرؓ کو قلب میں مقرر فرمایا۔ (طبری)

[2] آپ نے مصعب بن عمیرؓ کو اُحد میں بھی علمبردار بنایا۔ (طبری)

میدانِ اُحد میں ارشاداتِ عالی[ل]

مُرتّب کر لیا جب لشکرِ اسلام ہادی نے
سُنایا اس طرح اللہ کا پیغام ہادی نے

کہا جب تک نہ دشمن خُود کرے اقدام لڑنے کا
ہماری سمت سے آئے نہ ہرگز نام لڑنے کا

بگوشِ ہوش سُن لو یہ نصیحت اے مُسلمانو!
کہ مخلوقات کا حق اپنے حق سے بھی فزوں جانو!

بہر صُورت اطاعت اور طاعت ذاتِ باری کی
علامت ہی خلوص و صِدق کی پرہیز گاری کی

نصیحت ہے یہی وقتِ جہاد ایمان والوں کو
ہے یاد آیتِ حق العباد ایمان والوں کو

ذخیرہ خیر کا ہے یا مقام اَجر و جزا کا ہے
یہ سب کس کے لئے اُس کے لئے ہی جو خُدا کا ہے

جہاد اُس کے لئے ہی جو خُدا کی چاہ رکھتا ہے
فساد اُس کے لیے جو حُبِّ مال و جاہ رکھتا ہے

جسے ذوق یقیں اللہ پر ہے اور قیامت پر
بوقتِ جنگ وہ قائم رہے گا استقامت پر

جو اپنے فرض کو سمجھے جو اپنا فرض ادا کر دے
جو اپنی جان خالق کی محبت میں فدا کر دے

متاعِ رُشد و رافت جس کو مالک سے ہو ارزانی
مقدر میں اُسی کے ہے شہادت اور قربانی

ل آپ نے میدانِ اُحد میں جنگ سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا اور تاکید فرمائی کہ پہل نہ کی جائے۔ نیز مسلمانوں کو راستی اور راست شعاری اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے اور اکلِ حلال کی تاکید کی اور فرمایا کہ جہاد کے معنی اعلائے حق ہے جان و مال کے ساتھ (رشاد الحکمۃ)

شکست و فتح سے بے نیازی

خُدا کے حکم پر خلقِ خُدا کے واسطے مرنا
بہت آساں ہے کہنا، بہت دُشوار ہے کرنا
جو حق کو دوست رکھتا ہے خُدا ہے دوستدار اس کا
نظر ہے جس کی ناحق پر تو ہے شیطان یار اس کا
شکست و فتح کو تم چھوڑ دو اُس کی مشیّت پر
نظر رکھو فقط حسنِ عمل پر، حسنِ نیّت پر
خُدا ہر آئنہ ہے نیّتوں کا جاننے والا
ہمارے حال اور اعمال کو پہچاننے والا

شہادت ہی اصلِ اسلام ہے

شہادت ہی جہادِ فی سبیل اللہ کی صُورت ہے
برائے فتح صبر و استقامت کی ضرورت ہے
مُسلماں کا حصولِ مال و زر کیا ہے شہادت ہے
مُسلماں کے لئے فتح و ظفر کیا ہے شہادت ہے
جہادِ راہِ حق کیا ہے غزا کیا ہے شہادت ہے
ہماری زندگی کا مُدّعا کیا ہے شہادت ہے
اسی صُورت سے نصرت کی طلب کرتے ہُوئے نکلو
کہ ارشاداتِ باری کا ادب کرتے ہُوئے نکلو

marfat.com

طاعتِ پیمبر، راستبازی اور راستی

فقط خوشنودیِ خالق اسی پر ہے مسلمانو   کہ پیغمبر کرے جو حکم لازم اس کو گردانو
تمہارے نفس پر جو فرض عاید ہے بجا لاؤ   نہ تم سختی سے گھبراؤ نہ اپنی حد سے بڑھ جاؤ
میں ہر آئینہ خواہاں ہوں تمہاری راستبازی[1] کا   یہی دنیا میں ہے سب سے بڑا انعام غازی کا

پہلو تہی، تفرقہ و نفاق کی ممانعت

ادائے فرض سے پہلو تہی تاخیر و کوتاہی   ہیں ان سب کے نتائج ضعفِ ایماں اور گمراہی
نفاق و اختلافِ باہمی ہے خبثِ باطن کا   یہ اُن کے کام ہیں اللہ پر ایماں نہیں جن کا
جماعت میں جو ڈالیں تفرقہ بہرِ زر اندوزی   خدا دیتا نہیں ایسوں کو ہرگز فتح و فیروزی

نہ ڈھونڈو آسرا راہِ خدا میں جز خدا کوئی
خدا کے قرب کا رستہ نہیں اس کے سوا کوئی

---

[1] آپ نے فرمایا، میں ہر حالت میں تمہاری راستبازی کا حریص ہوں۔ (ابن اسحاق)

رسُول کی اطاعت نصرت کا وسیلہ ہے

وسیلہ نصرتِ حق کا پیمبرؐ کی اطاعت ہے
شفاعت اس کا حصہ ہے جسے حق پر قناعت ہے
پیمبرؐ جس عمل کا حکم دے کرنے پہ جُھک جاؤ
پیمبرؐ روک دے جس کام سے فی الفور رک جاؤ
الگ تفریق سے رہ کر رہو ملّت سے وابستہ
کہ ہے فوز و فلاحِ دو جہاں کا ایک ہی رستہ

مَوت و حیات اور حلال و حرام

خیالِ مرگ سے بے فائدہ انسان ڈرتا ہے
بغیرِ اذنِ خالق کوئی جیتا ہے نہ مرتا ہے
بقدرِ یک نفَس قبضے میں لا سکتا نہیں کوئی
بڑھا سکتا نہیں کوئی گھٹا سکتا نہیں کوئی
مقدر رزق جس کا جس قدر ہی کھا نہ لے جب تک
خُدا کی نعمتوں سے اپنا حصہ پا نہ لے جب تک
فرشتہ مَوت کا اُس پر مسلّط ہو نہیں سکتا
بغیرِ حکمِ حاکم جان شیریں کھو نہیں سکتا[1]
تمہیں اس باب میں ایمان کو مضبُوط رکھنا ہے
حصُولِ رزق میں پاکیزگی ملحُوظ رکھنا ہے
مُسلمانوں کے حصّے میں فقط اکلِ حلال آئے
کمی بیشی کی صُورت ہو تو رازق کا خیال آئے

---

[1] آپ نے فرمایا کوئی ذی جان اپنا پورا رزق ایک ایک دانہ وصول کئے بغیر نہیں مر سکتا۔ (طبری، طبقات ابنِ اسحٰق)

نہیں گنجائشِ[1] مالِ حرام اِسلام کے اندر
گوارا ہو نہیں سکتا یہ کام اِسلام کے اندر
محارم سے کرو پرہیز اگر ایمان والے ہو
پیمبر تم میں ہے موجود تم قرآن والے ہو
گنہ آلود فکرِ رزق کی تم کو مناہی ہے
یہ تلقینِ پیمبر ہے یہ ارشادِ الٰہی ہے
مقامِ جنگ ہو یا صُلح کا ہنگام ہو کچھ ہو
حصُولِ رزق میں تکلیف ہو آرام ہو کچھ ہو
طریقِ راستبازی چھوڑ دینا منع ہے تم کو
صفا کا شیشۂ دل توڑ دینا منع ہے تم کو
مسلمانو! یہ درسِ زندگی جب تک نہ بھولو گے
جہانِ کامرانی میں پھلو گے اور پھولو گے
صفوں کو انتہائی ربط سے آراستہ کر لو
دلوں کو نورِ جوش و ضبط سے پیراستہ کر لو
صفائے قلب سے میدان میں استادہ ہو جاؤ
جہادِ فی سبیل اللہ پر آمادہ ہو جاؤ
جو تیر انداز ہیں قائم رہیں مخدوش ٹیلے پر
نظر تا اختتامِ جنگ ہو دشمن کے حیلے پر
بصد اصرار کی جاتی ہے تاکیدِ اکید ان کو
کہ ٹیلے سے نہ بھٹکا دے کسی منظر کی دید ان کو

خلافِ راہِ پیغمبر قدم جو بھی اُٹھائے گا[2]
کوئی رستہ نہ دیکھے گا، کوئی منزل نہ پائے گا

---

[1] آپ نے فرمایا، مالِ حرام حاصل کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔ (سیرت ابن اسحٰق)

[2] خلافِ پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید (سعدی)

فوجِ غنیم کی ترتیب

قریشی جیُوش کی تقسیم

اُدھر کفّارِ مکّہ نے سجایا فوج والوں کو
سنبھالا افسروں نے پیدلوں کو اور رِسالوں کو
سپہ سالار ابُوسفیاں بصد فخرِ سپہ داری
سرِ میدان کرتا تھا نمودِ شانِ سالاری
دِکھائی افسرانِ فوج نے تنظیم لشکر کی
ہُوئی تھی رات ہی سے اِس طرح تقسیم لشکر کی

خالد کا رسالہ

رسالہ اِک میمنہ پر، جِس کا خالد بن ولید افسر
مثالِ شیرِ غُرّاں مُستعد ہر دم جھپٹنے پر
وہ خالد جِس کو اِک دن خادمِ اسلام[1] ہونا تھا
وہ جس کو فاتحِ ایران و روم و شام ہونا تھا
ابد تک نام جِس کا رشکِ مہر و ماہ بننا تھا
جِسے اسلام کے ہاتھوں میں سیفُ اللہ بننا تھا
مقدر تھی قیادت جس کو افواجِ الٰہی کی
وہ خالد لے کے آیا تھا یہاں نیّت تباہی کی

---

[1] حضرت خالد بن ولیدؓ جو بعد میں اسلام لائے اور سیف اللہ مشہور ہوئے۔

عکرمہ بن ابُوجہل کا رسالہ

اِسی صُورت رسالہ میسرے پر بھی جمایا تھا   یہاں بُوجہل کے فرزند کو افسر[1] بنایا تھا
دماغِ عکرمہ ابنِ ابُوجہل آج کیا ملتا   کہ اِس کو اب نظر آتا تھا بدلہ باپ کا ملتا
خبر کیا تھی کہ اِک دن مائلِ اسلام ہونا ہے   خُدا کے غازیوں میں عکرمہ کا نام ہونا ہے
نہیں تھی تاب ابھی نُورِ جہاں تابِ محمدؐ کی   قسم کھا کر چلا تھا قتلِ اصحابِ محمدؐ کی
سواروں کا پرا لے کر کھڑا تھا تاک میں یہ بھی   بڑا فتنہ تھا اعدائے رسُولِ پاک میں یہ بھی

ابُوسفیان اور کفّار کے علمبردار میں جھڑپ

تھی شُہرہ آلِ عبدالدار کی شانِ شجاعت کا   نشاں بردار ٹھہرایا گیا اِن کو جماعت[2] کا
قریشِ مکہ جب بھی تاخت پر تیّار ہوتے تھے   تو عبدالدار والے ہی علمبردار ہوتے تھے
اِنہی میں اِک بہادر پہلوان کا نام تھا طلحہ   عدُوئے دینِ حق تھا دشمنِ اسلام تھا طلحہ

---

[1] عکرمہ بن ابی جہل جو اسلام کا شدید ترین دشمن تھا، فتح مکہ کے بعد عفوِ عام کی صورت میں بچا۔ آخر مسلمان ہو گیا اور مسلم کے معرکوں میں اسلام کے لئے جنگ کی۔ (طبری اور ابن اسحٰق)

[2] قبیلہ عبد الدار کو قریش کی علمبرداری کا منصب حاصل تھا۔ (طبری)

ابُوسفیاں نے بلوایا اُسے اور ہنس کے فرمایا
کہ اے طلحہ تمہارے امتحاں کا وقت بھی آیا
ہم آئے ہیں یہاں پر انتقامِ بدر لینے کو
تسلط میں نبوّت کا مقامِ صدر لینے کو
عَلَم پر برسرِ میداں اگر کوئی وبال آیا
سمجھ لینا قریشی شان و شوکت کا زوال آیا
عَلَم ہو سرنگوں تو کوئی لشکر تھم نہیں سکتا
بہادر سے بہادر کا قدم بھی جم نہیں سکتا
تجھے اے طلحہ اس لشکر کی عزّت آج رکھنا ہے
ہماری اور اپنے خانداں کی لاج رکھنا ہے
ذرا دل تھام کر قرشی عَلَم کو تھامنا طلحہ
کہ ہوتا ہے لڑائی میں قضا کا سامنا طلحہ
علمبردار ہی کے دم سے ہے بازی لڑائی کی
عَلَم رکھ دو اگر ہمت نہ ہو جنگ آزمائی کی
نہ ہو ہمّت تو لاؤ خود عَلَم اپنا اُٹھالیں ہم
علمبردارِ لشکر اور ہی کوئی بنالیں ہم[1]

طلحہ کا جوابِ سخت

ابُوسفیاں کے طعنے سے غضب میں بھر گیا طلحہ
زباں پر آئی گالی۔ ضبط لیکن کر گیا طلحہ
کہا۔ کیوں اِس قدر باتیں بناتے ہو ابُوسفیاں
سرِ میداں کمینہ پن دکھاتے ہو ابُوسفیاں

---

[1] ابُوسفیاں نے طلحہ بن عثمان سے جو عبدالدار کا سردار تھا کہا، تم اس لوار کو مضبوط پکڑو یا ہمارے درمیان چھوڑ دو۔ کیونکہ جب نشان پر زوال آئے گا تو پھر قیام نہ ہوگا۔ (طبقات ابن سعد)

عَلَم بردار ہونا حق ہے میرے ہی گھرانے کا
میں اُس کو دیکھ لوں گا جو عَلَم لینے کی ٹھانے گا

میں واقف ہُوں تمہارے حاسدانہ رنگِ خصلت سے
مجھے محرُوم کرنا چاہتے ہو آج شہرت سے

اگر مغلُوب ہو جانے کا ہوتا کوئی اندیشہ
عَلَم کا نام ہی لیتے نہ ہرگز تم دغا پیشہ

یقینِ فتح ہے تُم اِس لئے باتیں بناتے ہو
بہادر بنتے ہو تنتے ہو اور شیخی دکھاتے ہو

شرارت وقتِ نام و ننگ کرنا چاہتے ہو تُم
سرِ میداں مجھی سے جنگ کرنا چاہتے ہو تُم

قسم ہے لات کی کہنا تمہارا ہو نہیں سکتا
کسی کو ہم عَلَم دے دیں گوارا ہو نہیں سکتا

عَلَم برداریٔ جنگ آلِ عبدُالدار کا حق ہے
تمہاری کدّ و کاوش آج اس بارے میں ناحق ہے

نمُود و نام کی تم ہم کو ترکیبیں سکھاتے ہو
سپہ سالار بن کر شانِ اُستادی دکھاتے ہو

ہمارا فرض کیا ہے تُم سے بہتر جانتے ہیں ہم
بہادر اور بزدل کون ہے پہچانتے ہیں ہم

حفاظت اس عَلَم کی ہے ہمارا کام، ہم جانیں
ہم اپنا نام اُچھالیں یا کریں بدنام، ہم جانیں

تمہارے پیٹ میں اُٹھّے نصیحت کا مروڑا کیوں
ہمارے کام میں اٹکاؤ تم آ آ کے روڑا کیوں

عَلَم کو لے سکو گے تم نہ منّت سے نہ جبریہ
ہٹو اب سامنے سے اِس نصیحت کا ہے شکریہ

ابوسفیان کا کھسیانا پن

ابوسُفیاں ہُوا طلحہ کی باتوں سے جو کھسیانا   کہا اے طلحہ تم نے میرے مطلب کو پہچانا
اگر رکھو گے باہر ضابطے سے تم قدم اپنا   تو اتنا یاد رکھو ہم بنا لیں گے عَلَم اپنا
کہا طلحہ نے لیکن وہ عَلَم جب بن کے آئے گا   اُسے بھی کوئی عبدُالدار والا ہی اُٹھائے گا
غرض یہ تُو تُو مَیں مَیں ردّ و کدّ اور تیز گفتاری   ہُوئی مشکل سے ختم، اور پائی طلحہ نے عَلَمداری
جہاں کبر و رعُونت ہو وہاں جھگڑا ضروری ہے   یہ وحدت کے منافی ہے اِسی کا نام دُوری ہے
عَلَم کے سائے میں بڑھ بڑھ کے عبدالدار والوں نے   صفیں آراستہ کیں پیدلوں نے اور سواروں نے

لشکرِ مشرکین کی صف بندی پر ایک نظر

یہ طاقت کی حماقت تھی خودی کی خُودنمائی تھی   بشر کی فطرتِ بد تھی مُجسّم ہو کے آئی تھی
یہ معبُودانِ باطل کی مدد کرنے کو آئے تھے   خُدا کا آخری پیغام رُد کرنے کو آئے تھے
بہت مرغُوب تھا آئینِ باطل کا دوام ان کو   شکست بدر کا لینا تھا حق سے انتقام ان کو
یہ دشمن تھے شریفوں کی حمایت کرنے والوں کے   مخالف تھے ضعیفوں سے رعایت کرنے والوں کے

انہیں مطلوب تھی نام آوری بھی قتل و غارت بھی   ستم بھی فتنہ انگیزی بھی اظہارِ امارت بھی
یہ تاریکی میں رکھنا چاہتے تھے اس زمانے کو   یہ آئے تھے چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو
گمانِ شعلۂ جوّالہ ہوتا تھا لعینوں پر   چمکتے تھے سروں پر خود چار آئینے سینوں پر
تبر تیر اور خنجر اور ڈھالیں اور تلواریں   جمی تھیں بھوری بھوری ریت پر لوہے کی دیواریں
تڑپ اُٹھتی تھیں لَو برچھوں کی انیاں اُن کے شانوں سے   عیاں ہوتا تھا جس طرح سانپوں کی زبانوں سے

اپنا اپنا رنگِ نمائش

عَمرو ابنِ عاص

نمایاں کر رہا تھا فخرِ جنگی جیش جیش اپنا   ثقیف اپنا احابش اور کنانہ اور قریش اپنا[1]
نمایاں تھے صفوں میں سرغنے بھی خاص خاص ان میں   بہت نامی بہت مشہور تھے عَمرو ابنِ عاص ان میں[2]
وہی عَمرو ابنِ عاص اِک دن جِسے اسلام لانا تھا   مجاہد بن کے جس کو تا بہ ارضِ نیل جانا تھا

---

[1] بڑے جھنڈے کے علاوہ اُحد میں قریش کے تین جھنڈے تھے۔ قبیلہ احابش اور ثقیف اور کنانہ اپنا اپنا عَلَم اُڑا رہے تھے۔ اس لشکر میں ہر قبیلہ اپنا نشانِ امتیازی ظاہر کر رہا تھا (رشاد الحکمۃ)

[2] عَمرو بن عاص قریش کا مدبر جو نجاشی کے پاس مسلمانوں کے خلاف سفارت لے کر گیا تھا۔ میدانِ جنگ میں آج موجود تھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لایا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں فاتح مصر بنا۔ (مصنف)

marfat.com

اُڑاتا تھا زمینِ مصر پر اسلام کا جھنڈا جسے کرتا تھا رُومی لشکروں کے جوش کو ٹھنڈا
وہی عمرو ابنِ عاص اپنی سرافرازی سے بے بہرہ کھڑا دیتا ہے آج اپنے متاعِ کفر پر پہرہ

آنحضرتؐ کے خاص مخالفین

پانچ سازشی

تھے شامل سب کے سب اعدائے آں عالی جنابؐ ان میں نمایاں تھا مگر ابلیس کا خاص انتخاب ان میں
رسُولِ پاک پر حملے کی نیت کر کے آئے تھے گھروں سے اپنے سامانِ اذیّت کر کے لائے تھے
زیادہ تر تھے فکرِ صاحبِ لولاکؐ میں دشمن پئے قتلِ نبیؐ ہر سُو کھڑے تھے تاک میں دشمن
یہ پانچ ابن شہاب و عتبہ و ابنِ حُمید اسدی[1] اُبَیّ ابنِ خلف جمحی و ابنِ قمیَہ لیثی
ہوا تھی اِن سروں میں شمعِ عرفاں کے بجھانے کی قسم کھائی تھی اِن پانچوں نے کعبے کو گرانے کی
ہویدا تھی ارادوں کی بدی ان کی نگاہوں سے کھڑے تھے کینہ جُو لپٹے ہُوئے اپنے گناہوں سے
کسی نے تیغۂ خُونخوار پہلو میں دبایا تھا کوئی تیر اور کوئی سنگ و فلاخن لے کے آیا تھا

---

[1] ابی بن خلف جمحی، ابن قمیہ لیثی، ابن شہاب و عتبہ بن ابی وقاص یعنی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی اور ابن حُمَید اسدی نے باہم قول و قرار کیا تھا کہ آج رسُول اللہ کو شہید کر دیں گے۔

(طبری، ابن ہشام طبقات ابنِ سعد)

marfat.com

چھٹا فِتنہ

یہ پانچوں ہر طرح تیّار تھے بیدار تھا فتنہ
علاوہ اِن کے آج اِک اور نا ہنجار تھا فتنہ
چُھپا کر حربہ اور صُورت بنا کر بے زبانوں کی
کھڑا تھا آڑ لے کر سنگدل سنگیں[1] چٹانوں کی
یہ وحشی تھا غُلام اِن سازشی افرادِ نامی کا
جِسے دھونا تھا خُونِ حمزہؓ سے دھبّہ غلامی کا

---

[1] وحشی ایک ٹیلے کے پیچھے چھپا کھڑا تھا (طبقات ابن سعد)

marfat.com

باب پنجم

تقدیر کے مقابل تزویریں

آغازِ جنگ سے ایک ساعت پہلے

سجائی جا چکی میدان میں فوجِ قریش آخر سنبھالے افسروں نے بڑھ کے اپنے اپنے جیش آخر
قطاریں پیدلوں کی بن گئیں لوہے کی دیواریں نظر آنے لگیں ہر سمت ڈھالیں اور تلواریں
گھٹائیں ابرِ ظلمت بار کی میدان پر چھائیں زبانیں اژدہوں کی برقیں بن بن کے لہرائیں
پناہِ سینہ ہائے کینہ پرور بن گئیں ڈھالیں ضیائے مہر کے مدِ مقابل تن گئیں ڈھالیں
سروں پر خود چہروں پر جھلم اور گرز شانوں پر بشر گھوڑوں پہ تھے یا دیو بیٹھے تھے چٹانوں پر
برستی تھی عجب بد منظری سی بد قماشوں پر کمانیں دوش پر تھیں جس طرح کرگس ہوں لاشوں پر

یہ عقرب تھے کہ خنجر، ناگنیں تھیں یا کہ تلواریں   غضب کا جوش تھا تھنوں میں یا سانپوں کی پھنکاریں

یہ سب کس کے مخالف تھے

یہ ساری فوج آہن مَوج یہ فُولاد کا طُوفاں   خُدا کے بالمقابل لے کے آیا تھا جسے شیطاں
قطاریں پیدلوں کی اور پرے جنگی رسالے کے   یہ سب کس کے مخالف تھے، فقط اِک کملی والے کے
مگر وہ کملیؐ والا بھی زمانے سے نرالا تھا   زباں خاموش تھی لیکن اُسی کا بول بالا تھا
نہ وہ تیروں سے ڈرتا تھا نہ شمشیروں سے خائف تھا   مرتّب کر کے لشکر محوِ اَوراد و وظائف تھا
اُدھر جوشِ نمائش اور اظہارِ تجمُّل تھا   اِدھر اَخلاقِ عالی تھے متانت تھی تحمُّل تھا
اُدھر تیّاریاں تھیں سازشیں تھیں اور تدبیریں   اِدھر لَاتُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ کی ہوتی تھیں تفسیریں

قریشی[1] عورتوں کا راگ

قریشی ناریاں میدان میں گاتی ہُوئی نکلیں   تھرکتی دف بجاتی ناز دکھلاتی ہُوئی نکلیں

---

[1] دوسری عورتوں کے علاوہ ہند بنت عتبہ یعنی زوجۂ ابوسفیان، ام حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی، فاطمہ بنت ولید حارث بن مغیرہ کی بیوی اور خالد کی بہن برزہ بنت مسعود ثقفی صفوان بن امیہ کی بیوی، ریطہ بنت منبہ عمرو بن عاص کی بیوی، سلافہ بنت سعد بن طلحہ علمبردار قریش کی بیوی اور خناس یعنی مسلمانوں کے علمبردار اور مدینہ کے پہلے مبلغِ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کی کافرہ ماں۔ (سیرۃ النبی از شبلی اور خاتم المرسلین از شرما)

حسینہ ناگنیں لہروں میں لہراتی ہوئی نکلیں   دلوں پر لوٹتی آہوں میں بل کھاتی ہوئی نکلیں
ابوسفیاں کی زوجہ ہند سب سے آگے آگے تھی   یہ بجلی آج اس ابرِ غضب کے آگے آگے تھی

نغمۂ زنانِ قریش

(اُردو میں)

ہم بجلیاں اتوار کی
ہم ناریاں ہیں تار کی
ہم دختریں ہیں نور کی   ہم شعلیں ہیں طور کی
ہم پیاریاں ہیں پیار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
چلتی ہیں قالینوں پہ ہم   جیسے چلیں کبکِ دری
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم   باصد ادائے دلبری

ہم ہیں طلسمِ رنگ و بُو
حُسنِ نظر کی آبرو
مانگیں ہماری مُشکبُو
شُعلے ہیں پازیبِ گلو   لڑیاں دُرِ شہوار کی
ہم بجلیاں انوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی

ہم ہیں ستارہ زاویاں
افلاک کی شہزادیاں
دکھلاؤ گے جرأت اگر   لاؤ گے اِنسانوں کے سر
دیں گی مُبارک بادیاں
افلاک کی شہزادیاں
رکھے جو بستر کی طلب   وہ جنگ کی سختی سہے
تمثالِ شیرِ پُرغضب   خونریز و درندہ رہے

marfat.com

سینے پہ چڑکے کھاؤ گے

ہم سے گلے مل جاؤ گے

گر بزدلی دکھلاؤ گے

آغوشِ بستر پاؤ گے   اُجڑی ہوئی آبادیاں

ہم ہیں ستارہ زادیاں

افلاک کی شہزادیاں[1]

فوجِ قریش کا جوش و خروش

یہ ٹولی سامنے سے فوج کے گاتی ہوئی نکلی   ستم کرتی ہوئی گذری غضب ڈھاتی ہوئی نکلی
یہ نکلیں جس طرف نالے تھے فریادیں تھیں آہیں تھیں   کماں ابرو تھے ان کے اور تیر ان کی نگاہیں تھیں

---

[1] نحن بنات الطارق   نمشی علی النمارق   مشی القطی البوارق   والمسک فی المفارق
والدر فی المخانق   ان تقبلوا نعانق   ونفرش النمارق   او تدبروا نفارق
فراق غیر وامق۔

ترجمہ۔ ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں، نرم گدیلوں پر چلتی ہیں، جس طرح سفید سفید کبک چلیں، ہماری مانگیں مشک بھری ہیں، گلے میں موتیوں کے ہار ہیں، اگر لڑائی کی طرف رخ کرو گے تو ہم گلے سے لگائیں گی، اور تمہارے لئے نرم بچھونے بچھائیں گی اور اگر منہ پھیرو گے تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی جس طرح کوئی غیر محب جدا ہوتا ہے   (خاتم المرسلین)

یہ افسوں کارگر نکلا یلانِ نامور جھومے
ہُبُل کا نعرہ مارا اور قبضے تیغ کے چومے

ابُو عامر[1] راہب میدان میں

صفیں باندھے کھڑے تھے کفر و دیں میدان کے اندر
قیامت ٹُوٹنے والی ہی تھی اِک آن کے اندر
یہ عالم تھا کہ نِکلا صف سے بدگوہر ابُو عامر
پرکھنے کو چلا اِسلام کا جوہر ابُو عامر
فریبِ راہبیّت کا لباس اُس کے بدن پر تھا
خُدا و مُصطفےٰ پر طعن کافر کے دہن پر تھا
سوا دو سَو غُلامانِ قریش اِس کی مدد پر تھے
یہ ناہنجار اپنے شرک ہی کی خُوئے بد پر تھے
بساطِ جنگ پر شیطان کا بن کر نقیب آیا
مقدّس سانپ فخرِ نوعِ آدم کے قریب آیا
غلاموں کو جمایا پتھروں کے ڈھیر پر اُس نے
یہاں سے لشکرِ توحید پر ڈالی نظر اُس نے

ابُو عامر کی حیرت اور حَسد

اگرچہ مختصر سی فوج تھی محبُوبِ داور کی
شعاعیں اس پہ قرباں تھیں مگر خورشیدِ خاور کی
یہ کُچھ کم سات سو افراد تھے اللہ کے غازی
ادائے فرض کی خاطر کھڑے تھے بہرِ جانبازی

---

[1] سب سے پہلے جس نے آغازِ جنگ کیا فاسق ابُو عامر راہب تھا جو مدینے ہی کے قبیلہ اوس کا ایک فرد تھا اور [illegible] کرکے آیا تھا کہ تمام قبیلے کو محمدؐ کے خلاف کردوں گا۔ یہ دو سو سے زیادہ عبید یعنی غلامانِ قریش لیکر میدان میں آگیا۔
(طبقات ابن سعد، طبری، کامل [illegible]

مہاجر بھی نظر آتے تھے اور انصار بھی ان میں — کھڑے تھے اوس و خزرج کے بڑے سردار بھی اِن میں
کبھی اِک دُوسرے کو قتل کرنے میں قسائی تھے — مگر اب یہ نظر آیا کہ باہم بھائی بھائی تھے
کبھی اِک دُوسرے کی جان لینے پر تھے آمادہ — مگر اب دُوسرے پر جاں دینے کو تھے استادہ
انہیں مِل بیٹھنے پر آج مائل کر دیا کِس نے — اِنہیں یک قالب و یک جان و یک دل کر دیا کِس نے
یہ جلوہ دیکھ کر جی جل گیا، طیش آ گیا اس کو — اخوّت کا یہ منظر شیر بن کر کھا گیا اُس کو
دلِ تاری میں خفّت نے غضب کی آگ بھڑکائی — دُھواں بن کر خباثت چہرۂ تاریک پر چھائی
فریبِ پارسائی کے دہن پر شیطنت بولی — مخاطب ہو کے اُس نے اَوس والوں سے زباں کھولی

ابُو عامِر کی تقریر[1]

ابُو عامِر ہُوں مَیں اے میرے بچّو میرے فرزندو — مری اِک بات سُن لو جنگ سے پہلے خردمندو
مُجھے پہچانتے ہو، میرا رُتبہ جانتے ہو تُم — زباں سے کُچھ کہو، دل میں تو مُجھ کو مانتے ہو تُم
تمہارے درمیان رہتا تھا مَیں کیسے بھلے تم تھے — زمانہ تم سے دبتا تھا، کُچھ ایسے مَن چلے تم تھے
عرب کترا کے چلتے تھے مِرے یثرب کی بستی سے — کہ ڈرتے تھے تمہارے سایۂ تیغِ دو دستی سے

---

[1] ابو عامر غلاموں کے ساتھ سب سے پہلے میدان میں آیا۔ اور اوس والوں کو مخاطب کر کے بولا "اے میری قوم میں ابو عامر ہوں" اور کہا میری غیر حاضری میں قوم کو بڑی مصیبت کا سامنا ہوا ہے"۔ (رشاد الحکمۃ)

اگرچہ کُشت و خُوں تھا اوس و خزرج کے گھرانے میں[1] ۔ مگر اک دھاک تھی بیٹھی ہوئی سارے زمانے میں
تُم اپنے گھر میں مرنے مارنے سے جب نہ ڈرتے تھے ۔ بہادر جان کر اغیار بھی پرہیز کرتے تھے
تُم آپس میں جو لڑتے تھے یہ خصلت تھی دلیروں کی ۔ کہ مِل کر بیٹھنا عادت نہیں ہوتی ہے شیروں کی
مگر افسوس تُم نے اپنی خصلت کو بدل ڈالا ۔ تمہیں بُزدل سمجھ لیتا ہے اب ہر دیکھنے والا
کبھی تم شیر تھے، اب بھیڑ بکری ہو گئے ہو تم ۔ تمہیں کیا ہو گیا، کیوں جاگتے میں سو گئے ہو تم
ہمارے وقت میں کوئی نمازی تھا نہ صائم تھا ۔ تمہارے ساتھ میں تھا اور تمہارا رُعب قائم تھا
سبق جس نے پڑھایا ہے تمہیں صُلح و اخوت کا ۔ حقیقت میں وہ دشمن ہے تمہارے زور و قوت کا
نتیجہ دیکھ لو، بھیڑوں کا گلّہ جان کر تُم کو ۔ ضعیف و بے کس و بے بال و پر گردان کر تم کو
عرب کے لوگ اِس بستی پہ حملے کر کے آتے ہیں ۔ تمہیں ہر مرتبہ ٹھوکر لگاتے ہیں جگاتے ہیں
مگر تم ہو کہ اِس افتاد کو رحمت سمجھتے ہو ۔ محمدؐ کی زباں کو آیۂ رحمت سمجھتے ہو
نبی نے سی مرے تُم نے بہت سے رنج اُٹھائے ہیں ۔ قتالِ بدر میں اکثر بہادر کام آئے ہیں
یہاں بھی آج اِک بھاری مُصیبت آنے والی ہے ۔ قریشی فوج تم پر موت بن کر چھانے والی ہے

---

[1] اوس و خزرج اگرچہ ایک ہی خاندان سے تھے لیکن عرب کی فطرت کے مطابق ان میں خانہ جنگیاں تھیں اور آپس میں خونریز لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ رسُول اللہ نے ان میں صلح و صفا کی بنیاد ڈالی اور اسلام نے ان کی خانہ جنگی ختم کی
(مصنف)

تمہارا ان سے جھگڑا کوئی ذاتی ہے نہ آبائی پرائی آگ میں جلنا کہاں کی ہے یہ دانائی
تم اپنا گھر سنبھالو اور خبر لو کام دھندوں کی کہ طالب ہے قریشی قوم اپنے بھائی بندوں کی
بہت کافی ہے جو تم دے چکے ہو میہمانوں کو نصیحت میری مانو اب بچا لو اپنی جانوں کو
میں تم کو قتل ہونے سے بچا لینے کو آیا ہوں تباہی کی نگاہوں سے چھپا لینے کو آیا ہوں
بس تم چل کے اپنے شہرِ عالیشان کے اندر وہ باہم فیصلہ کر لیں گے خود میدان کے اندر
مجھے امید ہے تم اس نصیحت کو نہ ٹالو گے گھروں میں جا کے اپنے بال بچوں کو سنبھالو گے
وہ دشمن ہے جو تم کو اس طرح میداں میں لاتا ہے تمہارا دوست تم کو موت کے منہ سے بچاتا ہے

انصار کا جواب

ابو عامر کی یہ تقریر تھی اک دامِ صیّادی گوارا کر نہیں سکتی تھی جس کو روحِ آزادی
مسلماں جانتے پہچانتے تھے اس کی عیاری اب اس تقریر سے بھی کھل گئی راہب کی مکاری
اتر آیا تھا یہ شیطان پھر فرسودہ گھاتوں پر ہنسے انصار اس بیہودہ کی بیہودہ باتوں پر
حدِ برداشت سے جب یاوہ گوئی بڑھ چلی اس کی جوابِ صاف نے آخر مٹا دی بے کلی اس کی
جواب اک فقرہ تھا لیکن بڑی ہی جامعیت کا یہ اک اظہار تھا صدق و صفا و حسنِ نیّت کا

کہا انصار نے لَا مَرْحَبَا مردود، لَا اَھْلاً "کوئی مونس نہ ہو تیرا جہاں میں او خدا دشمن"[1]
کہا انصار نے جس دم یہ فقرہ یک زباں ہو کر اُڑا جامہ فریبِ دوستی کا دھجیاں ہو کر
اِسی فقرے نے اس کی صُورتِ اصلی عیاں کر دی اُتارا زاہدِ مکّار نے ملبوسِ ہمدردی
بھنویں سُکڑیں بھنچے لب نتھنے پھولے پھٹ گئے دیدے پھر اُس سمت جس جانب کھڑے تھے اُس کے گرویدے
چڑھا ایسا مزاجِ راہبِ کم ظرف کا پارا اُٹھا کر ایک پتھر لشکرِ اسلام پر مارا[2]
غُلاموں نے بھی کی تقلید راہب کے اشاروں کی تواضع پتھروں سے کی گئی سجدہ گزاروں کی
اُحُد کی جنگ کا آغاز تھا اِس سنگ باری سے فلک حیران تھا اہلِ زمیں کی بدقماری سے

پتّھر کا جواب پتّھر، ابُو عامر کا فرار

اچانک یُوں جو پتّھر لشکرِ اسلام پر برسے جواب اسلام کو دینا پڑا پتّھر کا پتّھر سے
مقابل سے جُونہی چوٹیں چلیں گھبرا گئے بُزدل نہ لائے تاب اِک ساعت میں مُنہ کی کھا گئے بُزدل
جو پہلے چھیڑ کرتے ہیں وہی مغلوب رہتے ہیں "کلوخ انداز را پاداشِ سنگ است" اِس کو کہتے ہیں

---

[1] انصار نے ابو عامر کے ہفوات سن کر صرف اتنا کہا۔ لا مرحبا بک ولا اهلاً یعنی تجھ کو فراخی دست نصیب نہ ہو اور تیرا کوئی مونس نہ ہو۔ (طبری و کامل ابن اثیر)

[2] ابو عامر پہلا شخص تھا جس نے حرب و ضرب کی بنا ڈالی۔ اس کے ساتھ غلامانِ قریش تھے۔ اور یہ سب مسلمانوں پر پتھر پھینکنے لگے۔ (کامل۔ ابن اثیر)

بچا کر اپنی جانیں کوئی پیچھے اور کوئی آگے   ابو عامر اور اس کے ساتھ والے سب کے سب بھاگے
بظاہر مضحکہ انگیز تھا یہ طرفہ نظارا   صفِ اسلام نے لیکن نہ اس پر قہقہہ مارا[1]

مزاجِ کفر و ایماں کی یہی تو حدِ فاصل تھی
کہ دشمن کی ہزیمت سے بھی عبرت اِن کو حاصل تھی

غُلامی

غُلامی میں بشر غیرت پہ قائم رہ نہیں سکتا   ثبات و صبر سے کوئی مُصیبت سہہ نہیں سکتا
غُلامی میں بشر عزّت کے معنی بھول جاتا ہے   پہن کر طوقِ لعنت کا خُوشی سے پھُول جاتا ہے
غُلامی سربلندی کے نتائج سے ڈراتی ہے   زمیں پر پیٹ کے بل رینگنے کا گُر سکھاتی ہے
غُلامی دیکھتی ہے خوفِ جاں ہر عزم کے اندر   ہراساں بزم کے اندر، گریزاں رزم کے اندر
غُلامی میں ارادے پختگی پیدا نہیں کرتے   دلوں کو حُسنِ استقلال پر شیدا نہیں کرتے
غُلامی آدمی سے آدمیت چھین لیتی ہے   عمل دیتی ہے لیکن حُسنِ نیّت چھین لیتی ہے
غُلامی ذوق کی قاتل، غُلامی فکر کی دشمن   عدُوئے خُود شناسی اور خُدا کے ذکر کی دشمن

---

[1] مسلمانوں نے پتھر کے جواب میں پتھری مارنے پر اکتفا کی ایک ساعت پتھر چلے۔ ابو عامر اور اس کے ساتھی عبید (غلام) بھاگ گئے (طبری)

marfat.com

غُلامی عقل سے خالی، غُلامی عشق سے عاری
غلامی طالبِ آرام جویائے ہوس کاری
جہادِ زندگی میں خنجرِ جلّاد کے ڈر سے
غُلام اپنی ہی گردن کاٹتے ہیں اپنے خنجر سے
غُلامی کی نگاہیں ماورائے شک نہیں جاتیں
اُلجھ پڑتی ہیں پردوں سے حقیقت تک نہیں جاتیں
غُلامی اپنے ہاتھوں اپنی زنجیریں بناتی ہے
پہن کر پھر یہ زیور ناچتی ہے اور گاتی ہے

کرائے کا سپاہی

کرائے کا سپاہی موت کے سائے سے ڈرتا ہے
یہ اکثر مرتبہ مرتا ہے اور بے موت مرتا ہے
کرائے کا سپاہی پیشہ ور جلّاد ہوتا ہے
غُلامِ زر، شہیدِ ذوقِ استبداد ہوتا ہے
نہیں ہوتا ہی اس کے دل میں جذبہ جاں نثاری کا
مثال اس کی ہے ایسی جس طرح کتّا شکاری کا
یہ صیدِ نرم کے پیچھے بڑی گرمی دکھاتا ہے
مقابل شیر آجائے تو اکثر دُم ہلاتا ہے
اِسی صُورت غُلامانِ قریش آئے تھے لڑنے کو
بزعمِ خویش گویا بھیڑ بکری کے پکڑنے کو
مقابل میں نظر آئی جو صُورت ان کو شیروں کی
ہُوئی سرد ایک ہی جھپکی میں گرمی ان دلیروں کی

marfat.com

ابوعامر کا فرزند حنظلہؓ[1]

ابوعامر کا بیٹا حنظلہؓ مردِ مسلماں تھا   یہ غازی بھی اُحد کے دن شریکِ اہلِ ایماں تھا
یہ قِصہ پاک کرنا چاہتا تھا اُس فسادی کا   مگر پابند تھا مردِ مجاہد حکمِ ہادیؐ کا
اجازت کی طلب میں وہ رُخِ رحمت کو تکتا تھا   پسر لیکن پدر پر ہاتھ اُٹھاتے ہو نہ سکتا تھا
اسی دستور کی ہر جنگ میں رحمت تھی گرویدہ   پسر کے ہاتھ سے قتلِ پدر تھا ناپسندیدہ

رسالت کا احسان

مُسلماں ان کو دھر سکتے تھے تیروں کے نشانوں پر   مگر ہادیؐ کو آیا رحم اِنسانوں کی جانوں پر
نہیں تھے ذوقِ آزادی سے بہرہ مند بیچارے   کہ آقاؤں کی مرضی ہی کے تھے پابند بیچارے
نہ کرنا چاہتے تھے قتل آں عالی جنابؐ ان کو   لہٰذا پتھروں ہی سے دیا ان کا جواب ان کو
پڑا چھو' سا اِک پتھر ابوعامر کی چھاتی پر   ذہن نے چیخ ماری اُس کے دل کی بے ثباتی پر

---

[1] ابوعامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ لیکن اس کے صاحبزادے حنظلہؓ اسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے باپ کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی لیکن رحمتِ عالم نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ (سیرت النبی)

بڑی تیزی سے راہب کی زباں پر گالیاں آئیں
غلاموں نے نہ راہیں بھاگ جانے کے سوا پائیں
سراسیمہ، ہراساں، ہانپتے، چوٹوں کو سہلاتے
پلٹ کر دیکھتے، اِک دُوسرے کی ٹھوکریں کھاتے
غُلامانِ قریش اپنی صفِ لشکر میں جا پہنچے
بڑی راحت مِلی، زندہ سلامت گھر میں آ پہنچے

آقاؤں کی بے دردی

قریشی فَوج نے دیکھی جو نامردوں کی نامردی
سب اُن کو گالیاں دینے لگے از راہِ بیدردی
بھگوڑے سامنے پہنچے جو اپنے اہلِ لشکر کے
اُڑائی اُن کے سر پر خاک سب نے مُٹھیاں بھر کے
ہنسی اُڑتی تھی جس جانب کو بھاگے تھا اَبُو عامر
ندامت پیچھے پیچھے آگے آگے تھا اَبُو عامر
قریشی فوج اس رنگِ ہزیمت سے تھی کھسیانی
مُسلمانوں کا دل بڑھنے سے تھی ان کو پریشانی
بہادر بھی نرالے، شان بھی اُن کی نرالی تھی
کوئی ہنستا تھا اُن پر اور کسی کے لب پہ گالی تھی

علمبردارِ قریش کا طیش

علمبردار طلحہ ہو گیا غصّے میں دیوانہ
مخاطب فَوج سے ہو کر پکار اُٹھا دلیرانہ[1]

---

[1] طلحہ علمبردارِ قریش پکارتا تھا کہ خود لڑنے کو بڑھو۔ غلاموں نے کبھی قتال نہیں کیا اور نہیں کر سکتے۔ ان کو لشکر گاہ کی نگہبانی پر مقرر کیا جائے۔ (رشاد [illegible])

marfat.com

دلیرانِ قریش اپنے غُلاموں کو نہ لڑواؤ
قصُور ان کا نہیں ہے بیوقوفو ہوش میں آؤ
غُلاموں کو محاذِ جنگ پر بھیجا ہی کیوں تُم نے
مُسلمانوں کو سمجھا تھا مگر صیدِ زبُوں تُم نے
یہ ساری بیوقوفی تھی سپہ سالار صاحب کی
ابُو عامر کے دھوکے میں مٹا دی آبرو سب کی
یہ خدمتگار بیچارے قتال و جنگ کیا جانیں
غنیمت ہے یہی میداں سے لے کر آگئے جانیں
ٹھہر سکتے نہیں میدان میں ٹٹُو کرائے کے
بچارے بے زباں ہیں بیل ہیں بچھڑے ہیں گائے کے
یہ زندہ آگئے ہیں دشمنوں کی مہربانی سے
اِنہیں چھوڑو، بھلا کیا فائدہ اب آناکانی سے
اِنہیں چھوڑو، تمہیں بدلہ مُسلمانوں سے لینا ہے
وطن والوں سے اور یثرب کے دہقانوں سے لینا ہے
وہ بدلا سامنے ہے آج بچ کر جا نہیں سکتا
محمدؐ آج کوئی مُعجزہ دکھلا نہیں سکتا
تمہاری فصل ہے تیار آؤ کاٹ کر دھر دیں
بڑھو، آؤ، مُسلمانوں کا یکسر خاتمہ کر دیں
ابُوسفیاں تم اس راہب کی صُورت دیکھتے کیا ہو
یہ بیچارہ تو ہے مٹّی کی مُورت دیکھتے کیا ہو
بہت بیتاب ہیں قرشی بہادر جنگ کرنے کو
ہیں تیغیں منتظر رُوئے زمیں گُلرنگ کرنے کو
اجازت دو کہ اب لشکر بڑھے چھوڑو یہ تقریریں
بہادر کے لئے ہیں ننگ چالیں اور تدبیریں

طریقِ بُزدلانہ اب سہا جاتا نہیں مُجھ سے
جو چاہے وہ رہے چُپکا رہا جاتا نہیں مُجھ سے

marfat.com

بابِ ششم

کُفر و اِسلام کی باقاعدہ جنگ

حق کی اقلیّت باطل کی اکثریت پر غالب

علمبردارِ قریش کا اقدامِ میدان

بڑھا غصّے میں طلحہ لشکرِ اسلام کی جانب
بُرا آغاز چل نکلا بُرے انجام کی جانب
عَلَم کے سائے میں آگے بڑھے اب فوج والے بھی
صفیں جنبش میں آئیں نکلے پیدل بھی رسالے بھی
اُدھر خورشیدِ عالمتاب بامِ کوہ پر آیا
اِدھر تیغوں کے دامن نے کیا میدان پر سایا
اُدھر سنگیں چٹانوں پر شعاعیں دھوپ کی چھائیں
اِدھر جوش و تحمّل کی نگاہیں اُٹھ کے ٹکرائیں

marfat.com

طلحہ کی مبارِز طلبی

ابُوسفیاں کے دِل میں تو یہی تھا آج منصُوبہ   کہ ہو جائے اِسی ریلے میں شکلِ جنگ مغلُوبہ
مُسلمانوں کی قلّت کو یہ کثرت گھیر کر مارے   کوئی بچ کر نہ جائے کھیت میداں میں رہیں سارے
مگر روکا اِنہیں، ان کے علمبردار طلحہ نے   کیا پُر شور نعرہ کھینچ کر تلوار طلحہ نے
ٹھہر جاؤ، مُجھے اپنا ہُنر تو آزمانے دو   مُسلمانوں کے چیدہ پہلوانوں کو بلانے دو
صفیں مضبُوط رکھّو، اور تماشا دیکھتے جاؤ   گراتا ہُوں ابھی لاشے پہ لاشا دیکھتے جاؤ

رُکی فوجِ قریشی اور آگے بڑھ گیا طلحہؔ
غرور و ناز کا اِک اور زینہ چڑھ گیا طلحہؔ

طلحہ کا اِسلامی عقائد پر تمسخر

بالآخر اِک جگہ اپنے قدم کو اس نے ٹھہرایا   مُسلمانوں کی جانب دیکھ کر جھنڈے کو لہرایا
زرہ سینے کی، سر کا خود، چہرے کا جھلم چمکا   عَلَمبردار کا سارا بدن زیرِ عَلَم چمکا
پکارا اے مُسلمانو! مُجھے پہچانتے ہو تُم   مَیں طلحہ ہُوں! عَلَمبردار، سب کُچھ جانتے ہو تُم

marfat.com

مَیں آیا ہُوں کہ تُم کو گلشنِ جنّت میں پہنچا دوں
گلستاں کی کرا دُوں سیر اور حُوروں سے ملوا دُوں
کسی کافر کے ہاتھوں سے شہادت تُم جو پاؤ گے
تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ تُم جنّت میں جاؤ گے
وہ جنّت جس میں حُوریں منتظر ہیں ہر مُجاہد کی
وہی جنّت جو بزمِ عیش ہے ہر خشک لب کی
اگر کافر کو تُم نے مار ڈالا جنگِ باہم میں
تو وہ مرتے ہی سیدھا جائے گا قعرِ جہنّم میں
جہنّم جس میں کافر آگ کی بستی میں بستے ہیں
جہنّم جس میں اِنسانوں کو زہری سانپ ڈستے ہیں
جسے جنّت کی خواہش ہو وہ میرے سامنے آئے
مُجھے دوزخ میں بھیجے یا سُوئے جنّت چلا جائے
بہت مُشتاق ہُوں میں دوستو دوزخ میں جانے کا
مری آتش مزاجی کو ہے لپکا آگ کھانے کا[1]

مُسلمانوں کا ضبط

یہ طعنِ سُوقیانہ اور طرزِ اشتعال اس کی
یہ گُستاخانہ اِستہزا یہ آنکھیں لال لال اس کی
یہ نمرودی نمُود اس کی یہ اندازِ خطاب اس کا
مُسلماں بجز جوابِ تیغ کیا دیتے جواب اس کا
اُٹھا سینوں میں شُعلہ ہر طرف احساسِ غیرت کا
مگر آئینِ ربط و ضبط آئینہ تھا حیرت کا

---

[1] مشرکین کا علمبردار طلحہ بن عثمان بڑھ کے آگے آیا اور پکارا اے اصحاب محمدؐ تمہارا اعتقاد ہے کہ تمہاری تلواریں ہمیں دوزخ میں اور ہماری تلواریں تمہیں جنّت میں پہنچا دیتی ہیں۔ کون جنّت کا مشتاق ہے کہ میری تلوار اس کی آرزو پوری کرے
(سیرۃ النبی اور خاتم المرسلین)

شہادت کی طلب میں غازیانِ شیر دل جھومے — نبیؐ کی سمت دیکھا اور قبضے تیغ کے چومے
حرارت بڑھ گئی کچھ اور بھی قلبِ مسلماں میں — نکلنا چاہتا تھا ہر مجاہد بڑھ کے میداں میں

علیِ المرتضیٰؓ کا جوشِ جہاد

رسول اللہ کے روئے مبارک پر تبسم تھا — زباں خاموش تھی لیکن نگاہوں میں تکلم تھا
مجاہد منتظر تھے، بخت کس خوش بخت کا جاگے — کہ اتنے میں علی المرتضیٰؓ صف سے بڑھے آگے
نگاہِ مصطفیٰ سے مرتضیٰ نے حوصلہ پایا — محبت نذر گزرانی، محبت ہی صلہ پایا
پئے تعظیم جھک کر اور ہادیؐ کی رضا لے کر — بڑھے شیرِ خدا میدان میں نامِ خدا لے کر[1]

نہ سینے پر زرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا
فقط تلوار تھی، تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا

علیؓ اور طلحہ

جہاں طلحہ کھڑا تھا مستعد، تیار و آمادہ — ہوئے اُس کے مقابل شاہِ مرداںؓ جا کے استادہ

---

[1] طلحہ بن عثمان کے مقابلہ کے لئے حضرت علیؓ نکلے۔ (طبری)

کہا طلحہ نے اے میرے عزیز ابنِ ابی طالبؓ   یہ تم پر شوقِ جنت ہو گیا کیوں اِس قدر غالب!
جوانی میں ہُوا کرتی ہے یہ دُنیا بہت پیاری   تعجب ہے تمہیں دُنیا سے کیوں ہے اِتنی بیزاری
بہر صُورت نہیں تُم کو پسند آئینِ دُنیا کے   تو مجھ کو بھی خُوشی ہو گی تمہیں جنت میں پہنچا کے
سنبھل جاؤ، سنبھالو تیغ، میرے سامنے آؤ   کرو خُود سیرِ جنت یا مجھے دوزخ میں پہنچاؤ
تبسم زیرِ لب فرما کے حیدرؓ نے یہ فرمایا   ہمارا وقت ابھی دنیا سے جانے کا نہیں آیا
مگر ہاں مُضطرب ہے تُو بہت دوزخ میں جانے کو   کہ رُوحیں جانتی ہیں اصل میں اپنے ٹھکانے کو
دِکھا طلحہ دکھانا ہے اگر کوئی ہنر مجھ کو   کہ جانا ہے پھر اپنی منزلِ مقصود پر مجھ کو
علیؓ کی بات سُن کر طیش سے تھرا گیا طلحہ   لگی ایسی کہ تاؤ اور بھی اب کھا گیا طلحہ
کہا، غصہ دلاتی ہے یہ تیری گفتگو مجھ کو   یہ تیرا حوصلہ، پہنچائے گا دوزخ میں تُو مجھ کو

کہا مولیٰ علیؓ نے، ہاں یہی میرا ارادہ ہے
تسلی رکھ تری خاطر درِ دوزخ کشادہ ہے

علیؓ اور طلحہ کی شمشیر بازی

کیا بند اب تو غصے میں لبِ تقریر طلحہ نے   جمایا پینترا اور کھینچ لی شمشیر طلحہ نے

مثالِ ابر گرجا، تیغ بجلی کی طرح چمکی
نگاہیں جم گئیں اِس جنگ پر مردانِ عالم کی
اُدھر تھیں کفر کی اپنے علمبردار پر آنکھیں
اِدھر ایماں کی رُوئے حیدرِ کرّار پر آنکھیں
چڑھا تھا نشہ کافر کو شرابِ کبر و مستی کا
کیا فرقِ علیؓ پر وار شمشیرِ دو دستی کا

گری تدبیر مُنہ کھولے ہُوئے تقدیر کے سر پہ
یداللہ نے لیا شمشیر کو شمشیر کے سر پر

اُدھر تھا زورِ باطل اور شیطاں کی ہوا خواہی
اِدھر سینہ سپر ہو کر لڑی تیغِ یدُ اللّٰہی
بہم دست و گریباں تھیں حق و باطل کی شمشیریں
اُدھر شیطاں کی تاویلیں، اِدھر قرآں کی تفسیریں
تزلزل تھا فضا میں ہَول کی صُورت ہویدا تھی
ہوا میں اک نرالے ساز کی آواز پیدا تھی
جُدا ہو ہو کے ملتی تھیں گلے یہ تیز تلواریں
کہ جیسے سان پر رہ رہ کے اُٹھتی ہوں نئی دھاریں
علمبردار تھا مغرورِ پختہ کاریٔ فن پر
تسلّی تھی کہ مغفر سر پہ چار آئینہ ہے تن پر
سمجھتا تھا ابھی کم عُمر ہے ابنِ ابی طالبؓ
توقع تھی کہ بس چھا جاؤں گا آجاؤں گا غالب
حقیقت سے مگر ناداں رکھتا تھا نہ آگاہی
کہ اس کی پیش دستی کے مقابل تھی یدُ اللّٰہی
سنبھلنے کے لئے مہلت نہ دیتا تھا وہ دم بھر کی
مگر اُلجھاؤ سے اِک بار نکلی تیغ حیدرؓ کی
اُٹھی اُٹھ کر کھنچی کھنچ کر گری لوہے کے مغفر پر
یہ مغفر کٹ گیا، آئی ہُوئی اب آ گئی سر پر

marfat.com

سرِ خودسر کو توڑا جو کا تا حلق سے نکلی[1] صدائے اَلْحَذَر ہر سو زبانِ خلق سے نکلی
اُٹھا عرشِ مُعلّٰی کی طرف چہرا پیمبرؐ کا زبانِ پاک سے نعرہ اُٹھا اللہ اکبر کا[2]
اُٹھا اِک غلغلہ تکبیر کا اللہ والوں میں سمایا ہول قرشی پیدلوں میں اور رسالوں میں

طلحہ کی برہنگی اور علیؓ کی حیا اور مروت

ابھی میدان میں آیا تھا قاتل کی طرح طلحہ ابھی اِس خاک پر تھا مرغِ بسمل کی طرح طلحہ
برہنہ پُشت پر سے ہو گئی تھی لاش خودسر کی نظر اس رنگ سے آئینہ عبرت تھی حیدرؓ کی
حیا پرورده آنکھیں جھک گئیں دشمن کی ذلت پہ[3] عَلَم اُس کا اُٹھایا ڈال دی مجروح پر چادر
عدو بھی ہو نہ بے پردہ عجب احساس تھا دل میں خُدا کا خوف تھا دل میں نبیؐ کا پاس تھا دل میں

---

[1] علیؓ نے چابک دستی سے ایک ایسی ضرب طلحہ کے سر پر لگائی۔ تلوار اس طرح گری کہ اس کے سر میں اتر گئی یہاں تک کہ سر اس کا ریش اور ذقن تک دو پارا ہو گیا (ارشاد الحکمۃ)

[2] حضرت علیؓ نے طلحہ پر ایسی تلوار ماری کہ سر سے سینہ تک اتر گئی۔ اس دم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرمایا۔ (تاریخ العمران)

[3] علی المرتضیٰؓ نے اسے برہنہ دیکھ کر رحم فرمایا۔ اس پر اسی کے جھنڈے کا دامن ڈال کر چلے آئے۔ ایسی حالت میں کچھ اس میں جان باقی تھی۔ واپسی پر بغیر قتل کئے واپس آنے کا سبب پوچھا گیا تو علیؓ نے کہا مجھے اس کی برہنگی سے شرم معلوم ہوئی مگر اس ضرب سے خدا اس کو ضرور دوزخ تک پہنچائے گا (ارشاد الحکمۃ)

دو لشکر کر رہے تھے اس جوانمردی کا نظارہ
کہ بسمل پر دوبارہ ہاتھ حیدرؓ نے نہیں مارا
سبق دے کر نگاہوں کو نگاہِ پردہ پوشی سے
شہِ مرداں پلٹ آئے سوئے لشکر خموشی سے
اِدھر تکبیر تھی زیبِ زبانِ پاکِ پیغمبرؐ
عَلَم اسلام کا لہرا رہا تھا فرقِ اقدس پر
لگاتے لشکرِ توحید نے تائید کے نعرے
فضا میں بس گئے اللہ کی توحید کے نعرے

قریشی فوج کا غضبناک حملہ

قریشی فوج پہلے ہی سے تھی غصے میں دیوانی
ہوئی تازہ ندامت سے تو اب کچھ اور کھسیانی
صفوں میں رہ سکی قائم نہ ربط و ضبط کی صورت
جنوں بن کر نمایاں ہو گئی اب خبط کی صورت
غضب کے غیظ کے غصے کے نعرے ہر طرف گونجے
صدائے دف اٹھی نقارخانے صف بصف گونجے
بڑھے تیر و کماں لے لے کے پیدل بھی رسالے بھی
مگر تھے مستعد بہرِ قتال اللہ والے بھی

اٹھی خاکِ زمیں یک بار قصدِ آسماں لے کر
مسلمانوں کی قلت پر ضعیفی کا گماں لے کر

اسلام کا جھنڈا

صفِ اول پہ تھے تشریف فرما ہادیٔ اکرم   ہوا کو دے رہا تھا جُنبشیں اِسلام کا پرچم
یہ جھنڈا تھا خُدا کا، مُصطفٰے کا اور قرآں کا   مٹانے آیا تھا نام و نشاں فرعون و ہاماں کا
یہ جھنڈا تھا جہادِ فی سبیل اللہ کا جھنڈا   یہ جھنڈا تھا شہنشاہوں کے شاہنشاہ کا جھنڈا
یہ جھنڈا خاکیوں پر نُور برسانے کو آیا تھا   سرِ مخلوق پر یہ رحمتِ باری کا سایا تھا
شریفوں نے بنایا تھا، شریفوں کی حمایت میں   ضعیفوں نے اُٹھایا تھا ضعیفوں کی حمایت میں
یہ جھنڈا آدمی کو اَمن کا پیغام دیتا تھا   مساوات و اُخوت کی صلائے عام دیتا تھا
یہ جھنڈا تھا زمانے میں نشانِ ظلِّ الٰہی کا   اسے دعوٰی تھا بہرِ دو جہاں عالم پناہی کا
غُلاموں اور مزدوروں کی خاطر جنگ کرنے کو   زبانِ محنت و سرمایہ ہم آہنگ کرنے کو

رسالت کے سرِ اقدس پہ لہراتا ہُوا پرچم
شعاعیں نُورِ ربانی کی برساتا ہُوا پرچم

marfat.com

جھنڈے کا گیت

نامِ خُدا کا جھنڈا
پیغامِ خُدا کا جھنڈا
یہ جھنڈا ایمان کا جھنڈا   قرآنی فرمان کا جھنڈا
سب سے اُونچی شان کا جھنڈا
نامِ خُدا کا جھنڈا   پیغامِ خُدا کا جھنڈا

مال سے پیارا جان سے پیارا   دل کا نُور آنکھوں کا تارا
دو جگ میں عزّت کا سہارا
نامِ خُدا کا جھنڈا   پیغامِ خُدا کا جھنڈا

ظالم کا دل پھٹ جاتا ہے   ظُلم کا بادل چھٹ جاتا ہے
جب میدان میں ڈٹ جاتا ہے
نامِ خُدا کا جھنڈا   پیغامِ خُدا کا جھنڈا

لہرائے گا اَوج کے اُوپر   دریا کی ہر مَوج کے اُوپر
میداں کی ہر فَوج کے اُوپر
نامِ خُدا کا جھنڈا   پیغامِ خُدا کا جھنڈا

اِس کا پرتَو پڑ جاتا ہے   غازی رَن میں اڑ جاتا ہے
جب دھرتی پر گڑ جاتا ہے
نامِ خُدا کا جھنڈا   پیغامِ خُدا کا جھنڈا

نارِ تعصّب سَرد کرے گا   کوہِ سِتم کو گرد کرے گا
رنگِ حسَد کو زرد کرے گا
نامِ خُدا کا جھنڈا   پیغامِ خُدا کا جھنڈا

او ظالم، مغرور، ستمگر!   دیکھ مُسلمانوں کا لشکر!
لہراتا ہے جس کے سر پر
نامِ خُدا کا جھنڈا   پیغامِ خُدا کا جھنڈا!

یہ جھنڈا مزدور کا حامی   مظلوم و مجبور کا حامی
نار کا دشمن نور کا حامی
نامِ خدا کا جھنڈا   پیغامِ خدا کا جھنڈا

قریش کا عام دھاوا

مسلمانوں کی تیر افگنی

بڑھی فوجِ قریشی جب برائے جنگِ مغلوبہ   رسول اللہ پر ظاہر ہوا باطل کا منصوبہ
صحابہؓ سے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا   ابھی ٹھہرو، تمہارا وقت بڑھنے کا نہیں آیا
خدا کے فضل سے تیر افگنی کے ہو دھنی تم بھی   کرو تیر افگنوں کے سامنے تیر افگنی تم بھی
نہ کھاؤ خوف کثرت سے نہ ہو آزردہ قلت پر   شکست و فتح ہے موقوف استقلالِ ملت پر
برائے جنگ ایمائے امامِ انس و جاں لے کر   ہوئے اللہ کے بندے مستعد تیر و کماں لے کر
قریشی فوج کیا تھی ایک آندھی بڑھتی آتی تھی   بلند و پستِ وادی پر اترتی چڑھتی آتی تھی
بالآخر لاشۂ طلحہ پہ آپہنچے یہ دیوانے   لگے بے ساختہ کچھ بازمینہ تیروں کا برسانے
مگر دینا پڑا جلد اپنی تندی کا حساب اِن کو   لبِ سوفار سے ملنے لگا اِن کا جواب اِن کو

سزا پانے لگے ظالم مُسلمانوں کے ہاتھوں سے
قضا پیدا ہوئی مظلوم انسانوں کے ہاتھوں سے
کماں کھنچتے ہی بسم اللہ کی آواز آتی تھی
فضا میں بے تحاشا ایک بجلی کوند جاتی تھی
کمانوں سے اِدھر ہوتی تھی پیدا ایک آہٹ سی
سنائی دیتی تھی یک دم پروں کی سنسناہٹ سی
فرشتے موت کے تیروں کو رکھ کر اپنے شانوں پر
بیک جنبتِ نظر لے کے جاتے تھے نشانوں پر
قریشی حملہ آور زخم کاری کھا کے گرتے تھے
پیادے چیخ کر اور گھڑچڑھے لہرا کے گرتے تھے
مُسلمانوں[۱] کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا
دلوں میں بیٹھتا تھا یا کلیجوں میں سماتا تھا
ہوا میں گونجتا تھا شور و شیون اہلِ باطل کا
نظر آتا تھا منظر ہر طرف مُرغانِ بسمل کا
قریشی فوج اس دم ہر طرح تیروں کی زد پر تھی
باذن اللہ قضا اللہ والوں کی مدد پر تھی

قریش کی پریشانی اور قریشی عورتوں کی جولانی

دھواں بن کر سلگتی آگ سے چھٹنے لگے دشمن
مقابل موت تھی پیچھے مُڑے ہٹنے لگے دشمن
قریشی پیدلوں نے کھا کے گُھنگٹ اب جو منہ موڑے
زمیں پر آ رہے اسوار، بدکے اِس طرح گھوڑے
قریشی عورتوں نے اب جو مردوں کا سماں دیکھا
جوان و پیر کے چہرے پہ طاری خوفِ جاں دیکھا

---

[۱] بعض تیر اندازوں کا بیان ہے کہ ہم اپنے تیروں کو نشان زد کرتے تھے۔ جو تیر ہم ان کے غول پر چلاتے تھے ہم نے کسی تیر کو نہیں دیکھا کہ وہ زمین پر گرا ہو۔ یعنی کوئی تیر خالی نہ جاتا تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

بڑھیں ان بزدلوں کی بزدلی پر طیش کھا کھا کر
زمیں سر پر اُٹھالی دف بجا کر اور گا[1] گا کر
کسی کے لب پہ گالی تھی، کسی کے منہ میں قسمیں تھیں
انہیں غیرت دلانے کی یہی بیہودہ رسمیں تھیں
دیئے مردوں[2] کو طعنے عورتوں نے اس قیامت کے
قدم اُکھڑے تھے لیکن گڑ گئے مارے ندامت کے
صفیں تیروں کی زد سے ہٹ کے پھر جمنے لگیں آخر
جو بھاگی جا رہی تھیں ٹولیاں تھمنے لگیں آخر

اَبُو شَیبہ کی عَلَمبرداری

مگر حملے کا دل میں حوصلہ پاتا نہ تھا کوئی
عَلَم فوجِ قریشی کا نظر آتا نہ تھا کوئی
عَلَم نے ڈھانک رکھا تھا عَلَمبردار کا مُردہ
اسے بڑھ کر اُٹھائے یہ کسی کا تھا نہ دل گُردہ
اُبو شَیبہ عَلَمبردار طلحہ کا برادر تھا
جواں تھا، پہلواں تھا، صاحبِ ہمّت دلاور تھا
بہت صدمہ تھا اُس کو اپنے بھائی کی ہلاکت کا
کبھی دیکھا نہیں تھا مرحلہ ایسی نزاکت کا
قریشی فوج پر اس وقت اِک سکتہ سا چھایا تھا
عَلَم اب تک کسی نے بھی نہیں جا کر اُٹھایا تھا

---

[1] ہند اور اس کی ساتھ والیاں طبل ودف بجا بجا کر اور گا گا کر لوگوں کو جوش میں لاتی تھیں مردوں کو آمادۂ جنگ کرتی تھیں اور واقعاتِ بدر یاد دلاتی تھیں۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] ان کے ہاتھوں میں سرمہ دانیاں اور سلائیاں تھیں۔ جب ان کے مردوں میں کوئی بھاگتا نظر آتا تو یہ چیزیں پیش کرتیں اور کہتیں سنگار کرو، تم مرد نہیں عورت ہو۔ (رشاد الحکمۃ)

قریشی عورتوں کے طعن سُن کر اُس کو ہوش آیا
عَلَمبردار اب مَیں ہُوں، ابُو شَیبہ کو جوش آیا

نمُودِ نام نے اکسا دیا جُرأت دکھانے کو
ابُو شَیبہ بڑھا میدان سے جھنڈ اُٹھانے کو

نظر آئی سرِ میدان عبرت کی یہ نیرنگی
عَلَم جس دم اُٹھایا، نعشِ طلحہ ہو گئی ننگی

عَلَم اُٹھا تو اُٹھی ساتھ ہی اِک موجِ بیداری
قریشی عورتیں اس دم عَلَم کے گرد تھیں ساری

ابُو شیبہ[1] عَلَم کو لے کے اپنی فَوج میں آیا
قریشی عورتوں نے دف بجائی اور رَجز گایا

ابُو شَیبہ مُبارِز طلب کرتا ہے

ابُو سفیاں نے اِک تقریر کی لشکر کو گرمایا
دلائی عکرمہ کو شرم خالد کو بھی سمجھایا

بڑھا اب پھر یہ لشکر لشکرِ اسلام کی جانب
اُسی باطل ارادے سے اُسی اقدام کی جانب

صفِ کفّار کو پایا جو تیروں کے نشانوں پر
صحابہؓ نے چڑھائے تیر پھر اپنی کمانوں پر

یہ دیکھا تو ابُو سفیاں نے روکا فوج والوں کو
ہٹایا پیدلوں کو آڑ پر رکھا رسالوں کو

مُسلمانوں کا ڈر دیکھا جو پیدل فوج پر غالب
عَلَمبردار ہی بڑھ کر مبارِز کا ہُوا طالِب

---

[1] علمبردار طلحہ کے بعد ابو شیبہ بن عثمان نے مشرکین کا عَلَم اُٹھایا۔ اس کے پیچھے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی تھیں۔ وہ یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا

اِنَّ عَلٰی اَھْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا
اَنْ یَخْضِبَ الصَّعْدَۃَ اَوْ تَنْدِقَّا

علمبردار کا فرض ہے کہ نیزے کو خون سے رنگین کر دے یا وہ ٹکرا کے ٹوٹ جائے۔ (سیرت النبی)

پکار آئیں ابو شیبہ ہوں میں طلحہ کا بھائی ہوں مجھے سب جانتے ہیں سنگدل ہوں اور قسائی ہوں!
علمبردار طلحہ سست رگ تھا خانداں بھر میں نہ تھی وہ شان اس میں چاہیئے جو ایک افسر میں
معمر ہو چکا تھا اور بہرِ حرب ناکارہ علیؓ کے نوجواں ہاتھوں نے اس کمزور کو مارا

مسلمانو! علی کے زورِ بازو پر نہ اتراؤ
اگر کچھ حوصلہ رکھتے ہو میرے سامنے آؤ"

جنابِ حمزہؓ کا اِشتیاقِ شہادت

یہ سن کر شیرِ حق نے جانبِ ہادیؐ نظر ڈالی کہ شاید پھر مجھی کو اذن بخشیں حضرتِ عالی
کہ اِتنے میں جنابِ حضرتِ حمزہؓ نے عجلت سے نکل کر صف سے مانگا اذنِ میداں شانِ رحمت سے
گذارش کی کہ اے سچے رسول اے ہادیٔ کاملؐ جہادِ فی سبیل اللہ میں اک بوڑھا بھی ہے شامل
مدینے میں خبر جس روز اِس حملے کی آئی تھی اُسی دن یہ قسم[1] اِس بندۂ عاجز نے کھائی تھی
کہ جب تک فیصلہ کوئی سرِ میداں نہ ہو جائے جہادِ حق میں یا حمزہؓ کی جاں قرباں نہ ہو جائے
مجھے اس وقت تک منزل کٹھن ہے اپنے جینے کی مجھے سوگند ہے اِس زندگی میں کھانے پینے کی

---

[1] روایت ہے کہ حمزہؓ نے قریش کے حملہ کی خبر سن کر نیت کی تھی کہ جنگ و جہاد و قتال کے بعد روزہ افطار کریں گے جس دن لشکرِ قریش اُحد پر اترا وہ اسی روزے سے صائم تھے۔ اسی صورت میں مقابلہ کیا اور شہید ہوئے (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

مرا روزہ ہے اے محبوبِ باری تیسرے دن سے
نکھولوں گا یہ روزہ جنگ جب تک کر نہ لوں ان سے
مقید ہے مری ہستی تمنّائے شہادت میں
مَیں خود حائل نظر آتا ہُوں آج اپنی سعادت میں
سرِ میدان مُبارز کو ہے زعم اپنی جوانی کا
یہ مَردِ پیری دے گا جواب اِس لن ترانی کا
سہی جاتی نہیں مجھ سے یہ ناشائستہ گفتاری
کہ میرے قلب پر تیغِ زباں کی ضرب ہے کاری
مری جانب سے اب حد ہو چکی ہو بُردباری کی
اجازت دیجئے بہرِ خُدا میدان داری کی

اجازتِ میدان اور حضرت کے تاثّرات

اجازت عَمِّ پیغمبرؐ نے اس انداز سے چاہی
کہ حیرت سے انہیں تکنے لگا نورِ یدُاللّٰہی
صدائے مرحبا و حبذا تھی بر لبِ حیدرؓ
شہادت گاہ کی جانب چلا تھا عمِّ پیغمبرؐ
جلالت دیدنی تھی مُصطفٰے کے عمِّ عالی کی
جمالِ ہاشمی تھا آج اِک صُورت سوالی کی
سوالی کون، اپنی جان دینے کا تمنّائی
سوالی کون، ابُوطالب کا عبدُاللّٰہ کا بھائی
وہ حمزہؓ ناز تھا اہلِ عرب کو جس کی طاقت پر
فدا ہونے چلا تھا اب بھتیجے کی صداقت پر
رسُولِ پاک کے چہرے سے اِک رقّت نمایاں تھی
یہ وہ رحمت تھی جس کی کوئی غایت تھی نہ پایاں تھی
نگاہیں مُضطرب ہلکا تبسّم رُوئے زیبا پر
تصوّر مُطمئن تھا رفعتِ عرشِ معلّٰی پر

ہوا ارشاد اے عمِّ خجستہ فام بسم اللہ   خدا حافظ ہے کیجے نصرتِ اسلام بسم اللہ
یہ اقدامِ شہادت بر سبیلِ حُسنِ نیت ہے   محمدؐ اس پہ راضی ہے جو اللہ کی مشیت ہے
فراقِ عارضی سب کے لئے اِک دن مقرر ہے   ملاقات اب لوار الحمد کے نیچے مقدر ہے
یہ فرما کر دکھائی انتہائی شانِ رحمانی   کہ بڑھ کر چوم لی سرکار نے حمزہؓ کی پیشانی
وفورِ نورِ حق سے چہرۂ حمزہؓ چمک اُٹھا   جِلا کندن نے پائی یہ زرِ خالص دمک اُٹھا

حمزہؓ کا رُعب

مسرت کا عجب عالم تھا اِسلامی غضنفر پر   کہ لہراتا تھا اِک بالِ شتر مُرغ آپ کے سر پر[1]
لڑائی میں یہ حمزہؓ کا نشانِ امتیازی تھا   کہ حمزہؓ شیر دل تھا نازشِ مردانِ غازی تھا
ابُوسفیاں نے دیکھی شکل حمزہؓ کی تو گھبرایا   ابُوشیبہ کے اِقدامِ وغا پر دل میں پچھتایا
پکارا اے ابُوشیبہ سنبھل کر دُو بدُو ہونا   بڑی ترکیب سے اس جنگجُو کے رُوبرُو ہونا
یہ حمزہؓ ہے، بہت مشکل ہے اس کے وار سے بچنا   بہت خُونخوار ہے اِس تیغِ دامندار سے بچنا
کہیں تیزی میں اِس کے ہاتھ سی چرکا نہ کھا جانا   کسی صُورت اسے لڑتے ہُوئے پیچھے لگا لانا[2]

---

[1] حضرت حمزہؓ کے سر پر ایک کپڑا بندھا تھا جس میں شتر مرغ کا پر لہرا رہا تھا۔ یہ حمزہؓ کا جہاد میں نشانِ امتیازی تھا (العانۃ العرب)

[2] ابوسفیان نے حمزہؓ کو میدان میں نکلتے دیکھ کر ابوشیبہ کو آواز دی کہ احتیاط سے لڑنا اور ہو سکے تو پیچھے لگا لانا (رشاد الحکمۃ)

ابُوشیبہ ہنسا مقصد سپہ سالار کا پا کر   سنبھالا اُس نے بھالا سانپ کی مانند بل کھا کر
نظر ڈالی مگر حمزہؓ نے جس دم سامنے آکر   تو دل سینے کے اندر رہ گیا یک بار تھرا کر

حمزہؓ اور ابُوشیبہ

کہا تُو شکوہ کرتا تھا علیؓ کی نوجوانی کا   تجھے مقتُول طلحہ پر گماں تھا ناتوانی کا
مناسب تھا کوئی بُوڑھا جواں کے سامنے آئے   تقابُل تا کہ محرومِ توازُن ہی نہ رہ جائے
بہادر بن کے استعمال کر زورِ جوانی کو   کہ حاضر ہے یہ مردِ پیر تیری قدر دانی کو
ابُوشَیبہ کو اِس شائستہ گفتاری پہ حیرت تھی   یہی طرزِ شریفانہ تھی جو شایانِ غیرت تھی
جواب[1] اُس نے دیا اے حمزہؓ تو مردِ دلاور ہے   بہادر ہے جری ہے بحرِ جُرأت کا شناور ہے
کیا ہے قتل تُو نے بدر میں قرشی جوانوں کو   پچھاڑا ہے عرب کے اچھے اچھے پہلوانوں کو
ہماری قوم تیرے خُون کی پیاسی ہے مدت سے   گھروں میں بال بچے کانپتے ہیں تیری دہشت سے
بہت اچھا کیا، تُو خُود ہی میداں میں نکل آیا   مرے ہاتھوں سمجھ لے آج پیغامِ اجل آیا
تری بدقسمتی نے تُجھ کو میداں میں نکالا ہے   تجھے خونریزیوں کا آج بدلہ ملنے والا ہے

---

[1] ابوشیبہ بن عثمان قریش کے علمبردار نے حمزہؓ سے کہا۔ میں تجھی کو ڈھونڈتا تھا۔ کیونکہ تُو نے بدر میں قریش کے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کر دیا ہے۔ (تاریخ الحمران)

تُو اپنی نرم باتوں سے مجھے بہلا نہیں سکتا
جواں ہو یا کہ بُوڑھا مجھ سے بچ کر جا نہیں سکتا
کہا حمزہؓ نے خیر اب بند کر یہ قیل وقال اپنی
مَیں تیرے سامنے موجُود ہُوں حسرت نکال اپنی
مَیں خُود ہی دیکھ لُوں گا جو مرا اللہ دکھائے گا
یقیں رکھ بھاگتا میداں سے تُو مجھ کو نہ پائے گا
یہ میداں ہے یہاں مُہلت نہیں باتیں بنانے کی
دکھا جوہر کہ ساعت ہے یہی جوہر دکھانے کی
تُو زور آور ہے اپنے زور کا اظہار کر مجھ پر
قدم آگے بڑھا مردانگی سے وار کر مجھ پر
شہادت سے ڈرا سکتا نہیں تُو مردِ مومن کو
کہ مومن ڈھونڈنے آتا ہے دُنیا میں اِسی دن کو

ابُوشیبہ اور حمزہؓ کی جنگ

بڑھی اِس گفتگو سے اب جو کافر کی غضبناکی
کیا غافل سمجھ کر وار نیزے کا بہ چالاکی
وہ غافل اِن کو سمجھا تھا مگر ہُشیار تھے حمزہؓ
یہ گھاتیں جانتے تھے آزمُودہ کار تھے حمزہؓ
وہیں قائم رہے بس اِک ذرا سا جسم لہرایا
اسی جنبش سے یہ نیزہ بغل کے درمیاں آیا
بنانِ نیزہ بائیں ہاتھ سے تھامی دیا جھٹکا
ابُوشیبہ سے نیزہ چھین کر کچھ دُور دے پٹکا
کہا، بلنکے جواں بے دل نہ ہو اَوسان قائم رکھ
نکال اب میان سے تلوار اپنی شان قائم رکھ
بھڑک اُٹھا یہ سُن کر شعلہ کی مانند ابُوشیبہ
ہُوا کچھ اور بھی اب چاق اور چوبند ابُوشیبہ

marfat.com

اُدھر کافر کا پنجہ قبضۂ شمشیر پر آیا
اِدھر دستِ مسلماں خامۂ تقدیر پر آیا

اُدھر بھی تیغِ لنگر دار باہر میان سے نکلی
اِدھر بھی ایک چھوٹی سی پری زندان سے نکلی

اُدھر گویا دہانِ غار سے اِک اژدہا نکلا
اِدھر روشن ہوئی دنیا کہ موسیٰ کا عصا نکلا

پڑا اب سایۂ شمشیر دامن دار حمزہؓ پر
ابوشیبہ نے قوت سے کیا اِک وار حمزہؓ پر

اُٹھا کر تیغ حمزہؓ نے بھی گانٹھی تیغ دشمن سے
صدا سب نے سُنی آہن کے ٹکرانے کی آہن سے

اچانک دستِ چابک دست نے ہلکی سی دی تھپکی
دو لشکر دیکھتے تھے، دھوپ میں اک کوندنی لپکی

جھکایا ہاتھ کو پھرتی سے اِک ٹھوکا دیا ہٹ کر
زمیں پر جا گرا تیغِ ابوشیبہ کا پھل کٹ کر

شکستِ تیغ سے کافر کے منہ پر چھا گئی زردی
لگی راہِ فرار اب ڈھونڈنے اس کی جوانمردی

برابر کی لڑائی کا نہ پایا جب کوئی یارا
شکستہ تیغ کا قبضہ سرِ حمزہؓ پہ دے مارا

جنابِ حمزہؓ کا روئے مبارک اِک طرف سرکا
اور اس کے ساتھ ہی نعرہ ہوا اللہ اکبر کا

زمین و آسماں پر ایک ہیبت ہو گئی طاری
اِدھر نوری بڑھا آگے اُدھر ہٹنے لگا ناری

ابوشیبہ کے امدادی

ابوشیبہ کے بچنے کا نہ دیکھا جب کوئی رستہ
پئے امداد ابوسفیاں نے بھیجا فوج کا دستہ

بڑھا اس کی مدد کو ایک بازوئے صفِ لشکر
ابوشیبہ ہٹا پچھلے قدم سوئے صفِ لشکر

اُدھر انبوہ بڑھتا آ رہا تھا گھیرنے والا
اِدھر تنہا کھڑا تھا فوج کا مُنہ پھیرنے والا

ابوشیبہ کا قتل

کیا حمزہؓ نے پھر اِک نعرۂ شیرانہ میداں میں
بڑھے آگے دکھائی ہمّتِ مردانہ میداں میں

ابوشیبہ ابھی تک قُربِ لشکر میں نہ تھا پہنچا
کہ لے کر موت کا پیغام عزرائیل آ پہنچا

کہا اے نوجواں اِک پندِ پیرانہ تو لیتا جا
جہنّم کی طرف جاتا ہے پروانہ تو لیتا جا

ابوشیبہ رُکا امداد ملنے کے بھروسے پر
جمائے پھر قدم اُس نے نکالا داب سے خنجر

پہنچ جائیں گے امدادی بڑی امید تھی اس کو
مگر حمزہؓ کی تیغِ تیز نے مُہلت نہ دی اس کو

گری شمشیرِ پُرتنویر ابوشیبہ کے مغفر پر
یہ مغفر کٹ گیا اپنی مُصیبت ٹال دی سر پر

پڑی سر پر تو سر نے بھی دکھا دی راہ گردن کی
اسے دیکھا تو گردن نے بھی کھڑکی کھول دی تن کی

سر و گردن سے کیا لینا تھا اس تیغِ ہلالی کو
کہ یہ تو آئی تھی قلب و جگر کی دیکھا بھالی کو

بڑی خُوبی سے اس نے سر کو توڑا حلق کو چیرا
کٹا سینہ، تَرَشتا ہے چُھری سے جس طرح کھیرا

یہ قطعِ راہ کر کے سینۂ پُرکینہ میں آئی
کلیجے پر نظر کی اور ناپی دل کی گہرائی

marfat.com

جو صورت چاہ میں چاہی وہ خاطر خواہ پیدا کی — گھری ظلمت کدے میں آپ اپنی راہ پیدا کی
زرہ بکتر کی ہر الجھن کو سلجھا کر نکل آئی — بزیرِ ناف سیدھا راستہ پا کر نکل آئی

دکھایا عدل اُس نے سامنے ہر دوست دشمن کے
صفائی سے برابر کے دو ٹکڑے کر دیئے تن کے

حضرتِ حمزہؓ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ

اُٹھا تھا زعمِ یکتائی میں جو عقل و خرد کھو کر — پڑا تھا خاک پر وہ منکرِ توحید دو ہو کر
نہ ہونے پایا تھا بدبخت کا لاشہ ابھی ٹھنڈا — تڑپتے تھے اِدھر ٹکڑے، اُدھر تھا سرنگوں جھنڈا
کہ یورش کر کے پہنچے دس سپاہی فوجِ دشمن کے — مقابل ہو گئے رُوباہ مردِ شیر افگن کے
یہ قربِ فوجِ دشمن تھا، اکیلے تھے یہاں حمزہؓ — غضنفر تھے مگر ان بکریوں کے درمیاں[1] حمزہؓ
دکھا دی لشکروں کو شانِ فنِّ جنگ حمزہؓ نے — کہ جس پر ہاتھ مارا کر دیا چورنگ حمزہؓ نے
وہ کھیلے جنگ کی بازی اکیلے اس جماعت میں — گرا دیں سات نامردوں کی لاشیں ایک ساعت میں
جو باقی تھے انہیں بھی دھر لیا اب تیغ کے آگے — یہ عالم دیکھ کر تینوں کے تینوں چیخ کر بھاگے

---

[1] ابو شیبہ کو قتل کرنے کے بعد حمزہؓ قریش کی ایک جماعت میں گھر کر قتال کرتے رہے (العادۃ العرب)

لشکرِ اسلام کو اذنِ جنگِ مغلوبہ

غضب طاری ہوا اس واقعے سے فوجِ اعدا پر
تہیہ کر لیا حملے کا سب نے مردِ تنہا پر

اِدھر جمعیتِ اسلام نے یہ ماجرا دیکھا
عرب کا چاند کالی بدلیوں میں پیرتا دیکھا

علمبردار کا مقتول ہونا اور گر جانا
جنابِ حمزہؓ کا خونریز تلواروں میں گھر جانا

قریشی فوج میں پھر جنگِ مغلوبہ کی تیاری
جنابِ حمزہؓ کی تنہائی اور جوشِ فداکاری

یہ سب کچھ ہو رہا تھا فاصلے پر دور وادی میں
مگر روشن تھا آئینے کی صورت چشمِ ہادیؐ میں

مسلمانوں کے سینے پھٹ رہے تھے جوش کے مارے
مگر مجبور تھے پابندِ حکمِ ضبط تھے سارے

نبیؐ کے حکم کی اب منتظر فوجِ مسلماں تھی
نظر آیا کہ دستِ نور میں اک تیغِ براں تھی[1]

رسالت کی تلوار[2]

رسول اللہ نے یہ تیغ اٹھائی اور فرمایا
مسلمانو! بڑھو آگے بڑھو وقتِ قتال آیا

---

[1] کفار مسلمانوں کی تیر اندازی سے پیچھے ہٹ گئے تھے اور علمبردار بڑھ بڑھ کر لڑ رہے تھے۔ عین اس وقت جب ابو شیبہ بن عثمان حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا کفار نے بڑھ کر غلبہ کیا۔ اس وقت آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جوش دلایا۔ اور ایک تلوار جو حضورؐ کے دستِ مبارک میں تھی دکھا کر فرمایا، کون اس تلوار کا حق ادا کرے گا۔ (تاریخ العمران)

[2] حاشیہ اگلے صفحہ پر

نبیؐ تلوار دینا چاہتا ہے اُس دلاور کو — رکھے ملحوظ جو میدان میں فرمانِ داور کو
کوئی ہے تم میں جو تکمیلِ آئینِ وفا کر دے — جو اس تلوار کا حق آج میداں میں ادا کر دے

جیّد صحابہ کو اِس تلوار کی حسرت

یہ سُن کر ہر مجاہد کو ہُوئی شمشیر کی حسرت — ہویدا تھی نگاہوں سے جوان و پیر کی حسرت[1]
صحابہؓ نے نبیؐ کے رُوئے پُر تنویر کو دیکھا — بڑے ارماں بڑی اُمید سے شمشیر کو دیکھا
تھا دریا موجزن ہر دل میں شوقِ بے نہایت کا — رہوں اے کاش میں ہی آج مَورد اس عنایت کا
زبس بیتاب تھی حسرت دلِ فاروقِ اعظم میں — کہ آئے سر جھکائے خدمتِ سالارِ عالم میں
گذارش کی کہ یہ تلوار فدوی کو عنایت ہو — ہمیشہ بندۂ احساں ہُوں میں مجھ سے رعایت ہو

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) آنحضرت کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی جس کے ایک پہلو پر یہ شعر لکھا تھا ؎

فی الجبن عار و فی الاقبال مکرمۃ — نامردی موجبِ ننگ اور حملہ آوری موجبِ شرف ہے
والمرء بالجبن لا ینجو من القدر — حالانکہ نامردی میں بھی انسان کو تقدیر سے پناہ نہیں مل سکتی
(سیرت ابنِ ہشام)

[1] حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت فاروقؓ حضرت علی المرتضیٰ کرم اور مختلف لوگوں نے اس تلوار کو مانگا۔ مگر آپ نے کسی کو یہ تلوار نہ دی۔ (خاتم المرسلین)
آنحضرتؐ نے دستِ مبارک میں تلوار لے کر فرمایا۔ کون اس کا حق ادا کرتا ہے۔ اس سعادت کے لیے دفعۃً بہت سے ہاتھ بڑھے (سیرۃ النبی)
حضرت فاروقؓ اور حضرت زبیرؓ اور بہت سے صحابۂ کبار نے حضرت سے اس تلوار کی خواہش کی مگر آپ نے انکار فرمایا (رشاد الکرام)

مگر سرکار نے انکار کے الفاظ فرمائے   تو یہ حسرت لئے خدمت میں اکثر نامدار آئے
بصد اصرار اپنے شوق کا اظہار فرمایا   مگر اللہ کے محبوب نے انکار فرمایا
اُحُد میں آج کیا مدِ نظر تھا کوئی کیا جانے   خُدا جانے خُدا کا بھید یا پھر مُصطفٰے جانے
بھلا اب کس کی جُرأت تھی کہ جرأت سے بڑھے آگے   سبھی حیراں تھے دیکھیں بخت کس خوش بخت کا جاگے
نگاہیں ڈھونڈتی تھیں کون اس پردے میں پنہاں ہے   کہ جس کی دست بوسی کے لئے یہ تیغِ عُریاں ہے
اُدھر تھی جامِ حسرت ہی سے محفل دم بخود ساری   لبِ ساقی پہ تھا دریائے تکرارِ صلا جاری

بندھی تھیں اہلِ جُرأت کی اُمیدیں دستِ اشرف سے
یہ عالم تھا کہ نکلے بُودجانہؓ آخری صف سے

ابُودجانہؓ کو عطائے شمشیر

کہا سرکار اس تلوار کا حق جانتا ہُوں مَیں   فقط حق ہی اسے مطلوب ہے پہچانتا ہُوں مَیں
مَیں اس کا حق ادا کردوں گا دین و جان و ایماں سے   کہ داغِ خُونِ ناحق لے کے آؤں گا نہ میداں سے
مقدر ڈھونڈتا تھا اس ادائے والہانہ کو   عطا کردی گئی یہ تیغِ بُرّاں بُودجانہؓ کو[1]

---

[1] یہ فخر ابودجانہؓ کے نصیب میں تھا (سیرت النبی) ابودجانہؓ نے عرض کیا مَیں اس کا حق ادا کروں گا۔ (خاتم المرسلین)

ابُودجانہ کی رفتارِ ناز

چڑھا نشّہ خُوشی کا بُودجانہؓ جوش میں جھُومے
جھُکے، تلوار لے لی، اور دستِ مصطفٰے چُومے

لپیٹا سُرخ کپڑا گردِ سر اس مردِ اکملؓ نے[1]
اکڑ کر پہلوانوں کی طرح بڑھ کر لگے چلنے

تبسّم زیرِ لب فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا
کہ ہاں آگے بڑھو آگے بڑھو وقتِ جہاد آیا

اگرچہ ناپسندیدہ ہے ایسی کبک رفتاری
مگر ایسے مواقع پر یہی رفتار ہے پیاری[2]

اشارہ کر کے میداں کی طرف دستِ پیمبرؐ نے
کہا دیکھو بڑھایا ہے قدم باطل کے لشکر نے

بڑھو تم بھی خُدا کا نام لے کر اے مُسلمانو!
خدا و خَلق کی خاطر ادا کرنے فرض کی ٹھانو!

فقط توحید کی خدمت کا دم بھرتے ہُوئے نکلو
سرِ میداں رضائے حق طلب کرتے ہُوئے نکلو

تیر اندازوں کو آخری تاکید

مگر ٹھہری رہے پُشتے پہ تیر انداز جمعیّت
نہیں لازم اسے ہرگز عدولِ حکم کی نیّت[3]

---

[1] اس غیر متوقع عزت نے انہیں مغرور کر دیا۔ سر پر سُرخ رُومال باندھا اور اکڑتے تنتے ہُوئے نکلے۔ (سیرت النبی)

[2] آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ چال خُدا کو سخت ناپسند ہے لیکن اس وقت پسند ہے۔ (سیرت النبی)

[3] جب عام حملے کے لئے جمعیتِ اسلام کو آنحضرتؐ نے حکم فرمایا تو پھر ایک مرتبہ تیر اندازوں کے قریب آکر فرمایا۔ ہرگز ٹیلا نہ چھوڑنا۔ اور فرمایا خدا کو تم پر شاہد کرتا ہوں۔ (رشاد الحکمۃ)

مجھے اندیشہ ہے اِن تیراندازوں کے دستے سے
کہیں ٹیلا نہ چھوڑیں اور بھٹک جائیں نہ رستے سے

مناسب ہے تمہیں قولِ پیمبر دل نشیں رہنا
جہاں ٹھہرادیا ہے تم کو، تم قائم وہیں رہنا

اگر نکلے سوارانِ قریشی کا کوئی دستہ
تو لازم ہے کہ تیرانداز روکیں پُشت کا رستہ

ہماری فوج فاتح یا شکست انجام ہو کُچھ ہو
گرفتاری کا منظر ہو کہ قتلِ عام ہو، کچھ ہو

تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنا مناسب ہے
سمجھ لو نیت و اعمال کا اللہ محاسب ہے

بناتا ہوں تجھی کو شاہد اے پروردگار اِن پر
حقِ تبلیغ پُورا ہو چکا ہے بار بار اِن پر

اُحُد میں پہلی جنگِ مغلُوبہ

یہ فرما کر بڑھایا فوج کو محبُوبِ داور نے
کیا اقدامِ میداں ہر مُجاہد ہر دلاور نے

وہاں حمزہؓ پہ نرغہ ہو گیا تھا فوجِ اعدا کا
تھپیڑا سہ رہا تھا شیرِ حق ہر موجِ دریا کا

اُٹھا اِک نعرۂ تکبیر میدانِ شہادت میں
بڑھی فوجِ مُسلماں اپنے ہادی کی قیادت میں

اُدھر سے جُھوم کر برسے قریشی فوج کے بادل
اُحُد کی سرزمیں پر چھا گیا تھا ایک ٹڈّی دَل

کمالِ شانِ ایماں دیدنی تھی اس نظارے میں
کہ حمزہؓ غوطہ زن تھے عین اس قلزم کے دھارے میں

جِدھر اُٹھتا تھا پائے حمزہؓ دشمن ہٹتے جاتے تھے
اُبھرتا تھا جہاں خورشید بادل چھٹتے جاتے تھے

marfat.com

علمبردارانِ قریش کی جرأتیں

قریشی ناریاں بھی دف بجاتی اور رجز گاتی
بہر سُو گھومتی تھیں جنگ کے شعلوں کو بھڑکاتی

قریب اک دُوسری کے آخرِ کار آگئیں فوجیں
تلاطم ہو گیا پیدا باہم ٹکرا گئیں موجیں

گُتھا اِک اِک مُسلماں سات سات اعدائے ملت سے
لیا پھر اک سبق میدان میں کثرت نے قلت سے

کھنچیں تیغیں، اُٹھے خنجر، چلے نیزے تنیں ڈھالیں
کٹے مغفر، پھٹے سینے، چھٹے بازو، کھنچیں کھالیں

اِدھر رحمٰن کے بندے، اُدھر پیرو تھے شیطاں کے
بہم دست و گریباں تھے مظاہر کفر و ایماں کے

اُٹھایا تھا عَلَم کفّار کا طلحہ کے بیٹے نے
اُبھارا اور بھی فتنے کو اس قسمت کے ہیٹے نے

مثالِ شُعلۂ جوّالہ ہر جانب لپکتا تھا
زرہ بکتر سجے تھے خود بھی سر پر چمکتا تھا

پڑی جونہی نگاہِ حضرتِ سعد وقاصؓ اس پر
کیا اِک تیر چلّے سے رہا بالاختصاص اس پر

کسی پر حملہ کرنے کو بڑھایا تھا قدم اس نے
مگر اس تیر سے گوشہ نہ پایا جُز عدم اس نے

در آیا حلق میں تیر اور زباں باہر نکل آئی
گرا ہاتھوں سے جھنڈا ساتھ ہی اس کی اجل آئی

یہ بسمل خاک پر تڑپا، تڑپ کر ہو گیا ٹھنڈا
مسافع ابنِ طلحہ نے اُٹھایا اب یہی جھنڈا

---

[1] اب طلحہ کے بیٹے عثمان نے عَلَم قریش اٹھایا۔ حضرت سعد وقاصؓ نے ایک ایسا تیر مارا کہ زباں باہر نکل آئی۔ (رشاد الکمر)

[2] اب مسافع ابن طلحہ نے یہ جھنڈا اٹھایا۔ اس کو ابن افلحؓ نے قتل کیا۔ (تاریخ العمران)

نشانہ اس کو نیزے کا بنایا ابنِ افلحؓ نے
عَلَم خاکِ مذلّت پر گرایا ابن افلحؓ نے

مگر مردانِ عبدالدار تھے غصّے میں دیوانے
عَلَم کے گرد تھے جیسے ہوں گردِ شمع پروانے

علمبردار کا لاشہ ابھی گرنے نہ پاتا تھا
جھپٹ کر ہر کوئی اس کی جگہ لینے کو آتا تھا

کلاب[1] اِک فردِ کامل نے اُٹھایا کفر کا جھنڈا
زبیرؓ ابنِ عوام اس پر گرے اور کر دیا ٹھنڈا

شریحِ قارظہ تھا فوج قرشی میں بڑا کامل
نہایت تمکنت سے اب ہُوا جھنڈے[2] کا وہ حامل

جنابِ حیدرِ کرّار کے ہاتھوں گیا مارا
پڑی وہ ضرب کاری کُھل گیا کافر کا بھنڈارا

بغل کے راستے سے قلب تک یہ تیغ در آئی
تو دونوں لشکروں کو اک عجب صُورت نظر آئی

عَلَم سے باطنی رشتہ علمبردار کا ٹُوٹا
گرے پہلو بہ پہلو ساتھ ظاہر کا نہیں چُھوٹا

عَلَمِ باطل سرنگوں

یہ جھنڈا جس کا مقصد تھا جہاں میں کشت و خُوں کرنا
فریضہ تھا مُسلمانوں کا اس کو سرنگوں کرنا

اٹھا لیتے تھے عبدالدار والے یہ علم بڑھ کر
مگر غازی بھی کر دیتے تھے سر ان کا قلم بڑھ کر

---

[1] کلاب ابن طلحہ نے یہ جھنڈا اُٹھایا تو زبیرؓ ابن عوام نے نیزہ سے اس کو ہلاک کیا۔ (تاریخ العمران)

[2] شریح قارظہ جو قریش میں بڑے مرتبے کا پہلوان تھا عَلَم لے کر بڑھا۔ اس کو حضرت علیؓ نے ایک ہی وار میں ختم کر دیا (تاریخ العمران)

marfat.com

کبھی حمزہؓ نے سردارانِ عبدالدار کو مارا
کبھی شمشیرِ حیدرؓ نے علَمبردار کو مارا[1]
نصیبہ قومِ قرشی کا کبھی اُبھرا کبھی ڈُوبا
یہی معلوم ہوتا تھا ابھی ڈُوبا ابھی ڈُوبا
تباہی دیکھ کر ہر رنگ سے اپنے گھرانے کی
رہی جرأت کسی میں بھی نہ یہ جھنڈا اُٹھانے کی!
کیا جانے لگا اتلافِ جاں سے اجتناب آخر
یہ دیکھا تو بڑھا ان کا غلامِ ناصواب[2] آخر!
اگرچہ آلِ عبدالدار کا یہ زر خریدہ تھا
مگر مشہور تلوزیہ تھا حرب و ضرب دیدہ تھا
اُٹھایا جنگ کا جھنڈا پکارا فوج کو اُس نے
بتوں کا نام لے لے کر اُبھارا فوج کو اُس نے
جنونِ مرگِ بے ہنگام جب دیکھا سوار اس پہ
ہوا سایہ فگن دامانِ برقِ ذوالفقار[3] اس پہ
علَم کفار کا اب رُل رہا تھا فرش کے اُوپر
علَم اسلام کا اُڑتا تھا اوجِ عرش کے اُوپر

علمبردارِ اسلام

یہ سرافراز تھا حامل تھے مصعب بن عمیرؓ اس کے
علیؓ تھے راست پر اور دستِ چپ پر تھے زبیرؓ اس کے
یہ جھنڈا بڑھ رہا تھا ہر طرف ارشادِ ہادیؐ پر
نمایاں تھا برابر ہر بلند و پستِ وادی پر

---

[1] کفار کے علمبردار لڑ لڑ کر قتل ہوتے جاتے تھے۔ تاہم علَم نہ گرنے پاتا تھا (سیرت النبی)

[2] صواب غلام بنی عبدالدار تھا۔ اُحد میں غلامانِ قریش میں سے اسی نے قتال کیا (تاریخ العمران)

[3] صواب غلام بنی عبدالدار نے قریش کا علم اُٹھایا اور حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

عَلَم کے سائے میں اِس طرح وقفِ جنگ تھی مصعبؓ کہ گلزارِ بہارِ زخم سے گُلرنگ تھے مصعبؓ
قریشی فوج کا ہر فرد اس جھنڈے کے درپے تھا کہ اس جھنڈے کا لہرانا حقیقت میں بڑی شے تھا
قریش آ آ کے گرتے تھے ہجومِ اندر ہجوم اس پر جھپٹتے تھے کمال تن دہی سے زاغ و بُوم اُس پر
مگر مصعبؓ کے بازُو اس طرح ان کو ہٹاتے تھے کہ رکھوالے تھے گویا کھیت سے طائر اڑاتے تھے
جدھر کرتے تھے حملہ بھیڑ چھٹ جاتی تھی آگے سے تہِ شمشیر صف کی صف اُلٹ جاتی تھی آگے سے

حضرت ابُودجانہؓ اور حقِ شمشیرِ رسالت

صحابہؓ دیکھتے تھے جاں نثاری بُودجانہؓ کی کہ تھی بیٹھی ہُوئی اِک دھاک اس مردِ یگانہ کی
رسُول اللہ کی بخشی ہُوئی شمشیر چلتی تھی تو گویا آسیائے گردشِ تقدیر چلتی تھی
وہ سب افسر جو بنیادِ فسادِ جاہلانہ تھے وہی جنگ اُحُد میں زیرِ تیغ بُودجانہؓ تھے
سرِ مقتل تلاش ان کو تھی ایسے بدنہادوں کی کہ جن کی ذات دُنیا میں چنگاری تھی فسادوں کی
جو پیچھے رہ کے قرشی فوج کو آگے بڑھاتے تھے وہ فتنے آج اِس تلوار کے سائے میں آتے تھے

---

[1] آنحضرتؐ نے جب تلوار ابودجانہؓ کو تفویض فرمائی، تو صحابۂ کبار میں سے بعض جن کو حضور نے تلوار دینے سے انکار فرمایا تھا، تفحص میں رہے۔ ان کا بیان ہے کہ ابودجانہؓ کا قتال غزوۂ اُحُد میں واقعی اس شان کا تھا کہ اس سے بہتر خیال میں نہیں آسکتا۔ (رشاد الحکمۃ)

چھپے تھے اس شکاری کے شکار انبوہ کے اندر   در آئے بُودجانہؓ بار بار انبوہ کے اندر
وہ اصلی سرغنوں کو دور ہی سے تاک لیتے تھے   انہی کو زیرِ تیغِ صاحبِ لولاکؐ لیتے تھے
عطائے خاص کا پورا ادب ملحوظ رکھا تھا   کہ حق تلوار کا ہر حال میں محفوظ رکھا تھا
در آتے تھے وہ تیروں اور شمشیروں میں در آنہ   وہ تنہا جنگ کرتے تھے نہنگانہ پلنگانہ[1]

ہند کی سرگرمیاں

قریشی عورتیں ان کافروں کا دل بڑھاتی تھیں   کبھی آگے کبھی پیچھے صفوں کے دف بجاتی تھیں[2]
نظر آیا جو اَب میدان میں گھٹتا ہوا قیمہ   ابوسفیاں کی زوجہ ہند پھرتی تھی سراسیمہ[3]
نظر آنے لگا جب رنگ کچھ بے رنگ میداں میں   تو اس عورت نے پہنا تھا لباسِ جنگ میداں میں
کھڑی تھی مرد بن کر پشت پر یہ اپنے لشکر کے   بھگوڑے قریشیوں کو گالیاں دیتی تھی جی بھر کے
نظر آتا تھا جس دم بھاگتا کوئی جواں اس کو   تو بڑھ کر پیش کر دیتی تھی اپنی چوڑیاں اس کو
زبانِ طعن سے سینے میں خنجر بھونک دیتی تھی   دلا کر شرم اس کو آگ میں پھر جھونک دیتی تھی

---

[1] ابودجانہؓ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشہ گرتے چلے جاتے تھے (سیرت النبی)

[2] زنانِ قریش ہند زوجہ ابوسفیان کی ہیئت میں تھیں اور دف بجاتی کبھی صفوں کے آگے کبھی پیچھے ہو جاتی تھیں (رشاد الحکمۃ)

[3] ہند قریش کو بھاگتے دیکھ کر گھبرائی ہوئی کبھی ادھر کبھی ادھر دوڑتی تھی (طبری)

ابو دجانہؓ ہند کو قتل کرنے کا قصد کرتے ہیں

پڑی کچھ فاصلے سے بُو دجانہؓ کی نظر اس پر وہ سمجھے فوجِ دشمن کا اسے کوئی بڑا افسر
جو پیچھے فوج کے تاریں لڑائی کی بلاتا ہو بجھی چنگاریوں کو اپنی پھونکوں سے جگاتا ہو
وہ لشکر کو ہٹاتے مارتے اس کی طرف نکلے بزورِ دست و بازو توڑ کر ہر ایک صف نکلے
قریبِ ہند پہنچے تیغ کھینچی اور للکارا کہ آ میرے مقابل او فسادی او فریب آرا
کہاں چھپ کر کھڑا ہے، دیکھ عزرائیل آپہنچا یہ تیرے ذبح کو فرزندِ اسمٰعیلؑ آپہنچا
یہ سُن کر ہند کے ہوش اُڑ گئے، لرزہ ہوا طاری قضا کو سامنے دیکھا تو بھولی ہیکڑی ساری
پکاری مَیں تو عورت ہوں مجھے مارو نہ اے بھائی یہاں چُھپکی کھڑی ہوں مَیں تو لڑنے کو نہیں آئی
یہ کہہ کر کانپتے ہاتھوں سے اپنی زلف سرکائی حنائی ہاتھ کی سُرخی بھی ہاتھوں ہاتھ دکھلائی
جنابِ بُو دجانہؓ پر کھلا اب آنکھ کا دھوکا کیا ہی چاہتے تھے وار لیکن ہاتھ کا روکا[1]

توقیرِ شمشیرِ رسُول

کہا معلوم ہے کو مجھ کو تیری فتنہ انگیزی تری آنکھوں سے ظاہر ہو رہی ہے خوئے خونریزی

---

[1] ابو دجانہؓ نے کہا وہ لوگوں کو گالیاں دیتی، کوستی اور شرم دلاتی تھی۔ تب مَیں نے اس پر تلوار اُٹھائی اور مَیں نے اسے مرد جانا تھا (ارشاد الحکمۃ)

طرح بہرِ شفیعِ دو جہاں دیتا ہُوں مَیں تجھ کو
تُو کوئی بھی ہو اے عورت! اماں دیتا ہُوں مَیں تجھ کو
یہ شمشیرِ رسالت ہے ستُودہ اور محمُودہ
کروں گا مَیں نہ عورت کے لہُو سے اِس کو آلودہ[1]
تلاشِ گردنِ مردانِ پُختہ کار ہے اِس کو
ضعیفوں، عورتوں، بچّوں پہ اُٹھنا عار ہے اِس کو
عیاں فرما کے جوہر اہلِ ایماں کی بسالت کا
جھکے اور قبضہ چُوما جُھوم کر تیغِ رسالت کا
پلٹ کر ہو گئے جنگاہ میں پھر معرکہ آرا
جہاں اُمڈی ہُوئی تھی آبِ تیغِ تیز کی دھارا

مُسلمان مُتّحِد ہو کر جنگ کرتے ہیں

اگرچہ چھ گُنا زاید تھے مشرک اہلِ ایماں سے
مگر مُنہ موڑ کر بھاگے چلے جاتے تھے میداں سے
صحابہؓ جنگ میں اِک دُوسرے کے تھے معاون بھی
برائے فوجِ کثرت وحدتِ مِلّت کے ضامن بھی
رفیقوں کی حفاظت تھی انہیں ملحوظ دشمن سے
اسی باعث تھا اب تک ہر کوئی محفُوظ دشمن سے
خراشِ جسمِ مُسلم سے بھی ہوتا تھا ملال ان کو
تھا اپنی جان سے بڑھ کر اخوّت کا خیال ان کو
نظر اک دُوسرے کے حال پر رکھتا تھا ہر کوئی
مدد کرتا تھا جب مشکل میں آتا تھا نظر کوئی

---

[1] ابودجانہؓ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشے گراتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہندہ سامنے آگئی۔ اس کے سر پر تلوار رکھ کر اٹھالی۔ کہ رسول اللہ کی تلوار اس قابل نہیں کہ عورت پر آزمائی جائے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

یہی تھا ربطِ باہم ان کے استحکام کا باعث یہی تھا اِس جہاں میں غلبۂ اسلام کا باعث
اخوت نے کیے تھے اِس طرح دل متحدان کے کہ میداں میں زمین و آسماں بھی تھے مُمِدان کے

مشرکین کے قدم اُکھڑ گئے

صحابہ یُوں گرے تھے لشکرِ کفّار کے اُوپر کہ بھاری ہو رہا تھا اِک مجاہد چار کے اُوپر
شکستہ دل تھے خنجر حوصلے ٹُوٹے تھے بھالوں کے تھے منہ فق چار آئینوں کے سینے شق تھے ڈھالوں کے
چُبھیں نتھنوں میں اَنیاں سیخ پا ہو کر پھرے گھوڑے سواروں کو گرایا سر کے بل جس دم گرے گھوڑے
قریشی پیدلوں کے اسلحہ بھی تھے بہت بھاری زرہ پوشی بنی تھی اور بھی وجہِ گراں باری
قدم اُکھڑے تو کام آئیں نہ لنگر دار شمشیریں کہ تھیں ان مجرموں کے ہاتھ میں پیروں کی زنجیریں
سروں کے خود آنکھوں پر جھکے رُخ سے جھلم سرکے گرے یُوں سنگدل کھا کھا کے چرکے اور مَر مَر کے
مجاہد بڑھ کے تیغیں مارتے جاتے تھے میداں میں قریشی سُورما جی ہارتے جاتے تھے میداں میں[۱]

خالد کی بے بسی

مدد پر ان کی خالد کا رسالہ بار بار آیا کبھی سُوئے یمیں جھپٹا کبھی سُوئے یسار آیا

---

[۱] علمبرداروں کے قتل اور حضرت علیؓ اور ابو دجانہؓ کے بے پناہ حملوں سے فوجِ قریشی کے پاؤں اُکھڑ گئے (سیرت النبی)

marfat.com

قریشی فوج کی حالت سے خالد کو اذیت تھی   اچانک پُشت پر یلغار کر دینے کی نیت تھی[1]
مگر ہر مرتبہ مُنہ دیکھتا تھا نامرادی کے   کہ پُشتے پر تھے پُشتیبان تیر اندازِ ہادیؐ کے
بگولے کی طرح ہر بار چکّر کھا کے آتا تھا   مگر تیروں کی بارش دیکھتا تھا لَوٹ جاتا تھا
رسالہ عکرمہ کا دے رہا تھا ساتھ خالد کا[2]   کہ لینا تھا اسے بھی آج بدلہ اپنے والد کا
نصیب ان کو ہُوئی تھی نامرادی اور ناکامی   کہ پُشتے پر جمے تھے تیر اندازانِ اسلامی
مقامِ سخت گھاٹی تنگ تھی اور فرش پتھریلا   رسالوں اور لڑنے والوں میں حائل تھا یہ ٹیلا
یہی تھا مرکزی نقطہ نگاہِ پاکِ ہادیؐ میں   مقامِ امتحاں تھا یہ اُحُد کی تنگ وادی میں
اسی باعث ہُوئی تھیں تیر اندازوں کو تاکیدیں   کہ پُشتے پر جمے رہنے سے وابستہ تھیں اُمیدیں
رسُول اللہ کو معلوم تھی کفّار کی نیّت   اسی باعث یہاں رکھی تھی تیر انداز جمعیت
سواروں نے تو رہواروں پہ توڑے قمچیاں کوڑے   مگر ہر مرتبہ سُوفار کھا کھا کر گرے گھوڑے
یہ گھوڑے خوف سے ٹیلے کی جانب رُخ نہ کرتے تھے   قدم آگے بڑھانے میں لرزتے اور ڈرتے تھے

---

[1] خالد بار بار آتا تھا تاکہ سفح سے نکل کر پیچھے سے حملہ کرے۔ مگر تیر انداز تیر مار مار کر پھیر دیتے تھے (رشاد الحکمۃ)
خالد کئی مرتبہ آیا اور تیر اندازوں نے ہٹا دیا (طبری و کامل)

[2] عکرمہ کا رسالہ خالد کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

جب آیا اس طرف گھاٹی کے اندر گھر گیا خالد   نہ پایا راستہ مایوس ہو کر پھر گیا خالد[1]

اقلیّت ظفرمند تھی

اِدھر جمعیتِ اسلام تھی مصروفِ جانبازی   بسانِ حوصلہ بڑھتے چلے جاتے تھے اب غازی
ہنکاتے مارتے زورآوروں کے وار رَدّ کرتے   ضعیفوں اور اپنے زخمیوں کی بھی مدد کرتے
قدم دھرتی پہ مضبوطی سے دھرتے بڑھتے جاتے تھے   قریشی فوج کا سَتھراؤ کرتے بڑھتے جاتے تھے

نبیؐ نگرانِ کار تھا

وجُودِ پاک ہی رُوحِ جہادِ اہلِ ایماں تھا   صحابہ اس کی کرنیں تھیں وہ خورشیدِ درخشاں تھا
نہ جانے کھولنا منظُور تھیں وہ کونسی گرہیں   کہ سر پر خود تھا، زیبِ بدن تھیں آج دو زرہیں
کمان و تیر ترکش، نیزہ و شمشیر حیراں تھے   مہمِّ غیر معمُولی کے یہ سب ساز و ساماں تھے
مگر اُس نے کسی کو زخم پہنچایا نہ تھا اب تک   کسی کی ذات پر خُود حملہ فرمایا نہ تھا اب تک
حفاظت ہی اسے مطلُوب تھی مظلوم ملّت کی   بٹھادی دھاک اس نے لشکرِ کثرت پہ قلّت کی

---

[1] خالد اور عکرمہ اپنے سواروں کو ساتھ لے کر بار بار مقامِ سنگم سے نکلنا اور مسلمانوں پر آپڑنا چاہتے تھے۔ مگر ٹیلے کے تیرانداز ان کو کسی طرح بڑھنے نہ دیتے تھے۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

وہ شاہد تھا بروئے کارزار اپنی جماعت کا کہ ذمہ دار تھا ایمان والوں کی شجاعت کا
لباسِ جنگ کی لیکن بالآخر کیا ضرورت تھی بظاہر تو یہاں پر فتحمندی ہی کی صورت تھی

مُسلمانوں کی فتح

بظاہر لشکرِ اسلام منصور و مظفر تھا[1] قریشی فوج ہر سُو منتشر تھی حال ابتر تھا
قدم اکھڑے ہُوئے جمتے نہ تھے جم ہی نہ سکتے تھے سپاہی بھاگ کر تھمتے نہ تھے تھم ہی نہ سکتے تھے
گروہِ حق نے پستی پر گرایا اَوجِ باطل کو کہ اک ریلے میں برہم کر دکھایا فوجِ باطل کو
قریش اب ہٹتے ہٹتے تا بہ خیمہ گاہ جا پہنچے یہاں بھی غازیانِ فی سبیل اللہ آ پہنچے[3]
یہاں بھی آ پڑے غازی یہاں سے بھی قدم اکھڑے کہ مشکل ہی سے جمتے ہیں قدم جس وقت قدم اکھڑے
سراسیمہ ہراساں جنگ سے مُنہ موڑ کر بھاگے سلامت لے کے جانیں ساز و ساماں چھوڑ کر بھاگے
جری، جرار، مفلس اور تونگر سب گریزاں تھے بڑے چھوٹے سپاہی اور افسر سب گریزاں تھے

---

[1] صحابہ کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو کسی جگہ ایسا فیروزمند نہیں کیا جیسی ظفرمندی اُحُد میں نظر آئی۔ شکست تیراندازوں کی نافرمانی کے سبب ہُوئی کہ وہ غنیمت میں شمولیت کے لئے ٹیلہ خالی چھوڑ آئے۔ (ارشاد [illegible])

[2] قریش شکست کھا کر بھاگے اور اصحابِ محمدؐ ان کے لشکرگاہ میں داخل ہو گئے۔ (کامل ابن اثیر)

[3] مشرکین ہٹتے ہٹتے اپنے خیمہ گاہوں تک آ گئے۔ مگر اصحابِ رسولؐ نے ان کو یہاں سے بھی بھگا دیا (تاریخ الحرمین)

اکابر صحابہؓ دشمنوں کے تعاقب میں

مُسلمانوں میں جتنے سابق الایمان دلاور تھے وہ اس اُترے ہوئے سیلاب میں اب بھی شناور تھے
تعاقب کر رہے تھے اب وہ باطل کے گروہوں کا کہ دِل مالِ غنیمت میں نہیں تھا حق پژوہوں کا
عقب میں تھے یہی ہر بھاگنے والی جماعت کے
یہ بندے تھے توکّل کے یہ پُتلے تھے قناعت کے

---

[1] اکابر مہاجرین اور انصار بھاگنے والے مشرکین کے پیچھے پیچھے تھے۔ جیسے ریوڑ کے پیچھے چرواہے۔ (تاریخ المران)

باب ہفتم

فتنۂ مالِ غنیمت

تازہ ایمان مالِ غنیمت کی دُھن میں

مسلماں تازہ ایماں جو ابھی ناآزمودہ تھے وہ ہمت کے تو پکے تھے مگر غفلت ربودہ تھے
قریبِ منزلِ مقصود آکر راہِ حق بھولے پڑھایا تھا جو ہادیؐ نے اچانک وہ سبق بھولے
نظارا دیکھ کر میداں میں دشمن کی ہزیمت کا دلوں میں شوق پیدا ہو گیا مالِ غنیمت[1] کا

---

[1] سب سے پہلے جنہوں نے غنیمت پر ہاتھ دراز کیا تازہ ایمان اور ایسے لوگ تھے جو پہلے کسی اسلامی جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ، تاریخ القرآن)

قریشی خیمہ گاہوں کو لگے زیر و زبر کرنے   قدم روکے تعاقب سے چلے ہمیانیاں بھرنے
فرائض سے ہوئے غافل حصولِ مال پر ٹوٹے   غنیمت دیکھ کر تیغوں کے قبضے ہاتھ سے چھوٹے
ردائیں خوابِ غفلت کی نگاہِ ہوش پر ڈالیں   زمیں پر گاڑ کر نیزے کمانیں دوش پر ڈالیں
مقرر تھے غلام اِس[1] خیمہ گاہ کی پاسبانی کو   وہ بھاگے دیکھتے ہی اس فضائے ناگہانی کو
لہٰذا لوٹنے کے واسطے میدان خالی تھا   یہ سمجھے لوٹنا بھی جنگ کا مقصودِ عالی تھا
گھسے خیموں کے اندر ساز و ساماں جمع کرنے کو   بڑھائے ہاتھ ہر جانب دہانِ طمع بھرنے کو

غرض اسلام کا لشکر تھا اِس غفلت میں آسودہ
نہیں تھا یاد اِن کو اس گھڑی قرآں کا فرمودہ[2]

ٹیلے کے تیر انداز اور حصولِ غنیمت کا شوق

اِدھر ٹیلے کے تیر انداز بھی تھے محوِ نظّارہ   کہ پسپا ہو کے لشکر دشمنوں کا بھاگ اُٹھا سارا

---

[1] قریش نے مال و متاع پر اپنے غلاموں کو متعین کیا تھا جنہوں نے اسباب متفرق کو یکجا کر کے پوستینیں ڈال دی تھیں لیکن جب فتحمند مجاہد آپڑے تو غلام بھاگ گئے۔ (تاریخ العمران)

[2] تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا ۖ وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۗ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ○ (پ الانفال ع ۹) ۶۷
تم دنیا کی دولت چاہتے ہو، اور خدا آخرت چاہتا ہے۔ خدا دانا و توانا ہے۔

نظر آئی گریزاں جب نمود و نام کی دُنیا
وہ یہ سمجھے کہ فاتح ہو گئی اسلام کی دُنیا
نظر آئے مسلماں محو جب فکرِ غنیمت میں
تو دلچسپی ہوئی اِن کو بھی اب ذکرِ غنیمت میں[1]
اُٹھی اک موجِ بے تابی قلوبِ اہلِ صولت میں
کہ ہم بھی چل کے شامل ہوں حصولِ مال و دولت میں

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی تنبیہ

ہوئے مانع مگر اس راہ سے ابنِ جبیرؓ ان کو
سُنایا بڑھ کے فرمانِ امامِ اہلِ خیر ان کو
کہا تم سب کو اس ٹیلے سے ہٹنے کی مناہی ہے
یہیں ٹھہرو کہ یہ تاکیدِ محبوبِ الٰہی ہے
شرف تم کو ملا ہے آج پشتیبان بننے کا
کرو ہرگز نہ تم اقدام نافرمان بننے کا
پیمبر نے بڑھایا ہے تمہاری قدر و قیمت کو
نہ سمجھو حکمِ ہادیؑ سے فزوں مالِ غنیمت کو
تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنے کی تلقیں ہے
یہ ارشادِ پیمبر ہے یہ حکمِ ہادیِ دیں ہے

---

[1] جب مشرک شکست پا کر بھاگے اور مسلمین نے پیچھا کیا۔ اور بہت سے مسلمین ان کی لشکرگاہ کی لوٹ پر مستعد ہوئے اس وقت تیراندازوں میں سے جو مصاف پر مامور باستقامت تھے بعض نے بعض سے کہا۔ اب یہاں کھڑے ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہر آئینہ حق تعالیٰ نے تمہارے دشمنوں کو ہزیمت دی اور تمہارے بھائی ان کے لشکر کو لوٹ رہے ہیں۔ اس لئے آؤ ہم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ مالِ غنیمت حاصل کریں۔ ([illegible])

تاویلِ احکامِ نبوّت

یہ سُن کر تیر اندازوں نے باہم تفرقہ ڈالا
لگے سب کرنے تاویلِ کلامِ حضرتِ والاؐ [1]

کہا یہ ہو نہیں سکتا کبھی منشائے پیغمبرؐ
حصُولِ فتح و فیروزی ہی تھا ایمائے پیغمبرؐ

خُدا نے خائب و خاسر کیا باطل کی فوجوں کو
خس و خاشاک نے پلٹا دیا طُوفاں کی موجوں کو

ہُوئی فضلِ خدا سے ہم کو حاصل آج فیروزی
کریں مالِ غنیمت سے نہ کیوں اب بہرہ اندوزی

ہمارے بھائی دامن بھر رہے ہیں فضلِ باری سے
ہمیں محرُوم رہ جائیں بھلا اِس بختیاری سے

غنیمت بعدِ جنگ احسان ہے فیضانِ نعمت ہے
رہیں ہم بے نیاز اس سے تو یہ کُفرانِ نعمت ہے

تیر انداز ٹیلا چھوڑ کر غنیمت حاصل کرنے والوں میں

غرض ایسی ہی باتیں کہہ کے تیر انداز چل نکلے
بلندی سے سُوئے پستی یہ سب شہباز چل نکلے

رہے ابنِ جبیرؓ آمادۂ ہر سعیِ امکانی
مگر ان کی نصیحت اکثریت نے نہیں مانی [2]

---

[1] تیر اندازوں نے آنحضرتؐ کے ارشاد کی تاویل کی اور کہا۔ آنحضرتؐ کا منشائے مبارک یہ نہیں ہو سکتا جو تم سمجھتے ہو (ارشاد الحکمۃ)

[2] تیر اندازوں کی اکثریت نے حضرت عبداللہ بن جُبیرؓ کی نصیحت نہ مانی اور ٹیلا چھوڑ کر لُوٹ میں شامل ہو گئے۔ (تاریخ العمران)

گرے یک لخت حُبِّ مال کے پردے نگاہوں پر
کہ بےخود ہو کے جا پہنچے قریشی خیمہ گاہوں پر

کمان[1] و تیر و ترکش اپنی اپنی پُشت پر ڈالے
حصُولِ مالِ دُنیا کی طرف لپکے خُدا والے

ٹیلے پر حضرت ابنِ جُبیرؓ اور سات تیر انداز

غنیمت کی طلب میں بن گئے نادان، چل نکلے
گیا پُشتے کو خالی اور پشتیبان چل نکلے

ہُوئی کمزوریٔ ملّت نگاہ و دل کی ناچاقی
فقط ابنِ جبیرؓ اور چند ساتھی رہ گئے باقی[2]

یہ چند افراد ٹیلے پر بدستور اب بھی قائم تھے
شہادت کی طلب تھی زخم ہی ان کے غنائم تھے

خالد نے ٹیلے کو خالی دیکھا

اِدھر خالد کہ تھا مغلوب تیر اندازدستے سے
بہت مایُوس تھا ہٹ کر کھڑا تھا عام رستے سے

نظر آتی تھی اپنی فوج کی پُوری شکست اس کو
تھا اب مقصود اپنے بھاگنے کا بندوبست اس کو

بڑی حسرت سے پھر ٹیلے کی جانب اِک نظر ڈالی
تو کیا دیکھا کہ پُشتہ پشتیبانوں سے ہُوا خالی

---

[1] : اپنی کمانیں اور تیر بغلوں میں ڈالے تھے اور تاراجِ مال میں بے خوف و خطر مشغول تھے۔ (العادۃ العرب)

[2] حضرت ابنِ جبیرؓ محض سات آٹھ ساتھیوں کے ساتھ ٹیلے پر رہ گئے تھے۔ باقی سب مقام کو خالی کر گئے (تاریخ الطبری)

فقط سات آٹھ گنتی کے مجاہد تھے بلندی پہ
جو قادر ہو نہیں سکتے تھے اس کی ناکہ بندی پہ
مسلمانوں کی غفلت تھی کہ امرِ اتفاقی تھا
ہُوا ثابت کہ حملے کا ابھی امکان باقی تھا
گنوائی ایک ساعت بھی نہ اب بے کار خالد نے
مسلمانوں پہ کردی پُشت سے یلغار خالد نے[۱]

حضرت عبداللہ ابن جبیرؓ اور اُن کے ساتھیوں کی شہادت

اگرچہ پُشتہ خالی ہوچکا تھا پُشتیبانوں سے
نہ رُک سکتا تھا خالد کا رسالہ چند جانوں سے
مگر ابنِ جبیرؓ اور ان کے ساتھی صادق الایماں
ہُوئے اُن کے مزاحم، جان دیدی ہو گئے قرباں[۲]
رہے ترکش میں جب تک تیر برساتے رہے اُن پر
ہُوئے خالی جو ترکش سنگ لڑھکاتے رہے اُن پر
رسالے کے سواروں نے بالآخر ان کو آگھیرا
شہادت کے طلبگاروں نے لیکن مُنہ نہیں پھیرا
کیا چورنگ تلواروں نے چھیدا ان کو بھالوں نے
ادائے فرض لیکن کردیا اللہ والوں نے
تڑپتے تھے اگرچہ پاک لاشے خاک پر ان کے
ستارے تھے مگر پیشانیٔ افلاک پر ان کے
وہ منزل مل گئی لائی تھی جس کی جستجو ان کو
شہادت کے لہو نے کردیا تھا سرخرو ان کو

---

[۱] یہ درہ جس پر تیرانداز متعین کیے گئے تھے اب تقریباً سنسان تھا تیراندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد ابنِ ولید نے جنگی رسالے کے ساتھ عقب سے حملہ کردیا۔ [illegible]

[۲] عبداللہ ابن جبیرؓ اور ان کے سات آٹھ ساتھیوں نے خالد کی مزاحمت کی لیکن سب شہید کردیئے گئے (تاریخ العمران)

غنیمت لُوٹنے والوں پہ خالد نے نظر ڈالی

صفایا ہو گیا ان کا تو ٹیلا رہ گیا خالی اِسی ٹیلے سے خالد نے نظر میدان پر ڈالی
نظر آیا قریشی خیمہ گاہ پر ایک میلا ہے مُسلمانوں کا قبضہ اور لُٹس کا جھمیلا ہے
مجاہد اپنی تیغیں اور خنجر میاں میں کر کے فراہم کر رہے ہیں ساز و ساماں ہاتھ بھر بھر کے
کمانیں دوش پر ترکش بغل میں پُشت پر ڈھالیں نمایاں شانِ اطمینان ہے اور سُست ہیں چالیں[1]
نکالی جا چکی ہر ایک شے خیمے کے اندر کی رسد کی خورجیاں کپڑوں کے بقچے تھیلیاں زر کی
قریشی سُورما کچھ دُور بھاگے بھاگے پھرتے ہیں مجاہد جیسے پیچھے ہیں وہ آگے آگے پھرتے ہیں
ہُوئی ہیں دف بجانے والیاں بھی منتشر ساری پہاڑوں میں چھپی ہیں مُنہ چھپا کر خوف کی ماری[2]
سپہ سالار ابُوسفیان بھی میداں سے غائب ہے قریبِ خیمہ گہ اب کوئی افسر ہے نہ نائب ہے
ہُوا ہے جوشِ غیرت آلِ عبدالدار کا ٹھنڈا پڑا ہے خاکِ ذلت پر قریشی قوم کا جھنڈا

---

[1] اُحد کے دن اصحاب غارت و تاراج میں پڑ گئے اور خیموں سے مال نکال نکال کر باہر رکھ رہے تھے۔
(تاریخ العمران)

[2] عورتیں جو دف بجاتی تھیں بھاگ گئیں اور پہاڑ کے گوشوں میں جا چھپیں۔ (طبری، کامل)

مُسلمانوں کی پُشت پر خالد کا حملہ

یہ صُورت دیکھ کر خالد کی آنکھوں سے لہو ٹپکا   رسالوں کو بڑھایا اور بجلی کی طرح لپکا
معیت میں سبھی افرادِ خاص الخاص تھے اس کے   معاون عکرمہ اور عمرو ابن العاص تھے اُس کے[1]
رسالے نے لگائی دوڑ اُن پر پیچ راہوں سے   جہاں ٹیلوں نے پوشیدہ رکھا ان کو نگاہوں سے[2]
مُسلماں مطمئن ہو ہو کے باطل کی ہزیمت سے   برابر بھر رہے تھے خُورجیاں مالِ غنیمت سے
نرالا رنگ لائی اب حصُولِ مال کی صُورت   کہ غفلت میں رسالے آپڑے بھونچال کی صُورت
دکھائی اس قدر غفلت شعاری ہوش والوں نے   خبر اُس دم ہوئی جب چھید ڈالا ان کو بھالوں نے
یہ سیلِ مرگ اچانک، دفعتًا، بے ساختہ ٹُوٹا   اِدھر اندوختہ لُوٹا، اُدھر اندوختہ ٹُوٹا
کسی نے کچھ نہ دیکھا کس طرف سے بجلیاں چمکیں   یہ اَنِیاں پُشت و پہلو توڑ کر سینے میں جا دھمکیں
بہت اس ضربِ کاری سے گرے بے جان ہو ہو کر   بہت سے زخم کھا کھا کر پھرے حیران ہو ہو کر

---

[1] خالد ابنِ ولید نے حملہ کیا تو اس کے ساتھ عکرمہ بن ابوجہل بھی اپنے سواروں کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور بقول بعض عمرو ابن العاص بھی خالد کے ساتھ تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] جب خالد کے سوار آپڑے تو کوئی ان کو روکنے والا نہ تھا۔ مسلمین خالی الذہن اور بے پرواہو کر لُوٹنے میں معروف تھے۔ اور ہر ایک نے جو کچھ پایا اس کے ہاتھ میں تھا۔ تاآنکہ ان پر نیزے اور تلواریں پڑنے لگیں۔ (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

یہ حملہ ہی کچھ ایسا تھا سنبھلنا سخت مشکل تھا
پڑا تھا پیچ ایسا بچ نکلنا سخت مشکل تھا

سوارانِ قریشی آگرے جب تان کر بھالے
ہوئے مقتول سب سے پہلے ٹیلا چھوڑنے والے

مسلمانوں کی لاشیں روند کر آگے بڑھے گھوڑے
غنیمت لوٹنے والوں نے اب گھبرا کے منہ موڑے

نظر آیا کہ ہر سُو اک بلائے ناگہانی ہے
بپا ہے اِک تلاطم اور تیغوں کی روانی ہے

اچانک آلیا تھا موت کے سیلاب نے اِن کو
کیا تھا غرق مال و زر کی آب و تاب نے اِن کو

بھاگی ہوئی قریشی فوج پلٹتی ہے

قریشی فوج کے بھاگے ہوئے افراد بھی پلٹے
ابوسفیاں بھی آیا دوسرے جلاد بھی پلٹے [۱]

شجاعت جاگ اُٹھی ہو گیا بیدار طیش اُن کا
پلٹ کر فوجِ مسلم پر گرا اب جَیش جیش ان کا

ہوا کے ساتھ ہی ان سورماؤں نے بھی رخ پھیرا
شرارت عود کر آئی مسلمانوں کو آگھیرا

نمایاں رایتِ اسلام تھا افلاک پر اب تک
قریشی فوج کا جھنڈا پڑا تھا خاک پر اب تک

قضا نے دفعتہً ایسی ہوا بدلی زمانے کی
کہ اِک عورت کو جرأت ہو گئی جھنڈا اٹھانے کی [۲]

---

[۱] قریش جو بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے پھر عود کیا۔ اور پلٹ کر مسلمین پر جا پڑے (رشاد الحکمۃ)

[۲] قریش کا جھنڈا زمین پر سرنگوں پڑا تھا۔ اور کسی کو اس کے قریب آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ یکایک ایسی ہوا چلی کہ عمرہ بنت علقمہ نام ایک حارثیہ عورت نے اسے اٹھا کر بلند کیا۔ (خاتم المرسلین)

marfat.com

یہ باطل کا نشاں بڑھ کر اُٹھایا ایک عورت نے ۔ جنوں مردانِ خونی کا بڑھایا ایک عورت نے

یہ سارا واقعہ ایسا سریع و بے تحاشا تھا
زمیں آئینۂ حیرت فلک عبرت تماشا تھا

اکابر مجاہدینِ اسلام کی پامردی

صحابہ جو تعاقب کر رہے تھے فوجِ دشمن کا ۔ پلٹ آئے سبب معلوم کرنے شور و شیون کا
ہَوا کا رُخ اِدھر سے اس طرف پلٹا ہُوا پایا ۔ مصافِ کفر و ایماں صف بصف پلٹا ہُوا پایا[1]
کیا تھا فوجِ دشمن نے پلٹ کر یوں ہجوم ان پر ۔ اچانک آپڑی ہو جس طرح بادِ سُموم ان پر
عدولِ[2] حکمِ ہادی نے دکھائی تھی یہ نیرنگی ۔ فلک نے پھیر لیں آنکھیں زمیں کرنے لگی تنگی
پلٹ کر جلد مردانِ زمانہ پھر ادھر آئے ۔ علیؓ، حمزہؓ، زبیرؓ و بُودجانہؓ پھر ادھر آئے
مگر رُوٹھی ہُوئی قسمت منائے اب نہ منتی تھی ۔ کچھ ایسی بات بگڑی تھی، بنائے اب نہ بنتی تھی

---

[1] جب قریش منتشر ہوئے۔ ہوا پروا چل رہی تھی۔ جب قریش نے رجوع کیا اور پلٹ کر آئے تو دفعۃً پچھوا چلنے لگی۔ مسلمین کا رُخ پچھم کی طرف تھا جب کہ وہ نہب وغارت میں مشغول تھے (ارشاد الحکمۃ)

[2] اُحد میں لشکرِ اسلام پر جو زد پڑی وہ تیر اندازوں کے عدولِ حکم کے باعث تھی۔ (تاریخ العمران)

رسُول اللہ پر حملہ کرنے کے متلاشی

ابنِ قمیہ

بہت سے[1] سازشی ارکان پُتلے تھے شقاوت کے
کہ دعوے لے کے آئے تھے محمدؐ کی عداوت کے
انہی میں اِک جواں تھا ابنِ قمیہ نام رکھتا تھا
نبیؐ پر حملہ کرنے کا خیالِ خام رکھتا تھا
مٹانا چاہتا تھا دہر سے نُورِ مجرّد کو
بہر سو ڈھونڈتا پھرتا تھا میداں میں محمدؐ کو
محمدؐ ہی پیامِ زندگانی لے کے آیا تھا
محمدؐ ہی حیاتِ جاودانی لے کے آیا تھا
محمدؐ ہی مٹانا چاہتا تھا زورِ شیطاں کا
فرشتوں سے بڑھانا چاہتا تھا رتبہ انساں کا
اسی کے خُون کا پیاسا تھا یہ ابلیس کا بندہ
اسی کی تاک میں پھرتا تھا یہ تلبیس کا بندہ

حضرت مصعبؓ پر ابنِ قمیہ کی نگاہِ بد

علمبردار مصعبؓ بن عمیرؓ اللہ کے غازی
نظر آئے اسے انبوہ میں مصروفِ جانبازی

---

[1] عبداللہ بن شہاب زہری عتبہ بن وقاص۔ ابنِ قمیہ۔ ابی بن خلف اور عبداللہ بن حُمَید اسدی ان سب نے مل کر معاہدہ کیا تھا کہ جس طرح بنے آج رسولِ خدا کا کام تمام کردیں گے۔ (خاتم المرسلین)

رسولِ پاک سے قدرے مشابہ تھا جمال ان کا
عَلَم کے سائے میں خورشیدِ معنی تھا جلال ان کا
ہلاکت گاہ میں اُٹھتا تھا جس جانب قدم ان کا
مُسلمانوں پہ سایہ ڈال دیتا تھا عَلَم ان کا
مجاہد غازیوں کا پائے استقلال قائم تھا
کہ میداں میں یہ اسلامی عَلَم فی الحال قائم تھا
یہ منظر دیکھ کر میداں میں مصعبؓ کی بسالت کا
گماں قمیہ کے بیٹے کو ہوا شانِ رسالت کا
تھا ارماں کعبۂ مقصود کو مسمار کرنے کا
تہیّہ کر لیا قاتل نے چھُپ کر وار کرنے کا

ابنِ قمیہ مصعبؓ[۱] پر وار کرتا ہے

بڑھایا اُس نے گھوڑے کو علمبردار کی جانب
بزعمِ خود جنابِ احمدِ مختار کی جانب
یہ کینہ توز رُخ کے سامنے تو کیا بھلا آتا
چلا چھُپتا چھُپاتا غازیوں کی زد سے کنیاتا
دغا بازی پہ رکھا جنگ کا دارومدار اس نے
کیا پیچھے سے آکر بازوئے مصعبؓ پہ وار اس نے
اُحد میں جس نے اب تک غلبۂ اسلام رکھا تھا
وہ بازو کٹ گیا جس نے عَلَم کو تھام رکھا تھا
عَلَم گرنے لگا جب ہو گیا یہ ہاتھ ناکارہ
رہا باقی نہ کوئی ایک صُورت کے سوا چارہ
عَلَم تھاما گرا کر ہاتھ سے شمشیر مصعبؓ نے
رہے حق کا عَلَم اونچا، یہ کی تدبیر مصعبؓ نے

---

[۱] مصعبؓ بن عمیرؓ آنحضرت سے صُورت میں مشابہ تھے اور علمبردار تھے۔ ابنِ قمیہ نے ان کو شہید کر دیا (سیرت النبی)

مگر اس ہاتھ پر بھی ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے لگائی تیغ مصعبؓ پر دوبارا ابنِ قمیہ نے
ہوا اِس ضرب سے یہ ہاتھ بھی بیکار مصعبؓ کا شہادت سے تھا چہرہ مطلع الانوار مصعبؓ کا

مصعبؓ کی شہادت

زمیں و آسماں پر چھا گیا اللہ کا دیوانہ عَلَم کی چھڑ دبا لی درمیانِ گردن و شانہ[1]
قلم ہو کر زمیں پر گر چکے تھے ہاتھ مصعبؓ کے مگر مصعبؓ تھے قائم اور عَلَم بھی ساتھ مصعبؓ کے
کٹے ہاتھوں کے دونوں ٹُنڈ اچھاتی پر آئے تھے عَلَم کی چھڑ دبائے دل پہ ہالا سا بنائے تھے

لہو گرتا تھا جیسے ہو کوئی رنگین فوّارہ
مگر فرصت کسے تھی، کون کرتا اس کا نظّارہ

مجاہد تھے گرفتار اپنے اپنے حال کے اندر عُقابوں کو پھنسایا تھا قضا نے جال کے اندر
عَلَم کی چھڑ پہ گردن، اور سر خم ایک شانے پر جبیں سُوئے فلک آنکھیں خُدا کے آستانے پر
عجب انداز سے مصعبؓ تھے اب مشہد میں استادہ دمِ آخر تک اپنا فرض ادا کرنے پر آمادہ

---

[1] لشکرِ اسلام کے حاملِ لوا مصعب بن عمیرؓ تھے جب مسلمانوں نے رُوگردانی کی تو وہ ثابت قدم رہے۔ اس وقت ابن قمیہ اسپ اسوار نے ان کو دیکھا۔ اور ان کے دست چپ پر تلوار ماردی کہ ہاتھ جدا ہو گیا۔ مصعبؓ نے عَلَم کو دست راست میں لے لیا۔ تب اُس نے دست راست بھی قطع کیا۔ تو پھر وہ عَلَم پر جھکے اس کو اپنے کٹے ہوئے بازوؤں کے ساتھ اٹھالیا۔ [illegible]

نہ دل امداد کا جویا نہ خواہانِ ترحّم تھا زباں پر نغمۂ تکبیر چہرے پر تبسم تھا
اسی عالم میں پھر اک ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے علمبردارِ حق کا سر اتارا ابن قمیہ نے
سرِ سجدہ گزار[2] اس طرح اترا فرش کے اُوپر صدائیں رَبِّیَ الْاَعْلٰی[1] کی گونجیں عرش کے اُوپر
جُھکا لہرا کے فرشِ خاک کی جانب تنِ خاکی اُٹھا افلاک کی جانب غُبارِ نُورِ افلاکی

الٰہی تیرے لشکر کی قیادت ہو تو ایسی ہو
مُجاہد ہوں تو ایسے ہوں شہادت ہو تو ایسی ہو

---

[1] مصعب بن عمیرؓ ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور سابقین اسلام میں سے تھے آپ نہایت صاحب جمال اور تبلیغ اسلام کرنے والوں میں خاص درجہ رکھتے تھے۔ اسلام لانے سے پیشتر جامہ زیبی کے لئے مشہور تھے اور اسلام لانے کے بعد یہ حال تھا کہ موٹا کمبل بمشکل پہننے کو ملتا تھا۔ ہجرت سے پہلے جب مدینہ منورہ سے کچھ لوگ مکہ پہنچے اور آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خواہش کی کہ احکام اسلام سکھانے کے لئے کوئی معلّم ان کے ساتھ کر دیا جائے تو سرکارِ دو عالمؐ نے حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ ہی کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ آپ مدینہ میں آکر اسد بن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے جو مدینہ کے نہایت معزز رئیس تھے۔ حضرت مصعبؓ کا روزانہ معمول تھا کہ ایک ایک گھر کا دورہ کرتے، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن مجید پڑھ کر سناتے۔ ان کی کوشش سے رفتہ رفتہ مدینہ سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

[2] غزوۂ بدر میں بھی علمبرداری کا منصب مصعبؓ ہی کے سپرد تھا۔ غزوۂ احد میں بھی انہی کو یہ منصب ملا۔ آپ کی صُورت آنحضرتؐ سے ملتی جلتی تھی اور اس شباہت کی وجہ سے ابنِ قمیہ نے ان کو شہید کیا۔

(ابن اسحق اور طبقات ابنِ سعد)

باب ہشتم

شہادتِ رسولؐ کی افواہ

اُحد میں قیامت

شیطان کا دعویٰ باطل

ادھر اک قہقہہ گونجا دہانِ ابنِ قمیہ سے زباں شیطان کی نکلی دہانِ ابنِ قمیہ سے
کہ لوگو آؤ دیکھو، مَیں نے کس کا سر اتارا ہے محمدؐ کو، مسلمانوں کے پیغمبرؐ کو مارا ہے
مرے ہاتھوں نے آخر قتل کر ڈالا محمدؐ کو بجھایا تین پھونکوں سے چراغِ نورِ سرمد کو

---

[1] ابنِ قمیہ نے مصعبؓ بن عمیرؓ کو حملہ کر کے شہید کر دیا۔ علمِ اسلام انہی کے ہاتھ میں تھا۔ ابن قمیہ نے ان کو مار کر سمجھا کہ میں نے خود رسول اللہؐ کو شہید کر دیا ہے۔ بس غالباً اس کے مشہور کرنے سے یکایک میدانِ جنگ میں یہ خبر اڑ گئی کہ جنابِ رسالت مآبؐ شہید ہو گئے۔ (خاتم المرسلین)

یہ کہتا اور خوشی سے ناچتا جاتا تھا دیوانہ   کیا ہو جس طرح کوئی بڑا ہی کارِ مردانہ

خبر یا صاعقہ

اگرچہ بے حقیقت تھی نہادِ بے وقار اس کی   مگر آواز گونجی صورتِ صوتِ حمار اس کی
کسی شیطان نے میدان میں یوں اس کو دہرایا   کہ اس کا قولِ بد گوشِ مسلماناں میں پہنچایا[1]
صحابہؓ اس گھڑی ہر سو گرفتارِ مصائب تھے   سماع[2] و گوش حاضر تھے، حواس و ہوش غائب تھے
ہدف تھے خنجر و شمشیر کے اور زخم خوردہ تھے   اثر خود کردنی کا تھا کہ دل ان کے فسردہ تھے

صحابہؓ پر اس خبر کا اثر

یہ شیطانی گجر سنتے ہی بجلی گر گئی گویا   گلوئے زندگانی پر چھری سی پھر گئی گویا
محمدؐ مصطفےٰ جس نے غلاموں کو رہائی دی   اسی کے قتل ہونے کی صدا ان کو سنائی دی
محمدؐ ہی کے دم سے تھا اجالا ان نگاہوں میں   اسی کا روئے انور شمع تھا ہستی کی راہوں میں
محمدؐ کی شہادت کا سنا جس وقت آوازہ   بکھرتا سا نظر آنے لگا عالم کا شیرازہ

---

[1] ابنِ قمیہ نے مصعبؓ کو شہید کر دیا اور غل مچ گیا کہ آنحضرت نے شہادت پائی۔ (سیرت النبی)

[2] اس آواز سے عام بدحواسی چھا گئی۔ (سیرت النبی)

گرے ہتھیار، بازو لڑتے لڑتے تھم گئے ان کے
جہاں بھی تھے، قدم مٹی کی صورت جم گئے ان کے
نگاہوں پر اندھیرا چھا گیا، دل پر غبار آیا
دماغ و دل میں، عقل و عاشقی میں انتشار آیا

اس خبر کے مختلف اثرات

ہزاروں زخم کھائے تھے، مگر یہ ضرب تھی کاری
سکوتِ مرگ کی سی اک غشی سب پر ہوئی طاری
غشی تھی، بے ہُشی تھی، خود فراموشی تھی سکتہ تھا
کوئی روئے زمیں کوئی فلک کے منہ کو تکتا تھا
ہوئی خود کردنی آئینہ حیرت چھا گئی ان پر
پلٹ کر لشکرِ دشمن کی آئی آ گئی ان پر
دکھائی[1] تھی یہ صورت فتنۂ مالِ غنیمت نے
کہ مارا فاتحوں کو آج دشمن کی ہزیمت نے

مسلمین کی بدحواسی

غبار ایسا اٹھا تھا دید سے معذور تھیں آنکھیں
دلوں میں نور لیکن خاک سے معمور تھیں آنکھیں

---

[1] قرآن مجید میں غنیمت کی نسبت "متاعِ دنیوی" کا لفظ آتا ہے اور اسکی طرف انہماک اور وارفتگی پر ملامت کی جاتی ہے جنگ اُحد میں جب اس بنا پر شکست ہوئی کہ کچھ لوگ کفار کا مقابلہ چھوڑ کر غنیمت میں مصروف ہوگئے تو یہ آیت اتری۔
مِنکُم مَّن یُرِیدُ الدُّنیَا وَمِنکُم مَّن یُرِیدُ الآخِرَةَ (پ۴ آل عمران ع ۱۶) تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طلبگار تھے اور کچھ لوگ آخرت کے۔

کچھ ایسے تھے کہ بے خود کر دیا تھا ان کو غیرت نے
حواسوں پر اڑھا دیں چادریں احساسِ غیرت نے
نظر آئی ہوا پلٹی ہوئی فتح و ہزیمت کی
تباہی بن گئی تھیں شامتیں مالِ غنیمت کی
غنیمت کے فراہم کردہ ڈھیروں سے پرے سر کے
لگے بے دیکھے بھالے وار کرنے تیغ و خنجر کے
دل و دیدہ پہ ایسا چھا چکا تھا اک غبار ان کے
تمیزِ دوست دشمن کر نہیں[1] سکتے تھے وار ان کے
نظر کی آب اُتری تھی حیا کی تیز تھیں دھاریں
چلاتے تھے یہ اب میداں میں اندھا دھند تلواریں
خِرَد پر چھا گئی تھی ایک چادر بدحواسی کی
تزلزل تھا یہاں مُہلت کہاں تھی خود شناسی کی

رفاعہؓ اور یمانؓ[2] کی شہادت

یہ حالت تھی کہ میداں میں رفاعہؓ اور یماںؓ آئے
سبب اس شور کا دریافت کرنے ناگہاں آئے
یہ بُوڑھے تھے قتال و جنگ کی ان کو معافی تھی
خُدا کی راہ میں ان کی دُعائے خیر کافی تھی
یہ دونوں اِک جگہ مامُور تھے باہر مدینے سے
انہیں اس شور و غُل نے کر دیا بیزار جینے سے

---

[1] بدحواسی میں ان کی صفیں پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑیں اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ (سیرت النبی)

[2] یمانؓ جن کو حسیل بن جابر کہتے ہیں اور رفاعہ بن وقشؓ یہ دونوں بزرگ کبیر السن تھے۔ مدینے کے ٹیلے پر عورتوں کے ساتھ چڑھاتے گئے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ کاش ہم رسُولِ خدا کے ساتھ اُحُد میں ہوتے۔ یہ کہہ کر چل پڑے اور ایسے وقت پہنچے جب مشرکین اور مسلمان باہم مختلط تھے۔ اس وقت ان پر تلواریں پڑ گئیں۔

(رشاد الحکمہ)

شہادت کی خریداری کو دونوں سر بکف دوڑے
جہاں ارزاں سے جنسِ شہادت لیں [illegible]

محمد مصطفیٰ کا نامِ نامی تھا زبانوں پر
کمان و تیر بن کر جا پڑے تیوں کمانوں پر

عصا ہاتھوں میں بارِ عمر سے کمریں خمیدہ تھیں
بخطِ راست رُو میں جانبِ جنت کشیدہ تھیں

اُحُد میں ان کے حصے کی سعادت مل گئی ان کو
شہادت لینے آئے تھے شہادت مل گئی ان کو

ہُوا اک دوستِ[1] دوستاں ہی سے بحق واصل
مگر کی دُوسرے نے یہ مرادِ اغیار[2] سے حاصل

میانِ دیدہ و دل ایک پردہ تھا یہاں حائل
مُسلماں تھے مُسلمانوں کے ہاتھوں ہر طرف گھائل

کہاں تھی ان کو مہلت امتیازِ دوست دشمن کی
نظر آتی تھی قاتل شکل ہر اک تیغ افگن کی

پیاپے ان پہ نیزے پڑ رہے تھے تلوار پڑتی تھی
مگر کھلتا نہ تھا آخر کدھر سے مار پڑتی تھی

بےخود و ساکت ہونے والے

صدا میدان میں گونجی کہ اب لڑنے سے کیا حاصل
خدا کا پاک پیغمبر خدا سے ہو چکا واصل

---

[1] دوست دشمن کی تمیز نہ رہی حضرت حذیفہ کے والد یمان اس کشمکش میں آ گئے اور ان پر مسلمانوں کی تلواریں پڑ گئیں۔ حضرت حذیفہ چلاتے رہے میرے باپ ہیں۔ مگر کون سنتا تھا غرض وہ شہید ہو گئے۔ (سیرۃ النبی)

[2] [illegible] کو مشرکین نے شہید کیا۔ (ارشاد الکریم)

چمک بجلی کی تھی یا صاعقہ تھا یا کوئی کڑکا　　فلک تھرّا گیا کچھ اس طرح دھرتی کا دل دھڑکا
یہ صدمہ ہی کچھ ایسا تھا سُنانی ہی کچھ ایسی تھی　　دلوں پر ابتلا سے ناگہانی ہی کچھ ایسی تھی
کچھ ایسے تھے جنہیں اندوہ کے لشکر نے گھیرا تھا　　جدھر آنکھیں اٹھاتے تھے اندھیرا ہی اندھیرا تھا
حواس و ہوش ہر حالت میں قائم رہ نہیں سکتے　　محبّت آشنا دردِ جُدائی سہہ نہیں سکتے

فارُوقِ اعظم بھی سکتے میں

خبر سُن کر شہادت یابیٔ سردارِ عالم کی　　پراگندہ تھی خاطر بے طرح فاروقِ اعظمؓ کی
گرے ہتھیار، سر سینے کے اُوپر جھک گیا ان کا　　دماغ از کار رفتہ ہو گیا، دم رُک گیا ان کا
نہ اب بازو میں بَل تھا اور نہ پیروں میں سکت گویا　　پریشاں تھے زمین و آسمان و شش جہت گویا
کھڑے تھے اِک جگہ ڈوبے ہُوئے بحرِ تحیّر میں　　یہ کروٹ ناگہانی تھی زمانے کے تغیّر میں

سروشِ غیب سے ہمداستاں تھی جِس کی گویائی
غریقِ خُود فراموشی ہُوئی تھی اُس کی دانائی

---

[1] سارے میدان میں مشہور ہو گیا کہ آنحضرت شہید کر دیئے گئے مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ جو جہاں کھڑا تھا سکتے میں تھا۔ (خاتم المرسلین)

حضرت انس ابن نضرؓ

صحابہؓ میں سے انسؓ[1] ابنِ نضر اس سمت آ نکلے
وہ اس مہلک دوراہے پر عمرؓ کے رہنما نکلے

جنابِ انسؓ نے فاروقؓ کو اس رنگ میں دیکھا
عمل کا ترک ایسے صاحبِ فرہنگ میں دیکھا

عمرؓ سے دست و بازو روک لینے کا سبب پوچھا
رکے ہیں کس لئے میدان میں پائے طلب کھینچا

کہا وہ شمع جس کے عشق میں جلتے تھے پروانے
اُسے آنکھوں سے اوجھل کر دیا اس حشرِ برپا نے

عمرؓ کو بھی جو یوں جذبات میں کھویا ہُوا پایا
جنابِ انسؓ نے آنکھوں میں آنسو بھر کے فرمایا

کہ اچھا مان لو وہ جسمِ اطہر اب نہیں ہم میں
مگر موجود اس کا دین تو ہے بالیقیں ہم میں

پھر اے فاروقؓ ہم اپنا ادائے فرض کیوں چھوڑیں
خدائے پاک زندہ ہے خدا سے رشتہ کیوں توڑیں

ہُوا واصل بحق وہ جانِ جاں جس کام کی خاطر
چلو ہم بھی کریں آغاز اُسی اتمام کی خاطر

یہ کہہ کر انسؓ نے تلوار کھینچی بڑھ گئے آگے
عمرؓ بھی جاگ اُٹھے اس طرح جیسے نیند سے جاگے

چلے اُٹھ کر جہادِ فی سبیل اللہ کی جانب
کیا عابد نے رُخ اپنا عبادت گاہ کی جانب

---

[1] حضرت انسؓ کے چچا (انس بن نضرؓ) لڑتے بھڑتے موقع سے آگے نکل گئے۔ دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ پوچھا یہاں کیا کرتے ہو۔ بولے اب لڑ کر کیا کریں۔ رسول اللہ نے تو شہادت پائی۔ حضرت انس بن نضر نے کہا ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ کہہ کر فوج میں گھس گئے اور شہادت پائی۔ (سیرت النبی)

بڑھے پھر دشمنوں کی سمت جہد و جنگ کرنے کو
لہو سے نقشِ پائے عاشقی گلرنگ کرنے کو

مقامِ معرفت میں مرحلے ایسے بھی آتے ہیں
جہاں رہبر نقوشِ رہرواں سے راہ پاتے ہیں

وہ جن کے پاؤں اُکھڑ گئے

بہت[۱] ایسے بھی تھے جو مطلقاً جی چھوڑ بیٹھے تھے
کھڑے تھے بعض بیخود بعض منہ بھی موڑ بیٹھے تھے
قریشی فوج کا دِل اور بھی اب بڑھتا جاتا تھا
یہ دریا جوش کھا کھا کر سروں پر چڑھتا جاتا تھا
کثیر اصحاب نومیدی سے میداں چھوڑ کر بھاگے
جہادِ فی سبیل اللہ سے مُنہ موڑ کر بھاگے[۲]
ہزیمت خُوردہ فوجِ قریشیاں پھر لوٹ آئی تھی
مُسلمانوں نے ظاہر میں شکستِ عام کھائی تھی
ہجومِ یاس و نومیدی نے دل کو اس طرح گھیرا
کہ روباہوں کا نرغہ پا کے اِن شیروں نے مُنہ پھیرا
خُدا محفوظ رکھے نا امیدی سے مُسلماں کو
کہ یہ راہِ طلب سے دُور لے جاتی ہے اِنساں کو

---

[۱] آنحضرت کی شہادت کی آواز سے عام بدحواسی چھائی اور بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ (سیرت النبی)

[۲] اس ہلچل اور اضطراب میں اکثروں نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ (سیرت النبی)

مگر وہ جو پیشتر سے زیادہ ثابت قدم ہو گئے

مگر ایسے بھی تھے یہ حرف جن کے گوش میں آئے
لہو میں اور بھی آئی حرارت جوش میں آئے

محبانِ نبیؐ ایسے بھی تھے فوجِ مسلماں میں
رہے اوّل سے آخر تک جو قائم آج میداں میں[1]

اگرچہ دوسروں سے بڑھ کے جی بے چین تھا اِن کا
ادائے فرض ہی دُنیا میں نصب العین تھا اِن کا

صدائے اُمّتہ اُمّتہ ان بزرگوں کی زباں پر تھی
نظر ان کی ہدایاتِ شفیعِ انس و جاں پر تھی

اگرچہ رنگِ حسرت اِس خبر سے دل پہ طاری تھا
لبوں پر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ کا وِرد جاری تھا

جو اس حالت میں بھی محوِ جہادِ والہانہ تھے
علیؓ بوبکرؓ و عمرؓ تھے اسی شیوہ میں یگانہ تھے

زبیرؓ و عبدِ رحمٰنؓ، بوعبیدہؓ حارثؓ و عاصمؓ
خبابؓ و سہلؓ و سعدؓ و طلحہؓ سب تھے ثابت و قائم

ہے شامل ان میں ابنِ مسلمہؓ کا نامِ نامی بھی
معاذؓ ابنِ جبل اور کعبؓ کا اسمِ گرامی بھی[2]

---

[1] جاں نثارانِ خاص برابر لڑتے جاتے تھے (سیرت النبی) مسلمان بدحواسی میں ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے [illegible] مسلمین نے خود بخود نشانی قرار دی یعنی اُمّت اُمّت پکارنا شروع کیا تاکہ مسلمان مسلمانوں کو پہچان لیں [illegible] کے ہاتھ اپنے ساتھیوں پر وار کرنے سے رُک گئے۔ طلبگارانِ شہادت نے تلواریں [illegible] میں گھس گئے اُن کی زبانوں پر آیہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [illegible] (ارشاد الٰہی)

[2] اس نازک وقت میں [illegible] ثابت قدم رہے۔ (تاریخ [illegible])

اِن کا مقصود

ہَوا میں گونج اُٹھی تھی جب خبر قتلِ پیمبرؐ کی   دلوں میں بس گئی تھی اور بھی تکمیلِ مقصد کی
یہ مقصد تھا خُداوندانِ باطل کو مٹا دینا   یہ مقصد تھا دلوں کو نورِ حق سے جگمگا دینا
یہ مقصد تھا دفاعِ آدم سے ابلیسی خصُومت کا   یہ مقصد تھا قیام اللّٰہ واحد کی حکُومت کا
یہ مقصد تھا یتیموں اور ضعیفوں کی مدد کرنا   شریروں کے مقابل میں شریفوں کی مدد کرنا
یہ مقصد تھا رہا کرنا غلامانِ مقیّد کا   یہ مقصد تھا مٹانا فرق اَبْیَضْ اور اَسْوَدْ کا
یہ مقصد خدمتِ دیں، خدمتِ اسلام کرنا تھا   محمدؐ کی شریعت کو جہاں میں عام کرنا تھا
اگرچہ حال اس بھونچال میں بے حال تھا ان کا   اسی مقصد کی خاطر صبر و استقلال تھا ان کا
بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر   کبھی موجوں کے سر پر تھے کبھی گرداب کے اندر

گھرے تھے موت میں یا موت کے گھیرے ہُوئے تھے یہ
پھرے تھے قبلہ رُخ، دُنیا کا منہ پھیرے ہُوئے تھے یہ

حضرت حمزہؓ کا جلال

جلالِ حضرتِ حمزہؓ مثالِ مہرِ تاباں تھا   شہادت گاہ ان کی راہ میں گویا خیاباں تھا

سرِ دشمن جدھر اللہ کا یہ شیر بڑھتا تھا
الٹتی تھیں صفیں کوئی بھی ان کے منہ نہ چڑھتا تھا
جہاں غالب نظر آتا تھا انبوہِ قریش ان کو
بپھر کر اُن پہ جا پڑتے تھے آجاتا تھا طیش ان کو
حرارت اور بڑھ جاتی تھی ان کی التہاب آسا
چمکتے تھے شہاب آسا، جھپٹتے تھے عقاب آسا
قدم جس سمت بڑھتے تھے انہی کے ہاتھ میداں تھا
نظر میں طیش پا کر جیش جیش ان سے گریزاں تھا
نمازِ صبح سے اِک رنگ تھا اِس مردِ غازی کا
یہ قربِ ظہر تھا، وقت آچکا تھا اب نمازی کا

سباع غبشانی

سباع اِک مردِ طاقتور تھا قرشی نوجوانوں میں
گِنا جاتا تھا جس کا نام اُونچے پہلوانوں میں
یہ بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پہ حملے کرتا پھرتا تھا
ہوا سر میں بھری تھی دم خودی کا بھرتا پھرتا تھا
یہ صورت دیکھ کر حمزہؓ نے اس کو دُور سے ٹوکا
وہ اِن کو دیکھ کر سرکا تو بڑھ کر راستہ روکا
کہا تیری بھی یہ جرأت ہے او فرزندِ ختانہ[2]
کہ سیکھی زاغ نے بھی آج شانِ شاہبازانہ
اِدھر آ، تیری جرأت کا مزا تجھ کو چکھا دوں میں
مقابل ہو کہ تیری اصل کا تجھ کو پتا دوں میں

---

[1] حضرت حمزہؓ دو دستی تلوار مارتے تھے اور جس طرف بڑھتے تھے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں (سیرت النبی)

[2] سباع غبشانی کی ماں مکہ میں ختانۃ النسا تھی (ارشاد الحکم)

سباع غبشانی سامنے آگیا، پکار کے کہا او ختانۃ النسا کے بچے کہاں جاتا ہے۔ (سیرت النبی)

یکایک دستِ چپ سے آپ نے پکڑا گلا اس کا　　گری تلوار اس کی جسم کانپا بر ملا اس کا
اٹھایا خاک سے اس طرح گویا خاک کر ڈالا　　گرایا اور لٹایا اور قصہ پاک کر ڈالا
تھے اس کے ساتھ کچھ قرشی جواں ان پر نظر ڈالی　　وہ بھاگے الحذر کہہ کے پیشِ ہمتِ عالی

وحشی غلام کمین گاہ میں

یہ سارا واقعہ گذرا تھا وحشی کی نگاہوں سے　　دبا بیٹھا تھا قاتل اپنی نیّت کے گناہوں سے
خبر لیتے تھے حمزہؓ جس گھڑی قرشی جوانوں کی　　وہاں وحشی کھڑا تھا آڑ لے کر[1] دو چٹانوں کی
تعاقب کر رہے تھے حمزہؓ اک فردِ فراری کا　　کیا وحشی نے اس دم قصد اس شیرِ شکاری کا

وحشی حربہ پھینکتا ہے

شہادت تھی نڈر مکاری و روباہ بازی سے　　چلے جاتے تھے حمزہؓ اک ادائے بے نیازی سے
غلامِ کم نظر نے شست باندھی اس یگانے کی　　کہ جس کی قہرمانی جان تھی سارے زمانے کی

---

[1] خود وحشی کا قول ہے کہ حضرت حمزہؓ بھیڑ کو چیر کر سباع غبشانی کی طرف بڑھے۔ تب میں ایک پتھر کی آڑ میں چھپ رہا اور میں نے دیکھا کہ میرے قریب ہی حمزہؓ نے اس کو زمین پر اٹھا کر دے مارا۔ اور قتل کر دیا۔

(رشاد الحکمۃ)

نہ دینی دشمنی تھی اور نہ دُنیاوی خصومت تھی نہ کچھ لالچ جاہ و ثروت کا نہ خلعت میں حکومت تھی
فقط انعام میں کچھ سکہ ہائے زر کے وعدے پر فقط بہرِ شکم کچھ لقمہ ہائے تر کے وعدے پر
غلام تیرہ رُو نے کی اُسی پر مشقِ صیادی جسے مدِنظر تھی اِن غلامی ہی کی آزادی
ہلائی اور تولی ہاتھ میں چالاک نے برچھی نشانہ کر کے پھینکی دُور سے ناپاک نے برچھی
تھی مشہورِ زمانہ زنگیوں کی حربہ اندازی نشانہ ناگہانہ بن گیا اللہ کا غازی

رضائے حق یہی تھی جو قضا کی مُشت سے نکلی
یہ برچھی ناف کے نیچے لگی اور پُشت[۱] سے نکلی

حمزہؓ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں

خُدا و مُصطفیٰ کے شیر پر یہ ضرب تھی کاری اگرچہ ضرب تھی کاری مگر ہمت نہیں ہاری
اُڑے پروازِ جاں کے ساتھ حمزہؓ جانبِ دشمن شغال آمادۂ رم ہو گیا جھپٹا جو شیر افگن
کمینے کی کمیں گہ دیکھ لی تھی مردِ غازی نے کیا وحشی کا پیچھا دوڑ[۲] کر شیرِ حجازی نے

---

[۱] حمزہؓ سباع کو قتل کر کے کسی دوسرے کے تعاقب میں تھے۔ وحشی نے اپنی برچھی تول کر دُور سے پھینکی، برچھی حضرت حمزہؓ کے شانے پر لگی اور پار ہو گئی۔ (تاریخ القرآن)

[۲] حضرت حمزہؓ نے زخم کھا کر وحشی کا تعاقب کیا۔ [illegible]

اِدھر وحشی بھی اپنی موت آتی دیکھ کر بھاگا
بدن میں رعشہ تھا، بھاگا نہ جاتا تھا مگر بھاگا

حمزہؓ کی شہادت

گڑھے کھودے گئے تھے جو گذشتہ رات میداں میں
اجل بیٹھی تھی اُن میں اب لگا کر گھات میداں میں
مڑا اک موڑ پر وحشی تو ساتھ اس کے پھرے حمزہؓ
قدم پھسلا اچانک اک گڑھے میں جا گرے حمزہؓ[۱]
عقابِ رُوح پہلے ہی سے تھا پرواز آمادہ
اُڑا سُوئے فلک اب چھوڑ کر یہ جسمِ افتادہ
یہ جنگ و حربہ و ضرب و جراحت اِک بہانہ تھا
حقیقت میں نشانِ حق زمانے کو دکھانا تھا
بتانا تھا کرشمہ عاشقوں کے فوقِ عادت کا
جمانا تھا دلوں پر نقش اس حُسنِ شہادت کا
زمیں سے آسماں تک ایک نُورانی غبار اُٹھا
فرشتہ لے کے جانِ بندۂ پروردگار اُٹھا

زمیں پر رہ گیا باقی فقط اِک خُوں چکاں لاشہ
فروغِ زخم سے بے حد سے بہارِ بے خزاں لاشہ

وحشی چُھری لے کر کلیجہ نکالتا ہے

تعاقب میں نہ پایا حمزہؓ کو ناپاک زنگی نے
یقیں آیا کہ رحلت کی جہاں سے مردِ جنگی نے

---

[۱] زخم خوردہ حمزہؓ نے وحشی کا تعاقب کیا۔ مگر ایک گڑھے میں گر پڑے اور رُوح پرواز کر گئی۔ (تاریخ العمران)

وہ پلٹا ڈرتے ڈرتے غارِ مُہلک کے قریب آیا تو رشکِ آسماں کو خاک پر سویا ہُوا پایا
رُخِ انور پہ وہ ریشِ سفید و شاندار اس کی شہادت سے نمایاں اور شانِ باوقار اس کی
ڈرا وحشی کہ پھر کیا ہو اگر یہ شیر جاگ اُٹھے؟ ارادہ تھا ذرا جُنبش نظر آئے تو بھاگ اُٹھے
اُٹھا کر کنکری اس سنگدل نے شیر پہ ماری[1] رہی لیکن شہیدِ کامراں پر بے خُودی طاری
یہ دیکھا تو دلِ وحشی کو اک گونہ قرار آیا چھری لے کر قریبِ نعش اب یہ نابکار آیا

گڑھے کے اندر اُترا اب نہ کی قطعِ نظر اس نے
شکم چیرا، نکالا مردِ مومن کا جگر اس نے[2]

ہند کے لئے ہدیہ

اب اِس کرتُوت کا انعام لینے کو چلا ناداں متاعِ بے بہا کا دام لینے کو چلا ناداں[3]
یہ قاتل تھا مگر اکسانے والی ہند تھی اِس کی ابوسفیاں کی زوجہ اصل میں خاوند تھی اس کی
قریبِ ہند آیا کارنامہ اپنا جتلایا جگر حمزہؓ کا دکھلایا، پھر اپنا حق بھی جتلایا

---

[1] وحشی کا قول ہے کہ میں ڈرتا ڈرتا قریب گیا۔ اور میں نے پہلے ایک کنکری ماری مگر حمزہؓ نے کوئی جنبش نہ کی تب میں سمجھا کہ روح نکل چکی ہے۔ ([illegible])

[2] وحشی نے چھری سے حمزہؓ کا شکم چاک کر کے کلیجہ نکال لیا اور اس کو ہند کے پاس لے گیا۔ ([illegible])

[3] وحشی نے ہند سے کہا کہ میں نے تمہارے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا ہے کیا انعام ملے گا ([illegible])

یہ مژدہ سُن کے شیطانی مسرت ہند پر چھائی
خوشی میں دیونی کی طرح جھومی اور لہرائی
قسم کھائی تھی حمزہؓ کا جگر کچا چبانے کی
لہو کی پیاس تھی اور بھوک اس کو گوشت کھانے کی
عجب دیوانگی سی چھائی تھی اب اِس قسائن پر
تعجب تھا دلِ وحشی کو بھی اِس کے قرائن پر
اہا ہا کہتی جاتی مُنہ بناتی جا رہی تھی یہ
جگر حمزہؓ کا دانتوں سے چباتی جا رہی تھی یہ[1]
جگر تھا اِس کے مُنہ میں خُون باچھوں سی ٹپکتا تھا
کھڑا تھا پاس وحشی اور مُنہ حیرت سے تکتا تھا
نہ اُترا حلق کے اندر گلے میں یہ جگر اٹکا
بالآخر اس نے اُگلا اور زمیں پر اس کو دے ٹپکا[2]
مری بھی نسل ایسی ہو، نرالا شوقِ بے جا تھا
نگلنا اِس کو مشکل تھا یہ حمزہؓ کا کلیجہ تھا
ہُوا ہندِ جگرخوار آج سے مشہُور نام اس کا
مگر اُترا نہ اِس پر بھی جنونِ انتقام اس کا
پکاری، واقعی تُو نے کیا وحشی یہ کام آخر
مِلا مُجھ کو پسر کا اور پدر کا انتقام آخر
ہُوا برباد اِسی حمزہؓ کے ہاتھوں سے مرا میکا
سوائے قتلِ حمزہؓ دل نہیں طالب کسی شَے کا
کہاں ہے نعشِ حمزہ کی نشاں اس کا بتا وحشی
مَیں آنکھوں سے اسے دیکھوں مجھے چل کر بتا وحشی
چلا وحشی اگرچہ اس کا جی حامی نہ بھرتا تھا
یہ وحشی تھا مگر اب ہند کی وحشت سے ڈرتا تھا[3]

---

[1] وحشی نے کلیجہ پیش کیا۔ ہند نے اس کو منہ میں ڈال کر چبانا شروع کیا۔ (تاریخ العمران)

[2] جگر گلے سے نہ اتر سکا۔ اس لئے اگل دینا پڑا۔ (سیرت النبی)

[3] تاریخوں میں ہند کا لقب جو جگرخوار لکھا جاتا ہے اسی بنا پر ہے۔ (سیرت النبی)

کسی صُورت تو آخر ٹالنی تھی یہ بلا اس کو　　شہادت گاہ کا منظر دکھانے لے چلا اس کو

ہندہ جسدِ حمزہؓ پر

دکھایا جا کے خِطّہ اس زمینِ آسمانی کا　　جسد جس جا پڑا تھا اِک حیاتِ جاودانی کا
پڑا تھا وہ جسد آغشتہ خُون و خاک کے اندر　　کہ جس کے دبدبے کی دھاک تھی افلاک کے اندر
وہی شیرانہ صُورت تھی وہی مردانہ چہرا تھا　　شعاعیں مہر کی بکھری تھیں یا دُولہا کا سہرا تھا
ہُوا حُسنِ شہادت ہند کی آنکھوں پر آئینہ　　کدُورت اُور چمکی اور بھڑکی آتشِ کینہ
شقاوت نے جو دیکھی یہ جلالت مہرتاباں کی　　بگاڑی کافروں نے شکل اِس مردِ مسلماں کی

ہند[1] کے گلے کا ہار

نہیں بھایا شہیدانِ وفا کا رُتبۂ عالی　　چھُری سے گوشت کاٹے اور بینی قطع کر ڈالی
نِکالا زندہ دِل کا دِل، دِل ایسا مُردہ تھا اِس کا　　نکالے پیٹ سے گُردے عجب دل گردہ تھا اس کا
حیا کترا گئی دیکھا جو یہ کارِ سفیہانہ　　کہ اِس عورت نے کاٹے مرد کے اعضائے مردانہ

---

[1] ہند حبشی کو ساتھ لیکر حمزہؓ کی لاش پر آئی۔ اسکے دل میں اس قدر غصہ بھرا تھا کہ ناک، کان، مذاکیر و اعضائے
(تاریخ القرآن)

یہ اعضا[1] ایک رشتے میں پروئے مُو بمُو اس نے   بنایا ہار ان کو کر لیا زیبِ گلُو اس نے

وحشی کا انعام

اتارا طوق اپنا دے دیا انعام وحشی کو   ملے اس جُرم کے یہ اچھے خاصے دام وحشی کو
کہا[2] تمغے میں چل کر اور دس دینار بخشُوں گی   تجھے کھانے کھلاؤں گی تجھے دستار بخشُوں گی
چلو اب چل کر یہ مژدہ ہم سنائیں اپنے لشکر میں   یہ پیارا ہار لے جا کر دکھائیں اپنے لشکر میں
پہن کر طوقِ لعنت زرد ہو کر رہ گیا قاتِل   دکھا کر گرما گرمی سرد ہو کر رہ گیا قاتِل
ابھی دینار کا وعدہ تھا یعنی وعدۂ فردا   ابھی دستار کا وعدہ تھا یعنی وعدۂ فردا
ابھی تمغے میں جانا تھا ابھی دینار ملنے تھے   ابھی سارے جہاں سے لعنتوں کے ہار ملنے تھے
کیا محروم ایسے قہرماں سے اس کی ملّت کو   صِلہ یہ کُچھ ملا پھر بھی نہ سمجھا اپنی ذلّت کو
غلام آقاؤں کی خدمت کریں اور لاکھ سواریں   نصیب ان کے ہُوا کرتی ہیں پھٹکاریں ہی پھٹکاریں

---

[1] ہند (امیر معاویہ کی ماں) نے ان پھولوں کا ہار بنایا اور گلے میں ڈالا۔ (سیرت النبی)

[2] ہند نے اپنے کپڑے اور زیور وحشی کو انعام دیئے اور گھر پہنچ کر ان کے علاوہ دس دینار دینے کا وعدہ کیا

(خاتم المرسلین)

دیا تاریخِ عالم نے بڑا بھاری صلہ اس کو
خطابِ قاتلِ حمزہؓ قیامت تک ملا اس کو
خبر کیا تھی کہ آخر تو مسلماں اس کو ہونا ہے
لہو کے آنسوؤں سے عمر بھر یہ داغ دھونا ہے

چند سرفروشانِ اسلام کا ثبات

شہادت پانے والے پا گئے دل کی مرادوں کو
سبق حُبِّ نبیؐ کا دے گئے عالی نہادوں کو
اِدھر قتلِ نبیؐ کا اُٹھتے ہی میداں میں آوازہ
پریشاں ہو گیا تھا غازیانِ دیں کا شیرازہ
فقط گنتی کے چند اصحابِ محوِ سرفروشی تھے
شہادت کے تمنائی تھے وقفِ سخت کوشی تھے
شہادت ہی کے طالب تھے یہ سب نام آور و نامی
حیاتِ تازہ کا آغاز تھی یہ نیک انجامی
خبر سُن کر رسول اللہ کے مقتول ہونے کی
دلوں کو انتہائی فکر تھی مسئول ہونے کی
سمجھتے تھے کہ آنے والا ہے روزِ حساب آخر
خدا کے سامنے دیں گے بھلا ہم کیا جواب آخر
قریشی فوج ان شیروں پہ گرتی تھی دلیرانہ
مگر خائف نہیں ہوتی تھی ان کی جرأتِ شیرانہ
یہ کرتے جا رہے تھے وارِ شمشیرِ دو دستی کا
ہوائے خودسری منہ دیکھتی جاتی تھی پستی کا

---

[۱] عباس بن عبادہ بن نضلہ اور خارجہ بن زید بن ابی زہیر و اوس بن ارقم و اسید بن حضیر وغیرہم بآوازِ بلند لوگوں کو پکارتے تھے اور کہتے تھے کہ حضور شہید ہو گئے ہیں اور ہم اپنی چشم سے دیکھتے ہیں تو ہمارا کوئی عذر پیشِ خدا قبول نہیں ہو گا [illegible]

نگاہِ ہادیٔ اسلام

نگاہِ ہادیٔ اسلام ہر آئینہ شاہد تھی
قضا کا سامنا تھا اور جانِ ہر مجاہد تھی
مسلمانوں کے ہاتھوں فوجِ قرشی کی ہزیمت بھی
حصولِ فتح بھی غفلت پئے مالِ غنیمت بھی
اِدھر ٹیلے سے ہٹنا اپنے تیر انداز دستے کا
جسے تفویض سدِّ باب تھا خالد کے رستے کا
نبیؐ کا حکم سُن کر بھولنا یا بھول ہو جانا
فریضہ چھوڑ دینا لُوٹ میں مشغول ہو جانا
اُدھر سے ناگہانی ضرب خالد کے سواروں کی
سنانیں دشمنوں کی اور جانیں جاں نثاروں کی
مسلمانوں میں اکثر کا حواس و ہوش کھو جانا
متاعِ دنیوی پاتے ہی غفلت کوش ہو جانا
بہم اک دُوسرے پر وار کرنا اہلِ ایماں کا
فرو ہو کر پلٹنا از سرِ نَو تند طوفاں کا
اقلیت کی لیکن استقامت جاں نثاری پر
یہ سارے واقعات آئینہ تھے محبوبِ باری پر
اشاروں میں بتایا تھا جو راز اب کھُلتا جاتا تھا
کہ داغِ غفلتِ ملّت لہو سے دُھلتا جاتا تھا
یہاں ایماں کو تُلنا تھا میزانِ محبّت میں
بشر کا حوصلہ کھُلنا تھا اعلانِ محبّت میں
یہاں تو مسلموں کو مشق کرنی تھی قواعد کی
دکھانی تھی یہاں افتاد وقتِ نامساعد کی
یہاں گر گر کے ناپختوں کو پختہ کار ہونا تھا
یہیں تو لشکرِ اسلام کو تیار ہونا تھا

marfat.com

کھڑے تھے اسلحہ در بر رسولِ پاک میداں میں
نظر آتی تھی ہر سُو ابتری فوجِ مسلماں میں

اُبھرتا ڈُوبتا ہو جس طرح گرداب میں تنکا
گروہِ شرک میں یہ حال تھا ہر مردِ مومن کا

ہٹاتا اور ہنکاتا تھا ہجومِ قرشیاں ان کو
قدم رکھنے کی مہلت تھی نہ زیرِ آسماں ان کو

اِس اُفتاد کے وجُوہ

ہزار افراد اس میداں میں آئے تھے مدینے سے
مگر ان میں تھے پورے تین سو معمور کینے سے

وہ سب غدار، بزدل وہ کمینے اور دُوں ہمت
کہ جن کی زیست بھی لعنت تھی جن کی موت بھی لعنت

وہ صف بندی سے پہلے ہی شگونِ ناموافق تھے
مسلمانوں میں شامل تھے مگر کامل منافق تھے

ابھی آغازِ بازی تھا کہ وہ چوگان سے نکلے
ابھی تیغیں نہ نکلی تھیں کہ وہ میداں[1] سے نکلے

بقیہ سات سو اصحاب سب تھے صادق الایماں
ہوئے جو معرکہ آرا بروئے لشکرِ شیطاں

رہے جب تک یہ قائم اپنے ہادیؑ کی ہدایت پر
خدا ہر آئینہ موجود تھا ان کی حمایت پر

---

[1] جیسا کہ شروع میں بیان ہو چکا ہے ابن اُبی اور اس کے ساتھی منافق جو جنگ کے شروع ہونے سے پہلے بہانہ بنا کر گھروں کو واپس چلے گئے تھے۔ (مصنف)

بظاہر تو یہ چھوٹی سی جماعت بے بضاعت تھی   مگر سارے زمانے کے مقابل اک جماعت تھی
یہ زندہ معجزہ تھا صاحبِ روزِ شفاعت کا   بکھیرا اس نے شیرازہ ہزاروں کی جماعت کا
مگر جب سر اُٹھایا فتنۂ مالِ غنیمت نے   ظفر کا مُنہ دکھا کر آلیا ان کو ہزیمت نے
نبیؐ کے قتل ہونے کی خبر نے ہمتیں توڑیں   کثیر افراد نے پیٹھیں خُدا کی راہ سے موڑیں
سُنائی ہی کچھ ایسی تھی حواس و ہوش کھو بیٹھے   غنیمت کیا ملی اُمید ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے
فقط ستر مُجاہد رہ گئے تھے معرکہ آرا   مقابل اس گھڑی ان کے جہانِ کفر تھا سارا
گھرے تھے قاتلوں میں مُوذیوں میں بدنہادوں میں   لہو کا آخری قطرہ بہانے کے ارادوں میں
جگر پُرخوں تھے سب کے سوزشِ داغِ جُدائی سے   شکستہ دل تھے لیکن کام تھا جنگ آزمائی سے
یہ نازک مرحلہ محتاج تھا جس کی قیادت کا   اُحُد کی سرزمیں پر شور تھا اُس کی شہادت کا
کہاں تھا وہ امام المرسلینؐ وہ ہادیٔ اعظمؐ   کہاں تھا وہ پناہِ بے کساں وہ نازشِ آدم
جہاد و سعی و کوشش تک وہی تھا پیشرواں کا   اُسی کا دم قدم تھا آسرا ہر مردِ مومن کا
مگر مالِ غنیمت پر گرے جب ٹُوٹ کر غازی   نظر آیا نہ یہ جذبہ اسے شایانِ جانبازی
جہاد ان کا تھا بہرِ دیں یہ دُنیا پر ہُوئے مائل   میانِ دیدہ و دل ایک پردہ ہو گیا حائل
قوانینِ محبت سخت ہیں غفلت کے بارے میں   کہ غفلت چھوڑتی ہے کشتیوں کو لا کے دھارے میں

marfat.com

یہ پائی غفلتِ یک لحظہ کی پاداش اُمّت نے
کمائی اپنے ہاتھوں ہی شکستِ کاش اُمّت نے

اُسی کا دستِ حق شامل تھا باطل کی ہزیمت میں
شمولیت نہ کی اُس نے مگر مالِ غنیمت میں

صحابہ ڈھونڈتے پھرتے تھے ہر سُو اپنے ہادی کو
کئے دیتے تھے اپنے خون سے رنگین وادی کو

پڑے پردے نگاہوں پر ہوئے معذور آنکھوں سے
کہ اوجھل ہو گیا تھا دو جہاں کا نور آنکھوں سے

وہ مہرِ آشکارا تھا، نظر آتا نہ تھا اِن کو
وہ جلوہ جلوہ آرا تھا، نظر آتا نہ تھا اِن کو

بہت پُر درد تھی اخلاص مندوں کی پریشانی
یہ دل غرقِ جدائی تھے، اِدھر تیغوں کی طغیانی

اِدھر قلب و جگر کو ناپتی تھیں ان کی شمشیریں
اُدھر آنکھیں تھیں فرطِ رنج سے حسرت کی تصویریں

ابنِ قمیہ کے دعوے پر ابوسُفیان کا شک

زبانِ ابنِ قمیہ پر تھا نعرہ شادمانی کا
سُناتا پھر رہا تھا حال اپنی پہلوانی کا

وہ مَیں ہُوں آج مَیں نے روز کا جھگڑا چکایا ہے
مرے ہی بازوؤں نے کعبۂ مقصود ڈھایا ہے

سپہ سالار ابوسفیاں مگر تھا بے قرار اب تک
نظر آتی تھی اس کو باغِ عالم میں بہار اب تک

اگرچہ ناگوارا تھی محمدؐ کی حیات اس کو
مگر ممکن نظر آتی نہ یہ شکلِ ممات اس کو

خدا جس کا نگہباں ہو فرشتے جس کے رکھوالے
اسے یہ بے حقیقت ابنِ قمیہ قتل کر ڈالے

پچھانا چاہتا تھا بات کچھ پچتی نہ تھی دل میں
خبر ایسی عظیم الشان "تھی چھپتی نہ تھی دل میں
محمدؐ ہی کو یہ بھی ڈھونڈھتا پھرتا تھا میداں میں
مگر کوئی پتہ ملتا نہ تھا گنجِ شہیداں میں
نہ مقتولوں میں اس کے جسمِ اطہر کا نشاں پایا
نہ اس میداں میں اس کو زخمیوں کے درمیاں پایا

کعبؓ بن مالکؓ حضورؐ کو پہچانتے ہیں

یہ نازک وقت تھا اسلام کے عالی اساسوں پر
سروں سے خون بہ کر ٹپکتا تھا لباسوں[1] پر
نبیؐ کو ڈھونڈتے تھے اور تیغیں منہ پہ کھاتے تھے
خبر اس کعبۂ مقصود کی لیکن نہ پاتے تھے
صحابہ میں جو یوں ثابت قدم تھے جاں نثاریؐ پر
نگاہ کعبؓ ان میں سے پڑی محبوبِ باری پر
لباسِ جنگ پہنے خود بر سر تھا زرہ در بر
وہ ہادی وہ شفیعِ انس و جاں کونین کا سرور
نگاہِ کعبؓ نے دیکھی نرالی شانِ پیغمبرؐ
ہزاروں حملہ آور اور تنہا جانِ پیغمبرؐ

کہاں؟

جہاں ہر اک قدم پر کاسہ ہائے سر لڑھکتے تھے
جہاں بازو پیاپے وار کرنے سے نہ تھکتے تھے

---

[1] سب سے پہلے کعبؓ بن مالک کی نظر پڑی۔ (سیرت النبی)

جہاں فرشِ زمیں گلرنگ تھا خونِ شہیداں سے   جہاں اک اک لعیں ممتاز تھا فرعون و ہاماں سے
جہاں اس جُرم پر جاں چھین لی جاتی تھی انساں کی   کہ وہ پُوجا نہیں کرتا بتوں کی اور شیطاں کی
جہاں لوہے کے سینوں میں نہاں تھے دل بھی لوہے کے   جہاں تھے آلہ ہائے قتل بھی قاتل بھی لوہے کے
جہاں غصّہ تھا کینہ تھا عداوت تھی درشتی تھی   جہاں مقصُود حملہ آوری تھا دھینگا مشتی تھی
جہاں گرز اژدہاؤں کی طرح لہرا کے گرتے تھے   جو سر کو توڑ کے اور مغزِ سر کو کھا کے پھرتے تھے
جہاں آتی تھیں چاروں سمت سے تیروں کی بُوچھاریں   جہاں اُٹھتے تھے نعرے جس طرح ہاتھی کی چنگھاڑیں

وہیں وہ مظہرِ حق تھا ثباتِ معجزانہ سے
اسی شان و وقار و شوکتِ پیغمبرانہ سے

بِنائے آسماں بھی جس زمیں پر ڈگمگاتی تھی   محمدؐ تھا کہ اس کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی
خوشی تھی فتح کی اس کو نہ کوئی غم ہزیمت کا   مثالِ عرش قائم تھا قدم اس کی عزیمت کا
اِدھر[1] سے تیر آتے تھے اُدھر سے تیر آتے تھے   طوافِ نور کرتے اور قرباں ہوتے جاتے تھے

---

[1] اُحُد میں جب ایک حشر برپا تھا اور مسلمانوں کا لشکر پراگندہ ہو گیا تھا۔ آنحضرت کو ایک بالشت اپنی جگہ سے ہٹتے نہیں دیکھا گیا۔ آپ بروئے اعدا اسی طرح قائم تھے۔ حالانکہ ہر طرف تیر برس رہے تھے اور تلواریں چل رہی تھیں۔ (رشادالملکہ)

کعبؓ نے کیا دیکھا

عیاں تھا خود سے دُہری زرہ[1] سے بھی جمال اس کا فلک پر مہر کو محجُوب کرتا تھا جلال اس کا
قریب اس کے تھے محوِ جنگ گنتی کے رفیق اُس کے اسی کے نقشِ پا پر چل رہے تھے ہم طریق اس کے
علیؓ و طلحہؓ و سعدؓ و زبیرؓ اس کے تھے پروانے وہ شمعِ خیر تھا یہ اہلِ خیر اس کے تھے پروانے
یہی چاروں طرف قربان تھے پروانہ وار اس پر وہ ایماں تھا کئے دیتے تھے یہ جانیں نثار اس پر
یہ رہ جاتے تھے اکثر قاتلوں کی فوج میں گھِر کر مگر پھر مرکزِ اصلی پہ آجاتے تھے ہر پھر کر
یہ فوجوں کو ہنکاتے مارتے تھے اور ہٹاتے تھے یہ موجوں میں شناور کی طرح غوطے لگاتے تھے
بہاکر دُور[2] لے جاتی تھی ان کو ان کی جولانی کہ پُورے زور پر تھی اس جگہ دریا کی طغیانی

میدان میں شانِ نبوّت

مگر ہر آن نہ میداں میں قائم، ثابت، آزادہ تنِ تنہا نظر آتا تھا وہ اللہ کا دلدادہ

---

[1] آپ کے سر پر مغفر تھا، اور بدنِ مبارک پر دُہری زرہ تھی۔ (تاریخ العمران)

[2] حال یہ تھا کہ آپ کے جاں نثار آپ کے پاس سے لڑتے لڑتے اور دشمنوں کو ہٹاتے دُور چلے جاتے تھے۔ آپؐ تنہا رہ جاتے تھے۔ (تاریخ العمران)

سُنا اُس نے بھی اپنے قتل ہو جانے کا آوازہ   بکھرتا اُس نے دیکھا اپنی جمعیت کا شیرازہ
نظر آتا تھا نوخیزوں کا میداں چھوڑ جانا بھی   سکوتِ بے خودی بھی اور پیٹھیں موڑ جانا بھی
ثبات و صبر والوں کی بھی شانیں دیکھتا تھا وہ   رہینِ جاں نثاری چند جانیں دیکھتا تھا وہ
وہ ہر لحظہ شہادت دیکھتا تھا اپنے پیاروں کی   بہر سُو زیرِ خنجر گردنیں تھیں اپنے پیاروں کی
خبر تھی اس کو دشمن ہیں اسی کے خُون کے پیاسے   اُسی کا نقش کرنا چاہتے ہیں محو دُنیا سے
جہاں میں جن کے رُتبے وہ دو بالا کرنے والا تھا   نگاہ و قلب میں جن کے اجالا کرنے والا تھا
وہ سب اندھے نظر آتے تھے آج اس نور کے درپے   جہالت کی یہ آندھی تھی چراغِ نُور کے درپے

پیمبرؐ کا عزم اور تاثر

یہ ایسا مرحلہ تھا جس میں دعوے ٹُوٹ جاتے ہیں   اکھڑ جاتے ہیں میداں سے قدم جی چھُوٹ جاتے ہیں
فلک نے بارہا انسان کو جنگ آزما پایا   نہ قائم اس طرح کوئی محمدؐ کے سوا پایا
وہ قلبِ مطمئن خاطر بہم اوّل سے آخر تک   وہ طبعِ مُستقل ثابت قدم اوّل سے آخر تک
مُسلمانوں کا اِک اِک زخمِ تن تھا داغِ دل اس کا   بہارِ زخمِ اُمّت سے چمن تھا باغِ دل اس کا
دلِ ہمدرد اس کا ہر کسی کا درد سہتا تھا   مگر منہ سے سوائے شکر وہ کچھ بھی نہ کہتا تھا

تنِ ہر مردِ مومن پر جو دشمن وار کرتے تھے — اُدھر سر پر نہ آتے تھے اِدھر دل میں اترتے تھے
مگر وہ تھا بہ اطمینان اپنے حال پر قائم — اُسی پیغمبرانہ عزم و استقلال پر قائم
یہ سب وہ کس لئے سہتا تھا اِک اسلام کی خاطر — بشر کے اَمن اور توحید کے پیغام کی خاطر
نگاہوں نے ابھی تک یہ کمال اس کا نہ دیکھا تھا — کہ دیکھا تھا جمال اس کا جلال اُس کا نہ دیکھا تھا

کعبؓ بن مالک کی صدا

نگاہِ کعبؓ بن مالک پڑی جب قدِ بالا پر — وجُودِ پاک پر زرہیں جِھلَم تھا روئے والا پر
مگر وہ حق نما آنکھیں، مگر وہ باحیا آنکھیں — جِھلَم سے تھیں نمایاں مظہرِ شانِ خُدا آنکھیں
انہی آنکھوں سے چشمِ کعبؓ نے حضرت کو پہچانا — خُدا کا نُور دیکھا، آیۂ رحمت کو پہچانا[1]
خبر شیطاں نے جس کے قتل ہونے کی اڑائی تھی — خُدا نے پھر اسی محبُوب کی صُورت دکھائی تھی
چھلک اُٹّھا خوشی کے جوش سے غازی کا پیمانہ — صدا اُٹّھی زبانِ کعبؓ سے بے اختیارانہ[2]
”نوید اے طالبانِ جلوۂ محبُوبِ ربّانی — خُدا کے فضل سے موجُود ہیں محبُوبِ سُبحانی

---

[1] چہرۂ مبارک پر مغفر تھا، لیکن آنکھیں نظر آتی تھیں (سیرت النبی)

[2] کعب نے پہچان کر پکارا، مسلمانو! رسول اللہ یہ ہیں۔ (سیرت النبی)

نوید اے تشنگانِ شربتِ دیدار اِدھر آؤ   اِدھر آؤ، اِدھر ہیں جلوہ گر سرکار اِدھر آؤ

یہاں آؤ یہاں موجود وہ فخرِ امامت ہے
ہماری زندگی کا آسرا زندہ سلامت ہے

شمعِ نبوت کے پروانے

رسُول اللہ نے دیکھا رنگ اس اخلاص کوشی کا   اشارے[1] سے کیا ارشاد ضابطے نے خموشی کا
صدائے کعبؓ گونج اٹھی مگر کہسار و میداں میں   نویدِ زندگانی تھی یہ کوششِ اہلِ ایماں میں
صحابہؓ منتشر تھے معرکہ گہ میں بھٹکتے تھے   زمین و آسماں کی صورتیں حسرت سے تکتے تھے
صدائے کعبؓ ہاتف کی طرح اب کان میں آئی   نوید آقا کی پائی، جان گویا جان میں آئی
سمائی تازگی اس طرح اندامِ فسُردہ میں   پلٹ آتی ہیں روحیں جس طرح اجسامِ مُردہ میں
رُخِ امید دیکھا روشنی آئی نگاہوں میں   یقیں آیا، ہم اب تک ہیں محمدؐ کی پناہوں میں!
کھنچے عاشق، اڑیں جس طرح سُوئے کہربا تنکے   نبیؐ کو دیکھ کر پر لگ گئے ہر مردِ مومن کے

قلم کرتے سروں کو بازوؤں کو چھانٹتے آئے
متاعِ ضربِ کاری دشمنوں میں بانٹتے آئے

---

[1] آپ نے کعب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا (تاریخ اسلام) [2] یعنی کہ ہر طرف سے جاں نثار [illegible]

کفّار کی شدّت

طوافِ شمع جب کرنے لگے آ آ کے پروانے
اسی نقطے پہ دھاوا کر دیا افواجِ اعدا نے[۱]
قریشی فوج نے بھی کعب کی آواز سُن پائی
اُمڈ کر ہر طرف سے اب یہ آندھی اس طرف آئی
نظر آیا کہ جھوٹا اِدّعا تھا ابنِ قمیہ کا
ہزاروں لعنتیں تھیں ایک ماتھا ابنِ قمیہ کا
کیا اب سخت دھاوا پیدلوں نے اور رسالوں نے
رسُولِ پاک پر اَنیاں جھکائیں نیزہ والوں نے

حضرتِ علیؓ کی جانبازی

کیا جب قاتلوں نے قصد یُوں نزدیک آنے کا
علیؓ سے امر حضرتؐ نے کیا ان کو ہٹانے کا[۲]
لگی اُٹھ اُٹھ کے گرنے ہر طرف تیغِ یداللٰہی
تو ناری پھر جہنّم کی طرف ہونے لگے راہی
گرایا خاک پر لاشے پہ لاشہ دستِ حیدرؓ نے
یہ جنگل کاٹ ڈالا بے تحاشا دستِ حیدرؓ نے
بھری تھی برقِ باطل سوز تیغِ شیرِ یزداں میں
لپک اُٹھتا تھا اِک شعلہ سا نیزوں کے نیستاں میں

---

[۱] کفّار نے اب ہر طرف سے ہٹ کر اسی رُخ پر زور دیا۔ (سیرت النبی)

[۲] دَل کا دَل ہجوم کر کے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل چھٹ کر رہ جاتے (سیرت النبی) جب پہلا غول بڑھا تو آپ نے علی المرتضیٰ کو جو قریب کھڑے تھے، روکنے کا حکم دیا۔ حضرت علی نے بڑھ کر ان کو منتشر کر دیا (خاتم المرسلین)

اگرچہ خوفِ حیدرؓ سے تھا زہرہ آب دشمن کا ۔ مگر اُمڈا ہُوا تھا چار سُو سیلاب دشمن کا

حضورؐ پر تیروں کی بارش

ہٹیں ہٹ کر جمیں پھر ٹولیاں بزدل شریروں کی ۔ رسولِ پاکؐ پر ہونے لگی بُوچھاڑ تیروں کی
اِدھر جسموں کی دیواریں اُٹھا دیں باوفاؤں نے ۔ بساطِ عشق پر جانیں بچھا دیں جاں نثاروں نے
صحابہؓ نے دیا تیروں کا تیروں سے جواب ان کو ۔ بناتے تھے نشانہ آپ خود عالی جنابؐ ان کو
کمانیں تاب لاتی تھیں نہ زورِ دستِ ہادیؐ کی ۔ مگر تھی معجزانہ شان اس حسنِ ارادی کی
علیؓ اک سمت سعدؓ اک سمت انہیں چورنگ کرتے تھے ۔ ابوبکرؓ و عمرؓ اک سُو جہاد و جنگ کرتے تھے
زبیرؓ و طلحہؓ تھے سینہ سپر سرکارِ عالیؐ پر ۔ یہ پروانے مٹے جاتے تھے حسنِ بے مثالی پر

---

[۱] آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں کمان تھی اور تیر مارتے تھے (رشاد الحکمۃ) آنحضرت کبھی کمان سے تیر چلاتے تھے کبھی پتھر مارتے تھے۔ (تاریخ العمران)

[۲] پہلے کمان کا چلا ٹوٹا حضرت نے کمان عکاشہ بن محصنؓ کو دی کہ چلا کھینچیں۔ انہوں نے زور لگایا مگر وہ پورا نہ ہوا آپ نے فرمایا کھینچ کھینچ پورا ہو جائے گا۔ اب کے جو کھینچا تو وہ اس قدر بڑھا کہ پورا ہو کر کئی بیر زیادہ ہو گئے۔ حضرت نے پھر اس کمان سے کام لیا۔ اب کے اس کا گوشہ بھی ٹوٹ گیا (تاریخ العمران، رشاد الحکمۃ)

[۳] جاں نثارانِ نبی چاروں طرف حضرت کے گرد پروانہ وار پھرتے تھے۔ کوئی ایک طرف حملہ کو روکتا تھا کوئی [illegible] طرف مگر انبوہ کم نہ ہوتا تھا۔ (تاریخ العمران)

قریش اللہ کے مرسل پر یہ نرغہ کر کے آتے تھے   صحابہؓ بڑھ کے تیغوں سے لپٹ کر زخم کھاتے تھے
اُدھر سے پے بہ پے تیروں کی اک بوچھار آتی تھی   اِدھر سے ڈھال طلحہ بن عبیداللہ کی چھاتی تھی
یہی وہ تھے جو حامی تھے غلاموں اور ضعیفوں کے   مخالف تھے شریروں کے مؤید تھے شریفوں کے
اِدھر سینے تھے اِن کے اُس طرف خونریز بھالے تھے   یہ سب تھے پاپیادہ اُس طرف جنگی رسالے تھے

مدینے میں شہادتِ رسُول کی افواہ

کیا شیطاں نے ایسا اہتمام اس کی اشاعت میں   مدینے تک بھی جا پہنچی خبر یہ ایک[1] ساعت میں
گھروں کی بیبیاں طاری حیا تھی مُو بہ مُو جن پر   وہ معذورین عاید تھا نہ حکمِ جاہِدُوا جن پر
وہ کمسن نوجواں پلٹا دیا تھا راہ سے جن کو   محبت تھی مگر سرکارِ عالی جاہ سے جن کو
وہ مائیں پالتی تھیں جو گھروں میں بال بچوں کو   لئے بیٹھی تھیں گودوں میں بلند اقبال بچوں کو
وہ بیوائیں نبیؐ کے فیض پر جن کا گذارہ تھا   ضعیف افراد جن کا بازُوئے حق ہی سہارا تھا
مساکین و یتامیٰ جن کے سر پر تھا وہی سایا   وہی تھا آسرا جن کا، وہی تھا جن کا سرمایہ

---

[1] یہ خبر کہ حضور نے شہادت پائی مدینہ میں بھی پہنچی۔ اور ہر فرد کا دل ہل گیا۔ عورتیں اور بچے اس خبر کو سُن کر بیتاب ہو گئے اور مدینے سے نکلے۔
(سیرت ابنِ ہشام)

کیا تھا آپ نے بہرِ حفاظت قلعہ بند ان کو ۔۔۔ مبادا آپ کی غیبت میں پہنچے کچھ گزند ان کو
سُنا جب یہ کہ سایا اُٹھ گیا محبُوبِ باریؐ کا ۔۔۔ نہ پُوچھو اب نہ پُوچھو حال ان کی بے قراری کا

بھاگ کر مدینے پہنچنے والوں کی پشیمانی

وہ مومن جو گھروں میں جا گھُسے تھے چھوڑ کر میداں ۔۔۔ ندامت سب پہ طاری تھی کہ سب تھے صاحبِ ایماں
انہیں دیکھا گھروں کی بیبیوں نے اور ماؤں نے ۔۔۔ کہ یُوں پُشتیں دکھائیں جنگ میں جنگ آزماؤں نے
دیئے ماؤں نے دھکّے بیبیوں نے اُن سے رُخ پھیرا ۔۔۔ جدھر آنکھیں اُٹھیں شرم و ندامت ہی نے آگھیرا
کہا ماؤں نے جاؤ اب نہ تم بیٹے نہ ہم مائیں ۔۔۔ حرام ان پر ہمارا دُودھ جو میداں سے بھاگ آئیں
لحاظِ خلق کیا ہوتا خُدا سے بھی نہ شرمائے ۔۔۔ محمدؐ کی شہادت کی خبر سُنتے ہی بھاگ آئے
اسی بے آبروئی کے لئے کیا تم کو پالا تھا ۔۔۔ وہیں تم بھی رہے ہوتے جہاں وہ کملی والا تھا
پکاریں بیبیاں، مَردوں کی ہوتی ہیں یہی شانیں ۔۔۔ کہ رَن میں آبرو دے کر بچا لایا کریں جانیں
تمہیں تو ہم نے حق پر جاں فدا کرنے کو بھیجا تھا ۔۔۔ حقِ احسانِ پیغمبرؐ ادا کرنے کو بھیجا تھا

سلہ اُحد میں شہادتِ رسُولؐ کی خبر سننے کے بعد میں مسلمین کے قدم اُکھڑ گئے تھے۔ ان میں سے بعض مدینہ میں پہنچے لیکن وہاں عورتوں نے ان کو غیرت دلائی اور وہ پلٹ کر پھر میدان کی طرف نکلے اور حضورؐ کو صحیح سلامت دیکھا۔
(ارشاد الحق)

اگر یارا نہ تھا اِسلام پر قُربان ہونے کا   تو دعوٰے کیوں کیا تھا صاحبِ ایمان ہونے کا
یہی شرطِ وفا ہے کیا یہی ہے کام مومن کا   کہ چھوڑا تم نے دامن اپنے آقا اپنے مُحسن کا!
یہ بیچارے کسی قابل نہیں یُوں بول اُٹھیں بہنیں   گھروں میں چُھپ کے بیٹھیں، چرخہ کاتیں، چُوڑیاں پہنیں
خُدا و مُصطفٰے کی لاج سے جو مَرد ہیں عاری   وہ اپنی ماؤں بہنوں کی کریں گے کیا نگہداری"

سب میدان کی طرف پلٹتے ہیں

دِکھائے اس طرح آئینِ غیرت نے جو آئینے   تو احساسِ خطا کے جوش سے پھٹنے لگے سینے
یہ طعنے تیر و نشتر سے زیادہ کارگر نکلے   نظر آیا کہ ہم تو عورتوں سے بھی بتر نکلے
کیا تھا فرض سے برگشتہ فرطِ یاس نے ان کو   مگر چونکا دیا اب شرم کے احساس نے ان کو
خُدا کی راہ سے بھٹکے ہُوئے پھر راہ پر آئے   پلٹ کر اُلٹے قدموں پھر شہادت گاہ پر آئے

جو دشت و جبل میں آوارہ تھے

گریزاں تھے جبال و دشت میں کُچھ بھاگنے والے   پڑے پھرتے تھے بیچارے گریبانوں میں سر ڈالے[1]

---

[1] بعض مسلمین شعب جبال میں متفرق تھے۔ ان کو بعض نے پکارا اور جہاد اور وعیدِ رسول یاد دلائی۔ پس وہ بھی پلٹے اور شامل غزوہ ہُوئے۔ (رشاد الحکمۃ)

زبس اُفتاد سے نادم، زبس لغزش سے شرمندہ دلوں میں سوچتے تھے اب نہ خود ہیں یہ ہم زندہ
رسُول اللہ کے احسان یاد آتے تھے رہ رہ کر کئے دیتی تھی ان کو غرق موجِ اشک بہہ بہہ کر
اچانک معرکے سے پھر صدائے جَاھِدُوْا آئی دلوں میں از سرِ نو مژدہ لَاتَقْنَطُوْا لائی
ہُوا روحوں پہ طاری جذبۂ کامل شہادت کا کہ پھر ہاتھ آگیا چھوٹا ہُوا دامن سعادت کا
یہ پلٹے اور آکر ہو گئے پھر جنگ میں شامل انہیں اُفتاد نے اب کر دیا تھا پختہ و کامل

خاتونانِ اسلام

سماعت میں جو یہ دل ریش اخبارِ وفات آئیں مدینے سے نکل کر مومناتِ قانتات آئیں
نبیؐ کو ڈھونڈتی تھیں اس ہلاکت خیز میداں میں لئے پھرتی تھیں اک تصویرِ حسرت چشمِ حیراں میں
بہر سُو زخمیانِ جنگ[1] کو پانی پلاتی تھیں کہیں لیکن سُراغِ ساقیِ کوثر نہ پاتی تھیں
شہادت یاب فرزندوں کی عالی مرتبت مائیں دلوں میں لائی تھیں قربان ہونے کی تمنائیں
وہ مائیں جن کے آغوشوں نے پہلے شیرِ نر پالے رضا کاری سے پھر اسلام پر قربان کر ڈالے
پدر، شوہر، برادر اور پسر اسلام پر صدقے خوشی سے کر دیئے تھے گھر کے گھر اسلام پر صدقے

---

[1] بہت سی خاتونانِ اسلام جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی بالتخصیص معلوم ہیں معرکہ گاہ میں تھیں یہ سب زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ (تاریخ اعمران)

rekhta.com

نہ رشتے اب نہ کوئی مامتا مطلوب تھی ان کو   وجودِ پاکِ ہادیؐ کی بقا مطلوب تھی ان کو
یہ مشکیزوں میں پانی دُور سے بھر بھر کے لاتی تھیں   یہ کوثر طالبانِ آبِ کوثر کو پلاتی تھیں[1]

حضرت اُمِّ عمارہ رضہ[2]

اُحد میں خدمتیں جن کی بہت ہی آشکارا تھیں   انہی میں ایک بی بی حضرتِ اُمِّ عمارہؓ تھیں
پئے اسلام دے کر اپنے فرزندوں کی قربانی   پلاتی تھیں یہ بی بی زخمیانِ جنگ کو پانی
نبیؐ کی ذات پر جب جھک پڑے ایمان کے دشمن   ہوئے اس زندگی بخشِ جہاں کی جان کے دشمن
اسی شمعِ ہدیٰ پر جب پلٹ کر آگئی آندھی   تو اس بی بی نے رکھ دی مشک چادر سے کمر باندھی
تھے[3] اس کے شوہر و فرزند بھی مصروفِ جانبازی   رسول اللہ پر قربان تھے اللہ کے غازی
ہوئی یہ شیر زن بھی اب قتالِ جنگ میں شامل   سپر بن کر لگی پھرنے بگردِ ہادیٔ کامل[4]

---

[1] اس غزوہ میں اکثر خاتونانِ اسلام نے بھی شرکت کی حضرت عائشہ اور ام سلیم اور ام سلیط اور ام یمن نے بھی یہی خدمت انجام دی۔ (سیرت النبی)

[2] جس وقت میدان میں خود آنحضرت پر یورش ہوئی، اس وقت ایک جاں نثار صحابیہ ام عمارہ جس کا نام نسیبہ تھا لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ پیغمبر کی ذات پر حملے ہوتے دیکھ کر رہا نہ گیا۔ درمیان میں آکر لڑنے لگیں۔ (خاتم المرسلین)

[3] اُمِّ عمارہ، اس کا شوہر اور دونوں بیٹے اُحد میں شامل اور ثابت قدم تھے۔ (رشاد الحکمۃ)

[4] اُمِّ عمارہ حضور کے آگے پیچھے دائیں بائیں پھرتی تھیں اور آپ کی ذات پر جو حملہ ہوتا تھا اس کو روکتی تھیں۔ (تاریخ العمران)

یہ اپنی جان پر ہر زخمِ دامنگیر لیتی تھی
کوئی حربہ وجودِ پاک تک آنے نہ دیتی تھی
نظر آئی نئی صورت جو حرزِ جانِ پیغمبرؐ
کیا یک لخت بڑھ کر حملہ اک بدکیش نے اس پر
نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے
مروڑا اس کا بازو چھین لی تلوار دشمن سے
اسی شمشیر سے اُس نے سرِ شمشیر زن کاٹا
ہوا اِس شیر زن کے خوف سے اعدا میں سناٹا
جدھر بڑھتے ہوئے پاتی تھی یہ محبوبِ باری کو
پہنچتی تھی وہیں اُمِّ عمارہؓ جاں نثاری کو
سر و گردن پہ اس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے
مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے
یہ اُٹھی تھی نمازِ صبح کو تاروں کے سائے میں
نمازِ ظہر تک قائم تھی تلواروں کے سائے میں
فرشتے دنگ تھے اس تیغِ ایمانی کے جوہر سے
کہ حاضر تھی یہ جان و مال سے فرزند و شوہر سے
یہی مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے
اِسی غیرت سے انساں نُور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ابو طلحہؓ اور سعدؓ وقاص کی تیر اندازی

پیمبرؐ کی طرف چاروں طرف سے تیر آتے تھے
مگر نُورِ مجسم پر نچھاور ہوتے جاتے تھے

---

[1] ابو طلحہؓ مشہور تیر انداز تھے۔ انہوں نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ان کے ہات سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر گئیں

[2] سعد وقاصؓ بھی مشہور تیر انداز تھے اور اس وقت رکاب میں حاضر تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنا ترکش ان کے آگے ڈال دیا اور فرمایا تم پر ماں باپ قربان، تیر مارتے جاؤ۔ (سیرت النبی)

ادھر سعد و ابو طلحہؓ کے ہاتھوں میں کمانیں تھیں   نبیؐ کا ترکش ان کے پاس تھا یہ ان کی شانیں تھیں
کرم[1] یہ تھا کہ سر رکھ کر ابو طلحہؓ کے شانے پر   نشانِ حق لگا دیتا تھا تیروں کو نشانوں پر
ابو طلحہؓ کے ہاتھوں میں کمانیں پے بہ پے ٹوٹیں   اُدھر اُن خاطیوں کی سہمِ جاں سے گردنیں گھوٹیں
اماں دیکھی نہ دامانِ نبیؐ کے گوشہ گیروں سے   تو گوشوں میں چھپے سعد و ابو طلحہ کے تیروں سے

ترکش خالی ہو جاتے ہیں

مگر موجوں کا اک تانتا بندھا تھا فوجِ سرکش میں   ابو طلحہ نے دیکھا تھُڑ گئے ہیں تیر ترکش میں[2]
ابو طلحہؓ پکارے اے خدا کے مظہرِ عالیؐ   نہیں اب تیر باقی میرا ترکش ہو گیا خالی
مرے ماں باپ قرباں زد سے اب سرکارؐ ہٹ جائیں   ذرا سی دیر جب تک آندھیاں میداں سی چھٹ جائیں
رسول اللہؐ سن کر مسکرائے اور فرمایا   خدا کا نور اس عالم میں چھپنے کو نہیں آیا
یہ کہہ کر چند شاخیں دیں[3] ابو طلحہؓ کو سرورؐ نے   انہی شاخوں سے اب وہ تیر اندازی لگے کرنے

---

[1] حضرت ابو طلحہؓ کے پیچھے سر و دوش کے مابین سرِ اقدس رکھے ان کے تیروں کو نشانہ پر لگنے کا معائنہ فرماتے رہے (ارشاد الحکمۃ)

[2] ابو طلحہؓ کے پاس تیر تھڑ گئے اور انہوں نے کہا حضور اب آپ ہٹ جائیے۔ خدا مجھے آپ پر فدا کرے (ارشاد الحکمۃ)

[3] آنحضرتؐ ابو طلحہؓ کو چوبِ خشک اُٹھا کر دیتے تھے اور فرماتے تھے۔ مار اس تیر کو اور ابو طلحہؓ اسی کو کمان پر رکھ کر چلاتے تھے اور یہ تیر خطا نہ کرتا تھا۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

یہ سوکھی لکڑیاں قلب و جگر برمانے والی تھیں قضا کے تیر بن بن کر قیامت ڈھانے والی تھیں
کمانِ آخری بھی دے گئی لیکن جواب آخر[1] یہ بیچاری نہ لائی قادر اندازی کی تاب آخر
یہ صورت دیکھ کر اب ہو گئے لاچار ابو طلحہؓ رسول اللہ کے آگے بن گئے دیوار ابو طلحہؓ
نبیؐ کی ذات پر اس سمت سے جو تیر آتے تھے ابو طلحہؓ ہدف بنتے تھے، آقا کو بچاتے تھے
کیا تیروں نے چھلنی کی طرح سینہ فگاران کا مگر خوش تھے کہ راضی ہو گیا پروردگار ان کا

سعد وقاصؓ کی قدر اندازی

قدر اندازیِ سعدِ وقاص اعجاز تھی گویا قضا خود ان کے ہاتھوں سے قدر انداز تھی گویا
کمانداران دشمن پتھروں کی آڑ لیتے تھے مگر ناوکِ قضا اپنے ہدف کو تاڑ لیتے تھے
جہاں بھی تیر سر کرتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں[2] جنابِ سعدؓ کے ہاتھوں سے تیرِ بے خطا پائیں

---

[1] تیسری کمان بھی ٹوٹ گئی تو ابو طلحہ آنحضرت پر ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ اور تیروں کے سامنے سینہ کر دیا۔ [illegible] ابو طلحہ نے سپر بن کر آنحضرت کے چہرہ پر اوٹ کر لی تھی کہ آپ پر کوئی وار کرنے نہ پائے۔ آپ کبھی گردن اٹھا کر دشمنوں کی فوج کی طرف دیکھتے تو عرض کرتے کہ آپ گردن نہ اٹھائیں۔ ایسا نہ ہو کوئی تیر لگ جائے۔ میرا سینہ حاضر ہے (سیرت النبی)

[2] مالک ابن زہیر اور حبان ابن العرقہ سخت دشمن اصحاب نبی تھے۔ یہ پتھروں کی آڑ میں چھپ کر تیر چلاتے تھے حضرت سعد نے ان کو بھانپا اور [illegible] اس سے تعجب [illegible] تیر چلانے کو نشانہ باندھے ہوئے تھے ایسا تیر مارا کہ آنکھوں کے راستے پار ہو گیا [illegible]

کہیں چلہ کشوں کو جُز عدم گوشہ نہ ملتا تھا　　عدم کی راہ ملتی تھی، مگر توشہ نہ ملتا تھا
قدر انداز کا انداز کچھ ایسا پسند آیا　　نبیؐ نے اپنا ترکش سعد کو تفویض[1] فرمایا
کماں کی ہر کشش سے لب مُبارکباد ملتی تھی　　کہ تیر افگن کو شانِ سُروری سے داد ملتی تھی

ابُوسفیان پر حضرت حنظلہ بن ابُو عامر کا حملہ

عجب منظر تھا ہر سُو عام دھاوا تھا ہزاروں کا　　ثبات و صبر قائم تھا مگر ان جاں نثاروں کا
پہاڑوں کے جگر دہلا رہا تھا شور باطل کا　　مگر چلتا نہ تھا چند اہلِ حق پر زور باطل کا
اُبوسفیاں بہت بیتاب بے آرام پھرتا تھا　　نبیؐ پر حملہ کرتا تھا، مگر ناکام پھرتا تھا
یہ چاروں سمت اکساتا تھا باطل کے گروہوں کو　　مگر کوئی ہلا سکتا نہ تھا اِن پُرشکوہوں کو
کھڑا تھا پشت پر لشکر کے یہ سرخیل اعدا کا　　کہ چشمِ حنظلہؓ نے دُور سے نامرد کو تاکا[2]
جھپٹ تھی بازوئے شاہیں کی یا اک جست ضیغم کی　　اُبوسفیاں کی آنکھوں میں فقط بجلی سی اِک چمکی
نگاہوں نے یہ دیکھا تیغ چمکی مردِ غازی کی　　گری فرشِ زمیں پر کٹ کے گردن اسپِ[3] تازی کی

---

[1] سرکارِ والا نے اپنا ترکش سعد وقاص کے حوالے کر دیا۔ (تاریخ اسلام)

[2] ابو عامر کے بیٹے حنظلہ نے کفار کے سپہ سالار پر حملہ کیا۔ اور قریب تھا کہ اس کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے۔ (سیرت النبی)

[3] حنظلہؓ بن ابو عامر نے ابوسفیان پر حملہ کیا۔ اور اس کے گھوڑے کو پھکیا۔ گھوڑا تڑپ کر گر پڑا۔ ابوسفیان زمین پر لوٹنے لگا۔ اور شور کرتا تھا کہ اے گروہ قریش میں ابوسفیان ہوں۔ اور یہ شخص مجھ کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

گرا گھوڑا ابوسفیاں کو لے کر فرشِ سنگیں پر
دہن سے چیخ نکلی چھائی دہشت دشمنِ دیں پر
قریشی فوج کو اُس نے پکارا اور دُہائی دی
سپاہی دفعتہً لپکے تو یہ صورت دکھائی دی
ابوسفیاں کے سینے پر سوار اک مردِ غازی تھا
اور اس غازی کا دستِ راست محوِ کارسازی تھا
گرفتِ دستِ چپ میں تھی سپہ سالار کی گردن
جہنم کے لئے تھی منتظر اک وار کی گردن
مگر اس وار کی مہلت نہ دی قریشی سواروں نے
کہ جسمِ مردِ مومن چھید ڈالا نیزہ داروں[1] نے
یہ گلزارِ جوانی آج سیرابِ شہادت تھا
بزورِ دست و بازو فاتحِ بابِ شہادت تھا
لبوں پر مسکراہٹ تھی، لباسِ سرخ تن پر تھا
عجب رنگِ بہارِ جاوداں گل پیرہن[2] پر تھا

---

[1] خنظلہ شہید کر دیئے گئے۔ عین اس وقت کہ ان کا ہاتھ ابوسفیان کا گلا کاٹنے ہی والا تھا۔ (تاریخ العمران)

[2] حضرت خنظلہ جنہوں نے سپہ سالارِ قریش ابوسفیان پر حملہ کیا۔ اسی ابوعامر کے فرزند تھے جو اُحد میں قریش کے ساتھ ہو کر لڑنے آیا تھا۔ اور جس نے انصار کو ورغلانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور میدان میں گڑھے کھدوائے تھے۔ حضرت حنظلہؓ دل و جان سے مسلمان تھے۔ آپ نے اپنے باپ کے مقابل نکلنے کی اجازت چاہی مگر آنحضرتؐ نے گوارا نہ فرمایا کہ بیٹا باپ کو قتل کرے۔ جنگِ مغلوبہ میں بے جگری کے ساتھ لڑے اور ابوسفیان کو گرا کر اس کے سینے پر چڑھ گئے۔ لیکن قتل کرنے کی مہلت نہ ملی۔ اور ابوسفیان کے پکارنے پر قریشی سواروں نے ان کو شہید کر دیا۔

آپ غسل الملائکہ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی شادی روزِ اُحد کی گذشتہ شب ہوئی تھی۔ اور آپ صبح اٹھتے ہی بغیر غسل فرمائے جہاد میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے۔ ان کی زوجہ سے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ جنب تھے۔ اس لئے ان کا لقب غسل الملائکہ پڑ گیا۔

(طبری و ابن اسحٰق)

جان بچی لاکھوں پائے

ابوسفیان بھی چوٹوں کو سہلاتا ہوا اُٹھا   ہوا خواہوں کا شکریہ بجا لاتا ہوا اُٹھا
مہیا ہو گیا اِک اور گھوڑا بہرِ اسواری   کہ گھوڑے کی سواری میں تھی مضمر شانِ سرداری
گئی گھوڑے کے ماتھے بچ گئی جاں خیریت گذری!   بڑا بیباک تھا مردِ مُسلماں خیریت گذری!
کمر میں درد، چہرہ زرد تھا اور دل ہراساں تھا   اجل نے طرح دیدی، ورنہ بچنا کوئی آساں تھا!
نظر آنے لگا ناکام اس کو اپنا منصُوبہ   بگڑتی جارہی تھی طول یعنی جنگِ مغلوبہ

نبیؐ کے صبر و استقلال پر اس کو تحیُّر تھا
وجُودِ پاک ہر حالت میں بالائے تغیُّر تھا

بابِ نہم

آفتاب اور برجِ عقرب

قریش کی سازشی ٹولی

کھڑی تھی ایک جانب قریشیوں کی سازشی ٹولی
سپہ سالار کے ہمراز تھے شیطاں کے ہمجولی
یہ چاروں حملہ کرنے کے لئے گھاتیں لگاتے تھے
پیمبر تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہ پاتے تھے
نگاہیں ابنِ قمیہ کی نظر آتی تھیں شرمندہ
گھٹاؤں میں تھا خورشیدِ رسالت اور تابندہ
ابوسفیاں قریب آکر ہنسا اور اس طرح بولا
جوانمردو ابھی تک تم نے تیغوں کو نہیں تولا
وہ جس کو قتل کرنے کی قسم تم سب نے تھی کھائی
وہ صورت سامنے موجود ہے ہمت کرو بھائی
تمہارا صید ہے آیا ہوا گھیرے میں فوجوں کے
تھپیڑے سہہ رہے ہیں اس کے ساتھی ہجوموں کے

مری تجویز یہ ہے فوج اِن لوگوں کو اُلجھائے
بڑھے، بڑھ کر ہٹے، اِن کو نبیؐ سے دُور لے جائے
اِدھر اس کے صحابہؓ پر ہلاکت خیز ریلا ہو
اُدھر سے جا پڑو تم سب، محمدؐ جب اکیلا ہو
وہ اک ہے اور تُم اتنے، مقامِ شرم ہے یارو!
کسی ترکیب سے نُورِ خدا کو گھیر کر مارو !
فلاخن کے یہ پتھر اور یہ تیغ و نیزہ و خنجر
کوئی تو کارگر ہو جائے گا جانِ محمدؐ پر
کڑے سونے کے پہناؤں گا مَیں بازوئے قاتل میں
جگہ پائے گا اس کا نام ساری قوم کے دل میں[1]
ابُوسفیاں نے ان بہکے ہوؤں کو خُوب بہکایا
یہ کوئلے بُجھ چلے تھے پھر انہیں پھونکوں سی دہکایا
سُجھا کر چال، آگے بڑھ گیا ان سے ابُوسفیاں
لگائی گھات سانپوں نے بسُوئے ہادیٔ دَوراں

ابُوسفیاں کی تزویریں

سپہ سالار نے اب نائبوں کو حکم پہنچائے
کہ سُورج ڈھل چکا قد کے برابر آ چلے سائے
مگر قائم مُسلمانوں کا ہے پائے ثبات اب تک
کوئی بنتی نظر آتی نہیں میداں میں بات اب تک
یہی صُورت اگر قائم رہی اور شام آ پہنچی
تو سمجھو خُود ہماری مرگِ بے ہنگام آ پہنچی
ہُوئے تھے منتشر جو لوگ اِک جھُوٹی خبر سُن کر
وہ پلٹے آرہے ہیں اور بھی غصّے میں جل بھُن کر

---

[1] ابوسفیان نے ابن قمیہ وغیرہ سے کہا کہ میں نبیؐ کو قتل کرنے والے کے ہاتھ میں سونے کے کڑے پہناؤں گا جس طرح شاہانِ فارس اپنے بہادروں سے سلوک کرتے ہیں۔ (رشاد الحکمۃ)

سلامت باکرامت دیکھ کر سب اپنے ہادی کو — پلٹ کر آنے والے پُر کئے دیتے ہیں وادی کو
کوئی صورت کرو اُلجھا کے ان کو دُور لے جاؤ — گڑھے کھودے تھے جو راہب نے ان تک ان کو پہنچاؤ
شعاعوں کو اگر خورشیدِ انور سے جدا کر دو — تو مَیں تم کو نویدِ فتح دیتا ہُوں جوانمردو!

قریش کا بے پناہ حملہ

یہ سُن کر افسرانِ فوج اصلی بات کو سمجھے — سپہ سالار کی قابو چیانہ گھات کو سمجھے
نئی ترکیب سے اب پھر جمایا فوج والوں کو — بڑھایا پیدلوں کو اور ڈپٹایا رسالوں کو
وجُودِ پاک کو پھر تاک کر آگے بڑھے قاتل — پیادے اور شتر اسوار قاتل، گھُڑ چڑھے قاتل

انصار کی فداکاری

پیمبر مُسکرایا دیکھ کر اس فوجداری کو — نہ جانے آج کیا مطلوب تھا محبوبِ باری کو
ہُوا ارشاد کون اپنے نبیؐ پر جان دیتا ہے — بشارت باغِ جنت کی علی الاعلان لیتا ہے
زیادؓ[1] ابنِ سکنؓ آگے بڑھے اور پانچ انصاری — صِلہ پاکر صَلا سُن کر دلوں پہ وجد تھا طاری
شہادت گاہ پر آنکھیں تصوّر آسمانوں پر — صداقت قلب میں لبیک کے نعرے زبانوں پر

---

[1] ایک دفعہ ہجوم ہوا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ زیاد ابن السکن اپنے ساتھ پانچ انصاری لے کر اس خدمت کے لئے آگے بڑھے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

بسانِ شیر حملہ آوروں پر جا پڑے غازی   شہادت کی طلب میں بے جگر ہو کر لڑے غازی
گلے تیغوں کے اُوپر رکھ دیئے جانیں فدا کر دیں   خوشی سے قیمتیں جنسِ محبت[1] کی ادا کر دیں
اگرچہ جان قرباں ہو گئی ہر اک دلاور کی   صفیں لیکن اُلٹ ڈالیں ہجوم حملہ آور کی
گریں آخر زمیں پر سُرخرو لاشیں شہیدوں کی   ستارے بن گئیں پیشانیاں نور آفریدوں کی
زیاد ابنِ سکنؓ میں اک ذرا سی جان باقی تھی   تمنائے شہادت تشنۂ دیدارِ ساقی تھی
اُٹھا لائے شہیدِ ناز کو ایمائے ہادی پر   مقدر جاگ اُٹھا جب رکھ دیا سر پائے ہادیؐ[2] پر

کوئی دیکھے تو یہ معراج شیدائے محمدؐ کا
کہ خوابِ ناز کو تکیہ ملا پائے محمدؐ کا

خاص ذاتِ اقدس پر حملے

ہویدا تھا نبیؐ پر حال شیطانوں کی نیت کا   مگر منظور تھا جو بھی تقاضا تھا مشیت کا
رسول اللہ بیعت[3] لے چکے تھے اہلِ ایماں سے   کہ حق پر جان دیں گے منہ نہیں موڑیں گے میداں سے

---

[1] ایک ایک نے جانبازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔ (سیرت النبی)

[2] زیاد بن سکنؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان کا لاشہ لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے۔ کچھ کچھ جان باقی تھی، قدموں پر منہ رکھ دیا۔ اور اسی حالت میں جان دے دی۔ (سیرت النبی)

[3] آٹھ صحابہ کبار نے اس روز حضرتؐ کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی تھی۔ مہاجرین میں سے حضرت علیؓ زبیرؓ و طلحہؓ اور پانچ انصار میں سے حضرات ابو دجانہؓ، حارثؓ بن صمہ، حبابؓ ابن المنذر، عاصمؓ بن ثابت اور سہیلؓ بن حنیف مگر ان میں سے کسی کو موت نہ چھو سکی۔ (ارشاد الحکمۃ)

لہو میں غوطہ زن یہ بحرِ الفت کے شناور تھے
جدھر بڑھتا تھا پیغمبر یہ قدموں پر نچھاور تھے

کیا حملہ جو اب بڑھ کر نبیؐ کے جاں نثاروں نے
تو گھیرے میں لیا ایک ایک کو دس دس سواروں نے

قریشی فوج اس صورت سے اب پیچھے لگی ہٹنے
کہ شمعِ نور سے جاں باز پروانے لگے چھٹنے

تعاقب میں بڑھے سرکار بھی قرشی سواروں کے
یہ منظر دیکھ کر دل بڑھ گئے اِن جاں نثاروں کے

کھڑے تھے اک جگہ وہ سازشی تاراج کی خاطر
جہاں خندق کھُدی تھی صاحبِ معراج کی خاطر

گڑھے اوپر سے تھے خس پوش اندر سے بہت گہرے
اچانک چلتے چلتے پائے مُلہَم اک جگہ ٹھہرے

مقدر تھا یہیں پر وہ تصادم کفر و ایماں کا
کہ جس پر فیصلہ تھا قسمتِ انسان و شیطاں کا

کھڑا تھا امتحانِ زورِ باطل کے لئے ہادیؐ
بحدِ انتہا دے دی گئی شیطاں کو آزادی

دوراہے پر کھڑی تھی گردشِ تقدیرِ انسانی
اِدھر تھا عالمِ باقی اُدھر تھا عالمِ فانی

اچانک ابنِ قمیہ چیختا چنگھاڑتا نکلا
درندوں کی طرح سے دوڑتا منہ پھاڑتا نکلا

صفوں کو چیرتا، للکارتا، بنکارتا آیا
لبِ ناپاک سے گستاخ لافیں مارتا آیا

مقابل اور مخاطب ہو کے سرکارِ نبوت سے
اٹھائی تیغ اس شیطاں نے ابلیسانہ قوت سے

اِدھر یہ تیغ اُٹھی، اُٹھ کے گرنے پر ہوئی مائل
اِدھر پردہ میانِ نور و آتش ہو گیا حائل

---

[1] ابن قمیہ نے آنحضرت کو دیکھ کر پہچانا اور تیغ نکال کر ایک بھرپور وار ایسی حالت میں کیا کہ آپ دوسری طرف مصروف تھے لیکن قمیہ کی تیغ کی جھلک دیکھتے ہی ایک مسلم مجاہد نے آگے بڑھ کر یہ وار اپنی ذات پر لے لیا۔ [illegible]

اُمِّ عمارہؓ کی جاں نثاری

اچانک چھا گئی اک ہَول کی چادر زمانے پر — خدا جانے پڑی یہ ضرب کس ہستی کے شانے پر
یہ کس نے آ کے گردن زیرِ تیغِ خوں فشاں رکھ دی — یہ کس بندے نے بنیادِ بقائے جاوداں رکھ دی
وہی با حوصلہ شایانِ ہر مدح و ثنا بی بی — وہی اُمِّ عمارہ، ہاں وہی حق آشنا بی بی
وہی نوری فرشتہ تھا کہ بالتعجیل آ پہنچا — نبیؐ پر ڈھال بننے کو پرِ جبریلؑ آ پہنچا
نبیؐ پر وار ہوتا اس نے دیکھا دوڑ کر آئی — اُدھر شمشیر چمکی، اس طرف یہ ڈھال لہرائی
کیا تھا وار محبوبِ خدا پر بد قوارہ نے — مگر سر پیشِ قاتل رکھ دیا اُمِّ عمارہ نے
حیا کا معجزہ تھا جوششِ ایماں کی کرامت تھی — کہ زہرِ تیغ کھا کر بھی وفا زندہ سلامت تھی[1]
بڑھی اُمِّ عمارہ لے کے تیغِ آبدار اس پر — کئے اس شیر زن نے پے بہ پے دو تین وار اس پر
یہ جرأت دیکھ کر مُنہ ہو گیا تھا زرد کافر کا — مگر ملفوف تھا آہن میں تن نامرد کافر کا
عدو کو زخم خوردہ شیرنی کی شان دکھلا کر — گری اللہ کی بندی بوجہِ ضُعف غش کھا کر
شریکِ جنگ تھے اس کا پسر بھی اس کا شوہر بھی — یہ تیغیں تھیں خدا کی کُھل رہے تھے ان کے جوہر بھی

---

[1] اُمِّ عمارہ کے کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا۔ اُمِّ عمارہ نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دہری زرہ پہنے تھا اس لئے کارگر نہ ہوئی۔
(سیرت النبی)

marfat.com

نگہباں تھی نگاہِ رحمتِ عالم ضعیفہ کی   کہ شایانِ وفا تھی جاں نثاری اس عفیفہ کی
یہ رنگِ زخم داری شاق تھا محبوبِ باری پر   عمارہؓ کا تعین کر دیا تیمار داری پر[1]

دشمنوں کی سنگ باری اور محبوبِ خُدا کی زخم داری

وجودِ پاک جس نقطے پہ تھا اس وقت استادہ   وہیں وہ سازشی ٹولی شرارت پر تھی آمادہ
سمٹ کر اک جگہ اب دشمنانِ آنجناب آئے   اُبَیّ و ابنِ قمیہ، عُتبہ و ابنِ شہاب آئے
اگرچہ خاک کے پتلے تھے آتش تھی سرشت ان کی   نگاہوں سے ہویدا ہو رہی تھی خوئے زشت ان کی
یہ زہری سانپ نکلے بانبیوں سی پیچ بل کھاتے   ہوا میں سنسناتے پھن اُٹھاتے اور لہراتے
یہ پُتلے تھے دنائت کے یہ پیکر تھے شقاوت کے   یہ رحمت کے مقابل میں مظاہر تھے عداوت کے
یہ چاروں چار عنصر تھے جہنم کی حرارت کے   اُٹھے تھے آج بطنِ ارض سے شعلے شرارت کے
بھرے تھے جھولیوں میں ان کے پتھر سنگباری کو   نشانہ دُور سے کرنے لگے محبوبِ باری کو
فلاخن کو گھماتے شور کرتے دوڑتے آئے   وجودِ رحمۃ للعٰلمین پر سنگ برسائے
سیہ بختوں نے رُوئے مطلع الانوار کو تاکا   جمال آرائے عالم کے لب و رخسار کو تاکا

---

[1] آنحضرت نے اس کے بیٹے عمارہؓ کو بلایا اور فرمایا اپنی والدہ کی تیمار داری کرو۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

زرہ تھی جسمِ اطہر پر، سرِ اقدس پہ مغفر تھا   مگر اس آفتابِ نُور سے عالم منوّر تھا
برائے دیدہ و دل معرفت تھے جس کے نظّارے   اسی آئینہ پر چاروں نے پتھر تاک کر مارے[1]
کوئی ساعت تھی یہ آئینۂ رُخسارِ تاباں پر   اِدھر لب ہائے نازک پر اُدھر دُر ہائے دنداں پر
شکستہ ہو گئیں سِلکِ دُرِ شہوار کی لڑیاں   دو پارا ہو گئے لب گڑ گئیں رُخسار میں کڑیاں
فلک تھا چشمِ استفسار اب کیا ہونے والا ہے؟   زمیں کہتی تھی شاید حشر برپا ہونے والا ہے!
طلسمِ رُبعِ مسکوں ٹُوٹتا معلوم ہوتا تھا   یہ نازک آبگینہ پھوٹتا معلوم ہوتا تھا
محمد آخری امید تھی دُنیائے حادث کی   اسی کی ذات تھی آماجگہ سنگِ حوادث کی
محمد ہی کی خاطر یہ بِنائے زندگانی تھی   اسی کو محو کرنے کی جہاں والوں نے ٹھانی تھی
لب و دنداں کہ تھے سب لائقِ دید و شنید اس کے   وہ لب زخمی وہ دندانِ مُبارک تھے شہید اس کے
زمیں پر پھول جس کے عکس تھے افلاک پر تارے   نظر آتے تھے خُون آلُودہ وہ پُر نُور رخسارے
وہ شانہ جو علمبردارِ اصلاحِ زمانہ تھا   اسی پر ضرب آئی تھی وہی شانہ نشانہ تھا[2]

---

[1] ابن شہاب نے آپ کی پیشانی خُون آلود کردی۔ عتبہ بن وقاص نے تابڑ توڑ چار پتھر کھینچ کھینچ کر مارے۔ جن سے آپ کے سامنے کے نیچے والے دو دانتوں میں سامنے کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا۔ ابنِ قمیہ نے رخسارِ مبارک کو زخمی کیا اور خود کی دو کڑیاں اندر گھس گئیں۔ (خاتم المرسلین)

[2] شانے کا زخم ایک مہینے سے زیادہ عرصے تک رہا۔ (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

یہ بارش پتھروں کی اور اس کا تاجِ پیشانی   اُدھر تھی پستیِ فطرت اُدھر معراجِ انسانی
نگاہِ گرم سے اب بھی نہ چاروں پر نظر ڈالی   نبیؐ نے عرشِ اعظم کے اشاروں پر نظر ڈالی

دشمنوں کے وار اور نبیؐ کی دُعائیں

اگرچہ ان میں ہر اک درپئے جانِ پیمبرؐ تھا   جنوں سب سے زیادہ ابنِ قمیہ ہی کے سر پر تھا[1]
پسِ پشت آکے بدباطن نے تولا تیغِ عریاں کو   کہ زخمی اور غافل اس نے جانا نورِ عرفاں کو
وہیں راہب کی کھدوائی ہوئی پوشیدہ خندق تھی   نہیں خندق نہ تھی صدمے کی شدت سے زمیں شق تھی
جونہی یہ کھینچ کر سرکار پر تیغِ دو دم آیا   وہیں مُلہمؐ کا اس خس پوش خندق پہ قدم آیا
گڑھا کھودا گیا تھا جان لینے کے ارادوں سے   مگر وجہِ حفاظت بن گیا اِن بدنہادوں سے
یہاں بھی گاڑ رکھی تھیں سنانیں نیزہ و خنجر   ہُوا مجروح ان سے بھی وجودِ پاکِ پیغمبرؐ
یہ جو کچھ بھی ہُوا ایسا سریع و ناگہانی تھا   زمانہ یہ نہ سمجھا آج باقی تھا کہ فانی تھا

ہدف تھی اِس طرح جانِ دو عالم چیرہ دستی کی
کہ چلتے چلتے نبضیں رُک گئیں دنیائے ہستی کی

---

[1] ابنِ قمیہ نے رخسارے پر پتھر مارا، ساتھ ہی تلوار کا وار کیا۔ اس وقت آنحضرتؐ ان گڑھوں میں سے ایک میں جا گرے جو ابو عامر نے رات کو کھدوائے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

فلک پر مہر آزردہ، زمیں پر گُل فسُردہ تھے جبیں رُخسار لب دندانؐ شانہ زخم خوردہ تھے
اگرچہ زانوؤں پر زخم، ضربیں ساق پر آئیں[1] دُعائیں ہی زبانِ مصدرِ اخلاق پر آئیں
رباعیہ[2] شکستہ تھی لبوں سے خوں بہتا تھا دُعائے خیر کرتا تھا محمدؐ اور کہتا تھا
کہ[3] اے پروردگا، آمرزگاران کو معافی دے! نہ کر ان کی خطاؤں کا شمار ان کو معافی دے!
نہیں اُبھری ابھی یہ قوم جاہل اپنی پستی سے خداوندا یہ بندے بے خبر ہیں اپنی ہستی سے
نہ دیکھ اِن کے عمل اپنے کرم ہی پر نظر فرما الٰہی بخش دے اِن کو، الٰہی در گذر فرما

رفیقانِ نبوّت

یہ نازک وقت آخر ٹل گیا اِنسان کے سر سے جہانِ زندگی قائم رہا لُطفِ پیمبرؐ سے
نبیؐ کے جاں نثار اب تک گھرے تھے فوج کے اندر نظر آتی تھیں یہ تیغیں رواں ہر موج کے اندر
اِدھر یہ سانحہ گذرا، اِدھر اُن کے قدم پلٹے اسی خندق کی جانب یک بیک عالی ہمم پلٹے
جونہی آیا وجودِ صاحبؐ لولاک خندق میں وہیں اُترے جنابِ بوترابؑ پاک خندق میں

---

[1] دونوں رانیں مضروب و مجروح ہوگئیں، ساقِ مبارک پر زخم آئے۔ (تاریخ العمران)

[2] رباعیہ ثنایا اور انیاب کے بیچ کے چار دانت۔ ان میں سے ایک دانت نیچے کا شہید ہوگیا۔ (تاریخ العمران)

[3] آپکی زبان پر یہ الفاظ تھے رب اغفر قومی فانہم لایعلمون "اے خدا میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ بے خبر ہیں" (سیرت النبی)

ابوبکرؓ و عمرؓ پہنچے عبیدہؓ بھی ادھر آئے علیؓ کے ساتھ ہی طلحہؓ بھی خندق میں اتر آئے
زمیں مدہوش تھی بھولا تھا گردش گنبدِ گرداں بدستِ سرورِ کونین تھا دستِ شیرِ مرداں
جنابِ طلحہ کے بازو سہارا دیتے جاتے تھے یداللہ رفعتِ صدرِ عرش کو اوپر اٹھاتے تھے[1]
وہ رشکِ ماہِ کنعاں جب نکل کر چاہ سے آیا زمانہ ہوش میں آوازِ بسم اللہ سے آیا
لیا جھرمٹ میں پھر اپنے نبیؐ کو جاں نثاروں نے بگردِ ماہ اک ہالا بنا ڈالا ستاروں نے
بجانِ روحِ مشتاقاں بہت نازک تھیں یہ گھڑیاں کہ رخسارے میں جم کر رہ گئیں تھیں خود کی کڑیاں

لبوں پر ضرب تھی قدہائے دنداں بھی شکستہ تھے
زباں الحمد کہتی تھی دہانِ زخم بستہ تھے

شہادت کی ارزانی

صحابہ ہر طرف سے جمع ہو کر جب ادھر آئے تو پھر چاروں طرف سے دشمنوں نے تیر برسائے
فداکاروں نے حلقہ باندھ کر گردِ اپنے ہادیؐ کے عیاں فرمادیئے جوہر رگِ عالی نہادی کے

---

[1] حضرت علیؓ نے فوراً ہاتھ پکڑ کے اور طلحہ بن عبیداللہ نے آپ کو اس گڑھے سے باہر آسکیں [illegible]
[2] جاں نثاروں نے آپ کو دائرے میں لے لیا۔ (سیرت النبی)

عمارہؓ بن گئے تکیہ پناہِ ہر دو عالم کا
شہادت مل گئی پایا جو پایا عرشِ اعظم کا[1]
سرِ طلحہؓ[2] تھا ہر کھنچتی ہوئی شمشیر کے آگے
سپر تھا بُودجانہ کا جگر ہر تیر کے آگے[3]
نبیؐ سرمایۂ عرفاں تھا جانیں تھیں نثار اس پر
خزانہ تھا کہ پہرے دے رہی تھی ذوالفقار اس پر
دِیے دیتے تھے جاں پروانہ وار اس پر یہ فرزانے
بھلا اس رنگ سے کب شمع پر جلتے ہیں پروانے
خُدا کے دوست اعدائے نبیؐ سے اس قدر کم تھے
کہ آٹے میں نمک تھے یا بروئے برگ شبنم تھے
مگر بڑھتے چلے جاتے تھے ارمانِ شہادت میں
شہادت جلوہ گر تھی ان کے سیمائے سعادت میں
یہ وہ تھے جن کو جان و مال سے ایمان پیارا تھا
محمدؐ ہی جنہیں دونوں جہانوں کا سہارا تھا

خالد کی حیرت

بہت ہی تنگ تھا میداں صحابہ کی شجاعت پر
ہزاروں کا تھا دھاوا ایک چھوٹی سی جماعت پر
مُسلمانوں کا ہادیؐ اب بحالِ زخم داری تھا
زمیں سہمی ہُوئی تھی آسماں پر ہَول طاری تھا
تھا اِک عورت کے ہاتھوں میں عَلَم فوجِ قریشی کا
بڑھا تھا اور اس منظر سے دم فوجِ قریشی کا

---

[1] عمارہؓ بن زیاد پر آپ نے قدمِ مبارک کا تکیہ لگا دیا۔ ان کے چودہ زخم لگے تھے اور وہ شہید ہو گئے تھے (رشاد الحکمۃ)

[2] حضرت طلحہ کے سر پر کسی نے تلوار ماری عین اس حالت میں کہ وہ رسُولؐ کی حفاظت کر رہے تھے (تاریخ العمران)

[3] اَبُودجانہ جھک کر سپر بن گئے۔ اب جو تیر آتے تھے ان کی پیٹھ پر آتے تھے۔ (سیرت النبی)

اُدھر فرضِ نمازِ ظہر کا ہنگام آیا تھا
اِدھر مُردوں سے زمیں پر ابرِ لالہ فام چھایا تھا
تیمم خاک سے کر کے لہو سے باوضو ہو کر
جہاں بھی تھے مُسلماں جھک گئے تھے قبلہ رُو ہو کر
مگر خالد کہ تھا محفوظ اپنی فہمندی سے
یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے
جہاں برچھوں کے پھل آتے ہی گڑ جاتے تھے سینوں میں
جہاں بے وزن کئے جاتے تھے ہستی کے سفینوں میں
جہاں بُوق و دُہُل کا شور و غُل تھا جھانجھ بجتے تھے
جہاں بجلی چمکتی تھی جہاں بادل گرجتے تھے
جہاں ناحق نے حق کو محو کر دینے کی ٹھانی تھی
جہاں اک سمت تھی موت ایک جانب زندگانی تھی
جہاں اللہ والوں پر تھے نرغے فوجِ شیطاں کے
مقابل بیس بیس اشرار تھے اِک اِک مُسلماں کے
جہاں اک سمت تھی گالی گلوچ اک سمت تکبیریں
جہاں اک سمت ڈھالیں بھی تھیں اک سمت شمشیریں
جہاں دھرتی کے سینے پر تھی مارا مار گھوڑوں کی
جہاں ٹاپیں سُموں کی تھیں جہاں پھنکار کوڑوں کی
جہاں باطل سپہ سالارِ انبوہ بہائم تھا
جہاں حق باوجودِ قلتِ تعداد قائم تھا

جہاں کھنچی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا
وہیں اِک سر باطمینان سجدے میں خمیدہ تھا

یہی سر اس جہاں میں پُرسکوں معلوم ہوتا تھا
فلک اِس سر کے آگے سرنگوں معلوم ہوتا تھا
جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں
وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود میں باتیں

marfat.com

نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظارا دلِ خالد پکارا کس سے ہو تم معرکہ آرا؟
محمد کے خلاف اپنی یہ گیرودار ہے خالد! محمد کو نہیں پروا یہ کیا اسرار ہے خالد!
لہو سے تر ہے رُخ، مضروب ہیں دندان و لب اس کے مگر اٹھتے ہیں بہرِ خیر ہی دستِ طلب اس کے
یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا! کسی دُنیا طلب میں ہو یہ طاقت، ہو نہیں سکتا!
شکست و انتشار و بے سروسامانی و قلت یہ سب کچھ ہی، مگر قائم ہیں پائے ہادیٔ ملت
پیمبر کے سوا یہ ضبط و اطمینان ناممکن! بشر کتنا بھی صابر ہو، مگر یہ شان ناممکن!
کسی انساں میں خالد نے کمال ایسا نہ پایا تھا جمال ایسا نہ دیکھا تھا جلال ایسا نہ پایا تھا
کبھی نامِ خدائے لایزال آیا نہ تھا دل میں سوال آیا نہ تھا لب پر خیال آیا نہ تھا دل میں
کھڑی تھی زندگانی کفر و ایماں کے دوراہے پر اِدھر تھی عظمتِ قومی، اُدھر تصدیقِ پیغمبر
خدا والوں کو دی جس نے شکست اب خود شکستہ تھا گُسستہ کفر سے تھا آج دل ایماں سے بستہ تھا
نبیؐ کی تیغ سے مذبوح ہو کر رہ گیا خالد! اُدھر فاتح اِدھر مفتوح ہو کر رہ گیا خالد!
نوشتے میں مگر کچھ گمرہی کا دور باقی تھا پئے اظہارِ ایماں غور کرنا اور باقی تھا

تلاطم بیدلوں میں اور جُنبش تھی رسالوں میں
مگر خالد اُلجھ کر رہ گیا تھا اِن خیالوں میں

marfat.com

اِنتہائی کشمکش

نظر خورشیدِ عالمتاب کی رُوئے زمیں پر تھی　کہ جس سے روشنی ملتی تھی وہ صورت یہیں پر تھی
گھٹائیں کُفر کی الجھی ہُوئی تھیں نورِ ایماں سے　اُحد کے سنگریزے سُرخ تھے خونِ شہیداں سے
جھلکتا تھا شہیدوں کا لہُو اس طرح میداں میں　شفق پھولی ہُوئی ہو جس طرح ابرِ درخشاں میں
مُسلماں بے سر و ساماں تھے اور تعداد میں تھوڑے　مقابل میں ہزاروں کا ہجوم اور سینکڑوں گھوڑے
یمِ کثرت نے وحدت کو بہا دینے کی ٹھانی تھی　زمانے سے نشانِ حق مٹا دینے کی ٹھانی تھی
جھلک اُٹھتے ہیں کالی بدلیوں میں جس طرح تارے　ہجومِ کفر میں تھے اس طرح اللہ کے پیارے
یہ گویا ایک دریا تھا بھنور تھے جابجا اس میں　شناور کو نکلنے کا کوئی رستہ نہ تھا اس میں
بنے تھے چار جانب دائرے سے لڑنے والوں کے　کہیں پیدل کہیں اسوار تھے قرشی رسالوں کے
صحابہ مرکزی نقطے تھے اِن مُہلک دوائر کے　اُٹھے تھے اسلحہ جیسے قفس ہو گرد طائر کے

سمٹتے، پھیلتے، بڑھتے ہُوئے گھٹتے ہُوئے حلقے
اُبھرتے، بیٹھتے، ہلتے ہُوئے پھٹتے ہُوئے حلقے

marfat.com

باب دہم

خاتمۂ جنگِ اُحُد

قریش کی بے دِلی

دکھائی استقامت حق نے باطل گھٹ چلا آخر
ہجومِ فوجِ قرشی ہو کے بیدل ہٹ چلا آخر
ڈھلا جاتا تھا سُورج عصر کا ہنگام آیا تھا
ابُوسفیاں کے دل پر خوف نے سکّہ جمایا تھا
مُسلمانوں کے استقلال سے تھا اس کو اندیشہ
سمجھتا تھا مُحمدؐ کے صحابہ ہیں وفا پیشہ
عجب ان کے ارادے ہیں عجیب ان کے عزائم ہیں
مُسلماں باوجُودِ قلّتِ تعداد قائم ہیں
کثیر افراد قرشی فوج میں اب زخم خُوردہ تھے
لڑائی ختم ہونے میں نہ آتی تھی، فسُردہ تھے
غنیمت جان کر اس عارضی غلبے کی صُورت کو
ہٹایا معرکے سے اُس نے فوجِ بدمہورت کو
کیا رُخ افسروں کے ساتھ اک اُونچے سے ٹیلے کا
کہ باہم مشورہ کر لیں کسی آئندہ حیلے کا[1]

---

[1] اب ابوسفیان اور چند مشرکین ایک اونچی چٹان پر چڑھے۔ (خاتم المرسلین)

بڑھے سرکار والا دائرے میں جاں نثاروں کے بحالِ زخم داری دامنوں پر کوہساروں کے[1]
ہُوا ارشاد مہلت دو نہ ان کو حفظِ شوکت کی بلندی تو نہیں ہے شان اہلِ شرک و بدعت کی[2]
یہ سُن کر اک جماعت کو عمرؓ لے کر بڑھے آگے گیا حملہ تو ٹیلا چھوڑ کر سب مشرکیں بھاگے

اُبَیّ ابنِ خلف شانِ نبوت سے طالبِ جنگ

قریش اب ہار کر خالی کیے جاتے تھے وادی کو جبل کی سمت راجع تھے صحابہ لے کے ہادی کو
اسی عالم میں گھوڑے پر اُبَیّ ابنِ خلف نکلا نبیؐ سے جنگ کرنے کی طلب میں ناخلف[3] نکلا
یہ حصہ لے چکا تھا اس سے پہلے سنگباری میں تھا اس کا ہاتھ بھی شامل نبیؐ کی زخم داری میں
نظر آئے جو اس کو زخم خوردہ ہادیٔ دوراں خیال آیا کہ اب قتلِ محمدؐ ہے بہت آساں
یہ گویا انتہا تھی آج ابلیسی شرارت کی نبیؐ سے خود بدولت لڑنے کو نکلا، یہ جسارت کی

---

[1] آنحضرتؐ بحالِ زخمداری بلندی پر چڑھے۔ (العادۃ العربیہ)

[2] آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کی تو یہ شان نہ ہونی چاہیے اشارہ پاتے ہی حضرت عمرؓ اور چند جاں نثاروں نے حملہ کر دیا۔ انہیں اس چٹان پر سے مار کے ہٹایا۔ اور خود اس بلندی پر قابض ہو گئے۔ (خاتم المرسلینؐ)

[3] رسول اللہ صلعم اپنی جماعت کے دائرے میں بحالِ زخم داری جبل کی طرف راجع تھے کہ اُبَیّ ابنِ خلف گھوڑے پر سوار [illegible] تانے ہوئے نبیؐ کا نام لے کر پکارتا ہوا آیا۔ (رشاد الحکمۃ)

marfat.com

گستاخانہ پیغام

اُبَی ابنِ خلف کے ہاتھ میں لمبا سا بھالا تھا
اسی دن کے لئے گھوڑا بھی اس کافر نے پالا تھا

خریدی تھی نہایت شوق سے مرگِ دوام اس نے
رسُول اللہ کو بھیجا تھا پہلے سے پیام اسُ[1] نے

کہ میرے پاس اک مضبُوط اور مربُوط بھالا ہے
پھل اس بھالے کا مَیں نے اپنے ہاتھوں ہی سے ڈھالا ہے

مرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے محنت سے پالا ہے
یہ گھوڑا اپنی اصل و نسل میں سب سے نرالا ہے

کیا کرتا ہُوں جان و دل سے خدمت اسپِ تازی کی
بڑے زوروں سے کی ہے مشق مَیں نے نیزہ بازی کی

تمنّا ہے کہ اس گھوڑے پہ چڑھ کر تان کر بھالا
کروں اک روز استقبالِ جانِ حضرتِ والا

آنحضرت کی پیش گوئی

رسُول اللہ یہ پیغام سُن کر مسکرائے تھے
لبِ سرکار پر اُس وقت یہ الفاظ آئے تھے

---

[1] بعدِ معرکہ بدر اُبی ابن خلف اپنے بیٹے کو فدیہ دے کر رہا کرانے آیا تو کہنے لگا میری سواری میں ایک اصیل اور تیز گھوڑا ہے اور میں نیزہ بازی کی مشق کیا کرتا ہوں۔ تاکہ اس پر سوار ہو کر نیزے سے آپ کو قتل کروں۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ بلکہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ حالاں کہ تو اسی گھوڑے پر سوار ہوگا۔ انشاء اللہ۔ (رشاد الحکمت)

بعض روایات میں ہے کہ یہ بات اس نے مکے سے کہلا بھیجی تھی اور آنحضرت نے مدینے میں جواب دیا تھا۔ (تاریخ العمران)

marfat.com

کہا شاید یہی ہے مرضیٔ باری تعالیٰ بھی
اِسی گھوڑے پہ تُو ہو تیرے قبضے میں یہ بھالا بھی
دراں حالیکہ تو ہوگا سوار اپنے ہی گھوڑے پر
اسی بھالے سے تجھ کو قتل کر ڈالے گا پیغمبرؐ

صحابہؓ کا رسُولؐ کی بجائے نکلنے پر اصرار

غرض شیطاں نے اُکسایا جو اس کی فطرتِ بد کو
پکارا مَیں طلب کرتا ہوں میداں میں محمدؐ کو
مجھے مطلُوب ہے حضرت کریں ایفا یہاں وعدہ
کہ باہم ہو چکا ہے میرے اُن کے درمیاں وعدہ
مَیں اِس میداں سے اَوروں کی طرح خالی نہ جاؤں گا
پیمبرؐ کو ہدف خونریز بھالے کا بناؤں گا
وہ زندہ رہ گئے تو زندگی میری نہیں باقی
کہاں شیطاں؟ اگر ہے رحمۃ للعٰلمین باقی!
غرض اِس طرح اِس رہزن نے بڑھ کر راستہ روکا
پکارا نام لے کر اور رسُول اللہ کو ٹوکا
تخاطب نامِ نامی سے کیا جس دم سوالی نے
توجہ منعطف کی اس طرف سرکارِ عالی نے
فداکاروں نے چاہا بڑھ کے اس کے سامنے جائیں
رسُول اللہ کیوں اس کے لئے تکلیف فرمائیں
گذارش کی غُلاموں میں سے دے کوئی جواب اس کو
وجُودِ پاک تک آنے نہ دیں عالی جناب اس کو
جبیں زخمی شکستہ ہیں درِ شہوار کی لڑیاں
ابھی پیوستہ رُخسارے میں ہیں فُولاد کی کڑیاں
یہ کڑیاں کھینچنا لازم ہیں رُخسارِ مُبارک سے
ابھی عہدہ برآ ہونا ہے اس کارِ مبارک سے

رُخ و شانہ پہ گہرے زخم ہیں ماہِ تمامی کے
مقابل ہوں نہ ایسے حال میں اس فردِ عامی کے

نبیؐ بہ نفسِ نفیس دُشمن کے مقابل

صحابہؓ عرض کرتے ہی رہے تا حدِ گویائی
مگر سرکار نے یہ بات نامنظور فرمائی[1]

ہوا ارشاد "ذاتِ حق توانا اور غالب ہے
یہ دشمن کوئی ہو لیکن محمدؐ ہی کا طالب ہے"

یہ فرما کر قدم آگے بڑھائے جانبِ دشمن[2]
ہوا اب پیکرِ تشویش ہر وابستۂ دامن

کوئی ہتھیار بھی دستِ مُبارک میں نہ تھا اس دم
رفیقوں ہی کو سب کچھ دے چکے تھے ہادیٔ اکرم

جبیں، رخسار، لب، دندان و شانہ خون آلودہ
جراحت ساق و زانو پر مگر وہ راہ پیمودہ

بُراق و رفرف و دُلدُل مہیّا اور وہ پیدل!
خدائی بھر کا جزو و کل مہیّا اور وہ پیدل!

اُدھر وہ ناخلف گستاخ تھا اسوار گھوڑے پر
مسلح، مستعد، آمادہ و تیار گھوڑے پر

کیا شیطان ابنِ خلف کی شکل میں تھا

پناہِ نوعِ انساں کے مقابل ایک انساں تھا
نہیں انساں نہ تھا اس شکل میں خود آپ شیطاں تھا

---

[1] صحابہ کرام نے عرض کی۔ اجازت ہو تو ہم میں سے کوئی اس کا جواب دے لیکن حضرت نے انکار کیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] آنحضرت بہ نفسِ نفیس اُبی کو جواب دینے کے لئے بڑھے بحالیکہ آپ انتہا کے زخمی تھے۔ (تاریخ العمران)

وہی ناری فرشتہ راندۂ دربارِ سرکاری
ازل میں جو ہوا تھا سجدۂ آدم سے انکاری
محمدؐ ہی کا جلوہ نور تھا سیمائے آدم کا
حقیقت میں وہ دشمن تھا اسی نورِ مجسّم کا
عیاں کرتا نہ رنگ ابلیس اپنی فطرتِ بد کا
اگر خطرہ نہ ہوتا اُس کو تخلیقِ محمّدؐ کا
محمدؐ ہی کی ذاتِ پاک سے اس کو خصومت تھی
محمدؐ ہی سے اندیشے میں شیطانی حکومت تھی
محمدؐ ہی سے اس کو جنگ تھی مطلوب عالم میں
محمدؐ ہی تھا اک اللہ کا محبوب عالم میں
ظہورِ مصطفٰے نے دہر میں جب نورباری کی
رخِ آفاق سے چھٹنے لگی انساں کی تاریکی
نظر آیا شکستہ جب طلسمِ فتنہ اندازی
تو میدانِ اُحد میں اُس نے کھیلی آخری بازی
کوئی صورت نہ پائی جب علی الرغمِ رسول اُس نے
کیا ابنِ خلف کے پیکرِ بد میں حلول اس نے
فرشتے دم بخود جبریلؑ بھی حیرت سے تکتا تھا
بغیرِ اذنِ عالی کوئی بھی کچھ کر نہ سکتا تھا
سنانِ نیزۂ ابلیس ناگن کی طرح لپکی
بنائے چرخ تھرائی، پلک خورشید کی جھپکی
نگاہِ فرش اُٹھی بیتاب ہو کر عرش کی جانب
نگاہِ عرش بھی لیکن جھکی تھی فرش کی جانب
تصور نے جہانِ زیست کو زیر و زبر پایا
حقیقت کو مگر اک اور ہی عالم نظر آیا
قریبِ سینۂ بے کینہ جب نوکِ سناں آئی
بنانِ نیزہ پر دستِ نبیؐ نے دسترس پائی
تحیّر میں تھا خود اعجاز اعجازِ رسالت سے
کہ نیزہ آپ نے چھینا عدوئے پُرضلالت سے

marfat.com

[1] یہ مشاقی تھی یا اعجاز یا زورِ ازل تھا کہ اب نیزہ بدستِ قبضۂ انسانِ کامل تھا
نظر آیا جو تازہ معجزہ سرکارِ عالی کا پلٹ کر پھر رخِ ہستی پہ رنگ آیا بحالی کا
اِسی نیزے کو لے کر آپ نے سُوئے عدو دیکھا تنِ ابنِ خلف کو غرقِ آہن مُو بمُو دیکھا
چڑھی تھیں پاکھریں فولاد کی دیوزاد گھوڑے پر چٹانوں کا گماں ہوتا تھا ہیبت ناک جوڑے پر
بڑی سی ایک آہن تھی بڑی سی ایک آہن پر کہ اِک دیوِ سیہ بیٹھا ہوا تھا کوہِ آہن پر
صحابہ چپ تھے لیکن تھی بہت بے چین دل ان کے دھڑکتے تھے بجاتے سرورِ کونین دل ان کے
نبیؐ زخمی، مقابل میں تھا اِک شیطان آہن کا بجز آہن کوئی حصہ نظر آتا نہ تھا تن کا
مگر اب نبضِ ہستی کو اُبھارا دستِ ہادیؐ نے کیا نیزے کا ہلکا سا اشارا دستِ ہادیؐ نے
[2] کچوکا سا دیا جس دم عجب صورت نظر آئی اَنی نیزے کی دشمن کے گلو سے جا کے ٹکرائی
فضا اِک چیخ کی آوازِ ہیبت ناک سے گُونجی لبِ ناپاک سے یا آہنی پوشاک سے گُونجی
گرا ابنِ خلف گھوڑے سے فرشِ خاک کے اوپر طمانیت کی سُرخی چھا گئی افلاک کے اُوپر
[3] زمیں پر بیل کے مانند ڈکرانے لگا ناری ہُوئی باطل کے گھر میں ماتمِ شیطاں کی تیاری

---

[1] اُبَیّ ابن خلف نے آپؐ پر نیزے کا وار کرنے کی جرأت کی مگر آپؐ نے ہتھیار اس کے ہاتھ سے چھین کر اس پر وار کیا (خاتم المرسلین)

[2] حضرتؐ نے اسی حربہ سے اُبی کی گردن میں ایسی اَنی ماری کہ وہ گھوڑے سے گرا۔ درشاد الحکمۃ،

[3] وہ بیل کی طرح ڈکارتا تھا اور واویلا کرتا تھا۔ (تاریخ العران)

marfat.com

بحالِ وجد، عرش و فرش و افلاک و زمیں جھومے
جھکے جبریل نازل آ کے دستِ شہِ دیں چومے
صحابہ کے دہن پر نعرہ تھا اللہ اکبر کا
خدا نے بول بالا کر دیا اپنے پیمبرؐ کا[۱]

ابنِ خلف کی نگاہِ واپسیں

اُٹھایا آ کے اس بسمل کو اخوانُ الشیاطیں نے
جسے ہلکا سا اک چرکہ دیا تھا سرورِ دیں نے
وہ اس کو لے چلے کرتا رہا وہ ہائے واویلا
یہ واویلا اُحد کی وادیوں میں دور تک پھیلا
قریشی فوج والے آ کے سمجھانے لگے اس کو
تسلی دینے اور ہنس ہنس کے بہلانے لگے اس کو
کہا ننھی سی معمولی خراش آئی ہے گردن پر
نہ کوئی زخم سینے پر نہ کوئی ضرب ہے تن پر[۲]
نہ جانے اس فغان و آہ و زاری کا سبب کیا ہے
تم اتنا چیختے ہو دلفگاری کا سبب کیا ہے
یقیں رکھو اُبیّ اس زخم سے تم مر نہ جاؤ گے
ابھی دو دن میں اچھے ہو کے پھر لڑنے کو آؤ گے
یہ سُن کر اُس نے کھولیں مُردنی چھائی ہوئی آنکھیں
غضب پُر ہول تھیں بے نور پتھرائی ہوئی آنکھیں

---

[۱] اشارہ ہے اس پیشگوئی کی طرف جو حضرت نے اس کا پیغامِ جنگ پا کر فرمائی تھی یعنی انشاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔

[۲] اس کے اس طرح چیخنے چلانے پر تعجب کرتے تھے۔ اٹھائے لئے جاتے تھے اور اس کو تسلیاں دیتے تھے کہ تم کو کوئی گزند نہیں، یہ ضرب بالکل معمولی ہے اور تم جلد اچھے ہو جاؤ گے اور اپنا بدلہ لو گے۔ (تاریخ الطبری)

کہا[1] اے دوستو اے لات و عزیٰ کے پرستارو!
قسم ہے لات و عزیٰ ہی کی مجھ کو اے مرے یارو
اگر قومِ قریشی اس لڑائی سے نہ باز آئی
یہی صورت اگر درپیش اہلِ ذی المجاز آئی
وہ جس نے مجھ کو مارا ہے اگر اس نے تمہیں مارا
نہ پائے گا کوئی مرگِ دوامی کے سوا چارہ
نہیں تم دیکھتے کیسا زمانہ آتا جاتا ہے
وہ اب اک اک قدم پر معجزے دکھلاتا جاتا ہے
یہ حربہ[2] اور مری حالت مقامِ غور ہے یارو!
تم اس کو اور کچھ سمجھے ہو وہ کچھ اور ہے یارو

یہ کہہ کر چیخ ماری اور گردن اس نے ڈھلکا دی
جھکی سوئے زمیں آخر یہ نمرودی و شدّادی

سمایا ہول سینوں میں گھروں کو اہلِ کیں بھاگے
اسی گھوڑے پہ لادا اس لعیں کو اور لعیں بھاگے
اٹھا کر لے گئی شیطان کو شیطاں کی ذرّیت
ابھی تک ضربِ حق کی وہ نہ سمجھے تھے اہمیت
وہ سمجھے تھے علاج اس زخمِ معمولی کا آساں ہے
خبر کیا تھی یہ جسمِ اہرمن پر ضربِ یزداں ہے
یہ زخم[3] اک نقش تھا شیطان کی مرگِ دوامی کا
گلا کاٹا تھا حرّیت نے انسانی غلامی کا

---

[1] اُس نے کہا۔ لات و عزیٰ کی قسم جس شخص نے مجھ کو ضرب لگائی ہے اگر اسی طرح وہ کل اہلِ ذالمجاز کے ساتھ کرے گا تو تم سب مارے جاؤ گے۔ ذی المجاز منا میں ایک مقام ہے کہ اُبیّ ابن خلف وہیں رہتا تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] اُس نے کہا کیا اُس نے پہلے سے نہیں کہہ دیا تھا کہ وہ مجھ کو اسی گھوڑے پر قتل کرے گا۔ (رشاد الحکمۃ)

[3] اُبیّ ابن خلف اس زخم سے راہ میں مرگیا اور یہی ایک بدنصیب تھا جو خود آنحضرتؐ کے دستِ مبارک سے چرکا کھا کر مرا۔

ابنِ حُمیدؓ[1] اور حضرت ابو دجانہؓ

اِدھر سرکارِ والا پھر ہوئے راجع بلندی کے
ارادے تھے جہاں لب زخمیوں کی زخم بندی کے

فداکاروں نے بھی امروز کاری زخم کھائے تھے
مگر تھیں ہمتیں عالی نبیؐ نے دل بڑھائے تھے

قریشی ٹولیاں بھاگی چلی جاتی تھیں میداں سے
کہ اُن کے قلب زخمی ہو چکے تھے زخمِ شیطاں سے

مگر ابنِ حُمید اک پہلوان تھا سخت غصے میں
بڑھا سوئے رسولُ اللہ یہ بدبخت غصے میں

جَبَل پر چڑھ رہا تھا اس گھڑی اسلام کا ہادیؐ
کہ آیا دوڑ کر یہ دوسرا شیطاں کا امدادی

صدا دی، "یا محمدؐ[2] آپ اگر رہ جائیں گے زندہ
تو قرشی عورتیں مجھ کو کریں گی سخت شرمندہ"

رہی باقی نہ تابِ ضبط قلبِ بودجانہؓ[3] میں
نظر آیا انہیں کافر غرورِ کافرانہ میں

کہا میری طرف آ بے ادب مجھ سے مخاطب ہو!
کسے کس منہ سے کرتا ہے طلب مجھ سے مخاطب ہو!

لیا ہے تو نے جس کا نام ارفع ہے مقام اُس کا
بہت کافی ہے تیری گوشمالی کو غلام اُس کا

---

[1] عبداللہ بن حُمید اسدی جو اپنی شجاعت کی وجہ سے اسدِ قریش کہلاتا تھا۔ یہ بھی رسول اللہ کو قتل کر دینے کی قسم کھانے والوں میں شامل تھا۔ (خاتم المرسلین)

[2] ابن حُمید اسدی گھوڑے کو دوڑاتا ہوا عین اس وقت جب رسول مقبول جبل پر صعود کر رہے تھے۔ آیا اور پکارتا تھا کہ بتاؤ محمد کہاں ہے تاکہ میں اُس کو قتل کر دوں۔ (ارشاد الحکمۃ)

[3] حضرت ابودجانہ کو تاب نہ رہی۔ وہ آگے اس کے مقابل ہوئے اور فرمایا اس شخص سے مقابلہ کر جو محمدؐ کے لئے اپنی جان فدا کرتا ہے

یہ کہہ کر بُودُجانہ جا پڑے تمثالِ شبیر اس پر
نہیں کی حملہ کرنے میں ذرا غازی نے دیر اس پر

نبیؐ کی تیغ کا سایہ نہ بد اعمال پر ڈالا
دبوچا اور گرایا اور بسرعت ذبح کر ڈالا[1]

یہ کام انجام دے کر برق آسا ایک ساعت میں
جنابِ بُودجانہ جا ملے اپنی جماعت میں

نبیؐ کے رُخسارِ مُبارک میں چبھی ہُوئی کڑیاں

فرازِ کوہ کی جانب چلے جاتے تھے اب غازی
تھکن غالب نظر آتی تھی ان پر بعدِ جانبازی

نبیؐ کا عزم استقلال ان کا دل بڑھاتا تھا
سہارا عشق کا سب کو سہارا دیتا جاتا تھا

بالآخر اک چٹان اس راستے میں ہو گئی حائل
وجودِ پاک لیکن تھا بلندی کی طرف مائل

جنابِ طلحہ جھک کر بن گئے اس بام کا زینہ
چڑھا اس طرح اوجِ کوہ پر عرفاں کا گنجینہ[2]

یہاں کھینچی گئیں رخسار سے فولاد کی کڑیاں
صحابہؓ کے قلوبِ پاک پر نازک تھیں یہ گھڑیاں

یہ کڑیاں جم گئی تھیں اس طرح رخسارِ انور میں
کہ تھا یہ مسئلہ نازک محبانِ پیمبرؐ میں

---

[1] حضرت ابُودجانہ نے حُمید کو گھوڑے سے دبوچ لیا اور پچھاڑا اور جس طرح بکری ذبح کرتے ہیں ذبح کر ڈالا۔ (تاریخ العمران)

[2] رسُول اللہ ثابت قدموں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ (سیرت النبی)

marfat.com

اِدھر آنکھیں اُدھر آئینۂ رخسار تاباں تھا یہ کڑیاں کس طرح کاٹیں ہر اک جانباز حیراں تھا

مگر کھینچا انہیں دانتوں میں لے کر بوعبیدہؓ نے
نچھاور کر دیئے دانتوں کے گوہر بوعبیدہؓ نے

نزولِ آیہ اور رسولؐ کا ارشاد

لبِ رخسار سے اس وقت دھاروں خون بہتا تھا نبی شکرِ خدا کرتا تھا اور عبرت سے کہتا تھا[2]
"کرے جرأت جو قوم اپنے نبیؐ کا خوں بہانے کی سبیل اس کے لئے ہے کون سی اور راست پانے کی
الٰہی عفو کر دے اور نظر دے ناسپاسوں کو حقیقت آشنا فرما حقیقت ناشناسوں کو"
نہ جانے کیا تھے یہ راز و نیاز و آرزومندی ہوئے جبریلؑ نازل لے کے پیغامِ خداوندی[3]
زبانِ وحی پر اک پاک آیہ جس گھڑی آیا صحابہ سے مخاطب ہو کے حضرت نے یہ فرمایا

---

[1] حضرت بوعبیدہ ابن الجراح نے اپنے دانتوں میں کڑیاں دبائیں اور انتہائی زور سے کھینچا۔ کڑیاں تو باہر نکل آئیں مگر حضرت بوعبیدہ کے دو سامنے کے دانت ٹوٹ گئے اور وہ پیٹھ کے بل زمین پر جا گرے۔ (تاریخ العمران)

[2] خون تیزی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ حضورؐ اس خون کو دونوں ہاتھوں سے چہرے پر ملتے تھے اور عبرت سے فرماتے تھے: "اس قوم کی فلاح کیسے ہوگی۔ جو اپنے نبیؐ کا خون گراتی ہے۔" (تاریخ العمران)

[3] اس موقع پر یہ آیت اتری لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ تم کو اس معاملہ میں اختیار نہیں
(پ۴ آل عمران ع ۱۳ ۱۲۸) (ارشاد الحکمۃ)

اگرچہ اہلِ ناحق حق پہ دھاوا کر کے آئیں گے مگر آئندہ ہرگز فتح و فیروزی نہ پائیں گے[1]
چمک اُٹھے یہ سُن کر رنگ رخِ عالی نہادوں کے
نویدِ امن جھلکی تھی میں آخران فسادوں کے

نبیؐ کی پیاس اور آبِ نایاب

لہو تھمتا نہ تھا پیشانی و رخسارِ انور سے لب و دنداں پہ بھی ضربِ شدید آئی تھی پتھر سے
تھا اس دم درد کا احساس بھی اصحابِ اکبر کو لگی تھی انتہائی پیاس بھی ساقئ کوثر کو
فرازِ کوہ تھا یہ اس جگہ کمیاب تھا پانی صحابہ کر رہے تھے جستجو تا حدِ امکانی
فرشتے دیکھتے تھے حوصلے دنیائے فانی کے برائے ساقئ کوثر نہ تھے دو گھونٹ پانی کے
مِلا تو اک جگہ لیکن بہت ناصاف[2] سا پانی اکٹھا ہو گیا تھا اِک گڑھے میں آبِ بارانی

---

[1] رسُول اللہ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اب مشرکین کبھی ایسی فیروزی کو نہ پہنچیں گے (تاریخ العمران)

[2] رخسار کے زخم سے اور ضربِ پیشانی سے لہو نہ تھمتا تھا۔ رسُول اللہ کو پیاس کی شدت تھی۔ ایک چٹانی گڑھے میں پانی جمع ہو گیا تھا۔ اگرچہ ناصاف تھا۔ علی المرتضیٰ سپر میں اس گڑھے سے پانی لائے۔ مگر رسُول اللہ اس کو نہ پی سکے۔ اس معاملہ میں آپ کا مزاج بے حد نازک تھا۔ بُو برداشت نہ ہوئی۔ آپ نے اس پانی سے کلیاں کیں اور لب سے خون صاف فرمایا۔
(تاریخ العمران)

علیؓ المرتضیٰ اِس کو سپر میں بھر کے لے آئے   نبیؐ نے کُلّیاں فرمائیں اس سے زخم دھلوائے

یہ پانی پی سکا ہرگز نہ وہ پیکرِ نظافت کا
ہوا پانی کی بُو سے دل منغّض شانِ رحمت کا

زخمیوں کو پانی مِل رہا تھا

وفاتِ ذاتِ ہادیؐ کی سنی تھیں جب کہ افواہیں   تو ہر خُورد و کلاں نے لی تھیں اس میدان کی راہیں
صحابیات[1] ہر سُو ڈھونڈتی پھرتی تھیں ہادیؐ کو   عقیدت آنسوؤں سے تر کیے دیتی تھی وادی کو
وہ مشکیزوں میں کاریزوں سے پانی بھر کے لاتی تھیں   یہ پانی زخم خُوردوں اور پیاسوں کو پلاتی تھیں
رضاکارانہ ساری بیبیاں خدمت پہ عامل تھیں   جنابِ عائشہ صدیقہؓ بھی ان ہی میں شامل تھیں
مگر اب تشنہ لب تھا کوثر و تسنیم کا ساقی   تو مشکیزوں کے اندر بُوند پانی کی نہ تھی باقی
پلاتی ہوں جہاں اُمّت کو اُمّ المومنین پانی   وہیں نایاب بہرِ رحمۃ للعٰلمین پانی
صحابہؓ نے سُوئے کاریز چند اصحاب دوڑائے   تو ابنِ مُسلمہ مشکیزہ آبِ صاف کا لائے[2]

---

[1] حضرت عائشہؓ، اُمّ سلیمؓ جو حضرت انسؓ کی ماں تھیں اور اُمّ سلیطؓ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

[2] خاتونانِ اسلامی معرکہ گاہ میں اکثر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ حضرت محمد ابن مسلمہؓ ان کے پاس پہنچے مگر عجیب اتفاق تھا کہ پانی ان کے مشکیزوں میں بھی ختم ہو گیا تھا۔ دُوسرے کاریز سے پانی لائے تو آپ نے نوش فرمایا۔ (تاریخ العمران)

غرض اس سخت کوشی سے غرض اس جانفشانی سے بُجھائی ساقیِ کوثر نے پیاس اک جُرعہ پانی سے

جنابِ فاطمۃ الزّہرا کی تشریف آوری

جنابِ فاطمہ زہرؓا نبیؐ کی لاڈلی دختر محبت جن کی تھی ہر وقت حرزِ جانِ پیغمبرؐ
پدر کی جستجو کرتی ہوئی تشریف لے آئیں گھٹائیں آنسوؤں کی زخمِ پیغمبرؐ پہ برسائیں
علیؓ المرتضیٰ پانی سپر میں بھر کے لاتے تھے لہو روئے پدر کا دستِ زہرؓا دھوتے جاتے تھے![1]

بھرا زخموں میں پشمینہ جلا کر دستِ دُختر نے
لہو اب تھم گیا تسکین پائی رُوئے انور نے

قریشی عورتیں اور شہیدانِ اسلام

جہاں پر معرکہ گذرا تھا غم انگیز منظر تھا شہیدانِ وفا لیٹے تھے رقّت خیز منظر تھا
نظر آتی تھی سفّاکی یہاں بے پردہ و عُریاں لئے پھرتی تھیں ہر جانب قریشی عورتیں[2] چھریاں

---

[1] حضرت فاطمۃ الزہراؓ باپ کی خدمت میں آئیں۔ حضرت علیؓ سپر میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے حضرت فاطمہؓ نے اس پانی سے باپ کے زخم دھوئے۔ پشمینہ جلا کر زخموں میں بھرا۔ (طبری)

[2] اس وقت ہندہ اور اس کے ساتھ والیوں کی یہ حالت تھی کہ میدان میں دوڑی دوڑی پھرتی تھیں۔ شہدائے اُحد کی ناکوں اور کانوں کو کاٹ کاٹ کر ہار بناتی تھیں۔ (خاتم المرسلین)

تھے چہرے بوسہ گاہِ مہر جن نورِ آفریدوں کے
زمیں پر گوش و بینی کٹ رہے تھے اُن شہیدوں کے

فلک نے کینۂ اہلِ زمیں ایسا نہ دیکھا تھا
شہیدوں پر ستم ہوتا کہیں ایسا نہ دیکھا تھا

سپہ سالارِ قریش اور تفتیشِ حالات

قریش اب ہٹ گئے تھے جنگ کا میدان تھا خالی
اسی رفعت پہ تھے تشریف فرما حضرتِ عالی

ابوسفیاں کے دل میں کوئی کانٹا سا کھٹکتا تھا
یہ کس کی جستجو تھی کس لیے ہر سو بھٹکتا تھا

جبل پر اُس نے دیکھا جب گروہِ اہلِ ایماں کو
تو ٹھہری جستجوئے حال کی اِس بد نہاداں کو

یہ منظر شاق گذرا اُس کی خوئے خود پسندی پہ
چڑھا بیتاب ہو کر اک مقابل کی بلندی پر

پکارا کیا محمدؐ بھی ہیں شامل اِس جماعت میں
مگر بولا نہ کوئی بھی گروہِ اہلِ طاعت میں

یہ چلایا ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لے لے کر
[1] رہے خاموش مومن اب بھی حسبِ حکمِ پیغمبرؐ

[2] نہ پایا اہلِ ایماں سے جواب اپنے سوالوں کا
تو گویا خواب میں چہرہ چمک اُٹھا خیالوں کا

کہا لاریب وہ میدان میں مارے گئے سارے
ہم اِس چوگان میں جیتے وہ اِس چوگان میں ہارے

---

[1] ابوسفیان سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا: یہاں محمدؐ ہیں؟ آپ نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام لے کر پکارا۔ اب بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ (سیرت النبیؐ)

[2] جب کچھ آواز نہ آئی تو بولا سب مارے گئے۔ (سیرت النبیؐ)

حضرت عمرؓ کی بیتابی جواب

دلِ فاروقِ اعظم میں نہ تھا اب ضبط کا یارا کہا او دشمنِ حق، دیکھ لے قدرت کا نظارا[1]
خدا بھی حاضر و ناظر ہے قائم ہے خدائی بھی پیمبر بھی سلامت زندہ ہیں ان کے فدائی بھی
ترے اقوال کا ہر حرف ہے ان کی سماعت میں محمد مصطفٰے موجود ہیں اپنی جماعت میں
وہ سب افراد جو تیرے لئے سامانِ ذلت ہیں خدا کے فضل سے زندہ ہیں بزم افروزِ ملت ہیں

ابوسفیان کا اظہارِ تفاخر اور صحابہؓ کا جواب

اٹھا جب نعرۂ فاروق ابوسفیاں کا دل بیٹھا ہوا محسوس ابھی جیسے طلسمِ آب و گِل بیٹھا
کہا دل نے کہ یہ موقع ہے اظہارِ تفاخر کا یہی ردِ عمل ہے خفت و رنج و تکدر کا
کیا نعرہ خدایانِ عرب میں ہے ہُبل برتر صحابہؓ نے کہا "اللہ اعلٰی و اجل برتر"[2]
اُدھر لب پر "لنا العزّٰی ولا عزّٰی لکم" آیا جواب "اللہ مولٰینا ولا مولٰی لکم" پایا[3]

---

[1] حضرت عمرؓ کو تاب نہ رہی جھنجھلا کے بولے او دشمنِ خدا۔ خدا کے فضل سے ہم زندہ سلامت ہیں اور انشاء اللہ تجھ کو ذلیل کریں گے۔ (تاریخ العمران)

[2] ابوسفیان نے کہا۔ اُعلُ ہُبل۔ اے ہبل تو اونچا۔ صحابہ نے آنحضرتؐ کے حکم سے جواب دیا۔ خدا اونچا اور بڑا ہے۔

[3] ابوسفیان نے کہا۔ ہمارے پاس عُزّیٰ (بت) ہے۔ تمہارے پاس نہیں۔ صحابہ نے جواب دیا۔ ہمارا مالک خدا ہے۔ تمہارا کوئی مالک نہیں۔

marfat.com

کہا اُس نے کہ یہ دن انتقام بدر کا دن ہے
سبھی کچھ آج جائز ہے فساد و غدر کا دن ہے
محمدؐ کے بہت سے پیرووں کو ہم نے مارا ہے
بہت سے سرفرازوں کو عدم کے گھاٹ اتارا ہے
ہمارے فوجیوں نے گوش و بینی بھی بہت کاٹے
کلیجے بھی چبائے عورتوں نے خون بھی چاٹے
نہ تھا ایما مری جانب سے گو بیہودہ باتوں کا
مگر افسوس بھی مجھ کو نہیں اِن واردتوں کا[۲]
محمدؐ سے کہو، ہم سالِ آئندہ پھر آئیں گے[۳]
سرِ میداں قریشی قوم کی شوکت دکھائیں گے
رسالت نے یہ دعوت جنگ کی منظور فرمالی
ابوسفیان اب چپکے سے میداں کر گیا خالی

منظر بعدِ جنگ

بالآخر شام کی منزل پہ روزِ ہولناک آیا
اقامت گاہ پر دن کا سپاہی سینہ چاک آیا
بہا تھا خونِ حسرت زندگی کی جوئباروں سے
لبالب ہو کے چھلکا جامِ گیتی کے کناروں سے
شفق تھی یا شہیدوں کے لہو نے گل کھلائے تھے
زمیں کے داغ اُبھرے تھے افق کے رُخ پہ چھائے تھے
فلک نے دیکھ کر رنگِ وفا نورآفرینوں کا
جبیں پر مَل لیا تھا خونِ اسلامی شہیدوں کا

---

[۲] ابوسفیان نے کہا۔ آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ فوج کے لوگوں نے مقتولوں کے ناک کان کاٹے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہ دیا تھا۔ مگر مجھ کو معلوم ہوا تو کچھ رنج نہیں ہوا۔ (سیرت النبی)

[۳] ابوسفیان نے پکار کر کہا کہ پار سال پھر ہمارا تم سے مقابلہ ہو گا۔ رسول اللہ کے ارشاد کے مطابق صحابہ نے جواب دیا منظور ہے۔ (رشاد الحکمت)

سکت باقی نہیں تھی خاک میں ہنگامہ کوشی کی
پڑی تھی زندگی اوڑھے ہوئے چادر خموشی کی
نظر آئی رخِ آفاق پر جب خون کی لالی
اُحد کی وادیاں غارت گروں سے ہو گئیں خالی
اگرچہ لد گیا تھا کارواں اہلِ شرارت کا
مگر بکھرا پڑا تھا اِک فسانہ قتل و غارت کا
کہیں بازو کہیں سر تھے کہیں تن خون آلودہ
گرے تھے جس طرح شاخیں شکستہ خشک فرسودہ
کہیں ناوک تھے اُفتادہ کہیں ٹکڑے کمانوں کے
کہیں شمشیر کے قبضے کہیں پرزے تھے میانوں کے
یہ ریگ و سنگ کا خطہ گماں تھا جس پہ بنجر کا
پھلا پھولا تھا اس میں کھیت ہر سو تیغ و خنجر کا
عجب مضمونِ رنگیں تھے یہ تختے سنگریزوں کے
تھے سجدہ ریز اُن پر سر قلم ہو ہو کے نیزوں کے
کہیں اُلجھے ہوئے تھے پتھروں سے چیتھڑے گیلے
کہیں مقتول گھوڑے بھوری بھوری ریت کے ٹیلے
کہیں پھوٹے ہوئے مغفر کہیں زرہیں تھیں افتادہ
کہیں ٹوٹی ہوئی ڈھالیں کوئی نقشیں کوئی سادہ
بقیہ تھا یہ انسانوں کے جوش و کبر و مستی کا
یہ منظر آخری تھا خود گری و خود شکستی کا

"شہادت گاہ میں"

کجا ہنگامۂ محشر، کجا عالم فرموشی
مُسلّط تھی فضاؤں پر عجب عبرت کی مدہوشی
بہر سو خونچکاں لاشے پڑے تھے ان شریفوں کے
جو حامی بن کے آئے تھے غُلاموں کے ضعیفوں کے

لہو سے غسل فرما کر، نہا کر باوضو ہو کر
خدا کے روبرو آئے تھے بندے سرخرو ہو کر

یہ بندے اس زمیں پر فرض ادا کرنے کو آئے تھے
قضا کو زندگی کا قرض ادا کرنے کو آئے تھے

زمیں پر سو رہی تھی آج بیشک مشتِ خاک ان کی
مگر گرمِ عمل تھی جاگتی تھی جانِ پاک ان کی

ادب ملحوظ تھا اس خوابِ راحت کا فضاؤں کو
ہوا کے آنچلوں سے باندھ رکھا تھا صداؤں کو

فرشتے بھی یہاں کرتے نہ تھے اقدامِ سرگوشی
مسلسل ایک سناٹا، مسلسل ایک خاموشی

اچانک اس فضا میں ایک صوتِ جانفزا گونجی
فرازِ کوہ سے اللہ اکبر کی صدا گونجی

ہوا اعلان عالم میں خدا کی بادشاہی کا
محمدؐ کی رسالت اور توحیدِ الٰہی کا

زمین و آسماں میں گونج اٹھی توحید کی نوبت
جبال و دشت میں بجنے لگی تائید کی نوبت

ادائے فرض کو بھولے نہ تھے اللہ کے غازی
صفیں باندھے کھڑے تھے زخم خوردہ بدر سوزی

خدا بخشے نہ استحکام کیوں ان کی اقامت کو
امام المرسلیں موجود ہوں جن کی امامت کو

جھکا دیں پیشِ حق پیشانیاں سجدہ گذاروں نے
یہ منظر دیکھنے کو کھول دیں آنکھیں ستاروں نے

ہوئی تھی اس ادا سے سجدہ ریز اولادِ آدم کی
کہ سجدے بن گئے تھے زیب و زینت عرشِ اعظم کی

یہ سجدے آئے تھے ہدیے میں ان اخلاص مندوں سے
جنہیں مسجود نے خود چن لیا تھا اپنے بندوں سے

یہی سجدے تھے ایوانِ عبودیت کی قندیلیں
فرشتوں کے لئے تسکیں دلیلیں اور تمثیلیں

جبیں پر تازہ گل کھائے ہوئے گل پیرہن سجدے　　لہو میں غسل فرمائے ہوئے رشکِ چمن سجدے
یہی سجدے تھے جو تخلیقِ انسانی کا حاصل تھے　　کہ اِن سجدوں کے ساجد زندگی میں حق سے واصل تھے
یہ وہ ساجد تھے محمودِ دو عالم تھا مقام ان کا　　خدا معبود تھا ان کا محمدؐ تھا امام ان کا
بہارِ زخم سے لاریب تن تھی داغ داغ ان کے　　مگر لذت کچھ ایسی تھی کہ دِل تھے باغ باغ ان کے
سجے تھے زخم تن پر درد کو دل سے لگائے تھے　　کہ بندوں نے خُدا کی راہ میں یہ داغ کھائے تھے
تھا بیشک ظاہری آئینۂ تن چُور چُور ان کا　　مگر پرتو فگن تھا عکس باطن دُور دُور ان کا
خُدا نے کر دیا تھا دشمنوں کو دفع میداں سے　　مگر باقی تھی اک خدمت ابھی فوجِ مُسلماں سے
شہیدوں سے شہادت گاہ کی تزئین باقی تھی　　پڑی تھیں میتیں جن کی ابھی تدفین باقی تھی

شہدائے اُحُد کی تکفین و تدفین

ہمہ تن چشم تھیں رُوحیں قدومِ باسعادت کی　　کہ شاہد خود ادائیں دیکھ لے حُسنِ شہادت کی
فرازِ کوہ سے وہ دردمندِ بے کساں اُترا　　ستارے دفن کرنے کو زمیں پر آسماں اُترا
وہ جن کی جامہ زیبی کے زمانے میں تھے افسانے　　پڑے تھے بے کفن خاکِ اُحُد پر لمبیاں تانے
جراحت نے کئے تھے قطع رنگیں پیرہن ان کے　　یہی ملبوسِ شادی بن گئے تھے اب کفن ان کے
شہادت کا مبشر شاہدِ حالِ شہیداں تھا　　کہ چادر تک نہ تھی پُوری زمانہ تنگ داماں تھا

تھے خوں و خاک ہی ملبوس اجسامِ شہیداں کے
گیاہِ خشک نے حکمِ نبی سے ان کے تن ڈھانکے[1]

یہ سب ہم رنگ تھے توحید کے ذوقِ یقینی سے
مُعرّے تھے آج ہم صورت بیدِ گوش و بینی سے

اعزّہ بھی انہیں پہچانتے تھے آج دقت سے
رسول اللہ کی آنکھیں تھیں پُرنم فرطِ رقت سے

بظاہر گوش و بینی سے تو مستغنی تھے یہ چہرے
مگر ان پر نچھاور تھے بقائے نام کے سہرے

نگاہِ مہرِ حضرت نے جو چادر ان پہ ڈالی تھی
یہی چادر ابد تک ضامنِ فرخندہ فالی تھی

دیا تھا غسل آبِ تیغ نے خونِ جراحت نے
سنبھالا ان کو پھولوں کی طرح[2] دامانِ راحت نے

لباسِ عارضی کے یہ جلانے سے تھے شرمندہ
کہ یہ اصحاب تھے دونوں جہاں میں زندہ و پائندہ

نبیؐ کی پھوپھی حضرتِ صفیہؓ میتِ حمزہؓ پر

ہوا حمزہؓ کی میت پر گذر شانِ رسالتؐ کا
تاثر دیدنی تھا مہرِ تاباں کی جلالت کا

صفیہ بنتِ عبد المطلب ہمشیر حمزہؓ کی
بہت تھی جن کے دل میں عزت و توقیر حمزہؓ کی

---

[1] مصعب بن عمیرؓ علمبردارِ اسلام جاہلیت میں مکہ کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ خوش پوش اور جامہ زیب سمجھے جاتے تھے۔ آج یہاں اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھک سکے۔ پاؤں ڈھانکتے تو سر ننگا ہو جاتا اور سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے۔ چنانچہ حضرتؐ کے حکم سے سر کپڑے سے ڈھانک کر پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا گیا۔ (تاریخ الحرمین)

[2] آنحضرتؐ نے فرمایا جو کپڑے شہدا کے بدن پر ہیں اسی طرح رہنے دیے جائیں۔ ہاں اگر کسی کے پاس نہ اگر کپڑا ہو تو اوپر سے لپیٹ دیا جائے۔ چنانچہ شہدا اسی خون میں لتھڑے ہوئے دفن کیے گئے (ابن ہشام و طبری)

یہاں تشریف لائیں اپنے بھائی کی زیارت کو
خدا کے اور ملت کے فدائی کی زیارت کو
زبیر ابن العوامؓ ان کے پسر تھے پاس حضرت کے
ہوئے ان پر ہویدا اس گھڑی احساس حضرت کے
کہا "روکو میری پھوپھی کو، میت تک نہ آنے دو
دلِ زخمی کو ان کے یہ نیا چرکا نہ کھانے دو
الم انگیز ہے قطع و بریدِ چہرۂ حمزہؓ
بہن کو رنج دے شاید یہ دیدِ[۳] چہرۂ حمزہؓ
پسر نے جا کے مادر کو مگر جس وقت سمجھایا
تو قلبِ مُسلمہ ہر حال میں صبر آشنا پایا
گئیں وہ میتِ حمزہؓ پہ روئیں اور نہ چلائیں
نظر چہرے پہ ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں
مُسلمانو! یہ امت تھی رضا پر کس قدر راضی
بناؤ درسِ حال اس کو نہ سمجھو قصۂ ماضی
جہادِ فی سبیل اللہ پر ہو کر کمر بستہ
لیا ہو جس مجاہد نے شہادت گاہ کا رستہ
ادائے فرض کرنے کے لئے مرنے کے ارماں میں
رضائے حق طلب کرتا ہُوا نکلا ہو میداں میں
خُدا و مُصطفٰے کے دشمنوں پر موت برسا کر
وہ گر جائے اگر میدان میں تیرِ اجل کھا کر
سمجھ لو اس نے اپنی منزلِ مقصود پالی ہے
یہ اس کے خُون کی لالی نہیں چہرے کی لالی ہے

---

[۲] آنحضرت جب حمزہ کی نعش پر پہنچے تو ایک رقت طاری ہوگئی۔ کیونکہ حمزہ کی نعش بہت بگاڑ دی گئی تھی۔ آپ نے غم و رنج کے الفاظ بھی فرمائے۔ مگر بدلہ نہیں لیا۔
(ابن ہشام)

[۳] آپ کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب مدینے سے نکل کر آئیں۔ آنحضرت نہیں چاہتے تھے کہ بہن اپنے بھائی کو اس حال میں دیکھے۔ مگر حضرت صفیہؓ نے صبر و شکر کا وعدہ کیا۔ میت پر آئیں اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتی چلی گئیں۔
(ابن ہشام)

marfat.com

وہ زندوں سے زیادہ زندہ ہے پھر اُس کا غم کیسا
بہت مسرور ہے وہ، اُس پہ رونا کیوں، الم کیسا؟
ہمیں لازم ہے راہِ حق میں اس کی پیروی کرنا
صفِ اسلام کو مضبوط رکھنا اور قوی کرنا

سپر کر دے جو بہرِ دین و ملت سر بھی سینہ بھی
مُبارک اس کا مرنا بھی مُبارک اس کا جینا بھی

مگر ہاں وہ کمینہ ہاں وہ بزدل ہاں وہ ملعونِ ہمت
کہ جس کی زیست بھی لعنت ہے جس کی موت بھی لعنت
بوقتِ جنگ جو نامرد اپنی صف سے کترا کر
پناہیں ڈھونڈتا ہو دشمنوں کی فوج میں جا کر
جسے سُوجھی ہو ملت کے مقاصد ہی سے غداری
ہمیں لازم ہے اس کے لاشۂ ناپاک پر زاری
وہ زندہ جو تہِ دامانِ احسانِ غلامی ہے
کرو خُوب اس کا ماتم کیونکہ یہ مرگِ دوامی ہے

تدفین کے بعد

شہادت گاہ تھی اور نور کے خاموش نظارے
اُحُد کی سرزمیں پر چاند تھا، افلاک پر تارے
متاعِ نُور کی زیرِ زمیں تدفین ہوتی تھی
فلک پر انتظام و ضبط کی تحسین ہوتی تھی
شہیدوں میں نبیؐ کے یُوں تو سب یارانِ ہمدم تھے
جنہیں قرآن زیادہ یاد تھا اس دم[1] مقدم تھے

---

[1] اُحد میں دو دو شہیدوں کو ملا کر دفن کیا گیا۔ مقدم اس کو کیا جاتا تھا جسے قرآن زیادہ یاد تھا (تاریخ الخمیس طبری)

نبیؐ نے اس طرح ستّر خزانے دفن فرمائے
کہ اک اک قبر میں دو دو یگانے دفن فرمائے

اُڑھا کر تربتوں کو چادریں آمرزگاری کی
توجہ ہو گئی سُوئے مدینہ غمگساری کی

ہُوا ارشاد چند افراد ہو کر سربکف جائیں
قریشی فوج کا رُخ کس طرف ہے یہ خبر لائیں

اگر مکّے کی جانب جا رہے ہوں وہ تو بہتر ہے
کہ ان کے واسطے تقدیر سے اک دن مقرر ہے

مدینے پر پلٹ پڑنے کی نیّت ہو اگر ان کی
تو جلد از جلد آؤ اور پہنچاؤ خبر ان کی

پلٹ آئے اگر دشمن مدینے کے ضعیفوں پر
مُسلماں شہریوں پر اور یا ان کے حلیفوں پر

تو اللہ کی قسم جس پر فدا جانِ محمدؐ ہے
جو آقائے محمدؐ ہے نگہبانِ محمدؐ ہے

محمدؐ آخری دم تک لڑے گا فوجِ اعدا سے
ہٹائے گا انہیں یا جا ملے گا اپنے آقا سے[1]

یہ سُنتے ہی بنایا ایک دستہ جاں نثاروں نے
تھکے ہاروں شکستہ بازوؤں سینہ فگاروں نے

گیا بہرِ سراغِ دشمناں اصحاب کا دستہ
مدینے کے محافظ نے مدینے کا لیا رستہ

جماعت زخم خُوردہ ساتھیوں کی ساتھ اس کے
سہارا دے رہے تھے دو جہاں والوں کو ہاتھ اس کے

---

[1] آپ نے قریش کے تعاقب میں آدمی بھیجے اور فرمایا کہ دیکھو ان کا رُخ کدھر ہے۔ اور اگر ان کی نیت بخیر نہیں تو ہو، خدا کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے میں آخر تک ان سے لڑوں گا (طبری - ابن ہشام)

عقیدت اور تسلی

خبر وحشت اثر تھی فرقتِ جانِ مدینہ کی نہ پوچھو دلفگاری سینہ چاکانِ مدینہ کی
مساکین و یتامیٰ کی المناکی نمایاں تھی کہ ان پر جوشِ رحمت کی نہ غایت تھی نہ پایاں تھی
اُحد میں لڑنے والے غازیوں کی مضطرب مائیں شہیدانِ وفا کے بال بچے اور بیوائیں
نکل کر شہر سے ہر سُو پڑے پھرتے تھے راہوں میں یہ شب کیا تھی جہاں تاریک تھا ان کی نگاہوں میں
چلی تھی اِک ضعیفہ جستجوئے حال کرنے کو کسی اچھی خبر کا بڑھ کے استقبال کرنے کو
گئے تھے جنگ میں اس کا برادر اور شوہر بھی نچھاور کر دیے تھے اُس نے فرزندوں کے گوہر بھی
ملے رستے میں ان سب کی شہادت کے پیام اس کو سنائی ہی سناتے جا رہے تھے خاص و عام اس کو
مگر اس کی زباں پر ایک ہی اسمِ گرامی تھا اسی کا نامِ نامی تھا جو مظلوموں کا حامی تھا
نہ شوہر کا نہ بیٹوں کا نہ بھائی کا خیال آیا "رسول اللہ کیسے ہیں"؟ یہی لب پر سوال آیا
رسول اللہ سلامت ہیں ملی اس کو نوید آخر شبِ غم میں نظر آئی ضیائے صبحِ عید آخر
کہا چل کر دکھا دو، مجھ کو صورت کملی والے کی کہ ان تاریک آنکھوں کو ضرورت ہے اجالے کی
نظر آیا کہ ہاں جلوہ فگن طورِ تجلی ہے پکار اُٹھی کہ اب میری تسلی ہی تسلی ہے
تسلی ہے پناہِ بے کساں زندہ سلامت ہے کوئی پروا نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

یادِ ایام

المعروف بہ

شاہنامۂ اسلام

اُردو نظم میں تاریخ اِسلام کے ولولہ انگیز واقعات

④

ابُوالاثر حفیظ جالندھری

ناشر

مکتبہ تعمیر انسانیت ○ اُردو بازار ○ لاہور ۲

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طابع : محمد سعید اللہ صدیق
ناشر : مکتبہ تعمیر انسانیت ○ لاہور
مطبع : زاہد بشیر پرنٹرز ○ لاہور
تعداد : ایک ہزار

marfat.com

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیّبہ

لاالٰہ الااللہ محمدٌ رسول اللہ

پر

ایمان رکھتا ہے

حفیظ

marfat.com

حفیظ جالندھری ٹرسٹ

جناب عبدالکریم سومار ۔ .... صدر

شمیم احمد .... سکریٹری

اراکین

غلام احمد

لطف اللہ خان

رحمان کیانی

سیّد مقدس علی

خواجہ حمید الدین شاہد

marfat.com

فہرست مضامین

باب اوّل

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
		دیباچہ حفیظ جالندھری	
شاہنامہ اسلام		مدینہ کی یہ رات اور منافقین	۳۴
شہادت گاہ احد پر ایک نظر	۲۷	منافقین کی طرزِ گفتگو	۳۵
شہدائے احد کی تربتیں	۲۸	منافقین کا مہاجرین پر طعن	۳۶
تکفین و تجہیز	۲۹	منافقین یہود کے رفیق تھے	۳۸
ے سرورِ عالم کی مراجعت مدینہ	۳۱	منافقین کا طرزِ استدلال	۳۸
احد کی افتاد پر مجاہدین کی ندامت	۳۲	انصار کا ایمان	۴۰

باب دوم

شام احد کی صبح

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
مجاہدینِ احد پھر راہِ جہاد پر	۴۴۸	حضرت علی اور آل ہاشم سے عداوت	۵۲
مجروح صحابہؓ کی جرأت و ہمت	۴۴۹	معبد خزاعی کا ورود	۵۳
پیغمبر علیہ السلام دشمنوں کے تعاقب میں	۴۴۰	معبد قریش کو ڈراتا ہے	۵۴
لشکر کفار کی حالت		رسول اللہ کے بارے میں ابوسفیان کے خیالات	۵۵
ہوس، کینہ، تذبذب	۴۴۱	صفوان ابن امیہ کی فہمائش	۵۶
لشکریوں کا ایک دوسرے کو الزام	۴۴۲	حمراء الاسد	
ابوسفیان اور دوسرے قائدین کی مشورت	۴۴۳	زخمیوں کی جماعت	۵۷
ابوسفیان کا تامل و تذبذب	۴۴۴	اس تعاقب کا راز	۵۸
ابوسفیان کی تقریر	۴۴۵	قریش کے حوصلے پست ہوگئے	۵۹
ابوسفیان کی شیخیاں	۵۴۶	لشکر قریش کی بدحواسی اور فرار	۶۰

مجاہدین اسلام کی چھاؤنی ۶۱
نور سے نار کا فرار ۶۲
رسول اللہ کے ارشادات ۶۳

باب سوم

نبی اپنے مدینے میں

رونے پیٹنے اور ماتم داری کی مناہی ۶۴
شہیدوں کا احترام ۶۵
مدینہ امن کی بستی ۶۷
دارالامان کی کشش ۶۷
مدینے میں اہل حق کے اشغال ۶۸
حلقۂ ذکر ۶۹
دارالامان کے امن کی صورت و سیرت ۷۰
حلقۂ درس، اصحاب صفہ ۷۱
اصحاب صفہ کی شان ۷۲
نبی کو ان کی پاسداری تھی ۷۳

باب چہارم

سلسلۂ سرایا

دشمنانِ اسلام کی دغابازیاں اور تباہ کاریاں ۷۵
دارالاماں پر چاروں طرف سے حملے
فتنہ انگیز قبائل کی سرکوبی ۷۷
شیطنت کی انتہا (واقعۂ بیر معونہ) ۷۸
نجد سے اظہار فتنہ ۷۹
ابوبراء کا مدینہ آنا ۸۰
حکیم مدینہ مفت دوا اور شفا دیتا ہے ۸۱
ابوبراء کی شفایابی اور مکر ۸۲
ابوبراء کی درخواست ۸۳
آنحضرتؐ کا تامل ۸۴
ابوبراء کی ضمانت
ہدایت کی درخواست منظور ۸۵
مبلغین اسلام راہ تبلیغ پر ۸۶
رسولِ پاک کا مبلغین سے خطاب ۸۶
مبلغین اسلام نجد کی طرف ۸۷
ابوبراء کا کھسک جانا ۸۸
صحابہؓ کا پیغام رئیس نجد کے نام ۸۹
رئیس نجد کا مبلغین سے سلوک ۸۹
نجدی قبائل کا مبلغین پر حملہ ۹۰
شہدائے بیر معونہ ۹۱
واقعۂ رجیع ۹۳
قبائل عضل و قارۃ کا مکر
تبلیغ کے لئے صحابہ کی تیاری ۹۴
مبلغان اسلام اور قبائل خون آشام ۹۴
شہادت مبلغین رجیع ۹۶
قید میں آزادہ دلوں کا حال ۹۷
بے گناہوں کے قتل کی منادی ۹۸
قیدی اپنے قتل کی خبر سنتے ہیں ۹۹

مسلمان قیدی کی خواہش ۱۰۰
مسلمان کسی حالت میں غدار نہیں ۱۰۰
مسلمان کسی بے گنہ سے بدلہ نہیں لیتا ۱۰۲
یہ سب خلق محمدؐ کے کرشمے ہیں ۱۰۲
قتل کا میلا ۱۰۳
شوق جب مقتل کی جانب پابجولاں چلا ۱۰۴
مسلمان قیدیوں سے کافروں کا سلوک ۱۰۵
یک جان دو قالب ۱۰۵
اسلام سے پھر جانے کی ترغیب ۱۰۶
دار کے نیچے مسلمانوں کا نعرۂ حق ۱۰۷
سایۂ دار میں نمازیں ۱۰۷
نماز ادا کرنے میں عجلت کا سبب ۱۰۸
اذیت دہی کے لئے صلائے عام ۱۰۹
شہیدوں کی لاشوں سے بدلہ ۱۱۴
انتہائی آزار ۔ انتہائی عقوبت ۱۰۹
شہید کا آخری امتحان ۱۱۰
خبیبؓ کا آخری جواب ۱۱۱
خبیبؓ کی دعا ۱۱۱
قاتلوں پر مقتول کی ہیبت ۱۱۳
ایمان زید کا امتحان ۱۱۴
پائے محمدؐ کی خلش بھی ناقابل برداشت ۱۱۴
گناہ بے گناہی ۱۱۶
باطل حق پر غضب ناک تھا ۱۱۸
نوید آسمانی کے مقابل خبث سفلی ۱۱۹
طبیب مایوس نہیں ہوتے ۱۲۰
مامور کا ضبط و صبر ۱۲۰

باب پنجم

فتنہ قوم یوم یہود ۱۲۱
مزدور اور سود خوار
ساہوکار کا دخل دعمل ۱۲۲
سود در سود کا پھیر ۱۲۳
مدینے کے یہود ۱۲۴
قبائل عرب کی سیاسیات اور یہود ۱۲۵
یہود اسلام کے دشمن تھے ۱۲۶
اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں ۱۲۸
یہود کی ہر کوشش ناکام ۱۲۹
یہود کی غضبناکی ۱۲۹
ناقابل اصلاح قوم ۱۳۰
یہود کی طرف سے انتہائی اشتعال پر رسول اللہ کا تحمل ۱۳۱
رسول اللہ کو قتل کرنے کی ناکام سازشیں ۱۳۲
سلامت نکل جانے کی اجازت ۱۳۴

باب ششم

مسلمانوں کا سارے عرب پر دھاوا

جنگ احزاب کے وجود ۱۳۵
سارا عرب مشتعل ۱۳۶
بڑے بڑے قبائل کی فوجیں ۱۳۶
ملک خدا اخر گرفت ۱۳۷
دوسروں کی کمائی پر جینے والے ۱۳۸
اقتدار شخصی کی ہوس ۱۳۹
مفت خور ۱۴۰
لیڈروں کا باہمی ربط و ضبط ۱۴۱
شخصی ریاست جبری سیاست ۱۴۱
شخصی اقتدار کے گرگے ۱۴۲
انتظام کے پردے میں لوٹ ۱۴۳
ناحق پرستوں کا وجود ۱۴۴
وجود اہل حق ۱۴۵
محمدؐ کا مدینہ ۱۴۷
انسان کامل کی برکات ۱۴۸
مدینہ کے چاروں طرف ۱۵۲
جاء الحق وزہق الباطل ۱۵۳
حق سے اہل باطل کے اندیشے ۱۵۴
مدینے پر چڑھائی کرنے والے ۱۵۵
آنحضرتؐ کی مجلس مشاورت ۱۵۶
حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے ۱۵۷
خندق ۱۵۷
محبوبؐ خدا مزدور کے لباس میں ۱۵۸
پیٹ پر پتھر ۱۵۹
حزب محمد ۱۶۰
خندق کے آر پار ۱۶۲
احزاب عرب کی چھاؤنی ۱۶۳
کفار کے جیوش اور یہود ۱۶۳
قبیلہ قریظہ کی بغاوت ۱۶۴
عہد شکن ۱۶۶
یہودی قوم کی عہد شکنی نئی نہ تھی ۱۶۷
نبی کریم یہود کو آخری فہمائش کرتے ہیں ۱۶۹
عہد شکن یہود کا تمرد ۱۷۰
وہیں نے خطرے کی تصدیق اور نصرت کے انتظامات ۱۷۰
خندق پر اسلوب جنگ ۱۷۱
کفار کے اتحادی لشکروں کا بے پناہ دھاوا ۱۷۳
مسلسل حملے مسلسل مدافعت ۱۷۵
ہولناک ہنگامہ ۱۷۶
چوبیس ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار ۱۷۷
قائد اسلام اور مجاہدین کا استقلال ۱۷۸
کثرت کفر کا شور ۱۷۹
قریشی شہسوار خندق پار ۱۸۰
چار ہرزہ کار ۱۸۱
ابن عبدود ۱۸۱
ہزار سوار کے برابر ایک شہسوار ۱۸۲
واحد صدائے شیر خدا ۱۸۲

صاحب ذوالفقار کا جلال ۱۸۳
تین سوال ۱۸۴
ابن عبدود کی حیرت اور غضبناکی ۱۸۵
کافر کا غرور ۱۸۶
مومن غیور ۱۸۷
ابن عبدود کا وار ۱۸۸
شیر زخمدار ۱۸۹
برش ذوالفقار ۱۸۹
ابن عبدود کا انجام ۱۹۰
شیر خدا انسانی بھیڑیوں کے تعاقب میں ۱۹۰
شریفانہ موت کا طالب ۱۹۱
فوج کفار پر ہیبت ذوالفقار ۱۹۲
قریش کے سرداروں کی خفیہ مجلس ۱۹۳
ابوسفیان کی تقریر ۱۹۴
کفار کے مقاصد جنگ ۱۹۴
قریش دیوتاؤں کے نائب ۱۹۵
قریش کے اندیشے ۱۹۵
شاہی کا منصوبہ ۱۹۶
کملی والے کی روشن تعلیم ۱۹۶
فرزند ابوجہل کا نقطۂ نظر ۱۹۷
قریش اسلام سے کیوں پریشان تھے ۱۹۸
قریش کو نسلی برتری کی تشویش ۱۹۸
مدینہ کے اندر ریشہ دوانی کی تجویز ۱۹۹
مسلمانوں کو محصور کر کے مارنے کا قصد ۲۰۰
شہر کا محاصرہ ۲۰۱
شہر کی حفاظت کے انتظامات ۲۰۲
محصورین خندق پر شدت ۲۰۳
منافقین مدینہ کی روگردانی ۲۰۳
منافقین کے بہانے ۲۰۴
مہاجرین سے کینہ ۲۰۵
منافق نصرت اسلام نہیں کر سکتے ۲۰۵
رسول کا تحمل ۲۰۶
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا ۲۰۶
مدینہ محاصرے کی حالت میں ۲۰۷
دشمنان اسلام کی ذہنیت ۲۰۸
مارہائے آستین ۲۰۹
آزمائش کے دن ۲۱٦
خندق پر جماعت مجاہدین ۲۱۱
انتہائی مصیبت، انتہائی استقلال ۲۱۱
ساری دنیا کی بھلائی کے لئے ۲۱۲
جذبۂ ادائے فرض و احساس ذمہ داری ۲۱۲
جماعت کا تحفظ ۲۱۳
اتحاد جماعت ۲۱۴
مسلمانوں کا ایثار ۲۱۴
ایسے امتحان کے وقت ۲۱۵
جب نفس فریب دیتا ہے ۲۱۶
کون ثابت قدم رہتا ہے ۲۱۷
اصحاب محمدؐ کا ایمان ۲۱۸
مسلسل آزمائش ۲۱۹
سرگروہ انصار سعد ابن معاذ ۲۱۹
مسلمان مستورات ۲۲۱
یہود کا منصوبہ ۲۲۱
حضرت صفیہؓ کی دلاوری ۲۲۲

مسلمان عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں ۲۲۳
مسلمانوں کا انتہائی استقلال ۲۲۳
امتحان کی آخری سخت گھڑیاں ۲۲۴
صحابہ امتحان میں پورے اترے ۲۲۵
آنحضرت کی دعا ۲۲۶
احزاب کی آخری رات ۲۲۸
ظالموں کی پریشانی
کافروں کا ایک دوسرے کو الزام ۲۲۸
قریش سپہ سالار سے بددلی ۲۲۹
یہودیوں کی نفع خوری ۲۳۰
یہودیوں کی وعدہ خلافی ۲۳۱
قبائل کو رسد کی فکر ۲۳۲
کفار کا لشکر اور شراب ۲۳۳
اعرابی شاعر ۲۳۳
ابوسفیان کی تقریر ۲۳۵
یہود اور قبائل میں اختلاف ۲۳۵
دوسری صبح متفقہ دھاوے کی تجویز ۲۳۷
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے ۲۳۸
آندھی کا حملہ ۲۳۸
کفار پر خوف و ہراس چھا گیا ۲۴۰
ابوسفیان بھاگا قیامت آئی ۲۴۰
ابوسفیان نے بھاگنے کی ٹھہرائی ۲۴۱
ابوسفیان کی بدحواسی ۲۴۲
ابوسفیان کی شرم ۲۴۳
لشکر احزاب اندھیرے میں غائب ۲۴۵
مدینے کی صبح ۲۴۶

marfat.com

دیباچہ

خدا اور اس کے رسول اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ شاہنامہ اسلام کی جلد چہارم بھی مکمل ہو گئی، جس خلوص و محبت سے میں نے اس کو لکھا ہے اسی جذبے سے قوم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس پیشکش کے ساتھ چند بہت ہی اہم امور عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

پہلی تین جلدوں کے مطالعہ سے ہر شخص پر واضح ہو چکا ہے کہ میرا مقصد کیا ہے اور یہ کہ میں نے یہ سلسلۂ واقعات ایک تخیلی رومان یا محیر العقول رزمیے کے طور پر پیش نہیں کیا۔

نہ یہ ہے زال کا قصہ نہ رستم کی کہانی ہے
پری مرغ ہے اس میں نہ راہ ہفت خوانی ہے

تاہم میری تمنا ہے کہ یہ کتاب انتہائی دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے۔ مطالعہ کرنے والے ایسے متاثر ہوں کہ اپنے اردگرد کے لوگوں کو بھی سنائیں۔

لیکن میری یہ بھی کوشش رہی ہے کہ ان واقعات کے بیان میں کوئی بھی ایسی بات نہ ہو جس سے یہ تاثر ایسی صورت اختیار کرے، جو الف لیلہ، بوستان خیال رستم داستان یا طلسم ہوشربا، ہیر رانجھا ناٹک ناول سینما وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے تاثرات نہ مجھے درکار ہیں نہ میرا مقصود۔

دلچسپی پیدا کرنے اور مرد و زن کی توجہ کھینچنے کے لئے حسن و عشق، وصال و فراق کی کوئی جھلک ناز و کرشمہ کا کوئی نظارہ اس کتاب میں داخل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ پڑھنے یا سننے والے کی توجہ اصل مقصود سے ہٹ کر شعر و شاعری کی ظاہری اور بناوٹی مرصع کاری کی طرف نہ جائے، کیوں کہ توجہ کا اس طرح ہٹنا خصوصاً ایسی تصانیف کے لئے موزوں نظر نہیں آیا جو قوموں کی احیاء صادقہ کے لئے لکھی جاتی ہیں۔

اور نوادر ایسی روایات تک سے حتی الوسع پرہیز کیا گیا ہے، جو کافی بسند کے بعد مولود شریف کی عام

marfat.com

کتابوں اور بعض کتب سیر میں درج کردی گئی ہیں یا عوام کی محافل میں گرمئ محفل کے لئے بیان کی جاتی ہیں۔

عوام الناس کے متعلق خواہ مخواہ یہ خیال کرلیا گیا ہے کہ وہ پست خیال ہیں۔ اور وہ مذکورہ بالا طرز کا عنصر کتاب میں موجود نہ ہو تو توجہ نہیں کرتے۔ لیکن شاہنامہ اسلام نے ان تمام دلچسپیوں، رنگینیوں اور گرمئ محفل کے سازوسامان سے معرا ہونے کے باوجود اس خیال کو باطل ثابت کردیا ہے۔ ہزارہا مردوزن، بوڑھوں، بچوں، جوانوں نے اس کتاب کو ذوق وشوق حاصل کیا، لاکھوں نے اس کو پڑھا، پڑھلیا، سنا اور دوسروں کو سنایا" اور یہ فیض جاری روز افزوں ترقی پذیر ہے۔

ہزارہا خطوط (ہندوستان کے ہر گوشے سے بلکہ بیرونِ ہند سے بھی جہاں کسی نہ کسی طرح تھوڑی بہت اُردو جاننے والے مسلمان موجود ہیں) مصنف کو موصول ہوئے ہیں اور اس امر کے شاہد ہیں کہ جس طبقے کے لئے یہ کام کیا جارہا ہے وہ طبقہ اس کتاب سے اثر پذیر ہے۔

یہی نہیں، بہت سے نئے اور پرانے شاعروں نے اس طرزِ سخن کو موثر پایا اور متعدد کتابیں اور بیشمار نقلیں اسی طرز پر لکھی گئی اور لکھی جارہی ہیں۔

ہاں ایک چھوٹا سا طبقہ ضرور ہے جس کو شاہنامہ اسلام سے چڑ ہے۔ اس طبقے میں مصنف کے بعض ایسے ہمعصر شاعر لوگ ہیں جن کو شاہنامہ اسلام کی کامیابی میں اپنے فن کی ناکامی کا غلط احساس نہ جانے کیوں پیدا ہوگیا ہے۔ ان میں جو زیادہ تلخ نوا ہیں، فرماتے ہیں کہ اس قسم کا لٹریچر جو شاہنامہ اسلام پیش کررہا ہے اور جو صرف مسلمانوں ہی کے لئے مفید ہوسکتا ہے، ہندوستان کی متحدہ قومیت اور خالص پرستشِ وطن کے تصور کیلئے خطرناک ہے۔ ان سچے وطن پرستوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ہر شاعر کا فرض ہے۔ موجودہ دور میں اسلامی روایات کا تمسخر اڑانے اور ہندوستان میں رہنے والی دس کروڑ آبادی کو اپنے ماضی سے بیزار کرنے کے سلسلے میں ان کی تقلید کرے، ان کا بیان ہے کہ اس طرح ہندوستان میں انقلاب آجائے گا۔ اور ان کی لوح مزار پر شاعرِ انقلاب ایسے حروف میں لکھا جائے گا جن کے پڑھنے والے شاعر اور انقلاب دونوں سے بے خبر ہوں گے۔

میں نے اپنے ان کرم فرما شاعر لوگوں کی زبان و قلم سے بہت کچھ سنا اور برداشت کیا ہے ؎

نہیں عتاب زمانہ خطاب کے قابل
ترا جواب یہی ہے کہ مسکرائے جا

البتہ بعض لوگ ایسے ہیں، جن کا قول ہے کہ ہم حفیظ سے بہتر توقعات رکھتے تھے۔ یہ شاکی ہیں۔ شاہنامہ اسلام میں وہ دلچسپیاں کیوں نہیں جو حفیظ کے دوسرے کلام میں نظر آتی ہیں ان کو تعجب ہے کہ حفیظ کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ پوچھتے ہیں کہ وہ حفیظ کہاں ہے جس کے ابتدائی کلام پر یہ رائے دی گئی تھی۔

"حفیظ کے قلم کی ایک بے پروا جنبش سے موسیقی کی روح کانپ کر بیدار ہو جاتی ہے۔ قدرت کی رنگینیاں تصویریں بن بن کر سامنے آتی ہیں اور غائب ہو جاتی ہیں، لطافت اور نزاکت شاعری کا جھلملاتا ہوا لباس پہن کر رقص کرنے لگ جاتی ہیں۔ ساون رت، گھنگھور گھٹاؤں میں کھیلتی ہوئی بجلی، موروں کی جھنکار، پپیہوں کی پکار، برسات کی ٹھنڈی ہوا ہواؤں میں اڑتے ہوئے آنچل آنکھوں میں تمنائے دیدار، فراق کے آنسوؤں کو انتظار کی دھڑکن یہ ایک مستِ کیف شاعر کی وہ دنیا ہے جس میں حفیظ گاتا پھرتا ہے۔ میرے نقاد شاہنامہ اسلام میں اس رنگ کو تلاش کرتے ہیں، نہیں پاتے۔ تو چرچا فرماتے اور چہچہاتے ہیں کہ حفیظ بطور شاعر ختم ہو گیا۔ چونکہ یہ لوگ میرے خیر خواہ ہیں اور یہ چرچا اور چہچہانا نیک نیتی پر مبنی ہے، اس لئے زندگی میں پہلی مرتبہ اس توضیح پر مجبور ہوں۔

مذکورہ بالا رائے اولین مجموعہ کلام نغمہ زار پر دوسری بے شمار غلغلہ آرا تحسین و آفریں کی تحریروں میں سے چنی نہیں گئی، بلکہ ایک محتاط ترین ہمعصر کی رائے ہے۔ یعنی ۱۹۲۹ء میں یہ رائے پروفیسر احمد شاہ بخاری المتخلص بہ پطرس نے دی تھی۔ یاد رہے کہ میں نے شاہنامہ اسلام کا آغاز ۱۹۲۶ء میں کر دیا تھا۔ گویا ایک ہی سال میں میرا جام سخن رنگینیوں کی شراب سے خشک ہو کے خالی ہو چکا تھا اور گویا وہ کوئی اور ہے جس نے نغمہ زار کے بعد سوز و ساز اور تلخابہ شیریں کی غزلیں گیت نظمیں لکھ کر میرے نام سے شائع کر دیں۔

شاہنامہ اسلام جلد اول کے دیباچہ میں شیخ سر عبد القادر صاحب فرماتے ہیں۔

"اکثر شعراء نے اس "شاہنامۂ اسلام" قسم کے بڑے کام بڑھاپے میں اپنے ذمے لئے ہیں۔ حفیظ کے جاننے والوں میں جن کی نظر سے ان کی وہ نظم گذری ہے جس کا عنوان ہے "ابھی تو میں جوان ہوں" انہیں شاید حفیظ کی شاعری کو اس شان زندگی اور تقدس میں جلوہ گر دیکھ کر تعجب ہو لیکن جو شخص ان کے تخیل کی بلند پروازی سے آگاہ ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ جست حفیظ کے لئے دشوار نہ تھی۔ حفیظ عمر میں جوان ہے۔ مگر شاعری میں بوڑھوں کی صف میں جلوہ گر ہے۔ زور طبیعت سے بسنت اور بہار پر ایسی نظمیں لکھتا ہے جس سے معلوم ہو کوئی شخص جو رنگین مزاجی کے سب مرحلوں سے گذر چکا ہے۔ آپ بیتی باتیں لکھ رہا ہے اور جوانی کو مستی اور دیوانی دکھانے میں اپنی کہانی بیان کر رہا ہے۔ مگر یہ صرف اس کی خداداد ذہانت کے کرشمے ہیں ورنہ زمانے نے اسے اتنی فرصت ہی نہیں دی کہ وہ دنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھے یا اس کے مزے لے۔"

یہ آراء میں نے اس لئے نقل نہیں کیں کہ ان سے اپنی مدح و ثناء کا کوئی پہلو پیدا کروں شاعر ہونے کے باوجود مجھ میں اتنی عقل ضرور ہے کہ "ثناء خود بخود گفتن" کا مصداق نہ بنوں ان اقتباسات سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر "ابھی تو میں جوان ہوں" "بسنت اور بہار کی نظمیں" رنگین مزاجی کے عملی مراحل سے گذرے بغیر بھی لکھی جا سکتی ہیں، اگر جوانی کی مستی اور دیوانہ پن حفیظ کی آپ بیتی نہیں تخیل کی پرواز ہے۔ اور اگر بقول سر عبدالقادر صاحب حفیظ دنیا کی رنگینیوں کے مزے لئے بغیر بھی ایسی نظمیں لکھتا رہا ہے تو اس سے اتنا ضرور ثابت ہے کہ مصنف اگر چاہتا تو عامۃ الناس میں اس کتاب کو اور زیادہ مقبول کرنے کے لئے کہیں نہ کہیں فرضی ہی سہی عشق و محبت حسن و ادا یا محیر العقول شان و شکوہ کا اظہار کر کے اپنے کمال منوا سکتا تھا۔ پھر اس نے ایسا کیوں نہیں کیا۔؟

یوپی کے مشہور نقاد اور شاعر پروفیسر رگھوپتی فراق نے ۲ اگست ۱۹۴۳ء میں ایک تقریر براڈکاسٹ کرتے ہوئے کہا۔

"۱۹۲۲ء سے اب تک سولہ برس کے اندر حفیظ جالندھری نے ۱۵ بار اپنے کلام کے مجموعے ملک کے

سامنے پیش کیے۔ نغمہ زار، سوز و ساز، شاہنامۂ اسلام پہلی جلد، دوسری جلد، تیسری جلد اور مختلف رسالوں میں نئی غزلیں اور نظمیں، لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ وہ ہمارے گذشتہ پندرہ برسوں کے مشہور شعراء کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں یا بحیثیت مجموعی کون شعراء ان سے متعلق ہیں۔ یا نمایاں طور پر ان سے متاثر ہیں۔ بات جو کچھ بھی ہو لیکن حفیظ کی بہت سی نظمیں ملک میں اس قدر مقبول ہو چکی ہیں۔ زبانوں پر اتنی چڑھی ہوئی ہیں کانوں اور دلوں میں اس طرح گونج چکی ہیں کہ حفیظ کو اس دور کی شاعری سے غیر متعلق ہرگز نہیں کہا جا سکتا، بلکہ اس دور سے ان کا گھنا سمبندھ اور جیتا جاگتا تعلق ماننا پڑتا ہے۔

حفیظ کی شاعری نے جن خوبیوں کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں خوبی ان نظموں کا سنگیت یا ترنم تھا۔ یہ چیز اکبر چکبست اقبال اور جوش ملیح آبادی (یوں کہنا چاہیے) حفیظ سے پہلے کسی شاعر کے یہاں اس رنگ اور اس شکل سے ہمیں نہیں ملتی۔ موسیقی اور شاعری گیت اور نظم، ترانہ اور ادب کا ایسا میل پہلے دیکھنے میں نہ آیا تھا"

شاعر نے ان نظموں کو موزوں کرنے میں ان کو سجنے میں نکھارنے اور سنوارنے میں ظاہر ہے کہ حالی، آزاد، اکبر، چکبست، درگا سہائے، سرور، اقبال بلکہ انیس اور نظیر اکبر آبادی تک کسی نظم گو یا غزل گو شاعر سے اثر نہیں لیا ہے۔!"

دوسرے شعراء نے گیت لکھنے کی بالارادہ کوشش کی۔ وہ گیت کی اسپرٹ میں نہیں ڈوب سکے۔ وہ ہندی گیت کا ٹھوس پن نہیں لا سکے۔ اس لئے ان کے گیت چھچھے بے مغز، پھیکے، ہلکے اور کمزور رہے۔ بر عکس اس کے حفیظ جالندھری کے گیتوں اور ترانوں کے مصرعے اور ٹکڑے پر مغز اور بامعنی ہوتے ہیں، رومانی منظریہ اور ہر طرح کے گیتوں میں حفیظ جالندھری نے سہل ممتنع کی بے لاگ مثالیں دی ہیں۔ کوئی ایسی نظموں کے لکھنے کی کوشش کرے تو معلوم ہو!"

"یہ تیاری یہ ابلتی ہوئی اور اٹھلاتی ہوئی جوانی یہ بے تکلف اور بے لاگ رچاؤ اور نکھار۔ یہ شوخ اور چٹیلی رنگینی یہ دھن یہ سریلا پن، یہ ننگ یہ رس، یہ کسک اور یہ انگڑائیاں، ہم کو آج تک کسی اردو شاعر میں اور کہیں نہیں ملتیں معلوم ہوتا ہے کہ مصرعے اور اشعار کہے نہیں گئے ہیں، بلکہ چھلک پڑے ہیں۔"

"حفیظ کی منظر نگاری خاص توجہ کی مستحق ہے۔ موسیقی اور مصوری سنگیت اور چتر کاری کا جو

میل حفیظ کی منظریہ نظموں میں ہمیں ملتا ہے وہ کم سے کم مجھے تو اور کہیں نہیں ملا۔ یہ سادہ جھلکیاں، مناظر کے احساس میں یہ ابھار کی کسک اور مقامی رنگ (LOCAL COLOUR) خاص چیزیں ہیں۔

حفیظ کی غزلوں میں بھی یہی مچلتی ہوئی اور ابھرتی ہوئی جوانی نظر آتی ہے۔ جس میں البیلے پن کے ساتھ وہ حلاوت اور معصومی ہے۔ وہ متوازن الھڑ پن ہے وہ جذباتی کیفیتیں ہیں وہ تیور اور مردانہ وار انداز ہیں جو عموماً ہمیں اور شعراء میں نہیں ملتے۔"

فراق صاحب نہ میرے ہم مذہب ہیں نہ ہم وطن میرا ان سے دوستانہ میل جول بھی نہیں نہ خط و کتابت سچ یہ ہے کہ جب میری نظر سے یہ تحریر گذری تو مجھے تعجب ہوا" اس لئے کہ جہاں تک اردو شعر و شاعری کے موجودہ دور کا تعلق ہے صوبہ جاتی اور طبقاتی تعصب موجود ہے۔ پارٹیاں بنی ہوئی ہیں اور جو شاعر کسی پارٹی میں نہ ہو اور ہو بھی "ٹکسال باہر" اس کی کسی خوبی کا اعتراف ذرا حوصلہ کرنے کی بات ہے!

"رسالہ آواز سے یہ طولانی اقتباس اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ ایک بے لاگ ہندو ادیب و نقاد و شاعر کی رائے ہے جو حفیظ سے حسن ظن رکھنے کی وجہ سے حق رکھتا ہے کہ حفیظ اس کے اعتراض یا استفسار کا ٹھنڈے دل سے جواب دے۔

اس تقریر کے آخری حصے میں رگھوپتی فراق فرماتے ہیں۔

"جہاں تک شاہنامۂ اسلام کا تعلق ہے مجھے اور شاید بہتوں کو حفیظ کی شاعری کے اس خاص رنگ اور خاص انداز سے شاہنامۂ اسلام بالکل بے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی اسے بے اختیار ہو کر سراہنے پر تلا ہوا ہو۔ تو اسے جھوم جھوم کر پڑھ سکتا ہے اور اگر حفیظ کی دوسری شاعری کے مقابلے میں شاہنامۂ اسلام کسی کو پسند نہ آئے تو وہ یہ سمجھ لے کہ ملٹن نے فردوسِ گمشدہ لکھنے کے بعد کئی ایسی چیزیں لکھیں جن میں شعریت سے زیادہ نثریت ہے۔ ہر ایک فطری شاعر کی زندگی میں کبھی کبھی نثریت کا دور بھی آتا ہے۔"

یہ فتوی صادر کرنے کے بعد موصوف دریافت کرتے ہیں۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ شاہنامہ اسلام لکھنے میں شاعرانہ جذبے کی جگہ ملی جذبے نے لی ہو۔"

شاہنامۂ اسلام کے بارے میں محترم ناقد نے جس طریق سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے مجھے اس صاف بیانی سے بجائے ملال کے انتہائی مسرت ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اس بارے میں کچھ عرض کرنا ضروری سمجھا ہے تاکہ اگر کسی قسم کی غلط فہمی شاہنامۂ اسلام کے بارے میں ایسی آرا کی وجہ سے پھیل سکتی ہے تو اس کا ازالہ ہو جائے۔ شاہنامۂ اسلام شعریت ہے یا نثریت۔ شعریت و نثریت میں کیا فرق ہے۔ یہ صفحات اس بحث کے متحمل نہیں ہو سکتے البتہ اندازہ کرنا چاہیے کہ ہزارہا عوام الناس کا اجتماع بیک وقت سات سات گھنٹے شاہنامۂ اسلام کو ذوق و شوق سے سنتے دیکھا جا رہا ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ حفیظ کے پڑھنے کا انداز ہی ایسا ہے۔ بجا۔ لیکن حفیظ سے بہتر انداز سے پڑھنے اور سنانے والوں کے لئے دو تین غزلوں یا ایک ہی نظم کے دوران میں لوگوں کو کھانسی کیوں شروع ہو جاتی ہے۔

میرے دوست یہ حفیظ یا کسی اور کے پڑھنے کا انداز نہیں بلکہ شاہنامہ کے بین السطور میں ایک خاص تاثر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ آپ اس کو نثریت کہئے یا شعریت وہ مقصد حاصل ہے جس کے حصول کے لئے اکیس برس سے یہ محنت شاقہ جاری ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے جلد اول کے آغاز میں شاہنامۂ اسلام کے مقصد پر نظر نہیں ڈالی۔

تمنا ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں دل سنگین سخن کے آتشین تیروں سے برماؤں۔
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے

کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

بہر صورت یہ نثریت بھی ہو تو میں آپ کو اطلاع بہم پہنچا دینا چاہتا ہوں کہ اس کے لئے میری حیات سخن پر کوئی الگ دور نہیں آیا۔ جگ سوز عشق، کرشن بنسری وغیرہ گیت منظریہ نظمیں، وہ تمام غزلیں جن کو آپ نے زمان

marfat.com

بھری وغیرہ کہا ہے اور جس کے حوالے اپنی براڈ کاسٹ میں دیئے ہیں یعنی وہ سب کچھ جو سوز و ساز اور تلخ و شیریں میں درج ہے۔ ؁۲۶ء سے ؁۱۹۴۵ء کے درمیانی دور کا کلام ہے۔ اسی دور کا جس میں شاہنامۂ اسلام کی چار جلدیں بھی ظہور میں آئیں یہ کہ ایک فطری شاعر کی زندگی میں کبھی کبھی نثریت کا دور بھی آتا ہے۔ چونکہ بیک وقت ایک شاعر و نقاد کا قول ہے۔ اس لئے ضرور اور تجربے اور تحقیق پر مبنی ہوگا۔ لیکن کسی فطری شاعر کی افتادِ طبیعت ان دونوں طرز کے ذریعہ اظہارِ سخن پر بھی تو بیک وقت حاوی ہو سکتی ہے۔

کیا آپ کسی ایسے باغبان سے واقف نہیں جو اپنے باغ میں رنگ رنگ کے پھول بھی کھلاتا ہے اور پھل دار درخت بھی لگاتا ہے۔ کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ پھولوں کے بنانے سنوارنے یا آپ کے الفاظ میں رچنے اور نکھارنے میں تو باغبان کا فن قابلِ تحسین ہے۔ لیکن ثمر آور درختوں کو پروان چڑھانے میں کوئی ہنر نہیں۔ للعجب!

اب آپ کا سوال: کہیں ایسا تو نہیں کہ شاہنامۂ اسلام کے لکھنے میں شاعرانہ جذبے کی جگہ ملی جذبے نے لے لی؟ یہاں میں آپ کی نباضی کا قائل ہوں۔ اب کہیں جا کر آپ کی نگاہ اصل نقطہ پر ٹھہری ہے میں خود بھی اس سعی تمہید کو اسی نقطے پر لا رہا تھا:

جناب پروفیسر رگھوپتی فراق اور اسی قسم کا سوال کرنے والے ان تمام بزرگوں اور دوستوں کی تسلی کے لئے میری جانب سے گذارش ہے کہ ہاں بیشک شاہنامۂ اسلام ملی جذبے ہی سے لکھا جا رہا ہے اور اگر جذبۂ ملی حبِّ وطن کے منافی و متضاد نہ ہو تو کسی کے لئے اندیشے کی وجہ نہیں۔

لیکن یہ کہنا کہ ملی جذبے نے شاعرانہ جذبے کی جگہ لے لی ہے، چست فقرہ نہیں یوں کہنا چاہیے تھا کہ شاعر نے اپنے جذبۂ ملی کی تسکین کے لئے شعر سے کام لیا ہے۔ باغبان نے ضرورت بھی ہے کہ اپنے باغ میں محض پھول اور سبزہ ہی نہیں بلکہ ایسے درخت بھی لگانے جو سایہ دار بھی ہوں اور پھل بھی دیں۔ آپ کو صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ مقصد پورا ہو رہا ہے یا نہیں۔ آنکھ اٹھا کر دیکھئے۔ اس کڑی دھوپ میں کتنی مخلوق ان گھنے درختوں کی چھاؤں میں آسودہ اور خوشحال ہے۔

اور کتنے بے شمار کام و دہن ہیں جو شاہنامۂ اسلام کے اثمار سے لذت یاب ہیں۔ بے شک شاہنامۂ اسلام

دوسرے کلام سے بہت مختلف ہے۔ یہ اختلاف کیا ہے یہی نا کہ من موہنی صورتیں، کلیوں کے گجرے، نازک رسیلی تانیں شوخیاں ناز و انداز، اٹھلاتی ہوئی جوانیوں کی انگڑائیاں، اڑتے ہوئے آنچل، بسنت، ساون، ٹھنڈی ہوائیں اودی گھٹائیں، زلفیں اور ان میں جھلکتی ہوئی بجلیاں، آنکھوں میں تمنائے دیدار، فراق کے آنسو یا وصال دلگیری کی ہچکیاں شاہنامہ اسلام میں نہیں ہے۔

یقیناً نہیں۔ اس لئے نہیں ہیں کہ ان کو یہاں نہیں لایا گیا۔ میری اجازت کے بغیر یہ مسخرے کیسے گھس سکتے تھے؟ شاہنامہ اسلام معرکۂ حیات ہے بازیچۂ اطفال نہیں، آپ یہاں کھیل کود کا تصور ہی کیوں کریں۔ دنیائے شعر میں ابھی اتنی وسعت موجود ہے کہ تفریح گھر اور عبادت خانہ الگ الگ تعمیر ہو سکیں۔ دونوں کے خلا ملا کی مجھے تو فی الحال کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔ یہ اصرار کیوں ہے کہ تفریح گھر کی تعمیر و آرائش میں جو ساز و سامان استعمال کیا گیا ہے۔ وہی مسجد میں کیوں نظر نہیں آیا۔ کیوں دونوں ایک ہی ڈیزائن پر کاریگر نے نہیں بنائے مسجد میں محراب و منبر کیوں ہے۔ آرکسٹرا کا اسٹیج کیوں نہیں۔ دیواروں پر آیات قرآنی کیوں درج ہیں۔ حسین حسین تصویریں کیوں نہیں، لوٹے اور مصلے بھلے معلوم نہیں ہوتے۔ قطار دار شراب کے کنٹر آراستہ کئے جانے چاہئیں۔

اگر آپ اس قسم کے سوال کریں گے، تو میں بہ پاس احترام ہنسوں گا تو نہیں البتہ سر جھکا کر یہ عرض کروں گا کہ حضور یہ مسجد ہے!

میں بے خبر نہیں ہوں، ایسے خیال کی ملتیں موجود ہیں جن کے عبادت خانہ ہی میں سامان تفریح بھی مہیا ہو سکتا ہے۔ لیکن ملت اسلام ابھی ترقی کی اس حد تک نہیں پہنچی۔ وہ اپنی مسجد کو بازیگاہ نہیں بنانا چاہتی اور شاہنامۂ اسلام اسی ملت اسلام کے لئے لکھا جا رہا ہے۔

یہ ایک قلعہ ہے۔ جو فولادی اور سنگلاخ بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے، اس کی دیواریں پھول پتی سے نہیں اٹھائی گئیں اس کے بروج کو غنیم حوادث کا مقابلہ کرنے کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ ان بھاری پتھروں کی تراش خراش اور ان کو محل مناسب پر جمانے کے لئے جو صنعت اور مہارت استعمال کی گئی ہے

marfat.com

وہ فنِ شیشہ گری سے الگ ہے اس قلعہ کا حسن اس کے رعب ہیبت اور وقار میں ہے نازکی اور لچک میں نہیں۔ کیوں کہ یہاں نازکی اور لچک کمزوری پر دلالت کریں گے۔ اس قلعہ میں تفریح کا سامان اس قلعہ میں بسنے والوں کے ضبط و نظم اور قواعد و قوانین کی پابندی میں ہے۔

گلزارِ بہار میں نرم رو جوئبار کی دلکشی سے کسے انکار ہے۔ لیکن فلک آشنا پہاڑوں کا خاموش رعب و وقار اور دریاؤں کے غرانے میں بھی تو حسن اور نغمہ ہے۔

شاعر کی چشمِ تصور جب گوکل کا درشن کرتی ہے، تو کانوں میں جمنا کنارے بنسری کی سریلی تانیں بھی آتی ہیں۔ معصوم گوپیوں کے رنگین جھرمٹ میں برجناتھ کا رقص بھی دکھائی دیتا ہے۔ یہاں شاعر کا دل بھی رقص کرتا ہے، اور بے اختیار بنسری بجائے جا کاہن مرلی والے نند کے لال کا الاپ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر یہی چشمِ تصور جب درۂ خیبر کا نظارہ کرتی ہے۔ تو مہیب ناہموار چٹیل پہاڑوں کے دامن پر پگڈنڈیاں قسمت اقوام کی خونیں لکیریں دکھائی دیتی ہیں۔ اور ؎

یہ بے آباد دہشت ناک وحشت خیز ویرانہ
ہے لاتعداد دشوار انگیز تہذیبوں کا افسانہ

زبانِ حال سے سنانا آغاز کر دیتا ہے۔ آریوں کے دل بادل راہ کی دشواریوں سے بے پروا یہاں سے گذرتے اور زمینِ ہند پر آسمان بن کر چھاتے نظر آتے ہیں۔ آتش قدم قافلے پتھروں کو روندتے اور جلاتے ہوئے رواں دواں محسوس ہوتے ہیں۔ لوٹ مار کرنے والے بھی، آباد کار بھی۔ آئینۂ خیال میں یہاں کا گرد و غبار فوجِ سکندری کی آندھی کا بقیہ معلوم ہوتا ہے۔ فولادی چٹانوں پر سورج کی کرنیں مسلمانوں کی تلواروں کی طرح چمکتی ہیں۔ اس چمک سے رعد کا تصور ہوتے ہی نعرۂ تکبیر کی گونج سے چٹانوں کے سینے لرزتے ہیں۔ غزنوی اور غوری، تیمور و بابر اور ان کے لشکر گذرتے ہیں اور گذر جاتے ہیں۔ ہلاکو و نادری بھی، اور ابدالی بھی۔ لیکن شاعر دیکھتا ہے کہ اس درہ کے پتھر اور کانٹے ابھی تک منتظر راہروؤں کے آبلہ ہائے پا کے

سونچ ہیں، اسی شان و وقار سے قائم و دائم ہیں۔

یہاں شاعر گوکل کی برسات کی پھوار نہیں دیکھتا۔ آموں میں پڑے ہوئے جھولے اور جھولنے والیوں کی رسیلی تانیں نہیں سنتا۔ یہاں کی فضا اور ہے۔ اس لئے تاثرات بھی مختلف ہیں اور ان کے اظہار کے لئے ٹیکنیک بھی الگ۔ یہاں کی فضا ہمہ تن انتظار ہے کہ دیکھیں اب کون راہوار وحشت پر سوار اس درے کا رخ کرتا ہے، ہاں

نہ اس میں گھاس اگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ؛ مگر اس زمین سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں
کڑکتی بجلیوں کی اس جگہ چھاتی دہلتی ہے ؛ گھٹا بچکر نکلتی ہے ہوا کترا کے چلتی ہے

یہ ہیں ایک ہی شاعر کے آرٹ کی دو مختلف تصویریں کیا اپنے اپنے محل و قوع پر دونوں وقیع نہیں؟ شاید میرے نقادوں میں سے کوئی صاحب میری جگہ ہوتے تو گوکل میں کھڑے ہو کر نعرۂ اللہ اکبر بلند فرماتے یا درۂ خیبر سے گذرتے ہوئے حملہ آوروں میں شامل ہو کر بنسری کی تان اڑاتے۔ لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میرا آرٹ یہ نہیں ہے۔! آگے چل کر فراق صاحب فرماتے ہیں۔

مجموعی حیثیت سے حفیظ کی شاعری کا کیا مرتبہ ہے۔ اس کے متعلق میں پھر یہی کہوں گا کہ ۱۹۲۵ء کا ہندوستان اور اس وقت نوجوانوں کی تحریک کی جیتی جاگتی رچائی اور سنواری ہوئی تصویر اپنے لبی کرن منتر کے ساتھ نظر آتی ہے۔ جیسے وندھیاچل کی دیوی کی تیسرے پہر کی جھانکی۔ حفیظ نے اپنی ایک نظم میں جس کا نام ہے تین نغمے ٹیگور اور اقبال دونوں کی شاعری سے کترا کر نکل جانے کی جو راہ نکالی تھی۔ اس کا ذکر بہت اچھے انداز میں کیا ہے۔ لیکن ۱۹۳۰ء اور اس کے بعد کا ہندوستان جوانی کی اس بے فکری اس امنگ اور اس دلفریب انفرادیت سے یا اجتماعیت کے قدیم نظریوں سے گذر گیا جس کی ترجمانی حفیظ نے کی ہے اور خوب خوب کی ہے۔ اب اس جوانی کے فطری جذبات غور و فکر کی اس بلوغیت سے گذر رہے ہیں۔ اجتماعیت کے وہ نئے تجربے اور وہ تجزیے جن سے آج سے ٹھیک سو برس پہلے کا ہندوستان بے خبر تھا۔ دوسری حسرتیں، دوسری ناکامیاں، دوسرے خواب ہندوستان

پر آج چھائے ہوئے ہیں۔ اس دور کی ترجمانی اگر حفیظ جالندھری اپنی شاعری میں کریں گے۔ تو وہ چیز نغمہ زار، سوز و ساز اور شاہنامۂ اسلام سے بھی ذرا مختلف ہوگی۔ پرانی دنیا مر رہی ہے۔ نئی دنیا جنم لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ حفیظ کی شاعری کا دور اگر ختم نہیں ہوگیا تو اسے ایک نیا جنم لینا پڑے گا۔

۱۹۲۵ء کے بعد کا ہندوستان جس کے نئے تجربے اور نئے خوابوں کا ذکر نقاد نے کیا ہے۔ ان خوابوں کی تعبیر کے طور پر وہ نئی دنیا جو مدت سے جنمِ لینے کی کوشش کر رہی تھی آج ۱۹۴۷ء میں اس جنم کے درد کی چیخیں ہندوستان کے گوشے گوشے سے سنائی دے رہی ہیں۔ جیسا کہ واضح کر دیا گیا ہے۔ شاہنامۂ اسلام جذبۂ ملی سے لکھا جا رہا ہے۔ لہٰذا وہ لوگ جو اس کتاب کے مخاطب ہیں ہندوستان کے ان نئے خوابوں کی تعبیر اور اس نئی دنیا کے جنم کے درد و کرب میں اپنے لئے اپنے پیشوایانِ ملت ہی کی حیاتِ مبارکہ کے واقعات سے شاہنامۂ اسلام ہی کے ذریعے انشاء اللہ وہ راستہ پالیں گے۔ جس کی ان کو اس پر آشوب عالم میں ضرورت ہے۔ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ آج پیش آرہا ہے ویسا ہی کچھ بلکہ اس سے بہت زیادہ سرمایہ و اقتدار کی طاقتوں کی طرف سے پونے چودہ سو برس پیشتر ان کے ہادیٔ اعظم اور آپ کے صحابۂ کرام کو بھی پیش آچکا ہے۔ بہت ہی سادہ الفاظ میں شاعرانہ ایجاد اور کسی کی رنگ آمیزی کے بغیر وہ واقعات نظم کر دیئے گئے ہیں جن سے ایسے مواقع پر زندہ قومیں مشکلات پر غالب آجایا کرتی ہیں خواہ وہ بے سروسامانی اور اقلیت ہی میں کیوں نہ ہوں۔ لیکن حفیظ دوسرے جنم کا قائل نہیں اسی جنم میں جو نئے تقاضے پیش نظر آئے اور جو تاثرات اس قلب پر وارد ہوئے، ان کو شکل دینے میں اس نے کوتاہی نہیں کی تلخابۂ شیریں شائع ہو چکا ہے۔ شاید ہندوستان اس کو موجودہ حالات کے مطابق پائے۔ لیکن شاہنامۂ اسلام جیسا عرض کر چکا ہوں ایک قلعہ ہے اور قلعے بہت مدت تک قائم رہنے کے لئے تعمیر کئے جاتے ہیں۔

حفیظ

۱۰ر اپریل ۴۷ء

الحمدللہ

اپنی زندگی کے ان آخری مراحل میں جو اندیشہ جان کا عذاب بنا ہوا تھا اللہ کریم نے اپنے رحمۃ للعالمینؐ کی مدح کے صدقے وہ اندیشہ دور کر دیا اور اب میں اس تسلی اور شکر و سپاس کا اظہار کرتا ہوا اپنے سفرِ حیات کی منزلِ مراد کو سلام کہوں گا۔

اندیشہ یہ تھا کہ میرا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی ایسا عزیز ہے جو میرے بعد میرے قلمی ورثے کا محافظ بھی بن سکے اور ملک و ملت پاکستانیہ تک ہی نہیں دنیا بھر کے ممالک میں جہاں جہاں مسلمان میری نظم و نثر کے شائق ہیں ان تک میری کتب پہنچاتے رہنے کا اہتمام کرے ورنہ جو کچھ میں نے انسانیت اور ملک و ملت۔ کے لئے اپنے خونِ جگر سے مہیا کیا ہے برباد ہو جائے گا۔ میرا سرمایہ میری قلم کاری ہے میری کتابیں ٹکے سیر بیچنے والے نااہل بازاری کتاب فروش دکاندار جس طرح چاہیں گے چھپوائیں گے اور الگ الگ کھائیں گے اڑائیں گے۔ اپنے لاکھوں قدردانوں میں مدتوں ایسے اصحاب کی تلاش رہی جو واقعی صادق الوعد و امینؐ۔۔ پر ایمان و یقین رکھتے ہوں۔ آخر کراچی میں میری تلاش نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا اور میرا جان لیوا اندیشہ دور ہو گیا۔

قائداعظم کے پرانے رفیق جناب عبدالکریم سومار صاحب مل گئے، میری آرزو سنی اور اسے پورا کرنے کی طرف عملی قدم اٹھالیا اور میرے اس درد کا مداوا کر دیا۔ جناب لطف اللہ خاں مل گئے جن کا وجود، آرٹ، سخنوری اور سخن نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جناب شمیم احمد مل گئے جو اسلام کا پیغام جاری رکھنے والی کتب کے پبلشر اور کراچی میں سومار صاحب سے اولین ملاقات کا باعث بنے۔ ان کے ساتھ ہی سید مقدس علی ہیں جو ہر ادبی و اسلامی ثقافتی تحاریک کا بشوق اہتمام فرماتے ہیں۔ خواجہ حمیدالدین شاہد ایم اے حتیٰ کو تو میں اپنا صیاد قرار دے چکا ہوں۔ جناب غلام احمد جناب سومار کے عزیز اور کاروبار کے سربراہ ہیں۔ سومار سے مصافحہ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جناب رحمٰن کیانی جو فوج ہی میں اسلام کے لئے تبلیغ اتحاد و جہاد کے معاملے میں میرے شفیق ہیں۔

ان اصحاب نے جناب عبدالکریم سومار کے زیر قیادت ایک ایسا ادارہ قائم کر دیا ہے جو میرے دکھ کا دارو ہے۔ اس ادارے کا نام ہے۔

"ابوالاثر حفیظ جالندھری ٹرسٹ"

یہ ٹرسٹ باضابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اس نے میری زندگی میں بھی اور اس دنیا سے جسمانی طور پر کھسک جانے کے بعد بھی میری وہ تمام کتابیں جو متداول ہیں بہترین خوبصورت اور دلفریب طریق سے چھپوانے اور مسلسل چھپواتے رہنے کا ذمہ لے لیا ہے اور آغاز شاہنامہ اسلام

سے کیا ہے۔ میری شائع شدہ تصانیف کے علاوہ وہ تصانیف بھی جو ابھی مسودات کی صورت میں ہیں یہی ٹرسٹ ان کو کتابی صورت میں لائے گا اور میری تحریروں کے ذریعہ سے موجودہ اور آئندہ نسل کے ذہن و قلب میں وہ روشنی پہنچائے گا جو میرے کلام کو سرکار دو عالمؐ کی محبت اور بزرگان دین مبین اور قدمائے شعر و ادب سے ملی ہے اور جن کو میں نے اپنے خون جگر سے رنگین کیا ہے۔

میں ان قدر دانوں کے احسانات کا سپاس گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں ؎

پہ شان مہر و مہ تابندہ باشی
الٰہی تا قیامت زندہ باشی

۷۶ برس سے متجاوز اور بیمار
حفیظ

سخن کی قدر دانی زندگانی میں نہیں ہوتی
یہاں جب شمع بجھ لیتی ہے تب پروانہ آتا ہے

marfat.com

باسمہٖ سبحانہٗ

شاہنامۂ اسلام

جلد چہارم

باب اوّل

شہادت گاہِ اُحد پر ایک نظر

ستاروں کی شہادت پر ظہورِ مہر تاباں ہے سحر کا رنگ کیا ہے، سرخیِ خونِ شہیداں ہے
زمیں اہلِ وفا کے خون سے نمناک ہوتی ہے تو آزادی یہاں ہل جوتتی ہے بیج بوتی ہے
اُحد کے داغ دھبے باغباں نے پاک فرمائے تو پھر ستّر[1] شہید اس میں سپردِ خاک فرمائے

---

[1] غزوۂ اُحد میں ستر اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ وسلم شہید ہوئے تھے۔ جن میں زیادہ تر انصار تھے۔ (طبری)

عجب ترکیب تھی یہ خاک سے سورج اُگانے کی   زمیں کے ذرّے سے بامِ فلک کو جگمگانے کی[1]
اُٹھے یہ بیج آبِ تیغ سے سیراب ہو ہو کر   ثمر ان میں لگے خورشیدِ عالمتاب ہو ہو کر
شہادت گاہ میں مردانِ حق نے دے کے قربانی   رہا شیطان کے پنجے سے کر دی رُوحِ انسانی

شہیدانِ اُحد کی تُربتیں

یہ ریگ و سنگ کے تودے یہ قبریں پاکبازوں کی   انہی سے آج دُنیا بس رہی ہے سرفرازوں کی
پیامِ قسمتِ بیدار میں سوئے ہوئے غازی   انہی سے ہے نشانِ سرفروشی ہمانِ جانبازی
یہی تھے شمعِ دیں کے دلیں پُرسوز پروانے   صداقت کیش غازی بادۂ غیرت کے مستانے
اِنہی روشن چراغوں سے زمانے میں اُجالا ہے   خُدا کا اور محمد مصطفیٰ کا بول بالا ہے
اِنہی کے دم سے ہیں دُنیا میں صبحِ عید کے جلوے   مسلمانوں کی کثرت سے عیاں توحید کے جلوے

---

[1] شہداء بے غسل اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے۔ دو دو ملا کر ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اُس کو مقدم کیا جاتا۔ آٹھ برس کے بعد وفات مبارکہ سے ایک دو برس پیشتر جب آپ اُدھر سے گزرے تو آپ پر بے حد رقت طاری ہوئی۔ اور اس طرح پُر درد کلمات آپ نے فرمائے۔ جیسے کوئی زندوں سے مخاطب ہو۔ اُس کے بعد آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہ اے مسلمانو! تم سے یہ خوف نہیں۔ کہ پھر مشرک بن جاؤ گے۔ خطرہ ہے کہ کہیں دُنیا میں نہ پھنس جاؤ۔ (دیکھو صحیح بخاری)

اُحُد میں سو رہی ہے آج بیشک مُشتِ خاکِ اِن کی
مگر گرمِ عمل ہے جاگتی ہے جانِ پاک ان کی
صداقت ڈھونڈنے والے فداکاری کی راہوں میں
اسی منزل کو رکھتے ہیں تصوّر کی نگاہوں میں[1]
اِنہی کے جذبۂ ایثار سے لے کر توانائی
غلامانِ محمدؐ کر گئے دنیا میں آفاقی
اُحُد کی تربتیں ہیں حُرّیت کے سنگِ بنیادی
ہے جن پر استوار اسلام کا ایوانِ آزادی
وہ شعلہ جس سے اب تک عشق کی گرمی ہویدا ہے
اسی معنی میں پنہاں ہے، اسی صورت سے پیدا ہے

تکفین و تجہیز

اذانِ صبحگاہی[2] پر کھلا تھا بابِ مے خانہ
چلا تھا شام تک اہلِ وفا میں دورِ پیمانہ

---

[1] رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہیدانِ اُحُد کی قبروں کی زیارت فرمایا کرتے تھے۔ جب وہاں داخل ہوتے تو شعب کی طرف رُخ کرکے فرماتے:۔

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ پ ۱۳۔ الرعد۔ ع ۔ ۲۴ ۔

یعنی تم لوگوں پر سلام۔ تمہارے صبر و استقامت کے صلے میں کیا خوب ہے دارِ آخرت۔

آپ کی وفات کے بعد خلفائے راشدینؓ بھی اسی طرح ہر سال ان قبور کی زیارت کیا کرتے تھے۔

[2] آپ جمعہ کی نماز پڑھ کر مدینہ سے نکلے اور اُحُد کی وادی میں داخل ہوئے تھے۔ لیکن اس روز جنگ نہیں ہوئی تھی دوسرے روز علی الصبح نماز کے بعد صف آرائی ہوئی تھی۔ اور سارا دن ہنگامۂ جنگ برپا رہا تھا۔ شام کو مغرب سے پہلے کفار پلٹ چکے تھے۔

(تاریخ الخمیس)

نشہ تھا دیدنی اُن خوش نصیبوں کی سعادت کا — نگاہِ لطفِ ساقی جام تھا جن کی شہادت کا
گرے تھے بادۂ عرفاں سے جو سرشار ہو ہو کر — مقدر جاگ اٹھا تھا اُن کا فرشِ خاک پر سو کر
ہوا لبریز جامِ زندگی جن کامیابوں کا — تھا اُن پر فاتحہ خواں ایک جمگھٹ آفتابوں کا[لہ]
یہ گنجینے محبت کے، یہ اُلفت کے خزانے تھے — محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کے یگانے تھے

[لہ] اُحد کے معرکے میں ستر مسلمانوں نے جام شہادت پیا۔ آنحضرتؐ کے ارشاد پر لاشے فراہم کئے گئے۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے جسد مبارک کو ایک چادر میں لپیٹ کر رکھا گیا۔ اور آنحضرتؐ نے اس پر سات تکبیروں سے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر دوسرے شہداءؓ حضرتِ حمزہؓ کے برابر لا کر رکھے جاتے رہے۔ اور نماز جنازہ پڑھی جاتی رہی۔ اب آپ نے ان سب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ میں ان لوگوں کی شہادت کا شاہد ہوں۔ اور جانتا ہوں۔ جو کوئی خدا کی راہ میں زخم کھائے گا۔ خداوند جل اعلےٰ قیامت کے دن اُسے اس شان سے کھڑا کرے گا۔ کہ اس کے زخم سے خون جاری ہوگا جس کی رنگت تو خون کی ہوگی مگر خوشبو مشک کی آتی ہوگی۔ اسکے بعد دو دو تین تین لاشیں ایک ایک قبر میں دفن کی گئیں۔

(ابن ہشام)

آپ نے شہدائے اُحدؓ پر سلام بھیجا۔ اور اُن کے فضائل بیان فرمائے نیز فرمایا۔ کہ ان کو مُردہ نہ سمجھو یہ زندہ ہیں۔ اور خدا کی طرف سے اُن کے لئے رزق و دلیعت ہوتا ہے قیامت تک جو بھی ان پر سلام بھیجے گا یہ سنیں گے اور اس کا جواب دینگے۔ حضورؐ کے قول کی صداقت کا اندازہ کیجیے۔ چھیالیس برس کے بعد بزمانۂ امیر معاویہؓ سیلاب آیا۔ اور شہدائے اُحد کی قبور کھل گئیں۔ اور نعشوں کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔ تو یہ محیر العقول نظارہ دیکھا گیا۔ کہ سب کے اجسام تر و تازہ اور شگفتہ تھے۔ اور زخموں سے خون جاری تھا حضرت عبداللہ بن عمرو کو دیکھا۔ کہ ہاتھ سینے پر ہے ہاتھ ہٹایا گیا۔ تو سینے کے زخم سے خون فوارہ کی طرح اُبلا۔ ہاتھ چھوڑ دیا۔ تو وہ اسی زخم پر جا رہا۔ خون بند ہو گیا۔

(اخبار الایمان)

اُحُد سے سرورِ عالمؐ کی مراجعتِ مدینہ

دفینے خاک میں دفنا دیے جب اس جماعت نے
دعائے مغفرت کی صاحبِ روزِ شفاعت نے
قریشی کافروں سے ہو چکی تھی پاک یہ وادی
مسلمانوں کو یثرب کی طرف لے گیا ہادیؐ
لٹایا صحنِ مسجد میں اُحُد کے زخم داروں کو
خدا کے فضل کا مژدہ سنایا دل فگاروں کو[1]
فروکش ہو گئے مردانِ درد آگاہ مسجد میں
کہ خود موجود تھے سرکارِ عالی جاہ مسجد میں
دُرِ دنداں جبین و شانہ و رخسار زخمی تھے
صحابہؓ سے زیادہ احمدِ مختارؐ زخمی[2] تھے
مگر سرکار کو پروا نہ تھی اپنی جراحت کی
تمنا تھی فقط اصحاب کے آرام[3] و راحت کی
تنِ ہر مردِ غازی اک چمن تھا زخم داری کا
مگر ہر قلب میں تھا ولولہ تیمار[4] داری کا
کہاں سامانِ جراحی نمک تک اس جگہ کم تھا
تسلّی دینے والا ہاتھ ہی زخموں کا مرہم تھا

---

[1] آنحضرتؐ اُحُد سے پلٹ کر مسجد میں داخل ہوئے اور بہت سے زخمی حضرات بھی ساتھ ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں آگ جلائی گئی۔ اور زخمیوں کی مرہم پٹی ہونے لگی۔ (تاریخ العمران)

[2] آنحضرت بہت مجروح تھے۔ رخسارِ پُرانوار پر نشان دو حلقۂ زرہ کا تھا۔ قریب پھٹ گئے سر۔ اور رباعیہ یعنی دانت بعد دندانِ پیشین شکستہ تھے۔ اور لبِ مبارک شق تھے اور شانۂ راست اور رانیں چھلی ہوئی تھیں جن کا پوست شگافتہ تھا۔ (ابجدی)

[3] آپ بقدرِ راست چل کر مدینے پہنچے اور اصحابؓ کی جراحت پر بار بار توجّہ فرماتے رہے۔ (اخبار الایمان)

[4] مسجد میں نمازِ عشا پڑھی گئی۔ پھر اصحابؓ نے آگ جلائی اور ایک دوسرے کی تیمار داری میں مصروف ہوئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

marfat.com

شریکِ حالِ اُمّت، دردمندِ دردمنداں تھا
نگاہِ لطف و احساں دیکھ کر ہر زخم خنداں تھا

بہت سے غازیانِ زخم خوردہ، خون آلودہ[1]
رسول اللہ کے دامانِ رحمت میں تھے آسودہ

بہت جن کو اعزہ لے گئے اِذنِ نبیؐ پا کر[2]
نبیؐ کی زخم داری پر مشوّش تھے وہ گھر جا کر

اُحد کی افتاد پر مجاہدین کی ندامت

ملول حال تھا اُن کو نہ کچھ پروائے آئندہ
نبیؐ کو زخم خوردہ دیکھ کر آنکھیں تھیں شرمندہ

جو رنجوران عالم کو پناہیں دینے والا ہو
جو مجبوروں کو آزادی کی راہیں دینے والا ہو

مداوائے غمِ خلقِ خدا مقصود ہو جس کا
برائے دوست دشمن خُلق لامحدود ہو جس کا

جو ہر غم سے اُمّت کو سلامت لے کے آجائے
وہ اُمّت کی خطاکاری سے خود ہی زخم کھا جائے

وہ جانِ کائنات و شانِ آدم آج زخمی ہو
وہ محبوبِ خُدا، وہ صاحبِ معراج زخمی ہو

الٰہی کاش دل مال غنیمت پر نہ للچاتے
الٰہی کاش، ہم ارشاد والا کو سمجھ جاتے

---

[1] زخم خوردہ اصحاب میں متعدد مسجد ہی میں فروکش رہے کیونکہ آنحضرت بھی مسجد میں تھے۔ مسجد سے باہر [illegible] بستر بخیرہ وار تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] بنی اشہل اور دوسرے مجاہدین جو اُحد میں زخمی ہوئے تھے۔ آنحضرت نے اُن کے ورثا اور لواحقین کی درخواست پر اجازت گھر جانے اور علاج کرانے کی دے دی تھی۔ ([illegible])

اگر مردانِ تیر انداز اُتر آتے نہ ٹیلے سے   تو خالد حملہ کر سکتا نہ قوت[1] سے نہ حیلے سے
اگر عقل و حواس و ہوش پر پردے نہ پڑ جاتے   صدا شیطاں کی سُن کر پاؤں مٹی میں نہ گڑ جاتے[2]
نہ ہوتا یہ تو ایسا جنگ کا اسلوب کیوں ہوتا   بزیرِ آستیں یہ دیدۂ محجوب کیوں ہوتا
وہ شمعِ نور تنہا، اور آندھی فوجِ باطل کی   وہ نخلِ طور تنہا اور یورش موجِ باطل کی
وہ مظلوموں کا یارا آسرا دنیائے ہستی کا   اُسی پر زور سارے ظالموں کی چیرہ دستی کا
اگر ہوتا نہ وہ حامی، الٰہی آج کیا ہوتا   یہاں پر جُز غلامی جُز تباہی آج کیا ہوتا
غرض یہ غازیانِ زخم خوردہ دل میں نادم تھے   خدا نے عفو فرمایا کہ یہ ملت کے خادم تھے[3]
اُحد کے دن کی سختی سے زیادہ یہ ندامت تھی   کہ یہ افتاد ان کی رائے میں اپنی ہی شامت تھی

---

[1] تیر اندازوں کو حضورؐ نے ٹیلا چھوڑنے سے حتمی طور پر منع کیا تھا۔ مگر مالِ غنیمت کے لالچ میں انہوں نے اس حکم کی تاویل کی تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم۔

[3] وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ۔ پ۴۔ آل عمران۔ ع۱۶ ○   اور تحقیق معاف کر دیا گیا تم کو (قرآن)
فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ   یعنی پس معاف کر ان کو اور ان کے لئے استغفار کر۔
شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ پ۴۔ آل عمران۔ ع۱۷ ○   (اور امر میں ان سے مشورہ کر۔ (قرآن)

مدینے کی یہ رات اور مُنافقین

مدینے کی یہ شب کیا تھی، دو رنگی کا نظارا تھا
گلی کوچے میں حالِ دوست و دشمن آشکارا تھا

اُحُد سے آنے والے سب مجاہد زخم خوردہ تھے
قلوبِ اہلِ ایماں اس نظارے سے فسردہ تھے

کوئی بھی غازیوں میں آج زخموں سے نہ تھا خالی
مگر ان سب کے چہروں سے تھا اظہارِ خوش اقبالی

جو اہلِ صدق تھے محوِ علاجِ دردمنداں تھے
مسلماں غمزدہ، لیکن منافق شاد و خنداں تھے

بظاہر یہ منافق تعزیت کرنے کو آتے تھے
مگر طعن و تمسخر سے ہنسی ٹھٹھا اُڑاتے تھے

بوقتِ جنگ یہ بُزدل شکارِ بدحواسی تھے
گھروں کو لوٹ آئے تھے مدینے ہی کے باسی تھے

اُدھر مجروح تھے مضروب تھے اہلِ وفا بندے
اِدھر مسرور تھے مغرور تھے یہ پُر دغا بندے

مجاہد گھر سے نکلے تھے کہ اپنی جان پر کھیلیں
زمانے پر جو آفت تھی وہ اپنی ذات پر لے لیں

اِدھر یہ تھڑدلے گھر میں ہنسی ان کی اُڑاتے تھے
زبانوں سے دلوں کے باغ پر بجلی گراتے تھے

۱؎ اُحُد کی صف بندی سے پہلے ہی مدینے کے منافق عبداللہ بن اُبی اور اس کے تین سو ساتھی گھروں کو یہ کہتے ہوئے پلٹ گئے تھے کہ یہ جنگ نہیں ہے صریح ہلاکت ہے۔

(دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم)

وہ دُنیا بھر کے امنِ عام پر قربان ہوتے تھے ۔ یہ کشتِ زندگانی میں بدی کے بیج بوتے تھے
مُسلماں تھے علمبردار آزادی و رافت کے ۔ منافق تھے شریکِ کار فتنے اور آفت کے
سُنا کر من گھڑت خبریں اُڑا کر جھوٹ افواہیں ۔ سُجھاتے پھر رہے تھے یہ فساد و غدر کی راہیں
یتیموں اور بیواؤں کی یوں کرتے تھے ہمدردی ۔ کہ جس سے سننے والوں میں ہو پیدا جُبن و نامردی
یہ مقتولوں پہ روتے اور مجروحوں پہ ہنستے تھے ۔ اِدھر پند و نصیحت تھی، اُدھر آوازے کستے تھے

منافقین کی طرزِ گفتگو

ابی پہلے سے ہم نے کہہ دیا تھا گھر سے مت نکلو ۔ کھُلے میداں میں بہرِ جنگ کرّ و فر سے مت نکلو
ہماری رائے صائب تھی کسی نے بھی نہیں مانی ۔ گھروں سے موت لے نکلی تمہیں یا جوشِ نادانی[2]

---

[1] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا ۔ اے اہلِ ایمان تم ان کفر کرنے والوں کی مثال نہ بننا جنہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ کہ اگر تم ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے نہ قتل ہوتے۔ پ۴ آل عمران۔ ع۱۶ ۝۱۵۶

[2] ابن ابی کہتا تھا کہ اُحد کی طرف تمہارا خروج میری رائے کے موافق نہ تھا۔ محمدؐ نے میری رائے کے خلاف کیا اور چھوکروں کا کہنا مانا۔ واللہ میں اس فساد کو دیکھ رہا تھا۔ (طبقات)

ہماری بات کو سُنتے ہماری راہ پر چلتے[1] تو ننھے ننھے بچے یُوں کفِ افسوس کیوں ملتے
ہماری ہی طرح تم بھی پلٹ آتے تو کیوں مرتے کماتے، مال و زر سے جھولیاں بھرتے مزے کرتے
ہماری ہی طرح اپنے گھروں میں تم بھی آ جاتے تو ماتم کے یہ بادل کیوں ہمارے شہر پر چھاتے
قریش آئے تھے دیواروں سے ٹکراتے چلے جاتے قریشی بھائیوں کو ساتھ لے جاتے چلے جاتے[2]
وہ آئے تھے کہ اپنے بھائی بندوں سے تھی کِد اُن کو نہیں تھی اہلِ یثرب سے کوئی وجہِ حسد اُن کو
تمہیں نے خود بخود اُن سے عداوت کی بنا ڈالی ہماری اُن سے راہ و رسم بھی تم نے مٹا ڈالی

مُنافقین کا مہاجرین پر طعن

یہ سب مہمان جو مکّے سے ہجرت کر کے آئے ہیں مصیبت ہیں کہ اک بھاری مصیبت ساتھ لائے ہیں

---

[1] منافقوں نے اصحاب نبیؐ کو آئندہ باز رکھنے کے لئے ورغلانا شروع کیا۔ وہ ان کو ترکِ رفاقت کا مشورہ دیتے تھے اور کہتے تھے جو لوگ تم میں سے مارے گئے۔ اگر وہ ہمارے ساتھ پلٹ آتے تو کیوں مارے جاتے [illegible] قرآن میں ان ہی کیلئے آیا اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِہِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا یعنی جن لوگوں نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ حالانکہ خود بیٹھ رہے تھے۔ کہ اگر وہ ہماری اطاعت کرتے۔ تو قتل نہ ہوتے۔ قرآن نے اس کا جواب دیا کہ اگر تم قول کے سچے ہو۔ تو اپنی جانوں سے موت کو ٹال دو۔

[2] ابن اُبَی اور اس کے ساتھ والے یہ کہتے تھے۔ کہ قریش کو ہم سے کوئی کد نہیں۔ اِلّا یہ کہ ہم نے اُن کے بھائی بندوں کو پناہ دی۔ (ابن اثیر)

یہ اپنی قوم کے مجرم تھے ہم نے دی پناہ ان کو مسلط کر لیا اپنے سروں پر خواہ مخواہ ان کو
یہ سچ ہے فرض تھا حق میزبانی کا ادا کرنا مناسب تھا تواضع ہی پہ لیکن اکتفا کرنا
یہاں پر چند دن آرام فرماتے چلے جاتے ہمیں اسلام کے ارکان سکھلاتے چلے جاتے [1]
مگر تم نے تو پیدا کر لیا رشتہ اخوت [2] کا کیا یکسر غلط اندازہ اپنے زور و قوت کا
مزے میں ہیں وہ سب گھر بار پایا مال و زر پایا مگر ہم پر تباہی آگئی ہے، ہم نے پھر پایا

---

[1] منافقین اور یہود کا قول تھا۔ کہ مکہ سے پہلے محض دین سکھانے کے لئے لوگ آئے۔ پھر پیغمبرؐ یہاں آگیا۔ اور ان کے پیچھے یہ جنگ کا وبال ہم پر آپڑا۔ (تاریخ العمران)

[2] مکہ سے جو مہاجرین مدینہ میں آئے تھے ان میں بہت سے دولتمند اور خوشحال لوگ تھے۔ لیکن ہجرت کرتے وقت کافروں سے چھپ کر نکلے تھے۔ اس لئے قطعاً بے سروسامان تھے۔ مکہ سے کچھ بھی ساتھ نہ لا سکے تھے۔ مدینے کے انصار کے گھرانے ان کی مہمانداری تو کرتے تھے۔ لیکن مہاجرین غیرت مند تھے۔ کب تک مہمان رہتے۔ وہ نذر و خیرات پر بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ دست و بازو سے کام کرنے کے عادی تھے اب ان کے پاس پیسہ نہیں تھا۔ کہ جس سے کوئی کام کاج کر سکیں اس لئے رسول اللہ نے انصار اور مہاجرین میں اخوت کا رشتہ قائم کر دیا۔ اور یہ قرآن کی اس آیت کی تعمیل تھی۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ پ۱۰ - الانفال - ع۱۰ ○

جو لوگ ایمان لائے۔ اور ہجرت کی اور راہِ خدا میں جان و مال سے جہاد کیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی اور انکی امداد کی۔ یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں۔

رسول اللہ مہاجرین اور انصار کے دو آدمیوں کو طلب فرماتے اور ارشاد کرتے۔ کہ تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ اس طرح بہت سے لوگوں میں ایسی اخوت قائم ہو گئی جیسے حقیقی بھائی ہوں۔ انصار نے اس رشتہ کا ایسا پاس و لحاظ کیا کہ اپنی آدھی املاک مہاجرین بھائیوں میں تقسیم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ کوئی انصاری فوت ہوتا تو اس کا ورثہ اس کے مہاجر بھائی کو ملتا تھا۔

(ابن ہشام)

منافقین یہود کے رفیق تھے

یہ اچھا فائدہ ہم کو ہوا اس رابطہ باہم سے	یہودی قوم نے قطع تعلق کر لیا ہم سے[1]
یہودی قوم سے رشتہ مراسم کا تھا دیرینہ	اگرچہ کینہ ور ہیں وہ۔ مگر پوشیدہ تھا کینہ
علی الاعلان اب وہ بر سرِ پرخاش پھرتے ہیں	ہماری ابتلا میں دیکھ کر بشاش پھرتے ہیں
یہود اربابِ زر بھی ہیں، لڑاکے بھی نڈر بھی ہیں	مہاجن ہیں عرب بھر کے لہٰذا با اثر بھی ہیں
یہاں سے کر کے ہجرت جا بسے ہیں ارضِ خیبر میں	نہ سمجھو یہ کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں چین سے گھر میں[2]
کوئی دن میں وہ اک طوفان بن کر چھانے والے ہیں	ہمارے شہر پر بھاری مصیبت لانے والے ہیں[3]

منافقین کا طرزِ استدلال

ادھر اک سلسلہ قومِ قریشی سے عداوت کا	نتیجہ ہے ہماری بے محل شانِ سخاوت کا

---

[1] ابن اُبی اور یہود سے بھائی چارہ تھا۔ اور معاہدہ تھا جب یہود نے بار بار مسلمانوں سے عہد شکنی کی۔ تو آنحضرتؐ نے یہود کے بعض قبائل کو مدینے سے نکال دیا تھا۔ منافق ہر وقت ان سے سازش میں مصروف رہتے تھے۔ (طبقات)

[2] بنی قینقاع اور بنی نضیر جب مدینے سے نکلے تو خیبر میں جا کر آباد ہو گئے اور وہاں سے انھوں نے وسیع پیمانے پر اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ (تاریخ العمران)

[3] جنگ احزاب کی طرف اشارہ ہے جو یہود کی سازش سے برپا ہوئی۔ (مصنف)

کچھ ان کے اقربا کی تم نے یوں مہمانداری کی   انہیں گھر بار بخشے، ان سے دولت بھی بٹواری کی
کھلی دعوت ہے یعنی اچھا خاصا اک بلاوا ہے   نتیجہ دیکھ لو اب تم پہ مہمانوں کا دھاوا ہے
پیمبر ہادیٔ برحق ہے صادق بھی امیں بھی ہے   ہمیں ہے اعتراف اس کا ہمیں اس کا یقیں بھی ہے
مگر سارے عرب کی دشمنی بھی تو بڑی شے ہے   نتیجہ دیکھ لو سارا عرب یثرب کے درپے ہے[2]
پیمبر پر اثر ہے اور نہ قرشی میہمانوں پر   یہ سارا بوجھ ہے اب اوس و خزرج ہی کے شانوں پر
نتیجہ جز تباہی، بجز غم و آلام کیا ہوگا   یہ آغازِ اخوت[1] ہے، تو پھر انجام کیا ہوگا
خدا جانے اُحد میں کون جیتا کون ہارا ہے   بظاہر تو ہماری ہی مصیبت آشکارا ہے
ہماری بیوقوفی پر ہر اہلِ ہوش خنداں ہے   کہ ہم پر مدعی سست و گواہ چست آج چسپاں ہے
یہ اچھی جنگ ہے صاحب کہ ہم جانیں گنوا بیٹھے   ہمارے میہماں زندہ سلامت گھر میں آ بیٹھے
ہمارے میہمانوں میں فقط دو تین کام آئے   بہادر اوس و خزرج ہی کے اکثر زیرِ دام آئے

---

[1] انصار و مہاجرین کی اخوت کی طرف اشارہ ہے۔ انصار نے مہاجرین کو اپنی جائدادوں تک میں شریک کر لیا تھا۔ اور بعض یہاں تک آمادہ ہو گئے تھے۔ کہ اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے دیں۔ تاکہ اس کا دینی بھائی شادی کر لے۔

(مصنف)

[2] اس جرم میں کہ مدینہ کے انصار نے مسلمانوں کو پناہ دی تھی۔ قریشِ مکہ نے مدینہ کی بربادی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور اپنے تمام متحدہ قبائل میں مخالفت کی آگ بھڑکا دی تھی۔ (سیرت النبیؐ)

جو بچ کر آگئے ہیں، زخم خوردہ لنگڑے لولے ہیں
مگر خوش ہیں بڑا انعام پایا جس پہ پھولے ہیں
ہماری بات کو سمجھو ہماری راہ پر آؤ
ذرا سوچو، ذرا گنتی کرو، ہم کو بھی سمجھاؤ
اُحد میں لڑنے مرنے والے یار اغیار کتنے تھے
شہیدوں میں مہاجر کتنے تھے انصار کتنے تھے
تمہارا بچ نکلنا بھی بڑی بھاری غنیمت ہے
سبق حاصل کرو تو فتح سے بڑھ کر ہزیمت ہے
خُدا اور مصطفےٰ کو ہم بھی ہیں سب ماننے والے
رموزِ دین و دنیا تُم سے بہتر جاننے والے
ہمیں معلوم ہے جو حقِ توحید و رسالت ہے
مگر حق پر بھی ناحق جان دے دینا جہالت ہے

انصار کا ایمان

منافق ہر گلی کوچے میں یہ باتیں بناتے تھے
شہیدانِ اُحد کے بیوی بچوں کو ستاتے تھے
مگر ایمانِ محکم اور محکم ہوتا جاتا تھا
یہ زہرِ اخلاص کے زخموں کا مرہم ہوتا جاتا تھا

---

[1] قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ پ۲۱۔ الاحزاب۔ ع ۳ ۝

بولے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا نے اور اس کے رسُول نے کیا تھا۔ اور خدا اُس کے رسُول دونوں سچے تھے۔ اور اس بات نے اُن کے یقین اور اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔

نفاق و صدق میں تفریق پیدا ہوتی جاتی تھی   دلوں کی بات آنکھوں پر ہویدا ہوتی جاتی تھی
نگاہوں سے حقیقت پوش پردے ہٹتے جاتے تھے   رخِ خورشید سے تاریک بادل چھٹتے جاتے تھے
رسالت کی زباں لَا تَقْنَطُوا فرماتی جاتی تھی   قیامِ دورِ اسلامی کی ساعت آتی جاتی تھی
اندھیرا مٹتا جاتا تھا، اُجالا ہوتا جاتا تھا   محمد مصطفےٰؐ کا بول بالا ہوتا جاتا تھا
دلوں کو فکرِ تکمیلِ عزائم ہوتی جاتی تھی   بنائے شوکتِ اسلام قائم ہوتی جاتی تھی
دِلوں میں نورِ قرآنی سرایت کرتا جاتا تھا   مساوات و اخوّت کی ہدایت کرتا جاتا تھا
اِدھر اسلام اپنے معجزے دکھلاتا جاتا تھا   اُدھر شیطان اپنے ساتھیوں کو لاتا جاتا تھا
منافق زہر کی پچکاریاں لیکر نگاہوں میں   پڑے پھرتے تھے گھر گھر میں گلی کوچوں میں راہوں میں
مگر ایمان والے تھے سپاس و شکر کے عادی   نہ گریاں تھے نہ نالاں تھے نہ شاکی تھے نہ فریادی
یہ زخمی شیر زنجیرِ اخوت کے تھے زنجیری   بہم اک دوسرے کی کر رہے تھے سب خبر گیری
شکستہ ہڈیاں جڑتی تھیں گہرے گھاؤ سلتے تھے   فروغِ پنبہ مرہم سے تن پر پھول کھلتے تھے

پڑے تھے بادۂ جرأت کے لذت یاب مسجد میں
کھلا تھا عرشیوں کے میکدے کا باب مسجد میں[1]

---

[1] مسجد نبوی میں بہت سے مجروحین اُحد پڑے تھے جن کی تیمارداری پر آنحضرتؐ بار بار توجہ فرماتے تھے۔ اگرچہ خود مجروح تھے [illegible]

بابِ دُوُم

شامِ اُحد کی صبح

مجاہدینِ اُحد پھر راہِ جہاد پر

غمِ شب لُٹ چکا تھا جوشِ محفل تھا ابھی باقی
کہ اعلیٰ ظرف تھا پیمانۂ توحید کا ساقی
ہدایت یاب حاضر تھے حضورِ حضرتِ ہادیؐ
مؤذن کی اذاں نے اب یہ محفل ختم کر دی
رسالت نے نقیبانِ اُحد کو یاد فرمایا
وہ حاضر ہو گئے تو اس طرح ارشاد فرمایا

۱؎ حضور علیہ السلام نے نمازِ صبح سے فارغ ہو کر بلالؓ کو حکم دیا کہ منادی کرے کہ رسولِ خدا لوگوں کو طلبِ اعداء کا حکم دیتے ہیں اور ارشاد ہوا کہ ہمارے ساتھ صرف وہی [illegible] جو کل [illegible] میں [illegible] کا حکم کسی کو نہیں [illegible] (طبقات ابن سعد)

مجاہد جو اُحد کے معرکے میں آج تھے شامل
انہیں ہونا ہے پھر جہد جہاد و جنگ میں شامل[1]
وہ مسجد میں ہوں یا اپنے گھروں میں یا کہیں بھی ہوں
شکستہ پا ہوں یا مضروب و مجروح و حزیں بھی ہوں
پہن کر اسلحہ تیار ہو کر بہرِ جانبازی
صفیں قائم کریں بعدِ نماز اللہ کے غازی
اُحد کی جنگ میں جو لوگ شامل تھے وہی آئیں
جنہیں توفیق ہو زادِ سفر بھی ساتھ میں لائیں
نمازِ صبح پڑھتے ہی مدینے سے نکلنا ہے
تعاقب میں قریشی فوج کے ہم سب کو چلنا ہے

مجروح صحابہ کی جرأت و ہمت

منادی ہو گئی سب نے سُنی سب نے خبر پائی
ہوئی گرمِ عمل پھر ناتوانوں کی توانائی
تھکے ماندوں نے راحت بھی نہ پائی تھی کوئی دم کی
ابھی زخموں نے لذت بھی نہیں چکھی تھی مرہم کی
ابھی ملبوس خون آلودہ بھی اُترے نہ تھے تن سے
ابھی اپنا لہو لپٹا ہوا تھا اپنے دامن سے
پیمبر کا یہ حکم آیا جونہی گوشِ سماعت میں
اُٹھا لبیک کہہ کر ہر کوئی جوشِ اطاعت میں
اُٹھے ہتھیار اُٹھاتے اور کمریں باندھتے نکلے
بہ ذوق و شوق سمعنا طاعۃ کہتے ہوئے نکلے[2]

---

[1] حکم ہوا تھا کہ صرف وہی لوگ نکلیں جو کل یعنی روزِ اُحد جہاد و قتال میں حاضر تھے۔ ان کے سوا کوئی نہ نکلے (طبقات ابن سعد)

[2] جس نے سُنا حضور نے دشمنوں کے تعاقب میں اٹھنے اور حاضر ہونے کا حکم دیا ہے وہ جس حالت میں بھی تھا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کہتا ہوا اٹھا یعنی ہم نے سُنا اور ہم نے اطاعت کی اللہ اور رسول کی حالانکہ سب زخم خوردہ اور سخت مضروب تھے۔ (طبقات)

جراحت بار تھے، رنجور تھے، زخمی تھے، خستہ تھے — نمازِ صبح میں لیکن یہ بندے دست بستہ تھے
لہو سے سرخرو تھے آب سے اب باوضو ہو کر — کھڑے تھے پیشِ حق مجروح بندے قبلہ رُو ہو کر
کھڑے بھی ہو نہ سکتے تھے یہ عالم تھا نقاہت کا — مگر پیشِ خدا ساجد تھا جذبہ اُن کی چاہت کا
عیاں تھا نورِ حُسنِ بندگی بھی صدقِ نیت بھی — وفاداری میں مدغم تھی مصیبت بھی اذیت بھی
یہی ایمان تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے — کہ جو معذور تھے وہ بندگی میں سب سے آگے تھے

پیغمبر علیہ السّلام دشمنوں کے تعاقب میں

تھے ان سب سے زیادہ رحمۃ اللعالمیںؐ زخمی — دُرِ دنداں شکستہ تھے جبینِ مہ جبیں زخمی
نشاں تھے خود کی کڑیوں کے رخسارِ مبارک پر — اثر تھا دردِ دنداں کا بھی گفتارِ مبارک پر
اِسی حالت میں اُمت کی امامت اُس نے فرمائی — ادائے فرض میں یہ استقامت اُس نے دکھلائی
وہی اک سجدہ بیشک وہی انسانِ کامل تھا — کہ فرضِ بندگی میں دوسروں سے بڑھ کے شامل تھا
عبودیت میں تھی مصروف اک مضروب پیشانی — وہ پیشانی دیا اُمت کو جس نے تاجِ سلطانی
چمکتی تھی دمکتی تھی شعاعِ طور سجدے میں — کہ بے پروائے ضرب و زخم تھا وہ نور سجدے میں
اُسے مقصود کرّ و فر نہ رعبِ حاکمانہ تھا — کہ جوشِ بندگی ہی شیوۂ پیغمبرانہ تھا

اُسی کو تھا بشر کی چارہ فرمائی کا اندازہ دماغوں اور دلوں کا باندھتا تھا اس کو شیرازہ

کیا بعدِ نماز اس نے لباسِ جنگ بھی در بر زرہ آہن کی پہنی اور رکھا خود بھی سر پر[1]

وجودِ پاک گویا اک چمن تھا زخم کاری کا مگر اللہ اکبر حوصلہ محبوبِ[2] باری کا

اِدھر محرابِ مسجد میں امامت اس کا حصّہ تھی اُدھر میداں میں فوجوں کی قیادت اس کا حصّہ تھی

اُمڈ آئی تھی مخلوقِ مدینہ دید کی خاطر فرشتے آسمانوں سے چلے تقلید کی خاطر

بڑھا جب وہ درِ مسجد سے اسوارِ فرس ہو کر معیّت میں اٹھی تکبیر آوازِ جرس ہو کر

اُحد کا زخم خوردہ ہر مجاہد ہم رکاب اس کا سپہ سالارِ حق تھا وہ، عَلَم تھا آفتاب اس کا

لشکرِ کفّار کی حالت

ہَوس، کینہ، تذبذب

یہاں مظلوم انسانوں کا یہ عزمِ فداکاری وہاں تھی ظالموں پر اک تذبذب کی ردا طاری[3]

---

[1] حضرت پیغمبر علیہ السلام اس حال میں برآمد ہوئے۔ کہ مجروح تھے آپ نے نماز تحیۃ المسجد پڑھی۔ لوگ گرد و پیش جمع تھے۔ اس وقت زرہ اور خود پہنے ہوئے سوائے آنکھوں کے سارا جسم اطہر ڈھکا ہوا تھا۔ آنکھوں میں شفقت اور جلال دونوں گویا ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ (تاریخ العرب)

[2] آپ زخمی تھے مگر بقصد راست چل رہے تھے۔ دونوں سعد (سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ) دونوں جانب ساتھ ساتھ جا رہے تھے (تاریخ اسلام)

[3] ابو سفیان اور لشکر قریش اُحد سے چل کر روحاء میں آ ٹھہرے تھے۔ اور اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کر سکے تھے۔ کہ واپس مکے پلٹ جائیں۔ یا بار دگر مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ (تاریخ ارض مقدس)

پھرے میداں سے بے نیلِ مرام اعدائے آزادی
رہا پھر طائرِ مقصد سے خالی دامِ صیادی
ہٹی یوں فوجِ باطل دینِ حق کے پاسبانوں سے
پلٹ جاتی ہے جیسے موج ٹکرا کر چٹانوں سے
یہ لشکر اپنے ہی ظُلم و تعدی سے تھکا ہارا
اُحُد سے چل کے رُوحا میں ہوا شب کو خیام آرا
ندامت تھی درندوں کو بھی انسانی حماقت پر
کہ نازاں تھے یہ انساں وحشیانہ زور و طاقت پر
قبائل مختلف تھے یک زباں تھی انکی بربادی
خلاف اک دوسرے کے سب تھے شاکی اور فریادی
کئے تقسیم سر لشکر نے مشکیزے شرابوں کے
مگر دل تشنۂ خوں تھا ابھی خانہ خرابوں کے
غرور و ناز و شیخی بدزبانی اور نادانی
اِنہی اطوار کو سمجھے ہوئے تھے فخرِ انسانی
گذاری رات قرشی فوج نے پینے پلانے میں
بہم طعنہ زنی کرنے میں صلواتیں سنانے میں

لشکریوں کا ایک دُوسرے کو الزام

سحر کو جب نشے اترے تو بیٹھے مشورہ کرنے
کہا اُلّو بنایا ہم کو سردارانِ لشکر نے
ہم اتنی دُور سے آکر لڑے یہ جنگ آزمائی کی
نتیجہ کچھ نہ نکلا مفت اپنی جگ ہنسائی کی

---

[1] روحاء میں قریشی فوجیوں کو شراب تقسیم کی گئی تھی۔ کیونکہ بہت ہی خستہ اور تھکے ماندے تھے۔ اور بے مقصد لڑائی سے بے دل تھے۔ (تاریخ الحرمین)

غضب میں تھے ٹپکتا تھا لہو ان کی زبانوں سے وہ بندے کر رہے تھے شکوہ اپنے گلہ بانوں سے
ہمیں کیا کیا امیدیں آپ لوگوں نے دلائی تھیں یہ فوجیں کیسی کیسی آرزوئیں لے کے آئی تھیں
نہ یثرب پر ہوئے قابض نہ ہم نے مال و زر لوٹا پہاڑ اپنی جگہ قائم رہے اپنا ہی سر لوٹا[1]
محمد بھی سلامت ان کے ساتھی بھی رہے زندہ ہمیں غرقِ ندامت ہیں ہمیں ہیں آج شرمندہ

ابوسفیان اور دوسرے قائدین کی مشورت

یہ باتیں قوم کی سن کر یہ سارا مدعا پا کر ابوسفیاں کے پاس آئے قریشی فوج کے افسر
کہا یہ کیا کیا تم نے کہ یوں واپس پلٹ آئے مدینہ سامنے تھا الٹے پیچھے ہی کو ہٹ آئے
ہماری فوج کا ہر فرد ہے دل ہی میں کھسیانا کہ بے مقصد ہوا یہ چل کے آنا اور پلٹ جانا[2]
بہت محوِ ندامت ہیں بہت آتا ہے طیش ان کو کھٹکتے ہیں دلوں میں سربراہانِ قریش ان کو[3]

---

[1] وہ سب اپنے قائدین سے کہتے تھے۔ کہ تم لوگوں نے محمدؐ کو قتل نہ کیا۔ اور مدینہ کی زنانِ نوخاستہ سے ہم آغوش نہ ہوئے۔ پس تم نے گویا کچھ بھی نہیں کیا۔ (واقدی)

[2] قریش پشیمان تھے۔ رَوحاء میں پہنچکر بعض ابوسفیان کے پاس آئے۔ کہا غلبہ تو حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن تم نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ چلو واپس تاکہ مدینہ کو لوٹیں اور محمدؐ کو قتل کریں۔ (ابن سعد)

[3] اہل قبائل اپنے سربراہوں سے خفا تھے۔ اُن پر چھینٹے اور الزام دیتے تھے۔ کہ تم نے ہمیں بہت سی اُمیدیں دلائی تھیں۔ اب واپس کیوں پلٹا دیا؟ (طبری)

marfat.com

ابوسفیاں ذرا سا حوصلہ بھی تم اگر دیتے
مسلماں سب کے سب تیغوں سے ہم ان کو قیمہ کر دیتے
ہمیں لازم تھا قتلِ عام کرتے شہر میں جا کر
گھروں میں ان کے جا گھستے فصیلِ شہر کو ڈھا کر
مویشی بھی ہنکاتے، ساز و ساماں بھی اٹھا لاتے
ہم ان کی عورتوں کو لونڈیاں اپنی بنا لاتے
ہماری فوج بھی، ہم سب بھی ان باتوں کے طالب تھے
لڑائی کے اخیری مرحلے پر ہم ہی غالب تھے
نہ قیدی اپنے ہاتھ آئے نہ دولت اپنے ہاتھ آئی
کرے کیسے گوارہ فوج خالی ہاتھ پسپائی
یہ غلبہ بے نتیجہ ہے، ادھورا ہے یہ کام اپنا
لہو کے بہہ گئے دریا مگر خالی ہے جام اپنا
چلو چل کر براہِ راست حملہ شہر پر کر دیں
زر و گوہر سے اپنے اشتروں کی خرجیاں بھر دیں

ابوسفیان کا تامل و تذبذب

بِنا ہو جس تمدن کی لباسوں کی ستائش پر
جہاں مضمون قرباں ہو لفافوں کی نمائش پر
جلو میں جن کے چلتی ہو غلامانہ سرشت اُن کی
ہوئی ہو ساتھ ہی جن کے ترا خوئے زشت اُن کی
جہاں نقل و حقیقت میں رہے ضدین کی صورت
جہاں شخصی حکومت میں ہو نصب العین کی عادت
عبارت زیست ہو جن کی لباسوں اور غذاؤں سے
پلا پھولا ہو جن کا نفس عیشے کی ہواؤں سے
وہاں پر اعترافِ صدق کا اظہار بے معنی
وہاں گفتار بیہودہ وہاں رفتار بے معنی

ابوسفیاں یہ باتیں سن کے ہاں ہاں کرتا جاتا تھا
شجاعت باپ دادا کی نمایاں کرتا جاتا تھا
مگر مرعوب تھا ایمان والوں کے تہوّر سے
لرز جاتا تھا دِل میں اُن کی صورت کے تصوّر سے
نگاہوں میں تھی اصحابِ محمدؐ کی فداکاری
نہ بھولی تھی ابھی تک حنظلہؓ کی ضربتِ کاری[1]
مگر جرأت نہ پائی اس گھڑی تردید کی اُس نے
کہا جو کچھ کسی نے سربسر تائید کی اُس نے[2]

ابوسفیان کی تقریر

ابوسفیان بولا، اے متاعِ نازِ جانبازو
جوانو، پہلوانو، تیغ بازو، تیر اندازو
اگر سب کی یہ مرضی ہے تو مَیں بھی منہ نہ موڑونگا
ادھورا ہے اگر یہ کام پورا کر کے چھوڑوں گا
مگر ہم لے چکے ہیں پورا پورا انتقام اپنا
کرے گا اب عرب کا ذرّہ ذرّہ احترام اپنا[3]
جہاں میں بندھ گئی اپنے خداوندوں کی دھاک آخر
ہوئے تنہا خدا کے ماننے والے ہلاک آخر
خداوند ہبل کی آج ہم نے آبرو رکھ لی
کہ اس کے دشمنوں نے خوب لذّت موت کی چکھ لی

---

[1] دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم۔

[2] ابوسفیان سے کوئی بات بن نہ پڑتی تھی۔ مدینے پہ عود کرنے کے خیال سے لوگوں کی توجہ ہٹانا چاہتا تھا مگر ڈرتا تھا۔ کہ لوگ کہیں اسی پر نہ پلٹ پڑیں۔ (احوال الاعراب)

[3] ابوسفیان کہتا تھا۔ ہم نے بدر کا پورا پورا انتقام لے لیا ہے۔ اور عرب میں قریش کا وقار از سرِ نو قائم کر دیا ہے (احوال الاعراب)

یہ ستر آدمی جن کو ہماری فوج نے مارا
تھا ان میں سے ہر اک اپنے نبیؐ کی آنکھ کا تارا[1]

ابوسفیان کی شیخیاں

یہ سب تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے
ہمارے سب خداؤں کو بُرا گردانے والے
وہ مصعب جو محمدؐ کا امینِ کار بنتا تھا
بڑا جھنڈا اُٹھاتا تھا علم بردار بنتا تھا

---

[1] جنگ اُحد میں خاص الخاص شہداء میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ جو مدینہ میں بطور معلم الاسلام تھے اور جن کی کوشش سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت حمزہؓ حضور سرورِ کائنات کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ آپ اسد اللہ و رسولہ کے خطاب سے مخاطب کیے جاتے تھے۔ انس بن نضر انصاریؓ تھے۔ یہ وہ بہادر ہیں جنہوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ ہتھیار چھوڑ کر مبہوت کھڑے ہیں پوچھا کیا ماجرا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت انس نے کہا۔ اے عمرؓ مُوتُوا علیٰ مَامَاتَ عَلَیْہِ رَسُولُ اللّٰہ یعنی آؤ جہاں رسول نے جان دے دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی لگا دیں۔ اب زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ کہکر آگے بڑھے اور شہید ہوئے۔ ان کی لاش پر ۸۰ زخم کاری تھے۔ سعد بن ربیع بھی اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ خاتمہ جنگ کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش کے لئے آدمی بھیجے ایک نے دیکھا زخم کھائے ہوئے ہیں اور سانس توڑ رہے ہیں۔ حال دریافت کیا گیا سعد نے کہا اب مجھے زندہ نہ سمجھو لیکن براہ مہربانی رسول اللہ کی خدمت میں میرا سلام پہنچا کر عرض کر دینا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا کرے گا جو کسی نبی کو کسی امت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو اور قوم کو میری طرف سے کہہ دینا کہ جب تک جھپکنے والی ایک آنکھ بھی تمہارے اندر باقی ہے۔ اس وقت تک اگر دشمن نبیؐ تک پہنچ گیا تو خدا کے حضور میں کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔ ان ہی شہداء میں عمارہ بن زیاد بھی تھے جنہوں نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسارے نبی صلعم کے قدموں سے لگائے ہوئے تھے حنظلہ بن ابو عامر بھی تھے جن کی شادی اُحد کی صبح سے پہلی شب ہوئی تھی۔ اور وہ بستر عروسی پر سے سیدھے میدان جنگ میں پہنچے تھے۔ (طبری)

وہ بانکا حنظلہؓ وہ نوجواں دولھا وہ دیوانہ
مجھی پر حملہ کرنے آیا تھا بڑھ کر دلیرانہ[1]

نہ مانا دھمکیاں دیتا رہا میں بار بار اس کو
عروسِ مرگ سے ہونا تھا لیکن ہم کنار اس کو

وہ یثرب کے رئوسا جو بہت تن تن کے نکلے تھے
محمدؐ کے مددگار و مصاحب بن کے نکلے تھے

اُحُد کی سرزمیں پر اب نرالا کھیت ہے اُن کا
جراحت اوڑھنا ہے اور بچھونا ریت ہے، اُن کا

وہ حمزہؓ جس کو ایسا ناز تھا اپنی شجاعت پر
کہ تنہا حملہ کرنے دوڑتا تھا ہر جماعت پر

بریدہ گوش و بینی سے عجب تھا آج حال اُس کا[2]
محمدؐ کو نہ بھولے گا قیامت تک مآل اُس کا

جری[3] سب سے زیادہ حمزہؓ تھا اولادِ ہاشم میں
زمین و آسماں رویا کریں گے اس کے ماتم میں

نہ مُنہ پر گوش و بینی ہے نہ تن میں ہیں جگر گردے
وہ صورت ہے کہ صورت دیکھ کر مُنہ پھیر لیں مُردے

---

[1] دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم)

[2] اشارہ ہے۔ اس سلوک کی طرف جو ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے سیدالشہداء حضرت امیر حمزہؓ کے جسد مبارک کے ساتھ کیا تھا۔

[3] حضرت حمزہؓ اپنے زمانے میں ایسے شجیع اور بہادر تھے۔ کہ بعض لوگوں نے آپ کی بہادری کے ایسے ایسے محیر العقول افسانے بنائے جن کے سبب آپ کی حیاتِ مبارکہ عوام الناس میں ایک افسانہ بن گئی ہے۔ داستانِ امیر حمزہؓ کے نام سے ہزارہا صفحات کے رنگا رنگ مسلسل افسانے فارسی اور اُردو میں لکھے گئے۔ اور داستان گوؤں نے ان کو اپنے اپنے ماحول کی مناسبت سے مقامی رنگ دے کر بیان کیا ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ افسانوں کی دُنیا میں کسی اور شخصیت کے متعلق اتنا لٹریچر موجود نہیں ہے جتنا کہ حمزہؓ کے بارے میں صرف اُردو زبان میں موجود ہے۔ اس سے کم از کم یہ امر تو ظاہر ہے کہ حضرت حمزہؓ کی شجاعت اسلامی ممالک میں ضرب المثل رہی ہے اور رستم اسفندیار اور رامائن مہابھارت وغیرہ کی داستانوں کے مقابل مسلمان داستان گوؤں نے ایک واقعی محترم اور تاریخی وجود کو اپنے افسانوں میں مرکزی ہیرو بنا کر مسلمانوں میں اپنی کہانیوں کو بے انتہا وقیع بنا دیا ہے۔
(حفیظ)

شہیدانِ خدا کی یہ ادا سب سے نرالی ہے
میں خوش ہوں یہ ادا میری ہی زوجہ نے نکالی ہے[1]

حضرت علیؓ اور آلِ ہاشم سے عداوت

مجھے آج اپنی زوجہ سے فقط اتنی ندامت ہے
علیؓ ابن ابی طالب ابھی زندہ سلامت ہے[2]
علیؓ پر بھی اگر حمزہؓ کی صورت حربہ چل جاتا
تو سورج آلِ ہاشم کا بھی گویا آج ڈھل جاتا
بظاہر اُس پہ صدہا وار ہوتے میں نے دیکھا ہے
ہزاروں سے اُسے دوچار ہوتے میں نے دیکھا ہے
وہ کیسے زندہ ہے میری سمجھ میں یہ نہیں آیا
وہ لڑتا بھی رہا اور زخم کاری بھی نہیں کھایا[3]
مگر خیر آہی جائے گی کسی دن اس کی باری بھی
اُسے زندہ نہ چھوڑیں گے[4] یہ نیت ہے ہماری بھی
وہ قاتل ہے میرے بیٹے کا میرے رشتہ داروں کا
اسی پر قرض باقی ہے ہمارے سوگواروں کا

---

[1] ابوسفیان نے اُحد کی شام پکار پکار کر مسلمانوں کو سُنایا۔ "آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ فوج کے لوگوں نے مقتولوں کے ناک کان کاٹ لیے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا لیکن مجھ کو معلوم ہوا تو مجھ کو رنج نہیں ہوا۔" (صحیح بخاری ذکر غزوۂ اُحد)

[2] ہندہ زوجہ ابوسفیان نے وحشی سے کہا تھا۔ کہ محمدؐ، حمزہؓ اور علیؓ ان تینوں کو کسی نہ کسی طرح قتل کرنا چاہیے۔ اس کو علیؓ کی سلامتی کا مدتوں رنج رہا۔ (دیکھو طبری)

[3] حضرت علیؓ میدانِ اُحد میں بار بار افواجِ دشمن پر تنہا جا پڑتے تھے۔ ان کو بھگاتے اور مارتے تھے۔ مگر خدا نے ان کو زخمِ کاری سے محفوظ رکھا۔ ابوسفیان بلکہ تمام اُمویوں کو حضرت علیؓ سے قتالِ بدر کے بعد خاص طور پر بغض رہا۔ اور یہ بغض بعد میں بہت سے واقعاتِ خونیں کا باعث بنا۔ (مصنف)

محمدؐ کے صحابہ کی لڑائی دیکھ لی تم نے
وہ زور بازو و تیغ آزمائی دیکھ لی تم نے
ہزیمت ویسے ہی دی تھی تم کو چھوٹی سی جماعت نے
تمہاری عزتیں رکھ لی ہیں خالد کی شجاعت نے
جو غلبہ تم کو حاصل ہو گیا ہے اس لڑائی میں
نہ ڈالو اپنے ہاتھوں ہی اسے جا کر کھٹائی میں
نکالو فوج کے دل سے خیال طمع اندوزی
مناسب ہے اسی غلبہ کو سمجھو فتح و فیروزی
یہ سن کر سب کے سب اک دوسرے کا منہ لگے تکنے
لگے کچھ سر ہلانے اور باہم گالیاں بکنے

معبد خزاعی کا ورود

بحث ہو رہی تھی بات کوئی طے نہ پاتی تھی
ہوس کی موج اٹھ کر دل ہی دل میں بیٹھ جاتی تھی
یہ دن جھگڑے میں گذرا عصر کا ہنگام آ پہنچا
اچانک اک خزاعی مرد معبد نام آ پہنچا[1]
ابو سفیاں پہ ظاہر ہو گیا اس کے قرینے سے
کہ یہ ناقہ سوار اخبار لایا ہے مدینے سے
کہا صد مرحبا معبد مبارک ہو ترا آنا
ہمیں کچھ خردۂ تازہ سنا اے مرد مردانہ
مدینہ آج چپ سادھے ہے یا آہ و بکا میں ہے
محمدؐ اور محمدؐ کی جماعت کس ہوا میں ہے

---

[1] قبیلہ خزاعہ اس وقت تک ایمان نہ لایا تھا لیکن در پردہ اسلام کا طرفدار تھا! اس کا رئیس معبد خزاعی شکست کی خبر سنکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واپس جا کر ابو سفیان سے ملا۔ ابو سفیان نے مدینے پر عود کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ معبد نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ محمدؐ اس سر و سامان سے آ رہے ہیں کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔ (بخاری)

marfat.com

رہینِ صبر دیکھا یا الم کے جال میں چھوڑا — انہیں کس حال میں پایا انہیں کس حال میں چھوڑا
ہم اپنے مرکبوں کو دے رہے ہیں آج پھر کاوا — ارادہ ہے کہ چل کر شہر یثرب پر کریں دھاوا[1]
تمہاری رائے کیا ہے، تم بھی آخر اک دلاور ہو — خزاعی قوم میں سب سے بڑے ہو نام آور ہو

معبد قریش کو ڈراتا ہے

کہا معبد نے اے سردارِ مکہ اے ابُوسفیان — جو سچ پوچھو تو اب کوئی نہیں ہے فتح کا امکاں[2]
میں کوئی بات بھی دل سے بنا کر کہہ نہیں سکتا — کہ میرا جھوٹ کوئی دم میں سچا رہ نہیں سکتا
مسلمانوں کے ستر آدمی مارے گئے ہیں کل — قبائل اوس و خزرج کے ہیں اس اَتلاف سے بیکل
وہ مردانِ مدینہ جو نہیں تھے جنگ میں شامل — عزیزوں کی شہادت کا ہے ان کو صدمۂ کامل
کوئی بھی شہر بھر میں رات گھر میں تھا نہ آسودہ — مثالِ شعلۂ جوالہ ہیں سب غیظ آلودہ
محمدؐ کے لب و رخسار پر جو زخم آیا ہے — یہ منظر اور بھی طیش و غضب میں آگ لایا ہے

---

[1] ابوسفیان نے معبد کو دیکھ کر کہا۔ مرحبا معبد تمہارے پیچھے کیا حال ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ یثرب پر پلٹ [illegible]

[2] معبد نے کہا اے ابوسفیان تم نے موقع کو کھو دیا اب تمہارے لئے کوئی امکان نہیں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں [illegible] تو پلٹو گے اپنی تباہی کی طرف۔ ([illegible])

[3] معبد نے ابوسفیان کو بتایا۔ کہ میں سیدھا وہیں سے چلا ہوا آ رہا ہوں یثرب جیش میں ہے۔ میں [illegible] دیکھا نہ پہنچے سب تیار ہو کر خروج کے لئے آمادہ تھے۔ (دیکھو طبری)

قسم ہم نے بھی کھائی ہے کہ اس کا زور توڑیں گے　　کسی صورت سے ہو لیکن یہ بدلہ لے کے چھوڑیں گے
ہمارا اور بنی ہاشم کا جھگڑا چُک نہیں سکتا　　کسی صورت ہمارا ہاتھ اُن سے رُک نہیں سکتا[1]

رسُول اللہ کے بارے میں ابوسفیان کے خیالات

محمدؐ کو تو خاصا زخم خوردہ مَیں نے دیکھا ہے　　ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی فسُردہ مَیں نے دیکھا ہے
محمدؐ کے فداکاروں کو تم نے جس طرح مارا　　خوشی یہ ہے کہ اُس نے آنکھ سے دیکھا یہ نظارا
وہ تنہا رہ گیا تھا بارہا تُم نے اُسے گھیرا　　تعجب ہے کہ اُس نے خوفِ جاں سے منہ نہیں پھیرا
گڑھے میں گر گیا زخمی ہوا، رنج و تعب دیکھا　　مگر اُس نے نہ جی چھوڑا نہ اُس کو پُر غضب دیکھا
غلط ہے یہ کہ حاصل غیب سے امداد ہے اس کو　　سکونِ قلب کا اچھا سا نسخہ یاد ہے اس کو
اگر غیبی کوئی امداد ہوتی زخم کیوں کھاتا[2]　　پیمبر تھا تو کوئی معجزہ میدان میں دکھلاتا
مری دانست میں اس کی یہ جرأت انفرادی ہے　　وہ صابر اس لئے ہے سختیاں سہنے کا عادی ہے

---

[1] حضرت علیؓ کی خلافت اور مابعد کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ بنی ہاشم سے آلِ اُمیہ کی رقابت تاریخ اسلام کا ایک ایسا باب ہے جس کا اثر آج بھی عام مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی زندگی پر ہے اور نہ جانے کب تک رہے۔ (مصنف)

[2] اُحد کے بعد قریش اور یہود اور منافقین عام طور پر اس خیال کو پھیلاتے تھے۔ کہ محمدؐ پیغمبر ہوتا۔ تو زخم نہ کھاتا۔
(تاریخ العمران)

marfat.com

برستی میں نے دیکھی بارشِ تیر و تفنگ اُس پر چلی تلوار اس پہ اور پھینکے تم نے خدنگ اُس پر
وہ زندہ ہے تو سمجھو ایک امرِ اتفاقی ہے کوئی اس کے لئے بھاری مصیبت اور باقی ہے
اگر تم اب دوبارہ حملہ کرنے پر ہو آمادہ تو یثرب دُور کیا ہے ایک سنگِ پیش اُفتادہ[1]
قلوبِ فوج پھر بھی دیکھ لو اقدام سے پہلے تفکر اور تدبر شرط ہے ہر کام سے پہلے

صفوان ابنِ اُمیّہ کی فہمائش[2]

کہا صفوان نے غلبہ غنیمت جان لو بھائی پلٹ چلنا ہی عزت ہے نہ سمجھو اس کو پسپائی
مجھے ڈر ہے کہیں لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں کوئی اُفتاد پڑ جائے قدم اپنے اکھڑ جائیں
جو کہتے ہیں رہے محروم ہم مالِ غنیمت سے بظاہر بے خبر ہیں غلبۂ جنگی کی قیمت سے
مدینے پر براہِ راست حملے میں ہے دشواری وہاں پہ ہے مسلمانوں کی جمعیت بہت بھاری

---

[1] ابوسفیان نے کہا یثرب پر عود کرنا کچھ مشکل نہیں۔ وہ دیکھو سامنے ہے۔ لیکن وہاں شاید لڑائی اکھڑ جائے بہت سے آدمی زخمی ہیں۔ ملک بیگانہ ہے۔ (تاریخ الجمران)

[2] صفوان ابن امیہ نے قریش کو دوبارہ عود کرنے سے منع کیا۔ اس نے کہا اس غلبے کو غنیمت جاننا چاہیے کیونکہ مجھ کو خوف ہے کہ اوس و خزرج کے وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے۔ مجتمع ہوں۔ کہا۔ کیا تم بھول گئے کہ پہلے ہی حملے میں دشمن نے ہمیں تلواروں پہ رکھ لیا تھا۔ اور ہم کچھ نہ کر سکے تھے۔ (تاریخ طبری)

نہ پائی دسترس اہلِ ہدایت پر نہ ہادیؐ پر ابوسفیان خجل تھا کفر کی اس نامردی پر
بظاہر ساتھ والوں کی تسلی کرتا جاتا تھا
بڑھاوے دیتا جاتا تھا تعلی کرتا جاتا تھا[1]

حمراء الاسد

زخمیوں کی جماعت

ضعیفوں[2]، ناتوانوں، زخمیوں کی فوج کا دستہ چلا تھا ڈھونڈنے اپنی شہادت گاہ کا رستہ
بڑے مظلوم بندے ظالموں کی جستجو کرنے شکستہ پا چلے سرکوبیٔ فوجِ عدو کرنے
سپہ بھی زخم خوردہ تھی، سپہ سالار بھی زخمی مہاجر بھی سبھی مجروح سب انصار بھی زخمی[3]

---

[1] ابوسفیان فوج کو بھگاتا اور بھاگتا چلا جاتا تھا۔ اور ساتھ ساتھ اعلان کرتا تھا۔ کہ ہم دوسری مرتبہ بڑی جمعیت سے آئیں گے۔ (ارشاد الکبیر)

[2] ہفتے کے دن یہ واقعہ قتالِ احد پیش آیا۔ اس کی صبح یعنی اتوار کے دن آنحضرتؐ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ (خاتم المرسلین)

[3] بہت سے صحابہؓ کے پاس سواریاں نہ تھیں، اور زخم خوردہ بھی تھے۔ لیکن اسی حالت میں لنگڑاتے ہوئے جا رہے تھے۔ بعض سوار تھے مگر بمشکل اونٹ پر سوار رہ سکتے تھے۔ بعض کو بعض سہارا دیے کرتے جا رہے تھے۔ حالت یہ تھی مگر خوش تھے۔ اور جہاد و شہادت کے آرزومند۔ بعض کو بعض نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ کیونکہ وہ چل نہ سکتے تھے۔ (طبری و طبقات)

نہ بے دل تھے نہ شاکی تھے نہ رنجیدہ نہ آزردہ تعالی اللہ! اُن کا حوصلہ یہ اُن کا دِل گُردہ
ندامت لے چلی تھی اور نہ جوشِ انتقام اُن کو فقط مدِ نظر تھی دُشمنوں کی روک تھام اُن کو

اس تعاقب کا راز

عیاں تھی مخبرِ صادقؐ پہ ہر دو سمت کیفیت اِدھر اشرار کا فتنہ، اُدھر کفّار کی نیّت
مبادا لشکرِ گمراہ کو شیطان بہکائے مبادا راستے ہی سے یہ طُوفاں پھر پلٹ آئے
مبادا آ پڑے یہ فوج یثرب کے ضعیفوں پر شرارت دفعتاً دھاوا کرے آ کر شریفوں پر

اُحُد کے وہ مجاہد بوجھ تھا جن پر ندامت کا بڑھانا اُن کی ہمت بھی فریضہ تھا امامت کا[1]
بتانا تھا کہ چلنے میں اگر لغزش بھی ہو جائے تو یہ لازم نہیں انساں ندامت ہی میں کھو جائے
دکھانا تھا کہ ہادیؐ کو ہے پُورا اعتماد اِن پر جتانا تھا کہ بابِ فرّخی کی ہے کشاد اِن پر
اُحد میں لغزشیں تھیں یا خطائیں اضطراری تھیں یہ چوٹیں بر بنائے خامی و ناپختہ کاری تھیں

---

[1] آپ کو اُحُد کے بعد اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تاکہ اہلِ مکہ یہ نہ سمجھ لیں کہ مسلمانوں کا حوصلہ پست ہو گیا ہے ساتھ ہی ہو کہ مسلمانوں کو ڈھارس ہو جائے کہ اس تھوڑی سی شکست اور نقصان نے ہماری ہمت اور اولو العزمی میں کوئی فرق نہیں ڈالا۔ (تاریخ [illegible] باب حمراء الاسد)

کسی کو بَین کرتے اور نہ روتے مَیں نے پایا ہے   جوان و پیر کو تیار ہوتے میں نے پایا ہے
مہیّا کر چکے ہیں شہر بھر کے اونٹ گھوڑے بھی   کماں بھی، تیر بھی، نیزے بھی، تلواریں بھی، کوڑے بھی
سویرے منہ اندھیرے چل چکا ہے شہر کا لشکر   غضب کی فوج، غصّے کا سمندر، قہر کا لشکر
مَیں اُن سے آگے آگے اپنے ناقے کو بھگا لایا   تمہیں کو ڈھونڈتا پھرتا تھا آخر اس جگہ پایا
اگر لڑنا ہے، اُٹھو جلد تر تیاریاں کر لو   نہیں تو آڑ پکڑو، اپنے لشکر کو نہاں کر لو[1]

قریش کے حوصلے پست ہو گئے

یہ سنتے ہی سیہ کاروں کے چہرے پڑ گئے پیلے   بہت اکڑے ہوئے تھے دفعتہً اب ہو گئے ڈھیلے
ابوسفیاں پکارا وائے معبد یہ خبر کیا ہے   وہ ہم پر حملہ کرنے آ رہے ہیں، تو یہ کہتا ہے؟[2]
کہا معبد نے اُٹھ کر خود مدینے کی طرف دیکھو   نظر آتا ہے کیا ٹیلوں کے پیچھے صف بصف دیکھو[3]
یہ گھوڑوں کے پرے ہیں یا ابابیلوں کے جھرمٹ ہیں   یہ ٹاپیں فرش پر پڑتی ہیں یا لوہے کے دُرمٹ ہیں

---

[1] معبد نے کہا اے ابوسفیان وہ لوگ چل چکے تھے جب میں چل نکلا۔ بہتر ہے کہ اپنی جمعیت کو صف آرا کر لو۔ یا کسی آڑ میں ہو جاؤ۔ کیونکہ مقابلہ بہت ہی سخت ہوگا۔ (طبری)

[2] معبد کی بات سنکر ابوسفیان اور دوسرے لوگ بکے بکے رہ گئے اور بولے۔ وائے تجھ پر اے معبد۔ تو یہ کیسی خبر لایا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

[3] معبد نے کہا۔ کیا تم اندھے ہو کیا تمہیں سامنے ان کے گھوڑوں کے سائے نظر نہیں آتے۔ (ارشاد الحکمتہ)

marfat.com

مرے کانوں میں آتی ہے صدا ہر ایک کب کی کنوتی اور چوکی تک کی ٹاپوں میں غضب کی
مسلتی ہیں انہیں اس طرح رانیں شہسواروں کی کہ نکلی پڑتی ہیں منہ سے زبانیں ابلق و اشہب کی

لشکرِ قریش کی بدحواسی اور فرار

سراسیمہ ہوئے یہ سن کے خیموں سے نکل آئے نظر آئے انہیں ٹیلوں کے نیچے صف بہ صف سائے
دکھائے واہمے نے فوجِ اسلامی کے جیش اُن کو ہراول لشکرِ جرار کا، سمجھے قریش اُن کو
دیا حکمِ گریز اب جلد ابوسفیاں نے لشکر کو کہا خیمے گراؤ، یہ جگہ خالی کرو[1] شب کو
چڑھے اونٹوں پہ گھوڑے لے کے کوتل مشرکیں بھاگے سپہ پیچھے گریزاں تھی سپہ سالار[2] تھا آگے
گھڑی بھر میں یہ لشکر جانبِ مکہ ہوا راہی اُڑی لیکر گھروں کی سمت معبد کی ہوا خواہی

---

[1] معبد نے کہا۔ مجھے تو اُن کے گھوڑوں کی ٹاپیں تک سنائی دے رہی ہیں۔ کیا تم بہرے ہو؟ (طبقات)

[2] پس وہ لوگ پھر چلے۔ اس حالت میں کہ مسلمانوں سے دوچار ہونے اور اُن سے مُنہ پھیر کر نے سے سخت خائف و ترساں تھے۔ (طبقات)

[3] آنحضرت نے اپنے مخبروں سے کہا خبر لاؤ کہ قریش گھوڑوں پر سوار ہو کر اونٹ ساتھ لئے جا رہے ہیں یا اونٹوں پر سوار ہیں اور خالی گھوڑے ساتھ ہیں۔ اطلاع ملی کہ وہ اونٹوں پر سوار ہو کر چلے ہیں۔ اور گھوڑے کوتل ہیں۔ سمجھ لیا کہ سیدھے مکے جائیں گے۔

(تاریخ العمران)

کہا احساس ہو جائے تو بس اتنا ہی کافی ہے
کرو اب فکرِ آئندہ، گذشتہ کی معافی ہے

مجاہدینِ اسلام کی چھاؤنی

اقلیت چلی جب اکثریت کے تعاقب میں
زمانہ غرق ہو کر رہ گیا بحرِ تعجب[1] میں
نشاں ملتا تھا جس جانب اُسے قرشی رسالوں کا
تعاقب کر رہا تھا قافلہ ایمان والوں کا
چلے دن بھر صحابہؓ پھر بحکمِ حضرتِ عالی
قریبِ شام حمراء الاسد[2] میں چھاؤنی ڈالی
ہوا ارشاد کچھ افراد بہرِ جستجو جائیں
قریشی فوج کس عالم میں ہے اس کی خبر لائیں
ابوبکرؓ و علیؓ و سعدؓ خاص اس کام پر نکلے
رضاکارانہ اہلِ ہمت و اہلِ نظر نکلے
نمازِ شام ادا فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا
کہ ہے دونوں جہاں میں اہلِ ہمت کا بڑا پایا[3]
جلاتے آگ ہر شب ہر کوئی کہسار و میداں میں
خدا ڈالے گا اس سے رعب قلبِ فوجِ شیطاں[4] میں

---

[1] زخمی اسلامی جیش نے جب قریش کے تعاقب میں چلے تو سارا مدینہ انکی جرأت پر حیران رہ گیا۔ کیونکہ ایسی صورتِ حال تھی جسکی کوئی بھی توقع نہ کر رہا تھا۔ (تاریخ اسلام)

[2] آپ نے مجاہدین اسلام کے ساتھ دشمنوں کے تعاقب میں حمراء الاسد میں قیام فرمایا۔ ارشاد فرمایا چند آدمی خبر لائیں کہ دشمنوں کی جمعیت کہاں ہے اور انکے کیا ارادے ہیں۔ حضرت علیؓ اور سعدؓ اور بقول بعض انکے ساتھ ابوبکر صدیقؓ بھی جستجوئے اخبار میں نکلے۔ (طبقات)

[3] فرمایا۔ وَخَیْرُ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا۔ بہترین کام اولوالعزمی کے ہیں۔ (حدیث)

[4] آپ نے حکم دیا لکڑیاں جمع کرو۔ اور شام کی نماز کے بعد آگیں روشن کرو چنانچہ اس رات پانسو جگہ آگ جلائی گئی اور آگ کی روشنی دور دور تک پھیلی اور یہ بھی دشمنوں کی ہمت پست کرنے کا موجب ہوئی
(تاریخ العمران)

جو زخمی ہیں وہ شب بھر آگ تاپیں نہ غم بیجا لائیں   خدا کا نام لیں جو کچھ میسر ہے پکائیں کھائیں
یہ سنتے ہی فراہم کر لیا اصحاب نے ایندھن   جلائی آگ ہر اک فرد نے میدان تھا روشن

نور سے نار کا فرار

قریشی لشکری اس وقت صحرا میں گریزاں تھے   یہ منظر فاصلے سے دیکھتے تھے اور پریشاں تھے
نظر آتے تھے لاتعداد شعلے دور سے اُن کو   پلٹتے تھے اندھیرے میں عقب تھا نور اُن کو[1]
نگاہیں پیچھے پیچھے پاؤں آگے آگے جاتے تھے   مسلط خوف تھا ایسا کہ ظالم بھاگے جاتے تھے

مخبرانِ صادق کا بیان

نبوت کی نگاہیں منتظر تھیں اُن یگانوں کی   جنہیں تفویض تھی تفتیش قریشی کاروانوں کی
تہجد کا تھا عالم، مخبرانِ حق پلٹ آئے   بڑی تفصیل سے فوجِ قریشی کی خبر لائے[2]

---

[1] قریش جو بھاگے جا رہے تھے۔ پیچھے پلٹ پلٹ کر دور سے اس روشنی کو دیکھتے تھے۔ اور بدحواسی میں اور آگے بھاگے جاتے تھے ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ روشنی اُن کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔ ([illegible])

[2] سعد ابن معاذ رضی، حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ تقریباً تمام رات تفتیش حالات کرتے رہے اور تہجد کے وقت [illegible] میں پہنچے۔ آپ نماز میں مشغول تھے۔ بعد حضور متوجہ ہوئے تو بیان کیا۔ کہ قریش بھاگے جا رہے ہیں۔ ([illegible])

خبر لائے کہ تھے وہ سہ پہر تک ارضِ روحا میں مگر اس وقت بھاگے جا رہے ہیں دشت و صحرا میں
ہمارے اس تعاقب کی ہوئی بیشک اُن کو آگاہی بسوئے مکہ اب وہ تیز رفتاری سے ہیں راہی
گریزاں ہیں قریش اپنے گھروں کی سمت منہ موڑے سوار اونٹوں پہ ہیں وہ اور کوتل ساتھ ہیں گھوڑے

رسول اللہ کے ارشادلت

رسول اللہ سن کر سجدۂ خالق بجا لائے مخاطب ہو کے پھر اُمت سے یہ الفاظ فرمائے[1]
انہیں کھینچے لئے جاتی ہیں زنجیریں تذبذب کی لہٰذا اب کوئی حاجت نہیں ان کے تعاقب کی
بحالِ راست یہ گمراہ اپنے گھر کو جائیں گے دوبارہ آئیں گے لیکن کبھی غلبہ نہ پائیں گے
مقدر ہو چکا ہے جو بھی ہے انجام ظالم کا کہ ہے مرقوم لوحِ نیستی پر نام ظالم کا
یہ سب ہے عفو و احسانِ خدائے قادر و ناصر کیا ہے جس نے حملہ آوروں کو خائب و خاسر
تمہیں لازم ہے ہر دم شکرِ خالق کا بجا لانا[2] اسی کے آسرے چلنا، اسی کی راہ پر جانا
یہاں پر تین دن ٹھہرو علاجِ خستگی کر لو چلو پھر چل کے دار الامن سے دل بستگی کر لو

---

[1] رسول اللہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور اُمت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ پھر اُن لوگوں کے سے منکر انسان نقش پذیر ہیں اگر وہ پھر کر چلے جائیں گے۔ تو مانند روزہ و دیدہ کے رفتہ و گذشتہ ہو جائیں گے (ارشاد الملک)

[2] جب قریش کے بھاگ نکلنے کی خبر پہنچی تو سرکار دو جہاں نے فرمایا کہ یہ اللہ کا رعب ہے۔ اس کا شکریہ ادا کرو (تاریخ العمران)

باب سوم

نبیؐ اپنے مدینے میں

رونے پیٹنے اور ماتم داری کی مناہی

احد کے بعد حمراء الاسد پر کر کے ضو باری[1] مدینے میں ہوا جلوہ فگن خورشید بیداری
رسول اللہ جب تشریف لے آئے مدینے میں پلٹ آئی امیدِ رفتہ پھر ہستی کے سینے میں
مدینے پر تھا برسوں ابرِ اندوہ والم طاری بہت سے خاندانوں پر تھا مقتولوں کا غم طاری

---

[1] حمراء الاسد میں آپ نے تین دن قیام فرمایا۔ اس کے بعد مدینے کی طرف مراجعت فرمائی" (تاریخ ارض مقدس)

جدھر سے بھی گذرتے تھے جنابِ ہادیٔ اکرمؐ — نظر آتی تھی برپا چار جانب اک صفِ ماتم[1]
گلی کوچوں میں، گھر گھر پر تھا عالم سوگواری کا — بُکا و نالہ و سینہ فگاری آہ و زاری کا
تسلی رحمتِ عالمؐ نے بخشی رونے والوں کو — شہیدانِ اُحُد کی ماؤں بہنوں بچوں بالوں کو

شہیدوں کا احترام

ہوا ارشاد، بیشک قدرتی ہے غم جُدائی کا[2] — مُسلماں کو نہیں واجب مگر شیوہ دہائی کا
تمہیں اسلام صبر و ضبط کی تلقین کرتا ہے — صبوری کی خدائے پاک خود تحسین کرتا ہے
شہید اک مقصدِ اعلیٰ کی خاطر دے کے قربانی — نویدِ زندگی لاتے ہیں بہرِ نوعِ انسانی

---

[1] مدینہ میں آہ وزاری اور ماتم برپا تھا۔ گھر گھر سے رونے پیٹنے اور بین کرنے کی آوازیں آتی تھیں۔ اُحد میں شہید ہونے والوں کے بال بچے عزیز و اقارب جگہ جگہ رو پیٹ رہے تھے۔ آپؐ کو عبرت ہوئی۔ آپ نے حمزہؓ کا خیال کیا اور زبان مبارک سے نکلا! اَمَّا حمزۃ فلا بواکی لہ۔ لیکن حمزہؓ کو کوئی رونے والا نہیں۔ انصار نے آپ کے ارشاد کے غلط معنی لئے۔ انصار نے اپنے گھروں میں جا کر اپنی بیویوں اور ماؤں سے کہا۔ کہ جا کر رسول اللہ کے گھر پر حمزہؓ کا ماتم کریں۔ مدینے بھر کے مسلمانوں کی عورتیں آپ کے دولت کدہ پر جمع ہوئیں اور ماتم اور سینہ کوبی کرنے لگیں آپ حیران ہو کر باہر نکل آئے۔ وجہ معلوم ہوئی تو آپ نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ ان سب کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا۔ میں تمہاری مروّت اور ہمدردی کا شکر گذار ہوں۔ لیکن فوت ہو جانے والوں پر نوحہ کرنا اور سینہ کوبی وغیرہ جائز نہیں ہے (طبری۔ رشاد السکۃ تاریخ العمران)

[2] کسی عزیز کے مرنے پر آنسوؤں کے متعلق حضورؐ کا ارشاد تھا کہ یہ وہ رحمدلی ہے جو خدا بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے۔ اور اللہ بھی اپنے انہی بندوں پر رحم کرے گا۔ جو رحمدل ہیں۔ (کتاب الایمان والنذور)

شہید احسان فرماتے ہیں فرزندانِ آدم پر　لہو ان کا نویدِ امن برساتا ہے عالم پر
بظاہر خاک میں ملتی نظر آتی ہے خاک ان کی　مگر ہے زندہ و پائندہ ہر دم جانِ پاک ان کی
ہمیشہ احترام ان کا فروغِ آدمیت ہے　مگر یہ پیٹنا رونا تو رسمِ جاہلیت ہے
وہ خود بھی مطمئن ہیں مطمئن اُن سے مشیت بھی　عمل بھی قابلِ تقلید ان کا، حسنِ نیت بھی
عمل کا جوش زندہ کر دیا ان جوش والوں نے　جگایا خواب سے غفلت زدوں کو ہوش والوں نے
نہ جانو مُردہ آبِ تیغ کے لذت چشیدوں کو[1]　خدا ضائع نہیں کرتا کبھی اپنے شہیدوں کو
لہٰذا یہ بکا یہ پیٹنا یہ سوگ یہ ماتم　یہ کپڑے پھاڑنا یہ بین کرنا بیٹھ کر باہم
کرو پرہیز ان سے، جاہلیت کی ہیں یہ باتیں[2]　بجائے ان کے لازم شکرِ حق ہے اور مناجاتیں
مسلماں کا شرف یہ ہے کہ صابر اور شاکر ہو　خیال و فعل میں حق ہی کا شاغل اور ذاکر ہو
یقیناً شاق ہوتی ہے جدائی اپنے پیاروں کی　دعائے خیر مغفرت کرو ان جاں نثاروں کی

---

[1] وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۔ پ۲۔ البقرہ۔ ع۱۹ ۱۵۴

اور جو لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے قتل ہو جائیں ان کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

[2] آپ نے بین کرنے اور پیٹنے کی ممانعت فرمائی۔ فرمایا جاہلیت کی باتیں ہیں ان کو چھوڑ دو۔ جاہلیت میں ماتم سینہ کوبی [illegible] عرب میں [illegible] آپ نے اس رسم [illegible] کو ترک کرنے کی تلقین کی (ابن ہشام)

یہ ارشاداتِ والا سن کے لوگوں کو سکون آیا　　سمجھ میں معنیٔ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن[1] آیا
ہوا اُمّت کا شیوہ آج سے ضبط و شکیبائی　　مِٹی افسردگی گلزارِ ہستی میں بہار آئی

مدینہ امن کی بستی

بہار آئی تو گُل کھلنے لگے صحنِ گلستاں میں　　مسرّت مسکرائی پھر جبینِ صبحِ خنداں میں
قبولیت کے دامن میں بنائے گھر دعاؤں نے　　نویدِ زندگی کے ساز چھیڑے پھر ہواؤں نے
مدینہ اِک چمن تھا پر توِ سرکارِ عالیؐ سے　　عیاں تھا رنگِ وحدت پتّے پتّے ڈالی ڈالی سے
بلا گرداں تھے انجم، آسماں محوِ نظارا تھا　　کہ اس گلزار میں خورشیدِ وحدتؐ جلوہ آرا تھا
اُحد کے زخمیوں کے زخم بھی کچھ دن میں بھر آئے　　تو ہر سُو امن و راحت کی عجب جلوے نظر آئے

دارالامان کی کشش

جہاں حسن و صفا ہو عشق بے تابانہ آتا ہے　　جہاں بھی شمع روشن ہو وہیں پروانہ آتا ہے

---

[1] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔ یعنی ہم اللہ ہی کے بندے ہیں ۔ اور اللہ ہی کی طرف جانے والے ہیں۔
پ۲- البقرہ- ع۱۹- آ۱۵۶

بہت سے طالبانِ نورِ حق پروانہ[1] وار آئے   یقیں کے ذوق میں وارفتہ آئے بے قرار آئے
حصولِ فقر کے جذبے سے افرادِ جلیل آئے   صداقت پیشہ تھے لینے کو بُرہان و دلیل آئے
حقیقت میں بہت بیمار تھی انساں کی دُنیا   نِقَیہہ و بے کس و لاچار تھی انساں کی دُنیا

مدینے میں اہلِ حق کے اشغال

مدینہ[2] کیا تھا؟ اُن بیمار رُوحوں کا شفاخانہ   جمی تھی صحنِ مسجد میں یہاں بزمِ حکیمانہ
اِزالہ ہو رہا تھا اس جگہ ہر اک قباحت کا   یہاں موجود تھا ساماں سکون و امن[3] و راحت کا
یہیں ملتا تھا وہ منظر مساوات و اخوّت کا   کہ جس میں رازِ پنہاں تھا مسلمانوں کی قوت کا
فضا میں گونجتی تھی جب صدا اللہ اکبر کی   تو قسمت جاگ اٹھتی تھی یہاں محراب و منبر کی
خدائے پاک کے بندے نہا کر باوضو ہو کر   صفیں شانہ بشانہ باندھتے تھے قبلہ رو ہو کر

---

[1] دُور دُور سے تلاشیانِ حق مدینہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچتے تھے اور یہیں کے ہو رہتے تھے۔ (سیرت النبی)

[2] آنحضرتؐ کے وجودِ مبارک نے یثرب کی آبادی کو مدینۃ النبی مشہور کر دیا آپ سے فیضانِ رُوحانی حاصل کرنے کیلئے دُور دُور سے لوگ اپنے مال و متاع کو چھوڑ کر آتے تھے تاکہ اپنی روحوں کو پاکیزہ کریں۔ (اخبار الایمان)

[3] اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۔ پ ۔ الروم ۔ ع ۶ یعنی دیکھتے نہیں۔ کہ ہم نے ایک پُر امن مقام ان کے لئے بنا اس کے باہر لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کے چاروں طرف آدمی اُچک لئے

حلقۂ ذکر[1]

یہ مسجد تھی یہاں سب حاکم و محکوم یکساں تھے حضوری میں خدا کی خادم و مخدوم یکساں تھے[2]
قیام ان کا، رکوع ان کے، سجود انکے قعود[3] ان کا دکھاتا تھا کہ ہے کثرت میں بھی وحدت وجود ان کا
عیاں تھا اس جگہ حسنِ عمل بھی حسنِ نیت بھی ادب بھی حلم بھی اخلاص بھی اور آدمیت بھی
خدا کا نام لینا، اتباعِ مصطفےٰ کرنا ہمیشہ بہرِ مخلوقات خالق سے دعا کرنا
خلوص ان کے دلوں میں، حمد تھی انکی زبانوں پہ زمیں پر تھے یہ بندے یا فرشتے آسمانوں پر

---

[1] مسجد نبوی میں صحابہ کے دو حلقے قائم تھے۔ ایک حلقہ میں قرآن خوانی ذکر و دعا کا شغل رہتا تھا اور دوسرے حلقہ میں علمی امور پر باتیں ہوا کرتی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ دونوں عمل خیر ہیں۔ پھر فرمایا مجھے اللہ نے معلّم بنا کر مبعوث کیا ہے۔ یہ فرما کر آپ حلقۂ علم میں تشریف فرما ہوئے۔

(سیرت النبی)

آنحضرت کی بعثت کا مقصود تزکیہ نفوس انسانی تھا اور آپ خلوت جلوت نشست برخاست ہر حالت میں انسان کو بہتر انسان بننے کی تلقین بھی فرماتے اور خود اپنے وجود پاک سے اسکی مثال پیش فرماتے تھے۔ اور یہ کام اس طرح ہوتا تھا کہ دل رغبت کے ساتھ اس تلقین کو قبول کرتے تھے۔ آپ صبح کی نماز کے بعد اور اکثر اوقات دوسری نمازوں کے بعد بھی مسجد میں قیام فرماتے۔ اور آپ کے ارد گرد لوگ جمع رہتے۔ اور آپ دینی و دنیوی فلاح کی تلقین فرماتے۔

(اخبار الایمان)

[2] آپ کی مجلس مسجد نبوی میں ہوتی تھی جہاں آنے جانیوالوں کو روک ٹوک نہ تھی۔ صحابہ عقیدت کیش مؤدب بیٹھتے۔ لیکن باہر سے آنے والوں کو حضرت کی نشست میں کوئی اختصاص نظر نہ آتا تھا۔ کیونکہ آنحضرت اور آپ کے حاشیہ نشینوں میں کوئی بھی ظاہری امتیاز نہ تھا۔

[3] اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ ۔ پ۴۔ آل عمران۔ ع ۱۹۱

جو لوگ خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ قیام میں اور بیٹھ کر اور اپنی کروٹوں پر۔ (اخبار الایمان)

دارالامان کے آمِن[1] کی صُورت و سیرت

مبارک تھی جنہیں ہر صبح، صبحِ عید حاصل تھی
خدا کا قُرب حاصل تھا، نبیؐ کی دید حاصل تھی
بشر بے مثل تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے
کہ ذوقِ بندگی میں ہادیِ دیں سب سے آگے تھے
زہے اُمّت ملا جس کو محمدؐ مصطفےٰ ہادی
کہ جس کی شرع بھی سادی ہے جس کی وضع بھی سادی
طبیعت سادہ تھی، اطوار سادہ عادتیں سادہ[2]
کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے کام پر تیار آمادہ
یہ چہرہ صاف آئینہ تھا سینے کی صفائی کا
یہی چہرہ مدینے میں تھا مرکز دلربائی کا
محبت آفریں آنکھیں، محبت آفریں چہرہ
محمدؐ کی حسیں آنکھیں، محمدؐ کا حسیں چہرہ
اسی چہرے سے ماہ و مہر نے تابانیاں پائیں
بہ فیضِ جبہ سائی، نور کی پیشانیاں پائیں

---

[1] حضورؐ کا حلیۂ مبارک شمائل ترمذی اور مسند ابن حنبل وغیرہ کے حوالے سے سیرت النبیؐ میں تفصیل سے مذکور ہے۔

[2] حضرت عائشہؓ، ابو سعید خدریؓ اور امام حسنؓ سے روایت ہے کہ کان یخدم نفسہ، یعنی آپؐ اپنے کام خود اپنے دستِ مبارک سے انجام دیا کرتے تھے۔ کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے۔ گھر میں خود جھاڑو دے دیتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ بازار سے سودا خرید لاتے۔ اپنا جوتا گانٹھ لیتے۔ اونٹ کو باندھتے اس کو چارہ دیتے۔ خادم کے ساتھ مل کر آٹا گوندھتے۔ صحابہ جو کسی مہم پر مامور ہو کر مدینے سے باہر جاتے ان کے گھروں کی ضروریات خود مہیا فرماتے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے کام کر دیتے۔ مدینے کی لونڈیاں آتیں اور کہتیں یا رسول اللہ میرا یہ کام ہے آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا کام کر دیتے۔ ایک صحابی کی روایت ہے کہ ولا یانف ان یمشی مع الارملۃ والمسکین فیقضی لہ الحاجۃ بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل [illegible]
([illegible])

وہ خورشیدِ رسالت صبح خنداں جس کی پیشانی
وہ پیشانی مقدر کے ستارے جس سے نورانی
وہ نورانی ملاحت، نورِ حق کی جس میں تابانی
وہ تابانی ہویدا جس سے صد تائیدِ ربانی
وہی محبوبِ سبحانی یہاں جانِ نظارہ تھا
نگاہوں میں بسا تھا اور دلوں میں جلوہ آرا تھا
برستی تھی نویدِ آسمانی اُس کے ہاتھوں سے
مروت اس کے ہاتھوں مہربانی اُسکے ہاتھوں سے

حلقۂ درس اصحابِ صُفّہ

تمنائیں بر آتی تھیں یہاں ذوقِ عبادت کی
یہاں پیشانیوں پر مُہر لگتی تھی سعادت کی
بہت سے طالبانِ حق گھروں کو چھوڑ کر نکلے
جہانِ ماسوا سے رشتے ناطے توڑ کر نکلے[1]
فقط اللہ واحد کی رضا مطلوب تھی اِن کو
فقط دنیا میں حبِّ مصطفٰے محبوب تھی[2] اِن کو
انہیں پروائے زینت تھی نہ دولت سے علاقہ تھا
لباس ان کا تھا غیرت ان کا دامن فقر[3] و فاقہ تھا

---

[1] بہت سے لوگ ہجرت کر کے مدینے ہی میں آ بستے۔ آنحضرت اُن سے مدینے ہی میں بسنے کی بیعت لیتے تھے۔ (بخاری اور ابن ہشام وغیرہ)

[2] چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور پیغمبر علیہ السلام سے تربیت حاصل کرنے کیلئے وقف کر دی تھی ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے جب شادی کر لیتے تھے اس حلقے سے نکل آتے تھے! ان میں سے کچھ لوگ جنگل میں جاتے لکڑیاں چن لاتے بیچتے! اور اپنے حلقے والوں کیلئے اس سے کھانا مہیا کرتے۔

[3] ان کی غربت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی ان میں سے کسی کے پاس ایک چادر کے سوا کوئی لباس نہ تھا جس کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے تھے کہ زانو تک جسم ڈھنپ جاتا تھا! اکثر انصار کھجور کی پھل دار شاخیں توڑ کر لاتے یہ لوگ ان شاخوں کو صفہ کی چھت میں لگا لیتے۔ جو کھجوریں پک پک کر نیچے گرتیں کھا لیتے کبھی دو دو دن ان کو کھانے کیلئے نہیں ملتا تھا (اخبار الایمان)

یہ آئے تھے یہاں پر اکتسابِ نور کرنے کو
اشاعت نورِ قرآں کی قریب و دور کرنے کو

حضورِ مصطفٰے لاتے تھے یہ کاسے گدائی کے
بلا وہ کچھ کہ قاسم بن گئے ساری خدائی کے

طلوعِ صبحِ مشرق کو ملی پائندگی اِن سے
ہوا مغرب غریقِ موجۂ شرمندگی ان سے

اصحابِ صُفّہ کی شان

ملی خاکسترِ یونان کو تابندگی ان سے
علومِ مُردۂ ماضی میں آئی زندگی ان سے

یہی اصحابِ صُفّہ عکس تھے انوارِ رحمت کے
وجودِ پاک تھے ان کے مکاتب درسِ حکمت کے

فروغِ علم سے لبریز تھے ایماں کے پیمانے
لنڈھاتے پھر رہے تھے خُمِ کے خُم اللہ کے دیوانے

بظاہر بے سرو ساماں تھے اور آفت کے مارے تھے
مگر اصحابِ صُفّہ سرورِ عالم کے پیارے تھے

توجہ کھینچتے کس طرح دنیاوی اُمور ان کی
قلوب ان کے غنی تھے اور فطرت تھی غیور ان کی

ظواہر اور زوائد سے تھی یکسر ان کو بیزاری
خدا و مصطفٰے ہی ان کی دولت تھی بڑی بھاری

جو حاصل تھا انہیں حاصل نہیں تھا بادشاہوں کو
میسر تھی کہاں یہ سرفرازی کج کلاہوں کو

---

[۱] اسلام کی اشاعت کیلئے یہی لوگ بھیجے جاتے تھے۔ غزوہ معونہ میں انہی میں سے ستر قاری اسلام سکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے (دعاۃ)

[۲] اصحابِ صفہ میں سے اکثروں نے اسلام کی دور دور اشاعت کی اور مشرق و مغرب میں علم کی روشنی پھیلائی۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ (اخبار الایمان)

لرز جاتے تھے ان کے رُعب سے دل تاجداروں کے
پیادے تھے مگر قائد تھے اسلامی سواروں کے

عبودیت کے سجدے اس لئے تھے نقشِ پیشانی
کہ یہ اک روز ٹھکرائیں گے اُٹھ کر تاجِ سلطانی

یہ بندے تھے پناہِ دردمنداں کی پناہوں میں
پناہیں دیتے پھرتے تھے یہ دُنیا بھر کو راہوں میں

کیا کرتے تھے ان کے ہاتھ پر دلنے صافی کے
کیا کرتے تھے یہ تقسیم جوہر طبعِ صافی کے

پیامِ زندگانی زندگانی کو سُناتے تھے
اجل پر حملہ کرنے کو مسیحا بن کے جاتے تھے

اِنھی کی ذات سے ملتی تھی دنیا کو نوید اکثر
زبانیں ان کی بنتی تھیں عدالت کی کلید اکثر

جلاتے تھے بشر کے قلب میں شمعِ امید اکثر
یہی اصحاب تھے حفاظِ قرآنِ مجید اکثر

یہ بندے زندگانی ہی میں تھے اللہ سے واصل
کہ ان کو دولتِ حُبِّ رسولؐ اللہ تھی حاصل

طوافِ شمع کرتے تھے نبوّت کے یہ پروانے
نگاہیں ان کی فرشِ راہ تھیں دل ان کے نذرانے

---

[1] اصحابِ صُفّہ میں سے اکثر مسکینوں اور اپاہجوں کی رضاکارانہ امداد کرتے تھے۔ ہر بیمار کی خبرگیری کرتے تھے اور جہاں بھی کسی کو امداد کا مستحق سنتے۔ حاضر ہو جاتے تھے عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا لیکن اسلام تو تحریر و کتابت کا فن بھی گویا ساتھ لیکر آیا سب سے بڑی ضرورت قرآن مجید کے ضبط و تدوین کی تھی۔ اس بنا پر آنحضرت نے شروع ہی سے کتابت کی ترویج کی طرف توجہ فرمائی۔ اصحابِ صُفہ کو جو تعلیم دی جاتی تھی۔ اس میں لکھنا بھی شامل تھا۔ مدینے میں یا اردگرد جہاں بھی سُن پاتے کہ کوئی بیمار ہے اصحابِ صُفہ میں سے لوگ جاتے اور اس کی تیمارداری کرتے۔ موت ہو جاتی تو تجہیز و تکفین کا انصرام فرماتے۔ اکثر اصحاب صفہ ہی میں سے قرآن کے حفاظ اور قاری ہوتے۔

(دیکھو اخبار الایمان)

نبیؐ کو ان کی پاسداری تھی

یہ مسجد میں ہمیشہ حاضرِ دربار رہتے تھے   بہ فکرِ اکتسابِ دولتِ دیدار رہتے تھے
وفورِ اشتہائے علم اور جذبہ قناعت کا   نبیؐ کو پاسِ خاطر کیوں نہ ہوتا اس جماعت کا
یہ ان کا زہد، ان کا فقر فاقہ۔ ان کی مسکینی   یہ ان کا رنگِ استغنا، یہ ان کی خدمتِ دینی[1]
نہ اندازِ خوشامد تھا، نہ کچھ طرزِ رعونت تھی   نہ آنکھوں میں لجاجت تھی، نہ چہروں پر نخوت تھی
بلند ان کی نگاہیں فقر تھا ان کے شمائل میں   رسولؐ اللہ اکثر بیٹھتے تھے ان کی محفل میں
روا رکھا نہ جاتا تھا کوئی بھی امتیاز ان سے   یہ بندے خاص تھے، مسرور تھا بندہ نواز ان سے

جب ان کی صف میں شامل آپ خود بھی کملیؐ والا ہو
جہاں میں رتبہ اصحابِ صفہؓ کیوں نہ بالا ہو

---

[1] یہ لوگ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ جنگل میں جا کر لکڑیاں چن لاتے تھے۔ اور اُن کو بیچ کر آدھا خیرات کر دیتے تھے۔ آدھا اخوانِ طریقت میں تقسیم ہوتا تھا۔ رسول کریم اکثر اصحابِ صفہ کے درس میں جا کر بیٹھتے تھے اور ان کو محبوب رکھتے تھے مشکواۃ کتاب العلم میں روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ مسجد تشریف لے گئے۔ اس وقت اس مسجد میں دو حلقے تھے حلقۂ ذکر اور حلقۂ درس۔ آنحضرتؐ حلقۂ درس میں جا کر بیٹھ گئے۔ از سیرۃ النبی

باب چہارم

سلسلۂ سرایا[1]

دشمنانِ اسلام کی دغابازیاں اور تباہ کاریاں

دارالامان پر چاروں طرف سے حملے

ادھر دارالاماں تھا اور نویدِ دورِ خوش حالی ‌ ‌ اُدھر چاروں طرف فتنہ فساد و جور و پامالی
جہاں بھر میں محمدؐ کا مدینہ ایک بستی تھی ‌ ‌ جہاں راحت کا دورہ تھا، جہاں رحمت برستی تھی

---

[1] سرایا جمع ہے سریہ کی۔ سریہ کہتے ہیں اُس جماعت کو جو دشمنوں کی روک تھام یا ارشاد و ہدایت کے سلسلے میں آنحضرتؐ نے مدینے سے باہر بھیجی ہو جس میں پیغمبر خود بہ نفسِ نفیس شامل نہ تھے اور غزوہ اس کو کہتے جس میں حضورؐ شامل تھے۔

منافق اور یہود اب تک اگرچہ خارِ دامن[1] تھے مگر مالی کی ہمت سے گُل و گلزار مامن تھے
منافق اور یہود[2] اپنی دغابازی پہ قائم تھے دلوں میں سنگ و آہن تھے زبانوں سے ملائم تھے
مگر فرما رہے تھے چشم پوشی حضرتِ ہادیؐ کہ صُلح و عفو تھا اسلام کا آئینِ آزادی
ڈکیتی قتل و غارت چیرہ دستی اور تبہ کاری مسلط تھی عرب پر انتہائی ذلت و خواری
اُحد میں دیکھ کر غلبہ قریشی قتل و غارت کا عرب کے ہر قبیلے کو خیال آیا شرارت کا
مسلمانوں کو سارے ملک نے کمزور گردانا خدا ان کا توانا ہے کسی نے یہ نہیں جانا
یہ سب رہزن قبیلے اور بھی خونخوار ہو ہو کر کمیں گاہوں میں بیٹھے جا بجا تیار ہو ہو کر

---

[1] یہود کے تین قبیلے قینقاع۔ نضیر۔ قریظہ۔ مدینے کی حوالی میں چھوٹے چھوٹے قلعوں میں رہتے اور مدینے میں کاروبار کرتے تھے۔ منافقین مدینہ کے وہ لوگ تھے۔ جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر مارِ آستین تھے۔ شاہنامۂ اسلام جلد دوم و سوم میں ان پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

[2] یہود حاسد تھے اور مسلمانوں کو نیچا دکھانا چاہتے تھے۔ منافقین اِدھر یہود سے سازباز رکھتے اُدھر قریش اور دوسرے قبائل سے مسلمانوں کی جاسوسی کرتے تھے۔ رسولِ اکرمؐ نے اگرچہ یہود سے امن کا معاہدہ کیا تھا۔ اور ان سے ہر طرح مدارات سے پیش آتے تھے لیکن وہ طرح طرح سے ہادیِ اسلام کو اذیت دیتے اور اسلام کو مٹا دینے کی سازشیں کرتے تھے۔ آنحضرت صبر و ضبط کی تلقین فرماتے اور برداشت سے کام لیتے تھے۔ قرآن شریف میں ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۚ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اور اہل کتاب اور مشرکوں سے تم بہت سی ایذا پاؤ گے لہٰذا اگر صبر کرو اور پرہیزگاری پر قائم رہو تو یہ ہمت کے کام ہیں
پ۔ آل عمران۔ ع۔

بگولے، آندھیاں، طوفان چاروں سمت سے اُمڈے
خدا کے ملک پر شیطان چاروں سمت سے اُمڈے

اُمڈ آیا زمانہ شَیطنت اپنی دکھلانے کو
صداقت کا چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو

فتنہ انگیز قبائل کی سرکوبی

نئے فتنے پرانے دشمنوں ہی کی نوازش تھی
یہودی قوم کی اور مکّہ والوں ہی کی سازش تھی

یہی فتنے تھے جو ہر فتنے کی تاریں ہلاتے تھے
نبیؐ کا حِلم اور اللہ کی غیرت آزماتے تھے

قبائل جن کی ہستی منحصر تھی قتل و غارت پر
وہ یوں بھی ہر طرح تیّار رہتے تھے شرارت پر

خدا ترسی نہ کوئی احترام ان کو شریفوں کا
روا تھا قتل ان کے ہاں نہتّوں کا ضعیفوں کا

نظر میں خونِ انسانی کی قیمت ہی نہ تھی کوئی
قیامِ اَمن کی جانب عزیمت ہی نہ تھی کوئی

مدینہ چل رہا تھا راہِ تہذیب و تمدّن پر
وہاں تھا مدّتوں سے سازِ ہستی ایک ہی دُھن پر

نہ تھا اُن کے عقائد میں گُنہ اور کارِ بد کوئی
نہ اُن کی شرع تھی کوئی نہ عائد اُن پہ حد کوئی

نظر آئی اُنہیں بستی ہوئی اِک اَمن کی بستی
ملی مکّے سے شہ بھی، سُوجھتی پھر کیوں نہ خرمستی

مدینے کو مٹا دینے کی ٹھانی ہر قبیلے نے
پیاپے دمبدم کی چھیڑ خانی ہر قبیلے نے

سزا پائی خدا سے خود ہی ان کی خود ستائی نے
مٹا دی ظُلمتِ بُوجہل نورِ مصطفائیؐ نے

اُٹھا جو بھی قبیلہ ارضِ یثرب پر چڑھائی کو	مسلمانوں نے بڑھ کر دی سزا اُس نا سزائی کو
کئے مسجد میں بیٹھے بیٹھے خطرے دُور حضرت نے
رکھا دارالاماں کو اِس سے محفوظ حضرت نے

شیطنت کی انتہا

واقعہ بیر معونہ

فلک پر ہے فروزاں جس طرح مشعل ستاروں کی	مدینے میں تھیں روشن ہستیاں ایمانداروں کی
مگر باطل بھی باطل تھا، اُسے بھی دُور کی سُوجھی	اِرادہ جس کا تھا دُشوار، اک ایسی بدی سُوجھی
نئی تلبیس رنگِ شیطنت کی اک نمائش تھی	پرستارانِ حق کی انتہائی آزمائش تھی
یہ سازش تھی حرم کے طائروں کو دام میں لانا	نبی کے مطمئن دل کو غم و آلام پہنچانا
عجب اخلاق پر نازاں تھے یہ کُفّارِ بے مایہ
عجب ظلمت کدہ تھا ارضِ اسلامی کا ہمسایہ

لے جب بھی اطلاع ملتی کہ فلاں قبیلہ لشکر مدینہ پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ آنحضرت صحابہؓ کی جماعت بھیج کر [illegible] اوقات قبائل [illegible] سے پہلے ہی بھاگ جاتے۔ بعض دفعہ لڑائی بھی ہوتی۔ واقعہ [illegible]

نجد سے اظہارِ فتنہ

بنو عامر[1] بہت مشہور تھے نجدی قبائل میں
دغابازی و خدّاعی تھی خاص انکے خصائل میں
بنو عامر میں عامر ابن مالک نام آور تھا
جوانی کے دنوں میں سر برآوردہ دلاور[2] تھا
یہ بوڑھا ہو چکا تھا آج کل بیمار رہتا تھا
شکم میں اس کے پھوڑا تھا بہت لاچار رہتا تھا
تھا اس کی نیزہ بازی کا بہت شہرہ اجانب میں
گنا جاتا تھا اک برچھیت اطراف و جوانب[3] میں
مگر اپنے قبیلے میں یہ شہرہ بے نتیجہ تھا
کہ اب سردارِ قوم ابنِ طفیل اس کا بھتیجا تھا

ہوا اس فرد سے بالواسطہ اظہار فتنے کا
یہ خونیں ماجرا ہے اس ہلاکت بار فتنے[4] کا

---

[1] حوالی نجد میں بنو عامر ایک زبردست قبیلہ تھا جس کا سردار ان دنوں عامر ابن الطفیل تھا۔ اس شخص کے دل میں آنحضرت اور اسلام سے کینہ تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کو پیغام بھیجا تھا۔ کہ میرے تمہارے درمیان تین باتیں ہیں آؤ عرب کو تقسیم کریں تم بادیہ کے مالک بن جاؤ۔ میں شہروں کا حاکم بنوں۔ یا اپنے بعد مجھے جانشین بنا دو۔ ورنہ میں غطفان (قبیلہ) کو لے کر مدینہ پر چڑھ آؤں گا۔ آنحضرت نے انکار فرما دیا تھا۔ (دیکھو تاریخ ارضِ مقدس)

[2] عامر بن مالک بن جعفر ابو براء کلابی عامر ابن الطفیل کا چچا تھا۔ اور قبیلۂ کلاب کا مشہور رئیس تھا۔ اس کے پیٹ میں آزارِ قرحہ تھا۔ (طبقات ابن سعد)

[3] عامر ملاعب الاسنہ یعنی برچھیت مشہور تھا اور اس کی نیزہ بازی کا عرب بھر میں شہرہ رہ چکا تھا۔ (تاریخ العمران)

[4] بالواسطہ کیونکہ آخر تک معلوم نہ ہو سکا۔ کہ مسلمانوں کو قتل کرانا اس کی اپنی نیت میں تھا۔ یا اس کے ذریعے مسلمانوں کو پھسلا کر لانے کے کام میں کسی دوسرے کا ہاتھ تھا۔ (مصنف)

ابُو براء کا مدینے میں آنا

حضور اک روز بزم آرا تھے صُفّہ کی جماعت میں زبانِ پاک تھی مشغول قرآں کی اشاعت میں
کہ عامر ابنِ مالک ابنِ جعفر بُو براء آیا ہدایئے نذر ناقے اور گھوڑے نجد کے لایا[1]
نشانِ عجز دکھلاتا ہوا اس سرکار میں پہنچا یہ ذرّہ خاک کا دربارِ گوہربار میں پہنچا
تحائف پیش کر کے عرض کی بیمار آیا ہوں گرفتارِ ملالت، شاکیِ آزار آیا ہوں
سُنا ہے آپ کا دستِ شفا صحت کا ضامن ہے وجودِ پاک پیغمبر امیں ہے اور آمن ہے
مِرے ہدیے بھی ہو جائیں قبولِ خاطرِ عالی مَیں چل کر دُور سے آیا ہوں یا دستِ کرم ساقی[2]
دُعا فرمایئے، اس پیٹ کو آرام ہو جائے
ہمارا کام ہو اور آپ کا بھی نام ہو جائے

---

[1] عامر مسجد میں آنحضرت کے پاس حاضر ہوا اور دو گھوڑے اور نجدی ناقے آپ کے حضور میں ہدیہ پیش کئے (طبقات)

[2] ابوبراء نے کہا بڑھاپے میں یہ لمبا سفر صرف اس لئے اختیار کیا ہے۔ کہ میں نے سُنا ہے۔ آپ احسان کرتے ہیں ہر ضعیف العمر اور مریض پر۔ (تاریخ اسلام)

حکیمِ مدینہ مُفت دوا اور شفا دیتا ہے

متانت سے سنی سرکار نے بوڑھے کی لسّانی[1] کہ یہ طرزِ تکلّم تھی عرب کی عادتِ ثانی
اُٹھے بہرِ دُعا دستِ حبیبِ حضرتِ[2] باری دُعا کی یا الٰہی دُور کر دے اس کی بیماری
اثر بھی اور توفیقِ دُعا بھی تُو ہی دیتا ہے دَوا بھی تیری جانب سے شفا بھی تو ہی دیتا ہے
دُعا کے بعد فرمائی توجّہ جانبِ عامر خوش اَخلاقی سے اور نرمی سے یوں گویا[3] ہوا آمر
ہوا ارشاد ہر بیمار کا اللہ شافی ہے شفا جو سب کو دیتا ہے، وہی تجھ کو بھی کافی ہے
تجھے لائے ہیں اس دہلیز تک امراضِ جسمانی نہیں تجھ کو تمنّائے علاجِ دردِ رُوحانی
طلب کرتا اگر اسلام تیرا بھی بھلا ہوتا قبیلہ بھی ترا کونین میں پھولا پھلا ہوتا
پیمبر کو ضرورت ہی فقط اک قلبِ مومن کی یہ ہدیے پھیر لے جا کوئی بھی حاجت نہیں اِنکی
قبول اس گھر میں ہوتا ہی خدا کے نام سے ہدیہ نہیں لیتا محمدؐ منکرِ اسلام سے ہدیہ

---

[1] ابو براء نے لسانی کے ساتھ آنحضرت سے گفتگو کی اور یہ طرزِ گفتگو اگرچہ آنحضرت کو پسند نہ تھی مگر آپ نے اس کی دلدہی کی (ارشاد الحکمۃ)

[2] آنحضرت نے ابو براء کے لئے دُعا فرمائی یا اللہ یہ شفا کی امید میں تیرے نبی کے پاس آیا ہے۔ یا اللہ تو ہی احسان فرمانے والا ہے (رشاد الحکمۃ)

[3] آنحضرت نے ابو براء سے کہا جسمانی امراض سے زیادہ تمہیں روحانی مرض کا ازالہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اس نے کہا۔ یہ معاملا ایسا ہے کہ میں اپنی قوم کے سامنے پیش کروں گا۔

(اخبار الایمان)

نہیں شایانِ پیغمبرؐ صلہ لے کر مدد کرنا   خدا کا حکم ہے، بندے سوالی کو نہ رد کرنا
نظر آتا اگر تو دولتِ ایماں سے بہرہ ور   نہ ہوتی عار، لے لیتا تھا ہدیہ بھی پیغمبرؐ
یہ کہہ کر ایک کوزہ شہد کا عامر کو دلوایا   کہیں سے آج ہی یہ شہد تھا حضرتؐ نے منگوایا[1]
کہا جب بھی وطن کی سمت پلٹے، تو سرِ راہے   یہ تازہ شہد استعمال کرنا جب بھی جی چاہے
خدا کے نام سے ہر چیز میں تاثیر ہوتی ہے   بسا اوقات چٹکی خاک کی اکسیر ہوتی ہے

ابو براء کی شفایابی اور مکر

یہ اخلاقی بلندی دیکھ کر محجوب تھا سائل   زباں[2] پر رد و کد تھی دل میں لیکن ہو گیا قائل
ہوا سرکار سے رخصت پلٹ کر اپنے گھر آیا   شفا حاصل ہوئی، اعجاز حضرتؐ کا نظر آیا
جزا احسان کی احسان ہے انسان کا شیوہ   بدی محسن سے کرنا، ہے فقط شیطان کا شیوہ
درندوں سے بھی پیش آئے جو کوئی مہربانی سے   تو اکثر باز آجاتے ہیں وہ ایذا رسانی سے

---

[1] آپ نے ابو براء کی بیماری کے لیے دعا کی کہ خدا تجھے شفا دے لیکن اس کے ہدیے پھیر دیے اور فرمایا، میں مشرک سے ہدیہ نہیں لیتا۔ (تاریخ العمران) آپ نے یہ بھی فرمایا اگر تو خدا کی وحدت کا اقراری ہوتا تو مجھے تیرا ہدیہ لینے میں کوئی عار نہ ہوتا۔ آپ نے ایک کپی شہد کی اس کو دی۔ ابو براء اس کو چاٹتا تھا حتیٰ کہ وہ اچھا ہو گیا۔ (واقدی)

[2] ابو البراء نے آنحضرتؐ کی طرف سے ہدیہ پھیر دینے پر کہا۔ کیا عرب میں ابو البراء کا ہدیہ لینے سے کوئی انکار کر سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ میں صرف اس کا ہدیہ قبول کرتا ہوں۔ جو خدا کو ایک مانتا ہو۔ (ارشاد السکوت)

دعائے مصطفےٰ سے پا گیا جس دم شفا عامرؔ
نہ جانے اس کو کیا سوجھی کہ پھر حاضر ہوا عامرؔ[1]

ابُوبراء کی درخواست

نہایت عجز سے آیا نبیؐ کی بزمِ نوری میں
کہا میں شکریہ لایا ہوں حضرت کی حضوری میں

طفیلِ حضرتِ عالی ہوئی حاصل شفا مجھ کو
پسند آئے محمدؐ اور محمدؐ کی دعا مجھ کو

مرا دل مانتا ہے آپ جو کہتے ہیں برحق ہے
کرے انکار جو بھی اس حقیقت سے وہ احمق ہے

نظر آتی ہے مجھ کو روشنی انکار مشکل ہے
علانیہ مگر اسلام کا اقرار مشکل ہے

مرا اپنا قبیلہ ہے ابھی ناآشنا حق سے
ابھی باطل سے رشتہ ہے، ابھی ہے ربط ناحق سے

وہاں تک آپ نے اسلام پہنچایا نہیں اب تک
کوئی توحید کا پیغامبر آیا نہیں اب تک

زمینِ نجد میں اسلام کے قاصد اگر جائیں
بڑی امید ہے مجھ کو کہ سب ایمان لے آئیں

---

[1] بہت سے رواۃ کا بیان ہے۔ کہ ابو البراء نے پہلے اپنے بیٹے کو حضورؐ کی خدمت میں تحائف دے کر بھیجا تھا۔ اور جب شفا ہو گئی تو وہ خود آیا تھا۔ لیکن کثرت روایت یہ ہے۔ کہ پہلے یہ شخص بیماری کی صورت میں آیا۔ حضرت نے اس کے لئے دعا کی اور شہد بھی دیا جس کو لیکر یہ رخصت ہوا۔ راہ میں یہ شہد چاٹتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کو بالکل آرام آ گیا۔ پھر یہ دوبارہ حاضر ہوا۔ (تاریخ العمران باب بیر معونہ)

مجھے پورا یقیں ہے، اس جگہ تائیدِ حق ہوگی
یہ صورت دوسرے نجدی قبائل کو سبق ہوگی[1]
وہاں پر آپ اپنے خاص خاص اصحاب بھجوائیں
بنو عامر کے لوگوں کو خدا کی بات سمجھائیں
بنو عامر زمینِ نجد کا جیّد قبیلہ ہے
وہاں اسلام پھیلانے کا یہ اچھا وسیلہ ہے
یہ ہو جائے تو مجھ کو بھی بہانہ ہاتھ آئے گا
یہ بوڑھا خود وہاں پیغام حضرتؐ کا سنائے گا

آنحضرتؐ کا تامّل

ابو براء کی ضمانت

کہا سرکارؐ نے نجدی قبائل ہیں جفا پیشہ
مجھے ہے نجد سے اصحاب کے بارے میں اندیشہ[2]
پیامِ حق سنانے جب عقیدت کیش جائیں گے
زمینِ نجد کے پتھر بسختی پیش آئیں گے

---

[1] ابو البراء آیا اور کہا۔ اے محمدؐ۔ میں آپ کے امر کو بہتر اور بزرگ سمجھتا ہوں۔ مگر میرے پیچھے میری قوم ہے۔ اگر آپ اپنے اصحاب میرے ساتھ روانہ کر دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ دعوت اسلام قبول کرینگے اور آپ کے امر کی پیروی کریں گے اور آپ کے امر کا غلبہ ہو جائے گا۔ (تاریخ [illegible] باب غزوہ بیر معونہ)

[2] آنحضرتؐ نے ابو براء کی درخواست پر فرمایا۔ کہ مجھے نجد کی طرف سے اپنے اصحاب کے لئے اندیشہ ہے (طبقات [illegible])

کہا عامر نے میں لیتا ہوں ذمہ اپنی جانب سے[1] نہ ہوگی کوئی ایسی بات اطراف و جوانب سے
حفاظت میرے کندھوں پر ہے اصحابِ رسالت کی عرب سارا کرے گا آبرو میری کفالت کی

ہدایت کی درخواست منظور

عرب میں کوئی بھی جب اس طرح کا عہد کرتا تھا تو جیتے جی قدم ہرگز خلاف اس کے نہ دھرتا تھا[2]
یہ مردِ معتبر تھا ہر جگہ تھا اعتبار اس کا صنادیدِ عرب میں آج ہوتا تھا شمار اس کا
یہ دعوت نجد میں تبلیغ کے کارِ جلیلہ کی مزید اس پر کفالت ایک سردارِ قبیلہ کی[3]
فروغِ دینِ حق تھا مدعائے حضرتِ عالی تامل سے یہ دعوت آپ نے منظور فرمالی
زمینِ نجد میں اعلانِ حق فرضِ رسالت تھا کہ یہ خطہ ابھی تک غرقِ سیلابِ جہالت تھا

---

[1] عامر ابو براء نے کہا۔ آپ اصحاب پر اہلِ نجد سے اندیشہ نہ کیجئے۔ میں اس امر کی ضمانت کرتا ہوں کہ اگر کوئی ان سے بجنگ پیش آئے گا۔ تو میں آپ کے اصحاب کا شریکِ حال اور مددگار ہوں گا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] ابو براء واقعی اس حیثیت کا سردار تھا کہ کسی کو کفالت میں لے سکتا تھا۔ اور اس کی کفالت کا پاس سب کو ہو سکتا تھا اِلّا یہ کہ وہ خود اپنی ذات کو بری قرار دے۔ (تاریخ العمران)

[3] عرب میں کسی کا کسی کو کفالت میں لے لینا ایک حلف تھا جس کی خلاف ورزی کوئی نہ کرتا تھا۔ یہ ذاتی و قومی آن کے خلاف تھا۔ آپ نے منظور فرمالیا۔ اور ستر انصار ساتھ کر دیئے۔

(تاریخ العمران)

مبلغینِ اسلام راہِ تبلیغ پر

ہوئے ستّر مبلغ مستعد اس کام کی خاطر   رضاکارانہ نکلے خدمتِ اسلام کی خاطر
یہ ستّر وہ تھے جن میں ایک اک مردِ یگانہ تھا   وجود ان سب کا شانِ زندگی جانِ زمانہ تھا
یہ عابد تھے، یہ زاہد تھے، یہ حافظ تھے، یہ قاری تھے   یہ صدق آئین تھے، آئینۂ پرہیزگاری تھے
یہ علم و فضل کے دریا یہ ذکر و فکر کے گوہر   صفائے قلب کے مخفی خزانے، بے بہا جوہر
یہ ستّر منتخب منادِ توحید و رسالت کے   یہ ستّر گلشنِ آباد، اسلامی رسالت کے
یہ اسلامی مبلغ ہو گئے تیار جانے کو   زمینِ نجد پر آوازِ ربانی سنانے کو

رسولِ پاک کا مبلغین سے خطاب

دمِ رخصت رسولِ پاکؐ نے ان پر نظر ڈالی   ہوئی رقّت پذیر اُن کی وفا پر خاطرِ عالی
عفاف و عصمت، احسان و کرم، عزم و ثبات انکا   فداکاری کا جذبہ بہرِ فخرِ کائناتؐ اِن کا

---

[1] یہ وہ ستّر جوان تھے جو قراء قرآن کہلاتے تھے۔ انکا معمول یہ تھا کہ سرِ شام حوالی مدینہ میں نکل جاتے۔ رات بھر تعلیمِ قرآن کے تقاضا میں پڑھتے صبح ہوتے ہی آب شیریں پر گذر کرکے لکڑیاں چنتے اور دیگر اصحابِ صُفّہ اور دُوسرے ضرورت مند مسلمانوں کی مدد کرتے (اخبار [illegible])

نبیؐ نے ان کے ذوقِ علم کی تحسین فرمائی   حیا و صبر و عفو و حلم کی تلقین فرمائی[1]
کہا تبلیغِ حق ہی اصل مقصد ہے نبوت کا   نہ آنے پائے اس میں شائبہ اظہارِ قوت کا[2]
تمہیں جو کچھ بھی پیش آئے اُسے انگیز کرنا ہے   بہر حالت جوابِ تلخ سے پرہیز کرنا ہے
تمہیں معلوم ہے ذاتِ خدا دانا و بینا ہے   وہ شاہد ہے شہادت ہی مسلمانوں کا جینا ہے
تمہاری یہ جدائی عارضی ہے اور جسمانی   ابد تک کے لئے ہے پھر وصال و قربِ روحانی
وہ ساعت سب سے بڑھ کر سعد ہوتی ہے رسولوں[3] پر   کیا جاتا ہے اُن کو ذبح جب اُن کے اصولوں پر
محمدؐ کے رفیقو! فی امان اللہ ہاں جاؤ   خدا کے نام لیواؤ خدا کا نام پہنچاؤ

مبلغینِ اسلام نجد کی طرف

یہ ارشادات سُن کر وجد میں ارض و فلک جھومے[4]   غلامانِ وفا نے اپنے آقا کے قدم چومے

---

[1] آپ نے ان ستر اصحاب کو جاتے وقت علم و حیا کی تاکید کی۔ اور نرمی و آشتی اور مصیبت پر صبر و ثبات کی ہدایت فرمائی۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۔ پ۳ البقرۃ ع۳۴ ۲۵۶ ۔ دین میں کوئی جبر نہیں۔

[3] رسولِ پاکؐ نے فرمایا۔ رسولوں پر وہ وقت سب سے زیادہ سعد اور مبارک ہوتا ہے۔ جب وہ اعلائے کلمۃ الحق کے بدلے زیرِ شمشیر آتے ہیں۔ (اخبار الایمان)

[4] بیر معونہ کی طرف چلتے وقت اصحاب آنحضرتؐ سے رخصت ہوئے تو آپ نے اُن کے لئے دعا فرمائی۔ اور ایسے الفاظ فرمائے جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب ملاقات تلواروں ہی کے نیچے ہوگی۔ (اخبار الایمان)

خدا کا نام لے کر اور محمدؐ کی دعا لے کر	مدینے سے چلے عشّاق جنس بے بہا لے کر
سفر کی سختیاں سہتے ضعیفوں کی مدد کرتے	فضا کو آشنائے ذکرِ اللہُ الصمد کرتے
اذانوں سے جبال و دشت کو معمور فرماتے	نمازوں سے بلند و پست کو پُر نور فرماتے[1]

ابُو براء کا کھسک جانا

بالآخر اک جگہ بیرِ معونہ[2] نام تھا جس کا	یہاں پہنچا کے شیخ نجد ان کے ساتھ سے کھسکا
کہا، میں جا کے پہلے قوم کو ہموار کرتا ہوں	زمیں کو بیج بونے کے لئے تیار کرتا ہوں
یہاں پر آپ ٹھہریں دو گھڑی آرام فرما لیں	اذانیں اپنی دے لیں اور نمازیں اپنی پڑھ ڈالیں
بھتیجا ہے مرا ابن الطفیل اس قوم کا افسر	اسی کے پاس بھیجیں آپ قاصد کوئی دانشور
براہِ راست جب پیغام اس کے پاس جائے گا	اسے اعزاز سمجھے گا، خوشی سے پھر بلائے گا

---

[1] شہدائے بیر معونہ دشت و جبال کو طے کرتے وقت تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے تھے اور وہ جہاں سے بھی گزرتے تھے خدا کے نام سے راہوں کو آشنا کرتے ہوئے۔ (قصیدہ واقعہ بیر معونہ)

[2] بیر معونہ ایک چشمہ ہے۔ چشمہائے بنی سُلیم سے ارضِ بنی عامر اور بنی سُلیم کے درمیان۔ یہاں ابو البراء اصحابِ نبیؐ سے رخصت ہو گیا یہ کہہ کر کہ اب میرا پہلے اپنی قوم میں پہنچنا ضروری ہے تاکہ تمہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔ (تاریخ العمران)

کرے گا قوم بھر میں انتظاماتِ پذیرائی
اگر اسلام پہنچاؤ گے تم اُس تک بہ آسانی[1]

صحابہؓ کا پیغام رئیسِ نجد کے نام

صداقت کیش بندوں نے کیا یہ قول بھی باور
کوئی حجت نہ کی ٹھہرے یہاں مردانِ بختاور
سوئے ابن الطفیل اک خط لکھا میرِ جماعتؓ نے
کہ بھیجے ہیں مبلغ صاحبِ روزِ شفاعتؐ نے[2]
ہمیں ارضِ بنو عامر میں جانے کی اجازت دو
اخوت کا پیامِ حق سُنانے کی اجازت دو
رضاکارانہ اِک مردِ صحابی لے چلا نامہ
ہوا تھا قطع جس کے واسطے تقدیم کا جامہ

رئیسِ نجد کا مبلغین سے سلوک

نہتا، صُلح کا پیکر، لباسِ آشتی در بر
یہ قاصد ہو گیا وارِدِ بنو عامر کے خیموں پر
نظر آئے بنو عامر یہاں پر خیل خیل اس کو
انہی کے درمیاں آیا نظر ابن الطفیل اس کو

---

[1] ابو براء بیرپا اصحاب رسول اللہ سے یہ کہکر رخصت ہوا۔ کہ تم یہاں ٹھہرو۔ سفر کی کسل دُور کرو۔ میں جا کر قوم کو تمہارا پیغام سننے کے لئے تیار کرتا ہوں۔ تم ایک آدمی کے ہاتھ رسول اللہ کا پیغام میرے بھتیجے عامر ابن الطفیل کے پاس بھجوانا۔ تاکہ وہ براہِ راست تخاطب سے معزز ہو۔ (تاریخ العمران)

[2] جماعت کے امیر منذر بن عمروؓ تھے۔ اس جماعت نے بیر معونہ میں قیام کیا۔ ابو حرام بن ملحانؓ کو آنحضرتؐ کا پیغام دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جو قبیلہ کا رئیس تھا (سیرت النبی)

دیا قاصد نے خط اُس کو متانت سے خموشی سے — بڑھایا ہاتھ کافر نے بظاہر گرمجوشی سے
مگر لیتے ہی نامہ اُس لعیں نے چاک کر ڈالا[1] — ادھر اک شخص نے پیچھے سے مارا تاک کر بھالا
یہ بھالا پُشت کی جانب سے نکلا توڑ کر سینہ — ہوا قاصد کے لب پر جوہرِ اسلام آئینہ
نہ چیخ اس کے دہن پر تھی نہ اسکے لب پہ گالی تھی — زبانِ مردِ مومن ذکرِ حق ہی کرنے والی تھی
نہ سِسکی ہائے کی گونجی نہ شعلہ آہ کا نکلا — زباں سے ایک نعرہ فُزتُ اے واللہ کا نکلا
قسم اللہ کی مَیں پا گیا اپنی مُرادوں کو — یہ سُن کر اور حیرت ہو گئی ان بدنہادوں کو
ہوا ابنِ طفیلِ نابکار اس قول پر حیراں — تصوّر میں نہ آئی تھی کبھی یہ صورتِ ایماں

نجدی قبائل کا مبلّغین پر حملہ

شقی القلب نے پہلے سے کر رکھی تھی جمعیت — چلا اب فوج کو لے کر بہ ناہنجار نیت[2]

---

[1] عامر بن الطفیل نے حرام بن ملحانؓ سے نامہ لیتے ہی بے پڑھے چاک کر ڈالا۔ اور ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ جس نے پشت سے بھالا مارا جو سینہ توڑ کر نکل گیا۔ نیزہ کھا کر حرام بن ملحانؓ کی زبان سے اللہ اکبر فزت و رب الکعبہ۔ یعنی رب کعبہ کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ یہ سُن کر اُن لوگوں کو سخت حیرت ہوئی۔ (بخاری کتب الجہاد)

[2] عامر بن الطفیل نے صرف ایلچی کے قتل پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ قبیلہ سلیم و رعل و ذکوان اور عصیہ وغیرہ کو اکٹھا کیا۔ اور جا کر بیر معونہ پر مبلغوں کی جماعت کو گھیر لیا۔ اور ان سب کو قتل کر ڈالا اس حالت میں کہ وہ بے گناہ اور غیر محاربی تھے۔ (طبری)

وہاں اللہ والے منتظر تھے اپنے قاصد کے
خبر کیا تھی اُمڈنے والے ہیں طوفاں مفاسد کے[1]
نہتے زاہدوں کو آن گھیرا اب قبائل نے
لیا حلقے میں ان کو اس ہجومِ بدخصائل نے[2]
ہوئی تیروں کی بارش دُور سے گلزارِ ملّت پر
بلند و پست سے غلبہ کیا کثرت نے قلّت پر
قبائل چاندماری کر رہے تھے صف بصف ہو کر
گرے اکثر مبلّغ تیر و پیکاں کے ہدف ہو کر
کیا اب ان پہ دھاوا دفعتاً نجدی رسالوں نے
قلوبِ اہلِ دل کو چھید ڈالا تُند بھالوں نے
یہ تسلیم و رضا تھی اک نظارہ فوقِ عادت کا
فضا میں گونجتا تھا پے بہ پے کلمہ شہادت کا[3]

شہدائے بیر معونہ

پڑے تھے نیم جاں بندے ہزاروں زخم کھا کھا کر
قریب آئے قسائی زخمیوں کو نیم جاں پا کر

---

[1] مبلغین صحابہ کی جماعت اس وقت بالکل بےخبر تھی اور جب اُنہوں نے اس جمعیت کو برسرِ پرخاش دیکھا تو کہا ہم تم سے لڑنے نہیں آئے۔ مگر ظالموں نے ایک نہ سنی اور سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (بخاری)

[2] صحابہ حرام بن ملحان رضی کی واپسی کے منتظر تھے۔ جب دیر لگی تو خود روانہ ہوئے۔ اتنے میں عامر کی جماعت نے ان کو چاروں طرف سے گھیر کر تیر باری شروع کی پھر نیزے تان کر چاروں طرف بڑھے اور سب کو قتل کر دیا۔ (تاریخ العمران)

[3] ان قبائل میں جب کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے بیان کیا کہ مقتولین بیر معونہ کی زبانوں پر شہادت کا کلمہ جاری تھا۔
(ارشاد الحکمۃ)

کوئی شاہد نہیں تھا اِک خُدا تھا دیکھنے والا چڑھے سینوں کے اُوپر اور سب کو ذبح کر ڈالا
یہ ستر منتخب زُہاد آئے تھے مدینے سے خُدا و مصطفےٰ ﷺ کا نام لائے تھے مدینے سے
یہ اس دُنیائے فانی میں نویدِ زندگانی تھے زمانے میں وفائے عہد کی سچی کہانی تھے
پڑے تھے خاک پر اب خونچکاں لاشے[1] شہیدوں کے فلک تک جا چکے تھے ولولے انکی اُمیدوں کے
انہیں اب ٹکڑے ٹکڑے کر کے قصابوں نے منہ موڑا یہ ستر فرد تھے زندہ فقط اِک آدمی چھوڑا
گھڑی بھر میں ہوا کے طائروں نے کھا لیا ان کو شکم میں بھر لیا، کفنا لیا، دفنا لیا ان کو
نبی کو اس قدر صدمہ ہوا یہ ماجرا سُن کر کہ لعنت ظالموں پر کی یہ ظلمِ[2] ناروا سُن کر
یہ دُنیا ہے اگر باقی، زمانہ ہے اگر باقی رہے گا تا قیامت ان پہ لعنت کا اثر باقی
فریب و غدر و دغا کی ابھی تک جن میں جاری ہے یہ لعنت اُن پہ قائم ہے یہ لعنت اُن پہ طاری ہے

---

[1] جس وقت شہداء بیر معونہ کی لاشیں بے کفن اور بغیر مدفون پڑی تھیں عمرو بن امیہ ضمیری اور ایک انصاری شخص قریب کی چراگاہ میں تھے۔ طیور کو اڑتے دیکھ کر انہیں اندیشہ ہوا۔ گھبرائے ہوئے آئے۔ دیکھا۔ کل مسلمان جامِ شہادت پی چکے ہیں۔ انصاری بزرگ نے جوش میں آکر دشمنوں پر حملہ کیا۔ مگر عمرو بن امیہ ضمیری کو لازم آیا کہ رسول اللہ صلعم کو اس واقعہ کی خبر پہنچائیں۔ (تاریخ ارض مقدس)

[2] عمرو بن اُمیہ ضمیری یہ خبر لے کر دربارِ رسالت میں پہنچے۔ آپ کو یہ سُنکر ایسا صدمہ ہوا کہ کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔ آپ نے ظلم کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا۔

هذا عمل ابی براء وقد كنت لهذا كارها متخوفا۔

یعنی یہ ابو براء کا کام ہے۔ ورنہ میں تو اُن کا بھیجنا پسند نہ کرتا تھا۔ (ابن ہشام)

یہ لعنت ہر زماں ایسے دغابازوں پہ قائم ہے　　کہ ذہنیت ابھی تک جن کی بدتر از بہائم ہے

واقعۂ رجیع

قبائلِ عضل و قارۃ کا مکر

مدینے تک خبر پہنچی نہ تھی بیرِ معونہ کی　　کہ صورت اور اک پیدا ہوئی رنجِ دوگونہ کی
اسی صورت بنو عضل و بنو قارۃ کا وفد آیا[1]　　نبی نے حسبِ معمول ان پر بھی اکرام فرمایا
کیا اسلام کا اظہار غداروں لعینوں نے　　بڑا ذوقِ یقیں ظاہر کیا ان بے یقینوں نے
گذارش کی ہماری قوم بھی ایمان لائی ہے　　خدا و مصطفےٰ کے دامنِ رحمت میں آئی ہے
مناسب ہے ہمارے ساتھ اصحابِ نبی جائیں　　اُسے اسلام کے ارکان کی تلقین فرمائیں
نبوت کا فریضہ تھا یہی تبلیغِ دیں کرنا　　زباں اقرارِ حق کر دے، تو انساں کا یقین کرنا

پیامِ رحمتہ للعٰلمین کو عام ہونا تھا
اگرچہ کام مہلک تھا، مگر یہ کام ہونا تھا[2]

---

[1] ابھی بیر معونہ کی اطلاع نہ آئی تھی کہ ماہ صفر ۴ھ میں قبیلہ قارۃ کے چند آدمی آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ کہ ہمارے قبیلے اسلام پر مائل ہیں ہمارے ساتھ چند آدمی روانہ کیجئے جو ہمیں اسلام کے ارکان سکھائیں۔ اور ہمیں دین کی تعلیم دیں۔ (ابن ہشام و ابن سعد)

[2] حاشیہ اگلے صفحہ پر

تبلیغ کے لئے صحابہ کی تیاری

جماعت دس صحابہ کی ہوئی تیار جانے کو[1]   خدا کا علم و عرفاں اہلِ عالم کے سکھانے کو
رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیا فخرِ رضامندی[2]   کہا لازم تمہیں ہر حال میں ہے حق کی پابندی
خدا کو تم سے امیدِ وفا ہے، اے وفا والو   خدا کا نام لے کر جا رہے ہو اے خدا والو
یہ جسمانی جدائی پیش خیمہ قربِ حق کا ہے   شہادت کی طلب کا راستہ صاف اور سیدھا ہے
وہاں جیسی بھی صورت پیش آئے صبر کر لینا   زباں قابو میں رکھنا اور دلوں پر جبر کر لینا
یہی توحید ہے اللہ واحد کے پرستارو   خدا حافظ تمہارا اے محمدؐ کے فداکارو

مبلغانِ اسلام، اور قبائلِ خوں آشام

غرض رخصت ہوئے یہ دس جوانانِ مجاہد بھی   کہ سب کے سب تھے اہلِ علم بھی، غازی بھی، زاہد بھی

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ رسول اللہ تو دنیوی سائل کو بھی رد نہ کرتے تھے، چہ جائیکہ دین کے سائل کو رد فرماتے۔ اسلام پہنچانا آپ کا اہل فریضہ تھا۔ اس لئے جب کوئی اسلام سیکھنے کی تمنا کرتا آپ اس کی تمنا کو پورا کرنا فرضِ منصبی کے طور پر انجام دینے کے لئے تیار ہو جاتے۔ خواہ اس میں کتنی بھی دقت کیوں نہ پیش آئے۔ (مصنف)

[1] نبی رحمت نے دس مبلغین کو حضرت عاصمؓ کی سرداری میں ان کے ساتھ بھیجا۔ (زندگانی)

[2] آپ نے ان کو رخصت فرماتے ہوئے صلح و صفا اور صبر و ثبات اور استقامت بوقت مصیبت کی تلقین فرمائی [illegible]

رجیع[1] اک چشمہ تھا مابین مکّے اور عسفاں کے
یہاں وارد ہوئے آخر مبلّغ علمِ قرآں کے

بنو لحیاں[2] تھے پہلے ہی سی نخلستاں میں پوشیدہ
کہ سب غارت گر و سفّاک و تیر انداز تھے چیدہ

بنی عضل و بنی قارہ نے اہل اللہ کو ٹھہرایا
پھر اک شیطاں بنو لحیان کو جا کر بلا لایا

یہ لشکر تیر اندازوں کا نخلستان سی نکلا
ہلاکت خیز نعرہ ہر لبِ شیطان سے نکلا

صحابہؓ گھر گئے چاروں طرف سی بد سگالوں میں
نہ تھا لیکن ہراس و خوف ان اللہ والوں میں

یہ حالت دیکھ کر اک ٹیکرے کا رُخ کیا[3] سب نے
سہارا دامنِ تسلیم و رضا کا لے لیا سب نے

بنی لحیاں کے دو سو آدمی نے ٹیکرا گھیرا
نظر قاتل ہی آئے منہ صحابہؓ نے جدھر پھیرا

---

[1] رجیع چشمہ سار ہذیل میں سے ایک مقام تھا۔ جو ہدّہ کے قریب واقع تھا۔ (اخبار لایمان)

[2] بنو لحیان نے پہلے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور آنحضرت نے سریہ بھیج کر قلع قمع کرایا تھا۔ اور ان کا سردار سفیان بن خالد قتل ہو گیا تھا۔ بنو لحیان اس کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اور انہوں نے بنی عضل و بنی قارہ کو اس کام پر مامور کیا تھا۔ اور خود دو سو جوان رجیع کے نخلستان میں چھپا رکھے تھے۔ (ابن سعد و زرقانی)

[3] چونکہ مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم نہ دی گئی تھی۔ اس لئے اگرچہ صحابہؓ صرف دس آدمی تھے۔ لیکن انہوں نے تلواریں کھینچ لیں اور ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ بنو لحیان نے ٹیکرے کو گھیر لیا۔ لیکن اوپر چڑھنے سے پس و پیش کرتے تھے کفار میں سے سفیان ہذلی نے آواز دی۔ تم پہاڑی سے اتر آؤ۔ تو ہم پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں امان دے دینگے ساتھ ہی کہا ہم صرف تمہاری وجہ سے کچھ روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ (زرقانی)

شہادت مبلغین رجیع

ادھر کفار تھے اس سوچ میں کیسے انہیں ماریں
کہ ہاتھوں میں صحابہؓ کے بھی تھیں اس وقت تلواریں
لیا جانے لگا اب کام مکاری سے حیلے سے
کہا، تم کو اماں دے دیں اتر آؤ جو ٹیلے سے
کہا عاصمؓ[1] نے مارو تیر اے نامردِ خونخوارو
پناہِ کافراں مجھ کو نہیں درکار غدارو
یہ کہہ کر سونت لی تلوار، بڑھ کر جنگ کی اُن سے
مقدر تھی یہ ہولی آج خون و رنگ کی اُن سے
لڑے ان کافروں سے آٹھ اصحابِ رسول اللہ
شہادت پا گئے[2] آخر یہ احبابِ رسول اللہ
ہزاراں در ہزاراں رحمتیں ان پاکبازوں پر
کہ نازاں نامِ آزادی ہے ایسے سرفرازوں پر
مرادِ زندگی مقتل میں آنے ہی سے ملتی ہے
حیاتِ دائمی گردن کٹانے ہی سے ملتی ہے

---

[1] حضرت عاصمؓ نے جواب دیا۔ کفار کے قول و قرار کا مجھ کو کوئی اعتبار نہیں۔ مجھے تمہاری ذمہ داری منظور نہیں۔ پھر آسمان کی طرف چہرا اٹھایا۔ اور کہا۔ اے خدا تو ہماری حالت کو دیکھ رہا ہے۔ تو اپنے رسول کو ہماری خبر دے دے۔

[2] قریش نے چند آدمیوں کو بھیجا کہ عاصمؓ کے بدن سے گوشت کا ایک ٹکڑا لائیں۔ کہ ان کی شناخت ہو۔ قدرتِ خداوندی نے شہید مسلم کی یہ تحقیر گوارا نہ کی۔ شہد کی مکھیوں نے لاش کو چھپا لیا اور قریش ناکام پھر گئے۔ بات یہ تھی۔ سلافہ بنت سعد کے دو بیٹے میدانِ اُحد میں عاصمؓ کی تلوار سے مارے گئے تھے۔ اس عورت نے حضرت عاصمؓ کے کاسۂ سر میں شراب پینے کی قسم کھائی تھی۔ اور یہ قاتل حضرت عاصمؓ کا سر کاٹ کر سلافہ کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ مگر خدا نے اپنے بندۂ خاص کو اس بے احترامی سے محفوظ فرمایا۔ (اخبار الایمان)

اِدھر دُنیا تھی ان آزاد بندوں کی تمنائی
اُدھر قیدی بھی تھے اس طرفہ منڈی کے تماشائی
بُہت بڑھ بڑھ کے بولی دی یہاں ہر ایک شیطاں نے
خریدا زیدؓ کو سو اُونٹ کے بدلے میں صفواں[1] نے
خریدارِ[2] خبیبؓ اک فردِ حارث کے تھے دو بیٹے
کہ بدلا چاہتے تھے باپ کا تقدیر کے بیٹے
پسر اس کے بہت خوش تھے کہ پایا انتقام[3] اپنا
لگانے آتے تھے منڈی میں اس سودے پہ دام اپنا
خبیبؓ و زیدؓ آخر بک گئے بازارِ مکہ میں
کیا لے جا کے ان کو قید اُن اشرارِ مکہ نے

قید میں آزادہ دلوں کا حال

کیا کرتے ہیں جو تبلیغِ آزادی زمانے میں
وہ اکثر کاٹتے ہیں زندگانی قید خانے میں
یہ بندے صابر و شاکر تھے پابندِ رضا دونوں
رہینِ قیدِ تنہائی الگ دونوں جدا دونوں[4]
وہ ایسے مطمئن تھے جس طرح طائر گلستاں میں
وہ ایسے بےخطر تھے شیر ہوں جیسے بیاباں میں
بنو لحیان کی بدعہدی شرارت عضل و قارۃ کی
مگر تھیں مطمئن خاموشیاں اہلِ بشارت کی

---

[1] صفوان بن اُمیہ نے حضرت زیدؓ کو خریدا۔ (بخاری)

[2] حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر نوفل کے لڑکوں نے خرید لیا۔ خبیبؓ کے ہاتھ سے میدانِ بدر میں حارث قتل ہوا تھا۔ (تاریخ القرآن)

[3] فرزندانِ حارث ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے کہ باپ کا انتقام زندگی ہی میں لے لیا۔ اور لوگ بھی ان کو مبارکباد دیتے تھے (اصابہ ج۲)

[4] وہ دونوں الگ الگ گھروں میں ایک دوسرے سے جُدا قید کیے گئے۔ (زرقانی)

نماز و روزہ تھا اُن کا شعارِ قیدِ تنہائی[1] کسی نے کھانے پینے کی طلب اُن میں نہیں پائی
اگر اکلِ حلال اُن کو ملے تو کھا بھی لیتے تھے حرام اشیا نہ دو ہم کو، انہیں سمجھا بھی دیتے تھے
نہ حجت کوئی کرتے تھے نہ طالب تھے رعایت کے نہ دل میں شکوہ تھا نہ حرف تھے لب پر شکایت کے
نہ طوفاں آہ و زاری کے نہ شعلے آہِ سوزاں کے فضاؤں کو بسا دیتے تھے نغمے وردِ قرآں کے
قریش[2] کافروں نے لاکھ چاہا اُن کو بہکانا مگر ممکن نہ دیکھا اُن کا دینِ حق سے پھر جانا
سکوتِ شب میں وقفِ وردِ قرآں جب ہوتے تھے کلامِ پاک سن کر سنگدل کافر بھی روتے تھے[3]
ثبات و صبرِ اسلامی نرالی شان رکھتے تھے یہ دل ایمان رکھتے تھے دہن قرآن رکھتے تھے

بے گناہوں کے قتل کی منادی

مسلمانوں کی اخلاقی بلندی کا یہ آئینہ جلائے ڈالتا تھا سینۂ کفار میں کینہ
یہ صورت دیکھ کر کفار کے اشرار گھبرائے خیال آیا کہیں کُل مسلماں ہی نہ ہو جائے

---

[1] یہ قید میں ایسے صابر و حلیم و مطمئن رہتے۔ جیسے کوئی اپنے گھر میں ہو۔ کسی سختی پر شکایت نہ کرتے تھے۔ کبھی کچھ طلب نہ فرماتے تھے صرف نماز و روزہ اور قرآن سے واسطہ رکھتے تھے۔ (تاریخ اسلام)

[2] قریش ان کو ستاتے تھے۔ پھر آزماتے تھے۔ کہتے تھے کہ اسلام سے انکار کر دو۔ تو ہم کو نہ صرف چھوڑ دیں گے بلکہ مال و منال بھی دیں گے

[3] حضرت خبیبؓ اور زیدؓ ایک رات بھی ایسی قرأت سے قرآن پڑھتے تھے کہ مخالف لوگ باہر سے سنتے اور روتے تھے۔ (ابن ہشام)

پھر ان خون کے پیاسوں کو ایسا جوشِ خونخواری
ہوئی اب قیدیوں کو قتل کر دینے کی تیاری
تعین ہو گیا تاریخ کا بھی قتل گہ کا بھی
ہوئے تیار اب جلاد بھی، دستہ سپہ کا بھی
منادی ہو گئی جو بھی تماشا دیکھنے آئے
جوان و پیر کوئی بھی ہو نیزہ ساتھ میں لائے
کرے ان قیدیوں پر آ کے اک اک وار ہر کوئی
بنے اس جسد داری میں بھی حصہ دار ہر کوئی

قیدی اپنے قتل کی خبر سنتے ہیں

خبر یہ کو بہ کو خانہ بخانہ در بدر پہنچی
یہ سب طے ہو گیا تو قیدیوں کو بھی خبر پہنچی
جناب زیدؓ کے پاس ایک عورت یہ خبر[2] لائی
کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے، کیوں کیسی سزا پائی؟
یہ سن کر نور چھایا چہرۂ زیدؓ ابنِ ثابتؓ پر
نہ پایا تھا کبھی یہ رنگ سیار و ثوابت پر
کہا تو قتل جس کو کہہ رہی ہے یہ شہادت ہے
بہت مشکل سے ملتی ہے یہ اک ایسی سعادت ہے
یہ سن کر محوِ حیرت ہو گئی وہ نیک دل عورت
قریشی قوم کی جلادیوں پر تھی خجل عورت

---

[1] اب ان کو قتل کر دینے کا فیصلہ ہو گیا اور تاریخ مقرر کر کے منادی کرا دی گئی کہ نہ صرف تماشائی بلکہ وہ لوگ جن کا کوئی عزیز مسلمانوں نے مارا ہے بدلہ لینے کے لئے قتل گاہ میں آ جائیں تاکہ ان مسلمانوں سے بدلہ لیا جا سکے تاکید کی گئی کہ جس کا کوئی بدلہ مسلمانوں پر ہو ہتھیار ساتھ لائے تاکہ اس کو دسترس رہے (تاریخ العمران)

[2] جناب زیدؓ کے پاس جو عورت کھانا لاتی تھی اور نگرانی کرتی تھی۔ اس نے آ کر کہا کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے اگر کوئی آرزو ہو تو کہو۔ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ کہا۔ قتل نہیں شہادت ہے۔ (اخبار الایمان)

مسلمانوں کا دل جب پاک دیکھا لوم و لائم سے — تو قوم اپنی نظر آنے لگی بدتر بہائم سے

مُسلمان قیدی کی خواہش

کہا کوئی اگر خواہش ہو اے مردِ خدا تیری — کوئی پینے کی شے ہو یا پسندیدہ غذا تیری
بیاں کر مجھ سے، میں فوراً مہیا کر کے لاؤں گی — جو کھانا ہو کھلاؤں گی، جو پینا ہو پلاؤں گی[۱]
کہا مجھ کو کسی شے کی نہ رغبت ہے نہ عادت ہے — فقط حُبِّ نبیؐ کا ذوق ہے شوقِ عبادت ہے
مگر تسلیمِ جاں کے واسطے لازم ہے تیاری — مدد تھوڑی سی تو بھی کر جو ہو شوقِ مددگاری
مجھے حاجت ہے بغلیں صاف کرنے اور نہانے کی — اگر اک استرہ مل جائے سمجھوں گا اسے نیکی

مُسلمان کسی حالت میں غدار نہیں

کہا بس یہ ذرا سی چیز ہی درکار ہے تجھ کو — ابھی بھجوائے دیتی ہوں میں گھر جا کر یہ شے تجھ کو

---

[۱] عورت کو قیدی سے بڑا انس تھا۔ اُس نے کہا دیکھو تو کسی چیز کی طلب رکھتا ہو تو میں مہیا کر دوں گی حضرت خبیبؓ نے کسی کھانے پینے کی چیز پر رغبت ظاہر نہ کی البتہ ایک اُسترا مانگا تاکہ خط بنا لیں اور تسلیم جان کے لئے تیار ہو جائیں عورت نے اپنے ننھے بچے کے ہاتھ استرا بھیج دیا۔ (زرقانی)

یہ عورت گھر گئی، اِک جذبۂ صدق و صفا لے کر
وہاں سے ننھا بیٹا اپنا بھیجا اُسترا دے کر[1]
جونہی کچھ دیر گذری اور گھر سے جا چکا لڑکا
تو ایسا وسوسہ پیدا ہوا، عورت کا دِل دھڑکا
یہ قیدی جانتا ہے قتل ہونا ہے اُسے آخر
بجرمِ بے گناہی جان کھونا ہے اُسے آخر
اگر اَدلے کا بدلہ اس کے دل میں کچھ اثر ڈالے
تو شاید میرے ننھے طفل ہی کو قتل کر ڈالے
یہ خطرہ مامتا پر اس طرح کچھ ہو گیا طاری
کہ گھر کے کام دھندے چھوڑ کر دوڑی یہ بیچاری
نظر آیا اُسے لیکن یہاں اک اور ہی منظر
کہ قیدی نے بٹھا رکھا تھا اس بچے[2] کو زانو پر
وہ بچہ توتلی باتیں کئے جاتا تھا اُلفت سے
اُسے چمکاتا جاتا تھا قیدی دستِ شفقت سے
یہ صورت دیکھ کر عورت یہ بولی نیک دل بھائی
تجھے معلوم ہے، مَیں کیوں ہوں اب دوڑی ہوئی آئی
مجھے بچے کی جانب سے ہوا تھا سخت اندیشہ
مگر ہتھیار پا کر بھی تو نکلا ہے وفا پیشہ

---

[1] اُسترا بھیج چکی، اندیشہ ہوا کہ اگر قیدی میرے ننھے بچے ہی کو مار ڈالے۔ پیٹ پکڑے ہوئے دوڑی (زرقانی)

[2] آکر دیکھا تو حضرت خبیبؓ نے بچے کو زانو پر بٹھا رکھا تھا اور اس سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہے تھے۔ سر تھپک رہے تھے۔ اور بچہ بھی بڑے شوق سے سنتا اور توتلے پن سے جواب دیتا تھا۔ عورت حیران ہو کر بولی تم تو عجیب آدمی ہو کیا تمہیں معلوم ہے مجھے کس فکر نے ہلکان کر دیا تھا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ تم نے اپنی جان کے بدلے میں اس بچے کی جان لے لی ہوگی۔ کیونکہ ایک کا بدلہ ایک ہوتا ہے۔ حضرت خبیبؓ نے کہا سائی پناہ بخدا۔ کیا میں مسلمان نہیں ہوں۔ کیا مسلمان کسی معصوم کی جان بھی لے سکتا ہے؟

(اخبار الایمان)

کہا زید ابنِ ثابتؓ نے معاذ اللہ اے مائی   تِرے دل میں مِری جانب سے ایسی بات کیوں آئی؟
مَیں اِک انسان ہوں کوئی درندہ ہوں نہ حیواں ہوں   خدا کے فضل سے مَیں بندۂ حق ہوں مسلماں ہوں۔

مُسلماں کِسی بے گنہ سے بدلہ نہیں لیتا

یہ طفلِ بے گنہ معصوم مخلوقِ خدا ہے   یہ پیارا بھولا بھالا سیدھا سادہ بے ریا بچہ
مَیں اس کی جان لوں کیا شیر چیتا بھیڑیا ہوں میں   میں انساں ہوں مُسلماں ہوں محبِ مصطفےٰ ہوں میں
مُسلماں اور خونخواری کرے یہ ہو نہیں سکتا   خُدا کا بندہ غداری کرے یہ ہو نہیں سکتا؎۱
مُسلمانوں سے ایسا ظلم سرزد ہو نہیں سکتا   خُدا کو ماننے والا کبھی بد ہو نہیں سکتا

یہ سب خُلقِ محمدؐ کے کرشمے ہیں

ہُوئی جاتی تھی عورت سُن کے باتیں غرقِ حیرانی   سرایت کر رہا تھا اس کے دل میں نورِ ایمانی
وہ دل سے پوچھتی تھی کوئی دیں ایسا بھی ہوتا ہے   بشر سے شر نکل جاتے کہیں ایسا بھی ہوتا ہے

۱؎ حضرت زیدؓ نے کہا۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کبھی غداری نہیں کرتا۔ (درشاد الکتب)

مسلماں ہو کے ہو جاتا ہی کیوں انساں رحیم ایسا
کہاں سے اس میں آ جاتا ہے اندازِ حلیم ایسا؟
وہ اب سمجھی کہ پرتو ہے یہ سب خُلقِ محمدؐ کا
چراغ ان کے دلوں میں ہے اسی نورِ مجردؐ کا

قتل کا میلا[2]

کھلیں جب کھڑکیاں مکے میں قصرِ صبحگاہی کی
گنہ دینے چلا پاداشں جرمِ بے گناہی کی
گڑی تھیں سولیاں مقتل میں ہر سو ایک ریلا تھا
تماشائی پلے پڑتے تھے گویا ایک میلا تھا
قریشی مرد و زن پیر و جواں اطفال یکجا تھے
رئیس و مفلس و بدخو و بداعمال یکجا تھے
بہت سے لوگ ہتھیاروں میں یوں سج سج کے آئے تھے
کہ جیسے جنگ تھی درپیش گھر کو تج کے آئے تھے
معمر اور کمسن برچھیاں بھالے سنبھالے تھے
کمندیں بھی کئی اک نوجواں کندھوں پہ ڈالے تھے
قریشی سرغنے مرغانِ زرّیں بن کے نکلے تھے
بہت ملبوس میلے لے تھے بہت بن ٹھن کے نکلے تھے

---

[1] عن عبد اللہ بن عمرو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمہم الرحمٰن ارحموا اہل الارض یرحمکم من فی السماء (ابو داؤد)

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ رحم کرنے والوں پر رحیم رحم کرتا ہے زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان پر رہنے والا تم پر رحم کرے۔

[2] حرم کے حدود سے باہر تنعیم کے میدان میں یہ قتلگاہ قرار دی گئی تھی۔ تاریخ مقرر ہو گئی تھی۔ مکہ میں منادی کرا دی گئی تھی۔ اس لئے یہاں صبح ہی میلا سا لگا ہوا تھا۔ اکثر لوگ ہتھیار سجا کر آئے تھے۔ (العادۃ العرب)

سرِ مقتل پہن کر آئے تھے کچھ لوگ زیور بھی[1] سواری میں یہاں گھوڑے بھی تھے اونٹ اور خچر بھی
نظر آتے تھے ہر جانب مظاہر رنگا رنگی کے پرے موجود تھے باقاعدہ اک فوج جنگی کے
پھریرے حسن کے غارت کے رایت جنگ کے جھنڈے فضا میں اڑ رہے تھے آج رنگا رنگ کے جھنڈے
دمادم ڈھول ڈم ڈم کر رہے تھے جھانجھ بجتے تھے دفیں سر پیٹتی تھیں اور دمامے گرجتے تھے
غضب کا شور و شر تھا آج اس ریلے جھمیلے میں[2] یہ قتلِ عاشقاں کی دھوم تھی آئے تھے میلے میں

شوق جب مقتل کی جانب پا بجولاں لے چلا

اچانک اک نیا طوفان اس طوفان میں آیا نرالا شور اس ہنگامہ زا میدان پر چھایا
یہ نعرے خاک سے اس طرح ابھرتے تا سما پہنچے خوشی گرجی کہ لو مقتول بھی مقتل میں آپہنچے
یہ شانیں اللہ اللہ مجرمانِ عشق و ایماں کی کہ تھیں دست و گریباں دھجیاں دست و گریباں کی
بندھے تھے پشت پر ہاتھ ان کے پیروں میں تھیں زنجیریں نظر آتی تھیں وہ آزادیِ فطرت کی تصویریں

---

[1] بعض بڑے آدمی زیور پہن کر آئے کہ قومی شان اس انتقام کے دن قائم رہے۔ جنگی لباس۔ زرہیں اور خود پہن کر آنے والے نمایاں تھے۔ (السادۃ العرب)

[2] جس وقت قیدی لائے گئے تنعیم میں ہلچل پڑ گئی۔ لوگ چاروں طرف سے شور مچاتے ہوئے دوڑے۔ (اخبار الحجاز)

یہ اک اللہ کے بندے، یہ دو احرار دو قیدی   یہ اک توحید کے پابند دو مختار دو قیدی
قدم مقتل کے راہی عرش پیما تھے دماغ ان کے   نجانے کیا نظر میں تھا کہ دل تھے باغ باغ ان کے

مسلمان قیدیوں سے کافروں کا سلوک

یہ دو شیدائے حریت تھے زیرِ چرخِ مینائی   جنہیں گھیرے ہوئے تھے خاکِ مقتل پر تماشائی
انہیں دیکھا تو یک دم پل پڑی تضحیکِ بازاری   ہنسی، ٹھٹھا، تمسخر، طعن، آوازے[1] دلآزاری
جھپٹ کر ان کی جانب قریشیوں کی ٹولیاں لپکیں   کچوکے، دھول دھپا، گالیاں اور چٹکیاں لپکیں
مگر خاموش تھے قیدی نگاہوں میں تبسم تھا   یہ خودداری ہی ان کی اک شریفانہ تکلم تھا
اسی حالت سے مقتل میں یہ آخر کار آپہنچے   یہ منصوروں کے ہادی تھے قریبِ دار آپہنچے

یک جان دو قالب

ہوئے یکجا خبیبؓ و زیدؓ بچھڑے تھے کئی دن کے   نگاہیں ہوگئیں روشن ستارے مل گئے ان کے[2]

---

[1] قریش کے انبوہ نے قیدیوں کو دیکھا۔ تو مضحکہ کرنے لگے بعض نے بعض کو ان پر دھکا دیا۔ اور بعض نے خاک اڑائی۔ (اخبار الایمان)

[2] خبیبؓ اور زیدؓ ایسے بشاش تھے۔ جب وہ باہم مل رہے تھے کہ کفار حیرت زدہ ہوگئے۔ (تاریخ العمران باب رجیع)

marfat.com

اخوت تھی بغل گیر اس محبت اس بشاشت سے　　کہ منہ تکنے لگے کفار ان کا فرطِ حیرت سے[1]

نگاہوں میں ثبات و صبر کی پُر زور تاکیدیں　　جبینیں اس طرح پُر نور تھیں قرباں تھیں عیدیں

نظر آئے جو یُوں مسرور یہ آزاد زنجیری[2]　　قریشی کافروں کو شاق گذری یہ بغلگیری

بڑھے[3] حارث کے بیٹے تاؤ میں صفوان بھی نکلا　　قریشی سر غنے دوڑے ابوسفیان بھی نکلا

اِسلام سے پھر جانے کی ترغیب

ابوسفیان بولا، اے گنہگار و مسلمانو　　تمہاری قتل گہ ہے یہ اسے میلا نہ گردانو

اگر تم آج بھی توبہ کرو اسلام کو چھوڑو　　محمدؐ اور اس کے ماننے والوں سے منہ موڑو

تو ہم تُم کو رہائی دیں گے اور خوشحال کر دیں گے　　تمہیں بخشیں گے وہ دولت کہ مالا مال کر دیں گے

نہ مانو گے تو تم دونوں کو سُولی پر چڑھائیں گے　　محمدؐ کی رفاقت کا مزہ تُم کو چکھائیں[4] گے

---

[1] خبیبؓ اور زیدؓ ایسے بشاش تھے جب وہ باہم مل رہے تھے۔ کہ کفار حیرت زدہ ہو گئے۔ (تاریخ العرب [illegible])

[2] دونوں قیدیوں نے مدت کے بعد آج اپنے مقتل ہی میں ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں محبت سے بغلگیر ہو گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو صبر و استقلال کی تاکید کی۔ اس بغلگیری کو دیکھ کر اور ان کو مسرور پا کر کفار نے دونوں کو جُدا کر دیا۔ (تاریخ العرب)

[3] خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بھتیجے حجیر بن ابی اہاب نے جھپٹ کر جُدا کر کے اپنے قبضے میں کیا۔ (ارشاد الحکمت)

[4] ان قیدیوں سے کہا گیا کہ اگر تم اسلام سے توبہ کرلو۔ تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے اور مال و دولت بھی دیں گے اگر نہ مانو گے تو تمہاری موت [illegible]

نری سُولی نہیں تم کو اذیت دے کے ماریں گے   تم ہی دونوں پہ ساری قوم کا غصہ اتاریں گے

دار کے نیچے مُسلمانوں کا نعرۂ حق

خبیبؓ و زیدؓ دونوں مسکرائے یہ خبر سُن کر   خبیب اس طرح بولے اے اذیت کوش اے کافر
اگر قارُون کی دَولت زمانے بھر کا مال و زر   ہمیں اسلام کے بدلے ملے ہم تھوک دیں اُس پر
دو روزہ اور فانی عزّت و اقبال کیا شَے ہے   یہ زر یہ زندگانی اور جاہ و مال کیا شَے ہے[1]
محمدؐ سے نہ پلٹیں گر ملے ہم کو خدائی بھی   بغیر اسلام کے ہم کو جہنّم ہے رہائی بھی

سایۂ دَار میں نمازیں

ابُوسفیان بولا تیری جرأت دیکھ لیتے ہیں   محمدؐ سے تِرا صدق و محبّت دیکھ لیتے ہیں
گھڑی بھر میں تُو اپنے ادّعا کو بھُول جائے گا   محمدؐ کو محمدؐ کے خدا کو بھُول جائے گا
بیاں کر جو بھی ہو مرنے سے پہلے آرزو تیری   پھر اس کے بعد دیکھیں گے نرالی ہاؤ ہُو تیری
اَبُوسُفیان ناز و کبر سے اب مُسکرایا بھی   غرور و مسخرہ پن اور لوگوں کو دکھایا بھی

---

[1] خبیبؓ بن عدی نے جواب دیا جب اسلام ہی باقی نہ رہا۔ تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے۔   (رحمۃٌ للعٰلمین)

marfat.com

تعلّی کفر کی سُن کر، باطمینانِ دیں بولا تبسّم زیرِ لب فرما کے قیدی نے دہن کھولا
کہا، دانہ نہ پانی اور نہ دولت چاہتا ہوں میں فقط دو نفل ادا کرنے کی مہلت[1] چاہتا ہوں میں
یہ مہلت مل گئی، قیدی نے دو رکعت ادا کر لی نمازی نے نمازِ آخری پڑھ لی، دعا کر لی
شعاعِ طُور کی آئی جھلک پُر نور چہرے پر شہادت کی تجلّی چھا گئی مسرور چہرے پر
ذرا سی دیر میں یہ فرض ادا فرما دیا اُس[2] نے عبودیّت کا سارا قرض ادا فرما دیا اُس نے

نماز ادا کرنے میں عُجلت کا سبب

کہا مَیں چاہتا تھا سجدے ہوتے اور طُولانی جبینِ بندگی ہے، عاشقِ درگاہِ ربّانی
اگر سجدے مرے حاصل ذرا سا طُول کر لیتے تو شاید تم اسی کو خوف پر محمُول کر لیتے
چلو خیر اب مَیں فارغ ہُوں چڑھاؤ مجھ کو سُولی پر بڑھوں میں خود ہی، یا تم لے کے جاؤ مجھ کو سُولی تک
یہ کہہ کر یادِ حق میں گُم ہوا اللہ کا دیوانہ سرِ شمعِ شہادت آ گیا خود آپ پروانہ
گلوئے عشق میں ڈالا گیا جلّاد کا پھندا پکڑ کر دار پر باندھا گیا اللہ کا بندا

---

[1] پوچھا گیا۔ کوئی آرزو ہو تو بیان کرو۔ حضرت خبیبؓ نے کہا صرف دو نفل نماز پڑھنے کی مہلت درکار ہے (رشادو حکمت)

[2] حضرت خبیبؓ نے بہت جلد نماز ادا کر لی۔ اور کہا جی چاہتا تھا۔ کہ میرے سجدے ذرا طولانی ہوتے۔ لیکن شاید تم سمجھتے کہ موت سے ڈرتا ہے۔ اس لئے مَیں نے نماز مختصر کر دی۔ (اخبار الایمان)

غلاب جانے محبت کے یہ کیا اسرار ہوتے ہیں
جو سر سجدوں میں نہ جھکتے ہیں وہ زیبِ دار ہوتے ہیں
بڑھایا مرتبہ کردار کا گفتار کے اُوپر
کہ واعظ بر سرِ ممبر ہیں، عاشق دار کے اُوپر

اذیت دہی کے لئے صلائے عام

چڑھایا جا چکا جب دار پر منصورِ آزادی
صدائے ہاو ہُو سے گونج اٹھی تنعیم کی وادی
ہوا اعلان ان لوگوں سے جو بدلے کا طالب ہو
اُحد یا بدر کا غصہ ابھی تک جس پہ غالب ہو
وہ بُوڑھا ہو کہ بچہ لے کے نیزہ اس جگہ آئے
کرے ہلکا سا وار ایسا کہ یہ قیدی مزہ پائے[1]
مگر تاکید ہے مرنے نہ پائے وار سے قیدی
فقط چلا اُٹھے اس لذتِ آزار سے قیدی[2]
یہ سنتے ہی عجب جوشِ جنوں پیدا ہوا سب میں
یہ انساں تھے مگر شیطاں سرایت کر گیا سب میں

اِنتہائی آزار۔ اِنتہائی عقوبت

جوانمردی کی یہ صورت نہ تھی اب تک نظر آئی
بندھے قیدی پہ نیزے تان کر دوڑے تماشائی

---

[1] اعلان کیا گیا کہ بدر یا اُحد میں جن کے عزیز مارے گئے ہوں۔ اور اُن کا بدلہ باقی ہو۔ ان قیدیوں پر نیزہ کا وار کر کے اپنے دل کی پیاس بجھائے۔ (تاریخ العمران)

[2] بے رحموں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزوں کی اَنی سے ان کے جسموں کے ایک ایک حصے پر چرکے لگائیں۔ (مدارج النبوۃ)

ہزاروں تیز انیاں تھیں قیامت کے کچوکے تھے
مگر ایذا رسانی چاہتے تھے ہاتھ روکے تھے[1]
عجب تھے کارنامے گرگ زادوں اور گرگوں کے
سہارا دے رہے تھے ہاتھ خوردوں کو بزرگوں کے
ہنسی تھی دل لگی تھی کھیل تھا جوشِ تماشا تھا
ہزاروں کا تنِ واحد پہ حملہ بے تحاشا تھا
نظر آتی تھیں یوں مل کر سنانیں جسمِ انور سے
شعاعیں پھوٹتی ہوں جس طرح خورشیدِ خاور سے
تنِ مردِ مسلماں تھا مشبک زخمِ پیہم سے
مگر اک آہ بھی گونجی نہ اس فردِ مکرم سے
بسا ہو جلوۂ محبوبِ حق جن کی نگاہوں میں
وہ دل کا راز کہتے ہیں نہ اشکوں میں نہ آہوں میں

شہید کا آخری امتحان

ابوسفیاں[2] نے اب سب کو ہٹایا ہنس کے یوں بولا
اذیت نے ترا قفلِ دہن اب تک نہیں کھولا
اگر اس وقت بھی تو منکرِ اسلام ہو جائے
تو تیری جان بچ جائے تجھے آرام ہو جائے
وگرنہ یہ سمجھ لے آج تیری جان جاتی ہے
یہی ضد ہے جو انسانوں کو سولی پر چڑھاتی ہے

---

[1] چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ میں نیزے دیے گئے۔ اور بڑوں نے ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں سے سہارا دے کر وار کرائے [illegible]

[2] ابوسفیان نے عین اس وقت جب خبیبؓ ابن عدی زخموں سے چور تھے۔ پوچھا اب بھی تیری زندگی بچ سکتی ہے۔ اگر تو محمد کی رفاقت سے انکار کر دے۔ بلکہ میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ تیرا علاج ہی نہیں۔ بلکہ تجھے دولت دنیا سے مالا مال کر دوں گا۔ جو ہر طرح اذیت موجود ہے۔ (اخبار الایمان)

خبیبؓ اس وقت لاکھوں زخم تھے کھائے ہوئے تن پر　　تبسم پھر بھی آیا ان کو استفسارِ دشمن پر

خبیبؓ کا آخری جواب

کہا درد و اذیت جھیلنا تو کارِ آساں ہے　　یہ بازی جان دے کر کھیلنا فرضِ مسلماں ہے
یہ سب آساں مگر اسلام سے انکار ناممکن　　ہمیشہ کے لئے ہو جاؤں میں فی النار ناممکن[1]
نہ چھوڑوں گا کبھی میں احمدِ مختار کا دامن　　کہ دو جگ کا سہارا ہے خیالِ یار کا دامن
یہ کہہ کر عرش کی جانب نظر کی اور دعا مانگی　　خدا سے جذبۂ حُبِّ نبیؐ کی انتہا مانگی[2]

خبیبؓ کی دُعا

دعا مانگی کہ اے اللہ تو دانا و بینا ہے　　یہاں جتنے بھی ہیں موجود سب کے دل میں کینہ ہے

---

[1] خبیبؓ نے جواب دیا۔ ابوسفیان! اگر تجھے اندازہ ہوتا۔ کہ دوزخ کی آگ کیا چیز ہے۔ جو کافروں کے لئے مقدر ہے تو تو یہ نہ کہتا۔ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ (اخبار الایمان)

[2] خبیبؓ نے دعا مانگی۔ اللھم بلغنا رسالۃ رسولك فبلغه ما یصنع بنا (ترجمہ) اے اللہ ہم نے تیرے رسولؐ کے کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیے۔ اب تو اپنے رسولؐ کو ہمارے حال کی اور ان کے کارناموں کی خبر پہنچا دے۔ (رحمۃ للعالمین)
حضرت خبیبؓ نے صلیب پر جو فی البدیہہ اشعار پڑھے ان کو مولوی محمد سلیمان منصور پوری نے جمع فرما کر رحمۃ للعالمین میں درج کیا ہے ملاحظہ ہوں:

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا　　گروہ در گروہ میرے چاروں طرف جمع ہو گئے ہیں۔ اور
قبائلھم واستجمعوا کل مجمع　　انہوں نے اور بہت سی جماعتوں کو بلا لیا ہے۔

یہ مجمع کفر کا ہے بے حد و تعداد و اندازہ
اسے گن لے پریشاں کر دے یارب ان کا شیرازہ
نہیں کوئی بھی ان میں جو مرا پیغام لے جائے
سلامِ شوقِ محبوبِ خدا کے نام لے جائے

وکلهم مبدى العداوة جاهد
على لانى فى وثاق بمضيع
وقد جمعوا ابناءهم ونساءهم
وقربت من جزع طويل ممنع
وقد خيرونى الكفر والموت دونه
وقد هملت عينا من غير مجزع
فلست بمبيد للعد وتخشعا
ولا جزعا انى الى الله مرجعى
ومالى حذار الموت انى لميت
ولكن حذارى حجم نارٍ ملفع
فذو العرش صبرنى على ما يراد بى
فقد بضعوا لحمى وقد ياس مطمعى
الى الله اشكو غربتى ثم كربتى
وما ارصد الاحزاب لى عند مصرعى
فوالله ما ارجوا دامت مسلما
على اى جنب كان فى الله مصرعى
وذلك فى ذات الاله وان يشاء
يبارك على اوصال شلو ممزع

یہ سب میرے دشمن اور عداوت ظاہر کرنے والے ہیں۔ اور میں اس مہلک جگہ بندھا پڑا ہوں۔

انھوں نے اپنی عورتوں کو بھی جمع کیا ہے۔ اور مجھے ایک اونچی اور مضبوط لکڑی کے پاس لے آئے ہیں۔

کہتے ہیں کفر اختیار کر تا کہ آزادی مل جائے مگر اس سے تو موت بہتر ہے بے ساختہ میری آنکھوں میں آنسو ہیں مگر میں روتا پیٹتا نہیں۔

میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا۔ نہ روؤں گا۔ نہ چلاؤں گا میں جانتا ہوں۔ اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔

میں تو لپٹ جانے والی آگ کے خوف چڑھنے سے ڈرتا ہوں۔

عرشِ عظیم کے مالک نے مجھ سے خدمت چاہی ہے شکیبائی کے لئے [illegible] انھوں نے مار پیٹ سے میرا گوشت کوٹ کر رکھ دیا ہے مجھے اُمید بھی نہیں اپنی بیچارگی۔ بے وطنی کی فریاد۔ اور ان کے ارادوں کی فریاد خدا سے کرتا ہوں۔

بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو مجھے پروا نہیں کہ راہِ خدا میں کس پہلو پر موت آتی ہے۔

خدا کی ذات اگر چاہے۔ تو وہ میرے گوشت کے ایک ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے گا۔

الٰہی تو ہی بندے کا سلام شوق پہنچا دے مرے محبوب تک میرا پیام شوق پہنچا دے
پڑھے اشعار بسمل نے شوقِ والہانہ سے فضائیں گونج اٹھیں اس نیازِ عاشقانہ سے

قاتلوں پر مقتول کی ہیبت

ادھر یہ ہو رہا تھا اس طرف اک خوف تھا سب پر بہت سی بھاگ اٹھے پیدل بہت سی چڑھ کے مرکب پہ
بدن پر ان کے رعشہ تھا زبانوں پر دہائی تھی کہ ظالم قاتلوں پر ہیبتِ مقتول چھائی تھی
انہیں ڈر تھا مبادا یہ مسلماں بددعا کر دے خدا ان کا ہمارے سارے کنبے کو فنا کر دے
مگر اشرارِ کامل برچھیاں تانے ہوئے دوڑے ادھر جلاد بھی دامن کو گردانے ہوئے دوڑے
چڑھا تھا بھوت بدلے کا خبیثوں بدخصالوں کے تنِ مومن ترازو کر لیا خونریز بھالوں پر
لبِ مقتول سے گونجا ادھر کلمہ شہادت کا ادھر وہ جسم تھا رنگین آویزہ سعادت کا
زہے وہ نور کا بقعہ فلک کو چھا لیا جس نے سعادت یاب تھا بندہ خدا کو پا لیا جس نے

---

[1] اس وقت حضرت خبیبؓ کی زبان سے اس طرح کے اقوال نکلے۔ کہ کفار کے قلوب پر ہیبت چھا گئی۔ بہت سے بھاگ گئے۔ بہت لوگوں نے اپنے بیٹوں کو چھپا لیا۔ حتیٰ کہ ابوسفیان معاویہ کو لٹاتا اور اس کو کپڑے سے ڈھانپتا تھا۔ ایک شخص سعید بن عامر جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا یہ حال تھا۔ کہ حضرتِ عمرؓ کے زمانہ میں جب کبھی انہیں خبیبؓ کا واقعہ یاد آتا۔ تو ان پر غشی طاری ہو جاتی۔ (ابنِ ہشام)

ایمانِ زیدؓ کا امتحان

جنابِ زیدؓ نے آنکھوں سے یہ سب ماجرا دیکھا   فلک کی سمت جاتا ایک بقعہ نور کا دیکھا
انہیں بھی دشمنانِ دیں قریبِ دار لے آئے   کہا انکار کر اسلام سے تو جان بچ جائے
جنابِ زیدؓ نے یہ بات نامنظور فرمائی   تو ٹولی قاتلوں کی نیزے لے کر اُن کے گرد آئی
کہا تم بھی اگر چاہو نماز اپنی ادا کر لو   خدا سے مانگ لو کوئی مدد، کوئی دعا کر لو
تمہیں مرنے سے پہلے اس قدر فرصت تو ہے بارے   یہ کہہ کر از رہِ طنز و تمسخر ہنس پڑے سارے
ابوسفیان بولا سب دکھاوے کی یہ باتیں ہیں   یہاں سولی کھڑی ہے شاخِ آہو پر براتیں ہیں
تری نیت بدل جائے جو یہ منظر نظر میں ہو   محمدؐ ہوں یہاں تیری جگہ، تو اپنے گھر میں ہو[1]

پائے محمدؐ کی خلش بھی ناقابلِ برداشت

کہا او بے وقوف او لذتِ ایماں سے بیگانے   محمدؐ اور محمدؐ کی محبت کو تو کیا جانے

---

[1] ابوسفیان نے کہا سچ کہو کیا تیرا دل نہیں چاہتا کہ تو اپنے گھر میں ہوتا۔ اور آج تیری جگہ محمدؐ ہوتے۔ حضرت زیدؓ نے کہا معاذ اللہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ پائے محمدؐ میں کانٹا بھی چبھ جائے۔ (ابن ہشام)

marfat.com

کہاں برداشت دیکھی تُو نے شیدائے محمدؐ کی!
خلش برداشت کر سکتا نہیں پائے محمدؐ کی
تری باتوں پر اب میں کان ہرگز دھر نہیں سکتا
تری بکواس کو سننا گوارا کر نہیں سکتا!
بس اب خاموش ہو جا بند کر یہ قیل و قال اپنی
اذیّت دے مجھے یا قتل کر حسرت نکال اپنی
یہ سُن کر کافروں نے گالی گفتہ کی جھڑی باندھی
غبارِ خاک کی ہر سمت سے چلنے لگی آندھی
نہ تھا تضحیک کا کوئی اثر مردِ مسلماں پر
نظر تک بھی نہ ڈالی اُس نے رُوئے بدسگالاں پر[1]
شہادت کے نشے میں جب کوئی سرشار ہوتا ہے
بھلا درد و اذیّت سے کہیں بیدار ہوتا ہے
ادا فرمائے فرطِ شوق سے دو نفل شکرانہ
دکھایا ان کمینوں کو یہ اندازِ شریفانہ

چلا اب خود ہی سُوئے دار یہ پروانہ ملّت[2]
قریشی فوج کے چہروں پہ چھایا رنگ ذلّت کا

شہیدوں کی لاشوں سے بدلہ

بڑھے کفار ہر جانب سے بھالے برچھیاں تانے
لگے بڑھ کر بندھے قیدی پہ مشقِ ناز فرمانے

---

[1] ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم نے محمدؐ کے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ محمدؐ سے جتنی محبت رکھتے ہیں۔ اس کی نظیر نہیں ملتی (انجار الایمان)

[2] حضرت خبیبؓ خود ہی اٹھ کر دار پر چڑھ گئے۔ حالانکہ وہ بہت ضعیف تھے۔ (انجار الایمان)

ہزاروں برچھیاں گاڑی گئیں اس جسمِ لاغر میں
ہوئی تسلیم جاں اک نعرۂ اللہ اکبر میں[1]

لبِ مقتول پر اس شان سے اللہ اکبر تھا
زمیں بیتاب و مضطر تھی فلک حیران و ششدر تھا

صدائے تکبیر کی کچھ اس طرح چھائی فضاؤں پر
پڑی اک تھرتھری انبوہِ باطل کی صداؤں پر

دلوں میں ہول پھر پیدا ہوا کچھ تھڑدلے بھاگے
چھری لے کر بڑھا نسطاس صفوانؓ کا غلام آگے[2]

جنابِ زیدؓ کے لاشے کا سر ملعون نے کاٹا
تنِ مقتول سے گردے نکالے اور لہو چاٹا

کیا لاشوں کا مُثلہ اب گروہِ اہلِ مکہ نے
نہیں روکا کسی بھی حق پژوہِ اہلِ مکہ نے

گناہِ بے گناہی

خطا یہ تھی کہ یہ اللہ کو واحد سمجھتے تھے
زمین و آسماں کے شاہ کو واحد سمجھتے تھے

خطا یہ تھی کہ یہ قرآن پر ایمان لائے تھے
قوانینِ صداقت اِن کی جان و دل پہ چھائے تھے

خطا یہ تھی خدا کو قادرِ مطلق سمجھتے تھے
محمدؐ کو نبیؐ، قرآن کو برحق سمجھتے تھے

خطا یہ تھی کہ پروانے تھے یہ شمعِ رسالت کے
اصول ان کو پسند آئے تھے انصاف و عدالت کے

---

[1] ایک شقی نے عین قلب پر نیزہ مارا۔ قلب چھد گیا۔ حضرت زید کے منہ سے ایک بلند آواز اللہ اکبر کی نکلی۔ (اخبار الایمان)

[2] صفوان کے غلام نسطاس نے حضرت زید کا سر کاٹ دیا۔ (ابنِ ہشام)

[3] شہیدوں کی لاشوں کا مُثلہ کیا گیا۔ یعنی ناک کان کاٹے گئے۔ اور گردے نکالے گئے۔ (تاریخ العمران)

خطا یہ تھی کہ یہ انصاف کا احساس کرتے تھے
یتیموں اور بیواؤں کے حق کا پاس کرتے تھے

خطا یہ تھی کہ رکھتے تھے یہ مزدوروں سے ہمدردی
انہیں بھاتی نہ تھی نامرد اہلِ زر کی نامردی

خطا یہ تھی غلاموں کی رہائی ان کا مقصد تھا
یہ فرمانِ الٰہی تھا، یہ ارشادِ محمدؐ تھا

خطا یہ تھی انہیں مطلوب تھی انساں کی آزادی
بسانا چاہتے تھے اِک نئی آزاد آبادی

خطا یہ تھی کہ مظلوموں کا دل میں درد رکھتے تھے
نہاں سینوں میں قلبِ گرم و آہِ سرد رکھتے تھے

خطا یہ تھی، نہیں تھا ناز ان کو زور و طاقت پر
کہ وحشی پن کو یہ محمول کرتے تھے حماقت پر

خطا یہ تھی، نہیں تھا اہلِ عالم سے حسد ان کو
بُری معلوم ہوتی تھی حسد کی خوئے بد ان کو

خطا یہ تھی کہ قتل و رہزنی تھی ناپسند ان کو
کیا تھا دینِ حق نے آشتی سے بہرہ مند ان کو

خطا یہ تھی یہ اہلِ درد تھے ہمدردِ انساں تھے
اخوت اور مساوات بنی آدم کے خواہاں تھے

خطا یہ تھی کہ امن و صلح نصب العین[1] تھا ان کا
زمانے بھر کی بے چینی سے دل بے چین تھا ان کا

خطا یہ تھی یہ مظلوموں کے مجبوروں کے حامی تھے
عدوئے جبرِ سرمایہ تھے مزدوروں کے حامی تھے

خطا یہ تھی یہ امرِ حق کو پھیلانے کے درپے[2] تھے
دلِ غفلت زدہ کو ہوش میں لانے کے درپے تھے

---

[1] وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ پ ۲۔ البقرہ۔ ع ۲۸ ۲۲۴ ۝ لوگوں کے درمیان صلح قائم کرو۔

[2] هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا پ ۸ الانعام ع ۱۸ ۱۴۸ ۝ کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے پس اُسے ہماری خاطر ظاہر کرو۔

خطا یہ تھی کہ یہ خوابیدہ غیرت کو جگاتے تھے
یہ بندوں کو سبق آزاد ہونے کا پڑھاتے تھے
خطا یہ تھی کہ یہ ڈھارس بندھاتے تھے ضعیفوں کی
بساطِ ارض کو بستی بناتے تھے شریفوں کی[1]
یہ اُن[2] کی نیکیاں ان کے شرف ان کی خطائیں تھیں
اسی باعث یہ سارا جورِ ناحق تھا جفائیں تھیں
بڑی بھاری خطائیں تھیں یہ باطل کی نگاہوں میں
کہ ان سے زلزلہ آتا تھا شاہی بارگاہوں میں
یہ بندے تھے نظامِ شہریاری کے لئے خطرہ
اجارہ داری و جاگیرداری کے لئے خطرہ
نظام ان کا نظامِ سود خواری کے لئے مہلک
وجود ان کا رگِ مردم شکاری کے لئے مہلک

باطل حق پر غضبناک تھا

خفا تھا طیش میں آیا ہوا تھا نفسِ شیطانی
کہ پھر انسان بنتی جا رہی تھی نوعِ انسانی

---

[1] وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا پ۸ اعراف ع۷ ۝ کسی زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو۔

[2] كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ پ۴۔ ال عمران۔ ع۱۲ ۝ تم لوگ (اے مسلمانو) باقی لوگوں کے لئے ایک بہترین امت (اصولِ زندگی پر) لائے گئے ہو۔ مطابق شرع کے حکم دیتے ہو برائیوں سے منع کرتے ہو۔ اور خدا پر پکا یقین رکھتے ہو۔

قریش تمام عرب پر مذہبی حکومت کرتے۔ اور کعبہ کی وجہ سے ہمسائیگانِ خدا بلکہ آل اللہ یعنی خاندانِ الٰہی کہلاتے تھے۔ دوسرے قبائل کی مخالفت کا سبب یہ تھا۔ کہ تمام قبائل کی وجہ معاش لوٹ مار اور غارت گری تھی۔ اور اسلام نہ صرف [illegible] بلکہ علانیہ روکتا تھا۔ اس لئے وہ جانتے تھے کہ اگر اسلام قائم ہو گیا تو ہمارے ذرائع معاش بند ہو جائیں گے۔ (سیرت النبی)

بشر کو ڈھور ڈنگر جاننے والے غضب میں تھے
مثالِ ماہی پیچ و تاب میں رنج و تعب میں تھے
پڑے تھے رہزنوں غارت گروں کو پیٹ کے لالے
مبادا رزق ان کا بند کر دیں یہ خُدا والے
جہانِ جبر و استبداد اُمڈا متحد ہو کر
جہاں سے نقشِ حرّیت مٹانے پر بضد ہو کر
شکستِ بدر کی خفّت، اُحُد کی نامرادی کیا!
فساد و غدر سے باز آتے ہیں قاتل فسادی کیا؟

فساد و غدر پر جن کا مدارِ زندگانی ہو،
تو پھر کیسے قبول ان کو نویدِ آسمانی ہو

نویدِ آسمانی کے مقابل خبثِ سفلی

نویدِ آسمانی ہی بقا ہے رحم و رافت کی
نویدِ آسمانی ہی فنا ہے ہر کثافت کی
نویدِ آسمانی نور برساتی ہے دُنیا میں
خوشی ہر سُو قریب و دُور پھیلاتی ہے دنیا میں
مگر خُبث و کثافت حیلہ و تدبیر کرتے ہیں
دغا کرتے ہیں، بے ایمانی و تزویر کرتے ہیں
یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں شمعِ ربّانی
یہ رحمت کو دکھانا چاہتے ہیں بغضِ شیطانی
یہ پیغامِ خُدا کے ہر مبلّغ پر جھپٹتے ہیں
بنی آدم کو زہری سانپ بن بن کر لپٹتے ہیں
دغابازی جبلّت ہے جفاکاری شعار ان کا
حرام ان کی کمائی گندگی ہے کاروبار ان کا

طبیب مایوس نہیں ہوتے

یہی باطل ہے۔ حق جس کے فنا کرنے کو آتا ہے
مرض اُبھرے تو حاذق بھی دوا کرنے کو آتا ہے
دوا کو فکر ہوتی ہے فقط آرام دینے کی
مرض کرتا ہے کوشش دمبدم آلام دینے کی
طبیب امراض کی شدت سے گھبراتے نہ ڈرتے ہیں
دوا دیتے ہی جاتے ہیں جفا پر صبر کرتے ہیں
بالآخر سعیِ پیہم سے مرض کافور ہوتا ہے
طلوعِ صبحِ صادق سے اندھیرا دور ہوتا ہے

مامُور کا ضبط و صبر

ملائک لے کے یہ اخبارِ دل افگار آتے تھے
بگوشِ پاکِ ہادیؑ دمبدم اخبار آتے تھے
رسالت کے لئے لازم مگر ضبط و صبوری تھی
انھی کفار میں تبلیغِ اسلامی ضروری تھی
گراں یہ پستیٔ اعدائے بد اخلاق ہوتی تھی
رفیقانِ رہِ حق کی جدائی شاق ہوتی تھی
مگر مامور تھا وہ سعی کے مشکور کرنے پر
بہت تاریک سینوں کو بہت پُرنور کرنے پر

باب پنجم

فتنۂ قومِ یہود

مزدور[1] اور سود خوار

بچارا محنتی مزدور دن بھر کام کرتا ہے دماغ و جسم کو وقفِ غم و آلام کرتا ہے
سکت باقی نہیں ہے پیٹ بھر روٹی نہ کھانے سے کمر دوہری ہوئی جاتی ہے پیہم بوجھ اٹھانے سے
اسے مدِنظر ہے کچھ بڑھاپے کا سہارا بھی یہ کرنا چاہتا ہے بال بچوں کا گزارا بھی

---

[1] اسلام کو بہت سی لڑائیاں ایسی لڑنا پڑیں جن کا سبب سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ کو روکنا اور مقروضوں اور مزدوروں، کام کاج کر کے زندگی بسر کرنے والوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا تھا۔ سود خواروں نے ایک ایسا نظام بنا رکھا تھا جس سے صرف چند آدمی قوی ہو گئے تھے۔ باقی برباد زندگی بسر کرنے اور غلامی کرنے پر مجبور تھے۔ اور اس سود خواری کے نظام میں بنی اسرائیل سب سے آگے آگے تھے۔ (مصنف)

نہ تن ڈھکتا ہے پورا اور نہ پورا پیٹ بھرتا ہے   اسی صورت سے بیچارہ مسلسل کام کرتا ہے
کبھی موسم مخالف ہے مشقت ہو نہیں سکتی   کبھی بیمار ہو جاتا ہے محنت ہو نہیں سکتی
غریبی مفلسی پر اک عذابِ زندگی طاری   کبھی بیوی کی بیماری کبھی بچوں کی بیماری
بہت ہی بے کس و مجبور ہے مزدور کی دنیا   طمانیت سے کتنی دور ہے مزدور کی دنیا!
بسا اوقات بیچارے کو مزدوری نہیں ملتی   اگر ملتی بھی ہے کم ملتی ہے پوری نہیں ملتی
بشر کے ساتھ رہتے ہیں غمی شادی کے دھندے بھی   رواج و رسمِ قومی کے لگے لپٹے ہیں پھندے بھی
وجودِ مفلسی پر جب کبھی یہ بار پڑتا ہے   تو انساں اپنے پیروں قرض کی دلدل میں گڑتا ہے
رواج اچھے نہیں اچھی نہیں اسراف کی رسمیں!   مگر کیا مرگ و بیماری بھی ہے انسان کے بس میں؟
کہاں ہے جانِ شیریں کو مفر درد و علالت سے؟   پناہیں ڈھونڈتی ہے زندگی مخدوش حالت سے
بڑھاپا ذمہ داری کے تحائف ساتھ لاتا ہے   اگر زندہ رہے انساں بڑھاپا آ ہی جاتا ہے
قویٰ مفلوج ہو جاتے ہیں یاری چھوڑ دیتے ہیں   یہ سچے دوست رسمِ دوستداری توڑ دیتے ہیں

ساہوکار کا دخل و عمل

بسا اوقات بیماری، مجبوری بہ معذوری   ضعیف انسان کر سکتا نہیں کوئی بھی مزدوری

انہی اوقات میں شیطان ساہوکار آتا ہے
غریب انساں کو بے بس دیکھ کر قبضے میں لاتا ہے
نظر آتے ہی بھوک اور احتیاج اللہ کے بندوں میں
جکڑ لیتا ہے پیلا سانپ زہریلی کمندوں میں
سرایت کر گیا اک بار جب بستی میں زہر اس کا
تو پھر قبضہ ہے گویا بستی بستی شہر شہر اس کا
ہوا دخل و عمل جب اس عدوئے دین و ایماں کا
تباہی کے سوا چارہ نہیں پھر کوئی انساں کا

سُود در سُود کا پھیر

درونِ زندگی یہ بدمعاش اس طرح آتا ہے
دلِ غفلت زدہ میں جس طرح شیطاں سماتا ہے
"یہ ہلکا سود ہے صحت کا صدقہ کچھ نہیں کیا ہے!"
یہی ظالم کا پھندا ہے، یہی کافر کا دھوکا ہے
یہ ہلکا سود ہے وہ زہر بہرِ نوعِ انسانی
عبارت جس سے ہے قومی ہلاکت اور ویرانی
یہ ہلکا سود ہے "ریوڑی کا پھیر" اسباب و علت میں
گراتا ہے یہی نوعِ بشر کو قعرِ ذلت میں
ہمدردی کا قاتل ہے، یہ دشمن ہے اَخُوّت کا
یہی باعث ہے شخصی اقتدار و زور و قوت کا
یہی آلہ ہے انسانی لہو سے پیٹ بھرنے کا
ذریعہ ہے یہی تو بدمعاشوں کے ابھرنے کا
یہ ہلکا سود ظالم ہی نظام ایسا بناتا ہے
کہ جس سے آدمی شیطان کے پنجے میں آتا ہے
شرف جس قوم نے پایا مہاجن کی اسامی کا
ہے پٹا اس کی گردن میں غلامی در غلامی کا

marfat.com

جہاں اِک مرتبہ انسان اس کے پیچ میں آیا
پھر اس کی سات پشتوں میں نہ عزت ہے نہ سرمایا
ذرا بھی دخل ہے جس سرزمیں پر سود خواری کا
مرقع ہے وہیں انسان ذلت اور خواری کا

مدینے کے یہود

یہود اور سود خواری لازم و ملزوم ہوتے ہیں
جہاں یہ ہوں وہاں امن و اماں معدوم ہوتے ہیں
مدینے کے یہودی بدتریں تھے اس زمانے میں
دغابازی میں حرب و خدع میں حیلے بہانے میں[1]
یہ مزدوروں سے محنت کی کمائی موس لیتے تھے
لہو کا قطرہ قطرہ جونک بن کر چوس لیتے تھے
یہ مقروضوں کے بچوں بیویوں کو رہن رکھتے تھے
یہ محتاجوں کا خونِ آبرو ہر لحظہ چکھتے تھے
ہے بدکاری بھی شاید لازمہ سرمایہ داری کا
نمونہ تھے یہودانِ عرب اِس بدشعاری کا
اگرچہ سنگساری تھی سزائے جرمِ بدکاری
مگر سرمایہ داروں پر نہ ہوتی تھی یہ حد جاری

---

[1] یہود میں امتدادِ زمانہ سے انتہائی اخلاق ذمیمہ پیدا ہو گئے تھے۔ اُن کے امتیازی خصائص زندگی یہ تھے۔ کہ ہر طرف قرضوں کا کاروبار پھیلا رکھا تھا۔ تمام آبادی ان کے قرضوں میں زیر بار تھی۔ چونکہ تنہا وہی صاحبِ دولت تھے۔ اس لیے نہایت بے رحمی سے سود کی بڑی بڑی شرحیں مقرر کرتے تھے۔ یہود قرضہ کی کفالت میں لوگوں کے بال بچے بلکہ مستورات کو رہن رکھواتے تھے۔ دولت کی بہتات سے زنا اور بدکاری کا عام رواج تھا۔ زناکاری کے مرتکب اکثر صاحبِ زر ہوتے تھے۔ لہٰذا وہ روپیہ صرف کر کے سزا سے بچ جاتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

غریبوں کو تو ملتی تھی سزائے بے گناہی بھی   انہی کا حصہ تھی سب بے عزتی بھی اور تباہی بھی
مگر زردار کا ہر جرم گویا کارنامہ تھا   کہ ان کے ہاتھ میں پیسہ نہیں مختارنامہ تھا[1]
عصائے موسوی تاویل اور تحریف کا مارا   درِ دولت پہ سجدہ ریز تھا قانون بے چارا[2]

قبائلِ عرب کی سیاسات اور یہود

بچھا رکھا تھا جال ایسا نظامِ سود خواری نے   کہ دنیا سے کنارا کر لیا تھا غمگساری نے
تمنائے حصولِ قوتِ شخصی کے دیوانے   مفادِ عام و مشترکہ سے ہو جاتے ہیں بیگانے

---

[1] وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ پ۶۔ المائدہ۔ ع۹ ۝ اور تو ان میں سے اکثر کو دیکھے گا۔ کہ تعدی کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں۔

[2] يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔ پ۶۔ المائدہ۔ ع۳ ۝ یہ لوگ کلمات کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

یہود نے شرعِ موسوی میں جابجا تحریف کی۔ تاکہ ان کے دولتمند امیر لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا ہو جائیں۔ ان کے بعض پیشوایانِ مذہبی دولت مند لوگوں کے اثر سے احکامِ توراۃ کی تاویل کرتے۔ اور ان احکام کو پیسے والوں کی سہولت کے مطابق اِدھر سے اُدھر کر دیتے۔ (تاریخ العمران)

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ایک یہودی سے دریافت فرمایا۔ کیا تمہاری شریعت میں زنا کی سزا دُرّہ زنی ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ نہیں۔ بلکہ سنگساری۔ لیکن چونکہ شرفا میں زنا بکثرت ہے۔ اور جب بات کھل جاتی ہے تو اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاہم عام غریبوں کو سزائے سنگساری ہی قائم رہتی ہے۔ اِس لئے ہم نے شریعت کا یہ حکم بدل دیا۔ تاکہ سب کو سزا دی جا سکے۔

یہودی قوم سرمایہ کی طاقت سے قبائل میں — مہیا کر چکی تھی جنگی زر کے وسائل میں
قبائل کے بڑے سرداران سے ساز رکھتے تھے — کہ یہ سب قوتِ شخصی کی حرص و آز رکھتے تھے
نمودِ ذات میں، سامانِ جنگی کی ضرورت میں — یہودی ان کے ساہوکار تھے ہر ایک صورت میں
قبائل کی رقابت کو بڑھانا جانتے تھے یہ — مدد دے کر نئے فتنے جگانا جانتے تھے یہ
وقارِ علم و مذہب سے بھی اکثر کام لیتے تھے — خدا کا اور کلیم اللہ کا بھی نام لیتے تھے

یہودِ اسلام کے دشمن تھے

یہود اسلام کے دشمن تھے لیکن دشمنی کیوں تھی؟ — اِسی گلزار پر ان کی یہ شعلہ افگنی کیوں تھی؟
مدینے میں بھی رہتے تھے یہود اور کچھ تھے خیبر میں — مگر پھیلا ہوا اِک جال تھا ان کا عرب بھر میں

---

[1] عرب میں ہر قبیلہ کا سردار نام و نمود کی خاطر لونڈی غلام رکھتا۔ میلوں میں جاتا۔ بڑی بڑی دعوتیں کرتا۔ اس طرح وہ اپنے قبیلہ میں اور دوسروں پر رعب رکھنا چاہتا تھا۔ جنگ بھی نام و نمود کے لیے لڑی جاتی تھی۔ ان سب باتوں کے لیے وہ یہود کے مقروض تھے۔ اور اُن سے بنائے رکھتے۔ (العادۃ العرب)

[2] جس وقت آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ اس وقت یہود کے تین قبیلے بنو قینقاع۔ بنو نضیر۔ اور بنو قریظہ آباد تھے۔ اور اُنھوں نے گڑھیاں بنا رکھی تھیں۔ تمام سوداگری اور سود کا کاروبار کرتے تھے۔ آپ نے اُن سے صلح و آشتی کا معاہدہ کیا۔ اور مدینے میں امن و امان سے رہنے کا قول لیا۔ مگر یہود در پردہ اسلام اور بانیٔ اسلام کے دشمن تھے۔ چنانچہ بنو قینقاع کے اخراج کا ذکر دوسری جلد شاہنامہ میں آچکا ہے۔ کعب بن اشرف کا واقعہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ جو مسلمانوں اور بانیٔ اسلام کے خلاف اشتعال انگیز ہجویں کہا کرتا تھا۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرا دینے کی سازش کی تھی۔ (مصنف)

بچھا رکھا تھا دامِ قرض کیادی کے حیلوں سے
یہ دولت لوٹتے تھے اوس و خزرج کے قبیلوں سے[1]

یہ ساہوکار تھے گھر گھر میں قائم تھا رسوخ اِن کا
کہ منہ تکتے تھے اپنی ہر ضرورت پر شیوخ ان کا

اُدھر قانونِ اسلامی تھا دشمن سود خواری[2] کا
مٹانا چاہتا تھا نام ہی سرمایہ داری کا

یہود اس کو کسی صورت گوارا کر نہ سکتے تھے
مسلمانوں سے کوئی بھائی چارا کر نہ سکتے تھے

یہ دھنا[3] سیٹھ ساہوکار، صراف اور بیوپاری
نہ کرتے کس طرح سرمایہ داری کی طرفداری

بظاہر گانٹھتے تھے یہ مسلمانوں سے یارانہ
بباطن چل رہے تھے ہر طرف چالیں حریفانہ

---

[1] قرآن میں ارشاد ہوتا ہے :-

سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ
پ۶۔ المائدہ۔ ع ۶ ۴۲
وہ جھوٹی باتوں کے سننے والے اور مالِ حرام کے بڑے کھانے والے ہیں۔

[2] اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ پ۳ البقرہ۔ ع ۳۸ ۲۷۵
جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ وہ (اپنی قبروں سے) اس طرح اُٹھیں گے۔ جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

اسلام سود خواری کو حرام قرار دیتا تھا۔ اِس لئے یہود کو اپنے کاروبار کی طرف سے اندیشہ تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[3] وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَکْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ پ ۶ نسا۔ ع ۲۲ ۱۶۱
اور چونکہ یہ سود خواری کرتے ہیں حالانکہ ان کو سود سے منع کر دیا تھا۔ اور چونکہ یہ لوگوں کا مال خورد برد کر جاتے ہیں۔

اِسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں

تعلّق، آشنائی، سُود خواری ہی کے پھندے تھے
کہاں کی دوستی یہ طمعِ ذاتی ہی کے بندے تھے
رسُولِ پاکؐ ان لوگوں کو سمجھاتے تھے نرمی سے
مگر یہ قوم پیش آتی تھی گستاخی سے گرمی سے[1]
فساد و فتنہ سے معمور تھا ان کا رگ و ریشہ
دغا دیتے تھے ہر اک مرحلے پر یہ دغا پیشہ[1]
نظر آتا تھا ان کو بار آور نخلِ اسلامی
تو ہوتا تھا انہیں اپنے لئے احساسِ ناکامی
ہُوا تھا بعدِ فتحِ بدر آتش زا حسد[2] ان کا
اُحُد کے بعد اُبھرا اور بھی اب حالِ بد ان کا
اُحُد کی ضرب کھا کر بھی مسلماں سخت جاں نکلے
یہ صدمہ سہہ گئے ثابت رہے اور کامراں نکلے

پڑی ضربِ معُونہ اور اُفتادِ رجیع ان پر
نظر آئی بظاہر تنگ دنیائے وسیع ان پر

---

[1] رسُول اللہ صلعم ان کو بہت نرمی اور آشتی سے سمجھاتے تھے۔ مگر یہ لوگ گستاخیاں کرتے تھے۔ (تاریخ الحرمین)
کوئی ایسا نازک موقع نہ تھا جب یہودیوں نے مسلمانوں سے باوجود باہمی معاہدہ کے دغا نہ کی ہو۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] فتح بدر کے بعد ان کا حسد ظاہر ہو گیا تھا۔ دیکھو واقعہ بنو قینقاع شاہنامۂ اسلام جلد دوم اُحُد کے بعد یہ شماتت کرتے تھے۔ اور بنو نضیر نے سازش کر کے رسُول اللہ صلعم کو قتل کرنا چاہا تھا۔ (ابنِ ہشام)

[3] اشارہ ہے ان مبلغین کے قتل کی طرف جن کا ذکر گزشتہ باب میں آ چکا ہے۔ (مصنف)

یہود کی ہر کوشش ناکام

مسلماں پھولتے پھلتے چلے جاتے تھے دنیا میں   کہ راہِ راست پر چلتے چلے جاتے تھے دنیا میں
یہودوں نے بسا اوقات طرحِ[1] جنگ بھی ڈالی   ہمیشہ منہ کی کھائی، یعنی وار اُن کا گیا خالی
غریبوں اور مزدوروں کی قوت بڑھتی جاتی تھی   نظر آیا کہ یثرب میں اخوت بڑھتی جاتی تھی!
اصولِ دینِ بیضا تھا مخالف[2] سود خواری کا   مدار اس سود خواری ہی پہ تھا سرمایہ داری کا
انہیں اِس قوتِ اسلام سے خطرہ نظر آیا   کہ تھی مزدور کی محنت ہی ان لوگوں کا سرمایہ

یہود کی غضبناکی

اگر آزاد ہو جائیں گے یہ اللہ کے بندے   یہ سب ٹوٹ جائیں گے ہمارے مکر کے پھندے

---

[1] بنو قینقاع نے رسول اللہ صلعم سے جنگ کی۔ بنو نضیر نے آنحضرتؐ سے معاہدہ کیا تھا۔ توڑ دیا۔ قلعہ بند ہو گئے۔ آخر مغلوب ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ان کا مدینہ سے اخراج کر دیا۔ اور یہ اپنا مال و اسباب لاد کر چلے گئے اور ان میں سے اکثر خیبر میں دوسرے یہودی قبائل میں جا ملے۔ (مصنف)

[2] سود خواری کو حرام فرما کر اسلام نے قرضِ حسنہ کی تلقین کی۔ اور اس طرح ان مہاجنوں کے کاروبار کی شرارت کی رگ کٹ گئی۔ جو روپے کے زور سے مقتدر تھے۔ اور لوگوں کو مغلوب رکھتے تھے (رشاد الحکمۃ)

اگر اسلام نے مزدور کی یوں پاسداری کی
اکھڑ جائے گی دنیا سے ہوا سرمایہ داری کی
ہے اس سرمایہ داری ہی سے اپنا بھی وجود آخر
یہی جاتی رہی تو کیا رہی قومِ یہود آخر
یہ چرچا سود لینے اور دینے کی مناہی کا
یہودی قوم کو پیغام دیتا ہے تباہی کا
یہودی قوم کیا ہے ہم بھی دنیا کو بتا دیں گے
عرب سے مذہبِ اسلام کا جھگڑا چکا دیں گے

ناقابلِ اصلاح قوم

جنابِ رحمۃ للعالمینؐ نے فرطِ رحمت سے
روا رکھا کرم ہی حضرتِ موسیٰؑ کی امت سے
مگر تھی ان دنوں قومِ یہود[1] اخلاق سے عاری
نشہ تھا دولت و طاقت کا ہر اک فرد پر طاری
فریضہ تھا رسول اللہ کا تبلیغِ دیں کرنا
خیال و فعل کی پاکیزگی کو دل نشیں کرنا
مگر یہ اہلِ زر نازاں تھے سفلی زور و طاقت پہ
دنائت پیشہ تھے قائم رہے اپنی حماقت پر
نوازا پے بہ پے حضرتؐ[2] نے احسانات سے ان کو
بحسنِ خلق روکا ان بُری عادات سے ان کو

---

[1] یہود سے آنحضرتؐ کا معاہدہ تھا۔ اور ان کے مال و جان سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا تھا۔ ان کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل تھی۔ لیکن منصبِ نبوتؐ کی رُو سے اخلاقی برائیوں کے خلاف وعظ و نصیحت رسول اللہ کا فرض تھا۔ یہودیوں میں برائیاں عام تھیں۔ وہ اس وعظ و نصیحت سے خفا ہوتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] آنحضرتؐ صرف درگزر ہی نہیں کرتے تھے بلکہ اکثر رشتہ کی باتوں میں یہود کے ساتھ اتفاق فرماتے۔ اور ان کی توقیر قائم رکھنا چاہتے

مگر یہ قوم پختہ ہو چکی تھی خام کاری میں   بڑھی جاتی تھی اپنی بدسگالی بدشعاری میں
مدینے میں یہودی قوم کے جتنے قبائل تھے[2]   بڑی سختی سے امن و صلح کے رستے میں حائل تھے
بظاہر ملتے جلتے تھے بظاہر عہد و پیماں تھا   بباطن ہر قدم پر ہاتھ ان کا فتنہ ساماں تھا

یہود کی طرف سے اِنتہائی اشتعال پر رسول اللہ کا تحمل

شبانہ روز دار الامن میں فتنہ فساد ان کا   منافق سے مودت اور مومن سے عناد ان کا[3]

---

[1] احکامِ الٰہی جو قرآن مجید میں نازل ہو رہے تھے۔ سراپا اہلِ کتاب کے ساتھ مدارات اور معاشرت کی ترغیب میں تھے۔
وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ پ ۶ المائدہ ع ۱ اہلِ کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے۔
ان کو سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کے لئے فرمایا جاتا:۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ	کہہ دیجئے۔ اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف۔ جس
سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ	کو ہم تم دونوں یکساں مانتے ہیں۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی
وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا	کو نہ پوجیں۔ اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں
بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا	سے کوئی خدا کے سوا اپنا رب نہ بنائے۔ تو اگر وہ منہ پھیر
فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ پ ۳ آل عمران ع ۷	لیں۔ تم کہہ دو۔ اچھا تم گواہ ہو۔ ہم تو مسلمان ہیں۔

[2] مدینے کے یہود میں بنی قینقاع کے اخراج کا ذکر دوسری جلد شاہنامۂ اسلام میں ہو چکا ہے۔ البتہ ابھی تک بنی نضیر اور بنی قریظہ یہیں بود و باش رکھتے تھے۔ انہوں نے اچھی مضبوط گڑھیاں بنا رکھی تھیں۔ (مصنف)

[3] منافقین کے گروہ کو جس کا سردار ابنِ اُبی سلول تھا۔ یہودیوں نے در پردہ ملا رکھا تھا۔ اور مسلمانوں کا ذکر کیا۔ آنحضرتؐ راتوں کو گھر سے نکلتے تو یہودیوں کی وجہ سے جان کا خطرہ رہتا تھا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

نبیؐ کے حق میں ان کی بدکلامی اور بدخواہی[1]
عوام الناس میں ان کی بدآموزی و بدراہی
مسلسل دشمنانِ دینِ حق سے سازشیں[2] ان کی
مسلماں قتل ہوتے ہوں تو اس پر نازشیں ان کی
رسول اللہ ان پر رحم فرماتے رہے برسوں
یہود اطوارِ بد سے رنج پہنچاتے رہے بر رسولؐ[3]
یہودی گامزن تھے شاہراہِ کینہ کاری پر
بنااِسلام کی قائم تھی لیکن بُردباری پر
یہ بدفطرت بھی تھے گستاخ بھی اور دشمنِ جاں بھی
یہ محسن کُش بھی تھے احساں فراموشی پہ نازاں بھی
نہیں تھا قابلِ اصلاح قال ان کا نہ حال ان کا
حدِ برداشت سے باہر تھا طعن و اشتعال ان کا

رسول اللہ کو قتل کرنے کی ناکام سازشیں

رتی بھر آدمیت بھی یہودوں میں اگر ہوتی
تو یہ قوم از سرِ نو زندگی سے بہرہ ور ہوتی

---

[1] یہودیوں نے معمول کر لیا تھا۔ کہ آنحضرتؐ کو السّام علیک کہتے تھے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ (نقلِ کفر کفر نہ باشد) کہ تجھ کو موت آئے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے یہ فقرہ سنا۔ غصہ آیا۔ بے اختیار بولیں۔ کمبختو! تم کو موت آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ عائشہ نرمی سے کام لو۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] یہود نے اسلام کی بربادی کی ملکی تدبیریں اختیار کیں۔ (سیرت النبیؐ)

[3] انہوں نے طرح طرح سے آنحضرتؐ کو اذیتیں دیں۔ اور اسلام کے خلاف کوششیں شروع کیں۔ لیکن آنحضرتؐ ان کی ایذا رسانیوں کو برداشت کرتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

مگر جو قوم حرصِ زر سے قائل ہو رسولوں کی
وہ قائل کس طرح ہو دردمندانہ اصولوں کی
یہود اسلام کی تبلیغ میں سمجھے شکست اپنی
کمائی بند ہوتی دیکھتے تھے زر پرست[1] اپنی
دیا تو یہ دیا آخر صلہ خُلقِ محمدؐ کا
نمایاں کر دیا آئینہ اپنی فطرتِ[2] بد کا
طلوعِ صبحِ صادق میں نظر آئی جو رات اپنی
نبیؐ کو قتل کر دینے میں یہ سمجھے حیات اپنی
یہ سازش یہ ارادے یہ دغا بازی یہ تدبیریں
یہودی قوم گویا لکھ رہی تھی اپنی تقدیریں
محبت کذب سے تھی حق سے تھیں بیزاریاں ان کو
لہٰذا ہو گئیں حاصل دوامی خواریاں ان کو
نبیؐ کو قتل کر دینے کی خفیہ خفیہ تدبیریں
ہوئیں ناکام، جیسے گر پڑیں بالو کی تعمیریں[3]
وجود ان کا مدینے میں تھا مرکز قتل و غارت کا
خدا نے کر دیا اب سدِ باب ان کی شرارت کا
علانیہ[4] جو پیش آئے جدل سے اور کینے سے
بدر ہونا پڑا اس قوم کو آخر مدینے سے

---

[1] مدینے کے انصار یہودیوں کے شکنجوں سے آزاد ہوتے جاتے تھے۔ یہودیوں میں جو اخلاق بد عموماً پھیلے ہوئے تھے۔ اور جن پر دولتمندی اور مذہبی پیشوائی نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ اب ان کا راز فاش ہونے لگا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] تمام مہربانیوں اور لطف و مدارات کا صلہ یہود نے دیا یہ تھا۔ کہ ہر طرح اسلام کی خانہ براندازی کا عزم کیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[3] یہودِ بنو نضیر نے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ حکمتِ عملی سے محمدؐ کو قتل کر دیا جائے۔ تجویز یہ ٹھہرائی کہ مذہبی علما کا مباحثہ کرنے کے لئے آپؐ کو بلایا۔ اور خنجر چھپا کر تیار ہو کر بیٹھ گئے۔ مگر قبیلہ بنو نضیر کی ایک عورت نے ایک انصاری پر جو اس کا منہ بولا بھائی تھا۔ یہ راز کھول دیا اور آنحضرتؐ کو جو یہود کی دعوت پر گھر سے نکل چکے تھے۔ اطلاع ہو گئی۔ اور آپ واپس آ گئے (دیکھو زرقانی)

[4] جب سازش کھل گئی۔ تو آنحضرتؐ نے ان سے معاہدۂ امن کی تحریر چاہی۔ انہوں نے نہایت متمردانہ جواب بھیجا۔ اور جنگ کے لئے قلعہ بند ہو گئے۔۔۔ آخر اُن کا محاصرہ کیا گیا۔ ایک عرصہ کے محاصرہ کے بعد یہ مغلوب ہو گئے۔ اور ان کو مدینے سے نکال دیا گیا۔ (دیکھو ابو داؤد کتاب الخراج)

marfat.com

سلامت نکل جانے کی اجازت

محمدؐ جود کا منبع، محمدؐ لطف کا معدن محمدؐ عفو کا دریا۔ محمدؐ رحم کا مخزن
محمدؐ کو نہ تھا مطلوب ذاتی انتقام ان سے فقط مقصود تھی آزادیٔ دارالسلام ان سے
نہ ان کے مال و دولت سے تعرض کوئی فرمایا نہ ان کی حرکتوں کو قابلِ پاداش ٹھہرایا
نبوت نے انہیں ہر شے اٹھانے کی اجازت دی جدھر بھی چاہتے تھے ان کو جانے کی اجازت دی[1]
مسلمانوں سے فرمایا کرو احساں جواں مردو انہیں کچھ زادِ راہ بھی دو، سواری بھی عطا کر دو
یہود اس طرح مال اونٹوں کے اوپر لاد کر نکلے غنیمت لوٹ کر جیسے کوئی بیداد گر نکلے[2]
یہ سارا مال و زر تھا خون مزدوروں کسانوں کا اسے سمجھا گیا صدقہ مسلمانوں کی جانوں کا
مہاجن بھیڑیے نکلے جو انسانوں کی بستی سے تو ابھری بستی مزدور مجبوری کی پستی سے[3]

---

[1] پندرہ دن کے محاصرے کے بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور درخواست کی کہ ہمیں یہاں سے اپنا ساز و سامان لے کر امن و امان سے چلے جانے دیا جائے۔ خود رسول اللہ نے محاصرے کے وقت یہی کہا تھا۔ اور یہ نہ مانتے تھے۔ اب یہود کی شرع کے مطابق سزا بہت ہی سخت تھی مگر رسول اللہ نے ان کو اجازت دے دی۔ کہ ان کو اپنا ساز و سامان ہر چیز اٹھا کر چلے جانے کی اجازت ہے کیونکہ آپ کی نیت محض قیام امن و امان تھی (تاریخ القرآن)

[2] یہود بنو نضیر بڑی شان و شوکت سے اپنا مال و زر اہل و عیال حتیٰ کہ مکانوں کے دروازے تک چوکھٹے اور کواڑ تک اونٹوں پر لاد کر گاتے بجاتے نکلے۔ حالانکہ اونٹ اور کھانے کا سامان ان کو رسول اللہ کی طرف سے مرحمت ہوا تھا۔ (تاریخ القرآن)

[3] یہود بنو نضیر کے نکل جانے سے قرض حسنہ کا رواج مدینے کے غریب مسلمانوں میں جاری ہو گیا۔ اور لوگ خوشحال ہو گئے۔ (دیکھو تاریخ [illegible])

باب ششم

مُسلمانوں کا سارے عرب پر دھاوا

جنگِ احزاب کے وجُوہ

نوازش، پیروانِ ہادئ اِسلام کا شیوہ　　دغا، احساں فراموشی ذلیل اقوام کا شیوہ
جنابِ ہادئ اسلام کے حُسنِ مروّت سے　　یہودی قوم بچ نکلی تھی پاداشِ بغاوت سے
مناسب تھا یہود اب حال کی اصلاح کر لیتے　　پھر اک مہلت ملی تھی دامنِ اُمید بھر لیتے
مروّت اور نوازش کو مگر وہ سادگی سمجھے　　اسے اسلام کی کمزوری و افتادگی سمجھے
علی الرّغم اس مروّت کے علی الرّغم اس نوازش کے　　یہود اب مرتکب تھے اک عظیم الشان سازش کے[1]
رسول اللہ سے پوشیدہ نہ تھا یہ حال فتنے کا　　اسی صُورت سے تھا منظور استیصال فتنے کا

---

[1] قریش اور یہود کی متفقہ سازش نے اب مکے سے لے کر مدینہ تک آگ لگا دی۔ (سیرت النبیؐ)

وبالِ خبثِ باطن آشکارا ہوتا جاتا تھا جلالِ نورِ حق بھی جلوہ آرا ہوتا جاتا تھا

سارا عرب مشتعل

نضیر و قینقاع، اہلِ کتاب، اللہ کے دشمن[1] مدینے سے نکل کر بن گئے تھے اور بھی پُرفن
رئیسانِ یہود آکر ملے قرشی امیروں سے[2] ملی اک اور بھی جرأت شریروں کو شریروں سے
ہوئیں تیاریاں اتنا بڑا طوفان اٹھانے کی کہ جس سے ہل کے رہ جائیں بنائیں اس زمانے کی
عرب کے جنگجو رہزن قبائل سے مدد مانگی سلیم اور اسد کے آدمی مانگے رسد مانگی[3]

بڑے بڑے قبائل کی فوجیں

دکھائے سبز باغ، اہلِ ہوس پر دامِ زر ڈالا[4] یہودی اور قریشی مال و شوکت کا اثر ڈالا

---

[1] بنو قینقاع اور بنو نضیر جنہوں نے بد عہدی سے کام لیا۔ اور آپؐ نے اُن کے جرم سے درگزر فرما کر صرف مدینے سے اخراج پر اکتفا کی تھی۔ آپؐ کے احسان اور مروّت کو بھول کر عرب کی تمام منتشر طاقتوں کو اسلام کے خلاف اکٹھا کرنے میں لگ گئے۔ [illegible]

[2] حیی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع وغیرہ رئیسانِ یہود مکے گئے۔ اور انہوں نے قریش سے سازش کی۔ کہ عرب بھر کو جمع کر کے مسلمانوں کی قوت کو توڑ دینا چاہیے۔ (تاریخ العمران)

[3] یہود نے ایسا انتظام کیا۔ کہ عرب کے تقریباً تمام بڑے بڑے قبائل کو مدینے پر حملہ کرنے کے لیے جمع کر لیا۔ (طبری)

[4] بنو نضیر مدینے سے نکل کر خیبر پہنچے۔ تو انہوں نے ایک عظیم الشان سازش شروع کی۔ قریش کو آمادہ کیا۔ پھر غطفان کے پاس گئے اور ان کو خیبر کے نصف محاصل کا لالچ دیا۔ بنو غطفان کے حلیف تھے بنو سلیم جو قریش کی قرابت تھی ساتھ ہوئے بنو اسد ان کے حلیف تھے سب آمادۂ جنگ ہو گئے

فراہم کر لئے اس طرح سے چوبیں آلف[1] انساں
جری، سفاک، خوں آشام سب چھوٹے بڑے شیطاں
مرتب ہو کے مستانِ مئے پندار چل نکلے
سوئے دارالاماں سب مائلِ پیکار چل نکلے

درندوں کا یہ انبوہِ عظیم اس رنگ سے نکلا
کہ نعرہ حزب کا ہر ضربِ طبلِ جنگ سے نکلا

ملکِ خُدا خر گرفت

یہ دنیا، یہ زمیں، چاروں عناصر کا یہ معمورہ
حیاتِ نو بنو ہے جس سے پیدا اور مستورہ
یہ بر و بحر کا مجموعہ۔ جس کا نام عالم ہے
ازل سے جس کی وارث مشترک اولادِ آدم ہے
یہ وسعت جس میں رنگا رنگ کی مخلوق بستی ہے
یہ کہنہ خاکداں جو مخزنِ الوانِ ہستی ہے
یہ نجمِ ارض یعنی اک عجوبہ گنجِ پنہاں کا
یہ اک مشترکہ ورثہ اجتماعی نوعِ انساں کا
زمیں پہنائیاں کافی ہیں جس کی اپنی وسعت میں
زمیں۔ ہر ایک حصہ دار ہے جس کی وراثت میں
اسے گنتی کے چند افراد باہم بانٹ لیتے ہیں
یہ شیطاں ورثۂ اولادِ آدم بانٹ لیتے ہیں
یہ بے حس، بے حیا، یہ خود پسند و خود غرض انساں
یہ انسانوں کی دنیا کے لئے مہلک مرض انساں

---

[1] چوبیں ہزار آدمیوں کا لشکر تھا۔ آج تک عرب کی کسی لڑائی میں اتنی فوج اکٹھی نہ ہوئی تھی۔ (دیکھو فتح الباری)

یہ پتھر اور سانپوں کے مماثل سنگدل کیڑے یہ زہر آلود مضغے بے مروت تنگدل کیڑے
یہ کیڑے جن کے سر میں مغویانہ جوشِ سرسامی خدا جن کا ہے خود رائی۔ خودی جن کی ہے خودکامی
یہ موذی جانور اک دو نہیں دھاڑے کا دھاڑا ہے چمن انسانیت کا ان کی یورش نے اجاڑا ہے

دُوسروں کی کمائی پر جینے والے

یہ اک طبقہ ہے انسانوں میں سانپوں اور درندوں کا کہ سب مردار جیتے ہیں لہو پی پی کے زندوں کا
جتھے بنتے ہیں یہ ایذا دہندے جمع ہو ہو کر جماتے ہیں تسلط ابنِ آدم کی خلافت پر
بسا مکّار۔ باہم سازشوں سے کام لیتے ہیں مشقت دُوسرے کرتے ہیں یہ آرام لیتے ہیں
بہت سے ان میں زیرِ خرقۂ سالوس رہتے ہیں لباسِ آدمی میں بھیڑیئے ملبوس رہتے ہیں
بہت سے پالتو کُتّے کھلنڈرے سیدھے سادے ہیں مگر جب اصل دیکھو گرگ ہیں اور گرگ زادے ہیں
بہت سے جونک بن کر چوستے ہیں خونِ انسانی بظاہر بے ضرر لیکن بباطن دشمنِ جانی
یہ ان کی مُسمُسی شکلیں ہیں گویا اصل دام ان کے چھُرے ان کی بغل میں ہیں لبوں پر رام رام ان کے
شکار آتے ہی زیرِ پردہ لپک ان کی جھپٹ ان کی نگاہوں سے حقارت اور مُونہوں سے ڈپٹ ان کی
یہ ہر بستی میں ہر منزل میں ہیں ہر رہگذر میں ہیں جہاں بھی ہیں بہ ذکرِ سود ہیں یا فکرِ زر میں ہیں

یہ ہر منڈی میں ہر بازار میں آسن جماتے ہیں
یہ محنت لوٹتے ہیں اور سرمایہ بناتے ہیں
کہیں گندم نمائی جَو فروشی کاروبار اِن کا
کہیں ابلہ فریبی پر جُوئے پر ہے مدار ان کا
یہ اندھے سونگھتے پھرتے ہیں زر کی بُو اندھیرے میں
پھریں بُو گیر کُتے جس طرح ہر سُو اندھیرے میں
نگاہیں ان کی حرصِ مال و زر سے خیرگی میں ہیں
یہ کالے ہوں کہ گورے انتہائی تیرگی میں ہیں
پسند ان کو بشر کی ٹھوکریں ہیں اور اُفتادیں[1]
کہ یہ ظلمت کے بچے ہیں اندھیرے کی ہیں اولادیں

اِقتدارِ شخصی کی ہوس

اِسی دنیائے آدم زاد میں کچھ لوگ جیتے ہیں
یہ جیتے آدمی کا گوشت کھاتے خون پیتے ہیں
نُچڑتا ہے لہو کھنچتی ہیں کھالیں اک زمانے کی
مگر رہتی ہے بھٹّی گرم ان کے کارخانے کی
سوا اپنے یہ ہر انسان کو حیواں سمجھتے ہیں
مویشی جانتے ہیں عیش کا ساماں سمجھتے ہیں
بہت سے راہزن تسخیر کرتے ہیں زمانے کو
یہ دھاوے مارتے ہیں لوٹنے کو اور کھانے کو
یہ عالی جاہ بن کر ڈھونگ رچتے ہیں حکومت کا
جگا دیتے ہیں فتنہ تفرقے کا اور خصومت کا

---

[1] آجکل دنیا میں جس قدر جنگیں برپا ہوئی ہیں۔ ان سب میں سرمایہ دار کاروباریوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اب دولت سے ہاتھ رنگنے کا نادر موقع آگیا ہے۔ امن کی نسبت یہ جنگ کے تاریک دنوں کو اپنے لئے نیک فال جانتے ہیں۔ ان کو لاکھوں جانوں کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ (اکانومسٹ)

فریب و مکر و جبر و جور کا ہے نام دانائی
جہاں بھر کی غلامی سے ہے ان لوگوں کی آقائی
نمائش ہے نمود ان کی وجود ان کا انانیت
جتانا چاہتے ہیں دوسروں پر اپنی فوقیت
یہ فوقیت جتانے کا ہے لاحق اک مرض ان کو
بنا رکھا ہے جس نے اِنتہائی خود غرض ان کو
یہ فوقیت زمانے بھر کے مال و زر کی طالب ہے
علاج اِس کا نہیں ممکن، مرض کمبخت غالب ہے
زمینیں چاہئیں زر چاہیے زن چاہیے اِن کو
شرابیں چاہئیں دامانِ گلشن چاہیئے ان کو
بلا سے آدمی کی بستیاں برباد ہو جائیں
مگر گنتی کے یہ شیطان زادے شاد ہو جائیں
حصولِ لذتِ شخصی کا گر سیکھے ہیں شیطاں سے
روایت لائے ہیں نمرود سے فرعون و ہاماں سے
جفا سے جور سے عیاری و سازش سے حیلے سے
یہ آقائی کریں گے اپنی قائم ہر وسیلے سے

مُفت خور

عوام الناس اکثر سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں
بہ جُرمِ امن خواہی اژدہاؤں کے نوالے ہیں
کروڑوں محنتی کرتے رہیں دن رات مزدوری
مگر ان کے نصیبوں میں تو روٹی بھی نہ ہو پوری
اِدھر اک طبقۂ بے کار کھائے بھی اُڑائے بھی
جمائے دھونس بھی غرّائے بھی اور کاٹ کھائے بھی
تن آسانوں کا یہ طبقہ ہے قائل مفت خوری کا
بناتا ہے یہی قانون چوری سینہ زوری کا

دُہائی آگئے ہیں جو اُن بھی اُن کے پھیرے ہیں
غریبو آؤ لُٹ جاؤ، یہ قانونی لٹیرے ہیں
یہی طبقہ ہے آزادی پسند انسان کا دشمن
یہی ایمان کا لاگو، یہی ہے جان کا دشمن
یہ طبقہ باوجُودِ قلّتِ تعداد و کمزوری
مسلسل رات دن کرتا ہے اِک باضابطہ چوری

لٹیروں کا باہمی ربط و ضبط

یہ طبقہ مشتمل ہوتا ہے اُن دزدانِ نامی پر
یقینِ پختہ رکھتے ہوں جو مزدُوروں کی خامی پر
جو پُورے باخبر ہوں دُزدِ پیشہ بھائی بندوں سے
جو واقف ہوں حریفوں اور رقیبوں کے گزندوں سے
یہ سب اک دوسرے سے خائف و ترساں بھی رہتے ہیں
برابر نفعِ ذاتی کے لئے کوشاں بھی رہتے ہیں
مگر ملحُوظ رہتی ہے جماعت بالخصُوص ان کو
مفادِ طبقۂ دُزداں سے ہے پُورا خلوص ان کو
تپاکِ باہمی اِن کا برائے خواجہ تاشی ہے
کہ یہ سب ایک ہیں مقصُود سب کا بدمعاشی ہے
یہ جس قریے میں جس خطّے میں ہیں جس مملکت میں ہیں
تمنّائے حصُولِ اقتدار و سلطنت میں ہیں

شخصی ریاست جبری ہنیائت

بناتے ہیں یہ مل جُل کر ادارہ خانہ دُزدی کا
بہت بھاری عظیم الشّان بیباکانہ دُزدی کا

marfat.com

یہ قانونی ادارہ ہے، ریاست نام رکھا ہے
یہ تخویف و تعدی ہے ریاست نام رکھا ہے
غلامی اہلِ محنت کی لوازم اِس ریاست کے
ہیں استحصالِ سرمایہ مقاصد اس ریاست کے
ریاست سایۂ اقبال جس کا شعلہ زن آہیں
سیاست خونِ مظلوماں سے قائم جس کی تنخواہیں
یہ تزویری امارت راجگی، نوّابی و شاہی
تعیش، خود پرستی، بے لگامی اور بد راہی
ذرا دیکھو تو اس ذرّیتِ شیطاں کی تقسیمیں
حدیقے اور جاگیریں ممالک اور اقلیمیں
یسار ان کے تسلط میں یمیں بھی ان کے قبضے میں
زمیں بھی اور مکینانِ زمیں بھی ان کے قبضے میں

شخصی اِقتدار کے گرگے

وزارت، اہلکاری، لشکریت اور جاسوسی
حیاتِ چند کس میں اجتماعی مرگ مایوسی
یہ چند انفار کارندے رئیسانہ سیاست کے
بڑی سرکار ہیں، افسر ہیں، پتلے ہیں نجاست کے
عبارت زیست ہے ان کی لباسوں اور غذاؤں سے
پھلا پھولا ہے ان کا نفس معدے کی ہواؤں سے
انہیں محکوم لوگوں کے ہے سائے سے بھی گھن آتی
وہ کرتے ہیں عرق ریزی یہ تو ان کی نہیں بھاتی
فقط کھیتوں کی پیداوار ہی مرغوب ہے ان کو
فقط مزدور کی محنت کا پھل مطلوب ہے ان کو
نہ شفقت ان کو بچوں سے نہ ہمدردی ضعیفوں سے
اداؤں سے انہیں دل بستگی، نفرت شریفوں سے

ہے ان کی پیٹ پوجا کے سوا ہر بات بیہودہ   بشر کا ہر شرف بے معنی ہر اوقات بیہودہ

وہ عامی اور بازاری، یہ سرکاری یہ درباری   وہ سب ہیں بہرِ خدمت اور یہ ہیں بہرِ سرداری

اِنتظام کے پردے میں لُوٹ

یہ سب مرغانِ زرّیں سر خمیدہ اور کمر بستہ   نہیں ذہنی غلامی کے سوا جن کا کوئی رستہ
قصاص ان کی غلامی کا غلامی اہلِ محنت کی   کہ مُہریں جن کے ہاتھوں پر ہیں بدقسمت رعیّت کی
کسانوں کاشتکاروں کا بھلا کیسے ہو پاس ان کو   میسّر بھوکے ننگوں ہی سے ہے رزق و لباس ان کو
یہ باہیں برقِ خرمن سوز غلّہ بونے والوں پر   نگاہیں ناوکِ دلدوز بھوکے سونے والوں پر
یہ دہقانوں کو ہیں جھنجھوڑنے بھنبھوڑنے والے   تہی دستی برائے جیب و دامن چھوڑنے والے
یہ حصّہ دار ہر مزدور کی گاڑھی کمائی کے   محصّل دانے دانے کے محاسب پائی پائی کے
غریبوں سے نوالے چھیننا خدمات ہیں ان کی   زبردستوں کے جُوتے چاٹنا عادات ہیں ان کی
شکستِ شیشہ ہائے دل سے ہے پائندگی ان کی   کہ خونِ آرزو سے ہے بقائے زندگی ان کی

یہی تو خدمتِ حُکّام بالادست کرتے ہیں
کہ ہر سینے میں قانونی چھری پیوست کرتے ہیں

ناحق پرستوں کا وجود

بشر کے مرتبے سے جب بشر ملعون گرتا ہے   تو اس کے ہاتھ سے نوعِ بشر کا خون گرتا ہے
معانی بھولتا ہے آدمی جب آدمیّت کے   تو ہر دم سوجھتے ہیں اس کو منصوبے اذیت کے
دغا، مکر و فریب، آدم شکاری، مردم آزاری   تباہی، غدر، بربادی، فساد و ظلم و خونخواری[لہ]
علی الرغمِ خدا یہ خدمتِ شیطان کرتے ہیں   درندے جو نہیں کرتے وہ یہ انسان کرتے ہیں
جہاں بھی جمع ہو جاتے ہیں یہ عنصر ضلالت کے   بگولے اُٹھتے رہتے ہیں وہیں ظلم و جہالت کے
بدی ہوتی ہے رہبر، کفر ہوتا ہے مشیر ان کا   انہی دونوں کے ہاتھوں گھُٹ کے مرتا ہے ضمیر ان کا
بِنائے زندگی رکھتے ہیں یہ مُردہ ضمیری پر   نمودِ اقتدارِ ذات سے مرتے ہیں میری پر
تمنائے حصولِ اختیارِ شخصی و ذاتی   سگِ دیوانہ کے مانند ہے ان سب کو وہ ذاتی
بہ زورِ پستیٔ فطرت یہ خواہانِ بلندی ہیں   یہ سب ناحق پرست انساں عدوئے حق پسندی ہیں
رگِ باطل سے وابستہ ہے ان سب کا رگ و ریشہ   انہیں دنیا میں ہے بس اک وجودِ حق سے اندیشہ

[لہ] انتقام شعار اور خون بہا کی پیاس سینکڑوں اور ہزاروں کے قتل کے بعد بھی نہیں بجھتی تھی۔
(سیرت النبی جلد دوم)

تصور میں بھی آجائے جو صورت حق پژوہوں کی   دم رُک جاتی ہے چھاتی اہلِ باطل کے گروہوں کی[1]
وجودِ اہلِ حق سے خوف یہ ہے اُن کی قوت کو   مبادا زندگی مل جائے انسانی اخوت کو

وجودِ اہلِ حق

وجودِ اہلِ حق یعنی مساواتِ بنی آدم   وجودِ اہلِ حق یعنی بشر شیر و شکر باہم[2]
وجودِ اہلِ حق یعنی صلائے عامِ آزادی   جہاں بھر کے غلاموں کے لئے پیغامِ آزادی
وجودِ اہلِ حق مینارِ روشن بحرِ ظلمت میں   پناہِ زندگانی دَورِ طوفانِ ہلاکت میں
وجودِ اہلِ حق موجودگی اُن دردمندوں کی   جو کرتے ہیں مدد ہر حال میں مجبور بندوں کی[3]
وجودِ اہلِ حق یعنی سہارا بد نصیبوں کا   جفا و ظلم کے مارے ہوئے عاجز غریبوں کا

---

[1] اسلام کا اصل غرض اس طلسم کو دفعتہً برباد کر دینا تھا۔ اس کے ساتھ ہی قریش کی عظمت اور اقتدار اور عالمگیر اثر کا خاتمہ تھا۔ اس لئے شدت سے مخالفت کی۔ ان میں جن لوگوں کو جس قدر زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اسی قدر زیادہ سرگرم تھا۔

[2] المومن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً و شبک بین اصابعہ
(حدیث بخاری۔ عن ابن موسیٰ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے اس طرح ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔

[3] فکوا العانی واطعموا الجائع وعودوا المریض
(بخاری عن انس کتاب الادب)

فرمایا۔ اسیروں کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی خبرگیری کرو۔

وجودِ اہلِ حق یعنی خدا کے باوفا بندے امین و صلح جو پابندِ تسلیم و رضا بندے

وہ بندے جو زمیں پر امن کی بستی بساتے ہیں زمانے بھر کو صلح و آشتی کا گر سکھاتے ہیں

وہ بندے جو گلستانِ جہاں آباد کرتے ہیں جو اپنا خون صرفِ گلشنِ ایجاد کرتے ہیں

وہ بندے جو مساوات و اخوت میں یگانے ہیں[1] نظر میں جن کی سب انساں اک خرمن کے دانے ہیں

وہ بندے جن کے نورِ درد سے معمور ہیں سینے زبانیں اور دل ہیں جن کے یکرنگی کے آئینے

یقیں ہے جن کا شرعِ صدق و انصاف و عدالت پر ہمیشہ جن کو رحم آتا ہے مظلوموں کی حالت پر

جنہیں مطلوب ہر دم حق رسی ہے زیر دستوں کی پسند آتی نہیں جن کو جفا قابو پرستوں کی

جو مال و جاں سے امدادِ یتامیٰ کرنے والے ہیں جو مسکینوں کے محتاجوں کے دامن بھرنے والے ہیں

جو خود فاقے سے رہ کر دوسروں کا پیٹ بھرتے ہیں زمیں خوشحال ہوتی ہے جہاں سے بھی گذرتے ہیں

جو معذوروں ضعیفوں بیکسوں کے کام آتے ہیں غلاموں کی مشقت اپنی جانوں پر اٹھاتے ہیں

جو محکوموں کو مظلوموں کو جانیں جرأتیں دے کر بنا دیتے ہیں جوشِ حریت کے خوشنما پیکر

---

[1] ایاکم والظن فان الظن اکذب ولا تحسسوا۔ ولا تجسسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔ الحدیث (حدیث بخاری عن ابی ہریرہؓ کتاب الفرائض)

فرمایا:- بدگمانی کو عادت نہ بناؤ۔ بدگمانی میں جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ دوسروں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ اور دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو۔ کسی سے روگردانی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بن کر رہو۔

یہ آزادی کے پتلے سرفرازی جب دکھاتے ہیں   زمانے بھر کے محکوموں کو آزادی دلاتے ہیں
یہی ہیں دیوِ استبداد کا منہ توڑنے والے   یہی سرمایہ داری کی ہیں آنکھیں پھوڑنے والے

یہی ہیں جن سے اُمیدیں زمانے کی ہیں وابستہ
انہی کا منتظر ہے ہر غلامِ دست و پا بستہ

محمدؐ کا مدینہ

مچا تھا جن دنوں اندھیر دنیا کے سفینے میں   وجودِ اہلِ حق موجود تھا بس اک مدینے میں
محمدؐ کا مدینہ ہی جہاں میں ایک بستی تھی   جہاں راحت کا سایہ تھا جہاں رحمت برستی تھی
محمدؐ کا مدینہ ہی تھا فردوسِ بہار آرا   وگرنہ باغِ آدم زاد تھا وقفِ خزاں سارا
کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگِ اسود کے   یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے تھے محمدؐ کے
محمدؐ بھی یہاں موجود اصحابِ محمدؐ بھی   پناہِ رحمۃٌ للعالمینؐ بھی فضلِ ایزد بھی
یہاں انسان صلح و امن کی بستی میں بستے تھے   نکل آئے تھے خارستان سے گلشن میں بستے تھے
غلاموں کی رہائی کا یہاں سامان ہوتا تھا   کوئی زنگی ہو یا رومی یہاں آدم کا پوتا تھا

---

[1] فرمایا لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقویٰ۔ کسی عرب کے رہنے والے کو عجم کے رہنے والے پر۔ اور عجم کے کسی باشندے کو عرب کے کسی باشندے پر اور گورے کو کالے پر یا کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں فضیلت صرف خدا ترسی ہے

مساوات و اخوت کی یہاں تعلیم ہوتی تھی بشر کو دولتِ انسانیت تقسیم ہوتی تھی
طمانیت کے جلوے تھے نگاہِ دردمنداں میں[1] مسرت مسکراتی تھی جبینِ صبحِ خنداں میں
قبولیت کے دامن تھام رکھے تھے دعاؤں نے مرادِ زندگی کے ساز چھیڑے تھے ہواؤں نے
حیاتِ نو میسر تھی چمن کو اپنے مالی سے اُمیدیں پھوٹتی تھیں پتے پتے ڈالی ڈالی سے
نگاہِ عرشیاں میں فرشِ فردوسِ نظارا تھا خدا کے فضل سے "انسانِ کامل" جلوہ آرا تھا

انسانِ کامل کی برکات

یہاں روح الامینؑ خیر الامینؐ کے در پہ حاضر تھا یہاں رحمت تھی سرگرمِ عمل اللہ ناظر تھا
نمایاں ہو رہے تھے روز و شب انسان کے جوہر کمالِ بندگی کے علم کے عرفان کے جوہر
جبینیں تھیں یہاں انوارِ ایمانی سے تابندہ نگاہیں تھیں یہاں الطافِ ربانی کی جویندہ
نہ رعبِ بادشاہی تھا نہ فخرِ تاجداری تھی محمدؐ کی قیادت میں خدا کی شرع جاری تھی[2]

---

[1] فرمایا: من لا یرحم لا یرحم۔ (صحیح بخاری) یعنی جو شخص دوسرے پر رحم نہیں کھاتا۔ اس پر بھی رحم نہیں کیا جائیگا

[2] ایک شخص آیا اور نبوت کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبیؐ نے فرمایا: علیك۔ فانی لست بملك انما انا ابن امراۃ من قریش تاکل القدید۔ (یعنی ڈر نہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک غریب قریشی عورت کا بیٹا ہوں۔ جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی (غربا گوشت سکھا کر رکھ لیا کرتے تھے اور کھاتے تھے) (رحمۃ للعلمین بحوالہ صحیح بخاری)

نہ شانیں تھیں دکھاوے کی نہ پوشاکیں نمائش کی[1]
نہ تمہیدیں تفاخر کی، نہ ترکیبیں ستائش کی
کمر باندھے ہوئے سرکارِ حرّیت کے درباری
مسلسل کر رہے تھے آج چشمے فیض کے جاری
یہاں بے زر نئی دنیا کی تعمیریں اٹھاتے تھے
مساواتِ بنی آدم کے نظارے دکھاتے تھے
تمنائیں بر آتی تھیں یہاں ذوقِ ارادت کی
صداقت کے لئے دولت مہیّا تھی شہادت کی
یہاں ہر رنگ کے پھولوں کا اِک گلزار کھِلتا تھا
غریبوں بے زبانوں کو لبِ گفتار ملتا تھا
یہاں مٹّی نے سیکھا مطلع الانوار ہو جانا
نصیبے کو جگانا، دولتِ بیدار ہو جانا
یہاں تسکین و راحت پائی تھی آفت کے ماروں نے
یہاں سیکھا خوشی کا مسکرانا سوگواروں[2] نے
یہاں پس ماندگی نے درس پایا شہسواری کا
یہاں حاصل تھا محکوموں کو رتبہ شہریاری کا
یہاں دولت سے رغبت تھی نہ غربت سے تھی بیزاری
کہ دولت مند کو تھا رشکِ استغنائے ناداری
یہاں بندے تھے قائم حق پرستی حق پسندی پر
لئے جاتا تھا ذوقِ انکسار ان کو بلندی پر

---

[1] کاشانۂ نبوت میں نہ کوئی نرم بستر تھا۔ نہ غذائے لطیف۔ نہ جسم مبارک پر خلعتِ شاہانہ تھی۔ نہ جیب و آستین میں درہم و دینار عین اس وقت جب اُس پر کسریٰ و قیصر کا دھوکا ہو سکتا تھا۔ وہ گلیم پوش۔ مکّہ کا یتیم تھا۔ (سیرۃ النبیؐ)

[2] لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس (حدیث عن ابی ہریرہؓ صحیح بخاری کتاب الرقاق)
دولتمندی زر کی بہتات سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔

مجاہد تھے مگر نامِ خدا پر کانپ جاتے تھے یہ زاہد تھے فقط صدقِ یقیں پر سر جھکاتے تھے
یہ سرافراز سجدہ ریز تھے درگاہِ باری میں یہ دست و پا تھے خلق اللہ کی خدمت گذاری میں
یہاں محنت کو اپنے حق سے ہوتی تھی نہ محرومی نہ دیتے تھے یہاں دہقاں خراجِ جبرِ محکومی
زکوٰۃ و صدقہ و خیرات پاکیزہ کمائی کے یہاں سامان بنتے تھے غلاموں کی رہائی کے
دلوں میں جاگ اُٹھا تھا یہاں احساس خدمت کا مریضِ انسانیت کو مل رہا تھا غسل صحت کا[1]
رضاکاری کے رشتہ سے تھا اِس گلشن کا شیرازہ یہاں مسرور ہر چہرہ تھا، جیسے پھول ہو تازہ
یہاں سرمایہ و محنت سے غائب تھی حدِ فاصل کہ جس کا نام سرمایہ ہے محنت ہی کو تھا حاصل[2]
متاعِ محنت و سرمایہ تھے شیر و شکر دونوں دفاعِ جبرِ شخصی کے لیے سینہ سپر دونوں[3]

---

[1] مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اللہ تم پر تنگی ڈالنا نہیں چاہتا۔ اس کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے۔ اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔ پ ۶۔ المائدہ۔ ع ۲ ○

[2] (۱) لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ○ پ ۲۷۔ النجم۔ ع ۳ یعنی انسان کو نہیں ملتا۔ مگر جو کوشش اس نے کی۔

(۲) وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ○ پ ۲۹۔ الدھر۔ ع ۱ تمہاری محنت کامیاب ہوئی۔

(۳) تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ○ پ ۱۔ البقرہ۔ ع ۱۶ یعنی جو لوگ گزر گئے۔ ان کی محنت اُن کے لئے اور جو تم کماؤ گے۔ وہ تم پاؤ گے۔

[3] کسی کو بھی اپنی محنت سے متمتع ہونے کی منا ہی نہیں تھی البتہ اپنی ضروریات سے زائد کو صدقہ و خیرات و زکوٰۃ کی صورت میں خرچ کرنے کی تعلیم نے لوگوں کو رضاکارانہ دفاع و خدمات اسلام میں اپنی محنت اور سرمایہ خرچ کرنے کا جوش پیدا کر دیا تھا [illegible]

یہاں اللہ واحد حی و قیوم ان کا حاکم تھا وہ خالق تھا وہ رازق تھا وہی رحمٰن و راحم تھا
یہاں مسجد تھی جس میں نور کے فوارے چلتے تھے یہاں قرآں تھا جس سے فیض کے دریا اُبلتے تھے
یہاں وہ کملی والا تھا محمدؐ نام تھا جس کا جہاں میں صلح و امن و آشتی پیغام تھا جس کا

نہ شخصی دولت و حشمت نہ تخت و تاج والا تھا
مگر وہ سرورِ کونین تھا معراج والا تھا

محمدؐ مرکزِ خیرِ دو عالم، مخزنِ خوبی ہمہ اخلاق اور احساں، ہمہ حسن اور محبوبی
وہ اللہ کی طرف سے مذہبِ اسلام کا ہادیؐ دلانے آیا تھا بندوں کو غیر اللہ سے آزادی
محمدؐ نے دیا انساں کو جوہر حق نیوشی کا کہ شب ٹھٹھری ہوئی تھی، مہر چمکا گرمجوشی کا
دماغ و فکر کو، علم و عمل کو زندگی دے دی خیال و رُوح جان و جسم کو تابندگی دے دی
نہ حاصل تھی جو قوت بادشاہوں کجکلاہوں کو محمدؐ نے وہ بخشی عام مومن کی نگاہوں کو
یہ خوش بختی صلائے عام تھی سارے زمانے کو نویدِ عزت و اکرام تھی سارے زمانے کو
قدم زن ہو گیا انسان آزادی کی راہوں پہ فلاحِ دین و دنیا چھا گئی سب کی نگاہوں پہ

لے وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۔ پ۲ ۔ البقرۃ ۔ ع۲۸ ۲۲۴ ؎ لوگوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔
وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۔ پ۹ ۔ الانفال ۔ ع۱ ؎ آپس میں منازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کر لیا کرو۔

یہاں دہقان خود تھا اپنی کشتِ زیست کا مالی   یہاں مزدور کو حاصل تھا دورِ عیش و خوشحالی
گری برقِ اخوت خرمنِ بغض و کدورت پر   بحالی آگئی روندی ہوئی مٹی کی صورت پر
ملی پامال سبزے کو اجازت لہلہانے کی
ہوئی آنسو بھری آنکھوں کو جرأت مسکرانے کی

مدینہ کے چاروں طرف

مدینے کے سوا ہر سُو اندھیرا ہی اندھیرا تھا   بشر کو جاہلیت اور معصیت نے گھیرا تھا[1]
تلاطم تھا جہاں میں بدعت و غضب و خیانت کا   چلن بھولے ہوئے تھے آدمی صدق و دیانت کا
شریروں کے جتھے، غارتگروں کی ٹولیاں ٹولے   کھڑے تھے بھیڑیئے جیبیں نکالے اور منہ کھولے
فساد و فتنہ کی چاروں طرف تھی گرم بازاری   غریبی ذلت و خواری، امیری ظلم و بدکاری
جہاں میں جو کوئی بھی دوسروں سے زور والا تھا   اسی ظالم نے کمزوروں کو اُٹھ کر پیس ڈالا تھا
پناہِ زیر دستی تھی زبر دستی کے پیروں میں   جگہ غیرت کو حاصل تھی نہ اپنوں میں نہ غیروں میں

---

[1] عرب کی اندرونی حالت اور دنیا بھر کی بدامنی قتل و غارت شخصی اور جماعتی اقتدار کے بارے میں ہمارے تاریخ نگاروں نے کم ہی لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جب اسلام کی روشنی مدینے سے پھیل رہی تھی ساری دنیا سخت ترین مصائب میں مبتلا تھی۔ (مصنف)

تعدّی چھینا جھپٹی مار لینا اور کھا جانا
بشر نے زندگی کا بس یہی تھا مدعا جانا
بیاباں تھا کہ دریا تھا بلندی تھی کہ پستی تھی
یہ دنیا کیا تھی، لٹنے لوٹنے والوں کی بستی تھی
مدینے ہی میں بندوں کو میسّر فضلِ داور تھا
کہ بیرونِ مدینہ کوئی حامی تھا نہ یاور تھا
مدینہ فرش پر تھا آسمانِ عرش کا تارا
وگرنہ ارض مٹی کا تھا اِک تاریک سیّارا

جاء الحق و زهق الباطل

ستیزہ کار تھی اس نورِ حق سے ظلمتِ باطل
کہ باطل جانتا تھا مٹ رہی ہے شوکتِ باطل
اندھیرے کی ہزیمت لازمی تھی اُس اُجالے سے
ظہورِ والضحیٰ تھا آج کالی کملی والےؐ سے
مدینے میں نظر آتی تھی ہستی اک نئی دُھن میں
پڑی تھی کھلبلی سی آج شیطانی تمدّن میں
مدینہ تھا بھری دنیا میں چند افراد کی بستی
یہ چند افراد کیا تھے انتخابِ گلشنِ ہستی!
یہ چند افراد لذّت یاب تھے ایمانِ کامل سے
کہ اِن کو مل رہی تھی تربیت انسانِ کاملؐ سے
یہ قطرے یم بہ یم تھے زیست کا دریا بہانے کو
صدائے قُم بِاِذنِ اللہ سے مُردے جلانے کو
ہزاروں رحمتیں نازل تھیں اس آباد بستی پر
اِسی بستی کا پرتو پڑ رہا تھا روئے ہستی پر
یہ دہقانوں کی سرسبزی یہ مزدوروں کی خوشحالی
ضعیفوں کی جواں بختی جوانوں کی خوش اعمالی

marfat.com

ابھی سے نور افشاں تھیں ضیائیں جن کے پرچم کی — یہ چند افراد تھے کفارِ عالم کے لئے دھمکی!
بھلا ناحق پرستوں کو یہ صورت کس طرح بھاتی — وہاں تو پٹ گئے دیدے وہاں تو پھٹ گئی چھاتی

حق سے اہلِ باطل کے اندیشے

یہ مٹھی بھر وجودِ اہلِ حق کیا جانے کیا شے تھا — کہ ذرّہ ذرّہ دنیائے باطل اس کے درپے تھا
نظر آیا یہ پودا بار آور ہوتا جاتا ہے — ستارہ بڑھتے بڑھتے شاہِ خاور ہوتا جاتا ہے
خیال آیا اگر اسلام یوں نشو و نمو لے گا — تو باطل کا شجر کیسے پھلے گا اور پھولے گا
عوام الناس اگر جھولوں میں آزادی کے جھولیں گے — تو اپنے باپ دادا کی پرانی راہ بھولیں گے
(پرانی راہ بد راہی پرانی راہ نادانی — جو رکھتی تھی انہیں ہر کارہ ہر کارِ شیطانی
(بتوں کی بھینٹ چڑھنا بت گروں کی چاکری کرنا — ہمیشہ ظلم سہنا اور ظالم پروری کرنا)
مساوات و اخوت ہو گئی جاری تو کیا ہوگا — ملی مٹی میں سرداروں کی سرداری تو کیا ہوگا
محمدؐ اور محمدؐ کے خدا کو لوگ مانیں گے — ہمیں کچھ بھی نہ سمجھیں گے ہمیں کچھ بھی نہ جانیں گے

اگر یوں نوح کا طوفان بن جائے یہی خطرہ
تو باطل کے لئے ہے غرق ہونے کا بڑا خطرہ

marfat.com

مدینے پر چڑھائی کرنے والے

جہالت کو بڑا غرہ تھا اپنے زور و طاقت پر
سفیہانہ وسائل پر قبائل کی حماقت پر

یہودی زرگروں نے بھی عرب میں آگ بھڑکائی
مسلمانوں کے خطرے سے رگِ کمزور دھڑکائی

تماشا دیکھ کر بدر و اُحُد میں اس اخوّت کا
ارادہ کر چکی تھی شیطنت اب جمعِ قوّت کا

قبائل کے بڑے سردار مفسد خود غرض جاہل
بدی کی راہ پر تیار، نیکی میں سبھی کاہل

عرب کے سب قبائل یُوں بھی عادی قتل و غارت کے
فساد و غدر کے شیدا، نمائندے شرارت کے

برائی کیا بھلائی کیا ہے ظالم غور کیا کرتے
انہیں شیطان نے انگلی دکھائی اور کیا کرتے

مسلمانوں کا قصہ پاک کر دینے کو چڑھ دوڑے
مدینے کو جلا کر خاک کر دینے کو چڑھ دوڑے

بدی کی راہ بدراہی کا یہ سیلاب چل نکلا
مسلمانوں سے لڑنے لشکرِ احزاب چل نکلا

ہلاکت خیز طوفاں تھا کہ فوجیں گرگ زادوں کی
بیاباں پر رواں تھیں تند موجیں بدنہادوں کی

زمیں سہمی ہوئی تھی آسماں چکر میں آیا تھا
کبھی اس دشت پر اتنا بڑا لشکر نہ پایا تھا

آنحضرتؐ کی مجلس مشورت

پناہیں دوسروں کو دینے والے خود نہیں سوتے
جو تقدیریں جگاتے ہیں کبھی غافل نہیں ہوتے
رسول اللہؐ نے اس فتنۂ نو کی خبر پائی
صحابہؓ کی جماعت مشورہ کرنے کو بلوائی[1]
کہا اس مرتبہ سب سے بڑا سیلاب آتا ہے
عرب کا منتخب مجموعۂ احزاب آتا ہے[2]
تمہاری رائے کیا ہے کس طرح ہو سدِ باب اس کا
بتاؤ کس طریقے سے دیا جائے جواب اس کا

حضرت سلمانؓ[3] فارسی کی رائے

تھے سلمان فارسیؓ موجود سرکارِ رسالت میں
ہوئے یوں عرض پیرا اُٹھ کے دربارِ رسالت میں

---

[1] آنحضرتؐ نے مسجد میں صحابہؓ کو بلایا۔ اور اس تازہ حملہ کی خبر سنائی اور مشورہ طلب کیا۔ (طبری)

[2] قبیلۂ غطفان۔ خزارہ مرہ اشجع۔ بنو سلیم بنو اسد۔ بنو سعد اور قریش کے تمام توابع قبائل اس حملہ میں شریک تھے۔ (دیکھو ابن ہشام اور خمیس ابن سعد و زرقانی و فتح الباری)

[3] سلمانؓ فارسی سنہ ۲ھ میں مسلمان ہوئے یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی دینِ حق کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ عرب تک آئے۔ کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا۔ تحقیقاتِ مذہبی کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے۔ ایک یہودی نے ان کو خریدا اور مدینے میں لایا۔ وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبیؐ کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا جب حضرت سلمانؓ نے مدینہ میں نبی صلعم کو دیکھا۔ تو ان علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سنے تھے۔ آنحضرتؐ کو پہچان لیا۔ آپ بہت سے مذاہب سے واقف تھے۔ ان کی بڑی عمر تھی ۲۲۷ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ اور ملک فارس کا پہلا پھل کہلائے (دیکھو تاریخ ایران)

marfat.com

حضور افواج کی تعداد ہے اس مرتبہ بھاری مسلمانوں کو لازم مصلحت کی ہے نگہداری
کھلے میداں میں ایسے لشکروں سے دو بدو ہونا مری رائے میں ہے جانِ عزیزِ غازیاں کھونا
مری رائے میں خندق کھود لیں ہم گردِ لشکر کے[1] مہیّا ہوں ہمارے سامنے انبار پتھّر کے
اگر اک خطۂ محفوظ میں ہو فوجِ اسلامی تو دیکھیں گے عدو اس مرتبہ بھی روئے ناکامی

خندق[2]

رسولِ پاکؐ نے اس رائے کی تحسین فرمائی پسندِ خاطرِ عالی ہوئی سلماںؓ کی دانائی
مہیا کر لیئے سرکارؐ نے آلات عجلت سے صحابہ میں ہوئی تقسیمِ کار ایمائے حضرتؐ سے
مجاہد ہو گئے تقسیم دس دس کے گروہوں میں رسول اللہؐ خود موجود تھے ان حق پژوہوں میں

---

[1] حضرتِ سلمانؓ نے عرض کیا۔ ایسے موقعوں پر ایران میں خندق کھود لیتے ہیں۔ (طبری)

[2] مدینہ تین جانب مسلسل دیواروں گھنے درختوں اور چٹانوں کے سلسلوں کے سبب تقریباً محفوظ تھا۔ یعنی اچانک حملہ نہ ہو سکتا تھا سمت شامی غیر محفوظ تھی۔ یہیں کفار ہجوم کر سکتے تھے۔ آپنے اس سمت پر خندق کھود دے جانے کا حکم دیا اور خندق کھودنے کے آلات فراہم کئے گئے اور کام کا آغاز کر دیا تقسیم کار فرما دی۔ اور دس دس کے گروہ کر دئیے اور انکو دس دس گز زمین کھودنے کا حکم دیا (تاریخ خمیس و ابن سعد) حضرت سلمانؓ کو ہر جماعت اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتی تھی کیونکہ وہی اس طریقِ دفاع کے محرک تھے۔ یہ اختلاف آنحضرتؐ کے پیش کیا گیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ سلمانؓ من اھل البیت یعنی سلمان کا میرے اہلِ بیت میں شمار ہے۔ اس وقت سے حضرت سلمانؓ فارسی کو منجملہ اہلِ بیت رسول اللہ ہونے کا ہمیشہ کے لئے شرف حاصل ہو گیا۔ (طبری)

حدیں قائم ہوئیں خندق کی دستِ پاکِ ہادیؐ سے[1]
ہوئے مصروفِ کار اہلِ وفا ذوقِ ارادی سے

ہوئی تفویض دس دس گز زمیں ہر اک جماعت کو
بذوق و شوق ہر اک فرد تھا حاضر اطاعت کو

محبوبِ خدا مزدور کے لباس میں

زمیں پر دیدنی تھی آسمانی نور کی صورت
نبیؐ شامل تھا مزدوروں میں اک مزدور کی صورت[2]

یہ محنت فی سبیل اللہ تھی حق سرمایہ تھا ان کا
یہ تھے اللہ کے مزدور عالی پایہ تھا ان کا

نگاہِ عرش سوئے فرش تھی حیرت سے آئینہ
جمی تھی بازوؤں پر گرد اَٹا تھا خاک سے سینہ

وجود ان کے تھے محوِ کار آنکھیں محوِ یار ان کی
وہ رشکِ مہر و مہ تھا راحتِ لیل و نہار ان کی

ہم آہنگی سے آتے تھے رجز ان کی زبانوں پر[3]
زمیں پر کام کرتے تھے صدا تھی آسمانوں پر

---

[1] آپ نے بہ نفسِ نفیس اپنے ہاتھ سے نشان لگایا۔

[2] آنحضرتؐ خود ایک مزدور کی صورت ایک خندق کھودنے والی جماعت میں کام کر رہے تھے۔ خود مشقت فرما رہے تھے بازوؤں اور سینے پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ (ابنِ سعد۔ فتح الباری)

[3] آنحضرتؐ اور صحابہؓ اس کھدائی کی مشقت میں رجز پڑھتے تھے۔ آنحضرتؐ کی زبان پر اکثر یہ شعر آتا تھا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ العیش عیش الاٰخرۃ
فاغفر للانصار والمہاجرۃ

یعنی اے خدا حقیقی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔ صحابہ ذوق شوق سے شعر پڑھتے تھے۔

(باقی بر صفحہ [illegible])

پیٹ پر پتھر

گذارے بیس دن اور بیس راتیں اس مشقت میں   رُخِ شامی پہ خندق کھود لی اربابِ ہمت نے
مگر اک مرحلے پر ہو گئی حائل چٹان ایسی   اسے کوئی بشر توڑے کسی میں تھی نہ جان ایسی
لگائی ضرب ہر اک نے ہر اک نے پھاوڑا مارا   مگر یہ سنگ دل پتھر نہ ہارا، ہر کوئی ہارا
لگا کر ضرب پتھر پر جوان و پیر سب ہارے   پیمبرؐ کی طرف تکنے لگے اللہ کے پیارے[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نحن الذی بایعوا محمداً   علی الجہاد ما بقینا ابداً

یعنی ہم نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے اپنے آپ کو محمدؐ کے ہاتھ بیچ دیا ہے
اور کبھی آپ اور صحابہؓ مل کر عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کے یہ اشعار پڑھتے تھے :۔

اَللّٰھُمَّ لولا انت ما اھتدینا   ولا تصدّقنا ولا صلینا
فانزلن سکینۃ علینا   وثبت الاقدام ان لاقینا
ان الالی قد بغوا علینا   اذا اردوا فتنۃ ابینا

یعنی یا اللہ اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نہ ملتی۔ اور ہم صدقہ و خیرات کرنے اور تیری عبادت کرنے کے قابل نہ بنتے۔ یا اللہ جب تو نے اس حد تک پہنچا دیا ہے۔ تو اب مصیبت کے وقت ہمارے دلوں کو سکینت عطا فرما۔ اگر دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ۔ یا اللہ تو جانتا ہے۔ کہ یہ لوگ ناحق طور پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور ان کا ارادہ ہمیں دین سے پھیر دینے کا ہے۔ مگر تیرے فضل سے ہمارا یہ حال ہے کہ ہم ان کی تدبیروں کو ٹھکرا لیتے ہیں۔ اور ان کے فتنہ میں شامل ہونے سے انکاری ہیں۔ روایت ہے کہ آخری مصرعہ پر آنحضرتؐ کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور مصرعہ کو دہراتے بھی تھے (سیرت

[1] ایک پتھر خندق کی کھدائی میں ایسا حائل ہو گیا۔ جو کسی کے کاٹے نہ کٹ سکا۔ اور صحابہؓ کا یہ حال تھا۔ کہ وہ اس وقت مسلسل تین دن کے فاقے سے نڈھال تھے۔ جب پتھر کسی طرح نہ ٹوٹ سکا۔ تو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی معذوری اور ضعف بیان کیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

گذارش کی یہ پتھّر ہو گیا ہے کام میں حائل غلامانِ نبیؐ کی قوتیں ہیں بھوک سے زائل
کیا نظارہ حُسنِ صابری کا چشمِ شاہد نے کہ پتھّر باندھ رکھا تھا شکم پر ہر مجاہد[1] نے
تبسم لب پہ آیا اور شکم سے پیرہن سرکا ہُوا آئینہ سب پر حوصلہ صبرِ پیمبرؐ کا
عجب عالم نظر آئے یہاں فاقہ گذاری کے کہ دو پتھّر بندھے تھے پیٹ پر محبوبِ باری کے
کئی دن سے میسر تھا نہ کچھ جُز آب حضرتؐ کو کسی نے بھی نہ پایا تھا مگر بے تاب حضرتؐ کو

ضربِ محمدؐ

اُٹھا دی چادرِ حیرت فلک پر اس نظارے نے لیا دستِ مبارک میں کدال اللہ کے پیارے[2] نے
زبانِ پاک سے اللہ اکبر کی صدا نکلی لگائی ایک ضرب ایسی کہ پتھّر سے ضیا نکلی
ضیا ایسی کہ چمکے جس سے دامن کوہساروں کے کھلے اہلِ نظر پر باب کچھ رنگیں نظاروں کے

---

[1] ہر ایک نے پیٹ پر ایک ایک پتھّر باندھ رکھا تھا۔ اس وقت محبوبِ خدا نے شکم مبارک پر دو پتھّر باندھ رکھے تھے۔ اور آپ کئی روز سے بھوکے تھے۔ (بخاری)

[2] آپؐ نے کدال ہاتھ میں لیا۔ اور اس مقام پر تشریف لائے۔ آپؐ نے باوجود تین دن کے فاقے کے اللہ اکبر کہہ کر پتھر پر تین ضربیں لگائیں۔ اور پتھّر پارہ پارہ ہو گیا۔ (بخاری کتاب المغازی حالات غزوہ خندق)

مرقع قصرہائے احمرینِ شام کا پایا — اشارہ اہلِ دیں نے غلبۂ اسلام کا پایا[1]
لگائی دوسری اک ضرب جب اللہ والے نے — دکھایا اِک نیا منظر مقدر کے اُجالے نے
اُجالے میں جھلک تھی فارس کے قصرِ مدائن کی — یہ ضربِ دستِ حق کنجی تھی کسرائی خزائن کی[2]
پڑی ضربِ سُوم سنگیں چٹان اب پارہ پارہ تھی — نبیؐ کے ہاتھ کی قوت جہاں میں آشکارہ تھی
نظر خیرہ ہُوئی اس مرتبہ بھی وہ چمک دیکھی — یمن کا ملک دیکھا شہرِ صنعا کی جھلک دیکھی[3]

یہ نظارے فتوحاتِ ممالک کے اشارے تھے
نبیؐ کے ہاتھ نے سب کام اُمت کے سنوارے تھے

---

[1] ضرب اوّل پر پتھر سے ایک شعلہ نکلا اور آپؐ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور فرمایا۔ مجھے مملکتِ شام کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم اس وقت شام کے سُرخ محلات میری نظر کے سامنے ہیں۔ (فتح الباری)

[2] دوسری ضرب پر پھر شعلہ نکلا۔ اور آپؐ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ اور یہ فرمایا کہ مُلکِ فارس مجھے دیا گیا ہے اور مدائن کے سفید محل نظر آرہے ہیں۔ (فتح الباری)

[3] تیسری ضرب پر پھر شعلہ نکلا۔ آپ نے پھر اللہ اکبر کہا۔ اور فرمایا۔ مجھے یمن کی کنجیاں بھی دی گئیں۔ اور خدا کی قسم۔ صنعاء کے دروازے مجھے اس وقت دکھائے جا رہے ہیں۔ اس ضرب پر پتھر بالکل شکستہ ہو گیا۔

(فتح الباری)

مسلمانوں[1] کی جمعیت ہزار افراد کی گنتی اور اس تعداد میں بھی بیشتر زہاد کی گنتی
ہزار افراد میں ایزادِ[2] یثرب کے منافق بھی کہ ہر دم ساتھ رہتا تھا یہ حزبِ ناموافق بھی
نظر آئیں جو فوجیں دشمنوں کی دور سے ان کو تو سوجھی بھاگنے کی خطۂ محصور سے ان کو

خندق کے آرپار

مگر خندق پہ آکر رک گیا سیلاب دشمن کا مسلماں دیکھتے تھے جوش پیچ و تاب دشمن کا
لگے شور و شغب کرنے سبھی شوریدہ غوغائی یہ پہلی منہ کی کھائی کافروں[3] نے دیکھ کر کھائی
چلے گھوڑے کدانے شہسوار اُس[4] پار جانے کو بڑھے اللہ کے بندے انہیں پیچھے ہٹانے کو
جدھر بڑھتے تھے ان پر پتھروں کا مینہ برستا تھا کہ حملے کا فقط کھائی پھاندنے ہی سے رستہ تھا

---

[1] مسلمان صرف ایک ہزار تھے۔ اور ان میں بھی زیادہ تر عابد، زاہد اور کمزور لوگ تھے۔ جو بھوک اور فاقے سے نڈھال تھے۔ [illegible]

[2] منافقین بھی پہلے پہلے شاملِ مجاہدین تھے لیکن جب انہوں نے کفار کو دیکھا۔ تو اپنے گھروں کی حفاظت کا بہانہ بنا کر چلتے بنے۔ (تاریخ العمران)

[3] سب سے پہلے ابوسفیان فوجوں کو اُحد کی طرف لے گیا۔ وہاں کھائی دیکھی۔ تو شامی رُخ سے حملے کے لیے بڑھا لیکن خندق کو راہ میں حائل دیکھ کر کفار کی فوجیں حیران و ششدر کھڑی رہ گئیں۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

[4] خندق کو حائل دیکھ کر بعض شہسواروں نے گھوڑے کدا کر خندق پھاندنے کی ٹھان لی۔ مگر اُدھر سے صحابہؓ نے پتھروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اور ان کو دور ہٹا دیا۔ (ابن سعد)

احزابِ عرب کی چھاؤنی

بالآخر ہٹ گئیں پیچھے یم احزاب کی موجیں
گذرنے پائیں خندق سے نہ اس سیلاب کی موجیں

لگائے حملہ آور لشکروں نے ہر طرف خیمے
مسلماں ایک جانب تین جانب صف بصف خیمے[1]

فقط دار الاماں کا باب وا تھا اہلِ ایماں[2] پر
یہ احسانِ محمدؐ مصطفےٰ تھا اہلِ ایماں پر

مدینہ اس طرح محصور تھا افواج کے اندر
جزیرہ جس طرح ہو قلزمِ مواج کے اندر

کفّار کے جیوش اور یہود

ترائی میں اُحد کی تھا بنی غطفان کا ڈیرا[3]
وہاں تینوں طرف سے تھا قبائل کا بڑا گھیرا

---

[1] خندق کے حائل ہونے پر پہلے تو بہت شور و غل ہوا۔ آخر کفار نے سامنے کھلے میدان میں ڈیرے ڈال دیے۔ اس طرح کہ خندق کے اِس طرف مسلمانوں کی جمعیت تھی۔ اور تین طرف خندق۔ یعنی مسلمان محصور رہتے۔ (تاریخ العمران)

[2] آنحضرتؐ اور صحابہ کی جمعیت شہر اور خندق کے درمیان متمکن تھے۔ سلع کی پہاڑی عقب میں تھی۔

[3] اُحد کی جانب بنی غطفان کی فوجوں نے چھاؤنی قائم کی۔ اور خندق کے اُس پار قبائل کے دوسروں لشکروں نے بھی مدینے کو تقریباً گھیرے میں لے لیا۔ (ابن سعد و زرقانی)

قریشی فوج کا ڈیرا میانِ جرفؔ[1] و غادہ تھا
یہودی فوج کا لشکر قبائل کے علاوہ تھا
سلامؔ[2] اور حیّیؔ اخطب سرغنے تھے ان لعینوں کے
یہ ساہوکار تھے سب کے یہ مالک تھے خزینوں کے

قبیلہ قریظہ کی بغاوت

مدینے[3] میں فقط اب اک قریظہ کا قبیلہ تھا
ابھی پوشیدہ اہلِ حق سے جس کا مکر و حیلہ تھا
رسول اللہ نے ان پر کئے تھے بیشمار احساں
طرح دیتے تھے ہر لغزش پر ان کو ہادیٔ دوراں
مگر اب حیّیؔ[4] اخطب نے انہیں بھی آ کے بہکایا
مسلمانوں کا مل کر خاتمہ کر دو یہ سمجھایا
قریظہ بھی اگر ان لشکروں میں آ کے مل جائے
تو شیطاں کا یہ گلزارِ جہنم اور کھل جائے
شریکِ جنگ ہونے ہی میں ہے مضمر مفاد اپنا
عرب کے ہر قبیلے پر جمے گا اعتماد اپنا

---

[1] قریش مقام جرف و غادہ کے درمیان اترے تھے۔ لشکرِ احزاب کے علاوہ یہود خیبر بھی ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ (تاریخ العرب)

[2] سلام بن مشکم اور حیی بن اخطب یہودیوں کے رئیس تھے۔ ان کے قبائل کو آنحضرتؐ نے مدینے سے بدر فرما دیا تھا۔ (زرقانی)

[3] قبیلہ قریظہ یہود کے یثربی قبائل میں سے تھا۔ اور آنحضرتؐ نے اس پر بہت سے احسان فرمائے تھے۔ حتیٰ کہ دوسرے قبائل یہود کے نکالتے وقت بھی ان کو مدینے میں رہنے کی عام اجازت تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

[4] بنو نضیر کا رئیس حیی اخطب رات کی تاریکی میں بنو قریظہ کے پاس پہنچا۔ اور ان کے رؤسا سے ملا۔ اور کہا۔ کہ دیکھو میں کتنا بڑا طوفان اکٹھا کر کے مسلمانوں کے لئے لایا ہوں۔ اب محمدؐ اور امتِ محمدؐ کا پتہ بھی نہ چلے گا۔ کہ کبھی روئے زمین پہ یہ لوگ بھی بستے تھے۔ (تاریخ العمران)

یہ کعب ابنِ اسد کے پاس پہنچا صورتِ شیطاں کہا، دیکھو میں لے آیا ہوں کتنا تند خو طوفاں
ہم آئے ہیں نئے مذہب کا استیصال کرنے کو بحال اپنا یہودی دولت و اقبال کرنے کو
ہمیں اسلام نے یثرب کی منڈی سے نکالا ہے ہماری کاروباری زندگی پہ ہاتھ ڈالا ہے
کھلی ہیں عامیوں کے واسطے بہبود کی راہیں پڑی ہیں سخت خطرے میں ہمارے سود کی تداہیں
مساوات و اخوّت، قرضِ حسن اور ہمدردی مسلمانوں نے انسانی دماغوں میں اگر بھردی
تو دنیا بھر میں گویا خاتمہ ہے ساہوکاری کا یہودی قوم کیسے مان لے جینا بھکاری کا
ہماری کاروباری کوٹھیاں سنسان ہو جائیں زر و املاک پر قابض یہ عام انسان ہو جائیں
یہودی قوم یہ صورت نہیں برداشت کر سکتی بغیر جنگ اب حالت نہیں ہرگز سدھر سکتی
ہمارا کاروبارِ سود ہی جاتا رہا ہم سے تو ہم کو فائدہ؟ اصلاحِ فرزندانِ آدم سے؟
حجامت کھیلو، محنت جھیلو، پورا تولو سچ بولو کرو احسان، ہاتھ اپنے بیاج اور سود سے دھو لو
یہ ساری اصطلاحیں عامیوں کو شاد کرتی ہیں ہماری ساکھ اٹھتی ہے ہمیں برباد کرتی ہیں
ہمارے کارخانے کوٹھیاں آخر چلیں کیسے اگر پیسہ نہ ہاتھ آئے تو ہم پھولیں پھلیں کیسے
بھلا سچ بولنے سے بھی کہیں بیوپار چلتے ہیں برابر تولنے سے بھی یہ کاروبار چلتے ہیں
اگر ہم کاروباری پورا تولیں اور سچ بولیں تو سب فاقے کریں، پیغمبری کی راہ پر ہو لیں

اسی صورت اگر تبلیغِ اسلامی رہی جاری — تو اس کے صاف معنی ہیں ہماری ذلّت و خواری
ابھی اہلِ عرب ہیں بے خبر ایسے اصولوں سے — ابھی ہم کام لے سکتے ہیں جاہل بوالفضولوں سے
ابھی ہے ان کے سرداروں کو فخرِ شخصی و ذاتی — مساوات و اخوت میں انہیں لذت نہیں آتی
ابھی ان بت پرستوں کو خدا کے نام سے ضد ہے — سمجھ سکتے نہیں معبود لاکھوں ہیں کہ واحد ہے
شعور ان کا ابھی سنگیں بتوں کی طرح جامد ہے — ابھی ہر ایک اپنے باپ دادا کا مقلد ہے
کئے ہیں جمع یہ جنّات ہم نے کونے کونے سے — عرب بھر میں لیا ہے کام ہم نے چاندی سونے سے
یہ اک سیلابِ آتش ہے جسے خود جا کے لائے ہیں — غضب کا تاؤ دے کر لائے ہیں بھڑکا کے لائے ہیں
محمدؐ اور محمدؐ کے صحابہ اور یہ بستی — بغیرِ معجزہ تو اب نہ ہوں گے برسرِ ہستی
تم اے اہلِ قریظہ اس پرانے ڈھونگ کو چھوڑو — کہاں کا عہد وعدہ، اس عہد کو اس وعدہ کو توڑو
مسلمانوں کے مٹنے ہی سے اپنا وارا نیارا ہے — ہمارا ساتھ دو چپ مت رہو اسی میں بھلا ہے

عہد شکن

جو کعب ابن اسد سردار تھا اہلِ قریظہ کا — اسے احساس تھا پہلے تو اشکالِ قریظہ کا[1]

---

[1] کعب ابن اسد قبیلہ بنو قریظہ کے سردار نے پہلے تو غور کیا کہ محمدؐ اور امتِ محمدؐ کے ہم بڑے احسان مند ہیں۔ لیکن پھر مان گیا۔ اور بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

مگر تھا سامری سے بڑھ کے جادو حُیّ اخطب[1] کا　　اُدھر قصاب اِدھر گوسالہ تھا رُوحِ مذہب کا
بغاوت پر ہُوا آمادہ کعب ابنِ اسد آخر　　نقاب اترا تو ننگا ہو گیا یہ روئے بد آخر
لگا دی آگ جب بارود کو ناری قبیلے[2] نے
تو سارے عہد و پیماں توڑ ڈالے اس قبیلے نے

یہُودی قوم کی عہد شکنی نئی نہ تھی

یہودی لوگ خود کو دیندار انسان کہتے تھے　　خدا کے دُوسرے بندوں کو بے ایمان کہتے تھے
انہیں دعویٰ تھا ہم ہیں پیروانِ موسیٰ عمرانؑ　　ہمارے مذہبی معمُول ہیں تورات کے فرماں
انہیں غرّہ تھا فرزندانِ اسمٰعیلؑ ہونے کا　　مگر یہ زر کے پُتلے پُوجتے تھے بیل سونے کا
عمل ان کے مگر تورات کے یکسر مخالف تھے　　یہ اپنے لعنتی اوصاف سے کچھ خود بھی خوب واقف تھے

---

[1] حُیّ نے کہا۔ یہ فوجیں مسلمانوں کو ملیامیٹ کئے بغیر بھاگ نہیں جائیں گی۔ اور اگر تم نے اپنے آپ کو باقی اہلِ عرب کے خلاف ثابت کیا۔ تو گویا تم پھر ہمیشہ کے لئے ڈوب گئے۔ (اِرشاد الحکمۃ)

[2] حُیّ بن اخطب رئیس یہُود نے بنو قریظہ کو کفار کے ساتھ ملنے پر پوری طرح آمادہ کر لیا۔ حالانکہ بنو قریظہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انصارِ مدینہ کے ہزاروں احسان تھے۔ اور حالانکہ اس قبیلہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ کہ وہ کبھی ان کے خلاف کچھ نہ کریں گے۔ (ارشاد الحکمۃ)

انہیں ختم الرسل نے طرح دی تھی، رحم کھایا تھا ﷺ
انہیں سمجھائی تھی تورات قرآں بھی سنایا تھا

مدارات اُن کی فرمائی تھی عزت ان کو بخشی تھی
مروت اُن سے کی تھی اور مہلت اُن کو بخشی تھی

اِدھر تھی ان کے بارے میں عطا پاشی خطا پوشی
اُدھر تھی اس مہاجن قوم کی احساں فراموشی

کیا تھا عہد ان لوگوں نے سرکارِ نبوت سے
رہیں گے مجتنب ہم مشرکوں کے ساتھ شرکت سے[1]

مگر یہ قوم چلتی ہی گئی راہِ تباہی پر
یہ چل کر آپ آئی منزلِ قہرِ الٰہی پر

نگاہیں پھیر لیں کچھ اس طرح اپنے حلیفوں سے
چلے جس طرح قرمساق کترا کر شریفوں سے

یہ تازہ عہد شکنی کیا تھی اک کہنہ سرشت انکی
نہیں تھی قابلِ اصلاح گویا خوئے زشت انکی

---

[1] فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○

پ المائدہ ۔ ع ۳

تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔ اور دل سخت کر دیئے گئے۔ یہ لوگ کلمات (تورات) کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔ اور جن باتوں کی تلقین ان کو کی گئی تھی۔ اُن کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے ہیں۔ اور تھوڑے سے آدمیوں کے سوا تم ہمیشہ انکی خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو۔ تو ان کو معاف کر دو اور درگذر کرو۔ کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

عن ابن عمران یهود بنی النضیر و قریظة حاربوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وافر قریظة ومن علیهم۔

ابن عمران سے روایت ہے۔ کہ بنو نضیر اور قریظہ کے یہود نے آنحضرت سے لڑائی کی تو آپ نے بنو نضیر کو نکال دیا۔ اور قریظہ کو رہنے دیا تھا۔ اور ان پر احسان کیا۔

(صحیح مسلم)

ہوا ثابت کہ اب آغاز کا انجام آپہنچا   ہمیشہ کے لئے پاداش کا ہنگام آپہنچا

نبی کریمؐ یہود کو آخری فہمائش کرتے ہیں

نبوت نے نہ چاہا اس خبر کا مشتہر ہونا   مدینے میں نہ تھا مطلوب تخمِ بے دلی بونا[1]
نہایت ساعتِ نازک تھی یہ ایمانداروں پہ   مدینے بھر کی آبادی تھی تلواروں کی دھاروں پہ
بلایا آپ نے ابنِ معاذؓ ابنِ عبادہؓ کو   زبیر[2] اور چند انصارِ فہیم و خوش ارادہ کو
کہا اِس قومِ بد اندیش کو تم جا کے سمجھاؤ   اگر ممکن ہو ان بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لاؤ
کہ شاید دوراں سے کفر کا جلباب ہو جائے   کلیم اللہ کی اُمّت ہدایت یاب ہو جائے
نہ سمجھیں تو سمجھ جاؤ کہ ان کے دل میں کینہ ہے   خُدا پر چھوڑ دو ان کو خدا دانا و بینا ہے
اگر باغی ہوئے تو اپنی ہستی خود مٹا لیں گے   خدا سے کیفرِ کردار اپنا جلد پالیں گے
وبال انسان پر سے خود بخود کب دُور ہوتا ہے   وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے

---

[1] آنحضرتؐ کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو تحقیق اور اتمامِ حجت کے لئے سعد ابن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو بھیجا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر درحقیقت بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ تو وہاں سے آکر اس خبر کو مبہم لفظوں میں بیان کرنا۔ تاکہ لوگوں میں بے دلی نہ پھیلنے پائے۔ (دیکھو سیرت)

[2] حضرت زبیر ابن العوام کو آپ نے دو تین مرتبہ تحقیق کے لئے بھیجا۔ جب تحقیق ہو گئی تو سعدین کو بطور وفد روانہ فرمایا (تاریخ، ہمن)

عہد شکن یہود کا تمرّد

جونہی سعدین[1] پہنچے قلعۂ آلِ قریظہ پر ہُوا ان کو تنبّہ ہر طرح حالِ قریظہ پر
دلائے یاد سب قول و قرار و عہد و پیماں بھی مسلمانوں کی شفقت بھی رسول اللہ کے احساں بھی
مگر یہ لوگ ان دونوں سے گستاخانہ پیش آئے نہایت بے رُخی دکھلائی اور بیگانہ پیش آئے
کہا ہم کو نہیں معلوم، ہوتی ہیں وفائیں کیا! محمدؐ کون ہیں اور عہد و پیماں ہیں بلائیں کیا
ہمیں ہے کام اپنے نفع سے اپنی ضرورت سے ہم اپنے فعل کے مختار ہیں ہر ایک صورت سے

اِس نئے خطرے کی تصدیق، اور نبوّت کے انتظامات

یہودی قوم کے انداز یوں بدلے ہوئے پائے تو اصحابِؓ نبیؐ خاموش خندق پر پلٹ آئے
رسول اللہ کی خدمت میں آکر عرض گذرانی کہ غدّاری پہ مائل ہو چکے ہیں جور کے بانی

---

[1] سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ ان لوگوں کے پاس پہنچے۔ اور ان کے رئیس کعب بن اسد سے ملے۔ تو وہ نہایت ترش رو اور گستاخی سے پیش آیا۔ صحابہؓ نے معاہدہ یاد دلایا۔ تو یہود بگڑ کر بولے۔ کہ ہم نہ معاہدے کو جانتے ہیں۔ نہ محمدؐ کو پہچانتے ہیں۔ ہم اپنے فعل کے مختار ہیں جس طرح بھی چاہے کریں گے۔ (ابنِ ہشام)

مدینے میں ضعیف افراد، بچے عورتیں سب ہیں مدینے میں منافق بھی ہیں دل جن کے مذبذب ہیں[1]
قریظہ واقعی غدار ہیں ان سے ہے اندیشہ مبادا عورتوں پر حملہ آور ہوں جفا پیشہ
مسلمانوں کا اندیشہ نبیؐ نے دور فرمایا طلایہ تین سو جانباز کا مامور فرمایا[2]
کہا گرداوری کرتے رہو ہر سو مدینے میں کہیں رخنہ نہ آنے دو حفاظت کے قرینے میں

خندق پر اسلوبِ جنگ

یہ سارے انتظام آساں نہ تھے دورانِ محصوری کہ اہلِ نار کے نرغے میں تھی یہ اُمتِ نوری
ہر سو دل کے دل کفارِ ناہنجار چھائے تھے بہت سے معرکہ آرا بہت ڈیرے جمائے تھے

---

[1] جب یہود نے عہد شکنی کی۔ تو حُیّ اخطب نے قریش اور غطفان کو ابھارا۔ کہ یہودوں کی سمت سے خاص مدینہ پر جہاں مسلمانوں کے گھر اور بال بچے تھے۔ حملہ کر دیں۔ مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو عورتوں اور بچوں کی وجہ سے سخت تشویش میں پڑ گئے۔ بعض انصار خندق سے ہٹ گئے۔ اور اپنے گھروں کو بچانے کی فکر میں چلے گئے۔ ان میں زیادہ تر منافقین تھے۔ (سیرۃ النبیؐ)

[2] آنحضرتؐ سے آکر جب صحابہؓ نے یہ تمام روئداد بیان کی۔ اور مدینے کے ضعفاء کی طرف سے خدشات بیان کئے گئے۔ تو آپ نے زیدؓ بن حارث کو تین سو جوانمردوں سے روانہ کیا تاکہ پچاس پچاس کا دستہ ہر وقت مدینے میں گرد آوری کرتے رہیں۔ اور اہلِ عیال پر کسی کو حملہ آور نہ ہونے دیں۔ (تاریخ ارض مقدس)

لبِ خندق تک آتے شور کرتے تیر برساتے
جواب اسلام سے ملتا تو پھر واپس پلٹ جاتے
مگر تھی حملہ آور اس قدر تعداد دشمن کی
کہ رہتی تھی سحر سے شام تک بیداد دشمن کی
قبائل کے جنودِ قاہرہ غصّے میں دیوانے
جھپٹتے تھے مسلمانوں کی جانب برچھیاں تانے
اِدھر سے غازیانِ فی سبیل اللہ جرأت سے
ہنکا دیتے تھے اس کثرت کو اپنے زورِ وحدت سے
سحر سے شام تک دو تین دن تھی جنگ معمولی
ہراول کے جوانوں کا بظاہر شغلِ مشقی[1]
ابوسفیاں سپہ سالارِ اعظم تھا قبائل کا
اسے حل سوچنا تھا راہ کے اس سنگِ حائل کا
قبائل کے سبھی سردار تھے اس کی معیّت میں
مسلمانوں کا قتلِ عام تھا ان سب کی نیّت میں
مدینہ سامنے تھا اور یہ کچھ کر نہ سکتے تھے
غنیمت دیکھتے تھے اور جھولی بھر نہ سکتے تھے
یہ قاتل مشورت کرتے رہے دو تین دن باہم
یہ طے پایا کہ لشکر جمع ہو کر پل پڑے یکدم[2]
مؤذّن نے کیا اعلان اِدھر اللہ اکبر کا
اُدھر شیطاں نے پیٹا ڈھول حیوانوں کے لشکر کا

---

[1] قبائل کے متحدہ لشکروں نے خندق کو مزاحم پاکر خیمے لگائے تھے۔ ان کے دستے ہر روز خندق پر حملہ آور ہوتے تھے مگر مسلمانوں کو مستعد پاکر واپس ہو جاتے تھے۔ (دیکھو طبری)

[2] ایک دن سردارانِ قریش نے فیصلہ کیا۔ کہ خندق کئی جگہ سے تنگ ہے۔ مسلمانوں پر ایک متحدہ حملہ کر کے سوار گھوڑے کُدا کر خندق کے پار اُتریں۔ اور ان کے پیچھے سارا لشکر جا پڑے۔ (تاریخ العمران)

کفار کے اتحادی لشکروں کا بے پناہ دھاوا

نمازیں بھی ادا کرنے نہ پائے تھے ابھی غازی
کہ سر پر آگیا وقتِ جہاد و سعی و جانبازی
کیا حملہ قیامت کا جیوشِ حملہ آور نے
فضا میں ڈال دی ہلچل سواروں کے تگادر نے
پرے گھوڑوں کے دل دھرتی کا دھڑکاتے ہوئے آئے
پیادے دُور ہی سے تیر برساتے ہوئے آئے
رجز کا شور نقاروں کی کڑکڑ ڈھول کی ڈھم ڈھم
قبائل کے بتوں کی بیرقیں شیطان کے پرچم
ڈپٹ تھی، شور و شر تھا، نعرے تھے، ہنگامہ خیزی تھی
سڑاسڑ دمبدم کوڑوں کی تھی، گھوڑوں کی تیزی تھی
سرِ خندق مگر ہر ایک دستہ رُک گیا ان کا
مسلمانوں نے مارے تیر رستہ رُک گیا ان کا
منظم تھے مجاہد بھی محمدؐ کی قیادت میں
سرِ خندق جواں تھے مستعد ذوقِ شہادت[1] میں
قبائل کو توقع تھی مسلماں بھاگ جائیں گے
ہماری کثرتِ تعداد کے منہ پر نہ آئیں گے
اگر ٹھہرے تو اس سیلاب میں بہ جائینگے سارے
خس و خاشاک کی صُورت ہیں چند افراد بیچارے
ہزاروں کے مقابل چند سو جانوں کی ہستی کیا
عرب کے سامنے ٹھہرے گی یثرب کی یہ بستی کیا

---

[1] آنحضرتؐ نے اپنی مختصر سی جماعت کو خود ترتیب دیا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے دستے مقرر فرما دیئے تھے۔ جو ہر مقام پر حملہ آوروں کو تیروں اور پتھروں سے روکتے تھے۔ (تاریخ العمران)

مگر خندق نے کھنڈت ڈال دی انکی امنگوں میں — نہ پیش آئی تھی یہ صورت عرب کو اپنے جنگوں میں[1]
مسلماں یوں ڈٹے بیٹھے لشکرِ احزاب کے آگے — چٹانیں جس طرح قائم رہیں سیلاب کے آگے
کماندارانِ اسلامی نے تاکا جب نشانوں کو — تو چھوڑا ناوکوں نے کہہ کے بسم اللہ کمانوں کو
یہ ناوک تھے کہ تارے آسمانوں سے اتر آئے — گلو میں آنکھ میں پہلو میں دل میں تیر در آئے
گرے اسوار گھوڑوں سے گھسے گھونٹے پیادوں میں — قیامت خیز ہلچل پڑ گئی ان بدنہادوں میں
بہت تیار ہو کر آئے تھے یہ خونِ ناحق پر — درندے پیستے تھے دانت دربانانِ خندق پر
غرورِ اوّلیں دھیما تھا اب اس سورمائی کا — یہ ایسی منہ کی کھائی تھی کہ منہ تکتے تھے کھائی کا
ارادوں میں مخل ہر مرتبہ کھائی کو جب پایا — تو سرداروں نے فوجوں کو ذرا کچھ دور ٹھہرایا
سنایا حکم ابوسفیاں نے تیر انداز دستوں کو — کرو تندی سے ناوک کا نشانہ حق پرستوں کو[2]
بڑے ضدی سہی لیکن کہاں تک مار کھائیں گے — کہاں سے روز آتے جائیں گے اور مرتے جائیں گے
مسلسل پتھروں کا مینہ بھی ان لوگوں پہ برساؤ — غبار و گرد اڑاؤ سانس تک لینے سے ترساؤ
کرو ترکیب سے خندق کے ہر پہلو پہ دھاوا بھی — اِدھر کرتا ہوں میں ترکیب اور اس کے علاوہ بھی

---

[1] قبائل عرب نے کبھی اس سے پہلے اس قسم کی خندق کے مقابل لڑائی نہ لڑی تھی۔ یہ اُن کے لئے بالکل نئی بات تھی اور شاق [illegible]

[2] ابوسفیان نے حکم دیا کہ ہر جگہ سے تیر برساؤ اور پتھر پھینکو۔ مسلمان بہت تھوڑے ہیں۔ یا تو مضروب و مجروح ہو جائیں گے یا تنگ آکر دفاع سے ہاتھ اٹھا لیں گے۔ (تاریخ العمران)

کوئی تدبیر ہم اتنے میں کھائی کی بھی کرتے ہیں
کہیں اک پُل بنا لیتے ہیں یا خندق کو بھرتے ہیں[1]
یہ تم کو دو گھڑی تکلیف دیتے ہیں تو دینے دو
تمہارا کام بھی یہ ہے کہ چین ان کو نہ لینے دو
تھکا دو ان کو جب تھک جائینگے ہتھیار ڈالیں گے
اسی خندق میں پھر ان کو دبا کر مار ڈالیں گے

مسلسل حملے، مسلسل مدافعت

بہ عجلت لشکرِ کفار نے ترتیب کو بدلا
نئے انداز کے دھاوے کئے ترکیب کو بدلا
سپہ سالار کے احکام کی تعمیل ہوتی تھی
ہوا کے دوش پر اب موت کی ترسیل ہوتی تھی
اِدھر حق تھا سرِ خندق اُدھر باطل کی فوجیں تھیں
دو جانب سے ہوا میں پتھروں تیروں کی موجیں تھیں
قبائل ہر طرف سے کر رہے تھے تیر اندازی
کمانداران اسلامی بھی تھے مصروفِ جانبازی
شریف انسان دب کر بیٹھ جاتے کیوں شریروں سے
جواب تیر ادھر سے بھی دیا جاتا تھا تیروں سے
چٹانوں اور تودوں نے مہیا کیں کمیں گاہیں
سکھائیں جنگ نے خود ہی دفاعِ جنگ کی راہیں[2]

---

[1] ابوسفیان کا ارادہ تھا۔ کہ مسلمان ذرا بھی غافل ہوں تو خندق کو بھر دیا جائے۔ یا کسی جگہ پل بنا دیا جائے۔ لیکن ممکن نہ ہو سکا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] مسلمان تیر انداز خندق سے نکلی ہوئی مٹی کے تودوں کی اور بڑے بڑے پتھروں کی آڑ سے مسلسل تیر چلاتے تھے (تاریخ العمران)

ادھر سے بے تحاشا بے نشانہ تیر گرتے تھے بدستِ حق یہی باطل کے دامنگیر ہوتے[1] تھے
ادھر سے تھی فلاخن کے پروں سے سنگ اندازی جوابِ سنگ بھی سنگین دیتے تھے انہیں غازی

ہولناک ہنگامہ

فضاؤں میں تھی فرّاٹے کی غرّاٹے کی طغیانی عجب دریا تھا بالائے ہوا تند اور طوفانی
عجب دریا تھا سنگ و تیر اس دریا کی موجیں تھیں تلاطم تھا ہوا میں خاک پر انساں کی فوجیں تھیں
عجب تھی ان گنت پیکانِ تیراں کی درخشانی نظارا جس کا مہلک تھا برائے چشمِ انسانی
لپکتے تھے یہ لاتعداد ناوک التہاب آسا خلا میں تیر کر پھر ڈوب جاتے تھے شہاب آسا
ہوا میں سنگ اُڑتے گونجتے آتے تھے درّاتے بہم ٹکراتے، گر جاتے، لڑھکتے، ٹھوکریں کھاتے
دقادق پتھروں کی اور چقاچق پہلوانوں کی بلا کا شور تھا آنکھوں میں جان آئی تھی کانوں کی

کمانداروں کی زِہ زِہ اور زِرہ گیروں کے زنّاٹے
سروں میں سنسناتی موت کے سنسان سنّاٹے

---

[1] کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور بے تحاشا تیروں کی بارش کرتے جا رہے تھے۔ یہ تیر خالی جاتے تھے۔ مسلمان کسی نہ کسی طرح ان کو اٹھا لیتے۔ اور انہی تیروں کو دشمن پر چلاتے۔ (تاریخ العمران)

چوبیس ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار

مجاہد ضابطے سے اور استقلال کامل سے
تھے محوِ جنگ زورِ بازو و زورِ انامل سے
مسلمانوں کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا
نگاہوں کے اشاروں پر دلوں میں بیٹھ جاتا تھا
بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر
نظر آتے تھے چکراتے ہوئے گرداب کے اندر
سرِ خندق مجاہد تھے ہزار[1] افراد کی گنتی
یہی غازی مجاہد تھے یہی زُہّاد کی گنتی
مگر ان پر ہزاراں در ہزاراں حملہ آور تھے
ہزار انسان کیا تھے، خواہ کیسے بھی دلاور تھے
اُدھر چوبیس دستے اور ہر دستہ ہزار انساں
ذخیرے اسلحہ کے اور ناؤ نوش کے ساماں[2]
وہاں باقاعدہ آب و خورش تقسیم ہوتا تھا
یہاں پتھر شکم پر باندھنا تعلیم ہوتا تھا

---

[1] یہ بالتصریح بیان ہوا ہے۔ کہ تین ہزار جوان و پیر کی جمعیت نے آنحضرتؐ کے ساتھ خندق کھودنے میں حصہ لیا تھا لیکن جب اعراب و قریش کی فوجیں نمودار ہوئیں۔ تو آپ نے باب شامی پر ایک جمعیت رکھ کر باقی لوگوں کو مدینے کے دوسرے اطراف میں (جہاں خندق نہ تھی فقط مکانات کی دیواریں اور باہر نخلستان کی اور پہاڑیاں تھیں) حفاظت اور دفاع کے لئے مامور فرما دیا تھا۔ اس تین ہزار میں منافقین بھی تھے۔ جو بحیلہ و بہانہ گھروں میں بیٹھ رہے تھے۔ خندق پر آنحضرتؐ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ (دیکھو ابن ہشام فتح الباری وغیرہ)

[2] فتح الباری میں تصریح ہے کہ کفار کی تعداد غزوۂ احزاب میں چوبیس ہزار سے ۔ ۔ تھی۔ (سیرت النبیؐ)

شکم سیری اُدھر اس سمت فاقوں پر توکّل تھا
تقابل خود بھی حیراں تھا کہ یہ کیسا تقابل تھا

نہیں تھا یہ تقابل باہمی انسان و انساں کا
زمیں پر آخری اِک معرکہ تھا کفر و ایماں کا

قائدِ اسلامؐ اور مجاہدین کا اِستقلال

اُدھر افواجِ تازہ دم کے تار و پود قائم تھے
یہاں اک رشتۂ نازک کے رہ پیوند قائم تھے

یہاں ہر فردِ مسلم خطۂ محصور[1] کے اندر
جہاد و سعی میں تھا حالتِ محظور کے اندر

برستی تھی مسلسل بارشِ سوفار و سنگ ان پر
ہوئی تھی سر اُٹھا کر دیکھنے کی راہ تنگ ان پر

ہوا کے اوج پر طوفانِ سنگ و تیر کی لہریں
سرِ تقدیر لہراتی ہوئی تدبیر کی لہریں

یہاں حملہ، وہاں ہلّہ، اِدھر جھپٹے اُدھر لپکے
کہاں فرصت قدم ٹھہرے کہیں یا آنکھ ہی جھپکے

کبھی اِس رُخ پہ یورش تھی کبھی اُس رُخ پہ دھاوا[2] تھا
محمدؐ کی قیادت ہی یہاں ملجا و ماویٰ تھا

---

[1] محصور۔ خطے میں گھری ہوئی۔

[2] کفار نے جنگ کا یہ طریق اختیار کیا۔ کہ بعض دستے مسلمانوں پر تیر چلاتے۔ اور دوسرے یورش کر کے خندق کے کسی کمزور حصے پر حملہ کرتے اور کود کر عبور کرنا چاہتے۔ اور یہ طریق مسلسل جاری رہتا۔ (ابن سعد و خمیس و زرقانی)

فضا بارانِ سنگ و تیر سے تھی گرچہ طوفانی   پیمبرؐ آپ فرماتا تھا اُمت کی نگہبانی
مجاہد جا بجا گرتے تھے سنگ و تیر کھا کھا کر   محمدؐ باندھتا تھا زخم بانفسِ نفیس آ کر
جہاں جس مرحلے پر جو بھی صورت پیش آتی تھی   رسول اللہ کو اُمت وہیں موجود پاتی تھی[1]

امیدِ نصرتِ حق پر محمدؐ کے سہارے پر
مجاہد تیرتے تھے فرض کے اس تیز دھارے پر

کثرتِ کفر کا شور

زمین و آسماں میں حشرِ سنگ و تیر برپا تھا   سرِ خندق بہر سُو شورِ دار و گیر برپا تھا
قبائل نے مچا رکھا تھا غوغا اور ہنگامہ   فضا میں گونجتا تھا ڈھول تاشہ اور دمامہ
پیاپے ایک لُڈی پڑ رہی تھی جھانجھ بجتے تھے   ہر اک دستے میں نوبت اور نقارے گرجتے تھے
دکھاتے تھے یہ انساں بول کر بولی درندوں کی   کہ ہم انساں نہیں سمجھو ہمیں ٹولی درندوں کی
نکالی جاتی تھیں مونہوں سے ہیبتناک آوازیں   کرخت و سخت و سینہ چاک اور شتاباک آوازیں[2]

---

[1] آنحضرتؐ ہر جگہ نگرانی فرماتے تھے۔ بارہا زخمی صحابہؓ کے زخم باندھنے میں مدد فرماتے۔ اور آپ کو تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ میں ہر دستے کے پاس پہنچتے دیکھ کر صحابہ کی ہمتیں قائم رہتیں۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] شتاباک: ۔ سوراخ کرنے والی۔

دہاڑیں اور چنگھاڑیں تھیں چیتوں اور شیروں کی   بتاتی تھیں کہ ہم مخلوق ہیں گہرے اندھیروں کی
گھنونا شور و شر، ناپاک نعرے گالیاں، قسمیں   غلاظت جمع ہو کر آئی تھی ارضِ مقدس میں

صدائے رنگ رنگ اٹھتی تھی اس باطل کے لشکر سے

جواب اسلام دیتا تھا فقط اللہ اکبر سے

قریشی شہسوار، خندق پار

اسی عالم میں تاکا اک مقامِ تنگ دشمن نے   تو خندق پار ہونے کا نکالا ڈھنگ دشمن نے
بڑھے کچھ شہسوارانِ عرب سرکردہ و مہتر   کہ ساری فوج میں سمجھے گئے تھے چیدہ و بہتر
بزیرِ عکرمہ[1] ابن ابی جہل اک رسالہ تھا   یہ طوفانی رسالہ کافروں میں نام والا تھا
اسی میں تھے قریشی شہسوارانِ دلاور بھی   بڑے سردار بھی کار آزمودہ نام آور بھی
یہ نامی نامور گھوڑوں کو ڈپٹاتے ہوئے جھپٹے   ہبل اور لات و عزیٰ کی قسم کھاتے ہوئے جھپٹے
مگر خندق کنارے ٹاپتے ہی رہ گئے گھوڑے   ہوئی بوچھار تیروں کی تو اسواروں نے منہ موڑے
فقط چار ان میں خندق پھاند نکلے کامیاب آئے   مثالِ ابر گرجے اور مثلِ برق تاب آئے

---

[1] ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کی کمان میں ایک مضبوط رسالہ تھا جس میں عرب کے نامی گرامی مشہور شہسوار تھے۔ اس رسالے کے سواروں نے خندق کے کنارے ایک تنگ مقام سے گھوڑے ڈپٹانے کا حوصلہ کیا لیکن رہ گئے۔ فقط چار اسوار خندق کود کر اس طرف آسکے۔ (طبری)

چار ہرزہ کار

اگر سارا رسالہ کود کر اس پار ہو سکتا
تو شائد وہ گھڑی کو غلبۂ اشرار ہو سکتا
مگر ہر فرد پر ایسا مسلط خوفِ خندق تھا
کہ آنکھیں ڈگمگائی جا رہی تھیں اور منہ فق تھا
جِلَو میں شہسواروں کے کوئی کافر نہیں آیا
بس اب مرگ و اسیری ہے یہ چاروں کو یقیں آیا
یہ چاروں شہسوار احزاب کے مردانِ افضل تھے
ضرار و ابنِ عبدِ وُد ہبیرہ اور نوفل[1] تھے
مسلمانوں نے گھیرا دوڑ کر ان شہسواروں کو
نظر آئی نہ اب راہِ گریز ان ہرزہ کاروں کو

ابنِ عبدِ وُد

بہت بیباک ان کا سربراہِ بد لگامی تھا
یہ کافر عمرو ابنِ عبدِ وُد نامی گرامی تھا
گِنا جاتا تھا یہ ظالم ہزار اسوار پر بھاری
عرب میں کون تھا جس پر نہ اس کا رعب ہو طاری[2]
قتالِ بدر میں اچھا سا زخم اس نے بھی کھایا تھا
اسی شرمندگی کا آج بدلہ لینے آیا تھا

---

[1] (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] عمرو بن عبدِ وُد۔ ایک ہزار اسوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ جنگِ بدر میں زخمی ہو کر واپس گیا تھا۔ قسم کھائی تھی۔ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لوں گا۔ سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

ارادہ اس کا یہ تھا جب یہ رسالہ ساتھ میں ہوگا
مسلمانوں کا قتلِ عام میرے ہاتھ میں ہوگا
مگر اب وہ رسالہ ٹاپتا تھا دُور خندق سے
یہ خود نرغے کے اندر آ پھنسا تھا قدرتِ حق سے
نظر آئی نہ جب کوئی بھی راہِ جنگِ مغلوبہ
تو سُوجھا نعرۂ ھل مِن مبارز ہی کا منصوبہ

ہزار اسوار کے برابر ایک شہسوار

پکارا جان جاؤ عمرو ابنِ عبدِ وُدّ میں ہوں
ذرا پہچان جاؤ اور کوئی ہے کہ خود میں ہوں
کسی نے یوں نہ دیکھا ہو مگر شہرت سُنی ہوگی
کہانی کارناموں کی بصد حیرت سُنی ہوگی
ہزار اسوار کا اک شہسوارِ بے بدل ہوں میں
مسلمانو سمجھ جاؤ کہ پیغامِ اجل ہوں میں
میں آیا ہوں کہ شاید تم میں کوئی مردِ قابل ہو
بجائے سنگباری مجھ سے مردانہ مقابل ہو
لڑے تنہا سے تنہا جو بھی یکہ تاز ہے تم میں
نکل آئے اگر ایسا کوئی جانباز ہے تم میں[1]

واحد صدائے شیرِ خدا

یہ سُنتے ہی علی المرتضیٰ نے دی صدا میں ہوں[2]
فدا کارِ محمد مصطفےٰ نامِ خدا میں ہوں

---

[1] ابن عبد وُدّ سب سے آگے بڑھا۔ اور پکارا کون آتا ہے۔ میرے مقابلے میں۔ (تاریخ الطبری)

[2] حضرت علیؓ نے آواز دی میں ہوں۔ مگر رسول اللہؐ نے روکا یہ کہ عمرو ابن عبد وُدّ ہے۔ حضرت علیؓ بیٹھ گئے۔ لیکن عمرو کی آواز کا اور کسی طرف سے جواب نہ آتا تھا۔ عمرو دوبارہ پکارا۔ اور پھر وہی ایک صدا جواب میں تھی۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

یہ فرما کر جھپٹنا چاہتے تھے جانبِ دشمن   کہ ایسے وقت چُپ رہنا نہیں تھا شیوۂ احسن
رسُول اللہ نے روکا علیؓ کو اور سمجھایا   یہ ابنِ عَبدِ وُد ہے اے پسر حضرتؐ نے فرمایا
وہ کافر پھر پکارا، ہے کوئی جو سامنے آئے   نبرد آرا ہو مجھ سے آ کے جرأت اپنی دکھلائے
نہ بولا اور کوئی شاہِ مرداںؓ نے کہا مَیں ہُوں   یکے از سرفروشانِ محمد مُصطفےٰ مَیں ہُوں
نبیؐ نے پھر کہا یہ ابنِ عَبدِ وُد ہے اے حیدرؓ   علیؓ پھر ہو گئے ساکت بہ پاسِ امرِ پیغمبرؐ
بلند آواز سے کافر نے پھر قفلِ دہن کھولا   مسلمانوں کوئی آئے گا، پھر کوئی نہیں بولا
اُسی شیرِ خُداؓ نے اُٹھ کے پھر آواز دی مَیں ہُوں   بفضلِ حق تجھ ایسوں کو اکیلا مکتفی مَیں ہُوں
رسُول اللہ نے شفقت سے رکھا ہاتھ شانے پر   کہا یہ ابنِ عَبدِ وُد ہے، اے فرزند اے حیدرؓ
کہا بیشک یہ ابنِ عبدِ وُد ہے جانتا ہُوں میں[1]   مرے سرکار اس ابلیس کو پہچانتا ہُوں میں

صاحبِ ذُوالفقار کا جلال

جلالِ ہاشمی اس وقت چہرے سے ہویدا تھا   نگاہوں میں وہ گرمی تھی کہ صد خورشید پیدا تھا
یہ صُورت دیکھ کر مسرور تھا وہ نورِ ربانیؐ   جزاک اللہ کہا، اور چُوم لی حیدرؓ کی پیشانی

---

[1] تیسری مرتبہ جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے تو حضرت علیؓ نے عرض کی۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ کہ عمرو ہے۔ (سیرت النبیؐ)

طمانیت کا عہدِ دائمی لولاک نے باندھا کہ عمامہ علیؓ کے سر پہ دستِ پاک نے باندھا[1]
اجازت لے کے شیرِ اللہ کا میدان میں آیا بپا شور زلزلہ سا کفر کے ایوان میں آیا
عجب خاموش گرمی تھی جلالِ شاہِ مرداں میں لرز کر رہ گئے شیروں کے دل گردِ نیستاں میں
ہوا کفار کی فوجوں کو سکتہ اس نظارے سے اسی نقطے پہ آنکھیں جم گئیں اب ہر کنارے سے
دو جانب بر سرِ خندق جہاں بھی رزمگاہیں تھیں وہاں آنکھیں تھیں یا حیرت تھی یا جامد نگاہیں تھیں
فضا پر چھا گئی تھی دفعتہً پر ہول خاموشی کہاں کا شور و شر، دم سادھ کر بیٹھی تھی سرگوشی
بڑھے مولا علیؓ، اک پُر وقار اندازِ عالی سے جمال آرا تھا اطمینان اس شانِ جلالی سے
بہ شانِ سادگی نکلے، بصد حسنِ مہیب آئے پیادہ پا چلے ان شہسواروں کے قریب آئے

تین سوال

اُدھر تھا عَمرو ابنِ عَبدِ وُد اسوار گھوڑے پر مسلح، غرقِ آہن، مستعد تیار گھوڑے پر
علیؓ نے ابنِ عَبدِ وُد کو دیکھا اور فرمایا کہ تیرا اک بڑا دعویٰ مرے سننے میں ہے آیا:
سُنا ہے تجھ سے طالب ہو جو کوئی تین کاموں کا ترا کہنا یہ ہے تینوں سے تو اک کام کر دے گا[2]

---

[1] آپ نے اجازت دی۔ خود دستِ مبارک سے تلوار عنائت کی۔ سر پر عمامہ باندھا۔ (سیرت النبی)
[2] اگلے صفحے پر

کہا حیرت سے اُس نے ہاں یہ دعویٰ ہے مرا سچ ہے
جو میں نے کہہ دیا سچ ہے جو تُو نے سُن لیا سچ ہے
کہا[1] سچ ہے تو مَیں طالب ہوں تجھ سے تین باتوں کا
بہت ہی بیش قیمت نیک خوش آئین باتوں کا
مری پہلی طلب یہ ہے کہ تو ایمان والا بن
جبیں اپنی درِ حق پر جھکا دے شان والا بن
کہا یہ بات ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا
مَیں اپنے قلبِ سنگیں میں یہ دانہ بو نہیں سکتا
کہا، گر یہ نہیں تو خیر اس میدان سے ہٹ جا
چلا جا اپنے گھر کو ظالموں کی فوج سے کٹ جا
کہا، یہ کام بھی ہے اندریں حالات ناممکن
قریشی عورتیں چھیڑیں مجھے یہ بات ناممکن!
کہا حیدرؓ نے دو باتیں تو میری تو نے رَد کر دیں
ازل سے تا ابد رسوائیاں اپنی سند کر دیں
اگر ان ہر دو کارِ نیک کا تجھ کو نہیں یارا
تو آ میرے مقابل مجھ سے ہو اب معرکہ آرا[2]

ابنِ عبدِ وُد کی حیرت اور غضبناکی

علیؓ کی تیسری خواہش پہ سنّاٹا ہُوا طاری
تکبّر کی رگِ مغرور پر یہ ضرب تھی کاری

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) عمرو کا قول تھا کہ دنیا میں اگر مجھ سے کوئی شخص تین باتوں کی درخواست کرے گا۔ تو ایک ضرور قبول کروں گا۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ کیا واقعی یہ تیرا قول ہے۔ (سیرت النبیؐ)

[1] پھر حسبِ ذیل گفتگو ہوئی۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ تو ایمان لا۔ عمرو بولا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ لڑائی سے واپس چلا جا۔ عمرو بولا۔ میں خاتونانِ قریش کا طعنہ نہیں سن سکتا۔ (سیرت النبیؐ)

[2] تیسری بات علیؓ نے یہ کہی کہ اچھا آ مجھ سے معرکہ آرا ہو۔ (سیرت النبیؐ)

marfat.com

رُخِ ناپاک پر شعلہ بھڑک اُٹھا جہنم کا
غضب کے جوش میں بگڑا توازن طبعِ برہم کا
غرورِ پہلوانی چشم و ابرو پر اُبھر آیا
نکالی میان سے تلوار توسن سے اُتر آیا

کافر کا غرور

کہا زیرِ فلک ایسا بھی کوئی مرد ہے غالب
کہ میرے سامنے آکر ہو مجھ سے جنگ کا طالب[1]
میں ابنِ عَبدِ وُد، استاد نامی پہلوانوں کا
مری ہیبت سے ہے رُو پوش رستم داستانوں کا
مَیں وہ ہوں جس سے زہرہ آب ہے جنگل کے شیروں کا
شجاعوں کا کشندہ اور قاتل ہوں دلیروں کا
ترا کیا نام ہے تو کون ہے او پیکرِ خاکی
کہ حد و انتہا سے بڑھ گئی ہے تیری بیباکی[2]
کہا مجھ کو علی کہتے ہیں اک بندہ خدا کا ہوں
مرا اتنا ہی دعویٰ ہے کہ خادم مصطفےٰ کا ہوں
تحیر عَبدِ وُد کو ہو گیا نامِ علیؓ سُن کر
فضائے دل میں اک خِفّت سی تھی ذکرِ علیؓ سُن کر
کہا تُو ہے ابوطالب کا بیٹا جانتا ہوں مَیں
بزرگوں کا بھی تیرے مرتبہ پہچانتا ہوں مَیں
تری ناتجربہ کاری ہے میرے سامنے اَڑنا
پلٹ جا اے علیؓ تجھ سے نہیں مَیں چاہتا لڑنا

---

[1] عمرو بن عبدوُد حضرت علیؓ کے تیسرے سوال پر ہنسا۔ کہا مجھ کو اُمید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے یہ درخواست بھی میرے سامنے پیش کی جائے گی۔

[2] پوچھا تم کون ہو، آپ نے نام بتایا۔ اُس نے کہا میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا لیکن میں چاہتا ہوں۔ (سیرت النبیؐ)

ابھی کم عمر ہے تُو بھولا بھالا سیدھا سادا ہے
تفاوت دیکھ میَں اسوار ہُوں اور تو پیادہ ہے
تو میرے سامنے آیا ہے، قرباں تیری جرأت کے
مَیں وہ ہُوں ملک میں جھنڈے گڑے ہیں میری شہرت کے
زرہ تن پر نہیں تیرے نہ سر پر خود پہنا ہے
یہ کیا سُوجھی تجھے، زندہ نہیں کیا تجھ کو رہنا ہے؟
اُدھر تُو ہے کہ بس اک ڈھال اور تلوار لایا ہے
مجھ ایسے گرگِ باراں دیدہ سے لڑنے کو آیا ہے
اِدھر مَیں ہوں کہ سر پر خَود بھی تن پہ زرہ بھی ہے
مبادا زخم کھا جاؤں، مری اس پر نگہ بھی ہے

مومنِ غیوُر

علیؓ کچھ مسکرائے اور متانت سے یہ فرمایا
کہ تُو نے کہہ دیا جو کچھ بھی تیرے ذہن میں آیا
تری باتیں ہیں ساری بر بنائے قوتِ ارضی
مگر ہے صاحبِ ارض و سما کی اور ہی مرضی
نہ کچھ تقریر کرنا نے جھگڑنا چاہتا ہُوں مَیں
تو چُاہے یا نہ چاہے تجھ سے لڑنا چاہتا ہُوں مَیں
مجھے فرصت نہیں، کوشش نہ کر باتیں بنانے کی
یہ میداں ہے ضرورت ہے یہاں جوہر دکھانے کی
بہت شیخی بگھاری اب ذرا کچھ کام ہو جائے
ہنر ایسا دکھا جس سے جہاں میں نام ہو جائے

ابنِ عبدِ وُد کا وار

یہ سُن کر ابنِ عبدِ وُد ہُوا بیتاب غصے میں
مثالِ مار کھائے اُس نے پیچ و تاب غصے میں

غرور و ناز پر چادر چڑھی جہلِ مرکب کی
کیا اِک وار کونچیں کاٹ دیں اپنے ہی مرکب کی[1]

یہی شمشیرِ خوں آلود حیدرؓ پر بھی چمکائی
حق و باطل کی فوجیں ہر طرف سے تھیں تماشائی

یہ کافر بھی قد آور، تیغِ دامن دار بھی بھاری
یہ بازو بھی تھا قوت دار اس کا وار بھی کاری

کیا کافر نے بڑھ کر جب ارادہ پیش دستی کا
ہوائیں دم بخود تھیں رُک گیا تھا سانس ہستی کا

علیؓ نے ڈھال پر روکی یہ مہلک ضرب دشمن کی
مگر آہن میں نکلی ڈوب کر شمشیر آہن کی[2]

سپر کے سینۂ بے کینہ میں غم سے شگاف آیا
جبینِ حضرتِ شیرِ خداؓ نے زخم بھی کھایا[3]

---

[1] حضرت علیؓ پیادہ تھے۔ عمرو کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا۔ گھوڑے سے اُتر آیا۔ اور پہلی تلوار گھوڑے کے پاؤں پہ ماری کہ کونچیں کٹ گئیں۔ (سیرت النبیؐ)

[2] عمرو غصے سے بیتاب تھا۔ اس نے تلوار نکالی اور آگے بڑھ کر وار کیا۔ حضرت علیؓ نے سپر پہ روکا۔ تلوار سپر میں ڈوب کر نکل گئی۔ اور پیشانی پر تھی۔ (سیرت)

[3] زخم کاری نہ تھا۔ تاہم یہ طغرا آپ کی پیشانی پر یادگار رہ گیا۔ قاموس میں لکھا ہے۔ حضرت علیؓ کو ذو القرنین بھی کہتے تھے جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے۔ ایک عمرو کے ہاتھ کا۔ اور ایک وہ زخم جو ابنِ ملجم کی تلوار سے بوقتِ شہادت لگا تھا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

شیرِ زخمدار

فلک پر دیدۂ خورشید میں سُرخی اُبھر آئی   لہو کی دھار پیشانی سے دامن تک نظر آئی
عَلَم کی تیغ بڑھ کر اب جو شیرِ زخم خوردہ نے   تو آنکھیں کھول دیں حیرت سے گلہائے فسردہ نے
کیا یُوں ابنِ عبدِ وُد نے سر زیرِ سپر اپنا   عیاں ہو جائے جس سے پہلوانوں پر ہنر اپنا
جمی تھی ایک مرکز پر نظر ہر فردِ لشکر کی   کہ دیکھیں کیا دکھاتی ہے صفائی دستِ حیدرؓ کی

برشِ ذوالفقار

تڑپ سے ہو گئیں خیرہ نگاہیں دیدبانوں کی   ہوئیں بیتاب بنیادیں زمینوں آسمانوں کی
اُٹھی، لہرائی، جھُومی، گر پڑی جرأت کی متوالی   پھر اُٹھی تو عیاں رخسار پر تھی شرم کی لالی
ہوئے حائل سپر جوشن زرہ اور چار آئینہ   مگر شانہ نشانہ ہو گیا اور پھٹ گیا سینہ
سپر راضی نہ تھی قہرِ خداؓ کا بار اُٹھانے پر   سرک کر ڈھال دی آئی بلا شانے کی شانے پر
بڑھا جب بار شانے کا تو گھٹ کر رہ گیا شانہ   بڑی سُبکی ہوئی خفت سے کٹ کر رہ گیا شانہ
زرہ بکتر کی کڑیاں کاٹ دیں چار آئنے پھوڑے   مُنہ آئے دل جگر دونوں تو ان دونوں کے مُنہ توڑے

براہِ صدر و سینہ ہڈی پسلی کاٹ کر نکلی
لہو اور مغزِ جسم و استخواں کا چاٹ کر نکلی

ابنِ عَبدِ وُدّ کا انجام

اِدھر ہلکی سی آوازِ برشِ شمشیر کی آئی
اُدھر دونوں جہاں سے اک صدا تکبیر کی آئی[1]

صدا اللہ اکبر کی اُٹھی کوہ و بیاباں سے
نظر ڈالی زمیں پر آسماں نے چشمِ حیراں سے

یہ اک اعلان تھا فتح و ظفر کا بہرِ آگاہی
کہ منصور و مظفّر ہے بفضلِ حق یدُ اللّٰہی

گرے مٹی میں ابنِ عَبدِ وُدّ کی لاش کے ٹکڑے
وہ زندگی کے مظاہر، پیکرِ پرخاش کے ٹکڑے

اُٹھیں خندق کے دونوں بازوؤں سے شور کی موجیں
اِدھر تحسین، اُدھر سے گالیاں بکنے لگیں فوجیں

رسُولُ اللہ کی آنکھیں تھیں بامِ عرش کی نگراں
نگاہِ عرش تھی عالی مقامِ فرش کی نگراں

شیرِ خدا انسانی بھیڑیوں کے تعاقب میں

علیؓ خونِ جبیں کو بھی نہیں تھے پونچھنے پائے
کہ ابنِ عبدِ وُد کے ساتھیوں نے اسپ دپٹائے

---

[1] دشمن کا وار ہو چکا تو حضرت علیؓ نے وار کیا۔ تلوار شانہ کاٹ کر نیچے اُتر آئی۔ ساتھ ہی حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔ اور فتح کا اعلان ہو گیا۔ (دیکھو طبری)

جبیرہ اور نوفل اور ضرار اعدائے دیں تینوں
علیؓ پر تھے غضبناک و غصیل و خشمگیں تینوں[1]

بڑھے مولا علیؓ پر سونت کر تیغیں یہ دیوانے
کیا نرغہ اکیلے شیرِ حقؓ پر تین اعدا نے

مگر جب ذوالفقارِ حیدری چمکی تو گھبرائے
پھرا کر مرکبوں کو بھاگتے ہی سب نظر آئے

جبیرہ اور نوفل اور ضرار اس رنگ سے بھاگے
پیادہ ایک پیچھے تھا یہ تینوں گھُڑچڑھے آگے

شریفانہ موت کا طالب

نکل بھاگے جبیرہ اور ضرار اُس پار خندق کے
مگر نوفل اِدھر میں گر پڑا ناچار خندق کے[2]

تعاقب کر رہے تھے اُن کا سب تیر و کماں والے
نشانہ صید کا کرنے لگے نام و نشاں والے

یہ صورت دیکھ کر نوفل پکارا اے مسلمانو
میں خاطی ہی سہی، لیکن مری اک التجا مانو

یہ سچ ہے بھر چکا ہے زندگی کا میری پیمانہ
مگر میں چاہتا ہوں جنگ میں مرگِ شریفانہ

صحابہ کی جماعت سے زبیرؓ با صفا نکلے
سوالی کی صدا سُن لی بپاسِ التجا نکلے

ہُوئے خندق میں داخل ہو کے ظالم سے نبرد آرا
بہت سے وار کھا کر ہاتھ اک شمشیر کا مارا[3]

---

[1] عمرو کے بعد ضرار اور جبیرہ اور نوفل نے حملہ کیا۔ لیکن ذوالفقار کا ہاتھ بڑھا۔ تو پیچھے ہٹنا پڑا۔ (سیرت النبیؐ)

[2] نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گرا۔ صحابہ نے تیر مارنے شروع کیے۔ (سیرت)

[3] حضرت زبیر بن العوام نے نوفل سے خندق میں اتر کر نبرد آزمائی کی۔ اور اس کو قتل کیا۔ کیونکہ اس نے شریفانہ موت کی خواہش کی تھی۔

کیا چو رنگ نوفل کو بھی مارا اس کا گھوڑا بھی   ہُوا مقتول یہ گستاخ حیوانوں کا جوڑا بھی

براہِ راست بے کھٹکے جہنم سے ہُوا واصل
ذلیل انسان کو مرگِ شریفانہ ہوئی حاصل

فوجِ کفّار پر ہیبتِ ذوالفقار

یدُاللّٰہی کی یہ ضربت گراں تھی جانِ باطل پر   اُداسی کی گھٹائیں چھا گئیں طوفانِ باطل پر
عجب تھی ذوالفقارِ حیدرِ کرّار کی بجلی   نگاہوں سے دلوں پر جا گری تلوار کی بجلی
زباں کو مل گیا تھا درسِ شور و شر بھلایا تھا   قبائل دم بخود تھے ایک سناٹا سا چھایا تھا
بڑا انعام پایا تھا نمودِ شہسواری کا   ہُوا احساس افواجِ عدُو کو خامکاری کا
علیؓ نے عَبدِ وُدّ ایسا بہادر مار ڈالا تھا   کہ جس کا ایک مدت سے عرب میں بول بالا تھا
بصد بیچارگی مارا گیا تھا آج نوفل بھی   جو قریشی قوم میں سالار بھی تھا مردِ افضل بھی
نتیجہ دیکھ کر بے فائدہ گھوڑے کدُانے کا   کیا سب نے ارادہ ترک خندق پار جانے کا

---

[1] عمرو، بن عبدِ وُدّ کا حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہونا لشکرِ کفار میں خوف سے دیکھا گیا۔ نوفل بھی قریش کا بہت بڑا آدمی تھا۔ قریش نے ان کی لاشیں حاصل کرنے کے لیے بہت سا روپیہ مسلمانوں کو دینا چاہا۔ مگر آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ کہ لاشیں ان کو دے دی جائیں۔ مشرکوں کے نجس روپے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ (دیکھو زرقانی)

سمجھ میں آج دست و بازوئے شاہِ نجف آئے　　قبائل سخت بے دل ہو کے خیموں کی طرف آئے
دلوں میں ہول چہروں پر نمایاں بدحواسی تھی　　جہاں بھی اُن کے ڈیرے تھے اُداسی ہی اُداسی تھی

قریش کے سرداروں کی خفیہ مجلس[1]

بیک ضربِ علیؓ تھا کارخانہ منقلب سارا　　سپہ سالار نے تشویش سے دیکھا یہ نظارا
ابُوسفیاں نے سالارانِ خاص الخاص بلوائے[2]　　ضرار آئے، جبیرہ آیا، ابن العاص بھی آئے
برائے مشورہ خالد بھی پہنچے، عکرمہ آیا　　بغور و خوض لڑنے کا نیا اسلوب طے پایا
کہا خالد نے ٹکراؤ نہ حق کے جوشِ غیرت سے　　مبادا بجلیاں گرنے لگیں دامانِ رحمت سے
محمدؐ کے صحابہ زور و جرأت کے یگانے ہیں　　ہمارے ڈھنگ حرب و ضرب کے یکسر پُرانے ہیں
جبیرہ نے کہا، لازم ہے اب ترکیب سے لڑنا　　ہے بے معنی دہانِ شیر میں اس طرح جا پڑنا
بہت مشکل ہے ان کو زیر کرنا محض طاقت سے　　کوئی نقصان اٹھا بیٹھیں گے ہم اپنی حماقت سے

---

[1] اس دن اس کے سوا اور کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ لیکن یہ رات بڑی تجویزوں اور تیاریوں میں گذری۔ (خاتم النبیین)

[2] اب مشرکوں کی طرف سے حملہ کا یہ انتظام کیا گیا۔ کہ قریش کے مشہور جرنل ابوسفیان۔ خالد بن ولید۔ عمر بن العاص۔ ضرار ابن الخطاب اور جبیرہ کا ایک ایک دن مقرر ہوا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

marfat.com

ابُوسفیان کی تقریر

ابُوسفیان بولا، آپ جو کچھ بھی کہیں کم ہے
ابُوطالب کے بیٹے سے ہمارا ناک میں دم ہے

اگر دو تین ایسے واقعات اب اور پیش آئے
ہمارے جنگجو بے کیف آئے سینہ ریش آئے

تو ساری کثرتِ تعداد کا جی چھوٹ جائے گا
ہمارا اتّحادِ باہمی بھی ٹوٹ جائے گا

یہ جمعیّت[1] دوبارا ہم فراہم کر نہیں سکتے
قبائل کو ہمیشہ زیرِ پرچم کر نہیں سکتے

کفّار کے مقاصدِ جنگ

قبائل آئے ہیں مالِ غنیمت کی اُمیدوں سے
ہمارے اور یہُودی قوم کے وعدے وعیدوں سے

یہُودی قوم لائی ہے دکھا کر سبز باغ ان کو
لڑائی اصل میں کیا ہے نہیں ہے یہ دماغ ان کو

یہ کیا جانیں مدینہ خوش ہے اپنی تنگدستی میں
فقط اللہ ہی اللہ ہے مسلمانوں کی بستی میں

کہیں ایسا نہ ہو یہ لوگ اصلی بات پا جائیں
مسلمانوں کی باتیں سُن کے انکے ڈھب پر آجائیں

یہُودوں کی محمدؐ سے بغاوت اور ہی کچھ ہے
قریشی قوم کی وجہِ عداوت اور ہی کچھ ہے

---

[1] جاہلیت میں کبھی اتنا بڑا لشکر قریش کے زیرِ پرچم نہ آیا تھا۔ جتنا احزاب کی لڑائی میں۔ (تاریخ اعراب)

marfat.com

قریش دیوتاؤں کے نائب

ہمیں اسلام سے اندیشہ ہے نسلی سیادت کا　　عرب میں جس سے حاصل ہے ہمیں رتبہ قیادت کا[1]
ہمارا اس عرب پر اقتدارِ قومی و ذاتی　　بتانِ کعبہ کے دم سے ہے عصبی اور جذباتی
رئیسانِ قریشی کی یہ سب شانِ رئیسانہ　　قبائل پر تحکم حاکمانہ بلکہ شاہانہ
یہ سب نذریں نیازیں نازبرداری یہ تعظیمیں　　ہمارے حکم پر لونڈی غلاموں کی یہ تقسیمیں
یہ سب ہے ان عوام الناس کے ضعفِ عقیدت سے　　ہم ان کے پیشوا ہیں دیوتاؤں کی نیابت سے[2]

قریش کے اندیشے

قبائل کو نہیں معلوم ہم کیوں ان کو لائے ہیں　　خدا والوں کی بستی لوٹ لے جانے کو آئے ہیں
قبائل کو نہیں معلوم بت کیا ہیں خدا کیا ہے　　شعور ان کا ابھی ایسے مسائل سے معرا ہے
اگر تبلیغِ اسلامی نے ان کو کر لیا قائل　　مساوات و اخوت پر اگر یہ ہو گئے مائل

---

[1] دیکھو سیرت النبیؐ جلد اوّل۔

[2] مکہ کی عزت کعبے کی وجہ سے تھی۔ قریش کا خاندان تمام عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا۔ وہ ہمسائیگانِ خدا بلکہ آل اللہ کہلاتے تھے (سیرت)

تو یہ ساری مشیخت خاک میں مل جائے گی اپنی
عوام الناس کے ہاتھوں سے شامت آئیگی اپنی

شاہی کا منصوبہ

جبیرہ بولا ابن العاص کوئی راہ بتلاؤ
مدبّر ہو یہ گتھّی سامنے ہے اس کو سلجھاؤ
وہ بولے ہاں قریشی قوم ہے ابن جنگ کی بانی
یہ سارا لشکرِ جرار ہے تمہیدِ سلطانی
ہمارے زیرِ پرچم متحد جتنے قبائل ہیں
قیامِ سلطنت کے واسطے عمدہ وسائل ہیں
اگر سر کر لیا تدبیر سے ہم نے مدینے کو
تو گویا پا لیا تختِ شہنشاہی کے زینے کو
مسلماں واقعی مضبوط بھی ہیں اور منظم بھی
تہوّر بھی ہے ان کے پاس اور تدبیرِ محکم بھی
ہماری کثرتِ تعداد ہے تدبیر سے خالی
ہماری فوج میں بھی شیر ہیں، لیکن سبھی قالی
ہمیں تنظیم کرنا چاہیئے اپنے عناصر کی
کہ ہوتی ہے یہی خوبی سپہ سالارِ ناصر کی

کملی والے کی روشن تعلیم

ابوسفیان بولا، خیر جتنے بھی قبائل ہیں
غنیمت ہے ابھی تک لات و عزیٰ ہی کے قائل ہیں
کہا خالد نے کب تک باز رکھ سکتے ہو تم ان کو
سنائی دے رہی ہے دمبدم آوازِ قُم ان کو

کشش تم کو نہیں معلوم شاید کملی والےؐ کی
جلا دیتا ہے شمعیں وُہ اندھیرے میں اُجالے کی
قبائل سُن رہے ہیں منزلوں میں اور راہوں میں
کہ مخلوقِ خدا یکساں ہے خالق کی نگاہوں میں
کہ عزّیٰ اور ہبل کچھ بھی نہیں بے جان پتّھر ہیں
کہ ان بودے خداوندوں سے خود انسان بہتر ہیں
کہ جتنے بھی خدا کعبے میں ہیں بے کار ہیں سارے[لہ]
مدد امداد کیا ہِل جُل نہیں سکتے وہ بے چارے
بشر ڈرتا ہے کیوں خود ساختہ پتّھر کی مورت سے؟
مرادیں مانگتا ہے کس لئے ہر بد مُہورت سے؟

فرزندِ ابوجہل کا نقطۂ نظر

یہ سُن کر عکرمہ بولا بڑی تعریف کرتے ہو
یہ کیا تعلیم ہے، جس کی کشش سے تم بھی ڈرتے ہو
وہ کہتا ہے کہ اَن دیکھا خدا رحمٰن و قادر ہے
زمینوں آسمانوں پر اسی کا حکم صادر ہے
وہ کہتا ہے زمین و آسماں انساں کے خادم ہیں
نہ خود بالذّات خالق ہیں نہ خود بالذات ہادم ہیں
وہ کہتا ہے کہ بادل اور بجلی تابعِ حق ہیں
جو ان کو پُوجتے ہیں سب کے سب نادان احمق ہیں
اکیلا اک خدا دونوں جہاں والوں پہ حاوی ہے
بشر ہو یا مَلک ہو بندہ ہونے میں مساوی ہے

[لہ] إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ پ۱۷۔ الانبیا۔ ع۷۔ ۹۸
تم اور جن چیزوں کو تم پُوجتے ہو۔ سب دوزخ کے ایندھن ہوں گے۔

marfat.com

قریش اسلام سے کیوں پریشان تھے؟

ابوسفیان بولا عکرمہ تم بات کو سمجھو یہی نکتہ ہے خالد کا کہ امکانات کو سمجھو
اگر وہ عام لوگوں کو سبق ایسے پڑھائے گا تو یہ انبوہِ آدم زاد پھر کس کام آئے گا
عرب والوں کو یہ نکتے اگر معلوم ہو جائیں ہماری پیشوائی کے نشاں معدوم ہو جائیں

عرب میں اک خدا کا دین ہو جائے اگر جاری
ہماری یہ بزرگی خاک میں مل جائے گی ساری

قریش کو نسلی برتری کی تشویش

مساواتِ بنی آدم کا چرچا ہے پسندیدہ عوام الناس ہو جائیں گے فوراً اس کے گرویدہ
غریبوں کو غلاموں کو بہانہ ہاتھ آئے گا خوشی سے پھول جائیں گے خزانہ ہاتھ آئے گا
پرانے خاندانوں کی ریاست ٹوٹ جائے گی نظامِ کہنہ ٹوٹے گا سیاست ٹوٹ جائے گی
مدیں ہم حجِ کعبہ پر جو عائد کرتے رہتے ہیں ہماری عظمتِ نسلی سے ان کو لوگ سہتے ہیں[1]

---

[1] قریش نے اس بنا پر کہ ان کو عام لوگوں سے بات میں ممتاز بننا چاہیے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایامِ حج قریش کے لئے (باقی صفحہ آئندہ)

ہے نسلی برتری ہی سے ہمارا احترام اب تک   قریش دور کے سارے قبائل ہیں غلام اب تک
اگر وہ یہ سمجھ لیں آدمی وہ بھی ہیں اور ہم بھی   ہماری ہی طرح سب ہیں مکرم بھی معظم بھی
اگر ہم میں نہ کوئی امتیازِ خاص جانیں گے   تو پھر کاہے کو یہ عامی ہمارا حکم مانیں گے
جبیرہ نے کہا، خیر اب یہ لمبی بحث جانے دو   خلاصہ کیا ہے باتوں کا نتیجے پر بھی آنے دو

مدینے کے اندر ریشہ دوانی کی تجویز

ابوسفیان بولا راستہ صاف اور سیدھا ہے   ہمارا فیصلہ یہ ہے مدینہ فتح کرنا ہے
غنیمت ہے یہ جمعیت ہمارے ساتھ آئی ہے   اگر ہم آج چوکے پھر ہماری بھی صفائی ہے
تدبر شرط ہے، موقع نہیں ہے جلدبازی کا   بچھاؤ جال قوت کے سہارے حیلہ سازی کا
قریظہ کے یہودوں سے کہو کچھ کام بھی آئیں   ہمیں اس شہر میں گھسنے کی خفیہ راہ بتلائیں

منافقین کو بغاوت پر ابھارنے کی چال

وہ کہتے تھے کہ ان کے ساتھ ہیں کچھ شہر والے بھی   جو میٹھے بھی ہیں ظاہر میں، مگر ہیں زہر والے بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عرفات کا جانا ضروری نہیں۔ دوسرا یہ کہ جو لوگ باہر سے آئیں۔ قریش کا لباس اختیار کریں۔ ورنہ ان کو عریاں ہو کر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا۔ اسی بنا پر طوافِ عریاں کا رواج ہو گیا تھا۔ (سیرت النبی بحوالہ ابن ہشام)

مسلماں ہیں، مسلمانوں سے جی بیزار ہے اُن کا   ہمارا خواجہ تاشش ابن اُبی سردار ہے اُن کا
یہ سردار اپنی ذاتی شان کا اب تک ہے دلدادہ   اگر موقع ملے تو ساتھ دینے پر ہے آمادہ
محمدؐ کی مخالف یہ جماعت ہے دل و جاں سے   پلٹ کر چل دیئے تھے سب اُحُد کے رزمیداں سے[1]
ہمیں نے بے وقوفی سے اُحُد کے روز جی ہارا   وگرنہ اس جگہ آنا نہ پڑتا ہم کو دوبارا!

مسلمانوں کو محصور کر کے مارنے کا قصد

جبیرہ نے کہا بے شک یہود اور یہ مسلماں بھی   ہمارا ساتھ دیں، تو فتح ہے نافع بھی آساں بھی
بغاوت شہر میں کر دیں جو باشندے مدینے کے   مسلمانوں کو لالے خود ہی پڑ جائیں گے جینے کے
پکارا عکرمہ ہم شہر کو محصور رکھیں گے   انہیں خواب و خورش سے ہر طرح مجبور رکھیں گے
بغاوت شہر میں، باہر سے ہو اِک زور کا دھاوا   بنادیں اینٹ پتھر کو بھڑکتی آگ کا آوا
مسلمانوں کو چاروں سمت سے اس آگ میں ہانکیں   جلیں جب عورتیں بچے، تو ہم ہنستے ہوئے جھانکیں

ہمیشہ کے لئے یہ شہر جل کر خاک ہو جاتے'
عرب کے پاکبازوں کا بھی قصہ پاک ہو جاتے.

---

[1] دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم

شہر کا محاصرہ

نئی تجویز طے پائی ہوئے احکام بھی جاری
ملی اب چند پختہ کار سرداروں کو سرداری
مدینے کو نئی ترکیب سے افواج نے گھیرا
بٹھائی ہر جگہ چوکی، جمایا ہر طرف ڈیرا[1]
ہوئیں مخدوش ہر سُو منزلیں بھی اور راہیں بھی
مکاں بھی شہر بھی اور مسجدیں بھی خانقاہیں بھی
تہیّہ تھا بہے اب خونِ ناحق ندیاں ہو کر
مسلمانوں کی لاشیں ان میں تیریں مچھلیاں ہو کر
کیا یہ انتظامِ پختہ ظالم خامکاروں نے
رسد آنے کی راہیں بند کر دیں پہرے داروں نے
ہزاروں آفتیں اس شہر پر یہ فوج ڈھاتی تھی
ہوا چاروں طرف سے خوف کا پیغام لاتی تھی
خدا والوں کو فاقوں مارنا باطل کی نیت تھی
رسد تو خیر، بے خوابی بہت بھاری اذیت تھی
یہاں چھاپا، وہاں دھاوا، اِدھر یورش، اُدھر حملہ
بہر جانب بہر سُو روز و شب شام و سحر حملہ[2]

---

[1] جب کفار نے یہ دیکھا کہ خندق کی وجہ سے کھلے میدان کی باقاعدہ لڑائی محال ہے۔ تو اُنہوں نے مدینے کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا اور خندق کے کمزور حصوں سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں لگ گئے۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

[2] کفار کے سپاہی مسلمانانِ مدینہ کو ہر رنگ میں پریشان کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی ادھر ہجوم کرتے۔ جب مسلمان ان کو دفع کرنے کے لئے ادھر آتے تو وہ رُخ پلٹ کر دوسری جانب حملہ کر دیتے۔ مسلمان بھاگ کر وہاں پہنچتے۔ یہ طریق دن اور رات برابر رہتا۔ (تاریخ اعراب باب غزوۂ احزاب)

شہر کی حفاظت کے انتظامات

رسول اللہؐ کو معلوم تھیں باطل کی تدبیریں — نہیں تھے وحی سے مخفی یہ حیلے اور تزویریں
وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو — خبر ہوتی ہے خونی بھیڑیوں کی گلہ بانوں کو
فریبِ کفر سے تھا باخبر اسلام کا ہادیؐ — کیے تھے اندرونِ شہر استحکامِ بنیادی
جنابِ زیدؓ کے ہمراہی اور سلمہؓ کی جمعیت — مدینے کے ہر اِک ناکے پہ تھے سامانِ تقویت[1]
اگرچہ فقر فاقہ تھا، رسد کی عام تھی تنگی — مسلمانوں کا استقلال تھا تصویرِ یک رنگی
قبائل بار بار آتے تھے اور ناکام پھرتے تھے — مدینے کے شجر سے چند پتے بھی نہ گرتے تھے

محصورینِ خندق پر شدّت

مدینے پر یہ چھاپے تھے کبھی ہلکے کبھی بھاری — مسلسل اُس طرف خندق پہ حرب و ضرب تھی جاری[2]

---

[1] آپ نے حضرت سلمہ ابن اسلم کو دو سو مسلمانوں اور حضرت زید ابن حارثہ کو تین سو جوانوں کی جمعیت سے جدا جدا روانہ کیا کہ مدینے میں گشت کریں اور اپنی بساط بھر مسلمانوں کے اہل و عیال کو حملہ آوروں سے محفوظ رکھیں۔ (تاریخ ارض مقدس)

[2] کفار نے مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور ساتھ ہی خندق پر زور ڈالا۔ اور صبح سے شام تک بلکہ اکثر راتوں کو بھی کرتے اور تیر اور سنگباری ہوتی رہتی۔ (تاریخ العمران)

سحر سے شام تک اک تہلکہ اک حشر سامانی
بسا اوقات راتوں کو بھی شبخونوں کی جولانی

نظر رکھتا تھا ہادیؐ ہر بلائے ناگہانی پر
مجاہد مستعد تھے جاں نثاری پاسبانی پر[۱]

مسلسل حملہ آور تھا ہجومِ عام کثرت کا
مگر باطل ہی رہتا تھا خیالِ خام کثرت کا

کمانیں، تیر، پتھر اور گوفن لے کے دیوانے
طلوعِ صبح ہی سے بارشیں لگتے تھے برسانے

سحر سے شام تک طوفانِ سنگ و تیر کی موجیں
لبِ خندق سے ٹکراتی ہوئی کفار کی فوجیں

مسلمان بھوکے پیاسے اور مشقت سے تھکے ہارے
یہ سختی رات دن سہنے پہ تھے مجبور بیچارے

رسول اللہ کا چہرا فقط ڈھارس بندھاتا تھا
اُسی کا صبر و استقلال اُن کے دل بڑھاتا تھا[۲]

اُسی تنہا کے دل میں درد تھا ساری جماعت کا
اُسی تنہا کی آنکھوں میں تبسم تھا قناعت کا

منافقینِ مدینہ کی روگردانی

اِدھر رحمٰن کے بندوں کا عزمِ حوصلہ مندی
اُدھر شیطاں پسندوں کی بھی دیکھو فطرتیں گندی

---

[۱] اِن دھاووں کا جواب مسلمان دستے جن کو آنحضرتؐ نے جا بجا خندق پر متعین کیا تھا۔ تیروں سے دیتے۔ اور ہر جگہ مستعدی سے دفاع کرتے تا آنکہ کسی کو خندق کے اُس پار نہ آنے دیتے۔ اور یہ سلسلہ جاری رہتا۔ (دیکھو ابنِ سعد خمیس و زرقانی)

[۲] صحابۂ بھوک اور پیاس اور بے خوابی سے ایسی ہلاکت میں مبتلا تھے کہ آنحضرتؐ کو اُن پر ترس آتا تھا۔ اور آپؐ ہر شخص کو ڈھارس دیتے۔ (انجاز الایمان)

منافق، جو بہر صورت شر انگیزی پہ مائل تھے   منافق جو بہر آئینہ ہر فتنے میں شامل تھے
بھلا یہ لوگ ایسے مرحلے پر باز کیوں رہتے   دراندازی سے غافل آج درانداز کیوں رہتے
مسلمانوں پہ زد آتے، منافق کیوں نہ راضی ہوں   جب ایسا روزِ بد آئے منافق کیوں نہ راضی ہوں
منافق کیوں نہ راضی ہوں، منائیں جب عدو خوشیاں   نظر آئیں جو بیرونِ مدینہ چار سو خوشیاں
مگر خیلِ منافق کی یہ خوشیاں بھی منافق تھیں   یہ زہرِ تلخ تھیں ناخوشگوار و ناموافق تھیں
بظاہر ہنس نہ سکتے تھے، مسلمانوں سے ڈرتے تھے   بشکلِ دردمندی تفرقے کا رنگ بھرتے تھے

منافقین کے بہانے

یہ خندق ٹھیک، باقی سارے بندوبست کچے ہیں   گھروں کی فکر لازم ہے گھروں میں بال بچے ہیں
سرِ خندق رہیں ہم اور گھر برباد ہو جائیں   عیال و اطفال و پونجی، مال نذرِ برباد ہو جائیں
بھلا یہ بھی کوئی اچھا طریقہ ہے لڑائی کا   کہ ہم بیٹھے ہوئے منہ دیکھتے رہتے ہیں کھائی کا
ہزاروں دستہ ہائے فوج گردِ شہر پھرتے ہیں   گھروں کو گھورتے ہر سو بچشمِ قہر پھرتے ہیں
یہودی قوم کی بستی ذرا سے فاصلے پر ہے   وہ مل جائیں گے دشمن سے یہی اس بات کا ڈر ہے
نبی نے گرچہ کچھ پہرے بٹھلائے ہیں مگر کیا ہے   بھلا اس روند پھرنے سے بھی گھر محفوظ ہوتا ہے

مہاجرین سے کینہ

نہ خود موجود ہوں گھر پر اگر اپنے ہی گھر والے
تو کیا کرلیں گے یہ دو تین سو تیر و تبر والے
اُدھر ہیں پہریداروں میں مہاجر مکے والے بھی
وہ بیشک نیک نیت ہیں بہادر بھی جیالے بھی
میاں لیکن لہو گاڑھا ہوا کرتا ہے پانی سے
بھلا کیا ہو اگر وہ ہاتھ اٹھا لیں پاسبانی سے
بشر کو دوسرے کا درد مشکل ہی سے ہوتا ہے
تقاطر آنکھ میں فوارۂ دل ہی سے ہوتا ہے
ہمیں اپنے گھروں کی فکر ہے ہم جائینگے صاحب
ضرورت ہو تو پھر آنکھوں سے چل کر آئینگے صاحب

منافق نصرتِ اسلام نہیں کر سکتے

منافق جو بمجبوری شریکِ اہلِ ایماں تھے
انہی حیلوں بہانوں سے دمادم اب گریزاں تھے
منافق کو نہیں توفیق ملتی نصرتِ دیں کی
کہ اس رستے میں خطرے دیکھتی ہے آنکھ بےدیں کی
مسلماں ہے وہی جو دین پر قربان ہوتا ہے
مسلماں ہوں یہ کہہ لینا بہت آسان ہوتا ہے

لہ منافقوں نے آنحضرتؐ سے اجازت مانگنا شروع کی۔ کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں۔ ہم کو شہر میں چلے جانے کی اجازت دی جائے۔ (سیرت النبیؐ)

منافق کے لئے یہ سختیاں سہنا بہت مشکل بوقتِ امتحاں ثابت قدم رہنا بہت مشکل

رسُول کا تحمل

نبیؐ سے جب یہ جانے کی اجازت لینے آتے تھے تو چہرے سونت لیتے شکل مجبوری بناتے تھے
رسُول اللہ پر ظاہر ہو ہر حیلہ بہانہ تھا کہ نیت ان کی میدان چھوڑ کر گھر کو جانا تھا[۱]
نبیؐ سنتا تھا روز و شب بہانے اِن کمینوں کے اُسے معلوم تھا جو کچھ بھی دل میں تھا لعینوں کے
نہ تھی بے غیرتوں کو حاجت اب غیرت دلانے کی تحمل سے اجازت ان کو مل جاتی تھی جانے کی
براہِ مکر و حیلہ یہ منافق تو ٹلے سر کے رہِ صدق و صفا پر رہ گئے پیرو پیمبر کے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مُسلماں ہونا

خدا ہی منزلِ مقصود ہو جن کی نگاہوں میں غضب کے امتحاں رکھے گئے ہیں اُن کی راہوں میں[۲]

---

[۱] يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۔ پ ۲۱ احزاب ع ۲

کہتے ہیں ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں مگر کھلے نہیں ہیں بلکہ بھاگ جانا چاہتے ہیں

[۲] أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ الصّٰدِقِيْنَ ۔ پ ۲۰ العنکبوت ع ۱

کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا۔ [illegible]

marfat.com

موذن نعرۂ اللہ اکبر لے کے اُٹھتا ہے — جہانِ کفر تیغ و تیر و خنجر لے کے اُٹھتا ہے
جہاں صدق و یقیں ہیں پیش خیمے خوش نصیبی کے — منازل پیش آتے ہیں وہیں شامِ غریبی کے
ودیعت جن کو ہو جاتا ہے ذوقِ نیک انجامی — انہی کو توڑنی پڑتی ہے ہر زنجیرِ ناکامی
جو دنیا کے لئے آتے ہیں لیکر دورِ خوشحالی — اُنہیں دنیا کے ہاتھوں دیکھنی پڑتی ہے پامالی
جنہیں قسمت سے رحم و عدل کے اعمال ملتے ہیں — وہ اکثر زخم کی دولت سے مالامال ملتے ہیں
جو انساں کو دیا کرتے ہیں ہدیے شادمانی کے — گذرتے ہیں وہی انبوہ سے اعدائے جانی کے
جو دولت بانٹتے پھرتے ہیں پاکیزہ خیالوں کی — انہیں کے سامنے آتی ہیں سوغاتیں ملالوں کی

مدینہ محاصرے کی حالت میں

مسلمانوں کو ان سارے مراحل سے گزرنا تھا — اسی صورت بنی آدم کی بگڑی کو سنورنا تھا
تصور میں ذرا لاؤ تو وہ ایامِ محصوری[1] — کہ اہلِ نار کے نرغے میں تھا جب خطۂ نوری

---

[1] شہر میں مستورات اور بچوں کا یہ حال تھا۔ کہ آنحضرت نے ان کو ملحقہ شہر کے ایک خاص حصے میں جو ایک گونہ قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اکٹھا کر دیا تھا۔ مگر ان کی حفاظت کے لئے بہت سے آدمی فارغ نہیں کئے جا سکتے تھے۔ جب چاروں طرف حملوں کا زور ہوتا اور شہر کے متعین دستے دشمنوں کو دفع کرنے کے لئے جاتے۔ تو ضعفاء اور عورتیں بچے غیر محفوظ رہتے

(تاریخ العمران باب غزوۂ احزاب بحوالہ ترمذی)

مدینہ سر بسر کفار کے گھیرے کے اندر تھا بگردِ طوفِ آتشناک ظلمت کا سمندر تھا
یہ بستی سانس لیتی تھی مسلسل ہول کے اندر ہلاکت آفرین و پُرخطر ماحول کے اندر

بلند و پست بیرونِ مدینہ تار و تیرہ تھا
یہ فوجیں بحرِ ظلمات اور مدینہ اک جزیرہ تھا

دشمنانِ اسلام کی ذہنیت

مسلماں جانتے تھے کیا ہیں یہ اعدائے بیرونی لٹیرے سب بے مروت بے اصول و پیشہ ور خونی[1]
امڈتے چیختے چنگھاڑتے لشکر درندوں کے لہو پی جانے والے قاتلوں ایذا دہندوں کے
عرب کے یہ قبائل شہرۂ آفاقِ زمانہ تھے کہ قتلِ عام میں ایذا دہی میں سب یگانہ[2] تھے
فنِ غارتگری پیشہ تھا ان لوگوں کا آبائی تبہ کاری میں حاصل تھا انہیں دعوائے یکتائی
زباں زد کارنامے تھے بہت ان سورماؤں کے پہنتے تھے گلے میں کاٹ کر پستان[3] ماؤں کے

---

[1] تمام قبائل ایک دوسرے پر ڈاکہ ڈالتے اور لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] اسیرانِ جنگ کو قتل کرتے چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی تہ تیغ کر ڈالتے۔ بلکہ آگ میں جلا دیتے یا زندوں کے کاٹنے جیسے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا کاٹ کر چھوڑ دیتے تاکہ انتہائی کرب سے مرے۔ دشمنوں کی کھوپڑیوں میں شراب پیتے۔

[3] حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتے اور ان کے ہاتھ پاؤں کان، ناک وغیرہ کاٹ کر ہار بنا کر پہنتے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

پسندیدہ تھے ایسے کھیل بھی ان شہسواروں کو   یہ کر دیتے تھے چورنگ ہوائی شیرخواروں[1] کو
بہت خوش اس لئے تھی بے حیائی کی ترنگ ان سے   کہ خطرے میں تھی اکثر دولتِ ناموس و ننگ ان سے
اصولِ اخلاق کے مسموع تھے ان کو نہ یاور تھے
یہ ذہنیت تھی ان کی شہر پر جو حملہ آور تھے

مارہائے آستین

برونِ شہر ایسے لشکرِ غدار کے ریلے   اِدھر موجود قلبِ شہر میں شیطان کے چیلے
منافق اندرونِ شہر تھی اشرار کی ٹولی   یہودی[2] جس کے ہمدم، ہم سخن، ہمراز، ہمجولی
یہ مارِ آستیں خفیہ ہی خفیہ جانے کیا کر دیں   بلالیں دشمنوں کو شہر میں آفت بپا کر دیں
مسلح بھیڑیوں کا غول اگر رستہ کوئی پائے
تو معصوموں نہتوں پر نہ جانے کیا ستم ڈھائے

---

[1] بچوں کو تیروں سے مارتے۔ تفریحی طور پر چاند ماری کرتے۔ اور تماشا دیکھتے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)
[2] یہودیوں نے شہر کے اس حصے پر حملہ کرنے کی تجویز کی جس میں مستورات اور بچے جمع تھے۔
(ابنِ ہشام)

آزمائش کے دن

ہر جانب مسلط تھیں ہوائیں خون کی پیاسی
عجب عالم میں بستے تھے مسلمان شہر کے باسی
دلوں میں ذکرِ حق آنکھوں میں تھی تصویرِ اندیشہ
دعائیں کر رہا تھا ان غریبوں کا رگ و ریشہ
سہارے اک خدا کے آسرے پر اپنے ہادیؐ کے
مراحل ہو رہے تھے طے یہاں خود اعتمادی کے

وہ کیسے تیر سکتا ہے جو غوطہ زن نہیں ہوتا
تپے جب تک نہ سونا آگ میں کندن نہیں ہوتا

---

[1] إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝ پ الاحزاب۔ ع

یاد کرو جب دشمن بلندی سے اور پستی سے ہجوم کر کے تم پر آپہنچے اور جب آنکھیں ڈگمگانے لگیں۔ اور دل حلق میں آ گئے۔ اور تم لوگ خدا کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ یہ وقت مومنوں کے لئے آزمائش کا تھا اور وہ زور زور سے لرزنے لگے۔

[2] وَلِيُمَحِّصَ الَّذِينَ آمَنُوا (آل عمران)

اور یہ بھی مقصود تھا۔ کہ خدا مسلمانوں کو خالص کر دے۔

خندق پر جماعتِ مجاہدین

عجب عالم میں تھے مردانِ حق آگاہ خندق پر — بظاہر زندگی کی تھی نہ کوئی راہ خندق پر
منافق چل دیئے تھے رفتہ رفتہ چھوڑ کر میداں — قریظہ کے یہودی کر چکے تھے جنگ کا اعلاں
خلاصہ اہلِ ایماں کا محمدؐ کی قیادت میں — جہاد و سعی کو موجود تھا فکرِ شہادت میں
فلک پر بادلوں میں ٹکڑیاں جیسے ستاروں کی — سرِ خندق عیاں تھیں صورتیں ایمانداروں کی
گھٹائیں ابرِ ظلمت کی انہیں گھیرے ہوئے بھی تھیں — مگر ان کے رُخِ روشن سے منہ پھیرے ہوئے بھی تھیں[1]
انہی کے درمیاں خورشید پیغامِ الٰہی کا — سبق دیتا تھا استقلال سے عالم پناہی کا

انتہائی مصیبت، انتہائی استقلال

منافق جا چکے آمادہ ہو کر جب شقاوت پر — مسلمانوں پہ عبرت چھا گئی ان کی عداوت پر
یہ وہ عالم تھا جب مضبوط رشتے ٹوٹ جاتے ہیں — کلیجے منہ کو آ جاتے ہیں، اور جی چھوٹ جاتے ہیں
مگر یہ بندگانِ حق فدائی دین و ملت کے — یم کثرت کو دکھلاتے رہے انوار قلت کے

---

[1] مسلمانوں کے پہرے کی ہشیاری حملہ آوروں کی فوجوں کو روکے ہوئے تھی۔ (مارگیرلس)

marfat.com

اگرچہ مائیں بہنیں بیویاں اطفال رکھتے تھے[1]   سبھی کچھ حسبِ حال و استطاعت مال رکھتے تھے

ساری دنیا کی بھلائی کے لئے

مگر یہ ساری دنیا کی حفاظت کرنے والے تھے   زمانہ بھر کے معصوموں کی خاطر مرنے والے تھے
نظامِ آسماں بہرِ زمیں تھا ان کے مقصد میں   قیامِ امن اور پیغامِ دیں تھا ان کے مقصد میں
یہ دشمن تھے شریروں کے یہ محسن تھے شریفوں کے   قیامت تک محافظ تھے یتیموں اور ضعیفوں کے
پناہِ زندگی تھا زورِ دستِ حق پرست ان کا   بہر سُو منتشر تھا ہر نحیف و زیر دست ان کا
ازل سے جو شرف انسان کے حصے میں آئے تھے   محمدؐ کے صحابہ ہی انہیں دنیا میں لائے تھے
یہی دامن تھے جن کے سائے میں عالم کو بسنا تھا   یہی وہ ابر تھے جن کو زمانے پر برسنا تھا
شرافت لے کے آئے تھے یہ آغوشِ اصالت سے   لیا تھا نور ان لوگوں نے خورشیدِ رسالت سے

جذبۂ ادائے فرض و احساسِ ذمہ داری

یہی لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ[2] کی تفسیر تھے گویا   یہی بندے ادائے فرض کی تصویر تھے گویا

---

[1] منافقین جب مختلف بہانے بنا کر رخصت ہو گئے۔ تو بقیہ مجاہدین کو بڑی حیرت ہوئی۔ مگر وہ ثابت قدم رہے۔ (تاریخ اسلام)

[2] زمین پر فساد نہ پھیلاؤ۔ (قرآن)

marfat.com

یہ محکوموں کو آزادی کی راہیں دینے والے تھے
یہ مظلوموں کو دامن میں پناہیں دینے والے تھے
انہیں معلوم تھا جو کچھ بھی ان کی ذمہ داری تھی
نہ خطرہ ان کو لاحق تھا نہ غفلت ان پہ طاری تھی
ذرا غفلت میں اندیشہ تھا خندق پار سے ان کو
کہ اُمّیدِ بہی ہرگز نہ تھی کفّار سے ان کو
بہت تھوڑے تھے یہ بیشک جماعت تھی قلیل انکی
مگر تھی قوتِ ایماں وکیل انکی کفیل ان کی
صحابہ ایک دل تھے جس طرح تسبیح کے دانے
کیا تھا منسلک ان کو نبیؐ کی ذاتِ والا نے
نہیں تھا مرتکب ان میں کوئی غفلت شعاری کا
کہ تھا ہر فرد کو احساس اپنی ذمّہ داری کا

جماعت کا تحفّظ

جماعت کے تحفّظ کے لئے ہر فرد کوشاں تھا
یہی ہر حال بنیادی اصولِ حق نیوشاں تھا
جماعت سے الگ سعیِ عبث کرتا نہ تھا کوئی
اکیلی جان بچنے کے لئے مرتا نہ تھا کوئی
دلِ ہر فرد میں قائم تھا یہ احساسِ بنیادی
نہ ہو میری ہی غفلت کا نتیجہ سب کی بربادی
کہیں غافل نظر آئیں جو پہریدارِ خندق کے
تو فوجیں قاتلوں کی آگھسیں اس پار خندق کے
نظر چوکے تو خندق پاٹ دیں یا پل بنا ڈالیں
دغا بازی کریں شبخون کی طرحِ دغا ڈالیں
کسی اک فردِ واحد کی ذرا سی ایک غفلت سے
جہاں محروم ہو سکتا ہے اسلامی جماعت سے

marfat.com

مسلمانوں کا ہر ہر فرد یہ احساس رکھتا تھا جماعت کا خود اپنے سے زیادہ پاس رکھتا تھا

اتحادِ جماعت

شجر کی زندگی سے ہے بقائے برگ وابستہ جماعت سے ہے انساں کی حیات و مرگ وابستہ[1]
جماعت کی بقا ہے اتحادِ جان و ایماں سے مسلماں فرد ہے مربوط اجماعِ مسلماں سے
مبارک ہیں جو دل میں دوسروں کا درد رکھتے ہیں نہاں سینوں میں اشکِ گرم و آہِ سرد رکھتے ہیں
بہر حالت بہر صورت شعارِ راست کرداری وفاداری جماعت سے ہے پایانِ وفاداری

مسلمانوں کا ایثار

مجاہد باخبر تھے اجتماعی قدر و قیمت سے جماعت بنتی ہے افراد کی سعی و حریت سے
مگر احساسِ ذاتی پر نہ تھا کوئی غرور ان کو بہ شانِ انکسار و عجز ملتا تھا ثمر ان کو
یقیں تھا سعی ہو جائے گی آخر کامیاب ان کی کہ ہے بیداریِ نوعِ بشر تعبیرِ خواب ان کی

---

[1] حدیث شریف ہے کہ فرمایا۔ المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا وشبک بین اصابعہ (بخاری عن ابی موسیٰ۔ کتاب المظالم) ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایسا ہے جیسے بنیاد کی دیواریں کہ ایک دوسرے کو قوت دیتی ہے۔ پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسرے کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا کہ مومن اس طرح مل کر رہتے ہیں۔

جگا کر خاکیوں کو گنبدِ افلاک کے نیچے
ہوا کیا مشتِ خاک اپنی جو سوتے خاک کے نیچے
یہ دُنیا چند روزہ ہے سرائے دہر فانی ہے
فقط اسلام کو حاصل حیاتِ جاودانی ہے
مُرادان کی فقط یہ تھی خدا کا نام روشن ہو
زمانے بھر میں شمعِ ملّتِ اسلام روشن ہو

ادائے فرض ہی میں مژدۂ گلزارِ جنّت ہے
یہی فضلِ خدا ہے اور یہی آغوشِ رحمت ہے

ایسے امتحان کے وقت

بظاہر آج دنیا میں مخالف جن کی ہر شے ہو
ہزاروں قاتلوں کا لشکرِ جرّار در پے ہو
جنہیں تعداد کی توفیق حاصل ہو نہ ساماں کی
وہ کیسے تاب لا سکتے ہیں ایسے تند طوفاں کی
سحر سے شام تک جن کے سروں پر سنگباری ہو
نظر آتا ہو جیسے پتھروں کی نہر جاری ہو
سحر سے شام تک تیروں کا سوفاروں کا مینہ برسے
رسد آنے نہ پائے جانِ شیریں آب کو ترسے
مسلسل دن گزرتے ہوں مشقت میں صعوبت میں
کمی آتی نہ ہو راتوں کو بھی جن کی عقوبت میں[1]

---

[1] خندق پر کوئی دن حملے سے خالی نہ جاتا تھا۔ راتوں کو بھی بار بار خندق کے کناروں پر قبائل کے سوار اور پیادے دوڑ لگاتے تھے صحابہؓ کرام دن بھر ان کے حملوں کا جواب دیتے۔ اور راتوں کو پہرے پر رہتے۔ اس حال سے کہ بھوک پیاس سے نڈھال تھے۔ اور سو بھی نہ سکتے تھے۔ شبخون کا ہر وقت خطرہ تھا۔ (اخبار الایمان)

مسلسل جن کے روزے ہوں مسلسل جن کا فاقہ ہو نہ گھر میں ہو ذخیرہ اور نہ باہر سے علاقہ ہو[1]
اُدھر دشمن کے ہاں آگیں جلیں پکوان پکتے ہوں یہاں گھر کا تصوّر ہو تو بچے تنک بلکتے ہوں[2]
نظر آئیں اُدھر زرخچوریاں بھی مے گساری بھی اِدھر پتھر شکم پر باندھ لیں محبوبِ باری بھی[3]
یہ عالم ہو یہ نقشہ ہو یہ صورت یہ قرینہ ہو یہ حالِ زار اِک دو دِن نہیں پورا مہینہ ہو

جب نفس فریب دیتا ہے

بشر کو جب بھی ایسی صورتِ حالات پیش آئے تو دل سے پوچھتا ہے نفس بیارے کیا کیا جائے
دلِ کمزور حفظِ جاں کی ترکیبیں سکھاتا ہے مصیبت سے رہائی کی بہت راہیں دکھاتا ہے
یہ راہیں جان کو ایمان پر ترجیح دیتی ہیں نگاہیں حجرے کو میدان پر ترجیح دیتی ہیں

---

[1] صحابہ کرام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ احزاب کے دنوں میں سخت ترین ایام سے گزرنا پڑا۔ مسلسل فاقے آتے تھے۔ جب کچھ ملتا تھا تو حصہ رسدی مقرر کر دیا تھا۔ لیکن وہ اتنا کم ہوتا تھا جس سے بھوک اور بھڑک اٹھتی تھی۔ باہر کی راہیں بالکل بند تھیں۔ کہیں سے کچھ آ نہ سکتا تھا۔ (تاریخ الحرمان باب غزوۂ خندق)

[2] قبائل کے پاس رسد مہیا تھا اور جگہ جگہ آگ جلتی نظر آتی تھی اور کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کی طرف فاقہ تھا۔ (ترمذی)

[3] غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ صحابہؓ نے بھوک کی وجہ سے سیدھے کھڑے نہ ہو سکنے کی وجہ سے پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ آنحضرتؐ کے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے تھے۔ (دیکھو ترمذی)

marfat.com

یہ نازک مرحلہ ہے جان و ایماں کی جدائی کا دکھاتا ہے تصور روئے دلکش بے وفائی کا
جب آنکھیں تہلکہ دیکھیں، کلیجے منہ کو آتے ہیں دل و جاں باہمی سازش سے ایماں کو دباتے ہیں
یہی دنیا میں دیں کے امتحاں کا وقت ہوتا ہے یقیں پر نرغۂ وہم و گماں کا وقت ہوتا ہے
یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ شیطاں مسکراتا ہے رگِ کمزوریِ انساں فرشتوں کو دکھاتا ہے

فریبِ نفس کا یہ مرحلہ، توبہ معاذاللہ
رہِ حق میں خلیج حائلہ، توبہ معاذاللہ

کون ثابت قدم رہتا ہے؟

مصیبت جب حدِ برداشت سے باہر نکل جائے تو کچھ مشکل نہیں انساں رستے سے پھسل جائے
فقط ایمانِ کامل ہی یہاں پر کام دیتا ہے فقط دستِ یقیں گرتے ہوؤں کو تھام لیتا ہے
محمدؐ کے صحابہؓ کا یقینِ کامل و محکم دلِ مضبوط کا یاور تھا جانِ زار کا ہمدم
صحابہؓ کا یہ ایماں معجزہ تھا ان رسولوں کا جو انگاروں کے بستر پر مزہ لیتے ہیں پھولوں کا
یہی ایماں تھا ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کا ایماں[1] رضا کارانہ جوشِ طاعت و تسلیم کا ایماں

---

[1] اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ ساری خلوق میں ابراہیمؑ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو ابراہیم

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہ پیغمبر نہ تھے لیکن بصد حسن و خوش اسلوبی
نمایاں کر رہے تھے از سرِ نو صبرِ ایوبی
ہویدا تھا کلیم اللہ کا جاہ و جلال ان سے
جمال آرا تھی روح اللہ کی شانِ جمال ان سے

اصحابِ محمدؐ کا ایمان

یہ اصحابؓ اور یہ ایمان اصحابِ محمدؐ کا
کرشمہ تھا فقط مہرِ جہانتابِ محمدؐ کا
خدائے واحد و قیوم پر محکم یقیں ان کا
یہی دنیا تھی ان کی اور یہی حاصل دیں ان کا
یہی محکم یقیں تھا ان کے استقلال کا باعث
ہوا آخر یہی باطل کے استیصال کا باعث[1]
یقینِ نصرتِ حق پر یقینِ کامیابی تھا
پیمبرؐ کی حضوری تھی، سرورِ کامیابی تھا
نظارے دیکھتے تھے ہر طرف طغیانِ باطل کے
اُلٹتے دوڑتے اٹھتے ہوئے طوفانِ باطل کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِینَ اٰمَنُوا وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِینَ ۝ پ۳۔ ال عمران۔ ع۷

کی پیروی کریں۔ (اور وہ ہیں) نبی (محمدؐ) اور ان پر ایمان لانے والے لوگ۔ خدا ایمان لانے والوں کا دوستدار ہے۔

[1] محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پیروؤں اور اصحاب میں ایسی فداکاری، بے نفسی اور للہیت پیدا کر دی تھی۔ جس کی نظیر تاریخ مذاہب میں نہیں ملتی۔ اور یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ عرب اور بیرونِ عرب ان تمام لوگوں پر غالب رہے۔ جو ان کو کھا جانے پر تلے ہوتے تھے۔ اور یہی بے نفسی تھی جسنے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مشن کامیاب کیا۔ اور ان کے مخالف باوجود قوت اور دنیوی سامانوں کے مغلوب ہو گئے۔ (اسکاٹ)

یقیں آیاتِ حق پر اور محکم اور محکم تھا[1]
اطاعت کے لئے ہر بندہ تسلیم سر خم تھا

مسلسل آزمائش

ثبات و صبر سے ضربِ حوادث ان کو سہنا تھا
جہاں جس کا تعین تھا وہیں موجود رہنا تھا
رواں پیہم رواں سیلاب تیر و سنگ کی آندھی
مسلسل اور متواتر فساد و جنگ کی آندھی
برابر تیس دن اس رنگ ایسے حال سے گزرے
کہ جیسے زلزلہ خود وادیٔ زلزال سے گزرے
برابر تیس روز و شب یہی طوفاں رہا جاری
مسلمانوں پہ اک بادل ہلاکت کا رہا طاری[2]
اُدھر سے سنگ آتے تھے اُدھر سے تیر گرتے تھے
کسی کے ضرب آتی تھی کہیں نخچیر گرتے تھے

سرکردۂ انصار سعد ابن معاذؓ[3]

بزرگِ اوس سعد ابن معاذ اسلام کے غازی
ہوئے مجروح تیرِ جاں ستاں سے وقتِ جانبازی

---

[1] وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۔ پ ۲۱۔ الاحزاب۔ ع۔ ۳ جب ایمان والوں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو وہی ہے جس کا خدا اور رسولؐ نے وعدہ کیا تھا اور خدا اور رسولؐ سچے ہیں پس یہ اُن کے ایمان اور تسلیم میں زیادتی کا باعث ہوا۔

[2] قریباً ایک مہینہ تک یہ محاصرہ ایسی سختی سے قائم رہا کہ آنحضرتؐ اور صحابہ پر تین تین دن کے فاقے گزر گئے۔ (سیرت النبیؐ)

[3] حضرت سعد ابن معاذ قبیلہ اوس کی شاخ بنو اشہل کے سردار تھے۔ آنحضرتؐ کی ہجرت مدینے سے پیشتر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اگرچہ زخم کاری تھا مگر قائم تھے میداں میں
کہ وقفِ کار تھی ایمان کی قوت رگِ جاں میں
کہاں اس زلزلے میں وقفۂ تیمارداری تھا
یہ شیرِ زخم خوردہ محوِ ذوقِ جاں سپاری تھا
بسیرا ہو چکا تھا قصرِ گلزارِ شہادت میں
مگر مشغول تھا یہ جسم تحصیلِ سعادت میں
شہیدِ زندہ سے اللہ کو اور اک کام لینا[1] تھا
یہودی مرحلہ طے کر کے پھر آرام لینا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جب حضرت مصعبؓ مدینہ میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ یہ ایک دن بہت جوش کے ساتھ آئے اور حضرت مصعبؓ اور ان کی باتیں سننے والوں کو برا بھلا کہنے لگے۔ حضرت مصعبؓ نے کہا آپ ذرا بیٹھئے۔ ہماری بات سنئے پسند نہ آئے تو انکار کیجئے۔ یہ بیٹھ گئے۔ قرآن مجید سنا اور اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ اپنے قبیلے کی طرف گئے۔ پوچھا تمہاری میرے متعلق کیا رائے ہے۔ وہ بولے آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپ کی رائے اور تفتیش بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ سعدؓ نے کہا تو سن لو۔ تم میں سے مرد ہو یا عورت جب تک وہ خدا اور رسولؐ پر ایمان نہ لائے میں اس سے بات کرنا بھی حرام سمجھتا ہوں نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھو طبری)

[1] لڑائی شروع ہوئی تو سعدؓ ہتھیار لئے ہوئے گھر سے لَبِّثْ قَلِیْلاً تُدْرِکُ الْھَیْجَا جَمَلْ لَا بَأْسَ بِالْمَوْتِ اِذَا الْمَوْتُ نَزَلْ کہتے ہوئے نکلے جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ذرا ٹھہر جانا۔ تاکہ جنگ میں ایک اور آدمی بھی پہنچ جاتے۔ کیونکہ وقت آ گیا تو موت سے کیا خوف۔ سعدؓ کی ماں نے سنا تو پکاریں۔ بیٹا دوڑ کر جا۔ تم نے دیر لگا دی۔ (اخبار الایمان)

سعدؓ کی رگِ اکحل پر ابن العرقہ کا تیر لگا تھا جو کاری تھا مگر وہ برابر مشغولِ جہاد رہے۔ خندق کی لڑائی ختم ہونے پر تیمارداری کی کوشش کی گئی۔ لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ حضرت سعدؓ یہود بنی قریظہ کے حلیف تھے اور نبیؐ کے حکم سے ان کو سمجھانے بھی گئے تھے لیکن انہوں نے ان کی بات نہ مانی تھی۔ سعدؓ نے دعا کی تھی۔ یا اللہ مجھے ان یہود کے انجام تک زندہ رکھ۔ یہ دعا قبول ہوئی احزاب کی جنگ کے بعد بنو قریظہ کا معرکہ پیش آیا حضرت سعدؓ دونوں جانب سے حکم بنائے گئے۔ انہوں نے یہود کی اپنی شرع کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور اس کے بعد جان جان آفرین کو سپرد کی۔ (دیکھو طبری و خمیس)

مسلمان مستورات

حفاظت عورتوں بچوں کی فرما دی تھی ہادیؐ نے جگہ اُن کے لئے محفوظ ٹھہرا دی تھی ہادیؐ نے
یہ چھوٹا قلعہ سا تھا، ایک کہنہ چار دیواری یہاں تھیں جمع مستورات، مائیں بچیاں ساری[1]
نہیں تھا مرد کوئی پہرہ دارِ چار دیواری مسلماں عورتوں ہی کی یہاں پر تھی عملداری
فقط حسانؓ[2] بن ثابت عرب کے شاعرِ اعظم بوجہِ ضُعف و بیماری یہاں موجود تھے اس دم
مگر ان میں نہیں تھا آج حرب و ضرب کا یارا وگرنہ قلعہ کے اندر نہ ہوتے یوں قیام آرا

یہُود کا منصُوبہ

تھی اس سے کچھ پرے قومِ یہودی کی وہی بستی بغاوت کر چکی تھی حق سے جس کی فطرتی پستی
فراہم کر چکے جب جنگ کا سامانِ مطلوبہ تو سُوجھا ان کو مستورات پر حملے کا منصُوبہ[3]

---

[1] مستورات مدینہ اور بال بچوں کو ایک گڑھی میں (جو حضرت حسان بن ثابت کی تھی) جمع فرما دیا گیا تھا۔ (طبری)

[2] حضرت حسان بن ثابت عرب کے بہترین شاعر تھے۔ آپ شاعرِ اسلام تھے۔ اور آپ نے اپنے کلام سے اسلام کی بہت بڑی خدمت فرمائی۔ آپ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا۔ کہ لڑائی کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ (دیکھو تاریخِ خمیس)

[3] یہ جگہ بنو قریظہ یہود کی آبادی کے قریب تھی۔ یہودیوں نے یہ گمان کر کے کہ تمام مجاہدین رسُول اللہ کے ساتھ ہیں۔ اس گڑھی پر حملہ کا منصوبہ کیا۔ (دیکھو طبری و خمیس)

حضرت صفیہؓ کی دلاوری

صفیہؓ بنت عبدالمطلب ہمشیر حمزہؓ کی   کہ تھا جن کا تہور ہو بہو تصویر حیدرؓ کی
نظر رکھتی تھیں وہ میدان پر ہر دم جھروکے سے   مبادا دشمنانِ دیں ادھر آجائیں دھوکے سے
یہودی قوم کی بستی میں تھیں تیاریاں ہر دم   بغاوت کے نظر آتے تھے آثار و نشاں ہر دم
بسا اوقات کچھ دستے مسلح ہو کے آتے تھے   کھڑے رہتے تھے آدھی راہ پر پھر لوٹ جاتے تھے
اچانک اک نرالا فتنہ سا اُس بھی دیکھا   بزیرِ سایۂ دیوار اک جاسوس[۱] بھی دیکھا
یہ صورت تھی بلا شک قصرِ امن آثار میں رخنہ   یہودی ڈھونڈتا تھا قلعہ کی دیوار میں رخنہ
صفیہؓ خود مسلح ہو کے نکلیں قلعہ سے باہر   لگائی چوب سے اک ضرب اُس مردِ مسلح[۲] پر

---

[۱] حضرت صفیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی۔ حمزہ سید الشہداء کی بہن نے دیکھا کہ یہودی فوج بار بار منڈلاتی ہے پھر ایک دن دیکھا کہ ایک جاسوس چار دیواری کی دیواروں کی حفاظت کر رہا ہے۔ آپ نے حضرت حسان بن ثابت سے کہا جاؤ باہر جا کر اسے قتل کر دو۔ حضرت حسان نے کہا کہ بی بی میں اس کام کا ہوتا تو اس چار دیواری کی بجائے میدانِ جنگ میں ہوتا۔ (طبری)

[۲] حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب لی اور قلعہ سے نکل کر اس یہودی کے سر پر ماری کہ سر پھٹ گیا۔ آپ واپس آگئیں اور حضرت حسان سے کہا۔ یہ کام تو میں نے کر دیا اب تم جاؤ اور اس کے کپڑے اتار لو اور اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دو تاکہ یہودیوں پر رعب چھا جائے۔ حضرت حسان نے کہا۔ بی بی جانے دیجئے مجھے اس کے کپڑوں کی ضرورت نہیں۔ حضرت صفیہؓ نے پھر جا کر اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دیا۔ (دیکھو ابن اثیر و تاریخ خمیس وغیرہ)

مُسلمان عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

یہ ضربِ دستِ حق تھی کھل گیا خاطی کا بھنڈلا   دماغ و استخواں کھلہ گیا اک بدنما گارا
یہ نقشہ دیکھ کر دشمن کے دستے پھر نہیں ٹھہرے   وہ سمجھے قلعہ میں ہیں اچھے خاصے فوج کے پہرے[1]
دوبارہ رُخ نہ اس جانب کیا پھر ان لعینوں نے   سبق ایسا سکھایا مسلمہ پردہ نشینوں نے
کیا ہمشیرۂ حمزہؓ نے وہ کارِ دلیرانہ   قیامت تک زبانوں پر رہے گا جس کا افسانہ

وہ بُزدل ہیں بوقتِ خطرہ جو ورلاپ[2] کرتی ہیں
مُسلماں عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

مُسلمانوں کا انتہائی استقلال

سرِ خندق مسلسل تھا ہجومِ عام کثرت کا   مگر ہر مرتبہ منصوبہ تھا ناکام کثرت کا
کمانیں گوفنیں تیر اور پتھر لے کے خیرہ سر   برابر جمع تھے ہر اک بلندی اور پستی پر

---

[1] یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ میں عورتیں بلکہ فوج بھی ہے۔ اس لئے انہوں نے پھر اس طرف کا رُخ نہیں کیا (دیکھو زرقانی)

[2] ورلاپ ہندی میں رونے پیٹنے کو کہتے ہیں۔

اِدھر بھی مستعد مومن مسلمانوں کے دستے تھے　　کہ جن کی جان پہ تیر و تبر برستے تھے
نظر رکھتا تھا ہادیؐ ہر بلائے ناگہانی پر　　صحابہ جان و دل سے ہر جگہ تھے پاسبانی پر
اسی صورت سے گزرا اک مہینہ بھوکے پیاسوں کو　　فقط ایمان تھا رکھے ہوئے ان کے حواسوں کو

انہیں تسکینِ کامل تھی کہ ہم منہاجِ حق پر ہیں
نئی تاریخِ انسانی کے زرّیں سرِورق پر ہیں

دلِ ہر مردِ مومن کو خبر تھی اس سعادت کی　　کہ غازی بن چکے باقی ہے اب دولت شہادت کی
شہادت یاب ہونے کی تمناؤں سے غازی تھے　　بحکمِ کارسازِ کار۔ محوِ کارسازی تھے
شہادت ہی کے جذبے پر بقائے زندگانی تھی　　شہادت ان کی نظروں میں صداقت کی نشانی تھی

یہی اک جذبۂ صدق و صفا انجام بینوں کا
کھویا بن گیا سیلابِ ظلمت میں سفینوں کا

امتحان کی آخری سخت گھڑیاں

خزاں کا دور تھا ناقابلِ برداشت سردی تھی　　ہزاروں زخم تن پر یہ خدا والوں کی وردی تھی[1]

---

[1] سردی انتہا کی تھی۔ شدید ٹھنڈی ہوا سے ہاتھ پاؤں ٹھٹھر جاتے تھے پر ہلنے تک کی سکت نہ ہوتی تھی۔ (تاریخ اسلام)

صحابہ آگ روشن کر نہ سکتے تھے بمجبوری کہ ہر دم خطرۂ شبخوں میں تھیں شبہائے محصوری
وہاں کفار شب بھر خوب کھاتے تھے پکاتے تھے لنڈھاتے تھے شرابیں ناچتے تھے اور گاتے تھے[1]
بہ کوہ و دشت تا حدِ نظر بھوتوں کے ڈیرے تھے بہر سُو ناریوں کی آگ سے روشن اندھیرے تھے
دلوں کے نور ہی سے کام لیتی تھیں یہاں آنکھیں سکوتِ شب میں نفسِ مطمئنہ کی زباں آنکھیں
نیا اسلوب تھا اس جنگ میں ضبط و خموشی کا نفس پر ہر نفس تھا تازیانہ سخت کوشی کا
بڑی بھاری مصیبت میں تھی جمعیت قلیل ان کی مگر تھے صابر و شاکر کہ فطرت تھی اصیل ان کی
نمایاں تھی مگر سامان اور تعداد کی قلّت ہلاکت بار طوفاں میں گھری تھی کشتیٔ ملّت

صحابہ امتحان میں پورے اُترے

مقاصد جن کے اُونچے اور اونچا بخت ہوتا ہے زمانے میں انہی کا امتحاں بھی سخت ہوتا ہے
مگر دعوائے تسلیم و رضا کا امتحاں تو یہ محبت کا، صداقت کا، وفا کا امتحاں تو یہ
کڑا تھا امتحاں یہ ادعائے حق پرستی کا جہاں بھر میں مسلمانوں کی واحد ایک بستی کا

---

[1] قبائل راتوں کو الاؤ روشن کرتے تھے۔ اُونٹ کا گوشت بھونتے اور ناچتے گاتے تھے۔ ہر جگہ آگ ہی آگ روشن نظر آیا کرتی تھی۔
(العادۃ العرب)

خدا نے امتحاں فرما لیا تھا اپنے بندوں کا
ہوا ثابت کہ دل مضبوط تھا ان حق پسندوں کا[1]

نبیؐ شامل تھا خود بھی اپنی اُمت کے مصائب میں
ستارے ہی نہیں خورشید بھی تھا ان سحائب میں

وہ خُود شاہد تھا اس اخلاص مندانہ اطاعت کا
اسی کی ذات پر تھا آسرا جن کی شفاعت کا

دکھا کر معجزے اُمّت کو اپنی استقامت کے
عطا فرما رہا تھا جو صلے فوق الکرامت کے

اگرچہ سب سے بڑھ کر سختیاں خود بھی اُٹھاتا تھا
مگر اصحابؓ کی حالت پہ اس کو رحم آتا تھا

اُسے مقصود تھی انسان میں تطہیر جوہر کی
کہ تھی یہ امتحاں گہ ایک بھٹی کیمیا گر کی

آنحضرتؐ کی دُعا

بسوئے عرش دیکھا رحمتِ موّاج نے آخر
دُعا کو ہاتھ اُٹھائے صاحبِ معراج نے آخر[2]

دُعا کی اے خُدا، امداد کر اخلاص مندوں کی
نہ کر اس سے زیادہ آزمائش اپنے بندوں کی

---

[1] مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔
پ۲۱۔ الاحزاب۔ ع۔ ۲۳

مومنوں میں ایسے شخص ہیں جو وعدہ انہوں نے خدا سے کیا تھا۔ اُسے سچا کر دکھایا۔ ان میں بعض اپنے فرض سے فارغ ہو گئے اور بعض ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور وہ اپنے قول سے بدلے نہیں

[2] دیکھو بخاری کتاب المغازی غزوۂ خندق اور زرقانی۔

تری خاطر یہ بندے آج محوِ جاں نثاری ہیں   کہ اِن کے جان و دل پر تیرے ہی احکام جاری ہیں
تجھی سے صبر و استقلال کی دولت بھی پائی ہے   عطا آنکھیں بھی کی ہیں راہ بھی تو نے دکھائی ہے
رہِ دشوار کی دشواریاں بھی تو ہی آساں کر   ترے احسان کے محتاج ہیں اللہ احساں کر
دُعا سُنتا ہے یارب تو زبانِ بے زبانی کی   طلب کرتی ہیں تجھ سے داد جانیں خستہ جانی کی
الٰہی اِن کے سر سے ابتلائیں دُور فرما دے   ہجومِ کفر کی ساری بلائیں دُور فرما دے
ترا گلشن ہے جس پر ابرِ ظلمت بار چھایا ہے   مصائب کا یہ بادل ہر طرف سے گھر کے آیا ہے
تو بیشک جانتا ہے نیتِ کفّار کو یارب   پراگندہ کر اس جمعیتِ کفّار کو یارب
الٰہی اپنے بندوں کو رہائی دے صعوبت سے   انہیں آزاد کر باطل کے اس دامِ عقوبت سے
الٰہی کفر کی طاقت میں ایسا زلزلہ آ جائے   دوبارہ جمع ہونے کا نہ ہرگز حوصلہ پائے

الٰہی دعویٔ باطل کو باطل اور رد فرما
محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کی مدد فرما

marfat.com

احزاب کی آخری رات

ظالموں کی پریشانی

مصیبت حد سے جب گذری تو آخر یہ مقام آیا   دعاؤں کی قبولیت کا طائر زیرِ دام آیا
عشا کے بعد حضرت نے دعا کو ہاتھ اٹھائے تھے   وہاں کفار کے سالار اک محفل جمائے تھے
ابوسفیاں کا خیمہ مشورت گاہِ قبائل تھا   مسلمانوں کا استقلال مرکوزِ مسائل تھا
بڑے افسر بڑے سردار آپس میں جھگڑتے تھے   بہت غصے میں تھے، خفگی دکھاتے تھے بگڑتے تھے
ابوسفیاں ہدف تھا طعن و تشنیع و ملامت کا   نظارا کر رہا تھا آج خود ہی اپنی شامت کا

قبائل کے سبھی سردار اُسے الزام دیتے تھے

سپہ سالار بودا ہے اسی کا نام لیتے تھے

کافروں کا ایک دوسرے کو الزام

اندھیرے میں ہمیں بہکا گیا یثرب کی طاقت سے   تمھارے ساتھ ہم سب چل پڑے اپنی حماقت سے

پڑے ہیں اس جگہ ڈالے ہوئے ڈیرا مہینے سے   ہمیں کچھ بھی نہیں حاصل ہوا اب تک مدینے سے
شبانہ روز لڑنے حملہ کرنے میں گزرتے ہیں   سپاہی بے نتیجہ زخم کھاتے اور مرتے ہیں
ہزاروں بار ہم نے شہر کے اوپر کئے دھاوے   مگر ہر بار رہواروں کو دینے پڑ گئے کاوے
نہ داخل ہو سکا بستی میں اپنا ایک بھی دستہ   مسلماں ہر جگہ روکے کھڑے ہیں شہر کا رستہ
برونِ شہر سے حاصل نہیں کوئی مدد ان کو   پہنچنے دی نہ ہم نے ایک دانہ تک رسد ان کو
نہ جانے کون سی امداد ہے ان شہر والوں کو   کہ زک ملتی ہے ان سے بار بار اپنے رسالوں کو

کوئی شے وادیٔ محصور میں آنے نہ دی ہم نے
کوئی چڑیا بھی اڑ کر شہر میں جانے نہ دی ہم نے

مہینے بھر کا فاقہ ہو جنہیں، وہ لڑ نہ سکتے تھے   ہزاروں کے مقابل چند سو یوں اڑ نہ سکتے تھے
میسر ہے انہیں شاید سہارا کھانے پینے کا   رتیا پانچا وگرنہ ہو چکا ہوتا مدینے کا
وہ آخر کون ہے جو اس طرح امداد کرتا ہے   انہیں ہتھیار دے دیتا ہے ان کا پیٹ بھرتا ہے

قریشی سپہ سالار سے بددلی

ابوسفیاں کو ہم سب نے سپہ سالار مانا تھا   کہ اپنے سے زیادہ آزمودہ کار جانا تھا

مگر ثابت ہوا قومِ قریش اب لبِ خالی ہے   وہ جنگی شان و شوکت بس خیالی ہی خیالی ہے
خداوندانِ کعبہ بھی بظاہر آج بے گُن ہیں   مسلماں سچ تو کہتے ہیں کہ صنم اور بتکدے ہیں
کسی ایسے کا تابع کوئی لشکر ہو نہیں سکتا   کہ جس سے یہ ذرا سا مورچہ سر ہو نہیں سکتا
یہ خندق راہ میں حائل سہی، آخر تو خندق ہے   سپہ سالار بھی حیراں ہے لشکر کا بھی مُنہ فق ہے
مناسب تھا کہ یہ گُتھی سپہ سالار ہی کھولے   کسی کو حق نہ تھا اپنے بڑوں کی بات میں بولے
ہمیں جو حکم بھی تم نے دیا تعمیل کی ہم نے   کہیں جی ہی چُرایا اور نہ کوئی ڈھیل کی ہم نے
نتیجہ یہ کہ سارے لشکری حیران و ششدر ہیں   ہمیں جس تھان پر باندھا تھا تم نے ہم وہیں ہیں
ہم اکثر بڑبڑاتے دیکھتے ہیں خَیل خَیل ان کو   سمجھتے ہیں کہ گردانا گیا کولہُو کے بَیل ان کو

یہُودیوں کی نفع خوری

کہاں ہیں وہ یہُودی جو ہمارے پاس آئے تھے   بقولِ خود بڑے تدبیر والے اہلِ رائے تھے
وہ کہتے تھے ہمیں وُہ خود کرینگے شہر میں داخل   نہ پیش آئے گی اس بارے میں ہرگز کوئی بھی مشکل
وہ کہتے تھے کہ مستورات پر قبضہ دلا دیں گے   جہاں بھی مال و زر پوشیدہ ہے سب کچھ بتا دیں گے
یہُودوں نے کوئی وعدہ نہیں اب تک کیا پورا   ہماری جنگ کا مقصد ہے لنڈورے کا لنڈورا

کوئی دستہ بتلاتے ہیں نہ خود امداد کرتے ہیں   یونہی لڑتے چلے جاؤ یہی ارشاد کرتے ہیں
نکل کر قلعہ سے باہر وہ ایسے بیٹھ جاتے ہیں   تماشا دیکھنے کو جس طرح شوقین آتے ہیں
گدھوں کی دوڑ سمجھے ہیں ہماری جنگ بازی کو   یہاں تشریف لاتے ہیں فقط طعنہ طرازی کو
ہمارے فوجیوں سے مفت پیتے اور کھاتے ہیں   اُنہی کے ہاتھ پھر جھوٹے نگینے بیچ جاتے ہیں
بہت کچھ لوٹ لے جاتے ہیں ہتھ ناٹک کی چالوں سے   جوا بھی کھیلتے ہیں وہ ہمارے فوج والوں سے
پیادے ہار جائیں تو انہیں ہتھیار دیتے ہیں   سوار اکثر جوئے میں اپنے گھوڑے ہار دیتے ہیں
ہماری فوج آئی ہے یہاں پیکار کی خاطر   کہ ان بازاریوں کی گرمیٔ بازار کی خاطر
شبانہ روز ہم میداں میں لڑتے اور مرتے ہیں   یہودی چین سے بیٹھے ہوئے بیوپار کرتے ہیں

یہودیوں کی وعدہ خلافی

یہودی قلعہ میں یثرب کے غلوں کا ذخیرہ ہے   ہمیں کچھ بھی نہیں دیتے یہ کیا ان کا وتیرہ ہے
سمجھتے ہیں قبائل سے تو کچھ پڑتا نہیں پلے   چھپا کر کیوں نہ تہ خانوں میں پھر رکھے رہیں غلے
یہ وعدہ تھا، مدینے کے حوالی ان کی حد ہو گی   رئیسان یہودی ہی کے ذمے سب رسد ہو گی[1]

---

[1] رئیسان یہود نے وعدہ کیا تھا کہ جب لشکر قبائل مدینے کے حدود میں آئے گا۔ رسد ہمارے ذمہ ہو گی۔ (زمانہ تیغ العمران)

رئیسانِ یہودی اب نظر آتے ہیں کم ہم کو
نظر آتے بھی ہیں ظالم تو دے جاتے ہیں دم ہم کو

نئے ہر روز دم دھاگے نئے فقرے نئے جھانسے
یہودی قوم نے گویا نئے چنڈول ہیں پھانسے

طلب غلّہ کرو تو صاف ملتا ہے جواب ان سے
فقط ملتی ہے مُنہ مانگے ہوئے داموں شراب اُن سے

رَسد ان سے کسی قیمت پہ حاصل ہو نہیں سکتی
وہ کہتے ہیں یہودی قوم سے غلّے بو نہیں سکتی

قبائل کو رسد[1] کی فکر

ہمیں شک ہے رَسد یثرب کے اندر بیچتے ہونگے
مُسلمانوں سے قیمت نقد لے کر بیچتے ہونگے

یہودی قوم کی یہ نفع بازی جانتے تھے ہم
یہ سب ہیں یار پیسے کے انہیں پہچانتے تھے ہم

گھروں سے ہم بہت کچھ ساز و ساماں ساتھ لائے تھے
کوئی ان کے بھروسے تو نہیں لڑنے کو آئے تھے

مگر یہ کیا خبر تھی جنگ ہو گی اس قرینے کی
غنیمت کے بغیر ایسی لڑائی اک مہینے کی

وہ سب کچھ کھا چکے ہم راستے میں جو بھی چھینا تھا
کہ آخر اس بڑے لشکر کو کھانا اور پینا تھا

رَسد کے بھیڑ، بکری، اُونٹ کھائے جا چکے سارے
لڑائی کے جو زخمی اسپ تھے کام آ چکے سارے

شراب اک دو ہی دن کی اور باقی ہو تو باقی ہو
پھر اس کے بعد لازم ہے کہ ارزاں خونِ ساقی ہو

---

[1] لشکرِ قبائل میں جو تقریباً ایک مہینے سے محاصرہ کئے پڑا تھا، رسد کی قلت پیش آگئی۔ (سیرت)

کفّار کا لشکر اور شراب

بہادر لشکری پیتے رہیں تو چست رہتے ہیں　　نہیں ملتی تو بغلیں جھانکتے ہیں سست رہتے ہیں
یہ بزمِ رزم قائم ہے جو سچ پوچھے کوئی ہم سے　　شرابِ کہنہ و لطفِ کبابِ تازہ کے دم سے
نشے ہی سے بہادر فوجیوں میں جوش آتا ہے　　بہت افسردہ ہوتے ہیں جب ان کو ہوش آتا ہے
نشہ جب تک نہ ہو میداں میں ان کو لا نہیں سکتے　　پھر ان کو شاعروں کے شعر بھی گرما نہیں سکتے

شرابی شاعر

ہمارے شاعروں کا جوش بھی ہے وصلِ ساغر سے　　لگے رہتے ہیں ورنہ لاش کی مانند بستر سے
یہ خود بھی ترش رُو ہیں شعر بھی کڑوا کسیلا ہے　　نکلتا ان کے مونہوں سے برابر مَے لا مَیلا ہے
اگر پی لیں تو اُٹھ کر فوجیوں کا دل بڑھاتے ہیں　　اچھلتے کودتے ہیں اینڈتے ہیں گیت گاتے ہیں
نقیبانِ "بسالت" یہ ہمارے مدح خوانِ شاعر　　ہمارے کارناموں کے خصوصی ترجماں شاعر
نہ سمجھو ان کو بکواسی، کہ یہ سب کارآمد ہیں　　ہمارے ساتھ ہیں اور محوِ تعریف و خوشامد ہیں
یہ مانا فحش گو ہیں، فحش کار و لاف زن بھی ہیں　　یہ مانا بد سرشت و بد نگاہ و بد چلن بھی ہیں

marfat.com

مگر یہ لوگ شاعر ہیں مزا ہے ان کی باتوں میں
ہمارے لشکری لیتے ہیں لذت ان سوغاتوں میں

یہ ایسا بھانڈ پن کرتے ہیں اپنے گیت گاتے ہیں
کہ سننے دیکھنے والے نہایت لطف اٹھاتے ہیں

سنو جس دم تبرا یہ مسلمانوں پہ کرتے ہوں
انہیں دیکھو جہاں یہ گالیوں میں رنگ بھرتے ہوں

وہ ساعت جب کہ طاری سخت خارش ان پہ ہوتی ہے
اہا ہا ہا، اوہو ہو ہو کی بارش ان پہ ہوتی ہے

کوئی جوشِ خطابت سے مسلسل سر ہلاتا ہے
کوئی تانیں اڑاتا ہے تو کوئی منمناتا ہے

سرِ محفل ہے واصل کوئی محبوبِ خیالی سے
ہے دیوِ ہجر کا معمول کوئی خورد سالی سے

یہ شاعر لوگ ہیں اجنو کہ دنیائے سرمستی
مزا ایسے ہے بہت مہنگی نہیں ہے ان کی خرمستی

شراب ان کو دیئے جاؤ سنے جاؤ کلام اِن کا
یہ مینڈک پی کے ٹراتے طرفہ ہے کلام ان کا

فقط ایسے تماشے کے لیئے اک شے ضروری ہے
کہیں سے بھی ملے کوئی پلائیے، مے ضروری ہے

یہ مستانے جو اکثر عامیوں کی نقلِ محفل ہیں
بھلا یہ بن پیئے دو حرف بکنے بھی قابل ہیں

اگر اک مرتبہ حیلے حوالے سے انہیں ٹالیں
تو اپنے محسنوں کی بھی یہ فوراً ہجو کہہ ڈالیں

دیئے جاؤ انہیں چھینٹے شرابِ ارغوانی کے
وگرنہ ہم ہدف بن جائیں گے گندہ دہانی کے

ملی جس دن نہ مے ان شاعرانِ کینہ پرور کو
ہمارے ہی خلاف اس دن یہ بھڑکائیں گے لشکر کو

اب اظہارِ حقیقت اس کو سمجھو یا کہ سردردی
جو حالت تھی، سپہ سالار نے ہم سے بیاں کر دی

رسد بھی ختم ہو چکی ہے اور میخانہ بھی خالی ہے ہمارا حال کیا ہوگا، یہ بہر صورت۱؎ سوالی ہے

ابوسفیان کی تقریر

قبائل کے سبھی سردار بولے باری باری سے بڑی تیزی سے لیکن انتہائی ذمہ داری سے
یہ تقریریں سُنیں جب سربراہانِ قبائل کی ابوسفیان نے کی محسوس تلخی ان دلائل کی
جواب ان کا ضروری تھا، کہ اب تاخیر مشکل تھی یہاں اب لمبی چوڑی منطقی تقریر مشکل تھی
اُٹھا، داڑھی کھجائی، مسکرایا، دانت دکھلائے مخاطب کر کے سرداروں کو یہ الفاظ فرمائے

یہود اور قبائل میں اختلاف

عرب کے سربلند و سرفراز و اور سردارو یہودی قوم نے کھیلی ہے یہ نرد و دغا یارو۲؎
یہودی قوم سچ مچ جذبۂ غیرت سے عاری ہے مرا ان سے برابر نامہ و پیغام جاری ہے
جوابِ آخری ان کی طرف سے آج پایا ہے اسی باعث تو میں نے آپ لوگوں کو بلایا ہے

۱؎ محاصرہ کو جس قدر طول ہوتا جاتا تھا، محاصرہ کرنیوالے ہمت ہارتے چلتے تھے۔ چوبیس ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان نہ تھا (سیرت)

۲؎ یہود جنہوں نے تمام عرب کو اسلام کے خلاف یکجا کیا تھا اب کھلی لڑائی سے پرہیز کرتے تھے (تاریخ القرآن)

marfat.com

وہ کہتے ہیں کہ چند افراد جو ہوں نامور بھی — ہماری فوج کے سردار بھی ہوں اور والا بھی[1]
یہودی قلعہ میں رکھیں گے ہم زیر نظر بندی — تو پھر ہم جنگ کے میداں میں کودیں گے بصد تندی
ہماری نیتوں پر اب ہے کچھ شک اختلال ان کو — ہماری فوج سے مطلوب ہیں کچھ یرغمال ان کو
ہمارے آدمی قبضے میں رکھنے پر مصر ہیں وہ — اسی اک شرط پر کہتے ہیں ہم سے متفق ہیں وہ
علاوہ اس کے روز سبت بھی باہر نہ آئینگے — لڑائیں گے ہمیں لیکن وہ خود زد پر نہ آئیں گے
جو اُن کی چال ہے اچھی طرح سے جانتا ہوں میں — پلٹنے والے ہیں اُنہیں پہچانتا ہوں میں
وہ دھرنا مارے بیٹھے ہیں خزانوں اور گھروں پہ — رسد دینے کو ہیں تیار لیکن نقد و مال پہ
خیال ان کا یہ ہے جس دم گھسیں گے ہم مدینے میں — تو شاید لوٹ پہ جا بیٹھیں خیموں کو دینے میں

---

[1] نعیم بن مسعود ثقفی قبیلہ غطفان کے رئیس تھے ——— اُنہوں نے قریش اور یہود سے الگ الگ ایسی باتیں کہیں جس سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ نعیم نے یہود سے کہا۔ قبائل مال وزر کے طالب ہیں۔ مسلمانوں کے پاس مال کہاں؟ اور اگر وہ محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے تو تم اکیلے مسلمانوں کے رحم پر رہ جاؤ گے مناسب ہے کہ عام حملہ میں شامل ہونے سے پہلے قریش اور قبائل کے چند سرکردہ آدمی اپنے قبضہ میں رکھ لو تاکہ تم سے الگ نہ ہو سکیں۔ اُدھر قریش سے کہا کہ شاید یہ مسلمانوں سے مل جائیں ان کا ارادہ ہے کہ تمہارے آدمیوں کو یرغمال کے طور پر لے کر [illegible] پھر جب ابو سفیان نے یہود سے کہا کہ آؤ عام حملہ میں ہمارے ساتھ شریک ہو تو یہودیوں نے کہا کہ سبت کے دن ہم جنگ نہ کریں گے علاوہ ازیں چند سرکردہ افراد کو یرغمال رکھنا ہے تاکہ ہمیں تقویت رہے [illegible] ہو گیا کہ نعیم صادق تھا [illegible] اس طرح پھوٹ پڑ گئی۔ (دیکھو [illegible] تاریخ [illegible])

اگر کر دیں ہم اپنے افسروں کو یرغمال ان کا   خیال ان کا یہ ہے محفوظ ہو جائیگا مال ان کا
اگر اس حال پر بھی رال ٹپکی فوج والوں کی   تو زیرِ تیغ آجائیں گی جانیں یرغمالوں کی
عرب کو لوٹنا لیکن عرب والوں سے غیریت!   کمینے، بے وفا، غدّار، قرمساق، بدنیّت

دوسری صبح متّفقہ دھاوے کی تجویز

چلو اچھا ہوا یہ خود ہی ہم سے دور ہو بیٹھے   مدینے کے سیاسی فائدے سے ہاتھ دھو بیٹھے
میری تجویز یہ ہے کل سویرے نور کے تڑکے   مدینے کی زمیں پر فوج بجلی کی طرح کڑکے
کریں ہم متّفقہ فوج سے اک زور کا دھاوا[1]   کہ ہو شامل نہ ہونے سے یہودوں کو بھی پچھتاوا
نہیں ہے اب مسلمانوں میں کوئی بھی سکت باقی   نہ جمعیّت ہی قائم ہے نہ قوّت اور سَت باقی
ہزاروں کا یہ لشکر جا پڑے یوں بے خطر ان پر   گرے آندھی کی صورت بارشِ تیر و تبر ان پر
اِدھر خندق کے اوپر جنگ سر انجام ہو جائے   اُدھر سے اندرونِ شہر قتلِ عام ہو جائے
قبائل کے بہادر سربراہو گردن افرازو   ابھارو لشکروں میں جوش جانبازی کا جانبازو!
مدینے میں اگر اک مرتبہ تم ہو گئے داخل   تو یہ سمجھو رسد بھی میکدے بھی ہو گئے حاصل

---

[1] ابوسفیان وغیرہ نے فیصلہ کیا کہ دوسرے دن قبائل کی تمام فوجیں حملہ کر کے مدینے ہی جا کر دم لیں (تاریخ اسلام)

یہاں سے جا کے یہ احکام دے دو اپنے دستوں کو   فنا کر دیں سویرے منہ اندھیرے حق پرستوں کو
مسلماں ختم ہو جائیں تو پھر سب کچھ تمہارا ہے   کہ بعد اس کے یہودی قوم کا پھر کیا سہارا ہے
یہ سیم و زر یہ سب غلے خزانے اور دفینے   پڑے ہیں سامنے، تم کو دئیے ہیں لات و عزیٰ نے

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

سپہ سالار کے اس فیصلے سے خوش ہوئے افسر   ہر اک نے راہ لی گھوڑوں پہ چڑھ کر جانبِ لشکر
سراپردہ ادھر دربان نے دیوان کا کھینچا   ابوسفیان نے اک سانس اطمینان کا کھینچا
سحر کو متفقہ متحدہ فوج کا حملہ   بقا کی ایک کشتی پر فنا کی موج کا حملہ
خبر کیا تھی ابھی خونیں سحر میں رات حائل ہے   کہ شیطانی ارادوں میں خدا کی ذات حائل ہے
بشر اپنے ارادوں سے عبث مسرور ہوتا ہے   وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے
ابوسفیاں بہت خوش تھا یہ ساعت عید تھی اسکو   یہ حملہ فیصلہ کن ہے بڑی امید تھی اسکو
خبر کیا تھی محمدؐ نے دعا کو ہاتھ اٹھائے ہیں   خبر کیا تھی زمیں پر حاملانِ عرش آئے ہیں

آندھی کا حملہ

ابوسفیان نے دی آواز دستر خوان بچھواؤ   بلاؤ عکرمہ کو اور ابن العاص کو لاؤ

marfat.com

مہیا ہو گیا سامان بے اندازہ و وافر
شرابِ کہنہ کے شیشے طعامِ تازہ و وافر
مسلمانوں کا خوں لیکر ارادے اور نیت میں
ابوسفیان بیٹھا اور مصاحب بھی معیت میں
ابھی کھانے نہ پائے تھی، ابھی پینے نہ پائے تھے
اُٹھائے تھے جو لقمے وہ دہن تک بھی نہ آئے تھے
اچانک اک بڑا جھونکا ہوائے تند کا آیا
بھری مونہوں میں جس نے خاک، دسترخوان الٹایا
کبابوں کی اڑیں قابیں، لڑے شیشے شرابوں کے
شرابیں لنڈھ گئیں ٹکرا کے سر ٹوٹے قرابوں کے
ابھی نکلی نہ تھیں چیخیں بھی ان مونہوں سے حیرت کی
کہ آیا دوسرا جھونکا صدائیں لے کے ہیبت کی
طنابیں چرچرائیں چوب لہرائی اڑا خیمہ
غبار ابھرا غبارہ بن کے اٹھا اور گرا خیمہ
ابوسفیاں نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کیا دیکھا
معسکر لشکرِ احزاب کا پلٹا ہوا دیکھا[1]
رواں تھا ایک سیلابِ عظیم الشان آندھی کا
اچانک آ پڑا تھا فوج پر طوفان آندھی کا
اُڑتی دوڑتی اٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں کو روندتی افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی
توے اُلٹے، اوندھی چولھوں میں ہنڈیاں بجھ گئیں آگیں
جھلس کر رہ گئے منہ اور کپڑوں میں لگیں آگیں
اٹا تھا ہر بشر کا فرق و چشم و گوش مٹی سے
ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی پُرجوش مٹی سے
دلِ ہر فرد تھا اس ناگہانی مار سے چھلنی
بدن تھا ریزہ ہائے سنگ کے سوفار سے چھلنی

---

[1] اس زور کی ہوا چلی کہ طوفان آگیا خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں کھانے کے دیگچے چولھوں پر الٹ الٹ جاتے تھے (سیرت النبی)

marfat.com

طمانچے کنکروں کے اور مٹی کے تھپیڑے تھے
مسلسل پے بہ پے تھا خوف اور دہشت کے دھڑکے تھے

کفّار پر خوف و ہراس چھا گیا

یہ آندھی کپکپاتی برف کی سردی بھی لائی تھی
ہزاروں وسوسے لائی تھی نامردی بھی لائی تھی
ابوسفیاں کا دل تھا حلق میں اب ہول کھائے
گنہ جتنے کیے تھے آ رہے تھے سامنے سارے
ستم ڈھائے تھے جتنے بھی مسلمانوں کی جانوں پر
وہ آندھی بن کے چھائے تھے زمینوں آسمانوں پر
نظر آتی تھی اک جھونکے میں سب پہ لاش کی کیفیت
اندھیرے میں ابوسفیاں کھڑا تھا لاش کی کیفیت
زمیں بھونچال سی چلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی
گناہوں کی سزا ملتی ہوئی معلوم ہوتی تھی
خبیبؓ و زیدؓ دو اللہ کے بندے تھے تصور میں[1]
ابوسفیاں تھا اور پھانسی کے پھندے تھے تصور میں

تصور میں ہوا محسوس اپنا سانس بند اس کو
تو اپنی ہی رگ گردن نظر آئی کمند اس کو

ابوسفیان سمجھا قیامت آ گئی

مسلمانوں کے جلتے تھے نظر آتے تھے جو انگارے
ابوسفیاں ان کو قیامت سمجھا خوف کے مارے

---

[1] دیکھو [illegible] واقعہ رجیع

marfat.com

ہوا میں اونٹ گھوڑوں کی صدائیں بار بار آئیں — صدائیں کان میں بن بن کے تاکیدِ فرار آئیں
ہوائے تند کے جھونکے تھے یا پھٹکار کوڑوں کی — سنائی دے رہی تھی بے محابا ٹاپ گھوڑوں کی
سروں سے اڑ چکے تھے چھاؤنی کے خیمے خرگاہیں — پڑے تھے لشکری چہروں پہ لپٹائے ہوئے باہیں
نہ کوئی بول سکتا تھا، نہ کوئی سر اٹھاتا تھا — ابوسفیاں کو اپنی ذات سے بھی ہول آتا تھا
نہ چولہا تھا نہ ہنڈیا تھی نہ خیمہ تھا نہ ڈیرا تھا — فقط دہشت ہی دہشت تھی اندھیرا ہی اندھیرا تھا
خیال آیا ابوسفیاں کو اپنی حالتِ بد کا — وہ سمجھا قول پورا ہونے والا ہے محمدؐ کا
یقیں آیا زمین و آسماں کو طیش آیا ہے — ہراول بن کے خاک و باد کا یہ جیش آیا ہے
یہاں اب ایک ساعت بھی کھڑے رہنے میں خطرہ ہے — میری ہی جستجو میں ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ ہے
محمدؐ کی مدد کا ہو گیا ہے غیب سے ساماں — یہاں سے بھاگ ابوسفیاں یہاں سے بھاگ ابوسفیاں

وگرنہ کوئی دم میں تیری شامت آنیوالی ہے
محمدؐ نے بتایا تھا، قیامت آنے والی ہے

ابوسفیان نے بھاگنے کی ٹھہرائی

پیاپے بڑھتی جاتی تھی ہوائے تند کی تیزی — فضا میں تھی بلا کی ہولناکی دہشت انگیزی

marfat.com

وہ سردی تھی کہ جم کر رہ گئی تھی سانس سینوں میں
اُمیدِ زیست تھی کھنچتی ہوئی سی پھانس سینوں میں

ضمیرِ جرم آلودہ کو تھا احساسِ تنہائی
ابوسفیان نے آخر بھاگ چلنے ہی کی ٹھہرائی

بندھا رہتا تھا اپنا اُونٹ ہر دم ساتھ ڈیرے میں
ابوسفیان گھسٹ کر اُس پہ چڑھ بیٹھا اندھیرے میں

پکارا جو کوئی بھی سن رہا ہو غور سے سُن لے
سپہ سالار کا اعلان پورے طور سے سُن لے

یہاں اب ایک ساعت بیٹھنا بھی جان کھونا ہے
نتیجہ کچھ نہیں بے فائدہ برباد ہونا ہے

قریشی قوم کے ہر فرد کو جا کر خبر کر دو
اندھیرے میں گھروں کی راہ لو فوراً جواں مردو

قریشی فوج ہو یا فوج کا ہو کوئی سر کردہ
سمجھ لیں غنیمت ہے اندھیری رات کا پردہ

تم اپنی قوم کو لیکر خموشی سے نکل آؤ
کہاں جاتے ہو صحرائی قبائل کو نہ بتلاؤ

قریشی قوم کی ہستی کو میں خطرے میں پاتا ہوں
گھروں کی راہ لو بھائی یہ دیکھو میں تو جاتا ہوں

ابُوسفیان کی بدحواسی[1]

اندھیرے میں بلند آواز سے مارا یہ للکارا
اور اس کے ساتھ ہی رسّی سے اپنے اونٹ کو مارا

---

[1] آندھی کے زور سے پریشان اور بدحواس ہو کر ابوسفیان نے قریش کے سواروں کو آواز دی کہ اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ بہتر ہے ہم واپس چلیں۔ پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ مگر گھبراہٹ کا یہ عالم کہ اونٹ کا گھٹنا کھولنا بھول گیا
(ابن سعد۔ ابن ہشام و طبری)

اُچک کر بلبلایا اُونٹ لیکن چل نہ سکتا تھا بندھا تھا اس کا گھٹنا وہ جگہ سے ٹل نہ سکتا تھا
ابُوسفیاں اِدھر سے گالیاں اس کو سناتا تھا اُدھر سے اونٹ بھی تُرکی بہ تُرکی بلبلاتا تھا
یہ سب کچھ سُن رہا تھا عکرمہ بوجہل کا بیٹا کہیں نزدیک اوندھے منہ زمیں پر وہ بھی تھا لیٹا
وہ اُٹھا طیش میں آکر پکارا اے ابوسفیان سپہ سالار ہو کر چھوڑتے ہو اس طرح میداں
چچا یہ بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ ہے نامردی اندھیری رات میں کرنے چلے ہو بادیہ گردی
بندھا ہے اونٹ کا گھٹنا جسے تم ہانکے جاتے ہو دہن سے گالیاں بکتے ہو مٹّی پھانکے جاتے ہو
اگر واپس ہی چلنا ہے تو لشکر ساتھ میں رکھو سپہ سالار ہو دو چار افسر ساتھ میں رکھو
قریشی آن بھی آخر بچانی چاہیئے تم کو چچا اس بزدلی پر شرم[1] آنی چاہیئے تم کو

ابُوسفیان کی شرم

صدائے عکرمہ سن کر ابُوسفیاں کو شرم آئی مگر اس شرم کی اس وقت مشکل تھی پذیرائی
اندھیرا اور آندھی اور پُراسرار آوازیں فضا میں سرد شعلوں کی سی دل افگار پروازیں

---

[1] عکرمہ بن ابی جہل پاس ہی تھا۔ اس نے ابُوسفیان کو تلخ الفاظ کہے۔ اور شرم دلائی۔ ابوسفیان پہلے تو بگڑ گیا۔ کہا اچھا تم لشکر کو ترتیب دے کر واپسی کا انتظام کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے اونٹ کا گھٹنا کھولا اور تن تنہا سب سے آگے آگے روانہ ہوگیا۔
(دیکھو ابن ہشام)

ڈرانی اور ہیبت ناک چمکاتی ہوئی شکلیں
تحکّم سے گریز ارشاد فرماتی ہوئی شکلیں

وہ سب تاریک شکلیں واہمہ خلّاق تھا جن کا
ضمیرِ بدنہاداں پر تصوّر شاق تھا جن کا

یہاں اب کوئی بھی صورت نہیں تھی جائے ماندن کی
نفس کی آمد و شد تھی صورت پائے رفتن کی

صدائے عکرمہ سے بوجھ اُترا ذمّہ داری کا
بہلنا ہاتھ آیا حیلۂ بے اختیاری کا

اُتر کر اب بمشکل اُس نے گھٹنا اُونٹ کا کھولا
مگر پھر اس پہ چڑھ بیٹھا بلند آواز سے بولا

بھتیجے عکرمہ لو، میں تمہیں نائب بناتا ہوں
قریشی فوج کو تم لے کے آؤ میں تو چلتا ہوں

ہَوا آئی ہے لے کر اک جہانِ لق و دق ہم پر
اُلٹ کر آپڑیں گے صبح تک چودہ طبق ہم پر

مرے پیچھے ہی پیچھے قوم کو لے کر نکل آؤ
غبارِ مرگ کی اِس قبر سے باہر نکل آؤ

وگرنہ جو نتیجہ ہونے والا ہے وہ ظاہر ہے
عرب کی ان ہواؤں کا ابُوسفیان ماہر ہے

ابُوسفیاں نے پورے زور سے اب اونٹ دوڑایا
اندھیرے اور آندھی کی رِدا میں گم ہُوا سایا

فقط راہِ فرار آسان تھی پائے تصوّر پر
ہوائے تند کوڑا کر رہی تھی پشتِ اشتر پر

marfat.com

لشکرِ احزاب اندھیرے میں غائب

یہ ایسا واقعہ تھا جو چھپائے چھپ نہ سکتا تھا سپاہی سُن رہے تھے عکرمہ بھی بکتا جھکتا تھا
سپہ سالار کا میداں سے چل دینا قیامت تھا خبر لشکر میں پھیلی شُوم کا مذکور شامت تھا
بھلا اب کون رُکتا کس میں باقی تھا یہ دل گُردہ قریشی فوج پہلے ہی سے تھی افسردہ و مُردہ
اندھیری رات میں آندھی کے آگے سب بھاگے وہ اِس سے دس قدم آگے یہ اُس سے دس قدم آگے
قبائل کے جیوشِ قاہرہ نے بھی خبر پائی قریشی فوجیوں کی چھاؤنی خالی نظر آئی
یہودی چوکیاں بھی جا چکی تھیں قلعہ کے اندر نظر آتے نہ تھے میدان میں اب ناچتے بندر
ہراسِ عام ان پھیلی ہوئی افواج میں پھیلا فضا میں گالیاں گونجیں اُٹھا اک شور واویلا
اُنہیں بھی اب نہیں تھا بھاگ چلنے کے سوا چارا اسی عالم میں لد کر چل دیا آخر یہ بنجارا[1]

اڑا کر لے گئی اندھوں کو آندھی اس اندھیرے میں
سحر تک خاک اُڑتی رہ گئی باطل کے ڈیرے میں

---

[1] قریش کو جلد معلوم ہوگیا کہ ابوسفیان چلا گیا ہے۔ وہ بھی اس اندھیرے میں بھاگے۔ قبائل میں بھی جلد ہی یہ خبر پھیلی۔ اُنھوں نے معلوم کیا تو قریش جا چکے تھے۔ اور یہود اپنے قلعہ میں جا چھپے تھے۔ قبائل بھی غصے میں بھرے ہوئے چل دیئے۔
(دیکھو ابنِ ہشام)

مدینے کی صبح

بلا کا عبرت افزا انقلابِ چرخِ گرداں تھا
ابھی اک شور برپا تھا، ابھی اک ہُو کا میداں تھا
سحر کے وقت جب گونجی صدا اَللّٰہُ اَکبَر کی
تو باطل ہو چکی تھیں ظلمتیں باطل کے لشکر کی
نہ آندھی ہی رواں تھی اب نہ قائم وہ اندھیرا تھا
ہوائیں معتدل تھیں اور نورانی سویرا تھا
نسیمِ صُبح کے آزاد جھونکے سرسراتے تھے
طلُوعِ مہر کا عالم تھا ذرّے مسکراتے تھے
نظارے کا سہارا پا لیا تھا مہرِ خاور نے
محمدؐ کا مدینہ چھا لیا تھا فضلِ داور نے

○ اردو زبان کے مایہ ناز شاعر

○ پاکیزہ، شگفتہ اور شائستہ ادب کے ترجمان

○ مولانا ماہر القادری کی نادر تصانیف

○ ایسی کتابیں ---------

○ جنہیں لوگ تلاش کرتے ہیں

○ جنہیں بار بار پڑھا جاتا ہے

○ جسے بطور تحفہ پیش کیا جاتا ہے

○ اب پہلی بار --- یہ ساری کتابیں --- ایک ہی جگہ پر دستیاب

کلیاتِ ماہر

○ ماہر القادری کا خوبصورت مجموعہ کلام جسے ڈاکٹر عبدالغنی فاروق نے مرتب کیا ہے۔

○ آفسٹ پیپر ○ عمدہ طباعت ○ مضبوط جلد ○ خوبصورت سرورق

○ ایک ہزار سے زائد صفحات ○ قیمت 450 روپے

marfat.com

دنیا میں جاہ اور آخرت میں پناہ کے لئے

ہماری خوبصورت کتب

○ نبی اکرمؐ کاشانہ نبوی میں ——— علی اصغر چودھری
○ سیرت طیبہؐ (صدارتی ایوارڈ یافتہ) ——— پروفیسر غلام ربانی عزیز
○ نبی کریمؐ کے سفر مبارک ——— محمد کلیم آرائیں
○ رسول اکرمؐ کی انقلابی سیرت ——— مولانا اخلاق حسین قاسمی
○ سیرت حضرت ابوذر غفاریؓ ——— ابن عبدالشکور
○ حضرت ابوبکر صدیق (غیر مسلموں کی نظر میں) ——— عبدالصبور طارق
○ عثمانی ترکوں کی تاریخ ——— عبدالصبور طارق
○ پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف ——— علی اصغر چودھری
○ دنیا کے بڑے بڑے مذہب ——— عماد الحسن فاروقی
○ زنداں کے شب و روز ——— بیگم زینب الغزالی
○ تاریخ سعودی عرب ——— شیخ محمد حیات
○ اسلام اور جدید سائنس ——— مولانا شہاب الدین ندوی
○ ہماری دعوت ——— حسن البناء شہید
○ دم واپسیں سے رحمٰن کے فیصلے تک ——— علی اصغر چودھری
○ کیا ہم مسلمان ہیں ——— استاد محمد قطب
○ مذہب اور تجدید مذہب ——— پروفیسر عبدالحمید صدیقی
○ اسلامی عقیدہ ——— مترجم مولانا عنایت اللہ سبحانی

مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور